ہمارے اشتمالی مذہب کی حقیقت اور اس کا نظام

"اسمٰعیلی مذہب کی معلومات کا مکمل خزانہ"

ہمارے اسمٰعیلی مذہب کی حقیقت اور اس کا نظام

— تالیف —

ڈاکٹر زاہد علی

بی۔ اے، مولوی فاضل (پنجاب) ڈی۔ فل (آکسن)

سابق پروفیسر عربی و وائس پرنسپل نظام کالج۔ حیدرآباد دکن

مؤلف تاریخ فاطمیین مصر (مطبوعہ جامعۂ عثمانیہ)

— و —

شارح دیوان ابن ہانی الاندلسی

(تبیین المعانی فی شرح دیوان ابن ہانی مطبوعہ مطبعۃ المعارف مصر)

دی اکاڈمی آف اسلامک اسٹڈیز

(آغا پورہ۔ حیدرآباد دکن)

۱۳۷۳ھ۔ ۱۹۵۴ء

دی اکاڈمی آف اسلامک اسٹڈیز

کونسل

(۱) ڈاکٹر سید عبداللطیف، بی۔ اے (مدراس) پی۔ ایچ۔ ڈی (لندن)
سابق پروفیسر انگریزی عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن۔ **صدر**

(۲) ڈاکٹر ناظر الدین حسن (نواب ناظر یار جنگ) یم۔ اے (کنٹب) ایل ایل۔ ڈی (ڈبلن) بار ایٹ لا۔ سابق میر شعبہ دینیات عثمانیہ یونیورسٹی۔ وسابق جج ہائی کورٹ حیدرآباد دکن۔

(۳) ڈاکٹر زاہد علی، بی۔ اے، مولوی فاضل (پنجاب) ڈی فل (آکسن) سابق پروفیسر عربی و وائس پرنسپل نظام کالج حیدرآباد دکن۔

(۴) ڈاکٹر محمد راحت اللہ خاں، یم۔ اے (عثمانیہ) ڈی فل (لیپزگ) ممبر آف کونسل نیشنل لائبریری کلکتہ، کیوریٹر آصفیہ لائبریری حیدرآباد دکن۔

(۵) ڈاکٹر عبدالمعید خاں، یم۔ اے (عثمانیہ) پی ایچ۔ ڈی (کنٹب) ڈی لٹ (قاھرہ) ریڈر عربی۔ عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن۔

(۶) ڈاکٹر سید وحید الدین، یم۔ اے، پی ایچ۔ ڈی (ماربرگ جرمنی) ریڈر فلسفہ۔ عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن۔

(۷) محمد فیاض الدین، ایف۔ آر۔ آئی۔ بی۔ اے (لندن) چیف ٹاون پلانر و آرکیٹکٹ حیدرآباد و صدر کل ہند ٹاون پلانرز انسٹیٹیوٹ دہلی۔

(۸) مولانا حمید الدین قمر، فاضل (دیوبند)

(۹) ڈاکٹر محمد یوسف الدین، یم۔ اے۔ پی ایچ۔ ڈی (عثمانیہ) ریڈر شعبۂ مذہب و ثقافت۔ عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن۔
معتمد

پیش لفظ

ڈاکٹر زاہد علی صاحب جو ایک مدت دراز تک نظام کالج حیدرآباد، دکن میں عربی زبان و ادب کے پروفیسر رہ چکے ہیں اپنی گراں قدر تصانیف تبیین المعانی فی شرح دیوان ابن ہانی (شائع کردۂ مطبعۃ المعارف قاہرہ) اور تاریخ فاطمیین مصر (شائع کردۂ جامعۂ عثمانیہ) کے سبب سے علمی طبقے میں خاصی شہرت رکھتے ہیں۔ پہلی تصنیف سے آپ کی خالص ادبی دلچسپی کا پتہ لگتا ہے تو دوسری تصنیف سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی دلچسپی کا ایک میدان اور بھی رہا ہے اور وہ فاطمیین مصر کی مذہبی سیاست ہے جہاں لازماً اسماعیلی فرقے کا فلسفہ بالفاظ دیگر زیر بحث آ ہی جاتا ہے۔

اس رجحان کے ابتدائی آثار میں نے برسوں پہلے اس زمانے ہی میں محسوس کئے تھے جب صاحب موصوف آکسفورڈ میں تحقیقاتی کام کر رہے تھے اور مجھے کئی بار ان سے ملنے کا موقع ملا تھا۔ ان کی اس زمانے کی تصویر جو میرے دماغ میں محفوظ ہے وہ یہ ہے کہ آپ ایک خاموش اور غیر شہرت پسند محقق ہیں جو فن شعر کی بہ نسبت فلسفہ اور مذہب سے زیادہ شغف رکھتے ہیں آپ کی متعاقب زندگی اور تصانیف نے جن میں آپ کا یہ حالیہ کارنامہ ہمارے اسماعیلی مذہب کی حقیقت اور اس کا نظام شامل ہے، میری اس رائے کو پختہ کر دیا ہے۔

سلسلۂ مطبوعات دی اکاڈمی آف اسلامک اسٹڈیز

The mind Al-Quran Builds (1)

(2) ہمارے اسماعیلی مذہب کی حقیقت اور اس کا نظام

مطبوعہ "نامی پریس" حیدرآباد دکن

ملنے کا پتہ :- "الہدیٰ بک ایجنسی" معظم بلڈنگ نظام شاہی روڈ حیدرآباد دکن

FOREWORD

Dr. Zahid Ali, for long professor of the Arabic Language and Literature at the Nizam College, Hyderabad Dn. is well known in learned Society by his notable works—his exposition of the Dīwān of Ibn Hāni, known as Tabīnu'l-ma'ānī fi sharhi Dīwāni Ibn Hānī published by the Matba'at'l-ma'ārif, Cairo, and his History of the Fatimids, issued by the Osmania University. From the one to the other, from his interest in pure poetry as displayed in the former work to his interest in theocratic polity of the Fatimid Rulers of Egypt as in the latter, necessarily involving a peep into their Ismaili religious philosophy or outlook, the step could only argue a purposive deviation from the normal.

Indeed, the germs of this development were noticable to me years ago, even while he was engaged in his post-graduate studies in Oxford when I had frequent opportunities to meet him. The picture that I retain of him of those days is that of an unobtrusive scholar interested more in philosophy and religion than in mere poetry. His subsequent life and work including his present venture—"The Origins of our Ismaili Creed and its system"—have confirmed me in my view.

Born to the Ismaili creed and into a family renowned for their traditional devotion to Ismaili learning and scholarship,

ایک پیدائشی اسماعیلی ہونے اور ایک ایسے خاندان میں جو اسماعیلی علم و مذہب سے روایتی لگاؤ رکھتا ہو پرورش پانے کے اعتبار سے یہ ایک فطری تقاضا تھا کہ ڈاکٹر صاحب اس عقیدے کے متعلق جس پر اُنھوں نے بچپن ہی سے نشو و نما پائی سرگرمی کا ثبوت دیں۔ اور زندگی کے کسی نہ کسی دور میں یہ تڑپ محسوس کریں کہ آپ کا مذہب جس نظامِ حیات کا حامل ہے اس کی چھان بین کی جائے۔ چنانچہ اِس ضمن میں مُطالعہ اور تحقیق کے بعد آپ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اصلی بانیانِ مذہب اسماعیلی کے اعلیٰ مقاصد کو مرورِ زمانے کے ساتھ پسِ پشت ڈال دیا گیا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ اُن کو اپنی اصلی صورت میں دوبارہ زندہ کیا جائے اور آج کی دنیا کو اس کی حقیقت سے روشناس کرایا جائے۔ آپ کی یہ تصنیف درحقیقت امعانِ نفس کی ایک مخلصانہ دعوت ہے — ایسی دعوت جو ایک اسماعیلی کی جانب سے اپنے دوسرے ہم مشرب اسماعیلی بھائیوں کو دی گئی ہے — اِسی وجہ سے آپ نے اِس کتاب کو "ہمارے اسماعیلی مذہب کی حقیقت اور اس کا نظام" سے موسوم کیا ہے۔ اس موضوع کو ایک ایسے انداز میں پیش کیا گیا ہے جو اسماعیلی برادری کے مطالعہ کنندگان کے لئے پسندیدہ اور دلنشین ہو سکے۔ نیز اس کو ایسے نرم اور ترغیبی جذبے کے ساتھ معرضِ عام پر لایا گیا ہے جس سے اس ذہن کی امتیازی صفت نمایاں ہے جو اپنے ساتھ دوسروں کو بھی اس بھلائی میں شریک کرنے کا متمنی ہے جس کو اس نے خود اپنے لئے تلاش کے بعد حاصل کیا ہے۔

اکاڈمی آف اسلامک اسٹڈیز کی مجلس نے جس کے ڈاکٹر صاحب بھی ایک ممبر ہیں یہ طے کیا ہے کہ آپ کی اس کتاب کو اپنے سلسلۂ اشاعت میں شامل کرے۔ اِس لئے کہ وہ اکاڈمی کے خصوصی مقصد کے تحت آتی ہے یعنی یہ کہ افکارِ اسلامی کی ان بنیادوں کی روشنی میں جو تمام عالمِ اسلام کے لئے مشترک ہیں بلحاظ حالاتِ حاضرہ تشکیلِ جدید کی جائے فقط

۵ مئی سنہ ۱۹۵۴ء
آغا پورہ
حیدرآباد۔ دکن

سیّد عبد اللطیف
صدر مجلس
اکاڈمی آف اسلامک اسٹڈیز

فہرستِ مضامین

ہمارے اسماعیلی مذہب کی حقیقت اور اُس کا نظام

it has been but natural for Dr. Zahid Ali to evince a living interest in the faith that he has lived in from his infancy, and feel at some stage or other the inclination to examine the system of life that it upholds. As a result of his research in the field, he has come to the conclusion that the noble objectives of the founders of the Ismaili order have in the course of history been laid aside, and need to be revived in their purity, and re-stated for the world of today. His work, therefore, in reality, is an earnest call for introspection -- a call issued forth by an Ismailian to his brother Ismailians and is for that reason styled by him "The Origins of our Ismaili Creed and its System". The subject has been presented in a form agreeable to his immediate readers in view and in a spirit of gentle persuasivenesss characteristic of that type of mind which is eager to share with others the good that he has discovered for himself.

The Council of the Academy of Islamic Studies of which Dr. Zahid Ali is a member has resolved to include his work in its series of studies. as it falls within the purview of the Academy's main object, viz: the reorientation of Islamic thought in the context of the present-day world, directed primarily by the light proceeding from the bases common to the entire - fold of Islam.

PRESIDENT,

5th May 1954

SYED ABDUL LATIF

The Academy of Islamic Studies.

فصل (۱۴)

فصل (۱۴)

فصل (۱۵)

خاتمہ

وہ ہم سب متحد طور پر اپنے ائمہ کی صحیح تعلیم سے بہرہ ور ہو کر اس پر آشوب دور میں ایک مستقل بعثت کا شرف و سعادت حاصل کر سکیں۔

یہ سب کیا جو صحیح صراط مستقیم کا جویا اور خانوادۂ رشد و ہدایت کا شیفتہ اور دلدادہ ہو جاوے وہ ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے برگزیدہ ائمہ کی فیض آگین تعلیم میں شرک و جہل کی آمیزش کبھی گوارا نہیں کر سکتا اور موضوعہ روایات کو اپنا نصب العین نہیں ٹھہرا سکتا۔ ہمارے یہاں خوش اعتقادی کی توہم پرستی ایسی ایسی روایات موضوعہ کو تسلیم کرتی چلی آرہی ہے جو قرآن مجید کے معیاری تصور وحدت باری اور توحید الٰہی کے سراسر منافی ہیں۔ وہ عظیم المرتبت ہستیاں جو تقویٰ پرہیزگاری، راست بازی اور دینداری کا سرمایۂ ناز شمار کی جاتی ہیں ان ہی نفوس قدسیہ سے ذیل کی روایات صحیفہ کا انتساب نادانستہ [illegible] لیا گیا ہے۔ مثلاً روایت کی جاتی ہے کہ مولانا علیؑ نے یہ ارشاد فرمایا کہ "انا الاول والآخر وانا الظاہر والباطن وانا بکل شیء علیم وانا رفعت سماءھا وانا بنیت النبیین وانا ارسلت المرسلین" یعنی میں ہی اول و آخر ہوں اور مجھے ہر چیز کا علم ہے اور میں نے اس (دنیا کا) آسمان بلند کیا اور مرسلین بھیجے۔ ایک دوسرے موقع پر آپ نے یہ فرمایا "انا نفس اللہ"[1] مولانا جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ "جعلنا ھم انبیاء ... وجعلنا منھم ملائکۃ مقربین"[2] یعنی ہم نے ان کو انبیاء اور رسل بنایا اور ان ہی سے ملائکہ مقربین مقرر کئے۔

سیدنا جعفر بن منصور الیمن جو ہمارے ہاں معروف امام مولانا معزؑ کے باب الابواب ہیں آپ کی روایت ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلعم نے مولانا علیؑ کا دست مبارک پکڑ کر بلند فرمایا "ھذا علی اخی ...... والخلیفۃ من بعدی ...... وساتر عورتی وغافر خطیئتی" یعنی علیؑ میرے بھائی ہیں۔ یہ میرے بعد میرے خلیفہ، میری عورت کی پردہ پوشی کرنے والے اور میری خطا معاف کرنے والے ہیں۔ حالانکہ ستر عیوب اور مغفرت ذنوب سوائے خدائے تعالیٰ کے کسی کو سزاوار نہیں۔ اس کی تاویل مولانا معزؑ نے

---

(۱) (الف) فصل (۱) عنوان "مولانا علیؑ کا کلام"۔ (ب) فصل (۵) عنوان "مولانا علی نفس اللہ ہیں"۔
(۲) فصل (۱) عنوان "دیگر ائمہ معصومین کے ارشادات"۔

کتاب تیار ہو رہی ہے۔ علاوہ اس کے آئے دن میرے خلاف مضامین چھپتے رہتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اس تالیف کے پڑھنے سے اُن کے اکثر اعتراضات خود بخود رفع ہو جائیں گے کیونکہ اس میں عقائد بہت شرح و بسط سے بیان کئے گئے ہیں۔ یہی میری تالیف کی اشاعت کی غرض و غایت ہے۔ میں نے اپنے یہاں کی مستند اور معتبر خاص کر زمانۂ ظہور کی کتابوں کے اصلی اقتباسات پیش کر دئے ہیں تاکہ ذمہ داری لکھنے والوں کے سر ہو۔ اُن میں دو کتابوں " ادعیۃ الایام السبعۃ لمولانا الامام المعز لدین اللہ" اور "تاویل الشریعۃ من کلام المعز لدین اللہ" کو تو ہمارے ظہور کے چوتھے امام کی زبانِ مبارک سے صادر ہونے کا شرف حاصل ہے۔ میری حیثیت ناقل ناخصل سے زیادہ نہیں بہر طور ذاتِ اسلاف کے سوا اس ضمیر کا مرجع کوئی اور دوسرا نہیں قرار پاسکتا۔ اب ان کی مزید تصدیق کی ضرورت نہیں:۔

اِذَا قَالَتْ حَذَامِ فَصَدِّقُوْهَا　　فَاِنَّ الْقَوْلَ مَا قَالَتْ حَذَامِ

البتہ تفہیم اور تنبیہ کے لئے تبصرے اور صرف تبصرے میرے ہیں۔

ایک عام اعتراض جو میری پہلی تالیف "تاریخ فاطمیین مصر" پر کیا جاتا ہے یہ ہے کہ میں نے اپنے بیانات میں خلاف ادب لہجہ اختیار کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تالیف مذکور جامعہ عثمانیہ کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔ چونکہ یہ ادارہ غیر مذہبی ہے اس لئے ادب کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں نے اس تالیف میں ادب کا بہت خیال رکھا ہے۔

آخر میں یہ مخلصانہ اظہار بھی ضروری ہے کہ میں نہ صرف مولف کی حیثیت سے بلکہ "اکاڈمی آف اسلامک اسٹڈیز حیدرآباد دکن" کے ایک رکن کے لحاظ سے اس مجلس ارباب علم و فضل کا تہِ دل سے شکر گزار ہوں جس نے میرے نتیجۂ فکر و قلم کو بہ نظرِ استحسان دیکھا اور اپنے سلسلۂ تالیفات میں اُسے منسلک کیا۔

اس تالیف کا تعلق چونکہ مذہبی امور سے ہے اس لئے مجھے مسائل کی چھان بین میں بہت غور و خوض کرنا پڑا۔ ایک ایک مسئلے پر میں نے ایک مدت صرف کی۔ تقریباً پندرہ سال میں یہ تالیف تکمیل کو پہنچی۔ ہمارے عقائد کی سب سے بڑی اور نمایاں خصوصیت غلو اور مبالغہ ہے جو دین میں کسی طرح جائز نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "یا اھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم ولا تقولوا علی اللہ الا الحق، انما المسیح عیسی بن مریم رسول اللہ وکلمتہ القاھا الی مریم وروح منہ فآمنوا باللہ ورسولہ ولا تقولوا ثلاثۃ۔ انتھوا خیرا

جو قابلِ ملاحظہ ہے۔[1] ایک اور مقام پر بھی فضائلِ مرتضوی کا بیان ملاحظہ طلب ہے[2]۔ بہر حال ان مقدس ہستیوں نے توحید کی صحیح تعلیم دے کر اسلام کا حقیقی فرض خدمت ادا کیا ہے اور اسلام کو دیگر مذاہب کے اجنبی عناصر سے پاک کرنے کی ہر ممکنہ کوشش کی ہے۔

ہماری تاویل و حقیقت" کے علوم بھی مذکور الصدر جیسے ایرانی داعیوں کے طبع زاد ہیں۔ یہ اہلِ بیت طاہرین کے علم لدنی کے معیار کو نہیں پہنچتے۔ یہ یاد رہے کہ ہمارے اکثر داعی ایرانی نژاد تھے جن کا بہت کچھ اثر اسلامی تعلیمات پر پڑا۔ واقعہ یہ ہے کہ ایران، عراق اور یونان کے بعض شہروں کو جب عربوں نے فتح کیا تو ان کے باشندوں کے میل جول سے اسلام کی اصلی تعلیم میں بڑا انقلاب پیدا ہوا۔ یونانیوں کی فلسفہ آرائی، نصرانیوں کی رازداری اور مذہبی درجہ بندی اور ایرانیوں کی خاندانی حکومت اور اُن کے بادشاہوں کا آسمانی حق وغیرہ نے اسلام کو بہت متاثر کیا جیسا کہ ہم نے اس تالیف کے آخر میں بھی بیان کیا ہے نتیجہ یہ نکلا کہ سادگی پیچیدگی سے بدل گئی، روایت نے درایت کی جگہ لے لی، تنزیل پر تاویل غالب آئی، حقائق پر افسانوی رنگ چڑھا، نسب نے حسب کو پیچھے ہٹا دیا، آمریت نے انتخاب پر غلبہ پایا، اقتصاد عیش و عشرت کی رو میں بہ گیا اور فرقہ واریت نے اجتماعی قوت کو کمزور کر دیا۔ آخر کار اولیا، کی پرستش خدا کی پرستش پر چھا گئی[3]۔ میں نے اس تالیف میں اسلام کو اس کی اصلی شکل میں ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور یہ بتایا ہے کہ اہلِ بیت کے ائمہ طاہرین نے کبھی اپنے آپ کو اوصافِ ایزدی سے متصف کرنے کا خیال بھی نہیں کیا۔ اس بارے میں اُن کی طرف منسوب کی ہوئی حدیثیں کسی طرح اعتبار کے قابل نہیں۔ کیونکہ یہ سب کشت زارِ غلو اور خوش اعتقادی کی ناکارہ پیداوار ہیں۔ کیا خوب کسی نے کہا ہے:-

خاصانِ خدا خدا نہ باشند لیکن ز خدا جدا نہ باشند

میں نے اپنے برادران دینی کو توجہ دلانے کے لئے حقیقی مدارج اہلِ بیت طاہرین کا یہ مُرقع تیار کیا ہے۔ افسوس کہ بعض غلو پسند طبیعتوں نے "تاریخ فاطمیین مصر" کو توہین ائمہ کے مترادف قرار دیا ہے اور سنتا ہوں کہ اس کی تردید میں "دَامِغُ الْبُھتَان" ایک

L 7415

(۱) فصل (۱۹) عنوان "وصف مولانا علی بن ابی طالب" (۲) فصل (۵) عنوان "مولانا علی کے فضائل"

(۳) ایک مستشرق کہتا ہے: God is eclipsed by the Imam.

مقدمہ

مُبسملاً وحامداً ومُصلیاً

(۱)

ایک ضروری معذرت

اس تالیف کا اصلی مقصد میں خود اصلاً و نسلاً اسماعیلی ہوں۔ سات پشتوں سے میرے گھرانے میں اسماعیلی مذہب کا روحانی سرمایہ راز سربستہ کی طرح سینہ بسینہ منتقل ہوتا چلا آیا اور عقائد کی یہی روحانی شمع یکے بعد دیگرے معتقدوں کے نہاں خانۂ ایمان کو روز روشن کی طرح ضوخیز اور تابناک بناتی رہی۔ اسی تک تسکین روح اور اطمینان باطن اسی تعلیم باطنی کے فیضان سے وابستہ رہا۔ کئی پشتیں اسی دشت کی سیاحی میں گزریں۔ اور اس مقدس سیاحت کا تبرک اثاثہ جب مجھ تک بزرگوں سے پہنچا تو اپنے اسلاف کے مانند میں نے بھی اُسے عقیدت کی آنکھوں سے لگایا اور دستِ احترام سے سر نیاز پر رکھا۔

لکم"[1] (اے اہل کتاب اپنے دین میں حد اعتدال سے تجاوز نہ کرو اور خدا کی نسبت حق بات کے سوا کچھ نہ کہو۔ حق بات تو اتنی ہے کہ مریم کے بیٹے عیسیٰ بس اللہ کے ایک رسول ہیں اور خدا کا حکم جو اس نے مریم کی طرف کہلا بھیجا تھا اور وہ ایک روح تھی جو خاص خدا کی طرف سے دنیا میں آئی۔ تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور تین خدا نہ کہو اس سے باز آؤ کہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے)۔ اگر ہمارے اسرار معقول ہوں تو ان کے اظہار میں کوئی قباحت نہیں

میرا مقصد جیسا کہ میں نے "مقدمہ" آئندہ میں بتایا ہے جماعت میں کوئی انتشار پیدا کرنا نہیں ہے۔ بلکہ اپنے بھائیوں کو مذہب کے حقائق سے آگاہ کرنا ہے تا کہ وہ ان پر غور کر کے اسلام کے واحد مرکز پر جمع ہو جائیں اور اپنے آپ کو "اخوان الصفا" ثابت کرنے کی کوشش کریں "جن کی رائیں درست، اعتقادات صحیح، اعمال نیک، اور اخلاق اچھے ہوں"۔ مجھے اپنے بھائیوں سے کیا بلکہ تمام بنی نوع انسان سے خواہ وہ کسی مذہب کے ہوں فطری محبت ہے۔ میں سب کے ساتھ رواداری، کشادہ پیشانی، اور فراخ دلی سے پیش آتا ہوں یہی عالم کی فلاح و بہبود کا راز ہے۔ اس میں لڑنے جھگڑنے کی کوئی بات نہیں آیۂ کریمہ "ادع الی سبیل ربك بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ" کا اشارہ اسی طرف ہے۔ ذیل کا میرا شعر میرے دین کا آئینہ دار ہے:۔

اِنَّ دِیْنِیْ نَصِیْحَۃٌ وَاِخَاءٌ وَصَلَاحٌ بَیْنَ الْوَرٰی وَوَفَاءٌ

اختلاف مذہب کو باعث دشمنی قرار دینا بہت بری بات ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی جہالت نہیں ہو سکتی۔ یہ عقلمندوں کا شیوہ نہیں ہے۔

اگر کسی اقتباس کے نقل کرنے یا اس کے ترجمہ کرنے یا کوئی حوالہ دینے میں مجھ سے غلطی ہو گئی ہو تو میں معافی کا خواستگار ہوں۔

اِنْ تَجِدْ عَیْبًا فَسُدَّ الْخَلَلَا جَلَّ مَنْ لَا عَیْبَ فِیْہِ وَعَلَا

وَالْکَمَالُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ

(۹۴) حسینی علم حیدرآباد دکن۔ زاہد علی ولد فضل علی مرحوم

(۱) القرآن ۴/۱۷۱

(کتبہ ناچیز سید نور اللہ حسینی ساکن محلہ مسجد محمد شاہ واندرون فتح دروازہ حیدرآباد دکن ہو ۶۰۹)

فی آداب اتباع الائمۃ، سیرۃ المؤید فی الدین داعی الدعاۃ اور دیوان المؤید فی الدین طبع ہوگئی ہیں[1] جرمن مستشرق شتروطمان نے کتاب الکشف اور اربعہ کتب اسماعیلیہ شائع کی ہیں[2] روسی مستشرق ایوانو نے اسماعیلی مخطوطات کی ایک نہایت مفید فہرست تیار کی ہے[3] اس کی ایک دوسری تصنیف میں اسماعیلی مخطوطات کے چار اہم اقتباسات معہ ترجمہ انگریزی چھپ گئے ہیں[4] حال ہی میں آٹھویں صدی کے ایک یمنی مصنف محمد بن حسن دیلمی کی کتاب "قواعد عقائد آل محمد الباطنیۃ" شائع ہوئی ہے جس میں مولانا معز اور سیدنا قاضی نعمان کی کتابوں سے مختلف تاویلیں نقل کی گئی ہیں۔
بہر حال اب اسماعیلی رموز و اسرار کا بہت بڑا ذخیرہ منظر عام پر آگیا ہے۔

انسان الگ تھلگ رہنا نہیں چاہتا۔ مل جل کر رہنا پسند کرتا ہے۔ دنیوی ضرورتیں ہوں یا دینی مشغلے دونوں میں اپنے ہمراہی اور ہم خیالوں کے جھرمٹ کے ساتھ رہنے کو انسان بڑی نعمت سمجھتا ہے۔ اسماعیلی شاہراہ جو حقیقت میں فیض آگین جادۂ باطنی ہے رشد و ہدایت کی اس منزل کے رہرو سب کے سب میرے ہم نفس اور ہم قدم ہیں۔ اپنے ہم نفسوں اور ہم قدموں سے الفت و محبت کرنا جیسے ایک فطری امر ہے ایسے ہی بیٹھے بٹھائے انھیں چھیڑنا۔ ستانا اور دکھ دینا غیر فطری اور انتہائی شقاوت سے

---

(۱) (أ) مناظرات المؤید فی الدین (ب) الرسالۃ اللازمۃ فی شہر الصوم (ج) راحۃ العقل (د) مباسم البشارات بالامام الحاکم (یہ چار کتابیں زیر طبع ہیں) وارجوان ۲ وفق الی نشر المجالس المؤیدیۃ ودعائم ۲ الاسلام وتاویل دعائم الاسلام (المجالس المستنصریۃ۔ مطبوعہ مصر صفحہ ۲۲) ان کتابوں کے مصنفین کے لئے فہرست مآخذ ملاحظہ کیجیے جو اس تالیف کے آخر میں درج ہے۔ دعائم الاسلام کا پہلا جزو دارالمعارف مصر میں باہتمام محقق فیضی ۱۹۵۱ء میں چھپ گیا ہے۔ (۲) (أ) مسائل مجموعہ من الحقائق العالیۃ والدقائق الاسرار السامیۃ (ب) رسالۃ الاسم الاعظم (ج) رسالۃ الایضاح والتبیین (د) رسالۃ تحفۃ المرتاد وغصص الاضداد۔

(3) A Guide to Ismaili Litt.

(4) Ismaili Tradition concerning the Rise of the Fatimids.

اسلامی علم عام اور مسلک اسماعیلی کی خاص ہدایت کی بناء پر عقل و شعور کے پیمانوں کو دیانتدارانہ طرز سے اس بادۂ روحانی سے بھرنے میں اپنی حد تک کسی طرح کی کوتاہی جائز روا نہ رکھی اور کافی انہماک سے دینی خدمت سمجھ کر عقلی معیار پر اس زر کامل المعیار کو جانچتا اور پرتالتا رہا۔ اس جانچ پرتال میں اپنے میلان خاطر کا رنگ نہ آنے دیا اور واقعات کی بکھری ہوئی کڑیاں ایک جا جمع کرنے میں پوری احتیاط برتی نتیجے کا پہلے سے کوئی خیال نہیں کیا گیا۔ بلکہ واقعات کی پوری ترتیب اور تسلسل کو بار بار دیکھنے بھالنے کے بعد جو ظاہر ہوا اسی کو نتیجہ ماننے پر مجبور ہونا پڑا اور کہیں بھولے سے بھی واقعات کو توڑ مروڑ کر نتیجہ نکالنے کی ناروا کوشش نہیں کی گئی۔

اسماعیلی مذہب کی باطنی تعلیم ابتداء سے راز سینہ چلی آتی تھی۔ پہلے پہل مجھ کو اس کا خیال آیا اور فائدۂ عموم کی خاطر بڑی عرق ریزی سے راز سینہ کو سفینے میں منتقل کرنے لگا تاکہ میرے سب بھائی خصوصاً وہ جو عربی سے زیادہ واقف ہوں اس کے سمجھنے کی کوشش کریں مقررہ شاہراہ سے ہٹتے ہی معترضوں کے درندوں سے مڈبھیڑ کوئی نئی بات نہیں یہ منظر بھی نظر سے گزرا اور توفیق ایزدی کے ساتھ دینے سے میں نے یہ اہم کام پورا کر کے اطمینان کی سانس لی۔ میری حد علم تک عربی، فارسی اور انگریزی میں بھی اس موضوع پر ایسی بسوط کتاب کوئی نہیں منظر عام کی لائبریری میں اس سلسلے کی پہلی کڑی "تاریخ فاطمیین مصر" نمایاں جگہ لے چکی ہے۔ اس کے بعد محولہ سلسلے کی دوسری کڑی اسی تالیف کو سمجھنا چاہئے مخفی مباد کہ مستشرقین نے عام اسلامی تاریخوں اور بعض غیر مطبوعہ اسماعیلی تصنیفوں کی مدد سے جرمنی، فرانسیسی اور انگریزی زبانوں میں چند رسالے اور کتابیں شائع کی ہیں جن کی وجہ سے ہماری اسماعیلی دعوت کے بعض رموز و اسرار ظاہر ہو گئے ہیں لیکن وہ اپنے مستند اور معتبر مخطوطات کا حوالہ نہ دے سکے جو ہمارے علماء کے ہاں رائج ہیں اور جنھیں وہ بڑی وقعت کی نظر سے دیکھتے ہیں[1]۔ میں نے اس ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے اور یہی میری تالیف کا فائدہ ہے خوش قسمتی سے "دار الفکر العربی، مصر" نے چند اہم کتابوں کے شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے جن میں سے مجالس مستنصریہ، کتاب الهمۃ

---

(۱) فہرست مآخذ ملاحظہ ہو جو اس تالیف کے آخر میں درج ہے۔

کسی طرح کم نہیں۔

اس تالیف میں جو معلومات برادران اسماعیلی کے سامنے پیش کئے گئے ہیں ان سے نہ کسی کی دل آزاری مقصود ہے اور نہ اپنے اماموں اور داعیوں کی (معاذاللہ ان پر کوئی تہمت نازل کرکے) تنقیص اور توہین۔ ان میں سے بعض کے تقویٰ اور پرہیزگاری اور اسماعیلی دعوت کی اشاعت میں ان کی محنت اور جانفشانی میں کوئی کلام نہیں۔ ملکی سیاست میں بھی کم و بیش کامیاب رہے۔ ان کے دور میں عام اسلامی تمدن نے کافی ترقی کی۔ علوم کی اشاعت اور صنعت و حرفت کو فروغ دینے میں انھوں نے کافی حصہ لیا۔ خصوصاً فلاحین کی حالت ان کے عہد میں بہت اچھی تھی(۱)۔ ان کے زوال سے خوش حالی اور رواداری کا ایسا دور ختم ہو گیا جس سے پھر کبھی مشرق لطف اندوز نہ ہو سکے گا جیسا کہ میں اپنی تالیف تاریخ فاطمیین مصر میں بتا چکا ہوں(۲)۔ میری تنقید صرف مذہبی دائرہ تک محدود ہے۔ ان کی معتبر اور مستند کتابوں میں درج شدہ عبارات اور ان پر وارد اعتراضات کا بجنسہٖ بیان کرنا میرا منشا صحیح طور پر ہی اور بس یہی ہے۔ میری طرف سے اس میں کوئی بات نہیں۔ صرف مسائل حوالجات کے ساتھ ایک جگہ جمع کر دیے گئے ہیں۔ سوائے تبصروں کے جو میرے ہیں اور بعض میں نے ناظرین کی تفہیم مسائل کی تنقید کی غرض سے علیحدہ لکھا ہے۔ میرے بھائی خود ان پر غور کریں اور اگر میں کسی مقام پر راہ راست سے بھٹک گیا ہوں تو مجھے اپنے ارشاد سے متنبہ کریں۔ میں پوری توجہ سے ان کا جواب سننے کے لئے تیار ہوں۔ حق کی تحقیق میں کسی کو تعصب سے کام نہ لینا چاہئے۔ حکمت کی تلاش میں ہٹ دھرمی بری بات ہے۔ مولانا علیؑ کا ارشاد صداقت بنیاد "الحکمۃ ضالۃ المومن" کے یہی معنی ہیں کہ حکمت مومن کی کھوئی ہوئی اونٹنی ہے، جہاں کہیں بھی وہ ملے اسے ہاتھوں ہاتھ لے لیا جانا چاہئے اس لئے وہ اس کا حقیقی مالک ہے۔ تمام مذاہب خاص کر مذہب اسلام غور و فکر کرنے کی تعلیم دیتا ہے

(۱) The general testimony of the Arabic Historians, however, points to a mild and even benevolent treatment of the Fellahin as The Prevailing Policy of the Fatimid Government

(۲) (الف) مقدمہ (ب) فصل سوم ص ۲۰۔

وجہ سے اسلام کو دوسرے مذہبوں پر برتری اور فوقیت حاصل ہے ہم دعا کرتے ہیں کہ ہم اسلام کے صراطِ مستقیم پر قائم رہیں اور مسلمان ہی مریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون"[1] یعنی مسلمانو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ اور اسلام ہی پر مرنا حضرت ابراہیم نے بھی اپنے بیٹوں کو یہی وصیت فرمائی:۔ "ووصی بہا ابراھیم بنیہ ویعقوب یٰبنی ان اللہ اصطفیٰ لکم الدین فلا تموتن الا وانتم مسلمون"[2]۔ یعنے اور اسی طریقہ کی نسبت ابراہیم اپنے بیٹوں کو وصیت کر گئے۔ اور یعقوب بھی کہ بیٹا! اللہ تعالیٰ نے اس دین اسلام کو تمہارے لئے پسند فرمایا ہے۔ پس تم مسلمان ہی مرنا[3]

کیا اسلام کی تعلیمات اور ہدایتوں پر ہمارا اسماعیلی مذہب مبنی ہے

اب ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ ہمارا اسماعیلی مذہب کہاں تک اصولِ اسلام پر مبنی ہے۔ اگر اس کی تعلیمات وہی ہیں جو اسلام کی ہیں تو ہمیں لازم ہے کہ ہم اپنے اماموں اور داعیوں کی کتابوں سے اس کا ثبوت دیں۔ برخلاف اس کے جو بھی ہمارے مذہب پر غور کرے گا جس کے اصول اس تالیف میں تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں وہ ضرور اس نتیجے پر پہنچے گا کہ ہمارے اسماعیلی مذہب میں اجنبی عناصر داخل ہو گئے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اسلام کے خوشنما

---

(۱) القرآن $\frac{۳}{۱۰۱}$ (۲) القرآن $\frac{۲}{۱۳۲}$ (۳) دین اور مذہب کے ساتھ اسلام ہی کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ کلام مجید میں ہے: "ان الدین عند اللہ الاسلام" (القرآن $\frac{۳}{۱۹}$) یعنے دینِ حق تو خدا کے نزدیک یہی اسلام ہے۔ (اور بس) ایمان کے معنی تصدیق کے ہیں جس کا تعلق دل سے ہے اور خدا کے سوا دوسروں کو اس کی خبر نہیں ہوتی۔ اسلام افعالِ ظاہرہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اسلام اور ایمان میں جو فرق ہے وہ اس آیۂ کریمہ میں بتایا گیا ہے:۔

قالت الاعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم (القرآن $\frac{۴۹}{۱۴}$) ملاحظہ ہو دعائم الاسلام جس میں اول ذکر فرق ما بین الاسلام والایمان۔

ربك ذوالجلال والاکرام[1]۔ یہاں کسی شئی کو بقا نہیں۔ جب دنیا کی حقیقت یہ ہے تو وہ شخص کیسا نادان ہوگا جو اس کے حاصل کرنے میں اپنی ساری عمر گنوا کر آخرت کو بھول جائے۔ اس سلسلے میں مولانا علیؑ نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے:۔

ولو انا اذا امتنا ترکنا — لکان الموت راحة کل حی
ولکنا اذا امتنا بعثنا — ونسئل بعدنا عن کل شئی

ترجمہ:۔ اگر ہم موت کے بعد چھوڑ دئے جائیں تو موت ہر زندہ آدمی کے لئے راحت ہو جائے گی۔ لیکن مرنے کے بعد ہم اٹھائے جائیں گے اور ہم سے ہر عمل کے بارے میں سوال ہوگا۔

آخرت کے ثبوت میں متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں اور بقول "اخوان الصفاءؒ اگر آخرت نہ ہو تو دنیا اشرار کے لئے مالِ غنیمت ہو جائے گی۔[2] جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس زندگی کا کوئی مقصد ہی نہیں نہ اس کا کوئی حساب ہے نہ اس کے متعلق کوئی باز پرس ہوگی ان سے کسی نیکی کی کوئی امید ہی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ لوگ جب خود اپنے کو بے کار سمجھتے ہیں تو دوسروں کو کب باکار سمجھیں گے تاکہ وہ ان کی ہمدردی کریں" ربنا ماخلقت هذا باطلا سبحانك فقنا عذاب النار[3]

اسلام کی تعلیمات اور ہدایتیں

ہم اپنے پروردگار کا بے انتہا شکر کرتے ہیں کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں اسلام کی وہ نعمت مرحمت فرمائی جس نے ہمیں توحید کی تعلیم دے کر شرک کی نجاست سے پاک کیا۔ ایک ہی معبود کی عبادت کا سبق پڑھایا۔ مخلوقات کی غلامی سے آزاد کیا اور ان کے سامنے سر جھکانے یا سجدہ کرنے سے باز رکھا۔ خالق اور مخلوق کے درمیان ایسے واسطوں اور وسیلوں کو جو دوسرے مذاہب کے رہبروں نے اپنے ذاتی یا سیاسی اغراض کے تحت قائم کر لیے تھے انھیں باطل ٹھیرایا۔ توہمات کے بڑے عذاب سے نجات دے کر اعمالِ صالحہ کی ترغیب دی اور افعالِ شنیعہ سے روکا۔ بہرحال جتنی چیزیں ہماری جسمانی اور روحانی اصلاح کے لئے ضروری تھیں ان کی ہمیں ہدایت فرمائی یہی وہ تعلیمیں اور ہدایتیں ہیں جن کی

(1) القرآن 55/26-27 (2) لولم تکن الآخرة لکانت الدنیا فرصة للاشرار (3) القرآن 3/190

کرتا ہوں کہ وہ لوگوں کی رائے کو سنائیں بلکہ خود اس تالیف کو اول سے آخر تک پوری توجہ اور غور سے پڑھیں تاکہ ان پر حقیقت حال کھل جائے۔ اگر غیر اسماعیلیوں کو کچھ غلط فہمی ہو گئی ہو تو اسے دور کریں۔ میں نے اس اہم کو سر کرنے کی انتھک کوشش کی مگر افسوس کہ مجھے ناکامی سے دیکھنا پڑا۔ کیا ہم اسماعیلیوں کا یہ فرض نہیں کہ ہم پر جو بیجا حملے کئے گئے ہیں ان کا شافی اور کافی جواب دیں!۔

اس کتاب کے دوران تالیف میں مجھے بعض دوستوں سے گفتگو کرنے کا موقع ملا۔ انھوں نے کہا کہ ہماری قوم میں نئی تعلیم کے پھیلنے کی وجہ سے روشن خیال حضرات کی تعداد آئے دن بڑھتی جا رہی ہے۔ یہ لوگ اپنی جماعت کی حالت دیکھ کر خود بخود سمجھ جائیں گے کہ حقیقت حال کیا ہے۔ ان سے یہ عرض کرنا ہے کہ اس زمانے میں ہر

والمجوس ...... وكان بينهم عمراه وحمد في الحكم النجومي انتقال دولة الاسلام الى دولة الفرس وفي دينهم الذى هو المجوسية (ابن الندیم) صفحہ ۲۶۳ ۔ ۲۶۰) سیدنا محمد بن طاہر اپنی اہم تصنیف الانوار اللطیفہ میں داعی عبدان کا تذکرہ فرماتے ہیں جو اباحت محظورات اور تعطیل شرائع کا قائل تھا۔ ومن هذه الجهة صح قول الداعي عبدان قدس الله روحه ان الجمعة على خدمة المولى لصبح في هذا الدور (ص ۲۔ باب ۲۔ مسرادق ۳)

(ب)

The root, from which their preaching of the abrogation of the laws grew up, was the Kobadiya, a sect of the magians. They said, " There is no way for us to eject the Muslims by the sword, but let us use stratagem by allegorizing their laws, with a view to a coming back to our principles leading on by degrees the weak among them. Their head was Hamdan of Karmat, or as some say, Abdullah Ibn Maymoon (A Persian Occulist) (Translation of two unpublished Arabic Documents)

(۱) صفحہ ۔ ج کا حاشیہ (۱) ملاحظہ فرمائیے ۔

سدابہار درخت پر ایرانی[1]، نصرانی[2]، یونانی[3] اور ہندی[4] درختوں کی بے جوڑ قلمیں لگائی گئی ہیں۔ اصل اور قلم کا امتیاز ایسا ظاہر اور نمایاں ہے کہ سرسری نظر سے بھی چھپ نہیں سکتا۔ فروعات میں اختلاف ہوتا تو خیر کوئی ایسی بات نہ تھی۔ لیکن افسوس ہے کہ اصول ہی کچھ ایسے ایجاد کئے جو اسلام کے اصول سے الگ ہو گئے۔ اگر ہم یہ کہیں کہ مسلمان مورخین جنھیں ہم اہل ظاہر کہتے ہیں ہمارے مذہب کے متعلق یہی رائے رکھتے ہیں کہ اسماعیلیت کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں تو ہمارے بھائی یہ کہیں گے کہ یہ لوگ تو ہمارے دشمن ہیں۔ ان کی رائے ضرور ہمارے خلاف ہوگی لیکن بڑے اچنبھے کی بات ہے کہ مستشرقین جو ہم دونوں سے بالکل الگ ہیں وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ اسماعیلیت اسلام سے علیحدہ ہے[5]۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ مولانا محمد بن اسماعیل کے ایرانی کفیل داعی میمون بن غیلان[6] معروف بہ قداح اور ان کے فرزند عبداللہ نے اسلام کی بیخ کنی کے لئے تاویل اور اسماعیلی دعوت کے حدود و مدارج قائم کئے[7]۔ میں اپنے بھائیوں سے درخواست

---

(۱) فصل (۱) ائمہ معصومین کے مراتب۔ ائمہ کا خدا کے اوصاف سے موصوف ہونا وغیرہ تاریخ فاطمیین مصر بھی ملاحظہ فرمائیے (فصل (۳۵) عنوان اسماعیلی عقائد کی اصلیت اور مآخذ) (۲) فصل (۱۱) دعوت کا نظام اور اس کے حدود وغیرہ۔ (۳) فصل (۱) دس عقول اور افلاک کو اکب وغیرہ کا تصور (۴) فصل (۲۲) علم حقائق۔

(۵) الاسماعیلیة لیست لها ایة صلة بالاسلام بل هم من اخطر اعداء الاسلام (قواعد عقائد آل محمد الباطنیه لمحمد بن الحسن الیمانی ص۔) (۶) نزهة المعانی لسیدنا ادریس (ذکر مولانا محمد بن اسماعیل) (۷) (۱) عبداللہ کان من اهل قورح الدائرة بقرب مدینة الاهواز وابوه میمون هو الذی ینسب الیه الفرقة المیمونیة التی اظهرت اتباع ابی الخطاب محمد بن ابی زینب الذی دعا الی الهیة علی بن ابی طالب وکان میمون وابنه عبداللہ دیصانیین...... وعبداللہ کان انتقل فنزل عسکر مکرم فلبس بها تهرب منها......... ثم هرب الی سلمیة بقرب حمص وبث الدعاة الی سواد الکوفة فاجابه حمدان الملقب بقرمط نصب لدعوته عبدان صاحب الکتب المصنفة .... وکان ممن واطأ عبداللہ علی امره رجل یعرف بمحمد بن الحسین ویلقب بزیدان وکان هذا الرجل متغلغلا شعوبیا شدید الغیظ من دولة الاسلام وکان یدین باثبات العقل والنفس

(بقیہ برحاشیہ صفحہ)

بیان کیا ہے۔ غور و فکر کی تعلیم دیتا ہے اور خود ہمارا اسماعیلی مذہب بھی یہی سکھاتا ہے کہ تم اپنی عقل سے کام لو۔ مذہب کے ہر پہلو میں جو حکمت نہاں ہے اسے تلاش کرو۔ اسی اصول پر ہماری تاویل یا علم باطن مبنی ہے۔ اسی وجہ سے ہم اپنے کو اہل باطن اور دوسروں کو اہل ظاہر کہتے ہیں۔ اس بات پر بہت زور دیا گیا ہے کہ اہل ظاہر یعنی غیر اسماعیلی اہل تقلید ہیں۔ ہم اسماعیلی اہل تحقیق ہیں۔ کیونکہ ہم ہر مسئلہ کو تاویل و حقیقت کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔ ہماری دعوت میں ہر نبی کے ساتھ وصی کے قیام کا یہی سبب ہے۔ اب اگر ہم اپنے مذہب کی تحقیق نہ کریں تو اس سے خود ہمارے مذہب کی تعلیم کی مخالفت لازم آئے گی۔ ہر انسان کو چاہیئے کہ وہ حتی الامکان اپنے ہر اعتقاد اور ہر عمل پر غور کرنے کی کوشش کرے کہ آیا وہ درست ہے یا نہیں ورنہ اس میں اور جانوروں میں کوئی امتیاز نہ ہوگا۔ اخوان الصفا وہی ہیں جن کی رائے درست، اعتقادات صحیح، اعمال نیک اور اخلاق اچھے ہوں"[1]۔ "علوم منقول اور معقول کے حاصل کرنے کے علاوہ ان کی پوری توجہ زیادہ تر علم ناموسیہ اور شرعیہ کی تحصیل کی طرف ہونی چاہیئے۔ یعنی کتب الٰہیہ، تنزیلات نبویہ اور موضوعات شرعیہ کے رموز و اسرار پر بحث ہی ان کی انتہائی غرض ہونی چاہیئے"[2]۔

---

(۱) (ا) رسائل اخوان الصفاء۔ اکثر مقامات پر۔

(ب) سیدنا حسین بن علی بن محمد بن الولید (آٹھویں داعی مطلق متوفی ۶۶۷ھ) اپنی کتاب الایضاح والبیان فی الجواب عن مسائل الامتحان کے آخر میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں:۔ فنقول این مبصر هذه الظلم وما جلاء هذه البهم فان قيل ان الله مسالك عن الكلام فى ذلك اوكى وبالعاقل اجل واحرى قلنا فاين علم العلماء ولم يميز واعن العامة الدهماء وقد قال تعالىٰ هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون انما يتذكر اولوا الالباب۔ وقد قال تعالىٰ يرفع الله الذين آمنوا منكم والذين اوتوا العلم درجات .... والله لا يرضى لعباده بالجهل وقد دلهم على من يعلمهم بقوله "فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون"۔ (۲) رسائل اخوان الصفا $\frac{۴}{۱۰۵}$ ۔

فن میں سینکڑوں کتابیں شائع کی جاتی ہیں اس سے شائع کرنے والوں کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ فن کے سمجھنے میں زیادہ سے زیادہ سہولتیں پیدا ہوتی چلی جائیں۔ اسی طرح میری آرزو ہے کہ یہ تالیف بھی سمجھنے اور غور کرنے والوں کے لئے باعث سہولت ہو۔ مجھے جہاں تک علم ہے اس موضوع پر ایسی بسیط کتاب اب تک کوئی شائع نہیں ہوئی۔ اس کے علاوہ سمجھنے سمجھنے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ معمولی طور پر سمجھنا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اور بصیرت اور یقین کے ساتھ سمجھنا حقیقی طور پر سمجھنا ہی ہے۔ اور یہی راسخ اور پائدار ہوا کرتا ہے کسی موضوع کے ہر پہلو پر جب تک غور نہ کیا جائے اس کی حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اس کتاب کے پڑھنے والوں سے میری درخواست یہ ہے کہ وہ اس کے سرسری مطالعہ پر کبھی قناعت نہ کریں۔

بعض احباب نے مجھ سے کہا کہ یہ مذہبی مسائل ہیں ان کے حل کرنے میں کون کامیاب ہوا ہے۔ میں ان حضرات سے پوچھتا ہوں کہ کیا ان کے اس قول کے یہ معنی ہیں کہ ہم جس مذہب پر ہیں اور جسے ہم باعث نجات سمجھتے ہیں۔ اس کی حقیقت پر کچھ بھی غور نہ کریں۔ اور صرف تقلید ہی پر قناعت کئے بیٹھے رہیں کوئی عاقل اس طرز عمل کو پسند نہ کریگا کیونکہ علمی تحقیق کا دروازہ بند ہو جائے گا حالانکہ جب آنحضرتؐ نے علم دین سیکھنے کی بڑی ترغیب دلا کر اسے علم کا لازمی حصہ قرار دیا اور ارشاد فرمایا کہ "العلم علمان علم الابدان و علم الادیان" اسلام تو جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے

---

relating to the Doctrines of Ismailis and their Batini Sects, with an Introduction by Edward Salisbury Read Oct 25, 1849

سیدنا قاضی نعمان کے بیان کے مطابق جلیل القدر داعیوں کا امام کی محبت اور باطن کی معرفت کو کافی سمجھ کر ظاہری شریعت کو معطل کر دینا اس بیان کی تصدیق کرتا ہے۔ (دعائم الاسلام) (۱) ملاحظہ ہو وہ ذیلی نوٹ جو اس فصل کے آخر میں درج ہے۔ (زیر عنوان د۔ اصلی عقائد میں تمام اسماعیلی فرقے آپس میں متفق ہیں)

کا مذہب سنی تھا۔[۱] اس نے جس نے عام لوگوں کو جو تعلیم دی وہ اس تعلیم سے بالکل الگ تھی جو خاص خاص ارکان دعوت کو دی جاتی تھی۔ بلکہ خود اسماعیلیوں میں بھی مستجیبوں یعنی ابتدائی مدارج کے مومنوں کو وہ بھید نہیں بتائے جاتے تھے جو بالغوں کو بتائے جاتے۔ یہ اصول "صلی علی الصلوٰۃ و زکی علی الفلاح" کی تاویل پر مبنی ہے غرض کہ ہم اسماعیلیوں نے اپنے عقیدوں کو دعوت کے اندرونی حلقے تک ہی محدود رکھا۔ اس طرز عمل کی اتنی شدت سے پابندی کی گئی کہ خود سیدنا نعمان جیسے مشہور و معروف جلیل القدر داعی الدعاۃ اور قاضی القضاۃ کو جو قضا کے ظاہری عہدے پر مامور تھے سیدنا جعفر بن منصور الیمن کی تصنیفوں کی خبر نہ تھی جو مولانا معز کے باطنی حلقے کے باب الابواب تھے[۳]۔ اختلاف تعلیم کی متعدد مثالیں اس تالیف میں اپنے اپنے موقع پر آئیں گی۔ یہاں چار اہم مثالیں ناظرین کے لئے پیش کی جاتی ہیں:-

---

(۱) ذکرتم وجوہا القیتم ذکرها الی کتاب ما نکم فلذکرتها الجابة لکم وتطمینا لانفسکم اذ کان الاسلام سنة واحدة وشریعة متبعة وهي اقامتکم علی مذهبکم وان تترکوا علی ما کنتم علیه من اداء الفروض فی العلم والاجتماع علیه فی جوامعکم ومساجدکم وثباتکم علی ما کان علیه سلف الائمة من الصحابة رضی الله عنهم والتابعین بعدهم وان یجری الاذان والصلوٰة وصیام شهر رمضان وفطره والزکوٰة والحج علی ما امر الله فی کتابه ونصه نبیه فی سنته ولکم علی امان الله...... لا یعترض علیکم معترض (کتاب جوهر الکاتب لاهل مصر اتعاظ الحنفا للمقریزی صفحہ ۱۳۶ تاریخ فاطمیین مصر۔ دولت فاطمیہ کی مذہبی دور کی تبدیلی سیاسی دور میں صفحہ ۱۰۰ و صفحہ ۱۳۳) .... یہ ایک عجیب بات ہے کہ مولانا مہدی کے ظہور کا اصل مقصد یہ تھا کہ اہل ظاہر (یعنی اہل سنت وغیرہ) نے شریعت میں جو تبدیل و تغیر کر دی ہے اس کی اصلاح کی جائے۔ لیکن جس نے سیاسی قوت حاصل ہونے اور ملک پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد اس طرف بالکل توجہ نہیں کی بلکہ اہل ظاہر کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا گویا اہل السنۃ کو پھیلانے کا مسئلہ سیاسی رہ گیا۔ (۲) وذلک ان البالغین یفاعون من الحکم بما انفهم به المومنون (تاویل الشریعۃ لمولانا المعز صفحہ ۷۱) (۳) عیون الاخبار ج ۷ مقدمہ ع

کی حیثیت سے ظہور فرمائیں گے اور تاویل یعنے علم باطن ظاہر (۱) کر کے تمام دنیا کو اسماعیلی مذہب کا پیرو بنائیں گے۔ چنانچہ داعی الدعاۃ قاضی القضاۃ سیدنا نعمان بن محمد نے مولانا معز اور مولانا حاکم کے متعلق پیشین گوئی کی تھی (۲) اور ثقۃ الامام علم الاسلام کافل قضاۃ المسلمین و ہادی دعاۃ المؤمنین سیدنا بدر الجمالی نے مولانا مستنصر کے بابت پیشین ظاہر کی تھی (۳)

ہماری اسماعیلی عملی تعلیم میں اختلافات اور اس کے کئی پہلو۔

یہاں یہ بات کہہ دینے کی ہے کہ اسماعیلی تعلیم کی بڑی خصوصیت رازداری اور پوشیدگی ہے بلکہ اس کی بنا ہی اسی پائے پر قائم کی۔ سیاسی مصلحتوں اور کئی اغراض کے باعث ہم اپنے اصلی عقیدے اپنی دعوت کے بڑے بڑے ارکان کے سوا کسی دوسرے کو نہیں بتاتے تھے کیونکہ ہماری عام رعایا

بدر الجمالی صفحہ ۱۵۲ نسخہ مطبوعہ فی تفسیر قولہ تعالیٰ " ولقد آتیناک سبعا من المثانی والقرآن العظیم)

(۱) حد لنا الحق اقامۃ الظاهر وحد الوصی باقامۃ التاویل وحد القائم المهدی اظهار التاویل (تاویل الزکوۃ لسیدنا جعفر بن منصور الیمن ق")

(۲) (أ) شهر رمضان یکون ایضا مثلا لخاتم الائمه صاحب القیامه سابع الائمه .... وقد تقدم القول انکم فی عصر ذلک وقیل ان تمام السابع وهو ثانی ثانیه الذی یتلوه من بعده هو یکون التامة وهو تاسع کما یکون وضع المر کذلک (ذکر الصوم من الجزء الثانی من تاویل الدعائم) ان ثالث السابع المراد به مولانا الحاکم الذی یکون عاشر الائمه قلت لیس بعد مولانا الحاکم مولانا الظاهر وغیره من الائمه قال صلاح الحاکم نهایته. (التعلیقات علی تاویل الدعائم لسیدی امین جی بن جلال)

(ب) اس بیان میں مستشرق ایوانو نے ایک کچھ بحث لکھا ہے (فصل ۹۔ تبصرہ)

(۳) فان کان قد حضر وقت القائم فانه (ای المستنصر) یکون صاحب ذلک الامر العظیم. نرجوان یکون هو قائم القیامه. (المجالس المستنصریه صفحه ۳۰ وصفحه ۳۶۔ نسخه مطبوعه)

حمید الدین کرمانی کے سوا جیسا کہ ابھی معلوم ہوگا داعیوں کی یہ تعلیم ہے کہ قائم القیامہ کے عہد میں شریعت کے اعمال مرتفع ہو جائیں گے یعنے باقی نہ رہیں گے۔ کہا جاتا ہے کہ جس طرح آدم کے عہد میں کوئی شریعت نہ تھی اسی طرح قائم القیامہ کے زمانے میں بھی کوئی شریعت نہ ہوگی۔[1]

ہمارے زمانے میں اس عقیدے کے حقیقی نمایندے وہ اسماعیلی ہیں جو خوجے کہلاتے ہیں۔ انھیں اصلی اسماعیلی کہنا بجا اور درست ہے۔ ان کے ایک عالم کا قول ہم نے اپنی کتاب "تاریخ فاطمیین مصر" میں نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام کو رفع شریعت یعنے شریعت اٹھا دینے کا حق حاصل ہے وہ جب چاہے شریعت اٹھا سکتا ہے اور جب چاہے اسے جاری کر سکتا ہے۔ چنانچہ ان کے پانچویں امام حسن علی ذکرہ السلام نے ۵۵۹ھ میں ایک موقع پر شریعت کو رفع کر دیا تھا جیسا کہ ان کا ایک شاعر کہتا ہے:-

برداشت غل شرع بتائید ایزدی   مخدوم روزگار علی ذکرہ السلام

کئی سال بعد امام موصوف کے پوتے نے پھر شریعت جاری کی۔[2] لیکن سیدنا حمید الدین کرمانی جو مولانا معز کے پوتے مولانا حاکم کے باب الابواب ہیں یہ

---

(۱) (ا) آدم هو اول جسمانی تعبد الله واظهر امره ولم تكن له شريعة (الفترات والقرانات لسيدنا جعفر بن منصور اليمن صفحہ ۳۱) لیکن یہی سیدنا کتاب الکشف میں اس طرح فرماتے ہیں:- النطقاء هم الذين ينطقون بالتنزيل والشرائع فهم آدم ونوح وابراهيم وموسى وعيسى ومحمد وهو احمد ومحمد المهدى الناطق السابع فهم بيوت الله (کتاب الکشف صفحہ ۱۵۴) ـــ (ب) ان آدم لم تكن له شريعة اذ احد نبيه لم يوار سوأة اخيه ولم يحج لك (قول صاحب النصرة ابى يعقوب السجستانى فى الرياض - باب ۹ - فصل ۱۱) لیکن ابھی چند سطور کے بعد معلوم ہوگا کہ آدم اور قائم القیامہ دونوں صاحب شریعت ہیں۔ اس مسئلہ میں بھی ہمارے ہاں اختلاف ہے۔ (۲) "تاریخ فاطمیین مصر" (فصل ۱۳ عنوان "اعمال شریعت کے متعلق نزاریوں کا عقیدہ")۔

اختلافِ تعلیم کی چار اہم مثالیں

(۱) مولانا معز کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتویں امام، ساتویں ناطق، ساتویں رسول، خاتم، قائم اسماء مولانا محمد بن اسماعیل کے ذریعے شریعتِ محمدی کے ظاہر کو معطل کر دیا ہے جس طرح آپ اپنی یوم السبت کی دعا میں فرماتے ہیں[۱] نیز آپ کی مشہور و مستند کتاب "تاویل الشریعۃ من کلام امام المعز" سے جس کا حوالہ سیدنا حمید الدین کرمانی نے اپنی تصنیفوں "کتاب الریاض" اور کتاب "راحۃ العقل" میں دیا ہے اور آپ کی دعوت کے باب الابواب یعنی صدرِ اعظم سیدنا جعفر بن منصور الیمن کی متعدد کتابوں سے بھی عقیدہ ثابت ہوتا ہے[۳] سیدنا ابو یعقوب سجستانی بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں بلکہ سیدنا

---

(۱) وانا اعتقد انك ولي مابي وما هو في العالم من نعمة (دعاء يوم الخميس من الادعية السبعة لمولانا المعز) (۲) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فصل ۶۔ (۳) (أ) التكبير في الاذان مرة بعد مرة مثل على الظاهر والباطن والدليل على انها دعوة بعد دعوة قد تقدمت والاخير الذي يكون في الاقامة وهو قول لا اله الا الله مرة واحدة مثل على القائم ينسخ بشريعته كل شريعة قد تقدمت ولا يحدث شريعة وانما ياتي بباطن الشرائع والعمل محضا مجردا فلذلك كانت دعوته وسابعهم القائم يظهر ما ستروه ويبطل العمل كما ابطل كل نبي شريعة من تقدمه ... ان القائم بالتاويل المجرد يرفع ظاهر العمل ولا يرفع العقائد تالواز دناشرحا لهذا لاثنار اتفقا المرموز (المرموز) كما امر النبي بان الصيام ثلاثين يوما ولم يقل صوموا اربعين يوما ومرة صلوا ركعتين بفاتحة الكتاب ومرة ركعتين بسورة الحمد وحدها هذه رموز وان القائم يشرح الغرض في ذلك ولا ياتي بمثله (تاويل الشريعة صفحه ۵-۲۳-۶۰-۱۴۸)

(ب) وفي عصر القائم يظهر التاويل محضا والامام الذي قبله يقوم بظاهر الشريعة وباطنها لم يكن عمل قبل آدم كما لا يكون عمل بعد القائم (تاويل سورة النساء لسيدنا جعفر بن منصور اليمن)

(ج) القائم لا شريعة له بل هو ناسخ الشرائع وينسخها باقامة التاويل المحض (تاويل الزكوة لسيدنا جعفر بن منصور اليمن صفحه ۳۱۶)

جمع کیا ہوا نسخہ ملا اور ایک دوسرا نسخہ تیار کیا۔ پھر حجاج آیا اور اس نے خلیفہ مذکور کے نسخے کو لے کر آگ میں جھونک دیا۔ اس کے بعد اس میں سے جو چاہا نکال دیا اور ایسی کتاب تالیف کی جو اب ان کے پاس موجود ہے۔ ۔ انبیاء کی کتنیں ہیں۔[1] سیدنا مؤید شیرازی جو سیدنا قاضی نعمان کی وفات کے تقریباً نوے سال بعد شیراز سے مصر تشریف لائے اپنی مجالس مؤیدیہ میں یہ کہتے ہیں کہ "نہیں نہیں کلام اللہ میں کوئی لفظی تحریف اور تبدیلی نہیں ہوئی البتہ معانی اور مطالب کے لحاظ سے ہمارے دشمنوں نے اس میں تحریف کر دی ہے۔ آیۂ کریمہ "یحرفون الکلم عن مواضعہ" کی تفسیر ہے"۔[2]

(۳) تیسری مثال اختلاف عقائد کی۔ انبیاء مرسلین آنحضرت صلعم آپ کے ابن عم علی اور ائمہ معصومین کے مراتب سے متعلق ہے جس کی تفصیل مذکورہ عالم نے کی ہے۔[3]

(۴) چوتھی مثال قرآن مجید میں ناسخ و منسوخ سے متعلق ہے۔ اس بارے میں سیدنا قاضی نعمان بن محمد، سیدنا جعفر بن منصور الیمن اور سیدنا حمید الدین کے ارشادات یہ ہیں:- (۱) "والعلم بکتاب اللہ ومحاسن علمه وظاهره وباطنه ومحكمه ومتشابهه وناسخه ومنسوخه"[4] (۲) "الداعي الى الله به والعالم بمحكمه ومتشابهه وناسخه ومنسوخه وظاهره وباطنه"[5] (۳) سیدنا حمید الدین الکرمانی نے نسخ کے بارے میں اپنی مشہور کتاب "راحة العقل" میں یہ آیت پیش کی ہے "وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبي الا اذا تمنى القى الشيطان في امنيته فينسخ الله ما يلقي الشيطان ثم يحكم الله آياته"[6] اور فرمایا ہے کہ آیت مجری آیت ...

---

(۱) اساس النطقاء صفحہ ۱۰۲-۱۰۰)
(۲) المجالس المؤیدیہ ج اس بارے میں مجلس نمبر ۳۴ بعنوان ... بھی ملاحظہ فرمایئے
(۳) فصل ۵، بعنوان آنحضرت صلعم اور مولانا علی۔
(۴) الجزء الاول من دعائم الاسلام (ذکر ابواب الصلوٰۃ علی آل محمد)
(۵) تاویل سورة النساء لسیدنا جعفر بن منصور الیمن صفحہ ۵)
(۶) القرآن ۲۲:۵۲ -

کہتے ہیں کہ یہ اعتقاد سقیم ہے۔ ہر زمانے میں شریعت کا ہونا ضروری ہے۔ قائم القیامۃ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتے"(۱) مولانا معز نے تعطیل شریعت کی ابتدا مولانا محمد بن اسماعیل کے عہد سے بتائی ہے جس کی تفصیل فصل (۶) میں آئے گی۔ آپ کا ارشاد آپ کے چودھویں امام ہونے کی حیثیت سے جن کی بڑی شان بتائی گئی ہے فیصلہ کن ہے۔ امام کے ارشاد کے مقابلے میں دوسرے تحتانی حدود کے اقوال کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

(۲) دوسری مثال اختلاف تعلیم کی قرآن مجید سے متعلق ہے۔ سیدنا قاضی نعمان اور باب الابواب سیدنا حمید الدین کرمانی دونوں کا اتفاق اس امر پر ہے کہ مولانا علی نے آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد ہی قرآن جمع کر کے لوگوں کے روبرو پیش کیا۔ لیکن دشمنی کی وجہ سے اسے قبول نہیں کیا گیا۔ اور کہا گیا کہ ہمارے پاس جو کلام اللہ ہے وہ کافی ہے۔ آپ اپنا نسخہ واپس لے گئے۔ اور یہ فرمایا کہ اب قائم کے سوا اسے کوئی نہیں کھولے گا(۲) سیدنا جعفر بن منصور یمن ایک طویل بحث میں فرماتے ہیں کہ جس طرح یہود و نصاریٰ نے اصلی تورات و انجیل کو چھوڑ کر اپنی رائے اور قیاس سے علیحدہ کتابیں جمع کر لیں مسلمانوں نے بھی اسی طرح کیا۔ رسول خدا صلعم نے کلام اللہ جمع کر کے اسے اپنے اصحاب کے سامنے اپنے وصی کے سپرد فرمایا۔ یہ لوگ اس سے بے پروا ہو گئے اور اپنی رائے و قیاس سے ایک الگ قرآن جمع کیا۔ اس کے بعد خلیفۂ ثالث نے نسخہ کا

---

(۱) واما القائم وقوله (ای قول صاحب النصرۃ) انه یرفع الشرائع فان ... اعتقاد ذلك سقیم .... وان دوراد اصاحب لجیه [illegible] یجمع العلم والعمل اللذین هما عبادة الله بهما ینال الکمال والبقاء دفا [illegible] الی منازل الکرامة (کتاب الریاض لسیدنا حمید الدین فصل ۳ ص ۳۰۶ باب ۹) مولانا معز نے بھی آدم کو صاحب شریعت فرمایا ہے (دعاء یوم الاثنین من الادعیة السبعة لمولانا المعز) فصل ۹ بھی ملاحظہ فرمائے جس میں سیدنا حمید الدین اور دوسرے داعیوں کی تعلیم میں فرق ہے۔ (۲) (ا) اساس التاویل فی ذکر وصی رسول اللہ (ب) معاصم الھدیٰ لسیدنا حمید الدین ج ۲

آتا ہے۔ سیدنا ابو یعقوب سجستانی کا بھی یہی ارشاد ہے۔[1]

سیدنا حمید الدین اور سیدنا مؤید دونوں "باب الابواب" ہیں جو عصمت کا درجہ رکھتے ہیں۔ دونوں نے اپنے اپنے امام سے بالراست علم حاصل کیا ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ان کی تعلیم میں زمین و آسمان کا فرق نظر آتا ہے۔ تقیہ کا عذر بے محل ثابت ہوگا۔ کیونکہ جن کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے وہ حکمت یعنے علم باطن سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور خاص اسماعیلیوں کے لئے لکھی گئی ہیں۔ ورنہ ہماری کوئی کتاب قابل اعتبار نہیں رہے گی اور ہدایت کا مقصد فوت ہو جائے گا۔

ایسی کئی مثالیں اس تالیف میں ملیں گی جن سے ہماری تعلیم کے اختلاف پر روشنی پڑے گی۔ مذکورہ بالا مثالوں سے صاف ظاہر ہے کہ ہم شاید اپنی سیاست اور حکومت کو برقرار رکھنے کے لئے ہر طبقے کو اس کے طبعی رجحانوں کے مطابق تعلیم دیتے تھے۔ خاص خاص تجیبوں یعنے مریدوں کو امام کی طاعت اور فرمانبرداری کا بڑی سختی سے پابند کرتے۔ یہاں تک کہ ان سے یہ عہد لیتے کہ اگر وہ امام الزماں کو اپنی آنکھوں سے شرعی محرمات کا مرتکب ہوتا ہوا بھی دیکھیں تو اپنے دل اور زبان سے اس کی کبھی تصدیق نہ کریں۔[2] انتہائی طبقے کے مریدوں کو یہ تعلیم دیتے کہ "ظاہر" میں اختلاف، تناقض اور ٹیڑھا پن ہے[3] ظاہر علم کثیف ہے۔[4] ظاہر محض تقلید ہے جس میں کوئی دلیل نہیں۔[5] ظاہر میں کوئی زندگی نہیں۔ اہل ظاہر اہل کفر بلکہ اہل شرک ہیں[6]

---

(۱) لیس فی القرآن البتۃ شیئ منسوخ بل کلہ مستعمل .... ولو جاز ان یکون شیئ من القرآن منسوخا لم یجب علی الخلق قرأتہ لیکن سیدنا ابو یعقوب سجستانی نے نسخ کی کوئی تاویل نہیں کی جس طرح سیدنا مؤید نے کی ہے۔ (کتاب الافتخار صفحہ ۲۸)

(۲) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فصل (۲) عنوان "امام کا شرعی محرمات کا مرتکب ہونا" (۳) المجالس المؤیدیہ ۳/۲۸ (۴) تاویل الشریعۃ صفحہ ۲۶۔ (۵) المجالس المؤیدیہ ۳/۲۸

(۶) المجالس المؤیدیہ ۳/۶۴ کتاب الشواہد والبیان صفحہ ۱۴۳، ۱۵۲ الظاہر وحدہ کفر باللہ وشرک بہ۔ تاویل الزکوٰۃ صفحہ (۵۸)) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فصل (۴) "تاویل کی اہمیت اور اس کا مقابلہ ظاہر سے"

زکوٰۃ سے اور آیۂ انفال آیۂ غنیمت[1] سے منسوخ کر دی گئی ہیں[2]۔ آپ اپنی دوسری تصنیف میں بھی ناسخ و منسوخ کا اس طرح ذکر فرماتے ہیں "والذی امرنا النبی لیراعتہ فی العلوم الدینیۃ احاطۃ بما نزل بہ الوحی من عند اللہ من الآیات محکمھا ومتشابھھا وناسخھا ومنسوخھا[3]" خود مولانا علیؑ اپنے ایک خطبے میں اس طرح فرماتے ہیں:۔ "وخلف فیکم کتاب ربکم مبینا حلالہ وحرامہ وناسخہ ومنسوخہ[4]"۔ لیکن سیدنا مؤید فرماتے ہیں کہ قرآن میں کوئی آیت منسوخ نہیں ہے یعنی ایک آیت دوسری آیت کو نسخ نہیں کرتی۔ تمام آیتوں پر عمل کرنا ضروری ہے۔ آیۂ کریمہ "ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نأت بخیر منھا او مثلھا[5]" کی تاویل یہ ہے کہ ہم کوئی امام کی روح قبض نہیں کرتے لیکن اس سے بہتر یا اس جیسا دوسرا امام پیدا نہیں کرتے[6]۔

مخفی مبادکہ او ننسھا کی تاویل نہیں بنائی گئی جس سے تاویل کا نقص لازم

(۱) یا ایھا الذین آمنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجواکم صدقۃ ذلک خیر لکم واطہر فان لم تجدوا فان اللہ غفور رحیم۔ ءاشفقتم ان تقدموا بین یدی نجواکم صدقات۔ فاذ لم تفعلوا وتاب اللہ علیکم فاقیموا الصلوۃ وآتوا الزکوۃ (القرآن ۵۸/۱۲-۱۳) یسئلونک عن الانفال قل الانفال للہ والرسول فاتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم (القرآن ۸/۱) واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربی والیتامی والمساکین وابن السبیل ان کنتم آمنتم باللہ (القرآن ۸/۴۱) (۲) راحۃ العقل (المشرع الرابع من السور السابع فی اقسام الوحی) (۳) معاصم الہدی (۴) نہج البلاغۃ صفحہ (۴۹)

(۵) القرآن ۲/۱۰۵-۱۰۶ اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم کوئی آیت منسوخ کر دیں یا (تمہارے) ذہن سے اس کو اتار دیں تو اس سے بہتر یا ویسی ہی نازل بھی کر دیتے ہیں۔ (۶) ای ما نقبض اماما من الائمہ هو علم من الاعلام اللہ فی ارضہ الا ونأتی بافضل منہ لصلاح العباد ولمعادھم او مثلہ فی قوتہ (المجالس المؤیدیہ ۶۲)

بتا نہیں سکتے۔"[1] اس قسم کی ہدایت دینی امور میں جہاں مومن کو صداقت اور راست بازی سے کام لینا چاہئے کہاں تک درست ہے۔ اللہ تو یہ فرماتا ہے :- ولا تلبسوا الحق بالباطل وانتم تعلمون۔

ہمارا توقف و سکوت

ہمارا یہ دستور تھا کہ ہم کسی داعی کے قول کو غلط نہیں کہتے تھے اگرچہ کہ وہ بظاہر غلط نظر آتا ہو۔ جب کوئی ایسا مسئلہ پیش آتا تو ہم کہتے کہ اس مسئلہ میں "توقف اور سکوت" لازمی ہے یعنے ہم کو یہاں ٹھیر جانا اور سکوت اختیار کرنا چاہئے۔ ہماری عقل اس کے سمجھنے سے قاصر ہے ہماری یہ حد نہیں کہ ہم اُسے کماحقہ سمجھ سکیں۔[2] گویا تمام داعیوں کے اقوال باوجود ان میں تضاد و تناقض پائے جانے کے تسلیم کرلئے جاتے تھے۔ بلکہ ایک ہی داعی کے دو آپس میں مختلف اقوال پر بھی اعتراض کی گنجائش نہ تھی جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔[3]

داعیوں کی غلطیوں کے متعلق ایک بھائی صاحب کا اعتراف

لیکن خوش قسمتی سے زمانہ حال میں ایک ایسے روشن خیال اور انصاف پسند بھائی صاحب نکلے جنہوں نے ایک اور قدم آگے بڑھایا اور یہ کہنے کی جرات کی کہ ایک داعی نے دوسرے داعی کے قول کی تنقید میں کوئی کسر باقی

---

(1) قال بعضهم (ای بعض الائمة) لمن قد اذن له فیه (ای فی الکلام) متی ناظرت من ترى انه الحرب بالحجة منك فاستتر بالباطن یعنی علیه السلام ان یقطع کلامه ویوهی ان فی ذلك بالمثال ابتهیاله ذکره ولا یتمادی فی الکلام الی ان یظهر علیه بمخاصمه فیکون ذلك فتنة وداعیا الی الاصرار علی ما هو علیه (کتاب الهمه فی آداب اتباع الائمه لسیدنا القاضی نعمان صفحه ۳۶)۔

(2) قال السید حسبنا ان نعقل المعانی علی ظاهر الالفاظ وان ما نعلم شیئا من معانیها (التعلیقات علی اساس التاویل لسیدی امام بخش بن هلال صفحه ۳۸)۔ (3) (ا) فصل (۲) تبصرہ مستشرق ایوانو کا انگریزی نوٹ۔ (ب) مولانا محمد بن اسماعیل کی عمر میں اختلاف (فصل ، تبصرہ)۔

اللہ تعالیٰ نے مولانا محمد بن اسماعیل کے ذریعے ظاہری شریعت کو معطل کردیا ہے۔ ابتدائی درجے کے مریدوں سے یہ کہنے کہ ظاہر اور باطن دونوں پر عمل کرنا ضروری ہے جیسا کہ تاویل الدعائم کی مجلسوں سے واضح ہے۔ اس قسم کی تعلیم کو کامیاب بنانے کے لیئے اس کے کئی درجے مقرر کیئے گئے جو "دعوات" کے نام سے مشہور ہیں۔ اس کا ثبوت "تاویل اور حقائق کے اختلافات کی کثرت ہے۔ جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔

یہ ایک عجیب بات ہے کہ ہم نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ہم اہل باطن ہیں ہم ایک ہی امام منصوص کو مانتے ہیں جو خدا کے حکم سے مقرر کیا جاتا ہے۔ ہم نے انہی سے علم حاصل کیا ہے۔ ہماری ہدایت اور تعلیم میں کوئی اختلاف نہیں بخلاف اس کے اہل ظاہر میں جو ہمارے مخالف ہیں بڑا اختلاف ہے کیونکہ وہ ہر کس و ناکس کو اپنا امام بنا لیتے ہیں۔ وہ تاویل یعنے علم باطن سے نا واقف ہیں لیکن اس کتاب کے مطالعے کے بعد یہ دعویٰ بہت کم زور ثابت ہوگا۔ اور ظاہر ہوگا کہ ہم میں بھی اصولی اختلافات کچھ کم نہیں۔

اختلافات رفع کرنے میں ہمارے جوابات

ان اختلافات کو رفع کرنے میں جب ہم ناکام ہو جاتے ہیں تو "ابلغ توقف یا جائے استاد خالیست یا علم سینہ بسینہ حاصل ہوتا ہے یا یہ حرم دعوت کے نوامیس رازہیں ان کا سمجھنا تمھارے بس کی بات نہیں ہے"[1] اس قسم کا کوئی جواب دے کر دامن چھڑاتے ہیں۔ یہ جواب کتنا کمزور ہے اس کا اندازہ ہر عقلمند کر سکتا ہے۔ کسی امام نے اپنے داعی سے کہا کہ جب تم حجت میں مغلوب ہو جاؤ تو یہ کہہ دو کہ اس میں باطن ہے۔ ہم اسے

---

(۱) چنانچہ میرے محترم بھائی صاحب الشیخ عبدالقیوم بن ملا حبیب اللہ ایڈوکیٹ ساکن برہان پور تعطیل شریعت کے مسئلہ میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں "یہ حرم دعوت کے نوامیس رازہیں ان کا سمجھنا ڈاکٹر صاحب یا الوالو کے بس کی بات نہیں" (بینات باھرات فی تبصرۃ تاریخ فاطمیین مصر مولفہ ڈاکٹر زاہد علی صاحب صفحہ ۶۹)۔ حالانکہ یہ مسئلہ نہایت آسان ہے متعدد کتابوں میں اس کا ذکر ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے تبصرہ فصل (۶)۔

ولیس یصح فی الاذھان شیئ اذا احتاج النہار الی دلیل (المتنبی)

اٹھا نہیں رکھی۔ اس بارے میں وہ بحث اہم ہے جس کی وجہ سے مذہب کے فلسفی مسائل کے متعلق دو بڑے داعیوں میں تصادم ہوا۔ چنانچہ "کتاب المحصول" میں جو ایک قدیم داعی کی تصنیف ہے ایسے اشارے ہیں جن کے نتائج ان کے مذہب کے موافق نہیں ہیں۔ اس لئے داعی ابو حاتم الرازی نے جو امام قائم بامر اللہ الفاطمی کے زمانے میں تھے تصنیف مذکور کے بعض مقامات کی اصلاح کرنے کے لئے "کتاب الاصلاح" لکھی۔ یہ ہوا یہاں تک چلی یعنے یہ معاملہ اتنا نازک ہو گیا کہ داعی حمید الدین جو امام حاکم بامر اللہ الفاطمی کے عصر میں اپنے تبحر علم کے باعث سب سے بڑے داعی تھے اس بات پر مجبور ہوئے کہ دو صاحبوں یعنے صاحب الاصلاح اور صاحب النصرۃ[1] کے درمیان فیصلہ صادر فرمائیں۔ اس لئے آپ نے کتاب الریاض شائع کی جس میں آپ نے ایسا شافی بیان قلمبند فرمایا ہے جو پیاس کو بجھاتا اور کنہ بحث کو روز روشن کی طرح واضح کرتا ہے۔ یہ البتہ ایک بڑی دلیل ہے جو اس شخص کے دعوے کو رد کرتی ہے جو زعم کرتا ہے کہ ان کی یعنے اسماعیلیوں کی کتابیں بے وقوفوں کے لئے لکھی گئی ہیں جس کی وجہ سے احوال ناحمین کی بحث میں ان پر کوئی اعتماد نہیں ہو سکتا۔

تبصرہ

بھائی صاحب کے اعتراف کے نتائج | بھائی صاحب موصوف کے اس اعتراف سے کئی اہم امور پر روشنی پڑتی ہے پہلا یہ کہ بڑے بڑے داعیوں نے بھی غلط عقیدے بیان کئے جو اسماعیلی مذہب کے مطابق نہ تھے۔ ان کی اصلاح ان کے اونچے درجے کے داعی (یعنے باب الابواب) نے کی۔ دوسرا یہ کہ ان غلطیوں کی وجہ سے وہ اہل باطن کے زمرہ راشدہ سے

(۱) سیدنا ابو یعقوب سجستانی جنھوں نے سیدنا ابو حاتم الرازی کے مقابلے میں صاحب المحصول کی طرفداری کی ہے۔

نہیں رکھی۔ اگر کسی داعی نے غلط عقیدہ بیان کیا ہو یا ایسی بات کہی جو درست نہ ہو تو دوسرے داعی نے اس کی اصلاح کی۔ چنانچہ حضرت السید الجلیل امیر الجامعہ السیفیہ العلیم البارع یوسف نجم الدین نے اپنے ایک مضمون "البحث عن الفاطمیین" میں یہ فرمایا ہے: "یلزم من امعن النظر فی هذه المخطوطات ان یعترف لهم (ای الدعاة الاسماعیلیین) بجودة البحث وسلامة التفکیر فانهم لم یألوا جهداً فی تنقید بعضهم بعضاً لو وجدوا فی مصنفاتهم شیئاً لا یطابق اعتقادهم او یؤدی معنی منافی المعنی الصحیح ومن اهم ذلک ما صدر من الداعیین العظیمین من تصادم البحث فی معالی الفلسفة. وکان سبب هذا ما تضمن "کتاب المحصول" لبعض الدعاة الاقدمین من اشارات تؤدی الی نتائج غیر موافقة لمذهبهم فصنف الداعی ابو حاتم الرازی (فی عصر الامام القائم بامر الله الفاطمی) کتاب الاصلاح عاملاً علی اصلاح بعض ما ورد فی کتاب المحصول حتی ان هبوب هذه الریاح الجأ الداعی احمد حمید الدین الکرمانی (فی عصر الامام الحاکم بامر الله الفاطمی) اعظم دعاة الفاطمیین تبحراً فی علم الفلسفة الی تصنیف کتاب الریاض فی الفصل بین الصادین یعنی صاحب الاصلاح وصاحب النصرة فاتی فیه ببیان شاف یشفی الغلة ویوضح کنه البحث ایضاح النهار المضیء انما هذه اعظم بینة فی رد من یزعم جاهلاً ان کتبهم موضوعة لاناس غیر عقلاء ولا یعتمد علیها فی البحث عن احوال الفاطمیین۔" (1)

ترجمہ: جو شخص ان مخطوطات کو غور و خوض سے دیکھے اسے لازم ہے کہ وہ اسماعیلی داعیوں کی خوبی وبحث اور سلامتی فکر کا اعتراف کرے۔ انھوں نے جب دیکھا کہ ان کے بعض داعیوں کی تصنیفوں میں کوئی ایسی بات ہے جو صحیح نہیں ہے اور نہ ان کے اعتقاد کے مطابق ہے تو انھوں نے اس کی تنقید میں کوئی کسر

(1) مجلة الجامعة السیفیة (العدد الثانی - ۱۵ شعبان سنہ ۱۳۶۸ ہجریہ) المجلد الثانی

چوتھا یہ کہ جب ظہور کے بڑے بڑے داعیوں نے ایسی غلطیاں کیں تو ستر کے داعیوں کا کیا موقف ہوگا۔ جب کہ ان کی ہدایت کے لئے کوئی امام موجود نہیں۔ اس مقام پر داعی مطلق اور داعی غیر مطلق کا فرق کرنا مفید نہ ہوگا۔ کیونکہ راحت العقل کے بیان سے مطابق ظہور کے زمانے میں بھی یہ رتبہ موجود تھا[1]۔ نیز یہ کہ داعی بہرحال داعی ہے اگرچہ کہ وہ داعی مطلق کیوں نہ ہو۔ وہ امام کی برابری نہیں کر سکتا۔ اور کالمعصوم اور معصوم میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اماموں کا عنصر عالم علوی ہے۔ ان میں اور دوسرے انسانوں میں وہی فرق ہے جو انسانوں اور دیگر حیوانوں میں ہے۔ جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔[2] اگر ہم ستر کے داعیوں کو خطا سے بالاتر اور اماموں کی طرح معصوم سمجھیں تو "امام سے استغناء" کا سوال پیدا ہو جاتا ہے۔ جو سیدنا حمید الدین کے ارشاد کے مطابق کفر ہے[3]۔ یہ بات بھی معقول نظر نہیں آتی کہ ستر کے داعیوں کو تو الہام ہوتا ہو اور ظہور کے داعی اس سعادت سے محروم رہتے ہوں جس کی وجہ سے وہ غلطیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ ظہور کے اماموں اور ان کے داعیوں کے درمیان عینی اور شخصی تعلق ہوتا ہے وہ ان کو اچھی طرح بالراست تعلیم دے سکتے ہیں۔ الہام کی ضرورت نہیں پڑتی[4]۔ کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ امام نے کسی داعی کو چن کر ایک مقام پر بھیجا ہو اور اس نے وہاں کے لوگوں کو غلط عقیدے کی تعلیم دی ہو اور امام کو تقریباً سو سال تک اس کی خبر تک نہ ہوئی ہو؟ اگر ہم اس بات کا اعتراف کریں تو ہمارے ائمہ میں اور ہمارے مخالفین اہل ظاہر کے خلفاء میں کوئی امتیاز باقی نہیں رہتا جن کی حکومتوں میں بھی ایسے واقعات پیش آتے ہیں۔ جن کی وجہ سے ہم بعض اہل باطل کہتے ہیں۔ یہی حجت اہل ظاہر کے امام غزالی نے اپنی تصنیف "المستظہری" میں پیش کی ہے۔

انہی مشکلات کے باعث ہم نے اس تالیف میں صرف اماموں کے ارشادات

---

(1) فصل (11) عنوان "دعوت کے حدود اور ان کی تعداد میں اختلاف" (2) فصل (1) عنوان "ائمہ معصومین کے مراتب" (3) فصل (2) عنوان "امام سے استغناء نہیں ہو سکتا" (4) اس سلسلہ میں سیدی نعمان بن سیدی حبیب اللہ کا قول بھی ملاحظہ فرمائیے جو "الداعی کالمعصوم" کے متعلق ہے (فصل 12 عنوان "دعاۃ مطلقین کا کالمعصوم ہونا۔")

خارج ہوکر اہل ظاہر کی گمراہ جماعت میں جو رائے اور قیاس پر عمل کرتی ہے داخل ہو گئے اس لئے کہ اگر وہ عقائد و احکام کی نص و توقیف کی پابندی کرتے تو ان سے ایسی بڑی غلطیوں کا صادر ہونا ممکن نہ تھا۔ چونکہ ان سے غلطیاں ہوئی ہیں اور ایک داعی نے دوسرے داعی کی تنقید کی ہے، اس لئے ہمارے داعیوں اور اہل ظاہر کے عالموں مثلاً ابوحنیفہ اور شافعی وغیرہ میں جنھوں نے ایک دوسرے کی تنقید کی ہے کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔ اور ہم ان کو "اہل اھواء و بدع" نہیں کہہ سکتے جیسا کہ سیدنا قاضی نعمان نے ان کا یہ نام رکھا ہے۔ تیسرا یہ کہ اگر ان کی کتابیں غلطیوں سے پاک نہیں تو دوسرے داعیوں کی کتابوں پر سے اعتماد اٹھ جائے گا۔ اس طرح ہماری دعوت کے خزانے کی اکثر کتابیں بے کار ہو جائیں گی۔ صرف امام یا باب الابواب کی کتابیں پڑھنے کے قابل رہ جائیں گی۔ چوتھا یہ کہ ان داعیوں نے اسماعیلی دعوت کے دستور کے مطابق اپنی کتابیں اپنے زمانے کے امام حاضر قائم بامر اللہ یا ان کے باب الابواب کی حضرت میں کیوں تصحیح پیش نہیں کیں۔ اور امام موصوف نے کیوں نہیں ان کی اصلاح کی جس طرح داعی الدعاۃ قاضی القضاۃ سیدنا نعمان جیسے بلند پایہ داعی نے اپنی کتابیں مولانا معز کی خدمت میں پیش کیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں جو کچھ لکھتا مولانا معز کی خدمت میں پیش کرتا۔ جو بات غلط ہوتی اسے امام موصوف نکال دیتے۔ اور جو صحیح ہوتی اسے برقرار رکھتے۔ جیسا کہ تمہید معلوم ہو گا[1]۔ یہاں تک کہ تقریباً سو سال کے بعد باب الابواب سیدنا حمید الدین کو داعیان مذکور کی کتابوں کی اصلاح کرنا پڑی حالانکہ عقائد کی اصلاح کی فوری ضرورت تھی۔ اس لئے کہ مومنین کے نفوس کی نجات کا دار و مدار زیادہ تر عقائد پر ہے۔ اعمال ثانوی درجہ رکھتے ہیں جو کچھ ہیں عقائد ہیں جن سے نفوس کی ترقی ہوتی ہے۔ منبعث ثانی کے صرف غلط عقیدے کی وجہ سے یہ سارا مادی عالم وجود میں آیا[2]۔ جن مومنین کے نفوس اس مدت دراز میں وفات پاتے ہوں گے ان کی نجات میں غلط عقیدوں کی وجہ سے ضرور رکاوٹ پیدا ہوئی ہو گی۔ اس سے یہ بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ ابھی بہت سی ایسی کتابیں ہوں گی جن کے بیانات کی اصلاح نہ ہوئی ہو۔

---

(۱) ملاحظہ ہو اسی فصل میں عنوان "اس تالیف کے حوالوں کی قدر و قیمت اور اہمیت"۔ (۲) فصل (۱) عنوان "عقل ثالث اور اس کا گناہ"۔

ہم کس طرح دعوی کرسکتے ہیں کہ اسلام کے تمام مذاہب میں ہمارا ہی مذہب سچا اور برحق ہے اور ہم ہی اہل اتفاق ہیں۔ بخلاف اہل ظاہر کے جو "اہل اختلاف و اہل ہوا و بدع" ہیں۔

ہماری غیب سے مدد

ہمیں یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ بھائی صاحب موصوف نے علم ان کے اپنے بڑے داعیوں کی کتابوں میں غلطیوں کا اعتراف کرکے اپنی انصاف پسندی کا ثبوت دیا۔ اس سے ہماری اس تالیف کو بڑی تائید حاصل ہوگی۔ اور وہ ہمارے تمام بھائیوں میں مقبول عام ہوکر رہے گی۔ گویا اللہ تعالی نے ہماری غیب سے مدد کردی۔ ممکن ہے کہ جوں جوں زمانہ گزرتا جائے اور علوم و فنون کی روشنی پھیلتی جائے اور تعصب کا خطرناک جذبہ کم ہوتا جائے ایسے دوسرے بھائی صاحبان نکلیں جو ایک اور قدم آگے بڑھائیں اور ائمہ کے اقوال پر بھی ایک غائر نظر ڈالیں اور ان میں کوئی بات قابل اعتراض نظر آئے تو اس کا اعتراف کریں۔ اللہ تعالی کے سوا ہر حیثیت سے پاک اور بے عیب کون ہوسکتا ہے؟ اس تالیف سے ہماری یہی غرض ہے۔

بھائی صاحب موصوف کی آواز تمام اہل دعوت کی آواز ہے

مخفی مبادکہ بھائی صاحب موصوف کی آواز صرف ایک فرد ہی کی حیثیت نہیں رکھتی بلکہ اس میں پورا جامعہ سیفیہ بلکہ دعوت کے تمام افراد بھی شریک ہیں۔ کیونکہ آپ اپنے زمانہ اعمال کے صدر فرقہ داؤدیہ (اسماعیلیہ) داعی مطلق نائب امام الزماں ڈاکٹر سیدنا طاہر سیف الدین کے فرزند ارجمند ہیں جو دیگر فرزندوں میں ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔ اور جن کو سیدنا موصوف کے سرچشمہ تعلیم روحانی سے بالراست معارف دعوت کے آب زلال سے سیراب ہونے کا فخر حاصل ہے۔ ان کا ارشاد کوئی معمولی دعوت کے فرد کا ارشاد نہیں۔ یہ سب اہل دعوت کا ترجمان ہے۔ یہ بہت غور و خوض کے قابل ہے۔ یہ ہمارے لئے خصوصا اس زمانے میں سچی ہدایت ہے۔

اس کتاب کی تالیف کا سبب

آکسفورڈ پہنچنے سے پہلے مجھے یہ معلوم ہوا کہ "ڈاکٹر آف فلاسفی" کی ڈگری کے لئے ایک موضوع کے انتخاب کی ضرورت ہے جو ایسا اچھوتا ہو کہ جس پر اب تک کچھ کام نہ ہوا ہو۔ میں نے

اور باب الابوابوں کے افادات پر اکتفا کی ہے۔ جن میں غلطی کا شک و شبہ کرنا بھی کفر ہے۔ باب الابواب بھی فصل الخطاب کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک امام مضغر کہلاتا ہے۔ ان کے افادے اماموں کے افادوں کے برابر ہیں جیسا کہ "مجالس مستنصریہ" کے مطالعے سے ظاہر ہے۔[1] ظہور کے داعیوں کی بھی تعلیم اماموں کی تعلیم کہی جاسکتی ہے۔ سیدنا قاضی نعمان فرماتے ہیں کہ میں اپنے مسودے امام کی حضرت میں پیش کرتا تھا۔ امام ان پر نظر ثانی فرماتے اور ان میں جو خطا آلود باتیں ہوتیں انھیں نکال دیتے۔[2] اس لحاظ سے ہم نے اپنے "اسماعیلی مذہب کی حقیقت اور اس کا نظام" بیان کرنے میں گویا صرف اماموں کے اقوال کو زیر بحث لایا ہے۔ ہمارے عقیدہ کی رو سے سب ائمہ برابر ہیں۔ عربی مثل کے مطابق وہ ایک کنگھی کے دندانے اردو کہاوت کے لحاظ سے ایک تسبیح کے دانے اور ہمارے مذہب کی تعلیم کے رو سے ایک آفتاب کی کرنیں ہیں۔ ان کی ہدایت میں یکسانی اور ان کی تعلیم کا ایک ہی مقصد ہونا چاہئے۔ لیکن اس تالیف کو غور و خوض سے مطالعہ کرنے کے بعد یہ امر اظہر من الشمس ہو جائے گا کہ ان کے اقوال میں بھی اہل ظاہر کے اقوال کی طرح بڑا فرق نظر آتا ہے سیاسی اقتدار اور ملکی وقار کو برقرار رکھنے کے لئے کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ۔ صداقت اور اخلاص کی طرف جو مذہب کی بنیادی تعلیم ہے بہت کم توجہ کی گئی ہے اس اختلاف کی چار موٹی موٹی مثالیں تو اسی مقدمہ کی ابتدا میں گزر چکی ہیں۔ آئندہ اور مثالیں ملیں گی۔ اگر حقیقت حال یہ ہے تو ہماری ہدایت کس طرح ہو سکتی ہے اور

---

(1) وقد جاء لكم معشر المؤمنين من مانكم ببركات امامكم بما نعتره عليكم فاستمعوه وتاملوا معانيه وتدبروه واعرفوا قدر النعمة به تستديموه فاعرفوا قدر ما جاء به لكم امامكم مما اوردناه فكل كلمة منه يعجز عنها كثير من العلماء المحققين واشكروا فائض انعامه (المجالس المستنصرية مجلس ۱۳) سیدنا بدر الجمال کو سیدنا ادریس نے کافل قضاة المسلمین و ہادی دعاة المؤمنین کہا ہے (عیون الاخبار ج ۷)

(۲) مقدمہ شرح الاخبار جس کی عبارت اسی فصل میں آئندہ عنوان "اس تالیف کے حوالوں کی قدر و قیمت اور اہمیت" کے تحت درج کی گئی ہے۔

کے علمبردار ہیں مجھے اس قسم کی تنقید بہت ناگوار گزری۔

حیدرآباد واپس آنے کے بعد مجھے یہ اطلاع ملی کہ "جامعہ عثمانیہ" نے مختلف اسلامی دولتوں کی تاریخیں لکھوانے کی تحریک پیش کی ہے۔ مجھے یہ خیال آیا کہ میں ہی کیوں نہ اپنے اماموں کی صحیح تاریخ لکھنے کی کوشش کروں۔ اور اہل ظاہر نے ہمارے اماموں

وادب کامل فی الحکمۃ وزھد بالغ فی الدنیا وورع تام عن الشھوات وقد اقام بالمدینۃ مدۃ یفید الشیعۃ المنتمین الیہ ویفیض علی الموالین لہ اسرار العلوم ثم دخل العراق واقام بھا مدۃ ما تعرض للامامۃ قط ولا نازع احدا فی الخلافۃ ومن غرق فی بحر المعرفۃ لم یطمع فی شط ومن تعلی الی ذروۃ الحقیقۃ لم یخف من حط وقیل من انس باللہ توحش عن الناس ومن استانس بغیر اللہ نھبہ الوسواس وقد تبرأ مما کان ینسب بعض الغلاۃ الیہ وتبرأ عنہ ولعنھم وبرئ من خصائص مذاھب الرافضۃ وحماقاتھم من القول بالغیبۃ والرجعۃ والبداء والتناسخ والحلول والتشبیہ (کتاب الملل والنحل الشھرستانی صفحہ ۱۱۸/۲۷)

ترجمہ: یہود نے خالق کو مخلوق سے اور نصاریٰ نے مخلوق کو خالق سے تشبیہ دی۔ تشبیہ کرنے والے شیعہ حضرات کے دو ہاں ... سرایت کر گئی یہاں تک کہ انھوں نے بعض ائمہ کو صفات الٰہیہ سے متصف کیا۔ دراصل تشبیہ شیعہ حضرات نے وضع کی پھر بعض سنی حضرات نے اس کو اختیار کیا بعض حضرات غلو اور رجعت کے قائل ہیں .... حالانکہ مولانا جعفر الصادق دین کے بہت بڑے عالم اور حکمت میں کامل تھے آپ دنیا میں بہت بڑے زاہد تھے اور خواہشات نفسانی سے بہت پرہیز فرماتے تھے۔ آپ مدینہ میں ایک مدت تک مقیم رہے اور ان شیعہ حضرات کو جو آپ کی طرف منسوب تھے فیض پہنچاتے اور علوم کے اسرار سے بہرہ مند فرماتے رہے۔ پھر آپ عراق تشریف لے گئے اور وہاں کچھ عرصہ تک مقیم رہے آپ نے کبھی امامت سے تعرض نہیں کیا اور خلافت کے لئے کسی سے جھگڑا کیا۔ جو شخص معرفت کے دریا میں غرق ہوا ہو وہ کنارہ کا طمع نہیں رکھتا اور جو حقیقت کی چوٹی پر پہنچ گیا ہو اسے گرنے کا ڈر نہیں رہتا۔ کہا گیا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ سے انس پیدا کیا وہ لوگوں سے گھبراتا ہے اور جس نے غیر اللہ سے دل لگایا اسے شیطانی وسوسے ستاتے ہیں۔ بعض غلو کرنے والوں نے جو باتیں آپ کی طرف منسوب

(بقیہ صفحہ ۶ پر)

سوچا کہ میں اپنی "دعوت" کے سب سے بڑے شاعر محمد بن ہانی الاندلسی کے دیوان کو تصحیح، تہذیب اور تنقید کے لئے کیوں نہ منتخب کروں "ہم خرما و ہم ثواب" کے لحاظ سے ڈگری بھی مل جائے گی۔ اور دینی خدمت کا فرض بھی ادا ہو جائے گا کیونکہ یہ شاعر مولانا معز کے خاص شاعروں میں تھا۔ اس کی آپ بڑی قدر کرتے اور اسے ہمیشہ انعام و اکرام سے سرفراز کرتے رہتے تھے۔ ادبی دنیا میں اسے بڑی فضیلت حاصل ہے۔ اسی وجہ سے لوگ اسے احمد بن حسین معروف بہ متنبی کے مقابلے میں "متنبی المغرب" کہا کرتے تھے۔ اس کے قتل پر آپ کو بڑا صدمہ ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم اس کی وجہ سے شعراء مشرق (بغداد) پر فخر کرتے تھے۔ غرض کہ میں نے اس کے دیوان پر ریسرچ کرنے کے لئے آکسفورڈ یونیورسٹی میں درخواست دی اور خوش قسمتی سے مجھے اس کی اجازت مل گئی۔

ہم اسماعیلیوں پر اہل ظاہر کے الزامات

اس دیوان میں جن واقعات کا ذکر ہے ان کی تحقیق کے لئے مجھے اہل ظاہر کی مختلف تاریخیں دیکھنا پڑیں مستشرقین کی تصنیفیں بھی نظر سے گزریں مطالعے کے دوران میں بعض روایتیں ایسی بھی دیکھیں جن میں ہمارے ائمہ کو برا بھلا کہا گیا ہے اکثر مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اسماعیلی مذہب بالکل ایک نئی چیز ہے۔ اسے اسلام سے بہت کم تعلق ہے۔ اس کے مآخذ یہودی، نصرانی اور یونانی ہیں۔ اس کا فلسفہ خاص کر جدید افلاطونی فلسفے سے ماخوذ ہے۔ اسلام کا اس پر صرف رنگ چڑھا دیا گیا ہے۔ اسماعیلی غیبت، رجعت[1]، حلول، تناسخ، خصوصاً[2] تعطیل، اباحت

---

(۱) و حیدا کر ہونا سر جعتنا (فصل (۱) عنوان مولانا معز کا رسالہ حسن بن احمد قرمطی کے نام)

(۲) (۱) اذ الیہود شبہت الخالق بالخلق والنصاری شبہت الخلق بالخالق فسرت ہذہ الشبہة فی اذہان الشیعة الغلاة حتی حکمت باحکام الہیة فی حق بعض الائمة وکان التشبیہ بالاصل والوضع فی الشیعة وانما عادت الی بعض اہل السنة بعد ذلک ومن الشیعة من قال بالانتظار والرجعة...... وابو عبد اللہ جعفر بن محمد الصادق ذو علم غزیر فی الدین

(باقی برصفحہ ۶۳)

جو روایتیں غلط ہوتیں انھیں نکال دیتے اور جو صحیح ہوتیں انھیں برقرار رکھتے[1]۔ بہرحال ظہور کی اکثر کتابیں بہت مستند اور معتبر ہیں جن سے ہمیں اپنے مذہب کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ ان میں دو کتابیں تو بہت ہی اہم ہیں۔ کیونکہ وہ خود ہمارے چودھویں امام مولانا معز کی تصنیفیں ہیں۔ ایک "ادعیۃ الایام السبعہ لمولانا الامام المعز لدین اللہ" اور دوسری "تاویل الشریعہ من کلام الامام المعز"۔ مقدم الذکر کا حوالہ سیدنا ابراہیم بن الحسین الحامدی (متوفی ۵۵۷ھ) نے جو ظہور کے آخری زمانے یعنی مولانا آمر کے عہد میں موجود تھے۔ اپنی مہتم بالشان کتاب "کنز الولد" میں سیدنا محمد بن طاہر بن محمد بن ابراہیم (متوفی ۵۸۴ھ) نے اپنی حقیقت کی تصنیف "الانوار اللطیفہ" میں اور سیدنا ادریس متوفی ۸۷۲ھ) اپنی جلیل القدر کتاب "نزھۃ المعانی" میں اور موخر الذکر کا حوالہ مولانا حاکم کے باب الابواب سیدنا حمید الدین کرمانی نے اپنی مشہور کتابوں "کتاب الریاض" اور "کتاب الاحا المحقق" میں دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس کتاب کے پڑھنے سے پہلے چند کتابوں کا پڑھنا ضروری ہے جن میں "تاویل الشریعۃ من کلام الامام المعز" شامل ہے۔ ان کے بعد مولانا معز کے ہمعصر سیدنا جعفر بن منصور الیمن کی تصنیفیں ہیں جو آپ کے باب الابواب ہیں۔ آپ کی کتابیں دو باتوں سے بہت اہم اور مستند مانی جاتی ہیں۔ پہلی یہ کہ آپ باب الابواب ہیں۔ جن کا درجہ امام کے بعد ہی یعنی بالکل امام سے متصل تسلیم کیا جا

---

(۱) فصحت من ذلک ما بسطتہ فی کتابی ھذا (شرح الاخبار) والفتہ بان عرضتہ علی ولی الامر صاحب الزمان واحصر مولائی امام المعز لدین اللہ واثبت منہ اثبتہ وصح عندہ وعرفہ اثر عن آبائہ الطاہرین ولجاز لی سماعہ وان ارویہ لمن یاخذ عنی فبسطت فی ھذا الکتاب ما اثبتہ ولجازہ وعرفہ واسقطت منہ ما دفعہ من ذلک وانکرہ مما نسبہ الی اھل الحق المبطلون وحرفہ من قولھم المحرفون اذھو من الذین عناھم رسول اللہ بقولہ "یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الجاھلین (مقدمہ شرح الاخبار)

جن الزاموں کی بوچھار کی ہے ان سب الزاموں کا پورا پورا جواب دوں۔ دعوت کی اکثر کتابیں میرے پاس موجود ہیں غرض کہ میں نے "تاریخ فاطمیین مصر" کے نام سے ایک تالیف شروع کی۔ اس میں شیعوں کے اہم فرقے۔ اسماعیلی فرقہ کی ابتدا، بنو امیہ اور بنو عباس کے مقابلے میں بنو فاطمہ کی پوشیدہ تحریکیں۔ ائمہ مستورین، ائمہ ظہور، مولانا طیب کے نائبوں اسماعیلی فرقے کی اہم شاخوں کی سیاسی تاریخ شرح و بسط سے لکھی گئی ہے۔ اس کے علاوہ یمن و ہندوستان میں اسماعیلی دعوت کی ترقی، اسماعیلیوں کے مخصوص مذہبی علوم اور عقائد مختصر طور پر درج کئے گئے ہیں۔ اس تالیف کی تیاری کے لئے مجھے اہل ظاہر کی تاریخوں کے علاوہ اپنے اماموں اور داعیوں کی مذہبی کتابوں کا پوری توجہ اور کافی غور سے ایک دفعہ نہیں بلکہ کئی دفعہ مطالعہ کرنا پڑا۔ کیونکہ یہ ایک مذہبی معاملہ ہے جس میں احتیاط کی سخت ضرورت ہے۔ اس اثناء میں جو معلومات اپنے اماموں کے عقائد، ان کے باطنی علوم اور ان کی دعوت کے نظام کے متعلق حاصل ہوئے ان سب کو میں نے اس کتاب میں جمع کر دیا۔

اس تالیف کے حوالوں کی قدر و قیمت اور اہمیت۔

اس تالیف میں اکثر بیانات انھیں کتابوں سے لئے گئے ہیں جو ہمارے اماموں کے ظہور کے زمانے میں لکھی گئیں۔ یعنے اس عہد میں جب ان کا ظہور ہو چکا تھا۔ اور وہ بلاد مغرب، مصر اور شام کے بعض علاقوں پر حکومت کرتے تھے۔ ان کتابوں میں اکثر تو ایسی ہیں جو نہ صرف اماموں کے حکم سے لکھی گئیں بلکہ خود ان کی نظر سے بھی گزریں اور انھوں نے ان کی قرأت کی بھی اجازت دے دی چنانچہ سیدنا قاضی نعمان اپنی کتاب منہج الاخبار کے دیباچہ میں فرماتے ہیں کہ میں جو کچھ لکھتا اسے حضرت امامیہ میں پیش کرتا امام اس پر نظر ثانی فرماکر

کی نفیس آپنے ان سے برات کی اور ان پر لعنت بھیجی۔ اور غیبت، رجعت، بدا، تناسخ، حلول اور تشبیہ جیسے عقائد سے جو رافضہ کے مذاہب کی خصوصیتیں ہیں علیحدگی اختیار کی۔

(ب) مولانا مہدی نے ابو طاہر قرمطی کو جو خط لکھا اس کے الفاظ یہ ہیں:- تونے کفر والحاد کے الزام کو جو ہم پر لگایا جاتا ہے اپنے افعال سے ثابت کر دیا ہے (فصل ۹ بعنوان مولانا مہدی اور قرامطہ) (ج) فصل ۱۱ عنوان "حدود کی اصلیت اور ان کا ماخذ"

ائمہ ظہور کے ہم عصر تھے۔ ستر کے داعیوں سے ہوئے بہت کم اور بقدر ضرورت بنائے
گئے ہیں۔ یہ بات ظاہر ہے کہ ستر کے زمانے میں ائمہ چھپے تھے۔ اس عہد کے
داعیوں کی کتابیں کس طرح مستند ہو سکتی ہیں؟ حالانکہ ہمارے ہاں تمام داعیوں
کی کتابیں خواہ وہ ستر کے عہد کی ہوں یا ظہور کے زمانے کی معتبر اور مستند مانی جاتی ہیں۔
ان کے بیانوں میں اگر بظاہر کوئی اختلاف بھی پایا جاتا ہو تو کسی کو یہ حق نہیں کہ ان
پر اعتراض کر سکے۔ رائے اور قیاس کو اسماعیلی تعلیم میں کوئی دخل نہیں ہے تسلیم اور
تقلید سے آگے تنقید اور تحقیق کا مرحلہ آتا ہے۔ آئندہ اس کی متعدد مثالیں پیش
کی جائیں گی۔ ہم نے جن مستند کتابوں کا حوالہ دیا ہے ان میں بعض کتابیں [illegible] و فتح
بلدہ سورت کے [illegible] درس کے طالبوں کو پڑھائی جاتی ہیں ان کی تدریس
کے لئے داعی حاضر سے خاص اجازت لینی پڑتی ہے

اس تالیف کے دو مقصد

چونکہ عربی زبان اور ادب کا مطالعہ میرا محبوب مشغلہ ہے اس لئے مجھے اپنی دعوت کی کتابوں
کے مطالعہ کا اچھا موقع ملا۔ علوم دینیہ کی تحصیل میں میری عمر کا بہت زیادہ حصہ گزرا
ہے۔ میں اسی غرض سے سورت روانہ ہوا اور تین سال وہاں کے فاضل اساتذہ
سے دعوت کی اکثر کتابیں پڑھیں۔ وطن واپس آنے کے بعد بھی اسی طرف میری توجہ
رہی۔ بہرحال اسماعیلیت کی حقیقت اور اس کے نظام کے اصول دریافت کرنے
میں میں نے انتھک کوشش کی ہے۔ اس کا جو حاصل مجھے ہاتھ آیا اسے اپنے اسماعیلی
بھائیوں کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اس تالیف کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ میں نے مذہب اسماعیلیہ
کے اصول و عقائد کے متعلق اپنی پہلی تالیف "تاریخ فاطمیین مصر" میں لکھا ہے اس کے
مستند ہونے میں کوئی شک و شبہ نہ رہے۔ کیونکہ اس دوسری تالیف میں مذہبی مسائل
بہت شرح و بسط سے بیان کئے گئے ہیں جن سے میرے بیانات کی تصدیق ہوتی ہے۔
اس سے پہلے میں نے کہا ہے کہ مجھے تاریخ مذکور کی تالیف کے لئے مذہبی کتابوں
کا کافی غور و خوض سے مطالعہ کرنا پڑا تاکہ میں تاریخی واقعات کے ساتھ ساتھ مذکورہ الزاموں
کا جواب بھی دے سکوں۔ الحمد للہ مجھے تاریخ مذکور کی تالیف میں تو کامیابی ہوئی اور ہمارے
اماموں کی سیاسی تاریخ تیار ہوئی۔ لیکن افسوس ہے کہ لگاتار کوششوں پر بھی الزامات

اپنا طرزِ عمل بدلا اور مذہب اصلی کو زیادہ اہمیت نہ دی تاکہ لوگ آپ کی امامت تسلیم کرنے میں پس و پیش نہ کریں۔ آپ کے ظہور سے پہلے جو داعی گزرے ان کی اصلی اور باطنی تعلیم چھپا دی تھی[1] بلکہ جو لوگ ان پر علانیہ عمل کرنے لگے ان کو سخت سزائیں دی گئیں چنانچہ سیدنا قاضی نعمان نے لکھا ہے کہ داعی ابو عبداللہ شیعی کے چند پیروؤں نے ظاہری شریعت کو چھوڑ دینے اور محرمات کے مرتکب ہونے کی کوشش کی۔ ایسے لوگوں کو مہدی نے سخت سزائیں دیں۔ بعض کو قید اور بعض کو قتل کیا[2]۔ مولانا معز نے بھی مصر فتح ہونے کے بعد یہی پالیسی اختیار کی۔ خاص اسماعیلیت تو کجا عام شیعیت پر بھی اتنی توجہ نہیں کی جتنی اپنے سیاسی اقتدار کے باقی رکھنے پر کی جیسا کہ آپ کے اس فرمان سے ظاہر ہے جو آپ نے جوہر کے ذریعے مصریوں کو بھیجا[3] ورنہ ستر کے بعد ہمارے ائمہ کے ظاہر ہونے کی اصلی غرض و غایت یہی تھی کہ اہلِ ظاہر نے جو دین میں تحریف اور تبدیلی کر دی ہے۔ اسے دور کریں۔ حمدان قرمطی کے سالے اور معتمد عبدان کے قول سے جیسے سیدنا محمد بن طاہر (متوفی ۵۸۴ھ) نے سیدنا جعفر بن منصور الیمن کے حوالے سے اپنی کتاب الانوار اللطیفہ[4]

(۱) (أ) ملاحظہ ہو اس مقدمہ کا عنوان "ہماری اسماعیلی تعلیم میں اختلاف اور اس کے کئی پہلو"۔ (ب) قال محمد بن اسحٰق (ابن الندیم المتوفی ۳۸۵ھ) قرأت کتاب عبدان فرأیت فیہ امراً عظیماً من اباحۃ المحظورات والوضع من الشرائع واصحابها ومنذ عشرین سنۃ تتناقص المذهب وقل الدعاۃ فیہ حتی انی لا أری من الکتب المصنفۃ فیہ شیئاً بعد ان کان فی ایام معز الدولۃ (المتوفی ۳۵۶ھ) فی اوله ظاهراً شائعاً ...... واما ببلاد مصر فالامر مشتبہۃ ولیس یظهر من صاحب مصر المتملک علی الموضع شئی یدل علی ما کان یحکی من جہۃ آبائه والامر عندهم هذا والسلام۔ (فہرست ابن الندیم صفحہ ۲۶۸)

(۲) افتتاح الدعوۃ (صفحہ ۲۶۷) تاریخ فاطمیین مصر (فصل ۱۱ صفحہ ۱۰۱)

(۳) ملاحظہ ہو وہ نوٹ جو اس مقدمہ کے عنوان "ہماری اسماعیلی تعلیم میں اختلاف اور اس کے کئی پہلو" کے تحت لکھا گیا ہے۔ (۴) الانوار اللطیفہ (الفصل الثانی من الباب الثانی من السرادق الثالث)۔

بھاری پتھر کی طرح اٹھائے نہ اُٹھ سکے اور اس اہم فرض کے ادا نہ ہونے سے مجھے بڑی مایوسی ہوئی۔ شاید اس فرض کفائی کی ادائی کے لئے قدرت کسی اور بھائی کا انتخاب کر چکی ہے۔

میرا مقصد کوئی قدر و منزلت حاصل کرنا نہیں ہے۔ نہ میری غرض مال و دولت جمع کرنا ہے بلکہ مجھے یقین ہے کہ میرے اکثر بھائی مجھ سے ناراض ہو جائیں گے لیکن میں کبھی ان سے ناراض نہ ہونگا میں اپنے اور ان کے حق میں ہمیشہ دست بدعا رہوں گا کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین اسلام کا سیدھا راستہ دکھائے۔ یہ ایک تحقیقاتی کام ہے اس میں ذاتیات کو دخل دینا عقلمندوں کا شیوہ نہیں۔

میرے بعض بھائی میرے خلاف پروپگنڈا کرتے ہیں کہ میں اہل بیت کا دشمن ہوں لیکن یہ کہتے وقت وہ بھول جاتے ہیں کہ وہ اپنے اثنا عشری بھائیوں کے اماموں کو جو مولانا جعفر صادق کے بعد ہوئے مدعی اور غاصب سمجھتے ہیں حالانکہ وہ بھی اہل بیت میں شامل ہیں۔ ہم زید کو امام باطل کہتے ہیں حالانکہ وہ مولانا علی زین العابدینؑ کے فرزند ہیں۔

اصلی عقائد میں تمام اسماعیلی فرقے آپس میں متفق ہیں۔

ممکن ہے ہمارے بعض اسماعیلی بھائی یہ کہیں کہ ان الزاموں کے ذمہ دار ہم نہیں ہیں بلکہ وہ اسماعیلی فرقے ہیں جو ہم سے نکلے مثلاً قرامطہ، دروزیہ نزاریہ (خوجے) بدبعیہ وغیرہ جنھوں نے اپنے غلو آمیز کارناموں سے اہل ظاہر کو ہم سے بدظن کر دیا۔ لیکن اس کتاب کے پڑھنے کے بعد یہ امر واضح ہو جائے گا کہ اسماعیلی مذہب کی بنا ہی ایسے اصول پر رکھی گئی ہے جن کی وجہ سے وہ اسلام سے الگ نظر آتا ہے۔ اس کی اصلی اور باطنی تعلیم میں ہم اور دوسرے فرقے سب آپس میں متفق ہیں۔ جن فرقوں نے اس تعلیم کو ظاہر کر دیا اور اس پر عمل پیرا ہوئے ان سے ایسے افعال سرزد ہوئے جن سے وہ قابلِ الزام ٹھیرے اور جنھوں نے سیاسی مصلحت سے اُسے چھپا کر ظاہر میں اہلِ ظاہر سے تشبہ اختیار کیا وہ الزام کی گرفت میں نہ آسکے چنانچہ قرامطہ کے اکثر افراد عراق کے دیہاتی اور زراعت پیشہ تھے۔ اس لئے انھوں نے جوش میں آکر اپنا اصلی رنگ دکھا دیا۔ بخلاف مولانا مہدی کے جو ظہور کے پہلے امام ہیں۔ آپ نے بلادِ مغرب فتح ہونے کے بعد محسوس کیا ہوگا کہ ان شہروں کے اکثر باشندے اہلِ ظاہر ہیں۔ اس لئے آپ نے

حوالوں کی مدد سے اصل کتاب سے خود تحقیق کر کے اطمینان حاصل کرلیں۔ اکثر مواضع پر
اصل اور ترجمہ دونوں نقل کر دئے گئے ہیں۔ بعض موقعوں پر تکرار سے کام لینا پڑا۔
تاکہ مسائل اچھی طرح سے ذہن نشین ہوسکیں۔

آخر میں مجھے یہ کہنا ہے کہ میرے اسماعیلی بھائی تمام مسائل پر گہری نظر ڈالیں
تاکہ ان پر بھی اسماعیلیت کی حقیقت کھل جائے۔ میرا پہلے یہ ارادہ تھا کہ میں اس
تالیف کو عربی زبان میں لکھوں لیکن پھر سوچا کہ عربی دانوں کی تعداد اتنی بہت کم ہے
اور آئے دن کم ہوتی جارہی ہے جس کی وجہ بوہروں کے لکیروں کی طرح ظاہر اور
نمایاں ہے۔ اردو میں اگر ایسی کتابیں لکھی جائیں تو فائدہ عام ہوگا۔ اور اکثر لوگ
ان سے مستفید ہوسکیں گے(1)۔ اردو کے اختیار کرنے میں بھی میں نے اس امر کا لحاظ
رکھا ہے کہ زبان سہل اور عام فہم ہو تاکہ ہمارے وہ بھائی بھی جو اردو سے کچھ
واقفیت رکھتے ہوں سمجھ سکیں۔ اگر کوئی صاحب گجراتی جاننے والوں کے لئے گجراتی
زبان میں اس کا ترجمہ کر کے اس ضرورت کو پورا کردیں تو مجھے بہت مسرت ہوگی۔

مورخہ ۱۰ رشوال ۱۳۶۹ھ　　　　زاہد علی

ولد

۴۹ حسینی علم حیدرآباد (دکن)　　　　فضل علی مرحوم

---

(1) It is true that Bohras are industrious and enterprising, yet 95 P.C. of them are bigoted religionists, superstitious and ignorant, the priest classes though practically educated in Arabic support the reactionary movement against education saying that the

(بقیہ دوسرے صفحہ پر)

فصل (۱)

توحید

باری تعالیٰ کے اوصاف اور عالمِ ابداع کی پیدائش

توحید کے سمجھنے سے پہلے ابتدائے عالم روحانی کی کیفیت کا جاننا ضروری ہے۔ کیونکہ ہمارے اعتقاد کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے تمام نعوت اور اوصاف مثلاً خالق، عالم، قادر وغیرہ مجازی ہیں۔ حقیقت میں وہ عقلِ اول پر صادق آتے ہیں جو عالمِ روحانی کا پہلا موجود ہے۔ عالمِ جسمانی میں ان اوصاف ونعوت سے امام الزمان موصوف ہوتے ہیں کیونکہ وہ اس عالم میں عقلِ اول کے مقابل ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ کا لفظ بھی جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا عقلِ اول اور امام پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ اس لئے ذاتِ باری تعالیٰ کو مُبدع یا غیب بلکہ غیب الغیوب کہنے لگا[(۱)]۔ اسے کسی وصف سے موصوف کرنا گویا اس کی ذات میں کثرت ثابت کرنا ہے جو شرک کا مترادف ہے۔ اگر ہم اسے صانع کہیں تو صانع اس بات کا مقتضی ہوگا کہ

---

(۱) (ا) کنز الولد لسیدنا ابراہیم بن الحسین الحامدی (صفحہ ۵۶ - ۵۷) (ب) فصل (۱) بعنوان عقلِ اول یا عقلِ عاشر یا امام الزمان کا خدا کے اوصاف سے موصوف ہونا۔

study of English conduces to the loss of faith in Islam....disintegration of Surat College.... appropriation of all the higher degrees in their own family. (Gulzar-e-Daudi by Mian Bhai, B.A., Mulla Abdul Husain, an educated Bhora of Burhanpur, P. 76-86 Ed.1920). In this connection see also Mosam-i-Bahar, Vol. III by Mian Sahib Mohammed Ali, Madrasi edited in 1299 A.H. by the permission of Syedna Najamuddin who died in 1302 A.H. (1)

(۱) اس سلسلہ میں موسم بہار (مصنفہ میاں صاحب محمد علی صاحب مدراسی کی تیسری جلد کا آخری حصہ ملاحظہ فرمائیے جو سیدنا نجم الدین صاحب متوفی سنہ ۱۳۰۲ھ کے عہد میں سنہ ۱۲۹۹ھ میں طبع ہوئی۔ اس تاریخ میں جماعت کی حالت بہت وضاحت سے بیان کی گئی ہے ۔

اسم اعظم ہے۔ بلکہ یہی اللہ، خالق اور باری اور مصور ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
هو الله الخالق البارئ المصور[1] ۔ شریعت کی اصطلاح میں اسے عقل نہیں
کہتے بلکہ قلم کہتے ہیں[2]۔ چونکہ باری تعالیٰ کی ذات میں کسی قسم کی نہ تو کثرت ہے اور نہ ترکیب
اس لئے اس سے صرف عقل اول ہی کا صدور ہوا جو ایک ہی ہے[3]۔ اگر باری تعالیٰ ایک
ہوتا تو اس سے دو موجود صادر ہوتے کیونکہ ایک کے بعد دو کا رتبہ ہے۔

عقل اول کو دو نسبتیں حاصل ہیں ایک ابداع کی جو نسبت اشرف کہلاتی ہے
اور ایک مُبدَع کی جس کو نسبت ادون کہتے ہیں یعنی عقل اول کو اگر باری تعالیٰ کی
طرف سے دیکھیں تو وہ اس کا ابداع ہے اور اس پر اگر اس کی ذات ہی کے لحاظ سے
نظر ڈالیں تو وہ باری تعالیٰ کا مُبدَع ہے۔ نسبت اشرف سے منبعث اول یعنی عقل ثانی
کا وجود ہوا جو قائم بالفعل ہے اور نسبت ادون سے منبعث ثانی کا صدور ہوا جو قائم
بالقوہ ہے اور جسے "ہیولیٰ و صورة" کہتے ہیں۔ منبعث اول کو شریعت کی اصطلاح میں "قلم"
اور منبعث ثانی کو "لوح" کہتے ہیں۔

اس کے بعد عقل اول اور منبعث اول سے سات عقول منبعثہ کا یکے بعد دیگرے
وجود ہوا جن پر انبعاث ختم ہو گیا۔ ان کو حروف علویہ بھی کہتے ہیں۔ ان کا نور ہیولیٰ اور
صورت میں جن سے آسمان اور زمین بنے جاری و ساری ہے۔ ان کے بعد عقل عاشر

---

(۱) المبدع الاول = الناطق (المصور) المنبعث الاول = الاساس (البارئ) الموجود الثالث = الامام (الخالق) فجمع الله تعالیٰ المراتب لثلاثة فی آیة واحدة ونسبها الی الاول فقال هو الله الخالق البارئ المصور له الاسماء الحسنیٰ ای لہ المراتب التی دون ذلك (راحة العقل المشرع السادس من السور السابع) (۲) کلام مجید میں قلم کا ذکر ان آیتوں میں ہے (ا) ن والقلم وما یسطرون ما انت بنعمة ربك بمجنون (القرآن ۶۸) (ب) اقرأ وربك الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم (القرآن ۹۶) (۳) راحة العقل (المشرع الثالث من السور الثالث) حکمائے یونان نے بھی بقول "لا یصدر عن الواحد الا الواحد" اسی طرح موجودات کا نظام بتایا ہے۔

اس کے ساتھ صنعت اور مصنوع دونوں ہوں۔ اسی طرح اگر ہم اسے قادر کہیں تو لفظ قادر یہ چاہتا ہے کہ اس کے ساتھ قدرت اور مقدور علیہ کا بھی تصور ہو۔ یہی حال تمام اوصاف و نعوت کا ہے۔ ایک چیز کے ثابت کرنے سے اور دو چیزیں اس کیساتھ شریک ہوجاتی ہیں اور سب مل کر تین ہوجاتی ہیں جن سے بجائے توحید کے تثلیث لازم آتی ہے۔

مولانا محمد باقرؑ سے روایت کی جاتی ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ عالم ہے لیکن اس معنیٰ سے کہ وہ جسے چاہتا ہے اس کو علم کی دولت بخش کر عالم بناتا ہے۔ نہ اس معنیٰ سے کہ خود علم اس کی ذات میں قائم ہے(۱) یہی مذہب معتزلہ کا ہے اور حکمائے یونان کا بھی یہی قول ہے(۲) واحد کا لفظ بھی باری تعالیٰ پر اطلاق کرنا اس کی شان کے خلاف ہے۔ اخوان الصفاء کے ایک رسالے میں لکھا ہے کہ حکماء فیثاغورین باری تعالیٰ کا مقابلہ عدد واحد سے کرتے ہیں لیکن ہم اس کی ذات کو اس سے بھی منزہ اور مبرا سمجھتے ہیں۔ ہم اسے عاد (شمار کرنے والا) کہتے ہیں۔ واحد تو معدودات میں ہے جو اس کی مخلوقات ہیں(۳)

جب باری تعالیٰ تمام اوصاف سے منزہ اور مبرا ہے اور ہم اس پر کسی صفت کا اطلاق نہیں کرسکتے۔ اور ہماری عقلیں اس کی ذات تک نہیں پہنچ سکتیں تو وہ چیز جو اس کے دون یا سوا ہے اور جس پر ہم گفتگو کرسکتے ہیں تمام اوصاف و نعوت کی حامل ہوگی۔ اسے ہم موجود اول کہتے ہیں جس سے تمام دوسرے موجودات وابستہ ہیں موجودات میں ہر شئے کی ایک علت ہے اور موجود اول تمام علتوں کی علت ہے جیسے اعداد میں ہر نیچے کے عدد کی علت اس کے اوپر کا عدد ہے مثلاً دس کی علت نو ہے۔ پھر نو کی علت آٹھ ہے اسی طرح اوپر جاتے جاتے تمام اعداد کی علت ایک ٹھیرتا ہے۔ ایسے ہی تمام موجودات کی علتِ اولیٰ اور محرکِ اول موجودِ اول ہے جس کا نام عقل اول ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس نے اپنی ذات کو پہچان لیا۔ یہی ملکِ مقرب اور

(۱) التجرید من قبیل نفی الصفات (راحۃ العقل) رسالہ ان مخطوطتان للجعفی (انگریزی ترجمہ) (۲) قال فیثاغورث ان الباری واحد لاکالآحاد ولا یدخل فی العدد ولا یدرک من جہۃ العقل وانما یدرک باثارہ وصنائعہ (شہرستانی صفحہ ۱۹۲)
(۳) رسالۃ المبادی العقلیۃ۔

کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ سیدنا حمید الدین کرمانی نے جو کچھ اپنے مضمون کے متعلق اپنی کتاب "راحتہ العقل" میں لکھا ہے وہ رموز اور اشارے ہیں۔ اور ان کا طرز بیان فلسفیانہ ہے حقیقت یہ ہے کہ مبدع سبحانہ تعالیٰ نے ابتدا میں اپنی قدرت سے بے انتہا صورتیں ایک ہی آن میں پیدا کیں جو وجود اول اور کمالِ اول میں مساوی تھیں۔ یعنے حیات، علم اور قدرت میں ان کے درمیان کوئی تفاوت نہ تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ عادلِ حقیقی ہے۔ اگر وہ ایک کو زیادہ قوت دیتا اور دوسرے کو کم تو معاذاللہ ظالم کہلاتا۔ ان صورتوں کا نام عالم ابداع ہے۔ ان کو عالم روحانی بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ تمام صورتیں روحانی تھیں۔ ان میں کسی قسم کی کثافت نہ تھی۔ ان کا جلال، شرف، فضل اور کمال انتہائی درجہ کا تھا۔

عقلِ اول

ان میں سے ایک صورت نے بغیر کسی تعلیم و الہام کے اپنی اور اپنے ابنائے جنس کی ذات کی طرف غور کیے دیکھا اور اس نتیجہ پر پہنچی کہ میں اور میرے ساتھی از خود پیدا نہیں ہوئے بلکہ ان کے پیدا کرنے والی ایک الگ ہستی ہے جس کا ادراک ہم نہیں کر سکتے۔ اور جس کا احاطہ کرنا ہماری قدرت سے باہر ہے۔ پس اس صورت نے اپنی اور اپنے ابنائے جنس کی ذات سے الاہیت کی نفی کی اور اپنے مُبدِع کی وحدانیت کی گواہی دی۔ اس توحید کے عمل کی جزا میں مُبدِع نے اسے اپنا مقرب کر کے اپنی تائید سے سرفراز کیا۔ اب اس کی ذات میں وہ نور پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے وہ اپنے ساتھیوں سے ممتاز ہو گئی۔ کمالِ اول تو پہلے ہی سے حاصل تھا۔ اب کمالِ ثانی بھی اسے حاصل ہو گیا یعنے اسے علم ما کان و علم ما سیکون[1] کی دولت ملی۔ اسی صورت کا نام عقلِ اول ہے اس کے دوسرے نام مُبدَعِ اول، سابق اور قلم بھی ہیں اس کے متعلق ایک حدیث یہ ہے:۔ "اول ما خلق اللہ العقل ثم قال لہ اقبل فاقبل و ادبر فادبر فقال لاثیبن بک ولاعاقبن بک"

یعنے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا۔ پھر اس سے کہا آگے آ پس وہ

---

(۱) یعنے واقعات گزشتہ اور واقعات آئندہ کا علم۔

کا درجہ ہے جو مدبر ہیولیٰ وصورت یعنی مدبر عالم طبیعت کہلاتے ہیں اور یہی جسمانی عالم کے صدر ہیں۔ ابداعی اور انبعاثی عقول کے دس ہونے کی دلیل اعداد سے لی گئی ہے مثلاً (۲) اور (۲) کا حاصل ضرب (۴) ہے (۱) اور (۲) اور (۳) کا حاصل ضرب (۶) ہے۔ (۴) اور (۶) کے جمع کرنے سے (۱۰) پیدا ہوتے ہیں۔ دوسری دلیلیں اعداد کے مراتب عالم جسمانی کے حصے اور عالم دین کے حدود سے ذیل کے نقشے کے موافق لی گئی ہیں:۔

(۱) عالم العقول	(۲) عالم العدد	(۳) عالم الجسم	(۴) عالم الدین	(۵) عالم الدین
(۱) عقل اول	= واحد	= فلک اعلیٰ	= ناطق	= ناطق۔
(۲) عقل ثانی	= اثنان	= فلک مکوکب	= اساس	= وصی۔
(۳) عقل ثالث	= ثلاثہ	= فلک زحل	= امام	= متم اول۔
(۴) عقل رابع	= اربعہ	= فلک مشتری	= باب	= متم ثانی۔
(۵) عقل خامس	= خمسہ	= فلک مریخ	= حجت	= متم ثالث۔
(۶) عقل سادس	= ستہ	= فلک شمس	= داعی البلاغ	= متم رابع۔
(۷) عقل سابع	= سبعہ	= فلک زہرہ	= داعی مطلق	= متم خامس۔
(۸) عقل ثامن	= ثمانیہ	= فلک عطارد	= داعی محصور	= متم سادس۔
(۹) عقل تاسع	= تسعہ	= فلک قمر	= ماذون مطلق	= متم سابع۔
(۱۰) عقل عاشر	= عشرہ	= ہیولیٰ (عالم طبیعت)	= ماذون محصور	= ماشر

عالم کے چار اقسام یعنے عالم ابداع، عالم جسم، عالم دین اور عالم انبعاث ثانی اعداد کے چار مراتب یعنے آحاد، عشرات، مئات اور الوف کے حسب ذیل مقابل ہیں:۔

(۱) عالم ابداع = آحاد
(۲) عالم جسم = عشرات
(۳) عالم دین = مئات
(۴) عالم انبعاث ثانی = الوف

سیدنا ابراہیم بن الحسین الحامدی (متوفی ۵۵۷ھ) جو دور ستر کے دوسرے داعی مطلق ہیں علم حقیقت کی زبان میں ابداع وانبعاث کی کیفیت اس طرح بیان

سیدنا حمید الدین جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے بیان کیا یہ کہتے ہیں کہ منبعث ثانی کے وجود کا سبب عقل اول کی "نسبت ادون" ہے جو اسے مبدع ہونے کی حیثیت سے حاصل ہے۔ سیدنا ابراہیم یہ کہتے ہیں کہ عقل اول جیسی حد اعلیٰ (یعنی اعلیٰ رکن دعوت) میں نسبت ادون کا تصور کرنا اس کی شان کے شایاں نہیں ہے۔ نسبت ادون سے مراد وہ عجب یا خود پسندی ہے جو عقل اول کو لاحق ہوئی۔ یعنے اس نے یہ سمجھا کہ اب میں خدا کا اول مددگار ہوں مجھ سے زیادہ کوئی فاضل اور شریف نہیں ہے۔ اس عجب سے منبعث ثانی کا وجود ہوا[1] سیدنا موصوف یہ بھی کہتے ہیں کہ منبعث ثانی کو پہلے خدائے تعالیٰ کی شان میں علیٰ سبیل الغلو سہو ہوا۔ یعنے اس کی الاہیت کی شہادت ایسی نہ دی جس طرح عقل اول نے دی تھی۔ پھر منبعث اول میں اس سے سہو ہوا۔ یعنے اس کے تقدم کا اقرار نہیں کیا۔[2] گویا اس سے دو غلطیاں ہوئیں۔

دوسرے سات عقول اب عقل اول نے عقل ثانی کو اپنا حجاب بنایا اور اس کے ذریعے سے دعوت کرنا شروع کی یعنے عالم ابداع کی دوسری صورتوں کو توحید کی طرف بلایا۔ یہاں سے ہماری دعوت اسماعیلیہ کی ابتدا ہوتی ہے۔ سات عقول نے یکے بعد دیگرے اس دعوت کا جواب دیا۔ ہر عقل کے ساتھ صورتوں کی ایک بڑی جماعت تھی جو اس کی پیروی کرتی تھی۔

عقل عاشر دوسری صورت منبعثہ نے جب یہ دیکھا کہ میں بہت پیچھے رہ گئی ہوں اور دوسری سات صورتیں جنھیں مجھ سے پہلے انبعاث بھی نہیں ہوا تھا آگے بڑھ کر عقول بن گئی ہیں تو اسے بہت افسوس ہوا اس نے عقل تاسع کی جماعت کی آخری صورت سے اپنے پیچھے رہ جانے کا سبب

(۱) وهو ذو نسبتين اشرف وادون وليس ينسب الى ذلك الحد الجليل دناءة ...... واما النسبة الادون المضافة الى ذاته فذلك انه لما فكر اولا فظن بالالهية مبدعه ...... خطر في باله عجب زاده رفعة وشرفا من ابناء جنسه ...... فكان هذا الوهم الثاني هو النسبة الادون كنز الولد صفحہ ۹۶) (۲) المنبعث الثاني سها في الله اولا ثم في المنبعث الاول ثانياً (كنز الولد صفحہ ۱۴۳)

آگے آئی اور کہا پیچھے جا۔ تو وہ پیچھے گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے کہا میں تیری ہی وجہ سے ثواب دوں گا اور تیرے ہی باعث عذاب کروں گا۔"

عقلِ ثانی یا منبعثِ اول

عقلِ اول کو دیکھ کر ان تمام صورتوں میں سے دو صورتوں کو انبعاث ہوا یعنے وہ یہ سوچنے لگیں کہ عقلِ اول کو جو امتیاز حاصل ہوا اس کی کیا وجہ ہے۔ بہت غور و فکر کے بعد یہ دونوں صورتیں بھی اس نتیجے پر پہنچیں کہ کوئی نہ کوئی ہمارا پیدا کرنے والا ہے اور ہم اس کے پیدا کردہ ہیں۔ ہم اپنی ذات سے ہرگز پیدا نہیں ہوئے۔ غرضیکہ ان دونوں صورتوں نے بھی خدائے تعالیٰ کا اقرار کیا اور اس کی توحید کی۔ اور اپنے سابق یعنے عقلِ اول کے تقدم کا بھی اقرار کیا۔ مگر ان دونوں میں فرق اتنا ہی تھا کہ ایک صورت توحید، اقرار اور اعترافِ تقدم اول میں دوسری صورت سے کچھ پہلے تھی۔ اس پہلی صورت کو عقلِ اول نے اپنا حجاب (یعنے مددگار) بنایا۔ اور اسے اس تائید سے بہرہ ور کیا جو خود اسے مبدع سبحانہ تعالیٰ سے متصل ہوئی تھی۔ اب اس صورت کو بھی کمالِ ثانی حاصل ہو گیا۔ یہ بھی "علم ما کان" اور "علم ما سیکون" پر حاوی ہو گئی۔ اس صورت کا نام عقلِ ثانی ہے۔ اس کے دوسرے نام منبعث اول، نفسِ کلیہ اور لوح بھی ہیں۔ سیدنا حمید الدین نے اسے قلم اور عقلِ ثالث کو لوح کہا ہے۔

عقلِ ثالث اور اس کا گناہ

دوسری صورت منبعثہ کو جو پہلی صورت منبعثہ سے توحید اور اقرار میں کچھ پیچھے تھی یہ اقرار کرنا چاہیے تھا کہ میں پہلی صورت سے پیچھے ہوں اور اسے تقدم کا شرف حاصل ہے مگر اس نے ایسا نہ کیا بلکہ یہ سمجھا کہ میں اور پہلی صورت دونوں برابر ہیں اور ہمارے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ اس کا گناہ ہوا جس کی وجہ سے وہ اپنے تیسرے درجے سے گر گئی اور اس میں ظلمت پیدا ہونی شروع ہوئی۔ اگر گناہ کا اقرار کر لیتی تو وہ عقلِ ثالث کہلاتی۔"(۱)

(۱) گناہ کا تصور اخوان الصفاء سے لیا گیا ہے۔ یہ لوگ شر کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:۔ الشر التخلف عن اللحوق بدرجة الفاضل فمتی اغفل المفضول عن اللحوق بدرجة الفاضل ورضي لنفسه بالمكان الخسيس الرذل فهو الشر المحض البعيد عن الخير (الرسالة الجامعة صفحہ ۳۲۔ قصہ آدم صفحہ ۵۲)

کثافت کا اصل ہے۔

زمین و آسمان کی خلقت

عقلِ عاشر کی دعوت کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان گنہگار صورتوں میں تین قسم کی جماعتیں پیدا ہوگئیں پہلی نادم و مستغفر جس نے اپنے کئے پر پچتا کر استغفار کیا۔ ایسی صورتوں سے عقلِ عاشر نے دس افلاک اور کواکب بنائے۔ افلاک کی تعداد دس عقول پر رکھی گئی۔ دوسری شاک اور متحیر جو شک اور حیرت میں رہی ان سے عناصر اور یا امہات یعنے آگ، ہوا، پانی اور مٹی تیار کی۔ اسی وجہ سے ان میں ہمیشہ تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں جس طرح شاک اور متحیر کے خیالات ہمیشہ پراگندہ رہتے ہیں۔ تیسری مصر و مستکبر جس نے اپنی ہٹ اور تکبر نہ چھوڑا۔ اس جماعت سے صخرہ بنایا۔ صخرہ سے مراد ایک بہت سخت پتھر کا بڑا گولا ہے جو افلاک کا مرکز ہے اور جس کے اطراف وہ گھومتے ہیں۔ ہم جسے زمین کہتے ہیں وہ اصل میں ایسا مادہ ہے جو عناصر کی تبدیلیوں سے تیار ہو کر صخرہ کے اوپر جم گیا ہے۔ اب افلاک اور ستارے حرکت کرنے لگے ان کی حرکت اور عناصر کی تبدیلیوں سے موالید ثلاثہ یعنے معدنیات، نباتات، اور حیوانات ظہور میں آئے۔ سات سیاروں میں سے ہر سیارے کا دور ایک ہزار برس رہا۔ اس کے ساتھ دوسرے سیارے مدد دیتے رہے۔ ہر سیارے کے دور میں ایسے لوگوں کے خمیر (خمائر) تیار ہوئے جو اس کی طبیعت کے موافق تھے مثلاً زحل کے دور میں حبشیوں اور کم عقل لوگوں کے خمیر تیار ہوئے مشتری کے دور میں پرہیزگار اور نیک لوگوں کے خمیر بنے اس طرح سے اور دوسرے سیاروں کے ادوار میں ان کی طبیعت کے موافق مختلف قسموں کے لوگوں کے خمیر بنے۔ ان باتوں کی بڑی تفصیلیں قدیم یونانی فلسفے سے معلوم کی جا سکتی ہیں۔ یہاں ان کے دہرانے کی گنجائش نہیں۔

شخص بشری کا ظہور

تقریباً پچاس ہزار برس میں بشر کا وجود ہوا (۱)۔ مختلف معاد

(۱) ثم کان فی آخر تدبیر زحل و اول تدبیر القمر ظہور الشخص البشری نباتا من الارض کما قال تعالیٰ "واللہ انبتکم من الارض نباتا" (المبدأ والمعاد لسیدنا حسین بن علی بن محمد بن الولید المتوفی سنۃ ۶۶۷ھ)۔

پوچھا۔ اس نے جواب دیا کہ اگر تم عقل ثانی کے تقدم کا اقرار کر لیتے تو عقل ثالث بن جاتے نہیں۔ اب بھی وقت ہے۔ توبہ کر لو اور اپنے گناہوں کی معافی چاہو۔ تمھاری توبہ ضرور قبول ہو جائے گی۔ یہ سن کر اس نے یکے بعد دیگرے تمام عقلوں کو اپنا شفیع بنایا۔ اور ان کی شفاعت سے اپنے گناہ کی معافی مانگی عقل ثانی نے اس کا گناہ معاف کیا۔ اب یہ صورت عقل عاشر بن گئی یہاں سے ہمارے پاس شفاعت کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔

ہیولیٰ اولیٰ

گو عقل عاشر کا گناہ معاف کیا گیا اور اسے عقل کا درجہ ملا لیکن اس سے کہا گیا کہ جو صورتیں تمھاری پیروی کی وجہ سے گمراہ ہوئی ہیں ان کی ہدایت تم پر واجب ہے جب تک وہ ہدایت نہ پائیں گی تمھاری ترقی نہیں ہو سکتی۔ ان صورتوں کے مجموعے کا نام ہیولیٰ اولیٰ ہے۔ اس کو سیدنا ابراہیم نے منبعث ثالث کہا ہے۔ حالانکہ سیدنا حمید الدین نے اس کا نام منبعث ثانی رکھا ہے۔(۱)

جسم کل اور اس سے آسمان زمین اور عناصر کا بننا

اب عقل عاشر نے ان گمراہ صورتوں کو توحید کی دعوت کرنا شروع کی۔ انھیں یہ سمجھایا کہ اگر تم میری دعوت کا جواب دو گے تو جس طرح میرا گناہ معاف کر دیا گیا ہے اسی طرح تمھارا گناہ بھی معاف کر دیا جائے گا۔ مگر انھوں نے نہ مانا۔ انکار کرتی چلی گئیں جس کے باعث ان کی ذات میں دم بدم تاریکی پیدا ہوتی گئی۔ انھوں نے پریشان ہو کر متفقہ طور پر ایک زبردست حرکت کی تاکہ وہ اپنی مصیبت سے نجات پائیں۔ اس حرکت سے ان کی ذات میں طول پیدا ہو گیا پھر دوسری حرکت کی جس سے عرض نمودار ہوا۔ پھر تیسری حرکت کی جس سے عمق ظاہر ہوا۔ یہ تینوں حرکتیں عقل عاشر ہی کے ارادے سے ہوئیں اسی وجہ سے اسے مدبر عالم طبیعت کہتے ہیں۔ اب یہ تمام صورتیں مجسم ہو کر جسم کل کی صورت میں ظاہر ہوئیں۔ جو

(۱) فاجتمع هذا القسم الثانی وهو المنبعث الثالث الذی رمز به سیدنا حمید الدین فی الرسالة الحاویة (کنز الولد صفحہ ۱۸)۔

کی وجہ یہ ہے کہ قمر کے اٹھائیس منازل ہیں اور حروف ہجا بھی اٹھائیس ہیں (۱)۔ ان میں سے صرف ایک شخص کو بغیر کسی تعلیم والہام کے اپنے خالق کا خیال پیدا ہوا اس نے اپنے معبود کی توحید کی عقل عاشر نے اسے تائید بخشی (۲)۔ اور اس کو ان تمام لوگوں کا سردار بنایا جو اس کے ساتھ پیدا ہوئے تھے۔ اس شخص کا نام "صاحب جثۂ ابداعیہ" ہے اور یہ تمام موجودات جسمانیہ کا زبدہ اور خلاصہ ہے۔ اس کا مقام عالم جسمانی میں وہی ہے جو عقل اول کا عالم روحانی میں ہے۔ اسے آدم اول بھی کہتے ہیں عقل عاشر کی تائید حاصل ہوتے ہی اسے "ماکان وما سیکون" کا علم حاصل ہو گیا۔ اس نے اپنے ساتھ کے ستائیس اشخاص کو خدا کی طرف دعوت کرنا شروع کی۔ ان لوگوں نے اسکی دعوت کا جواب دیا اور اس کے مددگار بن گئے۔ ان مددگاروں کو ہماری اسماعیلی دعوت کی اصطلاح میں "حدود" کہتے ہیں جس کا واحد "حد" ہے۔ گویا دعوت کے ہر رکن کے چند فرائض اور حقوق ہیں جن کی حدود سے وہ بڑھ نہیں سکتا۔ اس لئے دعوت کے ہر رکن کو "حد" کہا جاتا ہے۔ صاحب جثۂ ابداعیہ اور اس کے ستائیس مددگار "اولوا العلم" کہلاتے ہیں جو اس آیت میں مذکور ہیں: "شھد اللہ انہ لا الٰہ الا ھو والملٰئکۃ واولوا العلم" یہاں اللہ سے عقل اول ملائکہ سے نو عقول مجردہ اور ہر ایک کے دائرے میں جتنے عقول ہیں اور "اولوا العلم" سے صاحب جثۂ ابداعیہ اور اس کے ساتھ کے ستائیس حدود مراد ہیں۔ صاحب جثۂ ابداعیہ نے اپنی دعوت کی تنظیم اس طرح کی۔ زمین کو بارہ جزیروں یا حصوں میں تقسیم کیا (۳) ہر جزیرے میں ایک نہاری حجت کو بھیجا۔ اسے حجت اس لئے کہتے ہیں کہ یہ امام کی طرف سے ایک جزیرے کے لوگوں پر خدا کی حجت قائم کرتا ہے۔ بارہ لیلی حجتوں کو اپنے جزیرے میں رکھا۔ تاکہ وہ لوگوں کو علم باطن کی تعلیم دیں ہماری اولی

---

(۱) دنیا کے اٹھائیس بہترین اشخاص قمر کے اٹھائیس منازل اور ہجا کے اٹھائیس حروف میں کیا تعلق ہے اور اس تشبیہ میں کیا معقولیت ہے؟ (۲) جس طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:— "وایدناہ بروح القدس" (۳) الھند، الروم، السند، الزنج، الصین، العرب، الحبش، البربر، الخزر، الصقالبۃ، الترک، النوبہ (مجموع التربیہ لسیدنا محمد بن طاھر)۔

نباتات اور حیوانات سے بخارات اوپر چڑھ کر بادل بنے پھر وہ پانی بن کر زمین پر برسے۔ ان کے برسنے سے زمین میں چھوٹے چھوٹے گڑھے پڑ گئے جن کی تشبیہ عورت کے رحم سے دی گئی ہے۔ بخارات سے جو پانی برسا وہ ان گڑھوں میں ٹھیر گیا جس طرح رحم میں عورت کا مادہ ٹھیرتا ہے۔ اس کے بعد مختلف معادن نباتات اور حیوانات سے پھر ایسے بخارات اوپر چڑھے جو پہلے بخارات سے زیادہ لطیف تھے۔ یہ پانی بن کر ان گڑھوں میں گرے جن میں پہلے بخارات قرار پا چکے تھے۔ ان کی تشبیہ مرد کے مادے سے دی گئی ہے۔ غرض کہ یہ دونوں قسم کے پانی آپس میں مل کر نو مہینے کے بعد ایک شئے بن گئے جس پر بشر کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ ہر گڑھے میں ایک بچہ تیار ہوا جو طاقت اور قوت میں معمولی بچے سے چار گنا زیادہ تھا۔ یعنے چار سال کا بچہ معلوم ہوتا تھا۔ یہ ساتویں سال ہی میں حد احتلام کو پہنچ گیا[1] کیونکہ اس کے ماں باپ زمین اور آسمان تھے۔ بخلاف معمولی بچوں کے جن کے ماں باپ انسان ہوتے ہیں نر بچوں کے پیدا ہونے کے بعد جو مادہ گڑھوں میں باقی رہ گیا تھا اس سے مادہ بچے پیدا ہوئے۔ ان کی ابتدائی پرورش گڑھوں کے پانی سے ہوئی۔ ہر بچے کو اپنی دو انگلیوں سے بھی کچھ مادہ پرورش کا ملتا تھا۔ اسی وراثت کا اثر اب تک بچوں میں باقی ہے کہ ہر بچہ انگوٹھا یا انگلی چوستا ہے۔ اسی طرح بشر کے افراد تمام جزیروں میں پیدا ہوئے[2]۔

صاحب جثہ ابداعیہ اور اٹھائیس بہترین اشخاص تمام دنیا میں

مگر بہترین اشخاص سرندیپ (لنکا) میں ظاہر ہوئے[3]۔ ان سب میں بہترین اٹھائیس اشخاص تھے اس عدد کی تخصیص

(۱) کنز الولد لسیدنا ابراھیم بن الحسین صفحہ ۱۸ (۳۵۸) (۲) (ا) الحیوانات التامۃ الخلقۃ کونت فی بدء الخلق ذکراً وانثیٰ من الطین ثم تناسلت و انتشرت فی الارض من تحت خط الاستواء وھنالک کان آدم و زوجتہ (رسائل اخوان الصفاء ۲/۱۵۵) (ب) راحۃ العقل (فی اول المشرع السابع من السور السابع) (ج) کنز الولد صفحہ (۳۳۶) (۳) اس میں بھی اختلاف ہے۔ صاحب جمع الحقائق کہتے ہیں کہ صاحب ابداعیہ مکہ اور غدیر خم کے غاروں سے نکلے۔

بہت ہی اہم اور مفید سمجھی جاتی ہے۔ اس سے بڑھ کر ہماری دعوت کے خزانے میں کوئی کتاب نہیں۔ اس کی تعریف میں خود اس کے مصنف سیدنا حمید الدین کرمانی نے جو مولانا حاکم کے باب الابواب اور حجت[1] تھے کئی صفحے لکھے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس کتاب میں ہم نے جو معارف بیان کئے ہیں ان سے عقل کو قدسانی راحت حاصل ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے ہم نے اس کا نام "راحۃ العقل" رکھا ہے۔ یہ ہمارے اموال کی زکوٰۃ ہے جس کو ہم نے امام الزمان کی برکات سے حاصل کیا ہے تاکہ ہمارے بھائیوں کو مدد نصیب ہو[2]۔ ہماری کتاب ایسے معلومات پر حاوی ہے جن سے علمی عبادت کے حقیقی تصورات منکشف ہوتے ہیں اور جن سے انسان کا نفس روحانی مدارج طے کرتے کرتے کمال ثانی کی معراج تک پہنچ جاتا ہے اور جنت میں جو داعی النعمت کا محل ہے داخل ہو جاتا ہے[3]۔ اس میں ہم نے ان رموز و اشارات کو کھول دیا ہے جو ہمارے اگلے داعیوں کی تصنیفوں میں پائے جاتے ہیں[4]۔ میری کتاب کی شان اس وقت ظاہر ہوگی جب صبح کا تارا نکلیگا جس سے اندھیرا دور ہو کر امام کا مرتبہ ظاہر ہوگا۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کتاب کا قاری جب اس حد تک پہنچے گا تو اس عظیم رفیع علم کی طرف متوجہ ہوگا جس سے مقصود و مخصوص النفس طاہرہ ہیں[5]۔

---

(۱) الداعی حمید الدین احمد بن عبد اللہ الکرمانی حجۃ الامام الحاکم بامر اللہ (عیون الاخبار ۵/۲۳۲) (۲) وهو زكوة اموالنا التی اقتنيناها من بركات ولی اللہ اخرجناها بالشكر لتكون معونة لاخواننا (آخر المشرع الثانی من السور الاول) (۳) راحۃ العقل (المشرع الرابع والمشرع الخامس من السور الاول) (۴) وسميته كتاب راحة العقل لكونه بما يحويه مما لم يذكر فی الكتب ولا اودع بطون الصحف الا بالايماء والرمز جامعا لما يدرك به العقل راحة (فی ابتداء الكتاب)۔ (۵) وسيكون لكتابی هذا شان من الشان عند طلوع كوكب الصبح الذی يجلی الظلام ...... الانفس الطاهرة (راحۃ العقل المشرع السابع من السور الخامس)۔

میں نہار سے ظاہری شریعت اور لیل سے باطنی شریعت مراد ہے[1]۔ یہی وجہ لیلی حجتوں اور نہاری حجتوں کے امتیاز کی ہے۔ بارہ لیلی حجتوں میں جو بہترین شخص تھا اسے صاحب جثۃ ابداعیہ نے اپنا "باب" مقرر کیا یعنی جس کسی کو امام کی حضرت میں حاضر ہونا ہو اس کے ذریعے سے حاضر ہو سکے۔ باب کے تحت اور تین حدود یعنے داعی، ماذون اور مکاسر مقرر کئے تاکہ داعی لوگوں کو امام کی طرف بلائے۔ ماذون ان سے عہد و میثاق لے اور مکاسر ان کے باطل مذہبوں کو رد کر کے مذہب حق انھیں بتائے۔ ان ستائیس حدود کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

(۱) لیلی حجتیں - ۱۱ }
باب - ۱ } ۱۲
(۲) نہاری حجتیں ۱۲
(۳) داعی - ۱
(۴) ماذون - ۱
(۵) مکاسر - ۱

جملہ حدود - ۲۷

تبصرہ

راحۃ العقل کی شان

ابتدا میں عالم روحانی کے وجود کی بیان کی ہوئی کیفیت "راحۃ العقل" سے ماخوذ ہے۔ یہ کتاب توحید اور دوسرے مذہبی مسائل میں

---

(۱) لیکن سیدنا حمید الدین اپنے ایک رسالے میں فرماتے ہیں کہ نہار سے مراد باطن ہے کیونکہ اس میں ہر شئے صاف نظر آتی ہے اور لیل سے مراد ظاہر ہے کیونکہ اس میں تاریکی کے سوا کوئی اور چیز نہیں (الرسالۃ الحاویۃ فی اللیل والنہار من ثلاث عشرۃ رسالۃ)۔ ایک مثال ہے "تاویلوں میں اختلاف" کی بہرحال ہمارے ذہن میں جو بات آئی ہم نے اسے قلمبند کر دیا اور اپنا مطلب نکال لیا

عالمِ روحانی میں دس عقول ہیں[1]۔ لیکن اس زمانے میں جدید آلات سائنس کے ذریعے سے مزید تین سیاروں کا پتہ چلا ہے[2]۔ اور ممکن ہے کہ اور زیادہ سیاروں کا پتہ چلے۔ یہ انکشاف مشاہدہ پر مبنی ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس سے عالمِ روحانی کے افراد کی تعداد میں فرق پڑ جاتا ہے۔ حالانکہ دعویٰ یہ کیا گیا ہے کہ عالمِ روحانی، عالمِ جسمانی اور عالمِ دین کے حدود میں فرق نہیں ہوگا۔ ہمیشہ یہی نظام باقی رہے گا۔ عالمِ دین کو ایک "میزان الدیانۃ" تصور کیا گیا ہے جس کے مطابق عالمِ طبیعت کا ہونا ضروری ہے۔ غرض کہ آفاق یعنی عالمِ اجسام، انفس یعنی عالمِ دین اور عالمِ روحانی یہ تین عالم ایسے ہیں جن کی آپس میں مطابقت ضروری ہے۔ ایک کو دوسرے کی تصدیق کرنی چاہیئے[3]۔ مصنف نے ہر مشرع (فصل) کے آخر میں "میزان الدیانۃ" قائم کی ہے جس کی بنا اسی اصول پر ہے اور جا بجا کلام مجید کی یہ آیت پیش کی ہے:۔ "سنریھم آیاتنا فی الآفاق و فی انفسھم حتیٰ یتبین لھم انہ الحق"[4]۔

ترجمہ:۔ عنقریب ہم ان لوگوں کو اپنی (قدرت کی) نشانیاں (دنیا کے) اطراف میں (بھی) دکھائیں گے۔ اور ان کے اپنے درمیان میں (بھی) یہاں تک کہ یہ (قرآن) برحق ہے۔

---

(۱) (ا) راحۃ العقل (المشرع الخامس من السور الرابع) ملاحظہ ہو وہ تختہ جو اس فصل کی ابتدا میں دیا گیا ہے۔ (ب) سات افلاک کی مثال سات ائمہ کی ہے فلک بکوکب اور فلک محیط کی مثال ناطق اور اساس کی ہے۔ ان دو افلاک کے اس طرف عالمِ روحانی ہے (کتاب الفترات والقرانات لسیدنا جعفر بن منصور الیمن۔

(۲) Uranus. Neptnne & Pluto

(۳) صار الخلق الذی ھو اکبر شھادۃ شاھدا للصنعۃ النبویۃ بالحق و الصنعۃ النبویۃ شاھدۃ للخلق بصحۃ الکون (راحۃ العقل المشرع الخامس من السور الخامس)۔

(۴) القرآن $\frac{41}{53}$ -

ائمۂ معصومین کے مراتب

راحۃ العقل میں جو کچھ سیدنا حمید الدین کرمانی نے بیان کیا ہے وہ امام الزمان (یعنی مولانا حاکم یا مولانا عزیز) کے افادات کی برکت ہے۔ ائمہ کی تعریف میں مولانا احمد[1] اپنے رسائل اخوان الصفا میں فرماتے ہیں کہ "ہم اہل عدل اور ابنائے حمد ہیں ہم علم خدا کے خزانچی اور علم نبوت کے وارث ہیں۔ ہمارا جوہر سماوی اور ہمارا عالم علوی ہے۔ ہمارے نفوس پر افلاک کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان کا تعلق اس عالم سے ہے جو خارج از افلاک ہے۔ ہم میں اور دوسرے انسانوں میں وہی فرق ہے جو حیوان ناطق اور غیر حیوان ناطق میں ہے۔ ہم دنیا میں ائمہ برحق ہیں۔ ہماری ہر وقت سے دنیا نجات پائے گی۔ ہمارا ہر فرد خدا کی وہ حجت ہے جو دنیا سے کبھی منقطع نہیں ہوتی۔ ہمارا نسب کبھی منقطع نہ ہو گا۔ ہمارے مذہب میں دوسرے تمام مذاہب مستغرق یعنی ڈوبے ہوئے ہیں"[2]۔

راحۃ العقل کی بنا یونانی علوم پر ہے جن کے بعض نظریے غلط ثابت ہوئے

مذکورۂ بالا امور پر غور کرنے کے بعد راحۃ العقل کے تمام معارف صحیح اور ثابت ہونے چاہئیں اور ان کی بنا صداقت پر ہونی چاہئے مصنف نے جو دلیلیں عالم روحانی کے افراد کی تعداد پر قائم کی ہیں وہ افلاک اور ہیولیٰ وصورت کی تعداد پر مبنی ہیں۔ یہ کہا ہے کہ جس طرح اجسام عالیہ یعنی فلک محیط، فلک کواکب ثابتہ، سات سیاروں کے سات افلاک اور ہیولیٰ وصورت سب ملا کر دس ہیں۔ اسی طرح

(۱) رسائل اخوان الصفاء کے مصنفین کی تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو (تاریخ فاطمیین مصر فصل ۳۴ صفحہ ۵۱۴ تا ۵۳۷) (۲) حوالہ جات کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (تاریخ فاطمیین مصر فصل ۳۴ صفحہ ۵۲۴ تا ۵۲۵) فصل (۱۲) کے تبصرے میں بعنوان "مولانا آمر کے بعد آنحضرت کا سا حاکم کون ہوا" ملاحظہ فرمائیے۔

اس بارے میں ہمارے نویں امام مولانا احمد بن عبداللہ المہدی کی تائید کھلی جنہیں ہم رسائل اخوان الصفاء کا مصنف مانتے ہیں درست نکلی۔ آپ فرماتے ہیں کہ صحیح ترین قول جس پر انسان بھروسہ کر سکتا ہے اور جس سے ہمارے بھائی متفق ہیں یہ ہے کہ زمین ہوا میں اپنے موزوں مقام پر واقف (یعنے ساکن) ہے۔ (۱)

(۲) دوسری مثال چاند اور کواکب سیارہ کی روشنی سے متعلق ہے۔ اخوان الصفاء کہتے ہیں کہ کواکب سیارہ میں صرف چاند تاریک ہے اور دوسرے

---

(۱) (أ) جغرافیہ کلمۃ معربۃ وهی الجهرافی یعنی الدوائر والقصد منها صورۃ الارض وما علیها........ وذکرنا ما قالت الحکماء واهل العلم من حال وقوفها فی وسط الهواء بجمیع ما علیها وکیفیۃ مکانها ومستقرها فکانت اقاویل مختلفۃ والذی اتفق علیها اهل العلم ووافق رأی اخواننا هو قول الذی قال انها واقفۃ فی الهواء فی الموضع اللائق بها...... فهذا القول اصح ما یعتمد علیه الانسان من هذا الباب فانها اعنی الارض حیۃ متحرکۃ بما علیها تشبه بجملتها صورۃ حیوان واحد تام الخلقۃ عابدۃ للہ بجمیع اعضائها وظاهرها وباطنها (الرسالۃ الجامعۃ ۱/۱۰۰)
(ب) مثال ذلک تحریک هذه القوی لرکن النار لتسخین العالم بمعاونۃ قوۃ الشمس لها دائماً وتسکینها الرکن الارض بمعاونۃ قوۃ زحل لها دائماً (الرسالۃ الاولی من النفسانیات العقلیات من رسائل اخوان الصفاء ۳/۱۹۳ مطبوعہ) (ج) واما حرکات الارض فهو علی ثلاثۃ انواع الزلازل ومنها الخسوف ومنها الارتجاجات (الرسالۃ الثامنۃ من النفسیات والعقلیات من رسائل اخوان الصفاء ۳/۳۰۹) امام مولانا احمد کا قول کہ جغرافیہ معرب ہے جہرافی کا قابل غور ہے۔ حقیقت میں جغرافیہ geo کا معرب ہے جس کے معنی زمین ہیں اور graphos کا جس کے معنی مکتوب یا کاتب ہیں۔

اس کے علاوہ اعداد سے جو دلیل عقول کے دس ہونے پر قائم کی گئی ہے اس کا
معقول ہونا شرح طلب ہے۔ ایک اور مقام پر کہا گیا ہے کہ "میزان الدیانتہ"
شہادت دیتی ہے کہ نفس بشر کا عالم دین کے حدود کے لئے مرکز ہونا جن کی طرف
ان کی توجہ مبذول ہے اس امر کا موجب ہے کہ زمین مرکز ہو عالم اجسام کے مؤثرات
کی جس کی طرف ان کے انوار متوجہ ہیں۔ ایسی بہت سی دیانت کی میزانیں قائم کی گئی
ہیں جن میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ عالم طبیعت اور عالم دین کا ایک دوسرے
سے مطابق ہونا ضروری ہے۔ لیکن عالم طبیعت کے مسائل جو بیان کئے گئے ہیں
وہ یونانی علوم سے تعلق رکھتے ہیں جس کے بعض نظریے غلط ثابت ہوئے مثلاً:-
(۱) وہ بطلیموسی نظام ہے جس میں زمین مرکز اور ساکن قرار دی گئی ہے
بڑا انقلاب پیدا ہوگیا ہے اب ہم "فوکالٹ پنڈولم" کے ذریعے سے زمین کی حرکت
کے اثر کا مشاہدہ کر سکتے ہیں اس کے علاوہ اور بھی کئی دلیلیں ہیں جن سے اب زمین
کے گھومنے کا مسئلہ ایک واقعہ بن گیا ہے جس میں شبہ کی کوئی گنجائش نہیں (۱)۔

---

(۱) (1) فوکالٹ کا رقاص فوکالٹ پہلا سائنس داں ہے جس نے ۱۸۵۱ء میں شہر پیرس (فرانس)
کے پان تھیان میں ایک رقاص کے ذریعے زمین کی حرکت کا تجربہ کیا یہ تجربہ ہر روز لندن کے
سائنس میوزیم واقع ساؤتھ کنسنگٹن میں کیا جاتا ہے جسے ہر شخص دیکھ سکتا ہے۔

A Practical application of the Earth's rotation is seen in the Gyro—compass which would not work at all, if the Earth did not rotate on its axis(The Marvels and Mysteries of Science by Hawks p.98).

The Pythogorean Philolaus who lived about a century later than his master, interduced the idea of the motion of the earth. Aristarchus of Samos, who lived in the first half of the 3rd century B.C. held that the Earth not only rotated on its axis but also revolved. (A short history of Astronomy by Berry p. 25 & 26.)

ہمارے امام مولانا معز فرماتے ہیں کہ سورج سات کواکب سیارہ میں زیادہ قوی ہے اور اس مسئلہ کو ایک مذہبی نظریے کی دلیل قرار دیتے ہیں[1]۔ حالانکہ اب یہ نظام بدل گیا ہے اور سیاروں کی تعداد زیادہ ہوگئی ہے۔

ایسے ہی اور مسائل بھی ہیں جو طوالت کے خوف سے چھوڑ دیے گئے ہیں اب عالم دین کی صداقت کس طرح باقی رہ سکتی ہے۔ حالانکہ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ عالم طبیعت، عالم دین اور عالم روحانی آپس میں متفق ہیں۔ ایک دوسرے کی شہادت دیتا ہے جیسا کہ ہم ابھی اس بارے میں مصنف "راحۃ العقل" کا قول نقل کر چکے ہیں۔

راحۃ العقل کے بعض میزانوں کا غیر موزوں ہونا۔

بعض دیانت کی میزانوں کے مقابلے موزوں نہیں پائے جاتے مثلاً یہ کہا گیا ہے کہ کتاب اللہ (تنزیل) جامع ہے شریعت کی جو جامع ہے گیارہ امور کی۔ یہ حقیقت اس امر کی موجب ہے کہ فلک اعلیٰ جامع ہو فلک ثانی کا جو جامع ہو سات افلاک اور چار طبائع کا۔ اس کی تفہیم کے لئے ذیل کا شجرہ دیا گیا ہے:-

(شجرہ بہ صفحہ آئندہ)

(۱) وقد تاول اللہ واعز دینہ فاظہرہ علی الدین کلہ بربع اسبوع من اسابیع ائمۃ محمد وہو المہدی باللہ وقد یکون رابع الائمۃ السبعۃ اقوی لانہ الوسط بین ثلاثۃ وثلاثۃ کالشمس التی ہی اقوی السبعۃ السیارۃ من الکواکب (تاویل الشریعۃ من کلام الامام مولانا المعز صفحہ ۸۲)۔

کواکب روشن ہیں[۱]۔ لیکن دوربین کی ایجاد نے اس نظریے کو غلط ثابت کر دیا۔ عطارد زہرہ وغیرہ کے اجرام بھی چاند کی طرح تاریک دکھائی دیتے ہیں اور چاند کی طرح ان کی ہیئتیں بھی بدلتی رہتی ہیں[۲]۔ سیدنا حمید الدین فرماتے ہیں کہ جس طرح چاند بہ نسبت دوسرے کواکب کے سورج کی روشنی زیادہ قبول کرتا ہے اسی طرح اساس (وصی) بہ نسبت دوسرے حدود دعوت کے ناطق کی برکتیں زیادہ قبول کرتا ہے[۳]۔ لیکن یہ دیانت کی میزان بھی کس طرح درست ہو سکتی ہے جب کہ زہرہ وغیرہ ان کے جرم کے بڑے ہونے کی نسبت سے شمس کی روشنی بہ نسبت قمر کے زیادہ قبول کرتے ہیں۔

(۳) تیسری مثال اجسام عالیہ یعنی افلاک کے محکم اور غیر مستحیل ہونے کی ہے یعنے وہ ایک ہی حالت پر قائم رہتے ہیں ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی[۴]۔ لیکن افلاک کے مجسم ہونے پر تو کیا بلکہ ان کے وجود پر بھی اب تک کسی نے کوئی دلیل قائم نہیں کی۔ بخلاف اس کے علم ہیئت کی جدید تحقیقات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شمس اور سیاروں کی حالتوں میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔

(۴) چوتھی مثال ہماری غلطیوں کی سورج کو کواکب سیارہ میں شمار کرنا ہے

---

(۱) رسائل اخوان الصفاء ج۲ (الرسالۃ الثانیہ من الجسمانیات الطبیعیات فصل فی بیان الظلمتین الموجودتین فی العالم۔ یہ پوری فصل غور کے قابل ہے)

(۲) The discovery of the phases of Venus by Galilo (1564—1642) was one of the first fruits of the invention of the telescope (Astronomy by Howe).

(۳) کما ان قبول القمر من ضوء الشمس اکثر من غیرہ من الکواکب فکذ قبول الاساس من الناطق ضوء برکات توحید اللہ اکثر من غیرہ من القابلین (الرسالۃ اللازمۃ فی الصوم من ثلاث عشرۃ رسالۃ لسیدنا حمید الدین)

(۴) اجسام الافلاک وخصوصاً الفلک الاعلی ابسط اجسام دار الطبیعۃ وھو محکمۃ لا تتبدل ولا تستحیل عما ھی علیہ (راحۃ العقل مشرع ۶ سور ۵)

مذکورۂ بالا شجرے میں صوم و صلوٰۃ وغیرہ کے بعد پھر طاعت کو شامل کرنا ایک بھرتی ہے۔ جو صرف گیارھویں یا تیرھویں عدد کے مقابلے کے لئے شامل کی گئی ہے۔ یہی حال حلال و حرام کا ہے۔ ان کے الگ کرنے کے کیا معنی جب کہ احکام میں حلال و حرام خود بخود شامل ہو جاتے ہیں؟ صرف بادل اور اوس کی تخصیص کی کیا وجہ؟ ان کے ساتھ کہر وغیرہ کا ذکر کیوں نہیں کیا گیا جب کہ وہ بھی جسم رکھتے ہیں۔ یہ ایک مثال ان سینکڑوں مثالوں میں سے ہے جو ہماری اسماعیلی دعوت کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ دعوت کے حدود کی تعداد کو پورا کرنے کے لئے ایسا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے جس میں کوئی معقولیت نظر نہیں آتی جیسا کہ تاویل کی فصل میں بتایا جائے گا۔ "مجالس مستنصریہ" مصنفہ ثقتہ الامام علم الاسلام کافل قضاۃ المسلمین و ہادی دعاۃ المومنین سیدنا بدر الجمالی جو حال ہی میں چھپ گئی ہے ایسی مثالوں سے بھری ہوئی ہے۔ ہر مجلس میں یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ہر رکن عبادت مثلاً طہارت، صلوٰۃ وغیرہ میں سات فریضے اور بارہ سنتیں ہیں ان دو عددوں کا مجموعہ انیس ہوتا ہے۔ جہنم کے زبانیہ (فرشتے) بھی انیس ہیں۔ یہ عدد اشارہ ہے مولانا مستنصر کی طرف جو انیسویں امام ہیں[1] حالانکہ مولانا مستنصر اسماعیلی دعوت کے نظام میں اٹھارہویں امام ہیں[2]۔

شجرے میں ایک اور بات نہایت غور کے قابل ہے۔ باوجودیکہ سیدنا حمید الدین نے اپنی کئی تصنیفوں میں اسماعیلیت کی حقیقت کو ظاہر کرنے میں بہت احتیاط کی ہے اور اس بارے میں قلم کو بہت روکا ہے لیکن پھر بھی آپ ہی کے قلم سے اسماعیلیت کی حقیقت ظاہر ہو گئی۔ اور آپ نے بے تحاشا فرما دیا کہ اہلِ ظاہر صرف عملی عبادت کرتے ہیں۔ اہلِ ایمان علمی اور عملی دونوں

(۱) المجلس الثالث (المجالس المستنصریہ ۱۸ صفحہ ۱۸ ۱ مطبوعہ ۱۸)۔

(۲) ہمارے پاس امامت کا سلسلہ مولانا حسنؑ سے شروع ہوتا ہے نہ کہ مولانا علیؑ سے جیسا کہ مجالس مستنصریہ کے مصنف نے کہا ہے۔ اسی لئے مولانا محمد بن اسماعیل سابع الائمہ کہے جاتے ہیں البتہ ہمارے اثنا عشری بھائیوں کے پاس امامت کا سلسلہ مولانا علیؑ سے شروع ہوتا ہے۔

عالم الطبيعة	عالم الدين
الاول هو الفلك الاعلى الحاوى لكل ما فى عالم الجسم الثانى هو الفلك الجامع للكواكب على صور الموجودات۔	الاول هو التنزيل (الكتاب) الجامع لكل ما فى عالم الدين الثانى هو الشريعة الجامعة لكل ما يعمل الله به۔
(۱) الثالث فلك زحل	(۱) الثالث الشهادة
(۲) الرابع فلك المشترى	(۲) الرابع الطهارة
(۳) الخامس فلك مريخ	(۳) الخامس الصلوة
(۴) السادس فلك الشمس	(۴) السادس الزكوة
(۵) السابع فلك الزهرة	(۵) السابع الصوم
(۶) الثامن فلك عطارد	(۶) الثامن الحج
(۷) التاسع فلك القمر	(۷) التاسع الجهاد
(۸) العاشر كرة النار	(۸) العاشر الطاعة
(۹) الحادى عشر كرة الهواء	(۹) الحادى عشر الحلال
(۱۰) الثانى عشر كرة الماء	(۱۰) الثانى عشر الحرام
(۱۱) الثالث عشر كرة الارض	(۱۱) الثالث عشر الاحكام (۱)
ذات الجسم	الوحى والعبادات
العموم (بادل) — الصباوون	نقباء الظاهر — نقباء الباطن
المعادن — الحيوان — النبات	

(۱) وكون الكتاب جامعاً للشريعة الجامعة لامور احد عشر التى هى الشهادة والطهارة ...... موجباً ان يكون الفلك الاعلى جامعا للفلك الثانى الذى هو جامع للافلاك السبعة والطبائع الاربعة (المشرع الاول من السور الخامس من المشرع الخامس من السور الثامن)

حاصلِ کلام

حاصلِ کلام یہ ہے کہ ہم نے قدیم علم ہیئت، علم طبیعیات اور علم الٰہیات وغیرہ کے تمام نظریوں کو صحیح سمجھ کر ان کے ذریعے اپنی اسماعیلی دعوت اور اس کے نظام اور حدود کو ثابت کرنے کی کوشش کی اور یہ دعویٰ کیا کہ ہم نے جو کچھ مسائل بیان کئے ہیں وہ "حقائق" ہیں۔ جن کا ماخذ علم خدا کا خزانہ اور علم نبوت کی میراث ہے۔ ان کا تعلق اس "علم مکنون" سے ہے جسے "اللہ اور راسخون فی العلم"[1] کے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا۔ اسی لئے وہ بغیر اجازت کے نہیں بتائے جا سکتے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ علوم قدیمہ کے بعض اہم نظریے غلط ثابت ہوئے اور ہم کو کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔

راحۃ العقل اور کنز الولد کے بیانوں میں اختلاف

"راحۃ العقل" اور "کنز الولد" کے بیانوں میں کئی وجوہ سے اختلاف پایا جاتا ہے سیدنا حمید الدین کہتے ہیں کہ عقل اول میں دو نسبتیں پائی جاتی ہیں۔ ایک نسبت اشرف اور دوسری نسبت ادون لیکن سیدنا ابراہیم کا یہ ارشاد ہے کہ "دناءت" کی نسبت عقل اول کی طرف نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ ایک معظم اور مشرف موجود ہے نسبت ادون سے مراد عجب و افتخار کا وہم ہے جو عقل اول کو پیدا ہوا یعنے اس نے یہ خیال کیا کہ میں دیگر عقول سے شرف و فضیلت میں بڑھ کر ہوں۔ حالانکہ سیدنا حمید الدین نے عقل اول کو "موجود اکمل" ثابت کیا ہے جو باری تعالیٰ کی تمام صفتوں کی حامل ہے اور جس میں کسی قسم کا نقص نہیں پایا جاتا۔ "ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا"۔ ادون اور دناوت کے فرق پر بھی غور فرمائیے ہر ایک کا مادہ علحدہ ہے۔

نہیں کرتا۔ صرف باطن کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ سیدنا موصوف نے "تاویل الدعائم" کی مجلسوں میں پہلے ظاہر بتایا ہے اور پھر اس کا باطن۔ اور بغیر ظاہر بتانے کے باطن کس طرح بتایا جا سکتا ہے۔ (۱) لا یعلم تاویله الا الله والراسخون فی العلم یقولون آمنا به (القرآن $\frac{۳}{۵}$)۔

عبادتیں کرتے ہیں۔ اور اہل باطن صرف علمی عبادت کرتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اہل باطن ظاہری شریعت کے پابند نہیں۔ اور اس پر عمل نہیں کرتے۔ شجرے میں لفظ "فقط" اسی راز کو روز روشن کی طرح نمایاں کر دیتا ہے۔ کیونکہ آپ نے صاف صاف کہدیا ہے کہ "اهل الباطن هم العابدون بالعلم فقط" یعنی اہل باطن صرف علمی عبادت کرتے ہیں اس سے بڑھ کر "عقیدۂ تعطیل ظاہر شریعت محمدی" کا جس کی تفصیل آئندہ آئے گی اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ یہ ایک الزام ہے منجملہ اور الزاموں کے جو اہل ظاہر ہم پر عائد کرتے ہیں۔

اس سلسلے میں طبائع اربعہ کا مقابلہ بھی توجہ کے قابل ہے:۔

حار یابس = المعلمون للعبادة الظاهرة۔

حار رطب = المعلمون للعبادة الباطنة۔

بارد رطب = المتعلمون۔

بارد یابس = النافرون (۱)

راحة العقل کے علاوہ اکثر کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ اہل باطن کی عبادت اہل ظاہر کی عبادت سے علیحدہ ہے۔ مثلاً مولانا معز جو نہایت عظیم الشان امام گزرے ہیں فرماتے ہیں کہ ائمہ کا غسل محدودین کی تسلیم ہے تاکہ وہ پاک ہوں۔ اور دعوت اور اہل دعوت کا غسل بذریعۂ قرابین عمل طاعت حدود اور تجدید عہود و مواثیق ہے (۲)۔

(۱) راحة العقل۔ میزان الدیانة (۲) (ا) تاویل الشریعة لمولانا الامام المعز لدین اللہ (صفحہ ۱۸) (ب) اس سلسلے میں سیدنا قاضی نعمان کا قول بھی غور کے قابل ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔ "الناطق فی عصر الرسالة هو الرسول والصامت اساس الشریعة وصاحب تاویله فالرسول ینطق بالظاهر والاساس صامت عنه مود للباطن" یعنے رسول ظاہر کی تعلیم دیتا ہے اور اساس اس کے متعلق خاموشی اختیار کرتا ہے۔ باطن بتاتا ہے۔ (اساس التاویل ذکر آدم) کیا خاموشی اختیار کرنے کے یہ معنی ہیں کہ اساس ظاہر کا ذکر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳

کا کوئی ذکر نہیں۔ تقریباً تیسری صدی کی ابتداء سے ان کا ذکر شروع ہوتا ہے جیسا کہ مولانا معز کی دعاؤں سے ظاہر ہے[1]۔ اس سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ یہ اصطلاحیں یونانیوں کی ہیں جو خلیفہ عباسی مامون کے عہد سے اسلام میں داخل ہوئیں اس خلیفہ نے ایک عظیم الشان دار الترجمہ قائم کیا تھا جس کے ذریعہ یونانی علوم و فنون کی ہزاروں کتابیں عربی میں ترجمہ کی گئیں۔ ہمارا یہ کہنا کہ یہ حدود الدین ہیں کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ سیدنا مویدؔ کا فرمانا کہ عقل اول اور عقل ثانی کے نام شریعت کی زبان میں لوح و قلم ہیں جیسا کہ بتایا جا چکا ہے غور کے قابل ہے پھر بھی ایک سوال یہ باقی رہ جاتا ہے کہ سات عقول اور عاشر مدبر کے نام شریعت کی زبان میں کیا ہیں؟

اہل ظاہر کی کتابوں کے مطالعے سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ ہم اسماعیلیوں سے پہلے معتزلہ بھی اس قسم کے مسائل پر روشنی ڈال چکے ہیں۔ چنانچہ مشہور معتزلی ابراہیم بن سیار النظام (متوفی ۲۳۱ھ) یہی کہتا ہے کہ باری تعالیٰ نے تمام چیزیں وقت واحد میں پیدا کیں جن کی صورتیں پوشیدہ تھیں۔ یہ صورتیں آہستہ آہستہ یکے بعد دیگرے ظہور میں آئیں۔ ہم نے ان کے معارف میں کچھ رد و بدل کر کے انھیں اپنی دعوت کے سانچے میں ڈھال دیا۔ اسی وجہ سے یہ کہا جاتا ہے کہ اسماعیلیوں کی اکثر معلومات معتزلہ اور فلاسفہ سے ماخوذ ہیں کیونکہ یہ لوگ ہم سے بہت پہلے گزر چکے ہیں۔ ہمارے اکثر بھائی چونکہ اہل ظاہر کی کتابوں سے زیادہ واقف نہیں ہوتے یہ کہتے ہیں ہمارے پاس جو حقائق ہیں ان کا علم کسی کو نہیں۔ یہ امتیاز ہمیں کو حاصل ہے۔ حالانکہ جزا و سزا کے اکثر مسائل ہندی فلسفے سے ماخوذ ہیں جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔

عقل اول یا عقل عاشر یا امام الزمان کا خدا کے اوصاف سے موصوف ہونا

ہم اس سے پہلے کہہ چکے ہیں کہ باری تعالیٰ کے تمام اوصاف و نعوت سے حقیقت میں عقل اول یا عقل عاشر یا امام الزمان موصوف ہیں۔ یہاں تک کہ

---

(۱) فصل (۶)

دوسری بات یہ ہے کہ سیدنا حمید الدین نے فلسفۂ یونان کے اصول پر کہا ہے۔ کہ باری تعالیٰ سے عقل اول ہی کا صدور ہوا۔(۱) سیدنا ابراہیم اور دوسرے داعی علم حقیقت کی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ باری تعالیٰ نے ابتدا میں بے شمار صورتیں پیدا کیں جو علم، حیات اور قدرت میں برابر تھیں۔ گویا کمال اول میں تمام صورتیں ان صفات سے موصوف تھیں۔ پھر ایک صورت نے سوچا اور توحید کی جس کی وجہ سے اس نے کمال ثانی حاصل کیا یعنے "علم ماکان و ماسیکون" پر واقف ہوئی(۲)۔ علیٰ ہذا القیاس سیدنا ابراہیم نے انبعاث کی تیسری قسم نکالی ہے(۳) حالانکہ سیدنا حمید الدین نے انبعاث کی صرف دو قسمیں بتائی ہیں۔ سہو اور خطا کا تصور راحۃ العقل میں نہیں پایا جاتا۔ کنز الولد میں لکھا ہے کہ منبعث ثانی نے پہلے ذات باری تعالیٰ میں علیٰ سبیل الغلو سہو اور غفلت کی۔ پھر منبعث اول کی سابقت کا اقرار نہیں کیا(۴)

"عقل ہیولیٰ" وغیرہ یونانی فلسفے کی اصطلاحیں ہیں(۵)۔ قرآن مجید میں یہ الفاظ نہیں پائے جاتے نہ ان کا کوئی حوالہ ملتا ہے کہ عقول کی تعداد دس ہے۔ حالانکہ یہ عالم ابداع کے حدود عالیہ ہیں جو باری تعالیٰ کی تمام مخلوقات سے افضل و اشرف ہیں ان کا ذکر قرآن مجید میں نہ پایا جانا بڑے اچنبھے کی بات ہے صحیفۂ علویہ اور صحیفۂ کاملہ میں جو مولانا علیؑ اور مولانا علی زین العابدینؑ کی دعائیں ہیں ان میں بھی اصطلاحات مذکور

(۱) راحۃ العقل المشرع الاول من السور الثالث) قالت الحکماء الواحد لا یصدر عنہ الا الواحد (۲) کنز الولد (صفحہ ۸۰-۸۴) الانوار اللطیفہ - المبدأ والمعاد (۳) کنز الولد (صفحہ ۱۰۸-۱۸۳) (۴) کنز الولد (۱۸۳)

(5) The First Intelligence; the Logos of the Alexandarian Philosophers. The "Eternal World" called Sphota which is the true cause of the world is in fact Brahman (Maxmullar, The Six systems of Indian Philosophy).

"انا وجہ اللہ وانا ید اللہ الباسطة علی الارض۔ انا جنب اللہ الذی یقول فیہ القائلون ولحسرتا علی ما فرطت فی جنب اللہ انا الاول والآخر وانا الظاهر والباطن وانا بکل شیء علیم وانا الذی رفعت سماءها وانا الذی دحوت ارضها وانا الذی انبت اشجارها وانا الذی اجریت انهارها[1] قال مولانا علی انا نقلت لآدم ونوح وموسی وعیسیٰ وانا نبأت النبیین وانا ارسلت المرسلین[2]۔

مولانا عبد المطلب کے اشعار

کہا جاتا ہے کہ مولانا عبد المطلب نے یہ شعر کہے ہیں:۔

ایها الداعی لقد اسمعتنی — منهج الحق ومابی من صمم
نحن آل اللہ فی بلدته — لم نزل ذاک علی عهد ابراهیم
ان للبیت لربا مانعا — من یرده بفساد یصطلم
نحن سکان السموات العلی — نقسم الانوار فیها والظلم
ولنا الاجر نطوی موجها — ولنا التوراة والکتب القدم
نحن ارسلنا نبیا صادقا — عن القول یوفی بالذمم
ولنا فی کل دور سطوة — نقسم الارزاق فیها والعدم[3]
واذا ما بلغ الدور الی — منتهی الوقت اتی الطیر قدم
بکتاب فصلت آیاته — فیه تبیان احادیث الامم

عالم الغیب والشهادہ سے مراد قائم القیامہ ہیں

"عالم الغیب والشهادة" سے مراد قائم القیامہ ہیں جو قیامت کے روز سب حساب لینگے[4]۔

---

(۱) (ا) معاصم الهدیٰ لسیدنا احمد حمید الدین الکرمانی (ب) المجالس المستنصریہ (۲) الانوار اللطیفہ لسیدنا محمد بن طاهر بن محمد بن ابراهیم قس (سراد ق ۳۔ باب ۴) (۳) (ا) المجالس المویدیه $\frac{۴}{۳۵}$ (ب) زهر المعانی (صفحہ ۳۶۵) اس نظم کے بعض اشعار مجالس مویدیہ میں نہیں ہیں۔ (۴) (ا) تاویل الزکوٰۃ لسیدنا جعفر بن منصور الیمن (صفحہ ۱۶۴) (ب) کتاب الافتخار لسیدنا ابی یعقوب السجستانی (صفحہ ۱۲۴)

آیات کریمہ "الٓمّٓ۔ اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم۔ ھو اللہ الخالق الباری المصور" میں اللہ سے مراد عقل اول یا امام الزمان ہیں (۱)۔ مولانا معز فرماتے ہیں کہ لا الٰہ الا اللہ کی تفسیر لا امام الا امام الزمان ہے (۲)۔

"شھد اللہ انہ لا الٰہ الا ھو" میں اللہ سے اشارہ عقل اول کی طرف ہے۔ "سبح للہ ما فی السمٰوات والارض وھو العزیز الحکیم۔ لہ ملک السمٰوات والارض یحیی و یمیت وھو علیٰ کل شیءٍ قدیر۔ ھو الاول والآخر والظاھر والباطن وھو بکل شیءٍ علیم۔ ھو الذی خلق السمٰوات والارض فی ستۃ ایام ثم استویٰ علی العرش یعلم ما یلج فی الارض وما یخرج منھا وما ینزل من السماء وما یعرج فیھا وھو معکم اینما کنتم واللہ بما تعملون بصیر۔ لہ ملک السمٰوات والارض والی اللہ ترجع الامور"۔ یہ آیتیں عقل اول ہی سے مخصوص ہیں (۳)۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" میں اللہ مقدم اور "الرحمٰن" موخر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ سابق (آگے بڑھنے والے) کو تالی (پیچھے ہٹنے والے) پر تقدم حاصل ہے۔ ان کی معرفت کے بغیر توحید پوری نہیں ہوتی (۴)۔

"یا ایھا الانسان ما غرک بربک الکریم" میں "انسان" سے مراد آنحضرت صلعم کا ایک صحابی ہے اور "رب" سے مراد خود آپ ہیں۔ اسی طرح "واذ قال ربک للملائکۃ" سے رب سے مقصود امام مستقر ہے عام طور پر تمام تاویلوں کی کتابوں میں جہاں کہیں قرآن میں "رب" کا ذکر ہے اس سے مراد امام مستقر ہے جو امام مستودع کا رب ہے (۵)۔

مولانا علیؑ کا کلام | مولانا علیؑ کی طرف یہ کلام منسوب کیا جاتا ہے:۔

---

(۱) فصل (۱) عنوان "باری تعالیٰ کے اوصاف" (۲) تاویل الشریعۃ من کلام الامام مولانا المعز صفحہ ۱۷ (۳)۔(۳) کنز الولد صفحہ ۱۰۲ (۴) الفترات والقرانات لسیدنا جعفر بن منصور الیمن صفحہ ۹۲-۹۳۔ (۵) سیدنا قاضی نعمان بن محمد وغیرہ کی اکثر تصنیفیں نیز حضرت آدمؑ کی تاویل ملاحظہ فرمائیے (فصل نمبر ۱۹)

موصوف کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں[1]:-

من عبد الله ووليه وخيرته وصفيه معد ابي تميم المعز لدين الله امير المومنين وسلالة خير النبيين ونجل علي افضل الوصيين الى الحسن بن احمد (القرمطي)۔ بسم الله الرحمن الرحيم رسوم النطقا ومذاهب الائمة والانبياء.......... كان من قضائه (اي قضاء الله) ان خلقنا اشباحا وابرزنا ارواحا بالقدرة مالكين وبالقوة قادرين حين لا سماء مبنية ولا ارض مدحوة ولا شمس تضيء ولا قمر يسري.......... كل ما ترون من فلك دائر وكوكب سيار وما في الاقطار من الآثار.......... كل ذلك لنا ثم انه جل وعلا ابرزنا من مكنون العلم آدم وحواء.......... فتولد الاولاد ونحن ننتقل في الاصلاب الزكية والارحام الطاهرة الزكية كلما ضمنا صلب اظهر منا قدرة وعلما وهلم جرا الى آخر الجد الاول والاب الافضل سيد المرسلين وخاتم النبيين احمد ومحمد صلوة الله عليه وآله.......... كل ذلك دلالات علينا ومقدمات بين ايدينا واسباب لاظهار امرنا هذا آيات وآيات شاهدات.......... فما من ناطق بعث ولا وصي ظهر الا وقد اشار الينا ولوح بنا ودل علينا في كتابه وخطابه[2].......... وقال الله سنريهم آياتنا في الآفاق وفي انفسهم حتى يتبين لهم انه الحق.......... فان اعتبرتم وتدبرتم ما في الارض وما في

---

(۱) واما قوله وانا الحكما قال الله تعالى ما يكون من نجوى ثلاثة الا هو رابعهم.......... فاعلم ان هذه الاوصاف واقعة على كل امام لانه عالم بما كان وما يكون لقول مولانا الصادق جعفر بن محمد لبعض شيعته استحيوا منا في مغائبنا كما تستحيون منا في محضرنا فانا لنعلم سركم ونجواكم والله ما يدخل الداخل منكم علينا الا ونعرفه اهو مومن صادق ام منافق كاذب (الشموس الظاهرة لسيدنا حاتم بن ابراهيم صفحہ ۱)

(۲) مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (فصل ۹۔ عنوان مولانا علی بنا و خطیئتہ الرسول نقل ابعد از جد العالم ہیں)

اور اہل جنت کو جنت میں اور اہل نار کو نار میں بھیجیں گے۔ اسی طرح "واللہ بکل شیئٍ علیم" میں علیم سے مقصود قائم القیامہ ہیں (۱) وقولہ ان اللہ کان علیماً خبیراً" اشارۃ الی القائم الذی ہو المقیم عن اللہ ثم ابتدأ فقال "واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً اشارۃ الی الامام علیہ السلام لانہ ہو اللہ الباری البرایا تبارک اللہ عن ان یکون لہ شبیہ وشریک لکنہ ہو القائم عن اللہ وداعی الخلق الی عبادتہ" (۲) یعنی تم خدا کی عبادت کرو۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ یہ اشارہ ہے امام علیہ السلام کی طرف کیونکہ وہی اللہ ہیں اور مخلوقات کے پیدا کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ منزہ ہے اس بات سے کہ اس کا کوئی شبیہ یا شریک ہو۔ لیکن امام ہی قائم ہیں اللہ کی طرف سے اور وہ مخلوقات کو اس کی عبادت کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

مولانا معز کا رسالہ حسن بن احمد قرمطی کے نام۔

مولانا معز نے جو ایک طویل رسالہ حسن بن احمد قرمطی کے نام لکھا ہے اس کی عبارت تقریباً دس صفحوں پر مشتمل ہے (۳)۔ ہم یہاں چند اقتباسات پیش کرتے ہیں۔ جو بتاتے ہیں کہ مولانا معز نے اپنے آپ کو اوصاف الٰہیہ سے

(۱) راحۃ العقل (فی آخر المشرع الرابع عشر من السور السابع (۲) تاویل سورۃ النساء لسیدنا جعفر بن منصور الیمن (صفحہ ۴۷) (۳) یہ پورا رسالہ مقریزی نے "اتعاظ الحنفاء فی اخبار الفاطمیین الخلفاء" میں نقل کیا ہے۔ (۱۳۳ - ۱۴۲) لیکن سیدنا ادریس کی کتاب زہر المعانی میں صرف "وجعلنا اشباحاً" سے لیکر "فقد نقر فی الناقور" تک کی عبارت آئی ہے۔ ابو سعید جنابی اور ابو طاہر کے واقعات حذف کئے جانے کا سبب خود ہمارے بھائی آسانی سے معلوم کر سکتے ہیں (ایسی دوسری مثالوں کے لئے ملاحظہ ہو فصل (۹) نمبر (۳) عنوان "ہماری تاریخی کتابوں میں سے اہم واقعات کا حذف کر دیا جانا") اس رسالے کے بعض اقتباسات سیدنا حاتم بن ابراہیم نے بھی اپنی مہتم بالشان کتاب "الشموس الظاہرہ" میں نقل کئے ہیں۔ (صفحہ ۱۰۰ - ۱۰۶)۔

حميد يفيض اليهم موادنا وينشر عليهم بركاتنا حتى ظهروا على الاعمال ودان لهم كل امير ووال ولقبوا بالسادة وسادوا واشتقت منا واسما من اسمائنا فعلت اسماءهم واستعملت هممهم واشتهر ذكرهم فسارت اليهم وفود الآفاق وخضعت لهيبتهم الاعناق وخيف منهم الفساد والعناد وان يكونوا وهم بني العباس اضداد......

فلم يلقهم الجيش الا كسروه ولا رئيس الا اسروه ولا عسكر الا كسروه والحاظنات مقهم ونصرنا يلحقهم كما قال الله تعالى "انا لننصر رسلنا والذين آمنوا في الحيوة الدنيا[1] " "ان جندنا لهم الغلبون[2]"

فلم يزل ذلك دابهم وعين الله ترمقهم الى ان اختار لهم ما اختاروه من نقلهم من دار الفناء الى دار البقاء ومن نعيم الى النعيم لا يزول فعاشوا محمودين وانتقلوا مفقودين الى روح وريحان وجنات النعيم فطوبى لهم وحسن مآب ومع هذا فما من جزيرة في الارض ولا اقليم الا ولنا فيه حجج ودعاة يدعون الينا .... ويذكرون رجعتنا وينذرون بأسنا ويبشرون بايامنا بتصاريف اللغات واختلاف الالسن وفي كل جزيرة رجال منهم باخذ وهو قول الله "وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه[3]" فيا ايها الناكث ما الذي رابك وصدك أشيء شككت فيه ام كنت خاليا من الحكمة .... لقد كان اعلى لجدك والارفع لقدرك الكشف عن احوال سلفك وان خفيت عليك لتجري على سنتهم وتدخل في زمرهم وتسلك في مذهبهم اخذا بامورهم في وقتهم فيكون خلفا اقفا خلفا بجد وعزم وامر غير مختلف لكن غلب الران على قلبك والصدا على لبك .... اما رأيت كتاب السفر وما فيه من رمز وخبر فاين تذهبون .... واز فت الازفة وطلعت الشمس من مغربها

(۱) القرآن ۴۰/۵۱ (۲) القرآن ۳۷/۱۷۳ (۳) القرآن ۱۴/۴

الاقطار والآثار وبالشهد به حروف المعجم وما جمعته الفرائض والسنن ...... وما جمعته كلمة الاخلاص فى تقاطيعها وحروفها وفصولها .... المدبرات السبعة والايام السبعة النطقاء[1] .... انا كلمات الله الازليات واسماءه التامات ...... لايخرج منا امر ولا يخلو منا عصر وانا كما قال الله تعالى ما يكون من نجوى ثلثة الاهو رابعهم ولا خمسة الاهو سادسهم ولا ادنى من ذلك ولا اكثر الاهو معهم اينما كانوا ثم ينبئهم بما عملوا يوم القيامة ان الله بكل شيء عليم[2] فاستشعر والنظر فقد نقر فى الناقور ...... وكتابنا هذا من فسطاط مصر فلا ترفع قدما ولا تضع قدما الا بعلم موضوع وحكم مجموع .... وانا النار الله الموقدة التى تطلع على الافئدة......... وامرت بالنداء واذنت بالامان لكل باد وحاضر ومنافق فلم اغفل امرك ولا يخفى عنى خبرك وانك منى بمنظر ومسمع كما قال الله تعالى انني معكما اسمع وارى[3] ما كان ابوك امرء سوء وما كانت امك بغياً..... اما كان لك بجدك ابى سعيد اسوة وبعمك ابى طاهر قدوة اما نظرت فى كتبهم واخبارهم ولا قرأت وصاياهم واشعارهم أكنت غائبا عن ديارهم وما كان من آثارهم الم تعلم انهم كانوا عبادا لنا اولى بأس شديد[4] وعزم شديد وامر شديد وفعل

---

(۱) فصل ۱۵ شرائع انبیا کی تاویلیں (۲) الم تر ان الله يعلم ما فى السموات والارض ما يكون من نجوى (القرآن $\frac{۵۸}{۷}$) (۳) اذهبا الى فرعون انه طغى .... قال ربنا اننا نخاف ...... قال لا تخافا اننى معكما اسمع وارى (القرآن $\frac{۲۰}{۴۳-۴۵}$) (۴) فاذا جاء وعد اولهما بعثنا عليكم عبادا لنا اولى بأس شديد (القرآن $\frac{۱۷}{۵}$)

ہیں جو ہم سے پہلے گزرے اور وہ اسباب ہیں جو ہمارے امر کے اظہار کے لئے ہدایتیں اور گواہی دینے والی نشانیاں ہیں ...... کوئی ناطق مبعوث نہ ہوا اور نہ کوئی وصی ظاہر ہوا لیکن ہماری طرف اشارہ کیا اور اپنی کتاب اور اپنے خطاب میں ہم پر دلالت کی .... اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:- عنقریب ہم دکھائیں گے ہم اپنی نشانیاں آفاق اور ان کے انفس میں یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے کہ وہی حق ہے .... اگر کوئی عبرت لینے والا عبرت حاصل کرنے اور غور کرنے والا غور کرے ان اشیاء پر جو زمین اور افلاک و آثار میں پائی جاتی ہیں اور اس گواہی پر جو "حروف معجم" دیتے ہیں اور ان پانچوں پر جو (شریعت کے) فرائض اور سنن ہیں جمع ہیں اور کلمۂ اخلاص کے ٹکڑوں اور اس کے حروف و فصول پر اور سات مدبرات (یعنی سیاروں) اور سات دنوں پر جو سات نطقاء ہیں .... تو معلوم ہوگا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ازلی کلمات اور اسمائے تام ہیں .... ہم سے کوئی امر خارج نہیں ہے اور نہ ہم سے کوئی زمانہ خالی ہے۔ اور ہم ایسے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ (اے پیغمبر! کیا تم نے اسبات پر نظر نہیں کی کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ تعالیٰ سب کے حال سے واقف ہے)۔
جب تین آدمیوں کا صلاح و مشورہ ہوتا ہے تو ضرور ان کا چوتھا وہ ہوتا ہے اور پانچ کا صلاح و مشورہ ہوتا ہے تو ضرور ان کا چھٹا وہ ہوتا ہے۔ اور اس سے کم ہوں یا زیادہ اور کہیں بھی ہوں وہ ضرور ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ پھر جیسے جیسے عمل یہ دنیا میں کرتے رہے ہیں قیامت کے دن وہ ان کو بتا دیگا۔ کیونکہ خدا اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے تم خوب غور کرو جو سمجھو سکا جا سکتے .... اور ہمارا خط فسطاط مصر سے بھیجا جا رہا ہے ہم کوئی قدم نہیں اٹھاتے اور نہ کوئی قدم رکھتے مگر "علم موضوع" اور "حکم مجموع" سے .... اور ہم اللہ تعالیٰ کی وہ بھڑکائی ہوئی آگ ہیں جو زلزلوں سے لگ کر دلوں تک کی جا خبر لے گی میں نے ندا کا حکم دیدیا ہے اور امان کا اعلان کیا ہے جو ہر شہری اور دیہاتی اور منافق کے لئے ہے میں تیرے

وجئ بالملائكة والنبيين وخسر هنالك المبطلون .... سرت
تاصل الى دمشق .... حان لك الاجل .... فقل بلغ الكتاب
اجله وقد رفع الله قبضت عن افواه حكمته ونطق من كان بالامر
صامتاً ونحن اشباح فوق الامر والنفس دون العقل وارواح فى
القدس نسبة ذاتية وآيات لدنية نسمع ونرى "ما كنت تدرى
ما الكتاب ولا الايمان ولكن جعلناه نوراً نهدى به من نشاء
من عبادنا"[1] وتراهم ينظرون اليك وهم لا يبصرون[2] ....
ونحن معرضون ثلاث خصال .... فان ابيت الا فعل اللعين
فاخرج منها فانك رجيم .... كلا لا وزر ا -

ترجمہ: - خدا کے بندے اور اس کے بہترین اور برگزیدہ ولی معد ابو تمیم معز لدین اللہ امیر المومنین اور خیر النبیین کے فرزند اور افضل الوصیین کے بیٹے کی طرف سے حسن بن احمد (القرمطی) کی طرف ....

اللہ نے اپنے حکم سے ہم کو ایسے اشباح اور ارواح بنا کر نکالا جو قدرت کے ساتھ مالک اور قوت کے ساتھ قادر ہیں (ہم اس وقت موجود تھے) جب کہ نہ کوئی آسمان بنا ہوا تھا نہ کوئی زمین بچھی ہوئی تھی - نہ کوئی آفتاب روشن تھا اور نہ کوئی چاند گردش کرتا تھا .... جو فلک دوّار یا کوکب سیّار اور وہ آثار جو تم (زمین و آسمان) اقطار میں دیکھتے ہو وہ سب ہمارے لئے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے پوشیدہ علم سے آدم و حوّا کو پیدا کیا .... ان سے اولاد ہوئی - ہم اچھے صلبوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتے چلے آرہے ہیں - جب کبھی ہم کسی صلب میں تھے تو اس نے (یعنے اللہ نے) ہمارے ذریعے قدرت اور علم ظاہر کیا یہاں تک کہ جدّ افضل سید المرسلین اور امام النبیین احمد و محمد کا زمانہ آیا - خدا کی رحمت ان پر اور اُن کی آل پر - یہ سب ہمارے لئے وہ دلائل اور مقدمات

(۱) القرآن ۴۲/۵۲　(۲) القرآن ۷/۱۹۸

کی طرف منتقل کیا۔ ان کی زندگی پسندیدہ طور پر بسر ہوئی۔ اور ان کے انتقال کے بعد لوگ انھیں ڈھونڈھتے رہے۔ ان کو راحت، ایمان اور جنت ملی۔ اُن کے لئے "طوبیٰ" ہے۔ اور ان کا انجام اچھا ہے۔ باوجود اس کے روئے زمین پر نہ کوئی جزیرہ ایسا ہے اور نہ کوئی ایسی اقلیم ہے جہاں ہماری حجتیں اور داعی نہ ہوں .... یہ لوگ ہماری رجعت کا ذکر کرتے ہیں اور (بندوں کو) ہمارے عذاب سے ڈراتے ہیں اور انھیں ہمارے "ایام" کی مختلف لغتوں اور زبانوں کے ذریعے خوشخبری دیتے ہیں۔ ہر جزیرے میں لوگ ان سے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ یہی معنیٰ ہیں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے کہ "ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس قوم کی زبان کے ساتھ"

اے عہد کے توڑنے والے کس چیز نے تجھے ہلاک کیا اور کس چیز نے تجھے روکا۔ کیا کسی بات میں تو نے شک کیا۔ یا تو حکمت سے خالی ہے .... تیری خوش قسمتی کے لئے زیادہ اچھی اور تیری شان کے لئے زیادہ شایاں یہ بات تھی کہ تو اپنے آبا و اجداد کے حالات جانتا۔ اگر تو انھیں جانتا تو ان کی سنت پر چلتا اور ان کے زمرے میں شریک ہوتا اور ان کا مذہب اختیار کرتا۔ تاکہ تو ان کا ساصاحب عزم خلف ہوتا اور ان کی مخالفت نہ کرتا لیکن تیرے دل پر ہوس غالب ہے اور تیری عقل پر زنگ آگیا ہے .... کیا تو نے "کتاب السفر" نہیں دیکھی جس میں بیان واضح ہے۔ "تم کہاں بھٹکتے ہو .... قیامت قریب آچکی ہے۔ اور آفتاب مغرب سے طلوع ہو چکا ہے۔ اور فرشتے انبیا لائے جا چکے ہیں۔ اور اہل باطل گھاٹے میں آگئے ہیں .... تو نے بلاد شام کا قصد کیا .... تیری موت قریب ہے .... "کتاب" اپنی مدت کو پہنچ چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے منہ کھول دیئے ہیں اور کل جو شخص خاموش تھا آج وہ گفتگو کر رہا ہے۔

ہم ایسے اشباح ہیں جن کا درجہ "امر" کے اوپر ہے اور نفس کا مقام عقل کے نیچے ہے۔ ہم (عالم) قدس کی وہ ارواح ہیں جن کو نسبت ذاتی

معاملے سے غافل نہیں ہوں اور نہ مجھ سے تیری خبر پوشیدہ ہے اور تو بے شک میری آنکھوں کے سامنے ہے اور میں تیری باتیں سن رہا ہوں جس طرح خدا کہتا ہے :۔ میں دونوں کے ساتھ ہوں سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں تیرا باپ بُرا آدمی نہ تھا اور نہ تیری ماں فاحشہ تھی "........ کیا تو اپنے دادا ابوسعید کی پیروی نہیں کرتا۔ کیا تو ابوطاہر کے عمل کی اقتدا نہیں کرتا۔ کیا تو نے ان کی کتابیں اور خبریں نہیں پڑھیں۔ کیا تو نے ان کی وصیتوں اور اشعار پر غور نہیں کیا کیا تو ان کے مسلک اور آثار سے غائب تھا کیا تو نہیں جانتا کہ وہ ہمارے ایسے بندے تھے جن کی طاقت بڑی جن کا عزم پختہ جن کا امر رشید، اور جن کا فعل حمیدہ تھا۔ ہماری مدد ان کی طرف جاری تھی اور برکتیں ان پر پھیلی ہوئی تھیں۔ یہاں تک کہ انھوں نے شہروں پر غلبہ پا لیا۔ اور ان کے سامنے ہر امیر اور ہر والی سرنگوں ہو گیا۔ ان کو سادات کا لقب مل گیا۔ وہ ہماری بخشش سے سردار بن گئے۔ ہمارا اسا نام انھوں نے پیدا کر لیا۔ ان کی شہرت بلند ہو گئی۔ ان کی ہمتیں کام میں لائی گئیں۔ ان کا عزم پکا ہو گیا۔ ان کی طرف دوسرے شہروں سے ایلچی آنے لگے ان کے رعب سے لوگوں کی گردنیں جھک گئیں ان کے فساد وعناد سے لوگ خوفزدہ ہو گئے اور وہ لوگ خود ہی عباس کے اضداد ثابت ہو گئے .... کسی لشکر نے ان کا مقابلہ نہیں کیا مگر انھوں نے اُسے شکست دی۔ کوئی ایسا رئیس نہ تھا جس نے ان کا سامنا کیا ہو اور انھوں نے اس کو قید نہ کر لیا ہو۔ اور کوئی لشکر ایسا نہ رہا جس کو انھوں نے زیر نہ کیا۔ ہماری (عنایت کی) نظریں ان کی طرف لگی ہوئی تھیں اور ہماری مدد انھیں پہنچتی تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :"ہم بے شک اپنے رسولوں اور مومنوں کی دنیا میں مدد کریں گے اور بے شک ہمارا لشکر ہی غالب ہو گا۔

ہمیشہ سے انکی یہ عادت تھی اور اللہ تعالیٰ کی نظر عنایت ان کی طرف تھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے وہ چیز پسند کی جس کو انھوں نے پسند کیا۔ اللہ نے اُنھیں دار فنا سے دار بقا اور فانی نعمت سے دائمی نعمت

(ج) فکما ان اللہ واحد فرد صمد لاشریک لہ فی ملکہ ولا صاحب لہ ولا ولد لہ کذالک علیؑ واحد فی فضیلتہ احد فرد صمد لاشریک لہ فیہ ولیس لہ کفوا احد۔

ترجمہ:- پس جس طرح اللہ ایک ہے فرد ہے اور بے نیاز ہے کہ اس کے ملک میں اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ اس کا کوئی ساتھی ہے اور نہ اس کا کوئی بیٹا ہے۔ اسی طرح مولانا علیؑ اپنی فضیلت میں ایک ہیں۔ فرد ہیں بے نیاز ہیں۔ آپ کا کوئی شریک نہیں اور نہ کوئی آپ کی برابری کا ہے۔

(۲) رسول اللہ صلعم جاء بکلمۃ الاخلاص وامیر المومنین جاء بمعناہ فلا وصول الی الاول والآخر الا بھما فلاجل ذلک قال علیؑ "انا الاول والآخر"(۱)۔

ترجمہ:- رسول اللہ صلعم کلمۂ اخلاص لائے اور امیر المومنین علیؑ نے اس کے معنی بیان کئے۔ اول و آخر کی طرف ہم نہیں پہنچ سکتے مگر ان دونوں ہی کے ذریعے سے اسی لئے مولانا علی نے فرمایا "انا الاول والآخر"۔

(۳) وعن جعفر بن محمدؑ انہ قال ماجری لاولنا فھو جار لآخرنا والتمام واحد وان کان لکثیف مختلفا والمقامات کالانسان تکون لہ ثیاب ولباس بغیرہ وھو ذلک الانسان بعینہ وقال الباقر(۲) محمد بن علیؑ ماقیل فی اللہ فھو فینا وما قیل فینا فھو فی البلغاء من شیعتنا

ترجمہ:- مولانا جعفر صادق سے روایت ہے کہ جو (رسم) ہمارے اول کے لئے جاری ہوئی وہی ہمارے آخر کے لئے بھی جاری ہونے والی ہے (ہم) سب ایک ہی ہیں۔ ہمارا کثیف مختلف ہے۔ مقامات انسانوں کے مانند ہیں کہ ہر انسان کا ایک الگ لباس ہوتا ہے جو انسان سے مغائر ہے۔ انسان ایک ہی ہے۔ مولانا باقر نے فرمایا ہے کہ جو بات اللہ تعالیٰ

---

(۱) المجالس المؤیدیہ (۲ $\frac{۱}{۳۳-۳۲}$) (۲) تاویل الزکوٰۃ لسیدنا جعفر بن منصور الیمن (صفحہ ۱۴۰)۔

حاصل ہے۔ اور ہم لدنی آئینیں ہیں۔ ہم سنتے ہیں اور دیکھتے ہیں۔ تو نہیں جانتا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے لیکن ہم نے اُسے نور بنایا جس کے ذریعے ہم ہدایت دیتے ہیں اپنے بندوں کو جنھیں ہم چاہتے ہیں۔ اور (اے محمدؐ!) دیکھتے ہو تم ان کو کہ وہ تمھیں دیکھتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں وہ تمھیں نہیں دیکھتے۔ ہم تین باتیں پیش کہتے ہیں.........
اگر تو ملعون ہی کی طرح عمل کرنا چاہتا ہے تو جنت سے نکل بے شک تو مردود ہے .... ہرگز تمہیں کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے۔"

دیگر ائمۂ معصومین کے ارشادات (۱) (ا) عن سلمان الفارسیؓ انہ قال سمعت رسول اللہ صلعم یقول لعلیؑ یا علی فیک مثل من "قل ھو اللہ احد" من قرأھا مرۃ کان اجر من قرا القرآن[1]۔

ترجمہ:۔ سلمان الفارسی سے روایت ہے کہ آپ نے رسول اللہ صلعم کو مولانا علیؑ سے یہ فرماتے سُنا کہ اے علی تم "قل ہو اللہ احد کے مثول ہو جو بھی اسے ایک دفعہ پڑھے گا اسے پورا قرآن پڑھنے والے کا اجر ملے گا۔

(ا۔ب) سئل الصادقؑ عن صفۃ الرب فقال خمس کلمات۔ اللہ احد۔ محمد الصمد۔ فاطمہ۔ لم یتلد الحسن۔ ولم یولد الحسین۔ ولم یکن لامیر المومنین علی بن ابی طالب کفوا احد۔ وقول الصادق ھذا اشارۃ الی لواھیتھم فاما النواسیت فمولود[2]۔

ترجمہ:۔ مولانا صادق سے کسی نے پوچھا اللہ کی کیا صفت ہے۔ آپ نے فرمایا پانچ کلمے ہیں اللہ ایک ہے۔ محمد بے نیاز ہیں۔ فاطمہ سے حسن پیدا نہیں ہوئے اور نہ حسین کسی سے پیدا ہوئے اور نہ کوئی امیر المومنین علی بن ابی طالب کی برابری کا ہے۔ یہ اشارہ ان کی لواہیت کی طرف ہے۔ رہے نواسیت وہ تو پیدا ہوئے ہیں۔

(۱) شرح الاخبار ۲/۱۲ (۲) الشموس الزاھرۃ لسیدنا حاتم۔

آپ نے فرمایا ان کا نام جبرئیل اور اسرافیل ہے پس جو بھی اپنے اولیاء کا بھید چھپائے اور اسے ظاہر نہ کرے او حکمت کو دوسروں سے پوشیدہ رکھے وہ ان کے اہل صفا و اخلاص میں داخل ہوگا۔ اور ملائکہ کا درجہ حاصل کرے گا۔ جن کو ملک دین کی وجہ سے ملائکہ کہتے ہیں۔

(۵) وانما یظهر الله نفسه فی سبعین هیکلا وهو معنی قوله تع "هل ینظرون الا ان یاتیهم الله فی ظلل من الغمام و الملائکة" واجل هیاکله یعنی البیوت الرسل والائمه والامام اجل هیاکلهم والرسل والائمة هم الحجب لله یحتجب بهم واول حجاب احتجب به الباری تع هوا خر ما یظهر لاولیائه وهو معنی قوله هو الاول والاخر وظهر الصادق ع فی صورة کالقمر وظهر فی صورة فاطمة ع وفی صورة محمد ثم التفت عن یمینه فی صورة الحسن وعن یساره فی صورة الحسین ورجع الی صورته وقال هذا کله واحد بلسان واحد یفطن ویتصور کیف یشاء بقدرة رب العالمین وظهر ع فی صورة الانزعینة ورجع الی صورته لجابر بن عبد الله الانصاری قال یا جابر ا یحتمل عقلك هذا۔ هذه قمیصی وملابسی فی کل وقت و زمان (۱)

ترجمہ:۔ بے شک اللہ تع اپنے آپ کو ستر ہیکلوں (یعنی شکلوں) میں ظاہر کرتا کرتا ہے۔ یہی تفسیر ہے اللہ تع کے قول کی کہ کیا یہ لوگ اس کے منتظر ہیں کہ اللہ تع بادلوں کا چھتر لگائے فرشتوں کو ساتھ لئے ان کے سامنے آموجود ہو۔ سب سے بڑی ہیکلیں یعنے "بیوت" انبیاء مرسلین اور ائمہ ہیں۔ ان میں سب سے بڑی ہیکل امام ہے۔ ائمہ اور رسل اللہ تع کے حجاب یعنے پردے ہیں جن میں وہ محتجب یعنے پوشیدہ ہوتا ہے پہلا

---

(۱) زہر المعانی (صفحہ ۴۵-۵۴)

کے متعلق کہی گئی ہے وہ ہم پر صادق آتی ہے اور جو بات ہمارے متعلق کہی گئی ہے وہ ہمارے بلیغ شیعوں پر صادق آتی ہے۔

(۴) قال الصادق جعفر بن محمد اکتموا علینا واطیعوا امرنا نجعلکم الصفوة والخلفاء کما اصطفینا من کان قبلکم فی الامم السالفة لما ادوا امانتنا وکتموا اسرارنا وعملوا باوامرنا فجعلناهم انبیاء ورسلا وجعلنا منهم ملائکة مقربین ولقد کانوا یمشون فی الاسواق کما تمشون ویاکلون الطعام کما تاکلون فاخلصناهم لنا وجعلناهم رسلنا الی الانبیاء فقیل له ومن هؤلاء امیر المؤمنین فقال المسمی بجبرئیل والمسمی باسرافیل فمن کتم سر اولیائه والخفاه ولم یجهر به ولا ابداه وستر الحکمة عما سواه کان صفوتهم ومخلصیهم ونال منزلة الملائکة المسمی بتملیکهم الدین۔[1]

ترجمہ:۔ مولانا جعفر صادق نے فرمایا ہے کہ (اے لوگو) تم ہم کو چھپاؤ اور ہمارا حکم بجا لاؤ، ہم تمہیں مصطفیٰ اور خلفاء بنا دیں گے۔ جیسا کہ ہم نے ان لوگوں کو جو اگلی امتوں میں تھے مصطفیٰ بنا دیا جب کہ انھوں نے ہماری امانت ادا کی، ہمارے بھید چھپائے اور ہمارے احکام کی تعمیل کی۔ پس ہم نے ان کو انبیاء اور رسل بنا دیا۔ اور ان میں سے (بعض کو) ملائکہ مقربین بنایا۔ وہ لوگ اسی طرح بازاروں میں چلتے پھرتے تھے جس طرح تم چلتے پھرتے ہو۔ اور ایسے ہی کھانا کھاتے تھے جیسے تم کھانا کھاتے ہو۔ ہم نے ان کو اپنے لئے مخصوص کر لیا اور ان کو انبیاء کی طرف اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا۔ آپ سے پوچھا گیا۔ اے امیر المؤمنین یہ کون لوگ ہیں۔

(۱) تاویل الزکوٰة لسیدنا جعفر بن منصور الیمن (صفحہ ۱۴۲) ایسے ہی اقوال کے متعلق شہرستانی نے یہ لکھا ہے:۔ وبعض الغلاة یزعمون ان علیا بعث محمدا وسمی نفسه الاها وبعضهم یزعمون انهما الاهان وبعضهم یعتقدون بالاهیة خمسة اشباح (الملل والنحل صفحہ ۸۲)

نحن ادنی البیوت منکم وفینا　　من علینا من الغیوب تدلی
نحن فی اللہ لا حلول ولکن　　مثل ما فی الضیاء ینظر ظلا
نحن اجزاء مطالع النور لما　　طلع النور بالمغیب کلا
نحن لا فی الوریٰ ولا لی خفی　　وبذاک الخفی یشرق الا(۱)

تبصرہ

ہمارے ائمہ کی طرف مذکورۂ بالا جو اقوال اور روایات منسوب کی گئی ہیں۔ ان کو صحیح اور مستند ماننے کے بعد کون یہ کہہ سکتا ہے کہ ہم حلول اور تناسخ کے قائل نہیں ہیں۔ یہی پہلا الزام ہے جو ہم پر لگایا گیا ہے۔ مولانا عبدالمطلب کا یہ کہنا کہ ہم بلند آسمانوں کے رہنے والے ہیں جن میں ہم "انوار و ظلمات" تقسیم کرتے ہیں ہم ہر دور میں لوگوں کی قسمت تقسیم کرتے آئے ہیں اور ہم نے نبی صادق کو بھیجا ہے جس کا قول عربی ہے، مولانا علی کا یہ فرمانا کہ میں ہی اول ہوں اور میں ہی آخر ہوں میں ہی وہ ہوں جس نے آسمانوں کو بلند کیا، میں ہی وہ ہوں جس نے زمین کو بچھایا وغیرہ وغیرہ، مولانا معز کا وہ رسالہ جس میں آپ نے اپنی ذات کو صفات الٰہیہ سے موصوف کیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ ہم ہر زمانے میں تھے اور حضرت آدم سے منتقل ہوتے چلے آرہے ہیں، آخر میں مولانا جعفر صادق کا ائمہ کی مختلف صورتوں میں ظاہر ہونا اور یہ کہنا کہ ہر وقت اور ہر زمانے میں یہ میری قمیصیں اور ملابس ہیں ہمارے حلول وتناسخ کے عقیدے کو روز روشن کی طرح ثابت کرتا ہے۔ کیونکہ حلول وتناسخ کے یہی معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی بشر کی صورت میں ظاہر ہو۔ صوفیوں کا ایک فرقہ بھی یہی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز میں حلول کئے ہوئے ہے اسی وجہ سے ان کے ہاں ہر چیز پر بربنائے "ہمہ اوست" اللہ کے لفظ کا اطلاق کرنا جائز ہے۔ تناسخ ایک مسئلہ

---

(۱) الشموس الزاہرہ لسید ناحاتم بن ابراہیم (صفحہ ۸۰)

وہ پردہ جس میں اللہ تعالیٰ چھپا دیا وہ پردہ ہے جو آخرت میں اس کے اولیاء کے لئے ظاہر ہوگا۔ یہی ہیں معنی اس کے قول "ھو الاول والآخر" کے مولانا جعفر صادق ایک صورت میں جو چاند کی سی تھی ظاہر ہوئے اور آپ مولاتنا فاطمہ کی صورت میں اور محمد کی صورت میں (بھی) ظاہر ہوئے۔ پھر آپ اپنے دائیں جانب حسن کی صورت میں اور بائیں جانب حسین کی صورت میں پھرے۔ پھر آپ نے اپنی اصلی صورت اختیار کی۔ اور فرمایا یہ سب ایک ہی (چیز) ہے۔ جو ایک ہی زبان سے بولتی ہے۔ اور رب العالمین کی قدرت سے جس طرح چاہتی ہے صورت اختیار کرتی ہے۔ پھر آپ "صورت انزعیہ" یعنی مولانا علی کی صورت) میں ظاہر ہوئے۔ اور جابر بن عبداللہ انصاری کے لئے پھر اپنی صورت کی طرف لوٹ گئے۔ آپ نے فرمایا۔ اے جابر کیا تیری سمجھ میں یہ بات آسکتی ہے۔ یہ ہر وقت اور ہر زمانے میں میری قمیصیں اور لباس ہیں۔

(۶) جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ میں نے مولانا علی زین العابدین کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے:۔ "انا عبد اللہ حقا و علی امیر المومنین صدقا واعلی الاسماء الحسنیٰ .... وانا الحفیظ العلیم .... نحن وجوہ الرحمن و بیوت الدیان .... انا کل الکل وغایۃ الغایا انا البری من المثل الاعلی من الشکل وانا بکل شیئ محیط"۔ پھر جابر کہتے ہیں کہ آپ کا پہلا کلام مربوب کا تھا اور یہ کلام رب کا ہے۔ بے شک یہ ایک عجیب بات ہے[1]

(۷) مولانا علی فرماتے ہیں:۔ "انا عین اللہ الناظرہ علی عبادہ"[2]
یعنے میں خدا کی آنکھ ہوں جو بندوں کو دیکھتی ہے۔

(۸) مولانا علیؑ کی طرف یہ شعر منسوب کئے جاتے ہیں:۔
نحن منکم لکم وفی النور نور عز من یستمد منہ وجلا[3]

(۱) زہر المعانی (صفحہ ۵۱۹) (۲) الادعیۃ السبعۃ لمولانا الامام المعز (دعاء یوم الاحد) (۳) کنز الولد لسیدنا ابراہیم بن الحسین (صفحہ ۲۸۰)

علی نے فرمایا "انا الاول و انا الآخر" دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں زمان اول میں تھے اور زمان آخر میں آئے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ عقل اول اور قائم دونوں کی باگ مولانا علی کے ہاتھ میں ہے۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ مولانا علیؑ "اول الفکرۃ و آخر العمل" ہیں۔ ان وجوہ سے آپ نے فرمایا "انا الاول وانا الآخر"۔

مولانا علیؑ آخرت میں معروف اور ظاہر ہیں یعنے اہل حق اپنی عقول کے ذریعے آپ کو پہچانتے ہیں۔ دنیا میں آپ مجہول اور باطن ہیں یعنے جاہل آپ کو نہیں پہچانتے اس لئے آپ نے فرمایا "انا الظاھر والباطن"۔

باری تعالیٰ کو ہم علیم نہیں کہہ سکتے۔ مولانا علیؑ توحید کے عالم ہیں اس لئے آپ نے فرمایا "وانا بکل شیئ علیم"۔

آنحضرتؐ اور امیر المومنینؑ دونوں نفس کلیہ کے مولود ہیں امیر المومنین کا یہ ارشاد کہ میں نے آسمانوں کو بلند کیا وغیرہ اشارہ ہے اسی نفس کلیہ کی طرف جو آپ کا اور آنحضرت صلعم کا عنصر ہے یعنی نفس کلیہ اور یہ دونوں عنصر کی حیثیت سے ایک ہیں۔ یہ قضیہ تو عقل کے لحاظ سے ہے۔ شرع کے لحاظ سے نبی قلم ہے اور وصی لوح ہے۔ اور لوح میں ہر چیز کی صورت ہے (۱)۔

مولانا علیؑ ایک روز کوفہ میں خطبہ پڑھ رہے تھے اتنے میں کسی نے آپ سے پوچھا آپ کو اس امت سے کیا کیا تکلیفیں پہنچی ہیں۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم جو اذیتیں مجھے اگلی امتوں سے پہنچی ہیں وہ ان مصیبتوں سے زیادہ ہیں جو مجھے اس امت سے پہنچی ہیں اس لحاظ سے یہ بات واجب ہوتی ہے کہ آپ "الاول والآخر" ہیں۔ ہر زمانے میں خدا کی ایک حجت کا وجود ضروری ہے جس نے کسی نبی کے وصی سے دشمنی کی اس نے مولانا علیؑ سے بھی دشمنی کی۔ "امر اللہ" ایک ہی ہے جس میں کبھی تبدیلی نہیں ہوتی۔ اس شرح میں کافی بیان وشفا ہے (۲)۔

سیدنا محمد بن طاہر کہتے ہیں کہ مولانا علیؑ کے ارشاد "انا الاول وانا

(۱) المجالس المویدیہ ۱/۳۳۲ (۲) کتاب الکشف لسیدنا جعفر بن منصور الیمن (صفحہ ۱۵-۱۷)

ہے جس کو غلو کرنے والے شیعوں نے مجوس، مزدکیہ، ہندو برہمیہ، فلاسفہ، صابیہ وغیرہ سے لیا ہے ان کا یہ مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بشر کی ہیئت میں ظاہر ہوتا ہے اور حلول سے یہی مراد ہے(۱)

بہرحال آسمانوں کا اونچا کرنا، زمین کا بچھانا، رسولوں کا بھیجنا وغیرہ ایسے افعال ہیں جو باری تعالیٰ کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے کبھی ان کو اپنی طرف منسوب نہیں کیا۔ آپ ہمیشہ یہ فرماتے تھے۔ "انما انا بشر یوحی الیّ انما الھکم الہ واحد" اور اسلام کی یہی تعلیم ہے جس کے باعث اسے شرک سے امتیاز حاصل ہے۔ مولانا عبدالمطلب کے اشعار میں جو بات بہت غور کے قابل ہے یہ ہے کہ آپ کے انتقال کے وقت آنحضرت صلعم کی عمر آٹھ سال سے زائد نہ تھی پھر آپ کے اس قول "نحن ارسلنا نبیاً صادقاً" کے کیا معنی ہوں گے؟ مولانا علیؑ نے منبر پر "انا الاول وانا الآخر" فرمایا جیسا کہ مولانا مؤید کی روایت سے ظاہر ہے(۲)۔ اس وقت کئی اصحاب مسجد میں موجود ہوں گے۔ اگر آپ کا قول تاویل پر بھی محمول کیا جائے تو اہل ظاہر کس طرح سمجھے ہوں گے۔

جب ہم نے دیکھا کہ اہل ظاہر ہم پر حلول اور تناسخ کا الزام لگاتے ہیں(۳) تو ہم نے ایسے اقوال کی تاویل کرنا شروع کی یہاں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن سے یہ اندازہ ہوگا کہ ایسی تاویلیں کہاں تک درست ہو سکتی ہیں۔ خود سیدنا مؤید فرماتے ہیں کہ وہ روایت جس میں مولانا علیؑ کا قول مذکور وارد ہوا ہے۔ سننے میں ہولناک ہے۔ اس کے سمجھنے میں تین گروہ ہو گئے۔ پہلا گروہ وہ ہے جو اسے جھٹلاتا ہے اور آپ کو ایسے غلو آمیز کلام سے منزہ سمجھتا ہے۔ یہ اہل تقصیر ہیں۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو اس کے ظاہری معنی کو سمجھ کر اسے قبول کرتا ہے۔ یہ اہل تفریط ہیں۔ تیسرا گروہ وہ ہے جو اس کے معنی کو ائمہ کے ذریعے سمجھتا ہے۔ اس کے بعد آپ اس طرح قول مذکور کی تاویل کرتے ہیں آنحضرت صلعم اور مولانا علی موجود اول (یعنی عقل اول) کی طرف جس سے مخلوقات قائم ہیں اور موجود آخر (یعنی قائم القیامہ) کی طرف پہنچنے کے ذریعے ہیں۔ اسی وجہ سے مولانا

(۱) شہرستانی (صفحہ ۸۲) (۲) المجالس المؤیدیہ ۱/۲۲ (۳) شہرستانی (صفحہ ۸۲)

وھو بکل شیئ علیم"۔ آپ کے طرزِ عمل سے دو بڑے گروہ گمراہ ہو گئے۔ اور صرف ایک گروہ نے جس کی گنتی تھوڑی سی ہے اس کا مطلب سمجھا جیسا کہ خود سیدنا مؤید نے فرمایا ہے۔ کیا یہ مناسب نہ تھا کہ مولانا علی ایسا ارشاد فرماتے "لا وصول الی الاول و الآخر الا بی و برسول اللہ و انا اول الفکرۃ والآخر العمل و انا الظاہر لبیان المعقول عند المحققین والباطن عن الجہلاء" تاکہ دوسرے دو بڑے گروہ حق کے راستے سے نہ بھٹکتے۔ خاصکر آپ جیسے مرشدان دین کا ہر جملہ بلکہ ہر جملے کا ایک ایک لفظ سنجیدہ ہونا چاہئے تاکہ وہ ہدایت کا ذریعہ ثابت ہو۔ خاص کر توحید کے بارے میں جو اسلام کا اصل مقصد ہے۔ ان پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد ہر صاحب عقل و فہم اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ ایسا کلام مولانا علی نے ہرگز نہ فرمایا ہوگا۔ یہ صرف آپ کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔ اس کی تائید سیدنا ابوحاتم الرازی کے قول سے ہوتی ہے۔ آپ اپنی تالیف "کتاب الزینۃ" میں فرماتے ہیں:۔ "قوم قالوا فی الغلو بھم وادعوا انھم الھۃ وزعموا ان الائمۃ حجب ومقامات وان الالہ یحل فی الاجسام وینتقل من جسم الی جسم وقالوا بالتناسخ (وھم) العلیائیہ والعینیہ والمیمیہ والمخمسۃ واما المخمسۃ فھم الذین زعموا ان محمداً وعلیاً وفاطمہ والحسن والحسین صلعم خمستھم شیئ واحد والروح حالۃ فیھم بالسویۃ لا فضل لواحد علی آخر"[1] سیدنا کے قول سے ظاہر ہے کہ جو لوگ ائمہ کو حجب اور مقامات اور پنجتن پاک کو ایک ہی سمجھتے ہیں وہ اہل تناسخ و حلول ہیں۔ اب اگر ہم مولانا جعفر صادقؑ کے قول نمبر (۴) کو صحیح تسلیم کر لیں تو ہم بھی یقیناً اہل تناسخ و حلول میں شمار کئے جائیں گے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ مولانا موصوف جیسے بزرگ امام نے کس طرح اپنے پیروؤں کو ایسی گمراہ کن تعلیم دی ہوگی جو اسلام کی تعلیم سے بالکل الگ ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ نے کبھی ایسا ارشاد نہیں فرمایا ہوگا[2] اور آپ کے والد بزرگ مولانا باقرؑ کے عہد

(۱) کتاب الزینہ $\frac{۲}{۱۴۱-۱۴۲}$ (۲) مقدمہ عنوان "ہم اسماعیلیوں پر اہل ظاہر کے الزامات"

الآخر وانا الظاہر وانا الباطن" سے اکثر شیعوں نے آپ کو خدا سمجھ لیا۔ لیکن اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ گذشتہ ادوار کی صورتوں کے جو آپ میں جمع ہیں اول و آخر ہیں۔ ۲ انا الباطن سے یہ مراد ہے کہ آپ علم باطن کے حامل ہیں۔ اور انا الظاہر سے یہ مطلب ہے کہ آپ معجزات الاہیہ کے ذریعے ہماری آنکھوں کے لئے ظاہر ہوئے۔ اعمال ظاہرہ اور علوم تاویلیہ باطنہ مومنین کی صورتوں کو قائم رکھتے ہیں۔ مولانا علیؑ کے اس قول کی کہ میں ہی وہ ہوں جو آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کے لئے نقل کیا گیا۔ میں ہی وہ ہوں جس نے انبیاء بنائے (یعنی بھیجے) اور میں ہی وہ ہوں جس نے مرسلین بھیجے، یہ بھی شرح کی جاتی ہے کہ آپ نے یہ کلام ان صورتوں کی زبان سے فرمایا جو آپ کے ضمن میں دورِ فترت سے لے کر آپ کے زمانہ تک موجود تھیں (۱)۔

اقوال مذکورہ کی یہ بھی تاویل کی جاتی ہے کہ" انا الاول والآخر وانا الظاہر والباطن" جیسے کلمات ائمہ نے عقل عاشر یا عقل اول کی زبان سے کہے ہیں لیکن یہ تاویل حلول کو اور زیادہ ثابت کرتی ہے گویا باری تعالیٰ "عقول عشرہ" میں حلول کرتا ہوا ائمہ تک پہنچا ہے۔

ان تاویلوں کی صحت یا عدم صحت کا فیصلہ ہر عقلمند کر سکتا ہے۔ ان میں اس قدر اختلاف ہے کہ مولانا علی کا اصل مقصد ظاہر نہیں ہوتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس تاویل کرنے والے کے خیال میں جو تاویل آگئی اس نے اُسے قلمبند کر دیا اور یہ نہیں سوچا کہ اس میں اور اصل کلام میں کوئی ربط بھی ہے یا نہیں (۲)۔ ان کے مان لینے کے باوجود اصل سوال یہ باقی رہ جاتا ہے کہ مولانا علی یا کسی اور امام نے اپنے آپ کو کیوں ایسے اوصاف سے موصوف کیا ہوگا جو باری تعالیٰ کی ذات سے مخصوص ہیں جیسا کہ قرآن میں وہ فرماتا ہے "سبح للہ ما فی السموات والارض وهو العزیز الحکیم۔ له ملك السموات والارض یحی و یمیت و هو علی کل شیءٍ قدیر۔ هو الاول والآخر والظاهر والباطن

---

(۱) [illegible]الانوار اللطیفہ (سرادق ۳ باب ۲-۴) (۲) فصل تاویل (۴) عنوان تاویلی اختلاف اور اس کے اسباب = ذیلی نوٹ۔

۱۔ ان هذا هو نطق [illegible] الذی هو صدر عالم الطبیعة [illegible] السمی الزاهر نمبر ۲۹-۱۱۰

ہوتا ہوں جس کی قدرت اور مشیت بڑی ہے (اور دعا کرتا ہوں) کہ وہ تجھ پر اور ان سب پر درود بھیجے۔

حالانکہ اللہ تعم اس طرح فرماتا ہے :۔ " وان المساجد لله فلا تدعوا مع الله احدا[1] ۔ وما امروا الا لیعبدوا الله مخلصین له الدین حنفاء[2] ۔ واذ قال لقمٰن لابنه وهو یعظه یا بنی لا تشرك بالله ان الشرك لظلم عظیم[3] ۔ ایاك نعبد و ایاك نستعین[4] ۔"

ترجمہ :۔ اور مسجدیں تو خدا ہی (کی عبادت) کے لئے ہیں تو (لوگو!) ان میں خدا کے ساتھ کسی (اور) کو نہ پکارو .... اور ان کو یہی حکم دیا گیا ہے کہ خالص اللہ ہی کی بندگی کی نیت سے ایک رخ ہو کر اس کی عبادت کرو اور ایک وقت (وہ بھی تھا کہ) لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے وقت اس سے کہا کہ بیٹا! کسی کو خدا کا شریک نہ ٹھیرانا ۔ اس میں شک نہیں کہ شرک بڑے ظلم کی بات ہے۔

(اے خدا) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔

اسی طرح "یا علیاہ" یا فاطمتاہ" یا حسناہ" یا حسیناہ اور یا امام الزمان یا طیباہ کہہ کر ہم دعائے مذکور پڑھتے ہیں۔

اس سلسلے میں عقیقہ کی دعا بھی قابلِ غور ہے جو بکری ذبح کرتے وقت پڑھی جاتی ہے :" بسم الله وبسم رسول الله وبسم امیر المومنین علی بن مولانا ابی طالب وبسم مولاتنا فاطمة الزهراء وبسم مولانا الحسن .... وبسم الطیب ابی القاسم امیر المومنین صلوٰت الله علیهم اجمعین[5] "

قربانی اللہ تعم کے ہی لئے ہوتی ہے اور اس پر اسی کا نام لیا جاتا ہے لیکن ہم نے اس کے نام کے ساتھ، آنحضرت، مولانا علی، مولاتنا فاطمہ اور اکیس اماموں

---

(۱) القرآن $\frac{۷۲}{۱۸}$ (۲) القرآن $\frac{۹۸}{۵}$ (۳) القرآن $\frac{۳۱}{۱۲-۱۱}$ (۴) القرآن $\frac{۱}{۴}$ (۵) صحیفة الصلوٰة ۔ عقیقہ کی دعا (صفحہ ۹۷) ۔

کے غلو کرنے والے بڑے بڑے داعیوں مثلاً مغیرہ بن سعید اور ابو الخطاب نے ایسی غلط روایتوں کو آپ کی طرف منسوب کر کے خود سردار بننے کی کوشش کی۔[1] ان کے بعد اُن کے شاگرد میمون القداح اور ان کے بیٹے عبد اللہ نے تو ایک ایسی دعوت (انجمن) قائم کی جس کے تفصیلی واقعات آئندہ آئیں گے۔ اس دعوت کا اصل اصول یہ قرار دیا کہ مولانا محمد بن اسماعیل ساتویں ناطق یعنی ساتویں رسول ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے شریعت محمدی کے ظاہر کو معطل کر دیا۔ اسماعیلی تاویل یعنی علم باطن کے اصول بھی جس میں احکام شریعت "امثال" سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتے۔ ایسے ہی داعیوں کی ایجاد ہے جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔ یہ چند اہم واقعات ہیں جن کا یاد رکھنا اس تالیف کے پڑھنے والوں کے لئے ضروری ہے کیونکہ اسماعیلی مذہب کا دار و مدار انہی پر ہے۔

یہاں اس امر پر بھی توجہ دلانا ضروری ہے کہ ہم بجائے اللہ تعالیٰ ہی کو پکارنے اور اسی سے مدد مانگنے اور اسی پر بھروسہ کرنے کے اس کے بندوں کو پکارنے لگے اور ان سے مدد مانگنے لگے اور ان پر بھروسہ کرنے لگے جیسا کہ ہماری دعاؤں سے واضح ہے:- یا محمداہ یا محمداہ۔ یا محمداہ انی استجیر بك فاجرنی وانی استعین بك فاعنی وانی اتوکل علیك فلا تخذلنی و انی اتوسل بك الی عاشر العقول وبك وبه الی جمیع العقول الابداعیة وبك وبهم الی من جلت قدرته وعظمت مشیئته ان یصلی علیك وعلیهم اجمعین[2]

ترجمہ:- اے محمد! اے محمد! بے شک میں تجھ سے پناہ کا خواستگار ہوں تو مجھے پناہ دے۔ اور بے شک میں تجھ سے مدد مانگتا ہوں۔ تو مجھے مدد دے۔ اور بے شک میں تجھ پر بھروسہ کرتا ہوں تو مجھے تنہا بے پناہ نہ چھوڑ۔ میں تیرے وسیلے سے عقل عاشر کی طرف متوجہ

---

(۱) دعائم الاسلام (ذکر منازل الائمہ) (۲) صحیفۃ الصلوٰۃ باویسے کی دعا (صفحہ ۱۰۴) یہ دعا سیدنا محمد بن طاہر (متوفی ۵۸۴ھ) کی ہے جو سیدنا ابراہیم کے مکاسر تھے۔

شرک کی حقیقت ہماری دعوت کی کتابوں میں اکثر مقامات پر یہ کہا گیا ہے کہ "الشرك فى الحدود ولا فى المعبود" یعنے شرک حدود (دین) میں ہو سکتا ہے معبود میں نہیں ہو سکتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ منصوص کو ماننے کی بجائے غیر منصوص کو ماننا شرک ہے۔ مولانا جعفر صادق نے فرمایا ہے کہ آیۂ کریمہ "ویل للمشرکین الذین لا یوتون الزکوۃ" میں مشرکین وہ افراد ہیں جنھوں نے مولانا علیؑ کی ولایت میں شرک کیا۔[1] یعنے آپ کو خدا کا ولی ماننے کے بجائے دوسرے کو خدا کا ولی مانا۔

سیدنا موید اپنی ایک مجلس میں فرماتے ہیں کہ یہود شرک سے بری ہیں کیونکہ باری تعالٰی کے متعلق ان کا اور مسلمانوں کا عقیدہ ایک ہی ہے۔ نصاریٰ مشرک نہیں کہے جا سکتے۔ اگرچہ وہ تین کو ملا کر ایک کہتے ہیں تو یہ بھی مشرکین میں شامل نہیں کیونکہ وہ ضد کے قائل نہیں اور ضد ہی شریک ہے اب صرف عبدۃ الاصنام

(۱) تفصیل کے لئے اسی بحث کا تبصرہ ملاحظہ فرمائیے کتاب الکشف (صفحہ ۱۴۱)

کے نام بھی شریک کر دیے۔ جاہلیت میں بھی بت پرست اپنی قربانیوں پر بتوں کے نام لیتے تھے۔

ہماری توحید کے متعلق ایک مستشرق نے کیا خوب کہا ہے کہ اسماعیلی اپنے امام کو اس قدر بڑھا دیتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور اللہ کو گرہن لگ جاتا ہے۔

توحید کی بحث کے اختتام پر اس قدر کہنا کافی ہوگا کہ بے شک باری تعالیٰ پر اوصاف و نعوت کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا وہ ان سے منزہ و مبرا ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ عقل اول یا عقل عاشر یا امام ان تمام اوصاف و نعوت سے موصوف ہے۔ جو کچھ بھی ہم باری تعالیٰ کے متعلق کہتے ہیں وہ مجبوری کی حیثیت ہے جیسا کہ خود سیدنا حمید الدین کرمانی فرماتے ہیں: "وانا وجدنا اذا قلنا على الله فانما نقوله للاضطرار الى العبارة ولامتناع الامر فيها على النفس الا بالامور المحدثة المستفادة معرفتها من قبل الحس"(1) اہل ظاہر بھی یہی کہتے ہیں۔ اب ہم اور وہ دونوں برابر ہو گئے پھر یہ کہنے کے کیا معنی کہ ہم ہی توحید کے مسئلے کو حقیقی طور پر سمجھتے ہیں اور اہل ظاہر توحید کرنا نہیں جانتے اس لئے وہ مشرک ہیں جیسا کہ آئندہ فصل سے معلوم ہوگا۔

---

(۱) راحۃ العقل (سور ۲۶ ۔ مشرع ۷)
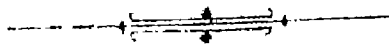
لیکن خود آپ نے اپنی دوسری تصنیف "کتاب الہمہ فی آداب اتباع الائمۃ" میں یہ بحث کی ہے کہ جو شخص زکوٰۃ نہ دے اس کی نماز قبول نہیں کی جائے گی اور وہ مسلمان نہیں ہو سکتا جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے: "واذا انسلخ الاشھر الحرم فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ فخلوا سبیلھم"۔ (۱) مولانا جعفر صادق فرماتے ہیں کہ مشرک کے سوا کوئی شخص زکوٰۃ میں خیانت نہیں کرتا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "ویل للمشرکین الذین لا یوتون الزکوٰۃ"۔ یہی نہیں بلکہ روایت مذکورہ کے قبل اس سے متصل ہی خود سیدنا نے ایسی بحث کی ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ امت اسی بات پر متفق ہے کہ جو شخص کسی فریضے کو منکراً چھوڑ دے وہ کافر اور حلال الدم ہے اگرچہ کہ وہ اپنی زبان سے خدا کا اقرار اور رسول کی تصدیق کرتا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ (۲) "وویل للمشرکین الذین لا یوتون الزکوٰۃ" اللہ تعالیٰ نے انھیں ایمان سے خارج کر دیا کیونکہ انھوں نے زکوٰۃ نہیں دی۔ اسی وجہ سے تمام لوگوں نے آنحضرت صلعم کے بعد بنو حنیفہ سے جنگ کرنا اور ان کے بال بچوں کو قید کرنا حلال سمجھ لیا اس لئے کہ انھوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا (۳) سیدنا حمید الدین کرمانی بھی یہی کہتے ہیں کہ جو شخص زکوٰۃ نہ دے وہ مسلم نہیں ہے مولانا علی یہ فرماتے ہیں کہ "مانع الزکوٰۃ مشرک" اللہ تعالیٰ ایسا فرماتا ہے: فاذا انسلخ .... سبیلھم وان تابوا واقاموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ فاخوانکم فی الدین"۔ اللہ تعالیٰ نے نہ کسی تائب کی توبہ اور نہ کسی مشرک کا اسلام قبول کیا یہاں تک کہ اس نے نماز پڑھی اور زکوٰۃ دی (۴)

سیدنا جعفر بن منصور الیمن اپنی کتاب تاویل الزکوٰۃ میں فرماتے ہیں "وکوی اللہ بھا مانعیھم جباھھم .... وجعلھم مشرکین فقال مانع

---

(۱) القرآن $\frac{9}{5}$ (۲) کتاب الہمہ (صفحہ ۶۶) (۳) دعائم الاسلام (ذکر الایمان) (۴) تنبیہ الھادی والمستھدی (صفحہ ۹۶)۔

یعنے بتوں کی پوجا کرنے والے باقی رہ گئے۔ یہ لوگ عقلاء مکلفین ہی میں داخل نہیں ہیں کہ ان پر مشرکین کا لفظ صادق آسکے۔ کلام مجید میں مشرکین کا ذکر تو ہے۔ ان کا وجود ہونا چاہئے۔ اس لئے مشرک وہ ہے جو رسول ہونے کا دعویٰ کرے۔ اور وہ رسول نہ ہو یا جو وصی ہونے کا دعویٰ کرے اور وہ وصی نہ ہو۔[1] اور یہی شرک صحیح ہے ذہرانی والمکذبین سے وہ افراد مراد ہیں جنہوں نے مولانا علیؑ کی ولایت کو جھٹلایا۔[2] ایک دوسری مجلس میں سیدنا موصوف فرماتے ہیں کہ یہود اور نصاریٰ کا شرک "شرک جلی" ہے اور اولیاء اللہ اور ان کے حدود میں شرک کرنا "شرک خفی" ہے۔ خلاصہ ان تمام بیانوں کا یہ ہے کہ حقیقی مشرکین وہ ہیں جنہوں نے مولانا علیؑ کی ولایت میں شرک کیا۔ "لئن اشرکت لیحبطن عملک" کی تفسیر یہ ہے کہ اے رسول! اگر تم نے علی کو چھوڑ کر کسی اور پر نص کی اور اس کو اپنا خلیفہ بنایا تو تمھارا عمل ضرور گر جائے گا یعنے تمھاری رسالت ضرور بے کار ثابت ہوگی۔

تبصرہ

مولانا جعفر صادق کی طرف جو روایت مذکورہ منسوب کی گئی ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرے والد (یعنے مولانا باقر) نے ایک روز جابر سے پوچھا اے جابر! کیا اللہ تعالیٰ نے مشرکین پر زکوۃ فرض کی ہے؟ جابر نے کہا نہیں۔ صرف مومنین پر زکوۃ فرض ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تمھیں اللہ تعالیٰ کا یہ قول یاد نہیں؟:- "وویل للمشرکین الذین لا یؤتون الزکوٰۃ وھم بالآخرۃ ھم کافرون"[3] جابر نے یہ کہا مجھے ایسا معلوم ہوا کہ میں نے یہ آیت کبھی نہیں پڑھی حالانکہ وہ خدا کی کتاب میں موجود ہے۔ آپ نے فرمایا یہ آیت ان لوگوں کی شان میں نازل ہوئی ہے جنھوں نے علی کی ولایت میں شرک کیا۔ دعائم الاسلام کے "ذکر الایمان" میں سیدنا قاضی نعمان نے یہ تفصیل کی ہے۔

---

(۱) المجالس المویدیہ ۱/۴۲-۵۱ (۲) شرح الاخبار ۳/۹۹ (۳) القرآن ۴۱/۶-۷

رہے کہ سیدنا کے اوپر کے دو بیانوں میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے۔ بیان اول میں آپ فرماتے ہیں کہ نہ نصاریٰ مشرک ہیں اور نہ یہود اور نہ ثنویہ لیکن بیان ثانی میں فرماتے ہیں کہ ثنویہ اور نصاریٰ کا شرک، شرک جلی ہے اور اولیاء اللہ اور ان کے حدود میں شرک کرنا شرک خفی ہے۔

الزکوٰۃ مشرک کما قال تعالیٰ و ویل للمشرکین الذین لایؤتون الزکوٰۃ ومن لایودی الزکوٰۃ لاصلوٰۃ لہ[1]

ان بیانات کے بعد وہ روایت جس میں مولانا جعفر صادقؑ نے جابر سے زکاتِ مشرکین کے متعلق دریافت فرمایا ہے کس طرح درست ہو سکتی ہے۔ اگر اس کی شانِ نزول میں مولانا علیؑ کی ولایت میں شرک کرنے والوں کی طرف اشارہ ہوتا تو سیدنا حمید الدین کرمانی اور سیدنا جعفر بن منصور الیمن بھی اپنی کتابوں میں اس کا ضرور ذکر کرتے جس طرح سیدنا قاضی نعمان نے کیا ہے۔ اس لئے کہ ولایت کا مسئلہ تمام شیعی فرقوں کے اعتقاد کے مطابق بہت اہم ہے اور اسی پر تمام اعمال کی بنیاد ہے۔ اگر ولایت نہ ہو تو سارے اعمال بیکار ثابت ہوتے ہیں۔ بخلاف اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ ان دونوں جلیل القدر بابُ الابواب نے آیۂ مذکورہ کی وہی تفسیر کی ہے جو اہلِ ظاہر کرتے ہیں[2] ولایت میں شرک کرنے والوں کا مطلق ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ دعائم الاسلام علمِ ظاہر کی کتاب ہے اور تنبیہ الہادی والمستہدی اور تاویل الزکات کا شمار علمِ باطن یعنی تاویل کی کتابوں میں ہوتا ہے دعائم الاسلام کی روایت یہ کہتی ہے کہ یہ آیت انہی لوگوں کی شان میں اتری جو "شرک فی الولایت" کرتے ہیں۔ مخفی نہ رہے کہ یہ آیت ان آیتوں میں شامل ہے جن کا ظاہر ہمارے قول کے مطابق مستقیم نہیں ہوتا[3]۔ ورنہ مولانا باقرؑ کے سوال کے کیا معنیٰ؟

شرک کے متعلق سیدنا مؤید کا یہ فرمانا کہ "عبدۃ الاصنام عقلاً کالمعنیین ہی نہیں ہیں کہ وہ مشرکین کہے جاسکیں نہایت حیرت انگیز ہے۔ مشرکین کے وجود کا کس طرح انکار کیا جاسکتا ہے۔ اسلام اسی شرک کو مٹانے کے لئے تو آیا ہے بلحوظ خاطر

---

(۱) تاویل الزکوٰۃ (صفحہ ۳) (۲) ان الامتناع من الزکوٰۃ یوجب الکفر (الرازی ۲ھ) وما ارتدت بنو حنیفہ الا بمنع الزکوٰۃ (ملا اسرار التنزیل ۵۲ھ) (۳) ایسی روایتوں کے لئے ملاحظہ ہو فصل ۲۰

پابندی اٹھ جاتی ہے[1]۔ باطن یعنے اسرار الٰہیہ منبروں پر علانیہ بیان کئے جاتے ہیں
صاحب جثہ ابداعیہ کی وفات کے بعد جو اس دور کے پہلے مستقر امام ہوتے ہیں۔ آپ کا بیٹا آپ کا جانشین ہوتا ہے۔ اسی طرح آپ ہی کی نسل میں یعنے باپ کے بعد بیٹے میں امامت کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ پچاس ہزار سال کے بعد دین میں فترت (فتور) پیدا ہو جاتی ہے۔ امام الزمان کی حکومت میں ضعف نمایاں ہونے لگتا ہے۔ مومنین کی دینداری میں فرق پڑ جاتا ہے۔ باطل حق پر آہستہ آہستہ غالب ہوتا جاتا ہے۔ یہ حالت تین ہزار سال تک رہتی ہے۔ اسی لئے اس دور کو "دور فترت" کہتے ہیں۔ اس کے آخر میں جب امام الزمان یہ دیکھتے ہیں کہ اب بغیر شریعت کے ظاہری احکام کے لوگ خدا کے دین کو نہیں سمجھیں گے تو وہ خود چھپ جاتے ہیں۔ اور اپنی جگہ ایک مستودع کو قائم کرتے ہیں جو "دور ستر" کا پہلا رسول ہوتا ہے۔ ایسے مستقر امام ہدایت کرتے ہیں کہ وہ ایک ظاہری شریعت وضع کرے۔ اور اس کے باطن کو سمجھانے کے لئے اپنا ایک مددگار قائم کرے یہ مددگار وصی کہا جاتا ہے۔ اس دور میں مستقر اماموں کا سلسلہ جاری تو رہتا ہے لیکن چھپا ہوا۔ داعیوں کو بھی خبر نہیں ہوتی کہ امام الزمان کس شہر میں ہیں[2]۔ مستقر ین

---

(۱) کہا جاتا ہے کہ ہمارا اسماعیلی مذہب کا ایک عام عقیدہ یہ ہے کہ جب امام ظاہر رہتا ہے تو شریعت مخفی ہو جاتی ہے اور جب شریعت ظاہر ہوتی ہے تو امام مخفی ہو جاتا ہے (شہرستانی)۔ اس کی شرح کے لئے اس کے بعد کا بیان غور سے پڑھیئے جس کی ابتداء "صاحب جثہ ابداعیہ کی وفات" سے ہے (۲) تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو فصل "مولانا عبداللہ کا چھپ جانا") اس کا مقابلہ اخوان الصفاء کے بیان سے کیجئے:۔ "وربما کانوا (ای الخلفاء) ظاهرین بالعیان موجودین فی المکان فی دور الکشف وبالضد من ذلك فی دور الستر غیر انهم فی دور الستر لایکونون مفقودی الوجود جملة من اعدائهم فاما اولیاءهم فیعرفون مواضعهم ومن اراد قصدهم تمکن منه ولو کان غیر ذلك کان منه خلو الزمان من الامام الذی هو حجة الله علی خلقه وهو لا یرتفع حجته ولا ینقطع الحبل الممدود بینه وبین عباده فهم اوتاد الارض وهم الخلفا فی الحقیقة فی الدور بن جمیعا (رسائل اخوان الصفا ۴۔۶)

فصل (۳)

ادوارِ ثلاثہ :- یعنی دورِ کشف، دورِ فترت اور دورِ ستر

دورِ کشف، دورِ فترت اور دورِ ستر

ہم نے پہلی فصل میں بیان کیا ہے کہ صاحب جثۂ ابداعیہ نے ستائیس مددگاروں کے ذریعے خدا کے دین کی طرف دعوت شروع کی۔ اور عقلِ عاشر کی غلطی کی وجہ سے جو عالمِ جسمانی پیدا ہوا اس کو راہِ راست پر لانے کا کام شروع کیا۔ لوگوں کو مستجیب یعنی مومن بنایا۔ ان کا دور دورِ کشف کہلاتا ہے جو پچاس ہزار سال کا ہوتا ہے۔ اس دور میں خیر غالب اور شر مغلوب رہتا ہے۔ اولیاء اللہ کے دشمنوں کا تسلط بہت کم ہو جاتا ہے۔ ایماندار وں اور مخلصوں کی تعداد بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔ شیطان کی قوت بالکل گھٹ جاتی ہے۔ امامت کا آفتاب ہمیشہ چمکتا رہتا ہے۔ اس طویل دور میں صرف مستقر اماموں کا وجود کافی ہوتا ہے۔ ناطق (رسول) یعنی صاحبِ ظاہر اور اساس (وصی) یعنی صاحبِ باطن اور دوسرے حدود کی ضرورت نہیں پڑتی کیونکہ اس میں شریعت کے ظاہری احکام نہیں ہوتے تاکہ ان کی تاویل کی ضرورت ہو۔ ظاہری شریعت بالکل مرتفع ہو جاتی ہے یعنی اس کی قید اور

سات ہزار سال ہے اور اس کی تاویل بھی کر چکے ہیں۔ یہ اختلاف قابل غور ہے۔

حضرت آدم اور ان کی حقیقت

ہمارے دور ستر کے پہلے ناطق (رسول) یا مستودع تیموم بن سجلاح ہیں جن کا نام عبداللہ ہے[1]۔ لیکن یہ عام طور پر آدم سے مشہور ہیں۔ ان کو دور کشف کے آخری مستقر امام ہنید نے قائم کیا۔ اسی وجہ سے یہ آدم کے مقیم کہے جاتے ہیں۔ جب انھوں نے دیکھا کہ دین میں فترت واقع ہوگئی ہے اور لوگ ان کی طاعت سے پھرتے جاتے ہیں اور ان میں یہ صلاحیت باقی نہیں رہی کہ انھیں عام طور پر کھلم کھلا علم باطن کی تعلیم دی جائے تو انھوں نے دور ستر کی تمہید شروع کی۔ خود بھی چھپ گئے۔ اور علم باطن کو بھی عام لوگوں سے چھپا دیا۔ اور اپنی دعوت کے حدود یعنے ارکان میں سے جن کی تمثیل مٹی سے دی گئی ہے ایک حد کو اپنا نائب مقرر کیا اور اسے یہ حکم دیا کہ وہ ظاہری شریعت کی طرف تمام لوگوں کو دعوت دے لیکن علوم باطن یا تاویل چند خاص لوگوں کے سوا جو اس کے مستحق ہوں کسی کو نہ بتائے۔ آدم کی پیدائش کی یہی تفسیر ہے۔ آیۂ کریمہ واذ قال ربك للملائكة اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابليس" میں رب

---

(۱) سرائر النطقاء لسیدنا جعفر بن منصور الیمن (صفحہ ۲۹ تا ۴۲) حضرت آدم کے قصے کی تاویل بھی ملاحظہ فرمایئے۔ (فصل ۴) وان آدم کان رأس هذا الكور وكان قبله اكوار لا يمكن لامثالنا الوقوف عليها اذ هي روحانية (سرائر النطقا۔ صفحہ ۱۱) ایسے ہی اقوال کی وجہ سے ہمارے مخالفین نے ہم پر ابطال شریعت اور قدم عالم کا الزام لگایا ہے۔ چنانچہ ہارونی کہتا ہے:۔ وغرض هولاء الملاحدة فی ما ادعوه من الباطن هو التوصل الى ابطال الشرائع والقول بقدم العالم وهو قولهم ان آدم لم يكن اول البشر وان آدم قبل آدم الى حيث لا يمكن عدده ليتوصلوا به الى نفی الملائكة ونفی البعثة (الرسالة الكافية فی الرد على الهارونی (ثلاثة عشر رسالة لسیدنا حمید الدین)

کی جگہ مستودعین کام کرتے ہیں جن کو ان کی تائید پہنچتی ہے اس دور کی مدت سات ہزار سال ہے[1] جب لوگوں میں یہ صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ دین کے باطنی اسرار کو بغیر ظاہری شریعت کی مدد کے سمجھیں تو اس دور کے آخر میں قائم القیامہ ظاہر ہوتے ہیں جو دور کشف کے پہلے امام ہوتے ہیں۔ یہ امام شریعت ظاہری کو معطل کر کے شریعت باطنی کے اظہار کا آغاز کرتے ہیں۔ اور علانیہ اسرار الٰہیہ سے لوگوں کو واقف کراتے ہیں اب حجت کا عہدہ جو باطنی دعوت کا صدر ہوتا ہے مرتفع ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ کہا جاتا ہے کہ قائم القیامہ کے حجت قائم سے پہلے ظہور فرمائیں گے اور لوگوں کو جبراً و قہراً یعنی زبردستی خدا کے دین پر لائیں گے۔ آپ کے بعد قائم القیامہ ظہور فرما کے دور کشف کی ابتدا کریں گے جس کی مدت پچاس ہزار سال ہو گی۔ اسی طرح دور کشف، دور فترت اور دور ستر یکے بعد دیگرے جاری رہیں گے یہاں تک کہ عالم جسمانی کی صورتیں نجات حاصل کر کے عقل عاشر کے ضمن میں پہنچ جائیں۔ دور کشف اور دور ستر کی مدتوں کی دلیل کلام مجید سے لی گئی ہے سیدنا حمید الدین فرماتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کے قول "نٓ والقلم" میں اسی راز کی طرف اشارہ ہے۔ کلمۂ نون میں تین حروف ہیں پہلا حرف "ن" ہے جو دور کشف پر دلالت کرتا ہے کیونکہ ابجد کے حساب سے "ن" کے عدد پچاس ہیں۔ اس کے بعد "و" ہے جس کے عدد چھ ہیں پھر اس کے بعد "ن" ہے جس کے عدد پچاس ہیں۔ یعنے دور کشف کے بعد جس کی عمر پچاس ہزار سال ہو گی دور ستر آئے گا جس کی مدت چھ ہزار سال ہے۔[2] ابھی ہم کہہ چکے ہیں کہ دور ستر کی مدت

(۱) بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ اس کی تاویل سات ناطقوں کی مدت ہے کیونکہ "الف" ناطق پر مشتمل ہے۔ یہاں سال کے معنی ظاہری سال کے نہیں ہیں۔ آنحضرت صلعم کی طرف یہ حدیث منسوب کی جاتی ہے "عمر الدنیا سبعة آلاف سنة بعثت فی آخر الف منها" لیکن یہ تاویل بھی اصلاح طلب معلوم ہوتی ہے کیونکہ آپ چھٹے ناطق ہیں نہ کہ ساتویں (۲) حرف "ن" وہ رمز ہے جسے سیدنا حمید الدین نے "رموز کبار" میں شامل کیا ہے (دیکھو رسائل الرسالة الحاوية) اس کی شرح مولانا محمد بن طاہر نے کی ہے (الانوار اللطیفہ سرادق ۲ - باب ۳ فصل ۴)

کا دور شروع ہوا۔ آپ اپنے دور کے مستقر امام بھی تھے۔ گویا اب مستقر امام ظاہر ہو گئے۔ اسی وجہ سے یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم چاروں مراتب نبوت، رسالت، وصایت اور امامت کے مالک تھے۔ آپ نے حضرت اسحٰق کو ظاہری شریعت کے لئے اور حضرت اسماعیل کو باطنی شریعت کے لئے قائم کیا وفدیناہ بذبح عظیم کی یہی تاویل ہے۔ گو اس میں کچھ اختلاف ہے جیسا کہ تبصرہ سے معلوم ہوگا۔ آپ کے دور کے بعد ناطق رابع یعنے حضرت موسٰی کا دور شروع ہوا۔ جو امام مستقر نہ تھے۔ آپ کے مقیم مولانا "اد" اور آپ کے وصی مولانا ہارون تھے۔ آپ کے دور کے بعد ناطق خامس یعنے حضرت عیسٰی کا دور شروع ہوا جن کے مقیم مولانا خزیمہ اور وصی شمعون صفا تھے آپ کے دور کے بعد ناطق سادس یعنے آنحضرت صلعم کا دور شروع ہوا۔ آپ کے مقیم مولانا ابوطالب اور وصی مولانا علی ع تھے۔ آپ کے دور کے بعد ناطق سابع (یعنی ساتویں رسول) مولانا محمد بن اسماعیل کا دور شروع ہوا جو دور روحانی اور قائم کا دور کہا جاتا ہے۔ یہ سب انبیاء اس وجہ سے نطقاء کہے جاتے ہیں کہ ان میں سے ہر نبی نے اپنے پیش رو نبی کی شریعت کو معطل یعنے منسوخ کر کے ایک جدید شریعت وضع کی[1]۔ چنانچہ مولانا محمد بن اسماعیل نے شریعت محمدی کے ظاہر کو معطل کر کے باطنی شریعت جاری کی جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔

تبصرہ

ادوار ثلاثہ کے تصور کا ماخذ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے "حقائق" کے معارف ہماری دعوت ہی کے افادات ہیں۔ یہ ایسے رموز و اسرار ہیں کہ اہل ظاہر ان

---

(۱) النطقاء هم الذين ينطقون بالتنزيل والشرائع فهم آدم ونوح وابراهيم وموسى وعيسى ومحمد وهو احمد ومحمد المهدي الناطق السابع فهم بيوت وحي الله (كتاب الكشف۔ صفحہ ۱۵۲)۔

امام مستقر مراد ہے جنھوں نے ملائکہ یعنے اپنے حدود سے کہا کہ میں آدم کو تمھارا صدر مقرر کرنے والا ہوں تم ان کی اطاعت کرو۔ حضرت آدم کا بڑا دشمن شیطان جو باطنی دعوت میں شریک تھا۔ اس نے انھیں علم ظاہر کے ساتھ علم باطن بھی لوگوں کو بتانے اور قائم القیامہ کے رتبے پر کچھ روشنی ڈالنے کی رغبت دلائی۔ ان سے یہ کہا کہ اگر وہ ایسا کریں تو ان کا مشن ترقی کرے گا۔ اور ان کی دعوت میں لوگ کثرت سے داخل ہوں گے۔ یعنے اس درخت کے پھل کھانے کی رغبت دلائی جس کے استعمال کی امام مستقر نے ممانعت کی تھی۔ حضرت آدم اس دھوکے میں آگئے اور علم باطن کے چند نکتے عوام پر ظاہر کر دئے۔ اس جرم کے سرزد ہوتے ہی وہ اپنی جنت یعنے باطنی دعوت سے نکال دئے گئے اور ظاہری دعوت کے صدر مقرر کئے گئے۔ اس زمانے سے علم باطن بالکل چھپا دیا گیا۔ سوائے مخصوص لوگوں کے اور کسی کو نہیں بتایا جاتا۔ علم باطن کی تعلیم کے لئے آدم نے اپنے وصی ہابیل کو مقرر کیا۔ دور ستر میں ظاہری شریعت کا معلم ناطق (یعنے رسول) ہوتا ہے اور باطنی شریعت کا معلم اساس (یعنی وصی) ہوتا ہے۔ دور کشف میں اس تقسیم کار کی ضرورت نہیں پڑتی جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کیونکہ اس وقت ظاہری شریعت یعنے اعمال مرتفع ہو جاتے ہیں۔ محض باطنی شریعت یعنے علم باطن باقی رہ جاتا ہے

حضرت آدم کے بعد چھ ناطقوں کا قیام حضرت آدم کے بعد آپ کے قائم مقام آپ کے وصی مولانا ہابیل ہوئے۔ مولانا ہابیل نے دعوت باطن کے لئے اپنا ایک مددگار مقرر کیا جسے حجت کہتے ہیں اور جو آپ کے بعد آپ کے جانشین ہوئے۔ اسی طرح آپ کے دور میں یکے بعد دیگرے ائمہ ہوتے رہے[1] یہاں تک کہ ناطق ثانی یعنے حضرت نوح کا دور آیا جن کو آپ کے زمانے کے مستقر امام مولانا ہود نے قائم کیا۔ آپ کے وصی مولانا سام تھے آپ کے دور کے بعد ناطق ثالث یعنے حضرت ابراہیمؑ

(۱) اساس التاویل لسیدنا القاضی نعمان (ابتدائے قصہ آدم)

معرفت کے درخت کا پھل نہ کھانا ورنہ فوراً مر جاؤ گے ہم نے اس کی بجائے یہ تاویل کی ہے کہ "اے آدم تم قائمُ القیامہ کی حد (رتبہ) کے قریب نہ جانا ورنہ باطنی دعوت سے نکال دئے جاؤ گے" جس طرح اکثر کتابوں میں لکھا ہے :- "الشجرة حد قائم الزمان الآخر"[1]۔ لیکن سیدنا جعفر بن منصور الیمن نے اس تاویل کی تردید کی ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ شجرہ سے مراد نہ قائم کا مرتبہ ہے نہ آپ کی حد کیونکہ (یہ اچھی چیز ہے اور) اللہ تعالیٰ صرف "فحشاء و منکر" یعنی بری چیزوں ہی سے روکتا ہے۔ اس لئے "شجر" سے مراد ظالم اول اور ظالم ثانی کا ترکہ ہے اللہ تعالیٰ نے آدم کو منع کیا کہ وہ ان دونوں کو علم باطن نہ بتائیں اور نہ ہی ان کی کوئی باطل بات سنیں۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں :- الشجرة لا شجرة البر ولا مرتبة القائم ولا حده لان الله لا ینهی الا عن الفحشاء والمنكر وانما هی مرتبة اول الظلمة وثانیهم وحدهما من زخارف القول وتحریف الكلام۔ نهی الله ان یفاتح بعلم الباطن الظالمین وان یسمعهم منه شیئاً وان یصغوا الی مافی ایدیهم من الباطل[2]۔ باب الابواب سیدنا جعفر بن منصور الیمن کی تاویل کے مقابلے میں دوسرے داعیوں کی تاویل ہرگز درست نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ آپ عصمت کے حامل ہیں اور امام اصغر کہے جاتے ہیں۔ تاویل جیسے روحانی علم میں اتنا تضاد و تناقض کس طرح ہو سکتا ہے۔ کیا مولانا علیؑ نے جو اس علم کے سرچشمہ ہیں ایسی تاویلیں بتائی ہوں گی؟ ہرگز نہیں۔ یہ تاویلیں تو ہم نے اپنی سیاسی تحریک کو قوی بنانے کے لئے ایجاد کی ہیں تاکہ ظالم اول اور ظالم ثانی کو بری سے بری شکل میں پیش کر سکیں

اسی طرح ذبح عظیم کی تاویل میں سیدنا جعفر بن منصور الیمن اور سیدنا قاضی نعمان کے درمیان اختلاف ہے۔ مقدم الذکر سیدنا فرماتے ہیں :- "لما تواضع اسحاق لاخیه اسماعیل جاء ملك یقول ان الله

---

(۱) اساس التاویل لسیدنا القاضی نعمان بن محمد وغیرہ (۲) تاویل الزکوة (صفحہ ۱۹۵-۱۹۶)

ان سے واقف نہیں لیکن ان کی کتابوں کے مطالعے کے بعد ہمارا یہ دعویٰ ثابت نہیں رہتا۔ چنانچہ ادوارِ ثلاثہ یعنے دورِ کشف، دورِ فترت اور دورِ ستر کا مقابلہ ہندی فلسفے کے چار یوگوں (۱) "کریتا یوگا" (۲) "تریتا یوگا" (۳) "دوا پرا یوگا" اور (۴) "کالی یوگا" سے کیا جاسکتا ہے۔ پہلے یوگا میں محض خیر ہی ہوتا ہے۔ گھٹتے گھٹتے کالی یوگا میں خیر کا صرف چوتھا حصہ رہ جاتا ہے۔ یعنے شر خیر پر غالب ہو جاتا ہے۔ پھر کریتا یوگا شروع ہوتا ہے۔ اسی طرح عالم کا نظام جاری رہتا ہے۔ اس سے اس امر کا انکشاف ہوتا ہے کہ "حقائق" کے اکثر مسائل خاص کر جو جزا اور سزا سے تعلق رکھتے ہیں ہندی فلسفے سے لئے گئے ہیں جو ہم سے کئی صدی پہلے مدون ہو چکا ہے۔

"ف" سے اشارہ دورِ ستر کی طرف ہے۔ گویا کشف کے دو دوروں کے درمیان ایک دورِ ستر ہوگا جس کی مدت چھ ہزار سال ہوگی لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے دورِ ستر کو ختم ہونے کو ابھی تقریباً چھ سو سال باقی ہیں۔ آدم سے لے کر مولانا قائمؑ کے ظہور تک چھ ہزار سے بھی زیادہ سال ہو جاتے ہیں(۱)۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سب باتیں قیاسی ہیں۔ حالانکہ ہمیں یہ ہدایت دی گئی ہے کہ ہم مذہبی امور میں قیاس نہ کریں۔ کیونکہ قیاس ایک گمراہ کن راستہ ہے۔ "اول من قاس ابلیس" کی حدیث آنحضرت صلعم کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔

شجرۂ ممنوعہ اور ذبحِ عظیم کی تاویلوں میں اختلاف

آدم جس درخت کے قریب ہونے سے منع کئے گئے تھے اس کی تاویل خود نور ان میں موجود ہے:۔

"واما شجرۃ معرفۃ الخیر والشر فلا تاکل منہا لانک یوم تاکل منہا موتاً تموت"(۲) یعنے اے آدم تم خیر و شر کی

---

(۱) اسی وجہ سے ہم کو یہ تاویل کرنا پڑی کہ چھ ہزار سال سے چھ ناطقوں کی مدت مراد ہے کیونکہ "الف" ناطق پر مشتمل ہے۔ اس پر ابھی ہم بحث کر چکے ہیں۔ (۲) الکتاب المقدس (صفحہ ۲۵)۔

مستقر (مقیم یعنی قائم کرنے والے)	مستودع	وصی
(۱) حضرت ہنید	———	حضرت آدم — حضرت ہابیل
(۲) حضرت ہود	———	حضرت نوح — حضرت سام
(۳) حضرت صالح	———	حضرت ابراہیم (مستقر) — حضرت اسماعیل
(۴) حضرت اد	———	حضرت موسیٰ — حضرت ہارون
(۵) حضرت خزیمہ	———	حضرت عیسیٰ — حضرت شمعون
(۶) حضرت ابوطالب	———	حضرت محمدؐ — حضرت علی (مستقر)

فصل (۴)

مولانا عبدالمطلبؑ مولانا عبداللہؑ اور مولانا ابوطالبؑ

———(٭)———

اس فصل میں ہم آنحضرت صلعم کے قیام کی مفصل کیفیت بیان کریں گے۔ جس سے آپ کے دادا مولانا عبدالمطلبؑ آپ کے والد مولانا عبداللہؑ اور آپ کے چچا مولانا ابوطالبؑ کے مراتب پر روشنی پڑے گی۔ اس میں بھی ہماری کتابوں میں بڑا اختلاف ہے۔ جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔

آنحضرت صلعم کے دادا مولانا عبدالمطلب حضرت ابراہیمؑ کی ذریت سے ہیں۔ آپ بھی حضرت ابراہیمؑ کی طرح حضرت عیسیٰؑ کے دور میں مستقر امام تھے۔ یعنی آپ میں نبوت، رسالت، وصایت اور امامت چاروں مراتب جمع تھے۔ آپ نے اپنے دو فرزندوں مولانا عبداللہ اور مولانا ابوطالب کو خدا کے امر (وحی) سے الگ الگ رتبے دئے۔ پہلے کو نبوت ورسالت کے رتبے دے کر ظاہری دعوت کا صدر بنایا اور دوسرے کو وصایت وامامت کا درجہ دے کر باطنی دعوت کا رئیس مقرر کیا۔ مولانا عبداللہ کے انتقال کے وقت آنحضرت صلعم پیدا نہیں ہوئے

(۱) کنز الولد (صفحہ ۲۹۶) ۲ الانوار اللطیفہ (فصل ۵ - باب ۱ - سرادق ۳) ٭ یہ مستقرین اور مستودعین کا پورا سلسلہ کسی کتاب میں نہیں ملتا۔

قد اخلص اسحاق .... لاحاجة لك باخذ العهد عليه فانه يفي بالعهد وضمن الملك عنه الوفاء فلم يأخذ ابراهيم على اسحاق العهد .... فالملك هو الذبح العظيم[1] بخلاف اس کے سیدنا قاضی نعمان کا یہ قول ہے:- قال ابراهيم لاسماعيل يا بني اني آخذ عليك ميثاق الامامة فاقيمك اماما قال اسماعيل يا ابت افعل ما تؤمر صابر على حمل الاثقال للدعوة لما خضع اسماعيل فديناه بذبح عظيم اي اسرى ابراهيم اسماعيل الى حد التائيد والستر واسكنه عن المفاتحة والبيان والمناظرة بالظاهر ونصب لذلك اسحاق دونه كان اسماعيل في حد الاساسية و اسحاق دونه في حد الامامة اى فدينا اسماعيل باسحق واسحاق ذبح عظيم[2]" ان دونوں تاویلوں میں جو اختلاف ہے وہ محتاج بیان نہیں سیدی ایمن جی بن جلال ان دو تاویلوں کا خلاصہ اس طرح بیان کرتے ہیں:- ولباب المعنى كان اسماعيل للوصاية والاساسية واراد ابراهيم ان يعطيه الامامة وهو دونها نصب اسماعيل على ذلك الاخذ وما اعترض عليه فجزاه الله على صبره[3]" لیکن اصل اختلاف ویسا ہی باقی رہتا ہے۔ ذبح عظیم فرشتہ ہے یا حضرت اسحاق؟

حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کو مستودعین میں شامل کیا گیا ہے۔ ان کے درمیان حضرت ابراہیم کا مستقر امام کی حیثیت سے ظاہر ہونا تعجب سے خالی نہیں۔ یہ شاید اس وجہ سے کہ آنحضرت صلعم اور مولانا علی، حضرت ابراہیم کی نسل سے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ مستودع اور مستقر کی تفریق ہم نے اپنے اسماعیلی مذہب کے نظام کو برقرار رکھنے کے لئے کی ہے۔ مستقرین اور مستودعین کا تختہ ملاحظہ ہو۔

---

(۱) کتاب الشواهد والبيان (صفحہ ۱۱۲-۱۱۸) (۲) اساس التاویل (قصہ ابراہیم) (۳) التعلیقات علی اساس التاویل لسیدی ایمن جی بن جلال

اور مولانا علی کو اپنے پانچ حدود[1] کے سامنے بلا کر آنحضرت صلعم کو رتبۂ وصایت و امامت کے متعلق مولانا علی کے کفیل اور مستودع بنائیں۔ چنانچہ حضرت خدیجہ نے آپ کے حکم کے متعلق عمل کیا اور شرح و بسط سے آنحضرت صلعم کے سامنے کہا کہ مولانا علی آپ کے وصی اور آپ کے علم کے وارث ہیں اور آپ کی یعنی مولانا علی کی ذات وہ ہے جس میں چاروں مراتب نبوت، رسالت، وصایت اور امامت جمع ہیں[2]۔

تبصرہ

اوپر کے بیانات سے واضح ہے کہ مولانا ابوطالب چار عظیم الشان مراتب یعنی نبوت، رسالت، وصایت اور امامت کے مالک تھے[3]۔ آپ ہی زمانۂ ستر و تقیہ کے آخری امام تھے جنھوں نے آنحضرت صلعم کو قائم کیا۔ گویا آپ ہمارے اصول کے مطابق آنحضرت کے "رب" تھے لیکن سیدنا قاضی نعمان کی نقل کردہ روایتوں میں آپ کو گمراہ غیر عاقل اور عبادت اسلام کے ایک بڑے رکن سجدہ کو حقارت کی نظر سے دیکھنے والا ظاہر کیا گیا ہے۔ یہ روایتیں حسب ذیل ہیں:—

(۱) مولانا علیؑ فرماتے ہیں کہ جب ابوطالب گزر گئے تو میں رسول اللہ صلعم کے پاس آیا اور کہا کہ اے رسول اللہ آپ کا گمراہ چچا مر گیا۔

---

(۱) پانچ ارکانِ دعوت جو آنحضرت صلعم اور آپ کے رب یعنی مولانا ابوطالب کے درمیان معلموں کی حیثیت سے تھے ان کے نام یہ ہیں:— (۱) ابی بن کعب (۲) زید بن عمرو (۳) عمرو بن نفیل (۴) زید بن اسامۃ (۵) بحیرا راہب۔ یہ پانچ ارکان ولایت، طہارت، صلوٰۃ، زکوٰۃ اور صوم کے مقابل میں گویا ہر ایک نے آنحضرت کو ایک رکن شریعت کی تعلیم دی آخر میں آپ نے حضرت خدیجہ سے تعلیم پائی (کنز الولد صفحہ ۴۹۷-۵۱۵) (۲) ان یستکفل محمداً لعلی علی رتبۃ الوصایۃ والامامہ ویستودع فیھماله (ومولانا علی) ھو الذی تجتمع الیہ المراتب الاربع وھو مستقر الباطن (کنز الولد صفحہ ۵۱۵)۔

تھے[1]۔ اس لئے مولانا عبدالمطلب نے اپنے فرزند مولانا ابوطالب پر نص کر کے انھیں آنحضرت صلعم کا کفیل بنایا۔ اسی وجہ سے مولانا ابوطالب "ذوالکفل" کہلاتے ہیں[2]۔ تاکہ آپ اپنے انتقال کے وقت نبوت و رسالت کا رتبہ آنحضرت کے سپرد کریں۔ مولانا ابوطالب نے خدیجہ بنت خویلد، میسرہ، بحیرا اور ورقہ کو حجت کے رتبے میں قائم کیا۔ آپ کے لئے بارہ نقیب نہ تھے۔ کیونکہ آپ صاحب ودیعت یعنے صاحب امانت تھے جیسا کہ حضرت موسیٰ کے دور میں ہوا۔ موسیٰ نے یوشع بن نون کو اپنے فرزند ہارون کے لئے جو سن بلوغ کو اس وقت نہیں پہنچے تھے مستودع بنایا[3]۔ مولانا ابوطالب نے نبوت و رسالت کا رتبہ آنحضرت صلعم کو اور وصایت و امامت کا درجہ مولانا علی کو دیا۔ مولانا عبداللہ کے قائم مقام آنحضرت صلعم اور مولانا ابوطالب کے جانشین مولانا علی ہوئے۔ ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ مولانا عبداللہ نے اپنے انتقال کے وقت اپنے والد مولانا عبدالمطلب کو آنحضرت صلعم کا کفیل بنایا تاکہ وہ اپنے بعد نبوت و رسالت کا عہدہ آنحضرت کے سپرد کریں[4]۔ مولانا ابوطالب کی شان عظمت و جلالت اس سے ظاہر ہے کہ آپ میں بھی مولانا عبدالمطلب کی طرح چاروں مراتب جمع ہو گئے تھے[5]۔ آپ نے اپنی حجت حضرت خدیجہ کو آپ کی بعثت کے ایک روز بعد سہ شنبہ کو ظہر کے وقت اللہ تعالیٰ کے امر و وحی سے یہ حکم دیا کہ وہ آنحضرت صلعم

---

(۱) یہ مشہور روایت ہے لیکن سیدنا ابراہیم فرماتے ہیں کہ اس وقت آنحضرت صلعم مہد میں یعنے گہوارے میں تھے حضرت النقلة لعبد اللہ وولدہ محمد فی المھد (کنز الولد صفحہ ۴۹۷) (۲) "ذوالکفل" قرآن میں ایک نبی کا نام ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "واسمٰعیل وادریس وذا الکفل کل من الصالحین" (القرآن $\frac{۲۱}{۸۵}$) ان کی وجہ تسمیہ میں اختلاف ہے۔ (۳) سرائر النطقاء (صفحہ ۱۳۸ - ۱۴۰) (۴) کنز الولد (صفحہ ۴۹۶) (۵) الانوار اللطیفہ (فصل ۵ - باب سرادق ۳)

عقل و فہم کے لحاظ سے نہ تہمت زدہ تھے اور نہ ان میں کوئی نقصان پایا جاتا تھا غرض کہ کہاں ہیں عقل کی حجتیں بمقابلہ تصدیق مفروضہ اور قبول عن الرسول کے (۱)۔

(۳) سیدنا حمید الدین کرمانی نے بھی قیاس و رائے کی تردید میں یہی حجت پیش کی ہے اور ولید بن مغیرہ اور مولانا ابو طالب کی عقلوں کی مذمت کی ہے۔ کیونکہ انھوں نے خدا کے حکم کو نظر انداز کر کے اس چیز کو اچھا سمجھا جسے ان کی عقلوں نے اچھا بتایا۔ اس کے علاوہ آپ نے ایک اور واقعہ بیان کیا ہے کہ مولانا ابو طالب باوجود اپنی فضیلت اور عقل کے انتقال کے وقت جب ان سے ایمان لانے اور کلمۂ شہادت پڑھنے کے لئے کہا گیا تو انھوں نے کہا اگر لوگوں کے کہنے کا خوف نہ ہوتا تو میں موت سے ڈر گیا تو ضرور میں ایمان لاتا اور کلمۂ شہادت پڑھتا (۲)۔

(۴) حضرت رسول خدا نے جس رات کو مولانا علی کو اپنے بچھونے پر سونے اور اپنی امانتوں کو ادا کرنے کا حکم دیا تھا یہ بھی آپ نے فرمایا تھا کہ تم اس کے بعد مجھ سے ملو۔ آپ نے ایسا ہی کیا۔ جانے سے پہلے آپ اپنی والدہ فاطمہ بنت اسد کے پاس گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ کی والدہ نے پوچھا "کون ہے" آپ نے جواب دیا "میں ہوں علی" آپ کی والدہ نے کہا "کیا لات وعزیٰ تم سے بری ہیں" آپ نے کہا "آہستہ بولئے اور سونے والوں کو ہشیار نہ کیجئے اور اپنے مہمان کو جگہ دیجئے۔ لات وعزیٰ جیسا کہ آپ نے کہا ہے مجھ سے بری ہیں اور میں ان سے بری ہوں (۳)

(۵) آنحضرت صلعم جب مولانا علی کی والدہ کو دفن کر چکے تو آپ ان کے سرہانے بیٹھ کر سننے لگے۔ پھر آپ نے فرمایا "تیرا بیٹا تیرا بیٹا۔ نہیں نہیں نہیں علی علی" جب آپ واپس تشریف لے چلے تو آپ کے اصحاب نے کہا۔ اے رسول اللہ آج ہم نے آپ سے ایسی بات سنی جو کبھی نہیں سنی تھی۔ اس سے آپ کا کیا مطلب ہے۔ آپ نے فرمایا جب مرحومہ قبر میں دفن کی گئیں تو ان کے پاس دو فرشتے

---

(۱) اختلاف اصول المذاہب (صفحہ ۱۸۴-۱۸۶) (۲) تنبیہ الھادی والمستھدی۔ (صفحہ ۸۵ تا ۹۴) (۳) شرح الاخبار ۱/۲

رسول اللہ نے مجھ سے فرمایا جاؤ انھیں دفن کر دو۔ اور پھر میرے پاس آنے تک کوئی کام نہ کرنا۔ میں نے انھیں دفن کیا۔ پھر میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے غسل کرنے کا حکم دیا اور مجھے ایسی دعائیں دیں جن کے مقابلہ میں ان تمام چیزوں کو جو زمین پر ہیں ہیچ سمجھتا ہوں۔

(۴) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "کیا ان کی عقلیں اس بات کا حکم دیتی ہیں یا وہ ایک سرکش قوم ہیں" پس اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ وہ لوگ اہل عقل ہیں اور اس نے ان کے ایک سردار کی سمجھ کی تعریف کی جسے ولید بن مغیرہ کہتے ہیں۔ قریش نے اس بارے میں اس سے مشورہ کیا کہ وہ رسول اللہ صلعم کے متعلق کیا کہیں۔ اس نے بہت غور کے بعد یہ کہا کہ تم رسول اللہ کو جادوگر کہو۔ اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ اس طرح بیان کرتا ہے (کیونکہ جب اس سے قرآن کی نسبت پوچھا گیا) تو اس نے سوچا اور انکل پچو جو چاہا کہا۔ اس پر خدا کی مار۔ (دیکھو تو) کیسی انکل دوڑائی۔ پھر (دوبارہ) غور کیا۔ پھر تیوری چڑھائی اور منہ بنایا۔ پھر پیٹھ پھیر کر چلتا بنا اور شیخی بگھارنے لگا کہ یہ (قرآن) تو بس (ایک قسم کا) جادو ہے۔ جو (اگلوں سے) چلا آتا ہے۔ یہ قرآن تو بشر ہی کا کہا ہوا ہے۔ عنقریب ہم اس کو دوزخ میں جھونک دیں گے[1]"۔ دیکھو یہ وہ شخص ہے جو قریش کا سردار اور ان میں کا بڑا عقلمند ہے۔ اس کی عقل نے اسے جس نتیجے پر پہنچایا اسے اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ ہم دوزخ میں جھونک دیں گے۔ اور دیکھو یہ ابو طالب بن عبد المطلب جو قریش کے سردار اور ان کے اہل فضل میں شامل تھے رسول اللہ سے ان کو بڑی نسبت حاصل تھی۔ انہی کے ذریعے اللہ نے آپ کو ابتدائے اسلام میں قوت دی اور ان ہی کے سبب سے قریش آپ کے قتل سے رک گئے۔ وہ رسول اللہ کی فضیلت کو خوب جانتے تھے۔ انھیں یقین تھا کہ جو پیام رسول اللہ نے پہنچایا وہ حق تھا۔ ان کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ کے معاملے پر غور و فکر کر کے کہا کہ میں خوب جانتا ہوں کہ محمد کا لایا ہوا پیام حق ہے لیکن میں اسے بہت ہی برا سمجھتا ہوں کہ سجود کے وقت میرے سر سے میرے سرین اونچے ہوں[2]۔ دیکھو یہ وہ نتیجہ ہے جسے ابو طالب کی نظر نے پیدا کیا۔ حالانکہ وہ اپنی

---

(۱) ترجمۂ قرآن ۷۴: ۱۸-۲۴ (۲) شرح الاخبار ۲/۲۰ میں "ما تعلوا ستی س اسی" کی جگہ "ما تعلونی استی" ہے

والمستهدی" کے ہیں جو بہت مستند معتبر اور خاص اہل دعوت کے لئے لکھی گئی ہیں۔ شرح الاخبار کی روایتیں بھی کچھ کم نہیں جیسا کہ اس کے مقدمے سے ظاہر ہے۔ اگر یہ روایتیں اہل ظاہر کی ہوتیں تو سیدنا قاضی نعمان ضرور تنبیہ کر دیتے کہ ان کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ اہل ظاہر چونکہ مولانا عبد المطلب کا رتبہ نہیں جانتے تھے اس لئے انھوں نے ان کے متعلق اس طرح لکھا ہے۔ ان تمام روایتوں پر غور کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سیدنا جعفر بن منصور الیمن اسماعیلی مذہب کی حقیقت سے واقف تھے۔ بخلاف سیدنا قاضی نعمان بن محمد اور سیدنا حمید الدین کرمانی کے جن کو مولانا ابوطالب کے جلیل القدر استقراری رتبے کی خبر تک نہ تھی ورنہ آپ کی شان میں ایسے مذموم الفاظ ان کی زبان سے نہ نکلتے۔ اسی وجہ سے سیدنا جعفر بن منصور الیمن نے آیۂ "واذ قال ربك للملائكة" میں رب سے مراد امام مستقر کی بتائی ہے[1]۔ اور سیدنا قاضی نے کہا ہے کہ رب سے مقصود اللہ تعالیٰ ہے[2]۔ بنجملہ اور مثالوں کے اسماعیلی اختلاف تعلیم کی یہ بھی ایک مثال ہے۔ کتب مذکورہ جیسی ہدایت کی کتابوں میں تقیہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ورنہ تقیہ اور عدم تقیہ کے محل کا امتیاز بہت مشکل ہو جائے گا اور ہدایت کا مقصد حاصل نہ ہوگا۔"

حوالہ نمبر (۴) میں مولانا علیؑ کی والدہ کا آپ سے یہ پوچھنا کہ کیا لات وعزیٰ تم سے بری ہیں نہایت غور کے قابل ہے۔ کیونکہ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب آنحضرت صلعم ہجرت کر چکے تھے۔ یعنے کئی سال مولانا علیؑ آنحضرت کے ساتھ نماز پڑھ چکے تھے۔

حوالہ نمبر (۵) نہایت عجیب وغریب ہے کیا مولانا علیؑ کی والدۂ ماجدہ کو یہ خبر نہ تھی کہ مولانا علیؑ امام ہیں حالانکہ ابوطالب کی وصیت اسی فصل میں بیان کی جا چکی ہے۔

---

(۱) کان اسم امام العصر الذی قال انی جاعل فی الارض خلیفة هنید وکان اسم ضده وهو ابلیسه الحارث بن مرة (سرائر النطقاء صفحہ ۳۴ - ۳۵)

(۲) اساس التاویل - قصۂ آدم (خاطبهم الله بما یعرفون)

آئے اور ان سے پوچھا تمہارا رب کون ہے تو انھوں نے اس کا جواب دیا۔ پھر پوچھا تمہارے نبی کون ہیں؟ انھوں نے اس کا بھی جواب دیا۔ پھر پوچھا تمہارے امام کون ہیں۔ یہ سنتے ہی خاموش ہوگئیں۔ میں نے کہا۔ تمہارا بیٹا تمہارا بیٹا۔ یہ سن کر انھوں نے عقیل عقیل کہا۔ میں نے کہا۔ نہیں نہیں۔ علی علی (۱)

(۶) مولانا ابوطالب کی طرف کئی شعر منسوب کئے جاتے ہیں جن میں یہ بھی ہیں :-

فواللہ لولا ان اجیٔ بسبة — تجرّ علی اشیاخنا فی المحافل
لکنا اطعناہ علی کل حالة — من الدھر جدا غیر قول التھازل

حوالہ نمبر (۱) میں لفظ ضال کی ہم یہ تاویل کرتے ہیں کہ لوگ ابوطالب سے گمراہ تھے نہ کہ خود ابوطالب (۲)۔ یہ تاویل عرفِ عام سے بالکل الگ ہے۔ کہنے والے مولانا علی اور سننے والے آنحضرت صلعم۔ اب "ضال" کہنے کی کیا ضرورت۔ کیا مولانا علی صرف اتنا کہتے کہ "اے رسول اللہ آپ کے چچا وفات پاگئے" تو کافی نہ تھا۔ مولانا ابوطالب جیسی بزرگ ہستی کی شان ہیں جو چار عالی شان مراتب یعنے نبوت، رسالت، وصایت و امامت کی جامع ہو۔ ایسے گمراہ کن الفاظ کا استعمال کس طرح روا رکھا جاسکتا ہے۔

حوالہ جات نمبر (۲) اور (۳) میں مولانا ابوطالب کو ولید بن مغیرہ کے ساتھ شریک کرکے یہ کہنا کہ ان دونوں نے رسول اللہ کی تصدیق کو چھوڑ کر اپنی ناقص عقلوں سے کام لیا کہاں تک درست ہوسکتا ہے۔ ولید بن مغیرہ کے قیاس نے اسے جہنم میں پہنچا دیا۔ کیا ہم یہی حکم مولانا ابوطالب پر بھی لگا سکتے ہیں؟ حوالہ جات مذکورہ "اختلاف اصول المذاھب" اور "تنبیہ الھادی"

---

(۱) المجالس المستنصریہ (اٹھارہویں مجلس) (۲) "ووجدك ضالا فھدیٰ" کی بھی یہی تاویل کی گئی ہے۔ سیدنا قاضی نعمان بن محمد نے ایک مقام پر اس طرح بھی فرمایا ہے :- ووجدك ضالا فھدیٰ ای ووجدك ضالا عن سبیل النبوة فھداك بالتأیید الیھا (اساس التاویل فی قصة موسیٰؑ)

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔" ما تریٰ فی خلق الرحمٰن من تفاوت" انھوں نے ایسے مراتب طلب نہیں کئے جن کے وہ مستحق نہ تھے۔ یہ سب ملائکہ بالفعل اور معصوم ہیں اور چار درجے انبیاء مرسلین سے افضل ہیں۔ سیدنا موصوف نے اس مقام پر طویل بحث کی ہے۔ جو تقریباً چھ صفحوں پر مشتمل ہے ان کے بعض حصے بجنسہ یہاں درج کئے جاتے ہیں:۔

الملائکۃ المقربون ھم الائمۃ المعصومون وھم افضل من الرسل المویدین .... لایعصون اللہ ما امرھم ویفعلون یامرون ...... والملائکۃ بالفعل ھم المقربون فوق الرسل باربع درجات لان الانبیاء وقعت منھم الذنوب والمعاصی ثم نالتھم التوبۃ والرحمۃ اذ عصیانھم متوجہ الی الطاعۃ فکانوا غیر معصومین لطلبھم مراتب فوق مراتبھم لم یستحقوھا وکان اسسھم معصومین لانھم لم یطلبوا فوق حدھم کآدم وما ذکرہ اللہ من عصیانہ ویوسف وموسیٰ وداؤد وماحکی اللہ فی قصۃ نبینا محمد فی قولہ لیغفر لک اللہ ماتقدم من ذنبک وما تاخر"(۱) ولیس بین الرسل والملائکۃ مساواۃ فی الحقیقۃ .... وکذالک ان المومنین المعصومین لاتجری علیھم الذنوب کما ان الذنوب لاتجری علی المویدین من الملائکۃ"(۲)

مولانا علیؑ کی طرف ایک حدیث منسوب کی جاتی ہے جس میں آپ خود فرماتے ہیں کہ میری وہ منزلت ہے جو کسی بشر کے دل پر نہیں گزری اور میری وہ حد ہے جس کو کسی نے نہیں پہچانا۔ البتہ ربوبیت اور الاہیت بشر کے دل پر گزرتی ہے اور اہل حق اسے پہچانتے ہیں(۳)" انا الاول والآخر والظاھر والباطن و انا مثبات النبیین وانا ارسلت المرسلین" جیسے اقوال بھی مولانا علیؑ کی

(۱) تاویل الزکوٰۃ لسیدنا جعفر بن منصور الیمنؒ (صفحہ ۱۴۹-۱۵۶)
(۲) ان کتابوں کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (فصل ۲۱) (۳) زہر المعانی لسیدنا ادریس (صفحہ ۴۳۰)۔

فصل (۵)

آنحضرت صلعم اور مولانا علیؑ

(۱) آنحضرت کو مولانا ابو طالب نے قائم کیا یعنی آپ کو نبوت و رسالت کے رتبے سے سرفراز کرکے وصایت و امامت کے رتبے کے متعلق مولانا علی کا کفیل بنایا جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ آپ نے اپنی زندگی میں ظاہری شریعت کی تبلیغ کی اور باطنی شریعت کے لئے مولانا علی کو قائم کیا۔ آپ کے اور مولانا علیؑ کے مراتب میں ہمارے داعیوں میں بڑا اختلاف ہے۔

(۱) سیدنا جعفر بن منصور الیمن کہتے ہیں کہ تمام انبیاء کی حد تنزیل ہے ان کی شریعتوں میں اختلاف اور شبہ پایا جاتا ہے۔ ان سے گناہ صادر ہوئے کیونکہ انھوں نے ایسے مراتب طلب کئے جن کے وہ مستحق نہ تھے۔ وہ سب غیر معصوم تھے۔ ان میں آنحضرت صلعم بھی شامل ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ خود آپ کو خطاب کرکے فرماتا ہے "انا فتحنا لك فتحاً مبيناً ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر"[1]۔ بخلاف اس کے آپ کے وصی مولانا علی اور آپ کی نسل سے جتنے ائمہ ہوئے ان کی حد تاویل ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔

---

(۱) اس آیت کی تاویل میں بہت اختلاف ہے (ملاحظہ ہو فصل ۲۱)

آٹھویں داعی مطلق سیدنا حسین بن علی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم اور مولانا علیؑ دونوں کا مرتبہ اور درجہ ایک ہی ہے۔ ایک کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں بلکہ دونوں مساوی ہیں جس نے یہ اعتقاد رکھا کہ ایک دوسرے سے افضل ہے اس نے ایک میں غلو کیا اور دوسرے میں تقصیر کی۔ (اے مومن) تو یہی اعتقاد رکھ جس کا اعتقاد اس کے خلاف ہو اس پر خدا کی لعنت ہے[1]۔

دونوں میں مساوات بھی اتنی تھی کہ بقول سیدنا ادریس مولانا علیؑ آنحضرتؐ کی زندگی تک آپ کے ساتھ رسالت میں بھی شریک تھے اور آپ درجۂ نبوت پر بھی فائز تھے[2]۔

اسی اعتقاد کو ایک فاضل مرحوم نے بھی نظم کر دیا ہے۔

انی رسولا هو وابن عمه	وهو الذی فرج کل غمة
کانا رسولین معا فاعذرا	وبشرا قومهما وانذرا
ان الرسول وابا السبطین	کان مقامین الاهیین[3]

حدیث "علی منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی" کی یہ شرح کی جاتی ہے کہ مولانا علی آنحضرت کے ساتھ آپ کی زندگی تک نبوت میں بھی شریک تھے[4]۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اذهبا الی فرعون...... فأتیاه فقولا انا رسولا ربك[5]" مولانا علی هو الذی تجتمع الیه المراتب الاربع وهو مستقر الباطن[6]۔

---

(۱) المبدأ والمعاد۔ صفحہ ۳۵۔ (۲) وقال رسول الله) فلما نلت کمال المراتب ...... رفعت علیاً الی المنزلة التی رفعت وساویته فی الدرجة التی ملکت ...... وقلت هو منی بمنزلة هارون من موسیٰ عند اکمال هارون منزلة الرسالة وقلت ان علیا فی ذلك الوقت قد حاز درجة النبوة ...... وهذا تاویل قولی "انه لا نبی بعدی" (زهر المعانی صفحہ ۳۷۵)
(۳) لب اللباب لسیدی عبد علی عماد الدین المرحوم۔ (۴) زہر المعانی صفحہ ۳۷۵ ملاحظہ ہو وہ ذیلی نوٹ جو ابھی گزرا۔ (۵) القرآن ۲۰ / ۴۳-۴۷ (۶) یعنی مولانا علی میں چار درجے مراتب یعنی نبوت، رسالت، وصایت اور امامت جمع ہوئے اور آپ باطن کے مستقر ہیں (کنز الولد صفحہ ۵۱۵)۔

قولهم "اشرکه فی امری" مصداقه قول النبی "انا صاحب التنزیل وعلی صاحب التاویل" وهذه هی الشرکة (المجالس المؤیدیة ...)

طرف منسوب کئے گئے ہیں۔[1] اور آنحضرت صلعم کی طرف کوئی ایسی حدیث منسوب نہیں کی گئی جس سے یہ معلوم ہو کہ آپ نے اپنے متعلق ایسا کہا ہو۔

ہماری حقائق کی اکثر کتابوں میں یہ ہے کہ آنحضرت صلعم اسحاقی دور کے صرف مستجیبین کے جمع تھے یعنے اس دور کے مستجیبین کی صورتیں آپ میں جمع تھیں اور مولانا علیؑ میں دور فترت کے تین ہزار سال اور دور ستر کے مولانا ہاشم تک کے تمام مقامات یعنے حدود عالیہ اور ہیاکل نورانیہ جمع تھے۔ کسی نبی کی توبہ، کسی ولی کا انتخاب، کسی ولی کی امامت اور کسی عامل کا عمل اگرچہ کہ وہ عبادت میں فنا ہو جائے درست نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے ساتھ مولانا علیؑ کی ولایت نہ ہو جس نبی نے آپ کی ولایت کا اقرار نہیں کیا اس کی نبوت ساقط ہوئی بہرحال کسی عامل کا عمل آپ کی ولایت کے بغیر مقبول نہ ہوگا۔[2] کیونکہ آپ اول ادوار سے لے کر اپنے قیام تک تمام انبیاء اوصیاء اور ائمہ کے مجمع ہیں اسی بناء پر داعی عبدان قدس اللہ روحہ کا قول "ان الخدمة علی خدمة المولی لعبده" اس دور میں صحیح ہے۔ کیونکہ اولاد اسحٰق جو ظاہری دعوت کے حدود تھے داعی اور خادم تھے اولاد اسماعیل کے جو باطنی دعوت کے ارکان تھے جب آنحضرت صلعم کے ضمن میں اولاد اسحٰق اور مولانا علیؑ کے ضمن میں اولاد اسماعیل جمع ہوئی تو مولانا علیؑ نے مکافات کے طور پر آنحضرت صلعم کی خدمت کی۔ گویا مولانا علیؑ جو باوجودیکہ حقیقت میں "مولی" تھے آنحضرت صلعم کی خدمت کی جو "عبد" تھے[3]

(۱) فصل (۱) تبصرہ۔ عنوان "مولانا علیؑ کا کلام" (۲) ان اللہ لا یقبل توبة نبی ولا اصطفاء ولی ولا امامة وصی ولا عمل طاعة من عامل ولو تقطع فی العبادة والاجتهاد الا بولایة علی بن ابی طالب فمن اتی بغیر ولایة علی اسقطت نبوته ووصایته وصالح عمله ولا نشر کا له عمل (سرائر النطقاء لسیدنا جعفر بن منصور الیمن صفحہ ۱۲۵) (۳) ان اللہ لا یقبل توبة .... لانه صلعم مجمع جمیع الانبیاء .... وهذا معنی خدمة المولی لعبده (الانوار اللطیفه لسیدنا محمد بن طاهر بن محمد بن ابراهیم (سروق ۳ - باب ۲ فصل ۲)

بن منصور الیمن ہیں جو مولانا معز کے باب الابواب ہیں اور جنہوں نے اسماعیلی دعوت کی اشاعت میں بڑا حصہ لیا۔ آپ کی اکثر کتابوں سے بھی یہی اعتقاد ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ "تاویل الزکوٰۃ" میں آپ کا ارشاد ابھی گزر چکا ہے۔

دوسرا گروہ متاخرین داعیوں کا یہ کہتا ہے کہ آنحضرت صلعم مولانا علی سے افضل ہیں۔ اس گروہ میں سیدنا قاضی نعمان اور سیدنا موید شیرازی شامل ہیں۔ گو سیدنا موید نے ایک مجلس میں ایسا کہا ہے لیکن آپ کی دوسری مجلسوں میں جس قدر وصایت پر زور دیا گیا ہے اس قدر نبوت پر زور نہیں دیا گیا۔ یہی حال سیدنا قاضی نعمان کی تصنیفوں کا ہے۔ کیونکہ ہماری اسماعیلی تعلیم کا لب لباب ہی یہ ہے کہ شریعت کا اصل مقصد تاویل ہی ہے جس کو روح سے تشبیہ دی گئی ہے تنزیل تو اس کا جسم ہے۔ وحی کو "خلق آخر" کہا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ثم انشأناہ خلقاً آخر"۔ روح ہی اصلی چیز ہے۔ اس کی تکمیل کے بعد جسم بیکار ہو جاتا ہے۔

تیسرا گروہ ستر کے داعیوں کا یہ کہتا ہے کہ آنحضرت صلعم اور مولانا علی دونوں مساوی ہیں۔ ایک کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ ایک کو دوسرے سے افضل سمجھنے والا ملعون ہے۔ اس گروہ میں سیدنا حسین بن علی شامل ہیں جو ستر کے آٹھویں داعی ہیں۔ مساوی اور کم سمجھنے والوں کے افراد بہت کم ملیں گے اکثر اسماعیلی داعیوں بلکہ اکثر شیعی فرقوں کا عقیدہ یہ ہے کہ مولانا علی آنحضرت سے افضل ہیں۔ چنانچہ سیدنا محمد بن طاہر (مکاسر سیدنا ابراہیم بن الحسین الحامدی مصنف الانوار اللطیفہ متوفی ۵۸۴ھ) نے جو تسبیحیں عقل اول کی دعاء کے بعد مقرر کی ہیں۔ ان میں مولانا علی کی دس اور آنحضرت صلعم کی تین تسبیحیں ہیں میں نے اکثر اسماعیلی اساتذہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ آنحضرت صلعم تو صرف مستودع اور پیغمبر ولایت یعنے ولایت کا پیام پہنچانے والے تھے جو مولانا ابوطالب اور مولانا علی کے درمیان زمانے کی مصلحت سے آ گئے جیسا کہ آیۂ کریمہ "یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک" کی تاویل کی جاتی ہے۔ ورنہ مولانا ابوطالب کے بعد آپ کے فرزند مولانا علی امام مستقر یعنے امامت کے حقیقی مالک تھے۔

(۳) سیدنا قاضی نعمان کہتے ہیں کہ حدود دین میں نطقاء بڑھ کر ہیں جو سات ہیں، آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ، محمد اور ساتویں قائم الزمان۔ ان کے بعد فضیلت میں ان کے اساس (وصی) ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم مولانا علیؑ سے بڑھ کر ہیں[1]۔ سیدنا موید بھی یہی کہتے ہیں کہ آنحضرت اور مولانا علیؑ میں وہ فرق ہے جو آسمان اور زمین اور نر اور مادہ میں ہے۔ آنحضرت صلعم کا درجہ آدم کا اور مولانا علی کا مرتبہ حوا کا ہے[2]۔

سیدنا حمید الدین نے بھی "راحۃ العقل" میں جو کچھ ان مسائل کے متعلق بیان کیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ناطق وصی سے بڑھ کر ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں کہ کل مراتب دس ہیں جن میں تین کلیہ اور سات تابعہ (یعنی جزئیہ) ہیں۔ کلی مراتب میں پہلے رسول کا اس کے بعد وصی کا اور اس کے بعد امام کا مرتبہ ہے[3] دیانت کی تمام میزانوں میں یہ امر ملحوظ رکھا گیا ہے۔

سیدنا موصوف اپنی دوسری تصنیف "المصابیح" میں بھی اسی طرح فرماتے ہیں۔ ان علی بن ابی طالب کان جامعا لجمیع ما کان فی النبی من الخصال الا الوحی الذی خص اللہ بہ نبیہ[4]۔

تبصرہ

اوپر کے بیانوں سے یہ ظاہر ہے کہ رسالت، امامت کے اعتقاد کے متعلق ہم میں تین گروہ ہیں۔ ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ مولانا علیؑ اور آپ کی نسل سے جتنے ائمہ ہوئے وہ سب انبیاء مرسلین سے جن میں آنحضرت صلعم بھی شامل ہیں۔ چار درجے افضل ہیں۔ اس جماعت کو تقدم حاصل ہے۔ کیونکہ اس کے نمائندے سیدنا جعفر

(۱) ثم یلیھم فی الفضل الاسس (اساس التاویل۔ ابتداء قصۂ آدم) (۲) المجالس المویدیہ ۱/۲۔ (۳) راحۃ العقل (المشرع السادس من السور الرابع) (۴) المصابیح (برہان ۷۔ مصباح ۵۔ مقالہ ۲)

جو منصور الیمن کے لقب سے مشہور ہیں۔ اسماعیلی دعوت کے بانی ہیں۔ آپ کی تصنیفیں
تمام تصنیفوں میں قدیم ترین ہیں۔ جن سے پہلے کوئی تصنیف کا پتہ نہیں چلتا۔ مولانا
معز سے آپ کو راست اتصال تھا کیونکہ آپ امام موصوف کے باب الابواب تھے
آپ امام اصغر ہیں۔ آپ کو عصمت کا درجہ حاصل تھا۔ سیدنا قاضی نعمان
آپ کے عبید میں شامل ہیں(۱)۔ آپ کی تصنیفوں میں غلطی کا خیال کرنا بھی موجب کفر
ہے۔ آپ کے عقیدے پر اور بھی دلیلیں ہیں جو اس سے پہلے گزر چکی ہیں۔ اس میں
سیاسی مصلحتوں اور تقیہ کی مجبوریوں کی وجہ سے جو ہمارا دین ہے تبدیلیاں
واقع ہوئیں۔ ہم کو مجبوراً ایسا عقیدہ اختیار کرنا پڑا جو اہل ظاہر کے عقیدے کے مطابق
ہو جیسا کہ سیدنا قاضی نعمان بن محمد اور سیدنا موید نے کیا۔ اور پھر ملک جب ہمارے
ہاتھ سے نکل گیا اور ستر کا زمانہ شروع ہوا تو بعض داعیوں نے آنحضرت صلعم اور
مولانا علی دونوں کو مساوی کر دیا۔ اور بعض داعی اصلی اعتقاد کی طرف لوٹے یعنے
یہ تعلیم دی کہ مولانا علی اور آپ کی نسل میں جتنے ائمہ ہوئے وہ سب آنحضرت صلعم
سے چار درجے افضل ہیں۔ اس سلسلے میں مولانا معز کی دعا کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے۔
جس میں آپ فرماتے ہیں کہ امام مولانا محمد بن اسماعیل حضرت آدمؑ سے ساتویں
رسول ہیں۔ ہم اسماعیلیوں کے پاس ہر ساتویں کا پچھلے چھ سے افضل اور اعلی
ہونا ایک قاعدہ کلیہ ہے۔ اسی قاعدے پر ہمارے اسماعیلی مذہب کی ہے(۲)۔
اسی وجہ سے لوگوں نے ہمیں "فرقہ سبعیہ" کہا ہے۔ مولانا حاکم کے ہم عصر داعی
سیدنا احمد بن محمد نیشاپوری کا قول بھی غور کے قابل ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ
جس طرح ہمارے نبی فضل اور قوت میں ادوار گزشتہ کے انبیاء سے افضل ہیں
اسی طرح امیر المومنین مولانا حاکم گزشتہ ادوار کے انبیاء، ائمہ، اور حکماء
سے افضل ہیں۔ بلکہ آپ نے ایسے کام کئے جو وہ نہ کر سکے۔ اگر آپ کا قیام نہ ہوتا
تو ان کے قیام کی حکمت ناتمام رہ جاتی۔ تمام عوالم کا محصول خواہ وہ روحانی

(۱) مقدمہ (عنوان "اس تالیف کے حوالوں کی قدر وقیمت اور اہمیت") (۲) فصل ۶
(ادعیۃ الایام السبعۃ لمولانا الامام المعز)۔

چنانچہ سیدی شیخ صادق علی صاحب رح فرماتے ہیں:۔

علی ابن ابی طالب نی جو سیرت یہ عبرت چھے ۔ ابوطالب امام الحق تھا نکھنا پاک نہ بدنت چھے
علی ابن ابی طالب نی نفس نی دیکھ شہرت چھے ۔ امامت باپ بھی ڈکرا ماتھا سے یہ ضرور ریت چھے
تہ عرصہ اعنایت مصطفیٰ اور نبوت تھئی ۔ عیاں چھے کہ علی تھی سبق دعوت تھئی نے مدد تھئی
عقلمندو نے بادیساتی تسبیح ما کفایت چھے ۔ نبی نی تن علی نی دس ذھنی پر یہ دلالت چھے (۱)

باب الابواب سیدنا حمید الدین ابن ہیثم بالشان کتاب راحۃ العقل میں فرماتے ہیں یا ایہا المدثر قم فانذر (۲) کی سورت اترتے ہی آنحضرت صلعم نے حضرت خدیجہ ع سے کہا کہ تم "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کہو حضرت خدیجہ نے ایسا ہی کہا۔ یہ پیر کے دن کا واقعہ ہے منگل کے دن آنحضرت صلعم نے مولانا علی کو اسلام کی دعوت دی اور فرمایا کہ تم بھی لا الہ الا اللہ کہو مولانا علی نے ایسا ہی کہا پھر آپ نے فرمایا محمد رسول اللہ" بھی کہو مولانا علی نے فرمایا کہ اچھا مجھے مہلت دیجئے کہ میں اپنے والد سے مشورہ کرلوں۔ آنحضرت نے فرمایا اچھا میں مہلت دیتا ہوں لیکن یہ تمہارے پاس امانت ہے۔ مولانا علی ع نے فرمایا اگر امانت ہے تو میں محمد رسول اللہ بھی کہتا ہوں (۳)

ہمارے اکثر اثنا عشری بھائیوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ مولانا علی آنحضرت سے افضل ہیں (۴)؟ میرے ایک اثنا عشری عزیز دوست کے قول پر غور کیجئے:۔

دستِ احمد نے کیا ہے اپنے بازو کو بلند ۔ جب تو اونچا ہے نبوت سے امامت کا وقار

اب ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ اس بارے میں ہم اسماعیلیوں کا اصلی عقیدہ کیا ہے۔ بلا تامل ہر انصاف پسند یہی کہے گا کہ سیدنا جعفر بن منصور الیمن کا عقیدہ اصلی اسماعیلی تعلیم کے مطابق ہوگا کیونکہ آپ خود اور آپ کے والد ماجد یا جد مجید

(۱) مجموع النصائح لسیدی میاں صاحب صادق علی (۱ / ۴۳-۴۴)
(۲) القرآن ۷۴ (۳) راحۃ العقل (المشرع الرابع عشر السور السابع)
(۴) رسالہ بنام "الشمس" یہ رسالہ اس جلد میں پایا گیا جس میں اثبات النبوۃ والرسالۃ فی النبی والسلالہ" ہے اس کا حوالہ اسی تبصرہ میں عنقریب آئے گا۔

"ما كان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين وكان الله بكل شيء عليما"، ہمارے ایک اثنا عشری بھائی نے بھی اس عقیدے کے اثبات میں ایک رسالہ بنام "اثبات النبوة والرسالة في النبي والسلالة" حیدر آباد میں شائع کیا ہے۔(۱) اس کی تردید میں ایک دوسرے اثنا عشری صاحب سید فیض حسین نامی نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "ابطال النبوة والرسالة في النبوة والسلالة ملقب بعين اليقين" ہے۔(۲)

ہماری دعوت کی کتاب "زهر المعاني" جس میں یہ عقیدہ درج ہے وہ نہایت ہی مستند اور صحیح سمجھی جاتی ہے اور انتہائی مدارج کے طلبہ کو پڑھائی جاتی ہے۔ اس کے مصنف سیدنا ادریس ہیں جو انیسویں داعی مطلق ہیں آپ کے عہد کے امام نے آپ کو خاص طور پر ایک تعزیت کا خط لکھا ہے(۳) یہ شرف کسی داعی مطلق کو حاصل نہیں ہوا۔

اس سلسلے میں سیدنا علی بن محمد الولید (پانچویں داعی مطلق متوفی ۶۱۲ھ) کا یہ ارشاد بھی غور کے قابل ہے۔

فذلك تبليغ الانام شهادة	له في علي مالها بمكاتم
لما كان اوصاه ابو طالب الرضي	وقد ضم اخيا اهبعض المواسم
فاشهدهم ان الامامة لابنه	علي واوصاهم معا بالتكاتم
فحاز علي بن ابي طالب الرضي	الامامة طفلا قبل خلع التمائم
وكان رسول الله مستودعا له	فحاز امعا اعلى قداح المساهم

(۱) یہ رسالہ ماہ محرم ۱۳۲۲ھ میں بطور استفتاء شائع کیا گیا جس میں چالیس آدمی مستفتی ہیں جن کے صدر سید محمود علی خاں ولد حکیم باقر نواز جنگ مرحوم ہیں۔ یہ فارسی زبان میں ہے۔
(۲) اس سلسلے میں ایک کتاب "الصراط المستقیم" معروف بہ "کتاب الاعتقاد" تالیف آقا محمد علی المتخلص بہ تنزاح مطبع فدائے دکن چھتہ بازار میں چھپ کر شائع ہوئی۔
(۳) رسالة الايضاح والتبيين لسيدنا ادريس المتوفى ۸۷۲ھ

ہوں یا جسمانی مولانا حاکم ہیں۔ آپ ہی ان کی خلقت کے باعث ہیں اور تمام آپ کے عمال اور دعاۃ تھے[1]۔ اس بیان سے ہمارا اصلی عقیدہ روز روشن کی طرح ظاہر ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے اہل ظاہر کے مورخین نے ہم پر غلو، حلول اور تناسخ کا الزام لگایا ہے۔ اس کے علاوہ تاریخ داعی موصوف نیشاپوری کے بیان کی تصدیق نہیں کرتی۔ مولانا حاکم کے افعال تو باب الابواب سیدنا حمید الدین کے قول کے مطابق تاریک ہیں جو عقول کو پریشان کرتے ہیں۔ یہ افعال دعوت کے لئے عذاب اور امتحان عظیم ہیں۔ آپ کے عہد میں اس فترت کے بعد اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا کرے گا اور یہ ظلمت دور ہو گی۔ اور حق بالکلیہ بیت النبوۃ کی طرف عود کرے گا۔ لیکن اس پیشین گوئی کے مطابق کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ آپ کے قتل کے لئے کئی دفعہ لشکر اور امیروں سے بیعت لی گئی[2]۔ آپ کی کم سنی کی وجہ سے استاد برجوان اور حسن بن عمار آپس میں لڑے جس کا برا اثر مصر اور شام پر پڑا۔ آپ ہی کے عہد میں کثرت سے وزراء، امراء وغیرہ قتل کئے گئے۔ آپ ہی کے عہد میں فرقہ دروزیہ نکلا جس سے اسماعیلی دعوت کمزور ہو گئی۔ ان واقعات کی تفصیل ہماری تالیف "تاریخ فاطمین مصر" میں ملے گی۔ نہ معلوم آپ نے کون سے ایسے کام کئے جو گزشتہ ادوار کے انبیاء، ائمہ اور حکما نہ کر سکے۔ بڑا عجب تو یہ ہے کہ اسی داعی سیدنا احمد بن محمد نیشاپوری نے اپنی اسی تصنیف میں ایسا بھی لکھا ہے:۔ "امام حاکم کی سخا مومن اور کافر، بر اور فاجر میں فرق نہیں کرتی تھی۔ آپ کے افعال خدا کے افعال سے مشابہ ہیں۔ ان میں جو حکمت ہے وہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی[3]۔"

اب ہم اصل بحث کی طرف لوٹتے ہیں مولانا علیؑ کو آنحضرت صلعم کے ساتھ رسالت میں شریک کرنا اور یہ کہنا کہ آپ درجۂ نبوت پر بھی فائز تھے ایک ایسا غالیانہ عقیدہ ہے جو قرآن کی ہدایت کے منافی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

(۱) اثبات الامامۃ (صفحہ ۱۳۰ و ۱۳۱) (۲) کتاب المصابیح فی اثبات الامامۃ (البرہان السادس من المصباح السابع من المقالۃ الثانیۃ) (۳) اثبات الامامۃ (صفحہ ۱۳۸ و ۱۵۳)

.........والخلیفة من بعدی......... وابو عترتی وسائر عوائی ومفرج کربتی وغافر خطیئتی[1]۔

(۲) وروی عن اسد الهجری انه قال سمعت امیر المومنین علی بن ابی طالب یقول فی محضر من شیعته واصحابه ما آمن بالله ولا اقر بنبوة رسوله من لم یقر بولایتی وان سلیمان بن داؤد سأل الله ان یعطیه ملکا لا ینبغی لاحد من بعده فاجاب الله سواله......... فاعجب بملکه فعرضت علیه ولایتی فتوقف عن ولایتی فسلبه الله ملکه وابتلاه بالجسد علی کرسیه وسقطت نبوته اربعین یوما حتی امن بی واقر بولایتی فرد الله علیه ما سلبه وکشف عنه بلاءه وکذلک داؤد امر بالحکم بین الناس فحکم واعجب بما صار الیه فعرضت علیه ولایتی فتوقف فابتلاه الله بما ذکره من بلاء وکذلک یونس عرضت علیه ولایتی فتوقف فابتلاه الله بالحوت فابتلعه کما قال الله تعالی فلولا انه کان من المسبحین للبث فی بطنه الی یوم یبعثون فلما اقر بولایتی وعرفنی خلصه الله مما ابتلاه فما من نبی الا وعرضت علیه ولایتی فمن سارع الی الاجابة بالولایة کان من المرسلین ومن ابطأ عن الاجابة بولایتی والاقرار بی کان غیر مرسل الا ان ولایتی ولایة الله وهو قوله هنالک الولایة لله الحق فهی ولایتی فمن اقر بها فقد اقر بالله واعترف بوحدانیته واقر لمحمد بالنبوة ومن انکرها فقد انکر الله وکفر به وانکر رسوله ولم یومن به[2] وروی عن ابی ذر جندب انه قال سمعت امیر المومنین علی بن ابی طالب صلعم وهو یقول انا دین الله حقا وانا توحید الله حقا وانا نفس الله حقا لا یقولها

(۱) سرائر النطقا لسیدنا جعفر بن منصور الیمن ۔ صفحہ ۱۲۵ تا ۲۰۹

(۲) قالت النصاری المسیح هو الذی یغفر لله آدم وهو الذی یحاسب الخلق (شہرستانی صفحہ ۱۷۲)

ولم تدر ان اسم الامام ولفظه   یعم ملاًمن مستعار ولازم
ولکن یخص المستقر حقیقة   ویشرکه کل الحدود الاکارم
وهم بامتثال الامر اهل ودائع   وممثول ابواب له وسلالم

سیدنا موصوف ان ابیات میں فرماتے ہیں کہ مولانا ابوطالب نے کسی موسم (حج) کے موقع پر چند بزرگوں کو جمع کرکے ان کے روبرو مولانا علی پر نص کی جب کہ آپ کے گلے سے تعویذ بھی نہیں اترا تھا۔ یعنے جب کہ آپ کی عمر بہت چھوٹی تھی اور ان کو اس راز کے چھپانے کی وصیت کی رسول اللہ صلعم آپ کے مستودع تھے۔ آپ اور رسول اللہ نے بڑے بڑے مراتب حاصل کئے اس کے بعد سیدنا فرماتے ہیں کہ امام کا نام حقیقتہً مستقر پر اور استعارۃً دوسرے حدود پر واقع ہوتا ہے جو مستودع ہوتے ہیں یہ لوگ امام کے ابواب اور سلالم یعنے سیڑھیاں ہیں (۱)۔

مولانا علی جبرئیل ہیں

سیدنا جعفر بن منصور الیمن آیۂ کریمۂ "نزل به الروح الامین علی قلبك لتکون من المنذرین بلسان عربی مبین" کی تاویل میں فرماتے ہیں کہ مولانا علی تاویل کی بعض وجوہ سے جبرئیل ہیں (۲)۔

مولانا علیؑ غافر خطیئۃ الرسول نفس اللہ اور معبود الملائکہ ہیں

اس بارے میں سیدنا جعفر بن منصور الیمن کی تین روایتیں بھی قابل غور ہیں۔

(۱) وقد روی عن رسول اللہ صلعم انه قال علی رؤس الاشهاد وهو آخذ بید علی بن ابی طالب وقد علا به المنبر معه والناس محدقون به فقال بعد حمد اللہ وثنائه معشر الناس هذا علی اخی

(۱) دیوان سیدنا علی بن محمد الولید (صفحہ ۹۲) (۲) فدل بهذا القول فی بعض وجوه التاویل ان جبرئیل الموصوف بتنزیل ما امر به علی قلب الرسول امیر المومنین وهو الاذن (تاویل الزکوٰۃ صفحہ ۱۲)

آپ ملک پر مغرور ہو گئے۔ آپ پر میری ولایت پیش کی گئی لیکن آپ نے
اس کے ماننے سے توقف کیا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ سے ملک
چھین لیا اور آپ کی کرسی پر دھڑ ڈالنے سے آپ کو مبتلا کیا اور
آپ کی نبوت چالیس روز تک گر گئی۔ یہاں تک کہ آپ مجھ پر ایمان
لائے اور میری ولایت کا اقرار کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آپ سے
چھین لیا تھا اسے واپس کر دیا اور آپ کی بلا دور کی۔ اس طرح
اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کے درمیان فیصلہ
کرے۔ آپ نے فیصلے کئے جس کی وجہ سے آپ مغرور ہو گئے پھر
اللہ تعالیٰ نے آپ پر میری ولایت پیش کی۔ آپ نے بھی توقف کیا
اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو گرفتارِ بلا کیا۔ اسی طرح حضرت
یونس پر میری ولایت پیش کی آپ نے بھی توقف کیا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے
مچھلی کے ذریعے آپ پر بلا نازل کی۔ مچھلی آپ کو نگل گئی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے: "اگر وہ تسبیح نہ کرتے تو قیامت کے دن تک مچھلی کے پیٹ
ہی میں رہتے"۔ جب آپ نے میری ولایت کا اقرار کیا تو اللہ تعالیٰ نے
آپ کو مصیبت سے نجات دی۔ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس پر میری ولایت
پیش نہ کی گئی ہو جس نے اسے جلد قبول کر لیا وہ "مرسلین" میں شمار
کر لیا گیا۔ اور جس نے اس کے قبول کرنے میں دیر کی اور میرا اقرار نہ کیا
وہ "غیر مرسل" ٹھیرا۔ ہوشیار! میری ولایت خدا کی ولایت ہے
اور یہی ہے معنی اللہ تعالیٰ کے قول کے کہ "سب ولایت خدائے برحق
ہی کو ہے"(۱) جس نے اس کا اقرار کیا اس نے خدا کی وحدانیت
اور رسول کی نبوت کا اقرار کیا۔ اور ان پر ایمان لایا۔ ابی ذر جندب

(۱) ولم تكن له فئة ينصرونه من الله وما كان منتصرا۔ هنالك الولاية لله الحق وما كان منتصرا" (القرآن ۱۸/۱۴) اس آیۂ کریمہ میں ولایت کے حقیقی معنی "مدد کے اختیار کے" ہیں نہ کہ محبت کے جیسا کہ سیاقِ عبارت سے واضح ہے۔

غیری ولایۃ علیہا غیری ملع الاکاذب۔

(۳) وروی عن رسول اللہ صلعم انہ قال لما عرج بی الی السماء الرابعۃ رأیت علیا جالسا علی کرسی الکرامۃ والملائکۃ حافون بہ یعظمونہ ویعبدونہ ویسبحونہ ویقدسونہ فقلت لحبیبی جبرائیل سبقنی اخی علی الی ہذا المقام فقال لی یا محمد ان الملائکۃ شکت الی اللہ شدۃ شوقہا الی علی لعلمہا بعلو قدرہ ومنزلتہ وسألت النظر الیہ فخلق اللہ ہذا الملک علی صورتہ علی والزمہم طاعتہ فکلما اشتاقوا الی علی نظروا الی ہذا فیعبدونہ ویسبحونہ ویقدسونہ وذلک قولہ عزوجل ھو الذی فی السماء الہ وفی الارض الہ وھو الحکیم العلیم۔ وقد قال رسول اللہ صلعم النظر الی وجہ علی عبادۃ۔(۱)

ترجمہ نمبر (۱) آنحضرت صلعم سے روایت کی گئی ہے کہ آپ ایک روز منبر پر تشریف رکھتے تھے اور لوگ آپ کو گھیرے ہوئے تھے آپ نے "علی رؤس الاشھاد" مولانا علی کا ہاتھ پکڑ کر حمد وثنا کے بعد فرمایا۔ اے لوگو! یہ علی میرے بھائی ہیں اور میرے بعد میرے خلیفہ ہیں اور میری عترت کے باپ اور میری عورت کے پردہ پوش اور میری تکلیف کو دور کرنے والے اور میری خطا کو ڈھانکنے والے یعنی معاف کرنے والے ہیں۔

نمبر (۲) اسد بحری سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے مولانا علی کو اپنے شیعہ کی مجلس میں یہ فرماتے سنا کہ جو میری ولایت کا اقرار نہ کرے وہ مؤمن نہیں ہے اور نہ وہ آنحضرت صلعم کی رسالت کا مقر ہے بیشک حضرت سلیمان نے اللہ تعالیٰ سے ایک ایسا ملک مانگا جو کسی کو آپ کے بعد سزاوار نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔

(۱) سرائر النطقاء لسیدنا جعفر بن منصور الیمن۔ (صفحہ ۲۱۲-۲۱۳۔ فی آخر الکتاب)

تبصرہ

منقولۂ بالا روایتوں کے معتبر اور مستند ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ انھیں ہماری دعوت کے بانی اور امام مولانا معز کے باب الابواب سیدنا جعفر بن منصور الیمن نے اپنی جہتم بالشان کتاب سرائر النطقاء میں مدون فرمایا ہے۔ اس سے پہلے بھی ہم اپنے بھائیوں کو متوجہ کر چکے ہیں کہ اسماعیلی دعوت کی حقیقت کا انکشاف جس طرح آپ کے ارشادات سے ہوتا ہے دوسرے داعیوں کے افادات سے نہیں ہوتا۔ آپ کا یہ فرمانا کہ مولانا علی رسول اللہ کی خطا معاف کرنے والے ہیں اور نفس اللہ ہیں اور چوتھے آسمان پر فرشتوں کے معبود ہیں جن کی وہ عبادت، تسبیح اور تقدیس کرتے ہیں۔ یہ ایسی غلو آمیز باتیں ہیں جن کی وجہ سے مولانا علی رسول اللہ سے بڑھ کر تو کجا[1] خود اللہ تعالیٰ کے ہم درجہ ہو جاتے ہیں۔ اور اہل ظاہر یعنی غیر اسماعیلیوں کا یہ الزام کہ ہم آپ کو اللہ تعالیٰ کا اوتار سمجھتے ہیں خود بخود ثابت ہو جاتا ہے۔ اب ہم میں اور نصاریٰ میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا جو اللہ تعالیٰ روح القدس اور حضرت عیسیٰ ان تین اقانیم کو ملا کر ایک کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے بعض مورخین یہ کہتے ہیں کہ اسماعیلیوں کے عقائد نصاریٰ سے ماخوذ ہیں جیسا کہ ہم نے اپنے مقدمہ میں توجہ دلائی ہے۔ اس قسم کی تعلیم قرآن مجید کی تعلیم سے بالکل منافی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ یا اھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم ولا تقولوا علی اللہ الا الحق۔ انما المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ وکلمتہ القاھا الی مریم وروح منہ فآمنوا باللہ ورسلہ ولا تقولوا ثلاثۃ۔ انتھوا خیرا لکم انما اللہ الہ واحد سبحنہ

---

(۱) مولانا علی اور ایمہ معصومین سب انبیاء مرسلین سے جن میں آنحضرت صلعم بھی شامل ہیں چار درجے افضل ہیں" اس قول کی شرح کے لئے ملاحظہ ہو فصل (۵) تبصرہ۔

روایت ہے کہ آپ نے امیرالمومنین علی بن ابی طالب کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں حقیقت میں خدا کا دین، خدا کی توحید اور خدا کا نفس ہوں، میرے سوا کوئی شخص ایسا نہیں سکتا اور نہ ایسا دعویٰ کر سکتا ہے۔ اگر دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا ہے۔

نمبر (۳) آنحضرت صلعم سے روایت کی گئی ہے کہ معراج میں جب میں چوتھے آسمان پر پہنچا تو دیکھتا کیا ہوں کہ علی کرسی کرامت پر بیٹھے ہوئے ہیں اور فرشتے آپ کو گھیرے ہوئے ہیں اور وہ آپ کی عبادت تسبیح اور تقدیس کر رہے ہیں۔ میں نے اپنے دوست جبرئیل سے پوچھا کہ علی اس مقام پر مجھ سے پہلے پہنچ گئے۔ جبرئیل نے کہا فرشتوں نے علی کے بلند مرتبہ کی وجہ سے آپ کو دیکھنے کا بہت شوق ظاہر کیا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کو آپ کی صورت پر پیدا کیا اور ان پر اس کی عبادت واجب کی۔ جب کبھی وہ آپ کو دیکھنے کے مشتاق ہوتے ہیں تو اس کو دیکھ لیتے ہیں۔ اور اس کی عبادت، تسبیح و تقدیس کرتے ہیں۔ یہی ہے معنی اللہ تعالیٰ کے قول کے "اور وہی معبود برحق ہے کہ آسمان میں بھی اس کی بندگی ہے اور زمین میں بھی اس کی بندگی ہے۔ اور وہ حکمت والا اور سب چیزوں کو جاننے والا ہے۔ اور بڑی بابرکت ہے وہ ذات کہ آسمان اور زمین اور جو کچھ آسمان و زمین میں ہے سب جگہ اس کی بادشاہت ہے اور قیامت کی خبر بھی اسی کو ہے اور تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے"[1]۔ اور فرمایا رسول اللہ نے کہ علی کا منہ دیکھنا عبادت ہے۔

(۱) هو الذی فی السماء اله وفی الارض اله وهو الحكيم العليم وتبارك الله له ملك السموات والارض وما بينهما وعنده علم الساعة واليه ترجعون۔ (القرآن ۴۳/۸۴-۸۳ سورۂ زخرف)۔

ہے تو جن معبودوں کو تم پکارا کرتے تھے بھولے بسرے ہو جاتے ہیں مگر وہی ایک خدا باقی رہتا ہے پھر جب خدا تم کو سمندر سے خشکی کی طرف نکال لاتا ہے تو اسی سے تم پھر بیٹھتے ہو۔ اور انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔" "فاذا رکبوا فی الفلک دعوا اللہ مخلصین لہ الدین فلما نجاھم الی البر اذا ھم یشرکون۔"(1) یعنے جب لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو بڑے خلوص سے خدا ہی کی بندگی کا اظہار کر کے اسی کو پکارتے ہیں۔ پھر جب خدا ان کو دریا سے نجات دے کر خشکی کی طرف پہنچاتا ہے تو نجات پاتے ہی وہ شرک کرنے لگتے ہیں۔" "ولئن سألتھم من خلق السموات والارض وسخر الشمس والقمر لیقولن اللہ۔ فانی یوفکون۔"(2) یعنے اے پیغمبر اگر تم ان لوگوں سے پوچھو کہ بھلا کس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور چاند اور سورج کو اپنے بس میں کر رکھا ہے تو ضرور یہی جواب دیں گے کہ اللہ تم نے۔ پھر یہ لوگ کدھر بہکے جا رہے ہیں۔"

ان آیتوں پر غور کرنے کے بعد اگر ہم اپنی منقولہ بالا روایتوں کو صحیح مانیں تو ہم کبھی شرک کے الزام سے نہیں بچ سکتے۔ عبد اور معبود کو اپنی اپنی حدود میں رکھنا ہی عین توحید ہے۔ اور ان کو خلط ملط کر کے ایک کے اوصاف کو دوسرے پر اطلاق کرنا شرک نہیں تو اور کیا ہے؟۔ الوہیت، اور معبودیت جیسے صفات سے ذاتِ باری ہی مخصوص ہے۔ بندوں کو اس سے موصوف کرنا توحید میں خلل ڈالنا ہے۔ یہی اسلام کی اصل تعلیم ہے جس کے باعث وہ دوسرے مذاہب سے ممتاز ہے۔

مولانا علیؑ کے خطبوں، مکتوبوں اور کلماتِ حکمت میں کہیں اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ آپ نے نفس اللہ یا معبود ملائک ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔ بخلاف اس کے آپ ہمیشہ اپنے مکاتیب میں "عبد اللہ امیر المومنینؑ" لکھتے تھے۔ بھلا آپ کی زبانِ مبارک سے کیوں ایسے غلو آمیز الفاظ نکلتے جب کہ آپ خود توحید کے معلم حقیقی ہیں جنھوں نے ہم کو توحید کا طریقہ سکھایا۔ جیسا کہ "نہج البلاغة" سے واضح ہے جو فن توحید میں بہترین کتاب ہے۔ بہر حال آپ کا ارشاد حضرت

---

(1) القرآن $\frac{۲۹}{۶۵}$ (2) القرآن $\frac{۲۹}{۶۱}$

ان یکون له ولد - له ما فی السموات وما فی الارض وکفیٰ باللہ وکیلا لن یستنکف المسیح ان یکون عبداللہ ولا الملائکة المقربون ومن یستنکف عن عبادته ویستکبر فسیحشرهم الیه جمیعا[1]

یعنے اے اہل کتاب! اپنے دین میں حد اعتدال سے تجاوز نہ کرو - اور خدا کی نسبت حق بات کے سوا ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالو - حق بات تو اتنی ہی ہے کہ مریم کے بیٹے عیسیٰ المسیح اللہ کے ایک رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جسے اس نے مریم کی طرف القا کیا اور وہ ایک روح تھی جو خاص خدا کی طرف سے (دنیا میں آئی) تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور (تین) خدا نہ کہو اس سے باز آؤ کہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے - بس اللہ اکیلا معبود ہے وہ اس سے بری ہے کہ اس کے کچھ اولاد ہو - اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ سب کا کارساز بس ہے مسیح کو خدا کا بندہ ہونے سے ہرگز کسی قسم کا عار نہیں اور نہ فرشتوں کو جو خدا کے مقرب ہیں اور جو خدا کا بندہ ہونے سے عار رکھے اور اپنے آپ کو بڑا سمجھے تو عنقریب خدا ان سب کو اپنے پاس کھینچ بلائے گا - بہرحال عبادت سوائے خدا کے کسی کو سزاوار نہیں -

فرماتا ہے اللہ تعالیٰ وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین له الدین حنفاء[2] ہم بار بار اپنی نمازوں میں کہتے ہیں ایاک نعبد وایاک نستعین اس مقام پر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ مشرکین بھی ایک ہی خدا کو مانتے تھے - لیکن اس کے ساتھ دوسرے معبودوں کو بھی شریک کرتے تھے جیسا کہ متعدد آیتوں سے واضح ہوتا ہے مثلاً واذا مسکم الضر فی البحر ضل من تدعون الا ایاه فلما نجاکم الی البر اعرضتم وکان الانسان کفورا[3] - یعنے جب سمندر میں تم کو تکلیف پہنچتی

---

(۱) القرآن $\frac{۴}{۱۷۱}$ (۲) القرآن $\frac{۹۸}{۴}$ (۳) القرآن $\frac{۱۷}{۶۷}$

یہودی تھا اس لئے حضرت موسیٰ کے وصی یوشع بن نون کے متعلق یہ عقیدہ رکھتا تھا۔[1]

مولانا علیؑ کے فضائل

مولانا علیؑ کے فضائل اظہر من الشمس ہیں۔ کون ان کا انکار کر سکتا ہے۔ علم و معرفت، فصاحت و بلاغت، ہمت و شجاعت اور عصمت و عفت میں آپ تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں۔ کوئی آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہ ایک فضیلت آپ کیلئے کیا کم ہے کہ آپ کا سر مبارک جاہلیت کے زمانے میں کسی بت کے سامنے نہ جھکا اسی لئے آپ کے نام اقدس کے بعد "کرم اللہ وجہہ" لکھا جاتا ہے۔ یہ امتیاز کسی دوسرے کو نہیں۔

توحید کے متعلق ہم گذشتہ فصل نمبر (۱) میں احادیث موضوعہ کی ایسی بہت سی مثالیں درج کر چکے ہیں۔[2] آنحضرت کے اگلے اور پچھلے گناہوں کی شرح فصل نمبر (۲۱) آیۂ کریمہ "انا فتحنا لك فتحا مبينا ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر" کی تفسیر میں ملے گی۔

معراج کی روایت نمبر (۳) دیکھنے کے بعد ہمیں بڑا تعجب ہوتا ہے کہ گو ہم اپنے آپ کو اہل باطن کہتے ہیں اس لئے ہم معراج جسمانی کے قائل نہیں۔ لیکن پھر بھی سیدنا جعفر بن منصور الیمن فرماتے ہیں آنحضرت جب چوتھے آسمان پر پہنچے تو وہاں مولانا علی نظر آئے یہ کس طرح درست ہو سکتا ہے ایک دوسری مثال اس قسم کی سیدنا قاضی نعمان کی وہ روایت ہے جس میں آپ نے معراج میں نمازوں کی تخفیف کی کیفیت بیان فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے پہلے پچاس نمازیں فرض کی تھیں۔ لیکن حضرت موسیٰ کے مشورے سے بار بار میں اللہ تعالیٰ کی طرف واپس گیا۔ اور ان میں تخفیف کراتا رہا۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے صرف پانچ نمازیں فرض کیں۔ اس کے بعد مجھے شرم آئی کہ میں ان میں بھی تخفیف کراؤں[4] حالانکہ ہم نے معراج کی تاویل کی ہے

---

(۱) طبری ۱/۲۹۴۲ شہرستانی صفحہ ۸۱۔ (۲) فصل نمبر (۱) تبصرہ عنوان "عقل اول یا عقل عاشر یا امام الزماں کا خدا کے اوصاف سے موصوف ہونا"۔ (۳) دعائم الاسلام (۴) فصل (۱۵) (شرائع انبیاء کی تاویلیں نمبر ۱۵، شب معراج اور دیگر توفیقوں "یعنی لیلی فاضلہ کی نمازوں کی تاویلیں")

عیسیٰ کے ارشاد کی طرح ایسی گمراہ کن تعلیوں سے پاک ہے جیسا کہ اس آیہ کریمہ میں ہے:-
"واذ قال عیسی بن مریم ءانت قلت الناس اتخذونی وامی الٰهین من دون الله قال سبحانك ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق ان کنت قلته فقد علمته - تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسك - انك انت علام الغیوب - ما قلت لهم الا ما امرتنی به ان اعبدوا الله ربی وربکم وکنت علیهم شهیدًا مادمت فیهم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم وانت علی کل شیئ شهیدا"(۱)

ترجمہ:- اور اس دن اللہ تعالیٰ عیسیٰ سے پوچھے گا اے مریم کے بیٹے عیسیٰ کیا تم نے لوگوں سے یہ بات کہی تھی کہ خدا کے علاوہ مجھ کو اور میری والدہ کو بھی دو خدا مانو۔ عیسیٰ عرض کریں گے کہ اے پروردگار تیری ذات پاک ہے۔ مجھ سے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں تیری شان میں ایسی بات کہوں جو ناحق ہو اگر میں نے ایسا کہا ہوگا تو میرا کہنا تجھ کو ضروری معلوم ہوگا۔ کیونکہ تو تو میرے دل تک کی بات جانتا ہے۔ تو نے جو مجھ کو حکم دیا تھا بس وہی میں نے لوگوں کو کہہ سنایا تھا کہ اللہ جو میرا اور تمھارا پروردگار ہے اسی کی عبادت کرو اور جب تک میں ان لوگوں میں موجود رہا میں ان نگران حال رہا پھر جب تو نے مجھ کو دنیا سے اٹھا لیا تو تو ہی ان کا نگہبان تھا۔ اور تو تمام چیزوں کی خبر رکھتا ہے۔"

بلکہ آپ نے یمن کے ایک باشندے عبداللہ بن سبا نامی کو جس نے آپ کو "انت انت"(۲) کہا تھا مدینہ منورہ سے شہر بدر کر کے مدائن بھجوا دیا چونکہ

---

(۱) القرآن ۱۱۶-۱۱۷ - (۲) (ا) یعنے تم خدا ہو۔ واتاہ (علیاً) قوم فقالوا انت الٰهنا وخالقنا ناهرهم ب اعناقهم واضرم لهم نارا (دعائم الاسلام)
(ب) نصاریٰ نے بھی اسی طرح غلو کیا "قالت النصریٰ المسیح هو الذی به عفر زالة آدم وهو الذی یحاسب الخلق ویحیی تاریخ اخری للقضاء بین الاحیاء والاموات (کتاب الملل والنحل للشهرستانی)

مولا اسماعیل نے مولانا محمد پر نص کی۔ آپ چونکہ ساتویں امام تھے اس لئے آپ کی بہت بڑی شان بتائی گئی ہے۔ آپ کے متعلق مولانا معز اپنی دعاؤں میں یہ فرماتے ہیں :۔

اللھم صل علی ابینا آدم الذی شرفتہ وکرمتہ ......

.... وصل علی بابہ ووصیہ شیث بن آدم وعلی ائمۃ دورہ وھم ستۃ محمد ود وکل ذی حد ود وذلک ان لکل ناطق فی دورہ ستۃ حد ود والسابع کھو وھم (۱) انوش بن شیث .... اللھم صل علی رسولک نوح ......

.... شرفتہ وعظلت بہ ظاھر شریعۃ آدم ......

.... وجعلتہ ثانی النطقاء کما قلت فقضاھن سبع سموات وصل علی بابہ ووصیہ سام بن نوح وعلی ائمۃ دورہ الستۃ وھم ارفخشد .... اللھم صل علی خلیلک ابراھیم بن تارخ الذی شرفتہ وکرمتہ وعطلت بہ ظاھر شریعۃ نوح .... وجعلتہ ثالث النطقاء علی بابہ ووصیہ اسماعیل وعلی ائمۃ دورہ الستۃ (۱) اسحق .... اللھم صل علی نجیبک موسیٰ بن عمران الذی شرفتہ وکرمتہ وعطلت بہ ظاھر شریعۃ ابراھیم وصیرتہ رابع النطقا .... وصل علی بابہ ووصیہ یوشع بن نون وعلی ائمۃ دورہ الستۃ (۱) فنحاس .... اللھم صل علی روحک المسیح عیسیٰ بن مریم الذی شرفتہ وکرمتہ وعطلت بہ ظاھر شریعۃ موسیٰ وصیرتہ خامس النطقاء .... وصل علی بابہ ووصیہ شمعون وعلی ائمۃ دورہ الستۃ (۱) عبد بشاشی .... واخصص اللھم محمد بن عبد اللہ من ولد اسماعیل الذی شرفتہ وکرمتہ وعطلت بہ ظاھر شریعۃ عیسیٰ وصیرتہ سادس النطقاء فقلت تبارکت وتعالیت خلفا

فصل (٦)

مولانا علی کے بعد ستا امام

مولانا معز کی دعاؤں میں شریعت محمدی کے ظاہر کے معطل ہونے کی مفصل کیفیت

تیسری فصل میں ہم نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے شریعت کے باطن کی تعلیم کے لئے مولانا علی کو قائم کیا آپ کی وفات کے بعد مولانا علی آپ کے جانشین ہوئے۔ مولانا علی نے دعوت باطن کے لئے مولانا حسن کو قائم کیا جو آپ کے حجت عظمیٰ ہیں اور آپ خود ظاہر کے فرائض ادا کرنے لگے اسی طرح مولانا حسن کے بعد مولانا حسین مولانا علی زین العابدین، مولانا محمد باقر اور مولانا جعفر صادق یکے بعد دیگرے قائم ہوئے۔ مولانا جعفر صادق کے کئی فرزند تھے جن میں سے چار نے امامت کا دعویٰ کیا۔ آپ کا مولانا اسماعیل پر نص کرنا اور انھیں اپنا جانشین مقرر کرنا ہمارا عقیدہ ہے۔ یہاں سے ہم میں اور ہمارے بھائی اثنا عشریوں میں بڑا اختلاف ہوگیا جس کی تفصیل تاریخ فاطمیین مصر میں ملے گی (1)۔

---

(1) فصل (۲) عنوان "فرقہ اسماعیلیہ"۔

سدرۃ المنتھیٰ الذی عندھا جنۃ الماویٰ قاصم الجبابرین مولیٰ المتقین قائم الدین المھدی باللہ امیر المومنین وصل علیٰ خلفائہ الراشدین الذین یقضون بالحق وبہ یعدلون اللھم منک صلاحاً و فلاحاً واعنھم علیٰ اعزاز ما اسرّوہ لمن الحق المبین"(۱)۔

ترجمہ:۔ اے اللہ درود بھیج تو ہمارے باپ آدم پر جیسے تو نے مشرف و مکرم کیا........ اور درود بھیج تو ان کے باپ اور وصی شیث بن آدم پر اور ان کے دور کے اماموں پر جو چھ ہیں جس طرح ہر صاحب حدود کے حدود ہوتے ہیں۔ یعنے ہر ناطق کے دور میں چھ حدود ہوتے ہیں اور ساتواں اس ناطق کے مثل ہوتا ہے اور وہ حدود (۱) نوش بن شیث .... ہیں .... اے اللہ درود بھیج تو اپنے رسول نوح پر جیسے تو نے مشرف کیا اور جن کے سبب تو نے شریعت آدم کے ظاہر کو معطل کیا۔ اور جن کو تو نے دوسرا ناطق بنایا جیسا کہ تو فرماتا ہے (اس کے بعد دو دن میں) اس گھر کے طبقات کے سات آسمان بنائے اور درود بھیج تو تیرے دوست ابراہیم بن تارخ پر جن کو تو نے مشرف و مکرم کیا اور جن کے ذریعے تو نے شریعت نوح کے ظاہر کو معطل کیا۔ اور جن کو تو نے تیسرا ناطق بنایا اور درود بھیج تو ان کے باپ اور وصی اسماعیل پر اور ان کے دور کے چھ اماموں پر جو (۱) اسحٰق .... ہیں۔ اے پروردگار درود بھیج تو موسیٰ بن عمران پر جن کو تو نے مشرف و مکرم کیا۔ اور جن کو تو نے چوتھا ناطق بنایا۔ اور درود بھیج تو ان کے باپ اور وصی یوشع بن نون پر اور ان کے دور کے چھ اماموں پر جو (۱) فنحاس .... ہیں۔ اے اللہ درود بھیج تو تیری روح عیسیٰ بن مریم پر جن کو تو نے مشرف و مکرم کیا اور

(۱) ادعیۃ الایام السبعہ لمولانا الامام المعز لدین اللہ صلعم۔

السموات والارض وما بینهما فی ستة ایام وصل علی بابه ووصیه
علی بن ابی طالب وعلی ائمة ووراه الستة الحسن بن علی والحسین
بن علی وعلی بن الحسین ومحمد بن علی وجعفر بن محمد واسماعیل بن جعفر
.... اللهم تلافنا بظهور القائم بالحق مسفر البیان
.... ودبر عالم الطبیعة بالنطقاء السبعة والاسس
السبعة والائمة السبعة وبالنجباء السبعة..........
اللهم صل علی الحدود الروحانیه السبعة وصل یارب علی
السبعة الجسمانیین.......... وصل یارب علی اخی نبیك
سید الاوصیاء المنتجبین وعلی فاطمة الزهراء سیدة نساء
العالمین وعلی سبطیه الحسن والحسین وصل علی القائم بالحق
الناطق بالصدق التاسع من جده الرسول الثامن من ابیه
الکوثر السابع من آبائه الائمة سابع الرسل من آدم و
سابع الاوصیاء من شیث وسابع الائمة من البررة صلوات
الله علیهم اجمعین۔ کما قلت سبحانك خلقنا السموات
والارض فی ستة ایام سواء للسائلین ثم استوی الی السماء
وهو استواء امر النطقاء بالسابع القائم صلوات الله علیه
کما ذکرنا انفا الذی شرفته وکرمته وعظمته و
ختمت به عالم الطبائع وعطلت بقیام مظاهر شریعة محمد
صلی الله علیه وعلی آله وتملابه الارض عدلا وقسطا کما ملئت
جورا وظلما کما اخبر عنه نبیك حین قال المهدی منا
اهل البیت رجل اسم الانف اقنی الکحل یملا الارض عدلا
وقسطا کما ملئت جورا وخبطا وهو مترجم القرآن ومنظره
ومظهر برهانه ومنوره وهو یوم القیامة والبعث والفعل
والتغابن والنشور یوم لا ینفع الظالمین معذرتهم.........
.... صاحب النشو فیما لا یعلمون تمام الکلمة ازل الفکرة

وجہ سے تو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ جس طرح وہ جور و ستم سے بھر دی گئی ہے۔ جیسا کہ تیرے نبی نے اس کے متعلق خبر دی ہے۔ فرمایا آپ نے کہ "مہدی ہم اہل بیت سے ہیں۔ ان کی ناک اٹھی ہوئی اور آنکھیں سرمگیں ہوں گی۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جیسا کہ وہ جور و ظلم سے بھر دی گئی ہے۔ وہ قرآن کے مترجم ہیں اور اس کی برہان کو روشن اور ظاہر کرنے والے ہیں۔ وہ روز قیامت، روز بعث، روز فصل، روز تغابن اور روز نشور ہیں۔ اس روز ظالموں کا عذر مقبول نہ ہوگا۔ وہ صاحب نشو ہیں جس کو تم نہیں جانتے۔ وہ تمام الکلمہ اور اول الفکرہ ہیں۔ وہ سدرۃ المنتہیٰ ہیں جس کے پاس جنت الماویٰ ہے۔ وہ جباریں کو مغلوب کرنے والے، متقین کی تائید کرنے والے اور روز جزا کے قائم مہدی باللہ امیر المؤمنین ہیں۔ درود بھیج تو ان کے خلفاء راشدین پر جو حق سے عدل و انصاف کرتے ہیں۔ اے اللہ توفیق دے تو ان کو صلاح و فلاح کی اور اس راز کو قوت دینے میں ان کی مدد کر جو حق مبین ہے۔

تبصرہ

مولانا معز کی دعاؤں کی اہمیت اوپر کے اقتباسات مولانا معز کی سات دعاؤں سے لئے گئے ہیں۔ جن میں ہر دعا ایک دن کے لئے مخصوص ہے ہر دعا میں ایک ناطق، ان کے وصی اور چھ اماموں کا ذکر ہے پہلی یکشنبہ کی دعا میں حضرت آدم کا بیان ہے۔ اسی طرح سلسلے سے سات دعاؤں میں سات ناطقوں اور ان کے حدود پر درود بھیجا گیا ہے۔ آخری دعا شنبہ کی ہے جس میں مولانا محمد بن اسماعیل کی شان بتائی گئی ہے۔

اسماعیلی مذہب کی حقیقت دریافت کرنے کے لئے محقق کو اس سے بڑھ کر کسی اور دوسرے حوالے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ یہ ہمارے ایسے امام کی دعا

اور جن کے ذریعے تو نے شریعتِ موسیٰ کے ظاہر کو معطل کیا۔ اور جن کو
تو نے پانچواں ناطق بنایا اور درود بھیج تو ان کے باپ اور وصی شمعون
پر اور ان کے دور کے چھ اماموں پر جو (۱) عبدالشاسئی ....
.... ہیں۔ اور مخصوص کر اے اللہ محمد بن عبداللہ کو جو اسمٰعیل کی نسل سے
ہیں اور جن کو تو نے مشرف و مکرم کیا۔ اور جن کو تو نے چھٹا ناطق بنایا فرماتا
ہے تو اور تو برکت والا اور بلند ہے "پیدا کیا ہم نے آسمانوں اور زمین کو
اور ان چیزوں کو جو ان کے درمیان ہیں چھ دن میں" اور درود بھیج تو آپ
کے باپ اور وصی پر جو علی بن ابی طالب ہیں اور آپ کے دور کے چھ اماموں
پر جو (۱) حسن بن علی (۲) حسین بن علی (۳) علی بن حسین (۴) محمد بن علی (۵) جعفر
بن محمد اور (۶) اسمٰعیل بن جعفر ہیں۔ .... اے اللہ تلافی کر تو
ہماری قائمؑ بالحق کے ظہور سے جن کا بیان روشن ہے .... اور
تدبیر کر عالم طبیعت کی سات ناطقوں، سات اساسوں، سات اتماء
(تمام کرنے والے) اور سات نجباء سے .... اے اللہ درود
بھیج تو سات حدود روحانیہ اور سات حدود جسمانیہ پر ....
اور درود بھیج تو یا اللہ اپنے نبی کے بھائی علیؑ پر جو اوصیاء منتجبین کے سردار
ہیں اور فاطمہ زہرا پر جو عالمین کی عورتوں کی سیدہ ہیں اور ان کے دو نو
نواسوں حسن اور حسین پر۔ اور درود بھیج تو قائمؑ بالحق اور ناطق بالصدق پر
جو اپنے نانا رسول سے نویں اور اپنے باپ کوثر سے آٹھویں اور اپنے آباء
سے ساتویں ہیں اور جو آدم سے ساتویں رسول اور شیث سے ساتویں وصی
اور نیک اماموں سے ساتویں امام ہیں۔ درود اللہ کا ان سب پر جس طرح
فرماتا ہے تو کہ "پیدا کیا ہم نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دن میں پھر بلند
ہوا وہ اللہ آسمان کی طرف" مراد اس سے ناطقوں کے امر کا بلند ہونا ہے
قائمؑ سابع سے۔ درود اللہ کا ان پر۔ جیسا کہ ابھی ہم نے ان کا ذکر کیا ہے
اور وہ ایسے ہیں جنہیں تو نے مشرف معظم اور مکرم کیا اور جن کے ذریعے سے
تو نے عالم طبائع کو ختم کیا۔ اور شریعتِ محمدی کے ظاہر کو معطل کیا اور جن کی

رسول اللہ صلعم کا اپنی اذان میں مولانا محمد بن اسماعیل اور مولانا محمد القائم بن عبد اللہ المہدی کی رسالت کی گواہی دینا

(۱) ستر کے دوسرے داعی مطلق سیدنا ابراہیم بن الحسین الحامدی (المتوفی ۵۵۷ھ) جو ظہور کے آخری زمانے میں مولانا آمر کے عہد میں موجود تھے، اپنی مہتم بالشان کتاب "کنز الولد" میں اس طرح ارشاد فرماتے ہیں :۔

واما محمد بن اسماعیل فهو متمم شریعته (ای شریعة محمد) وموفیها حقوقها وحدودها وهو السابع من الرسل بیان ذلك فی ادعیة مولانا المعز السبعة وهو الذی یشهد (ای النبی) له وللقائم محمد بن عبد الله المهدی لانه قائم القیامة الوسطی وقائم القیامة الاولی امیر المومنین وقائم القیامة الکبری صاحب الکشف فی اذانه بقوله اشهد ان محمدا رسول الله واشهد ان محمدا رسول الله لان الخلق یشهدون برسالته وهو یشهد لمتمم دوره وشریعته ومنها جده وهو منسوب الی عبد الله بن میمون فی التربیة

ترجمہ :۔ لیکن محمد بن اسماعیل وہ تو محمد (یعنے رسول اللہ صلعم) کی شریعت کے حقوق وحدود کو پورا کرنے والے ہیں اور ساتویں رسول ہیں۔ جن کا بیان مولانا معز کی سات دعاؤں میں ہے۔ اور وہی ہیں جن کے اور قائم بن محمد بن عبد اللہ المہدی کے لئے آپ (یعنی رسول اللہ صلعم) اشهد ان محمدا رسول الله، اشهد ان محمدا رسول الله کہہ کر گواہی دیتے ہیں (۲)۔ کیونکہ مولانا محمد بن اسماعیل قیامت وسطی کے قائم اور امیر المؤمنین (یعنے مولانا علی) قیامت اولی کے قائم اور صاحب

(۱) کنز الولد (الباب الحادی عشر۔ صفحہ ۵۰۰ - ۵۰۱) (۲) اذان کے پہلے کلمے "اشهد ان محمدا رسول الله" میں محمد سے مولانا محمد بن اسماعیل اور دوسرے کلمے "اشهد ان محمدا رسول الله" میں محمد سے مولانا القائم محمد بن عبد اللہ المہدی مراد ہیں گویا رسول اللہ صلعم ان دونوں کی رسالت کی گواہی دیتے تھے۔

ہے جن کی شان بہت بڑی ہے۔ آپ ظہور کے اماموں کے چوتھے اور مولانا حسن سے چودھویں امام ہیں۔ اور اسماعیلی اصول کے لحاظ سے چوتھا اور ساتواں اعلیٰ اور افضل ہوتا ہے (۱)۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ کا یہ قول دعاہیں وارد ہوا ہے اور دعا میں انسان اپنے خالق کے سامنے ہوتا ہے اور اپنے دل کی بات کو اس کے روبرو سچ سچ ظاہر کر دیتا ہے ان وجوہ سے یہ حوالہ اہم ترین حوالوں میں داخل ہے اسماعیلی مذہب کی اشاعت اور ملکی فتوحات کے لحاظ سے بھی مولانا معز کی شان بہت بڑی ہے۔ آپ ہی نے مصر اور شام کے اکثر اضلاع فتح کئے اور بلادِ مغرب سے منتقل ہوکر مصر میں تشریف لائے۔ یہ زمانہ خلافت فاطمہ کا زرین زمانہ ہے۔ آپنے اپنی دعاہیں اسماعیلی مذہب کا نظام بتایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اللہ کا دین سات ناطقوں پر مشتمل ہے جس کے اول حضرت آدم اور آخر مولانا محمد بن اسماعیل ہیں۔ آپ ساتویں امام ساتویں ناطق اور ساتویں رسول ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی شریعت کے ظاہر کو بعد میں آنے والے نبی کے قیام سے معطل کیا۔ اسی طرح مولانا محمد بن اسماعیل کے قیام سے محمد صلعم کی شریعت کے ظاہر کو معطل کیا۔ آپ قائم بالحق ناطق بالصدق، مہدی باللہ، یوم قیامت، یوم جزا وغیرہ وغیرہ ہیں۔ آپ سے ساتواں دور شروع ہوا جس سے عالم طبیعت کی انتہا اور دورِ روحانی کی ابتدا ہوئی۔ آپ کی نسل سے جو ائمہ ہوئے اور آئندہ ہوں گے وہ سب آپ کے خلفائے راشدین ہیں جو حق سے حکومت کرتے ہیں۔ اے اللہ تو ان پر درود بھیج اور انھیں صلاح وفلاح کی توفیق دے۔ اور اس راز کو قوت دے جنہیں ان کی مدد کر جو خفی مبین ہے۔ اسی اعتقاد پر اسماعیلی مذہب کی بنا ہے۔ اور یہی اس کا اصل اصول ہے۔

مولانا معز کی دعاؤں کی تصدیق اور ان کی شرح

مولانا معز کی "دعاؤں" کی تصدیق دو جلیل القدر داعیوں اور ایک عظیم الشان مکاسرے کی ہے اور مولانا محمد بن اسماعیل کے متعلق جو بیان ہے اس کی شرح بھی لکھی ہے چنانچہ :-

(۱) زاہر المعانی لسیدنا ادریس (صفحہ ۵۶۸)۔

متم اور ساتویں ناطق اور ساتویں رسول ہیں۔ اذان میں اشهد ان
محمداً رسول الله" کے مکرر ہونے کے یہی معنی ہیں اور اسی کی طرف
مولانا معز نے اپنے یوم السبت کی دعا میں اشارہ فرمایا ہے لیکن
قائم القیامہ کا امر اس سے اعلیٰ ہے۔ کیونکہ وہ رسولوں میں داخل نہیں ہیں

(ب) وانساق الامر بعد مولانا الحسین بن علی الی
باقی الائمة الی ان انتهی الی مولانا محمد بن اسماعیل فکان
محمد بن اسماعیل متم الدور وخاتم الرسل المنتهیة الیه غایة
الشرائع المختومة به المشتمل علی امر تبحد ودها المحیط بسوهم
وهو القائم بالقوة صاحب الکشفة الاولی لان القائم بالفعل والقائم الکلی
الذی هو صاحب الکشفة الاخری والبطشة العظمی لان
القیامات کثیرة فاولها الماذون المکفوف.......
(وآخرها) قائم القیامات وهو الذی یخلف العاشر فی موضعه
بعد ارتفاعه من هذه الدار وانما وقع علیه اسم الناطق والسابع
لنطقه بالامر الالهی وقوله انا الاانه غیر منتظم فی سلک نطقاء
دور الستر اذ هو بخلافه ولیس هو بمتم[1] ولا رتب بحدوده
ولا هو برسول بل هو منفرد برتبة الوحدة والالهیة وانما
مولانا محمد بن اسماعیل المخصوص بذلک الانتظام فی سلک
مقامات دور الستر ونطقاءه فاذا اعددت آدم ووصیه
ومتمی دوره الستة کان سابعهم ناطقا وهو نوح....
.... واذا اعددت عیسی ووصیه ومتمی دوره الستة
کان سابعهم ناطقاً وهو محمد واذا اعددت محمداً ووصیه و
متمی دوره کان سابعهم ناطقاً وهو محمد بن اسماعیل.....

---

(۱) میرے پاس دو نسخے ہیں دونوں میں عبارت اسی طرح ہے۔ (۲) ولیس له متم
(ایک نسخہ) "زهر المعانی" میں" ولیس هو بمتم" ہی ہے۔

الکشف قیامت کبریٰ کے قائم ہیں۔ تمام لوگ آپ (یعنے رسول اللہ صلعم)
کی رسالت کی گواہی دیتے ہیں اور آپ خود اپنے دور اور شریعت کے
پورا کرنے والے کی گواہی دیتے ہیں جو ترتیب کے لحاظ سے عبداللہ
بن میمون کی طرف منسوب ہیں۔

اماموں اور مومنین کا اپنی اپنی اذانوں میں رسول اللہ صلعم اور مولانا محمد بن اسمٰعیل کی رسالت کی گواہی دینا

(۲) (أ) سیدنا محمد بن طاہر (مکاسر سیدنا ابراہیم بن الحسین الحامدی) متوفی ۵۸۴ھ اپنی حقیقت کی مشہور کتاب "الانوار اللطیفہ" میں اس طرح فرماتے ہیں: —

(أ) وتسليمه (اي تسليم رسول الله صلعم) لمحمد بن اسماعيل شهادته له بالرسالة في الاذان عند قوله اشهد ان محمدا رسول الله لان شهادته صلعم لنفسه غير جائزة وانما كانت شهادته لمحمد بن اسماعيل واما شهادة الائمة وسائر المسلمين فهي له (اي لرسول الله صلعم) لانه الناطق السادس وكون الشهادة مثناة في الاذان لما كانت الشهادة الاولة له (اي لرسول الله) والثانية لمحمد بن اسماعيل الذي هو متم دوره وهو سابع الرسل واليه اشار مولانا المعز في دعائه يوم السبت اذ هو الناطق السابع فاما قائم القيامة على ذكره السلام فامره اعلى من ذلك لانه غير منتظم في سلك الرسل

ترجمہ:- اور آپ کے (یعنے رسول اللہ صلعم) محمد بن اسمٰعیل کو (علم و حکمت) کے سونپنے کے یہ معنی ہیں کہ آپ نے اپنی اذان میں "اشہد ان محمداً رسول اللہ" کہہ کر محمد بن اسمٰعیل کی رسالت کی گواہی دی۔ کیونکہ آپ کی گواہی خود اپنے لئے ناجائز ہے آپ نے محمد بن اسمٰعیل ہی کی رسالت کی شہادت دی۔ اور اماموں و دیگر مسلمانوں کی شہادت کے یہ معنی ہیں کہ یہ لوگ آپ کی اور محمد بن اسمٰعیل کی رسالت کی گواہی دیتے ہیں کیونکہ آپ چھٹے ناطق ہیں اور محمد بن اسمٰعیل آپ کے دور کے

کہے گئے کہ آپ نے امر الٰہی بیان فرمایا اور آپ نے "انا" کہا کیونکہ آپ دور ستر کے ناطقوں میں شریک نہیں ہیں۔ اس لئے کہ آپ اس کے خلاف ہیں اور نہ آپ متم ہیں (یا آپ کے لئے کوئی متم نہیں ہے جیسا کہ ایک نسخے میں ہے) اور نہ آپ کے لئے حدود کے رتبے ہیں اور نہ آپ رسول ہیں بلکہ آپ مرتبۂ وحدت اور الاہیت میں منفرد ہیں۔ اور مولانا محمد بن اسماعیل کے (اس فضیلت) سے مخصوص ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ دورِ ستر اور اس کے نطقا میں شامل ہیں جب تم آدم اور آپ کے وصی اور آپ کے دور کے چھ متم (امام) شمار کرو تو ان کا ساتواں امام ناطق ہوگا جو نوح ہیں .... اور جب تم عیسیٰ اور آپ کے وصی اور آپ کے دور کے چھ متم (امام) گنو تو ان کا ساتواں ناطق ہوگا جو محمد (یعنی رسول اللہ) ہیں۔ اور جب تم محمد اور آپ کے وصی اور آپ دور کے چھ متم (امام) کا حساب لگاؤ تو ان کا ساتواں امام ناطق ہوگا جو محمد بن اسماعیل ہیں .... اس لئے کہ محمد بن اسماعیل کے قیام سے دورِ ستر پورا ہوا اور دورِ کشف شروع ہوا اور چھٹے رسول کی شریعت منسوخ ہوئی جو ہمارا اعتقاد ہے۔ اسی وجہ سے مولانا معز اپنی سیلیجر کی دعا میں یہ فرماتے ہیں:۔ "درود بھیج تو اے اللہ قائم بالحق ناطق بالصدق پر جو آدم سے ساتویں رسول اور شیث سے ساتویں وصی اور نیک اماموں سے ساتویں امام ہیں جن کو تو نے مشرف، معظم اور مکرم کیا اور جن کے ذریعے تو نے عالم طبائع کو ختم کیا اور جن کے قیام سے تو نے محمدی شریعت کے ظاہر کو معطل کیا۔ یہ سب بالقوہ ہے نہ کہ بالفعل اس لئے کہ آپ قائم بالقوہ ہیں۔"

(۳) اٹھارھویں داعی مطلق سیدنا ادریس (متوفی ۸۷۲ھ) کا اپنی معتبر اور مستند تصنیف "زہر المعانی" میں یہ ارشاد ہے:۔ والخامس (من الذین سلم الیہ النبی) ھو قائم الاتمام محمد بن اسماعیل سمی صاحب الدور الذی شہد لہ بالرسالۃ والفضل فقال اشھد ان محمداً رسول اللہ

.......اذ بقیامہ تمام دور الستر واعتقاد دور الکشف ونسخ شریعۃ الرسول السادس وبذلک نطق مولانا المعز فی دعائہ یوم السبت حیث قال "وعلی القائم بالحق الناطق بالصدق .... سابع الرسل من آدم وسابع الاوصیاء من شیث وسابع الائمہ البررۃ الذی شرفتہ وعظمتہ وکرمتہ وختمت بہ عالم الطبائع وعطلت بقیامہ ظاہر شریعۃ محمد صلعم کل ذلک بالقوۃ لا بالفعل لکونہ قائما بالقوۃ"(۱)

ترجمہ:۔ اسی طرح امر امامت مولانا حسین ابن علی کے بعد باقی متمین میں جاری رہا۔ یہاں تک کہ مولانا محمد بن اسماعیل تک پہنچا جو دور کے پورا کرنے والے اور آخری رسول ہیں جن پر شریعتیں منتہی اور ختم ہوئیں اور جو حدود کے مراتب اور ان کے علوم پر محیط ہیں۔ اور جو قائم بالقوہ صاحب کشف اولیٰ ہیں کیونکہ قائم بالفعل قائم کلی ہی ہیں جو کشف آخری اور بطشہ عظمیٰ کے صاحب ہیں اس لئے کہ قیامتیں بہت ہیں جن میں پہلی قیامت ماذون مکفوف ہے .... اور (آخری قیامت) قائم القیامہ ہے جو اس گھر سے مرتفع ہونے کے بعد عقل عاشر کے خلیفہ ہونگے اور آپ (یعنے مولانا محمد بن اسماعیل(۲) یا قائم القیامہ) ناطق سابع ہی ہیں

---

(۱) الانوار اللطیفہ (سراوق ۳ فصل ۵ - باب ۳)۔ (۲) "وانما وقع علیہ اسم الناطق السابع" میں "علیہ" جو ضمیر ہے وہ مولانا محمد بن اسماعیل کی طرف راجع ہے جس کی تائید خود سیدنا محمد طاہر کے اوپر کے قول نمبر (۲) (ا) سے ہوتی ہے جو یہ ہے:۔ "والیہ اشار مولانا المعز فی دعائہ یوم السبت اذ ہو الناطق السابع" اور اسی بیان میں آگے چل کر فرماتے ہیں "وکان سابعہم ناطقا وہو محمد بن اسماعیل" سیدنا ادریس کے قول سے بھی جو ابھی آئیگا یہی ظاہر ہے۔ آپ کے بیان میں "لانہ غیر منتظم فی سلک نطقاء دور الستر اذ ہو بخلافہ" ہے جیسا کہ آگے معلوم ہوگا۔ راقم الحروف کے پاس تین نسخے ہیں تینوں میں اسی طرح عبارت ہے۔

وللسابع قوة ليست تكون لمن تقدمه وكذلك كانت قوة
القائم لما كان سابعا للنطقاء والذي كان للامام محمد بن
اسماعيل كان لسابع الخلفاء الذي هو المعز لدين الله سابع
اسبوعين ورابع اربعة .... ومحمد بن اسماعيل لم
يبطل شيئا من ظاهر شريعة محمد بل اكدها وامر بالعمل بها و
على ذلك سنة الائمة الطاهرين قياما بالتكليفات ومحافظة
على المفترضات من غير ترخيص ولا اهمال ولا ترك ولا ابطال وانما
عنى الامام المعز بقوله "وعطلت بقيامه ظاهر شريعة محمد"
لما كان لمعانيها مبينا ولاسرارها كاشفا ومجليا فازال
عن اتباعه واشياعه اعتقاد الظاهر على ما فيه من تعطيل
وتشبيه للمبدع الحق بمخلوقاته فعطل ذلك الاعتقاد وبيّن
فيه المراد كشفا للحقائق واظهارا للبيان الصادق۔

ترجمہ:۔ اور پانچواں وہ شخص (جس کو نبی نے علم و حکمت سونپی) قائم القیامہ محمد بن اسماعیل ہیں۔ آپ کو صاحب دور کہتے ہیں۔ (یا آپ صاحب دور کے ہم نام ہیں) جن کی رسالت اور فضیلت کی گواہی رسول اللہ صلعم نے اپنی اذان میں "اشهد ان محمدا رسول الله" کہہ کر دی۔ آپ ان ائمہ کے خاتم ہیں جنھوں نے رسول اللہ کے دور کو پورا اور آپ کی شریعت کی تکمیل کی۔ اذان میں شہادت کی تکرار یعنی دو دفعہ "اشهد ان محمدا رسول الله" کہنا ضروری ہے پہلی دفعہ کہنے سے نبی محمد صلعم اور دوسری دفعہ کہنے سے ساتویں ناطق کی طرف اشارہ ہے جو آپ کے دور کو پورا کرنے والے آخری امام ہیں ....

اور مولانا محمد بن اسماعیل پر شریعتیں منتہی اور ختم ہوئیں۔ آپ حدود کے مراتب اور ان کے علوم پر محیط ہیں اور آپ قائم بالقوہ صاحب کشفِ اولی ہیں۔ کیونکہ قائم بالفعل قائم کلی ہی ہیں جو صاحب کشفِ اخری اور قائم قیامتِ کبریٰ ہیں۔ اس لئے کہ قیامتیں بہت ہیں .....

وهو قائم الائمة الذين اتموا دوره واكملوا ما اتى به ولا بد من
تكرير الشهادتين مرتين ان محمدا رسول الله فالمرة الاولى الاشارة
الى النبي محمد صلعم والاخرى الاشارة بها الى السابع متمم دوره
وآخر ائمته (۱) .... وكان محمد بن اسماعيل متمم الدور
المنتهية اليه غاية الشرائع المختومة به المشتمل على امر انتسب
حدودها المحيط بعلومهم وهو القائم بالقوة صاحب الكشفة
الاولى لان القائم بالفعل هو القائم الكلي الذي هو صاحب
الكشفة الاخرى وقائم القيامة الكبرى صاحب البطشة
العظمى .... وهو الذي يخلف العقل العاشر
بعد نقلته ويقوم مدبر العالم في رتبته وانما وقع عليه
اسم الناطق السابع لنطقه بالامر الالهي وجمعه للفضل الذي
هو اليه متناهي وليس بمتمم ولا برسول بل هو منفرد برتبة
الوحدة وقد تم التمام واتسق النظام وانما خص محمد بن اسماعيل
بذلك لانتظامه في سلك مقامات دور الستر لانك
اذا عددت آدم .... واذا عددت الائمة في
دور محمد كان محمد بن اسماعيل سابعهم وللسابع قوة
على من تقدمه فلذلك صار ناطقاً وخاتماً وقائماً وهو ناسخ
شريعة صاحب الدور السادس ببيان معانيها واظهار
الباطن المبطن فيها وبذلك نطق مولانا الامام المعز حيث
قال في دعاء يوم السبت؛ وعلى القائم بالحق .... سابع
الرسل من آدم .... وعطلت بقيامه ظاهر شريعة محمد ...
.... هذا قوله صلعم موضحاً الفضل محمد بن اسماعيل
ومبينا الحدود الشريف الجليل وهو سابع الائمة المبين للمعنى

(۱) زهر المعاني بذكر رسول الله صلعم - صفحہ ۲۰۰)

مولانا محمد بن اسماعیل نے ظاہری شریعت کی کسی چیز کو باطل نہیں کیا بلکہ اس کی تائید کی اور اس پر عمل پیرا ہونے کی ہدایت دی اور ائمہ طاہرین کی بھی یہی سنت الٰہی ہے کہ فرائض اور تکلیفات میں کسی چیز کی ترخیص، اہمال، ترک یا ابطال جائز نہیں۔ مولانا معز کی اپنے قول "وعطلت به ظاهر شريعة محمد" سے مراد صرف یہی ہے کہ آپ نے شریعت کے معانی و اسرار بیان کر کے اپنے پیروؤں سے اس اعتقاد کو دور کیا جس سے باری تعالیٰ کی تعطیل و تشبیہ لازم آتی ہے۔ ایسے اعتقاد کو آپ نے معطل کیا اور حقائق کے اظہار سے صحیح مقصد بیان کیا۔"

تبصرہ

سیدنا ابراہیم بن الحسین ستر کے دوسرے داعی مطلق اور سیدنا ادریس اٹھارھویں داعی مطلق ہیں۔ یہ دونوں اطلاق کا درجہ رکھتے اور کالمعصوم سمجھے جاتے ہیں۔ ستر کے زمانے میں داعی مطلق کو کلی اختیارات حاصل ہیں کیونکہ وہ امام کا قائم مقام ہوتا ہے۔ اور اس کی ہر امر میں نمائندگی کرتا ہے۔ وہ خدا اور اس کے ولی یعنی امام کے الہام کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا۔ سیدنا ابراہیم بن الحسین اپنی کتاب "کنز الولد" میں فرماتے ہیں کہ ستر کے زمانے میں امام کا وجود داعی، ماذون اور مکاسر سے ہے۔ اگر یہ معدوم ہو جائیں تو امام معدوم ہو جاتا ہے (۱)

سیدنا حاتم بن طاہر (مکاسر سیدنا ابراہیم بن الحسین) بھی ہماری دعوت میں عظیم الشان رتبے کے حامل ہیں۔ عالم حقیقت میں آپ کی مشہور تصنیف "الانوار اللطیفة" انتہائی درجے کے طلبہ کو پڑھائی جاتی ہے شاید آج ہی اس درجے تک پہنچے ہوں گے۔

---

(۱) کنز الولد (الباب الثالث عشر، صفحہ ۲۷۶۔)

.........قائمِ قیامت کبریٰ اور صاحبِ بطشۂ عظمیٰ سب کے بعد آئیں گے
جو اپنی نقلت کے بعد عقلِ عاشر کے خلیفہ ہوں گے اور مدبرِ عالم کا رتبہ
حاصل کریں گے۔ آپ (یعنی مولانا محمد بن اسماعیل[1]) پر ناطق کا نام صرف
اس لئے واقع ہوا کہ آپ نے امرِ الٰہی بیان فرمایا اور آپ انتہائی فضل
پر حاوی ہوئے اور آپ نہ تمم ہیں نہ رسول۔ بلکہ وحدت کے رتبے
میں آپ منفرد ہیں۔ کام بالکل پورا ہو گیا۔ مولانا محمد بن اسماعیل اس
فضیلت سے صرف اس وجہ سے مخصوص ہوئے کہ آپ مقاماتِ
دورِ ستر کی لڑی میں منسلک ہیں۔ کیونکہ جب تم گنو گے آدم کو........
اور جب تم دورِ محمدی کے ائمہ کو گنو گے تو مولانا محمد بن اسماعیل ساتویں
ہوں گے اور ہر ساتواں امام اپنے پہلے کے اماموں سے قوی ہوتا
ہے۔ اسی وجہ سے آپ ناطق اور قائم اور "اسبوع" کے خاتم ہوئے
اور آپ نے صاحبِ دورِ سادس (یعنے رسول اللہ صلعم) کی شریعت
کے معانی بیان کر کے اور اس کے پوشیدہ باطن کو ظاہر کر کے اُن
کی شریعت کو منسوخ کر دیا۔ مولانا معز نے اپنی یوم السبت کی دعا
وعلی القائم بالحق.......... وعطلت بقیامہ ظاہر
شریعۃ محمد" میں یہی فرمایا ہے۔ آپ کا یہ قول مولانا محمد بن
اسماعیل کی فضیلت واضح کرتا ہے اور آپ کی حد شریف و جلیل کی تبیین
کرتا ہے۔ آپ "انما" میں ساتویں ہیں اور ہر ساتویں امام کو وہ قوت
حاصل ہوتی ہے جو اس سے پہلے کے چھ اماموں کو حاصل نہیں ہوتی۔ اور
مولانا قائم کی قوت ایسی ہی ہوگی کیونکہ آپ ناطقوں میں ساتویں ہیں گے
جو قوت امام محمد بن اسماعیل کو حاصل تھی وہی قوت سابع الخلفاء امام معز
کو بھی حاصل تھی کیونکہ مولانا معز دو "اسبوعین" کے ساتویں اور چار
اماموں کے چوتھے تھے۔"

(۱) وہ ذیلی نوٹ ملاحظہ فرمائیے جو "الانوار اللطیفۃ" کے بیان میں ابھی گزرا۔

مذہب کا اصل اصول یہ ہے کہ رسول جسے ہم ناطق کہتے ہیں شریعت کے ظاہر کی تعلیم
دیتا ہے۔ اس کا وصی جسے ہم اساس کہتے ہیں وہ اور اس کے بعد چھ امام اس شریعت
کا باطن مستحقین کو بتاتے ہیں۔ ساتواں امام باطن کی تکمیل کرکے اس کے ظاہر
کو منسوخ کر دیتا ہے۔ اسی لئے یہ سات امام "متمین" کہلاتے ہیں یعنے جب
باطن پورا ہو جاتا ہے تو ظاہر معطل ہو جاتا ہے کیونکہ اب وہ غیر ضروری سمجھا
جاتا ہے۔ دور محمدی میں ایسے ساتویں امام مولانا محمد بن اسماعیل ہیں جن کے
قیام سے اللہ تعالیٰ نے شریعت محمدی کے ظاہر کو معطل کیا۔ آپ کے بعد جو ائمہ
ہوئے یا ہوں گے وہ آپ کے خلفاء ہیں جو صرف باطنی شریعت کی تعلیم دیں گے
یہ اعتقاد مولانا معز کی دعاؤں اور آپ کے باب الابواب سیدنا جعفر بن
منصور الیمن کے اکثر بیانوں سے واضح ہے جیسا کہ ہم ابھی بتائیں گے۔

(۲) چونکہ مولانا محمد بن اسماعیل قائم بالقوہ ہیں نہ کہ قائم بالفعل اس لئے
یہ "سب بالقوہ ہے" ایسا کہنا بھی درست نہیں کیونکہ دعا میں "بالقوہ" نہیں ہے
اس میں تو صاف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کی شریعت کے ظاہر کو نوح کے قیام
سے معطل کیا اور نوح کی شریعت کے ظاہر کو ابراہیم کے ظہور سے معطل کیا
.... اسی طرح عیسیٰ کی شریعت کے ظاہر کو آنحضرت کی بعثت
سے معطل کیا اور آنحضرت صلعم کی شریعت کے ظاہر کو مولانا محمد بن اسماعیل
کے قیام سے معطل کیا۔ جب آدم وغیرہ کی شریعتوں کا ظاہر بالفعل معطل کر دیا گیا
ہے تو آنحضرت صلعم کی شریعت کا ظاہر بھی مولانا محمد بن اسماعیل کے قیام سے
بالفعل معطل کر دیا گیا ہے۔ سیاق عبارت سے بھی یہی واضح ہے۔ اگر دعا میں
"بالقوہ" ہوتا تو اور بات تھی لیکن دعا میں ایسا نہیں ہے۔ اگر ہم شرح میں
"بالقوہ" کا اضافہ کریں تو رسولوں کا سلسلہ بیان کرنا اور مولانا محمد بن اسماعیل
کو ساتواں رسول قرار دینا بیکار ہوگا اور مولانا معز کی دعا گمراہ کن ثابت ہوگی۔
دعا میں تو تمام انبیاء کی شریعتوں کی تعطیل ایک ہی نوعیت کی بتائی گئی ہے
صرف آنحضرت صلعم کی ظاہری شریعت کی تعطیل میں بالقوہ کا اضافہ کرنا جو دعا کے
متن میں نہیں ہے کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔ علاوہ اس کے تعطیل بالقوہ کے

ان تینوں بزرگ ہستیوں کی تصدیق و توثیق کے بعد مولانا معز کی دعاؤں کے مستند ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں رہتا۔

لیکن انھوں نے جو تعطیل شریعت کی شرح کی ہے وہ کس طرح درست ہو سکتی ہے؟ معمولی عربی داں بھی اسے قبول نہیں کرے گا۔ اس کی کئی وجوہ ہیں:—

(۱) تعطیل شریعت محمدی کا مقابلہ دوسرے انبیاء کی شریعتوں کی تعطیل سے کیا گیا ہے۔ جن کا ظاہر منسوخ کر دیا گیا ہے۔ جو معنی ان کی شریعت کی تعطیل کے ہیں وہی معنی آنحضرت صلعم کی شریعت کی تعطیل کے بھی ہوں گے۔ خود سیدنا محمد بن طاہر اور سیدنا ادریس نے تعطیل کے معنی نسخ کے کئے ہیں۔ سیدنا ادریس اقرار کرتے ہیں کہ مولانا محمد بن اسمٰعیل ساتویں ناطق، ساتویں رسول اور قائم ہیں آپ نے صاحب دور سادس یعنے آنحضرت صلعم کی شریعت کے معانی اور باطن بیان کرکے اسے نسخ کیا۔[1] ہمارے اسماعیلی

(1) If thou takest the number of Adam, his Wasi and the Imams of his period the last of them will be a Natiq.... Md. b. Ism. the seventh.... a Natiq who cancels S h a r i a t by explaining its hidden meaning.... If Md. b. Isma'il was the one who was Nasikh of the shari'at of the sixth dawr, by "explaining its hidden meaning". - then logically we can expect that all the Imams, before and after him, were also seventh Natiqs, because such was also their mission Such a helpless struggle to reconcile superstitious beliefs with a philosophical theory is typical of Ismaili esoterism, one of its "g r e a t m y s t e r i e s." (Rise of the Fatimids by Ivanow, p. 245).

آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں۔

(۵) سیدنا محمد بن طاہر اور سیدنا ادریس کی شرحوں میں مولانا محمد القائم کی شہادت کا ذکر نہیں ہے۔ حالانکہ سیدنا محمد بن طاہر سیدنا ابراہیم کے ہم عصر ہیں اور سیدنا ادریس سیدنا ابراہیم کے تین سو سال بعد ہیں۔ اس سے ہماری تعلیم کے اختلاف پر روشنی پڑتی ہے جس کی طرف کئی بار توجہ دلائی گئی ہے۔ بہرحال لکھتے وقت جو بات ہمارے ذہن میں آگئی ہم نے لکھدی۔ ایک نے کچھ لکھدیا دوسرے نے کچھ بیان فرمادیا اور تیسرے نے اس کی طرف کچھ توجہ نہیں کی۔ کیا یہی علوم اولیا اللہ کی شان ہے۔ اختلاف تعلیم کی مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے ہماری تالیف کا مقدمہ "بعنوان ہماری اسماعیلی تعلیم میں اختلاف اور اس کے کئی پہلو" حالانکہ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ہم اہل ظاہر کی طرح اہل قیاس نہیں ہیں۔ ہم نے ائمہ معصومین سے استفادہ کیا ہے جن کے علم کی شان اس آیۂ کریمہ میں بتائی گئی ہے "ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا" تاویل کی شان میں ایک دوسری آیت پیش کی جاتی ہے "ما تریٰ فی خلق الرحمن من تفوت فارجع البصر ھل تریٰ من فطور"۔

(۶) سیدنا ادریس فرماتے ہیں کہ مولانا محمد بن اسماعیل نے اس اعتقاد ظاہر کو معطل کیا جس سے باری تعالیٰ کی تشبیہ لازم آتی ہے لیکن دعا میں ایسا نہیں ہے۔ دعا میں ہر نبی کی شریعت کے ظاہر کی تعطیل کا ذکر ہے نہ کہ اعتقاد ظاہر کی تعطیل کا۔ تعطیل شریعت اور ہے اور تعطیل باری تعالیٰ اور۔ دونوں میں بڑا فرق ہے۔

(۷) سیدنا موصوف یہ بھی فرماتے ہیں کہ تعطیل ظاہری شریعت کے یہ معنی ہیں کہ آپ نے دور سادس کی شریعت کے معنی بیان کرکے اور اس کے پوشیدہ باطن کو ظاہر کرکے ان کی شریعت کو منسوخ کیا۔ لیکن کسی مسئلے کے معانی و مطالب کی توضیح اور تبیین سے نفس مسئلہ معطل نہیں ہوجاتا بلکہ وہ محقق اور ثابت ہوجاتا ہے۔ کیا کلام مجید کی تفسیر بیان کرنے سے کلام مجید معطل ہوجاتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ محقق اور ثابت ہوجاتا ہے۔ یہاں تعطیل

اضافے سے ہمارا کیا مقصد ہے اور اس کا کیا فائدہ ہے؟ کیا مولانا علیؑ نے اتنا باطن نہیں بتایا کہ آپ کی وجہ سے شریعت بالقوہ معطل ہو سکی حالانکہ آپ تمام اماموں سے افضل و اعلیٰ ہیں دوسرا اہم سوال جو اس مقام پر پیدا ہوتا ہے یہ ہے کہ جس باطن کی تکمیل اماموں نے کی وہ کونسا باطن ہے۔ اگر یہ باطن وہی ہے جو تاویل کی فصل میں بیان کیا گیا ہے۔ تو ہمیں بڑی مایوسی حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے کہ وہ تو کچھ معقول نظر نہیں آتا اور نہ وہ کسی مقررہ اصول پر مبنی ہے۔ وہ تو ایک قسم کی شاعری ہے جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا[1]

تیسری غور طلب بات یہ ہے کہ کیا جوں جوں ایک ایک امام نے باطن بتایا اسی قدر شریعت معطل ہوتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ مولانا محمد بن اسماعیل کے عہد میں پورا باطن ظاہر ہونے کے بعد پوری شریعت معطل ہو گئی۔

(۳) سیدنا محمد بن طاہر تو مولانا معزؑ کے تقریباً دو سو سال بعد پیدا ہوئے آپ کی شرح میں یہ ہے کہ یہ سب بالقوہ ہے نہ کہ بالفعل کیونکہ مولانا محمد بن اسماعیل قائم بالقوہ ہیں۔ اس شرح کے ظاہر ہونے تک مومنین میں یہی عقیدہ رائج ہوگا کہ مولانا محمد بن اسماعیل قائم بالفعل ہیں۔ اس لئے کہ مولانا معزؑ کی دعا میں بالقوہ نہیں ہے۔ آپ تو کھلم کھلا فرماتے ہیں کہ "وعلی القائم بالحق الناطق بالصدق .... یملؤ الارض .... المہدی .... وہو یوم القیامہ والبعث .... قائم یوم الدین وغیرہ وغیرہ۔ بہر حال مولانا معزؑ کی دعا اور بعد میں آنے والے داعیوں کی شرحیں ایک دوسرے سے غائر ہیں متن اور شرح میں کوئی تعلق نہیں۔

(۴) مولانا معزؑ نے تو صرف مولانا محمد بن اسمٰعیل کو ساتواں رسول قرار دیا۔ لیکن سیدنا ابراہیم بن الحسین نے ظہور کے دوسرے امام مولانا محمد القائم بن عبد اللہ المہدی کو بھی رسولوں میں شریک کر دیا۔ گویا آنحضرت صلعم کے بعد اور دو رسول پیدا ہوئے جن کی رسالت کی گواہی خود آپ دیتے تھے حالانکہ خدا فرماتا ہے

(۱) ملاحظہ ہو فصل (۱۴) عنوان "تاویل میں اختلاف اور اس کے اسباب"۔

سیدنا ادریس نے اپنی ایک دوسری تصنیف " عاصمة نفوس المهتدين وقاصمة ظهور المعتدين " میں جو " بعث الله محمد بن اسماعيل وهو

2. Obiously a concession to the all Islamic dogma of the Prophet Muhammad being the last and final one. If the latter is also a Natiq, in fact the Sixth Natiq, then the Seventh also should be a Rasul or Apostle. And just a few lines above it was solemnly stated that he was revealer of ash - shariatu'l - makhtuma. [See below]

فكان محمد بن اسماعيل متم الدور وخاتم الرسل المنتهية اليه غاية الشرائع المختومة

Sayyid - na Idris obviously tries here, as on many other occasions, to avoid falling between two stools, without any convincing result. This is one of the examples of that maystic vision, in which two contradictory statements are both admitted as true at one and the same time. In such cases the student is required to possess strong confidence in the honesty of the author to treat his statements seriously, and not simply to take it for ordinary foolishness (Rise of the Fatimids by Ivanow, pp. 244.)

شریعت کے وہی معنی ہیں جو خود سیدنا قاضی نعمان نے داعی مغیرہ وغیرہ کے ذکر میں کئے ہیں۔ اور لغت بھی یہی کہتی ہے۔ مذاہب کے ساتھ تعطیل کا لفظ انہی معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ "کتاب الملل والنحل" کے مطالعے سے واضح ہے۔
حاصل کلام یہ ہے کہ ہر گزرنے والے نبی کی شریعت کے ظاہر کو آنے والے نبی نے معطل کر کے ایک نئی شریعت وضع کی۔ بخلاف مولانا محمد بن اسماعیل کے جو ساتویں رسول ہیں اور جنھوں نے آنحضرت صلعم کی شریعت کا پورا مجرد باطن بتا کر اس کے ظاہر کو معطل کیا۔ اور کوئی نئی شریعت وضع نہ کی۔ جیسا کہ مولانا معز اور سیدنا جعفر بن منصور الیمن کے ارشادات سے واضح ہے جو قریب ہیں آئیں گے آپ کے بعد جو ائمہ ہوئے اور ہوں گے وہ سب محض باطن کی تعلیم دیں گے اور آپ کے خلفاء کہلائیں گے۔ یہ تعطیل خدا کے حکم سے ہوئی اس لئے آپ نے اپنے ارشاد "عطلت" سے اس کی نسبت خدا کی طرف کی۔

(۸) سیدنا محمد بن طاہر فرماتے ہیں کہ مولانا محمد بن اسماعیل خاتم الرسل ہیں جن پر شریعتیں منتہی اور ختم ہوئیں۔ یہی نہیں بلکہ چند سطروں کے بعد آپ کا یہ ارشاد ہے کہ مولانا محمد بن اسماعیل نہ متم ہیں نہ رسول بلکہ آپ رتبۂ وحدت میں منفرد ہیں۔
مستشرق "ایوانو" نے سیدنا ادریس کا اوپر کا متضاد بیان (وقام اسماعیل بن جعفر سے لے کر وطرد ابا یزید من المصلی تک) اپنی کتاب میں نقل کر کے اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ اس بیان میں فقرہ "ولیس ھو بمتم ولا برسول" کے انگریزی ترجمہ پر حسب ذیل نوٹ لکھا ہے۔[1]

1. He (i. e. Muhammad b. Ismail) was named the Seventh Notiq, because he rose to preach by the command of God. He is neither the revealer of the final religion (mutimm), nor the Apostle of God (rasul). (Here ends the text) from here note No. 2 begins (See next page No. 2)

محمد بن عبداللہ صلعم خاتم النبیین وقال صلعم لانبی بعدی و ھل ظھم بعد شریعۃ غیر شریعۃ محمد"۔ اس سے اصل اعتراض اٹھ نہیں سکتا کیونکہ اس سے مولانا معز کی دعا کی مخالفت لازم آتی ہے جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں۔ معترض ایک زیدی ہے جو یہ کہتا ہے کہ میرے پاس صلیحی کی چند کتابیں ہیں جس میں اس طرح لکھا ہے۔ اس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے سیدنا صلیحی اور سیدنا حاتم بن ابراہیم بن الحسین الحامدی کی کتابیں پڑھی ہیں تعطیل شرائع کا حوالہ غزالی (متوفی ۵۰۵ھ) کی تصنیف "المستظہری" میں بھی ہے جو خلیفہ عباسی المستظہر باللہ (۴۸۷-۵۱۲ھ) کے لئے لکھی گئی تھی اس کا جواب "دامغ الباطل" میں سیدنا علی بن محمد الولید (متوفی ۶۱۲ھ) نے یہ دیا ہے کہ ہم تعطیل شریعت کے قائل نہیں ہیں۔ یہ جواب بھی اصل اعتراض سے کوسوں دور ہے بہر حال امام کے ارشاد کے سامنے داعیوں کے اقوال کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ ایسے جوابات صرف تقیہ پر محمول کئے جا سکتے ہیں۔ بعض اساتذہ تعطیل کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ باطن سمجھنے کے بعد شریعت کے احکام کی پابندی لوگوں پر آسان ہو جاتی ہے وہ برضا و رغبت ان کی پابندی کرتے ہیں۔ انھیں باعث تکلیف نہیں سمجھتے۔ لیکن یہ تاویل غلط ہے۔ یہاں تعطیل کے معنی نسخ کے ہیں جیسا کہ مولانا معز کی دعا سے واضح ہے۔ داعی مغیرہ، داعی ابوالخطاب وغیرہ پر بھی یہی الزام لگایا گیا ہے کہ انھوں نے باطن سمجھ کر شریعت کے اعمال معطل یعنی ترک کر دئیے۔ تعطیل، نسخ، ارتفاع وغیرہ جیسے الفاظ پر آئندہ مزید روشنی ڈالی جائے گی۔ اس مسئلے کی تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے یہی فصل عنوان "قائم کے دور میں فرائض کا تطوعات ہو جانا"۔

غرض کہ مولانا محمد بن اسماعیل اور مولانا محمد القائم بن عبداللہ المہدی کو رسولوں میں شریک کرنا جن کی رسالت کی گواہی آنحضرت صلعم اپنی اذان میں دیتے تھے۔ اور آنحضرت اور ائمہ اور دیگر مسلمانوں کی اذانوں میں فرق کرنا اور مولانا محمد بن اسماعیل کو حضرت آدم سے ساتواں رسول ماننا جن کے قیام سے اللہ تعالیٰ نے شریعت محمدی کے ظاہر کو معطل کر دیا۔ یہ ایسے عقائد ہیں جو

نبی ناطق نسخ شریعۃ محمد و معنی الناطق ھو الناسخ للشریعۃ
کا جواب دیا ہے وہ بھی کافی نہیں ہے۔ آپ نے صرف اتنا فرمایا ہے۔ ابلیس

فقام محمد باللسان نظہرت منہ حقائق و معجزات...... غایۃ الشرائع المختومہ

Compare this account of his activities, and the story found in the Uyunu'l--akhbar [" Ismailis and Qarmatians ", 61-67]. There is not the slightest doubt that all this is fiction, bassed solely on the fact of Muhammad b. Ismail's being the Seventh Imam, and, therefore, the Seventh Natiq, who had to reveal a new religion, even if he really never did this. Obviously the hypothetical "final" Shariat which the seventh Natiq was excepted to reveal. Further on the author tries to find a way out from an obviously impossible and undesirable situation (Rise of the Fatimids by Ivanow, pp. 242 - 243.

سمجھے یا نہ سمجھے۔ اگر سمجھے ہوتے تو ہم کو بھی سمجھاتے۔ اس موقع پر فانی کا شعر کیا ہی موزوں ہے:-

یہ معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا
آدمی کا ہے کو ہے خواب ہے دیوانے کا

اوپر کی تنقید دیکھ کر راقم الحروف کو بڑا اطمینان حاصل ہوا۔ اس سے یہ پتہ لگا کہ وہ صرف ایڈوکیٹ صاحب کی نہیں ہے بلکہ جامعہ سیفیہ کے فاضل اساتذہ آپ کے پس پردہ ہیں خود صاحب موصوف نے اعتراف کیا ہے کہ جو کچھ میں نے لکھا ہے اس میں ان کی بڑی مدد شامل ہے۔ گویا اساتذہ اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا کر بھی "تاریخ فاطمیین مصر" کے بیانات کی تردید نہ کر سکے۔(۱)

جماعت سلیمانی کے نسخے میں تحریف

ہمارے سلیمانی بھائیوں کے پاس جو دعاؤں کا نسخہ ہے اس میں "وعطلت بقیامہ ظاھر شریعۃ محمد" کی بجائے "وعطلت بقیامہ ظاھر الشرائع" ہے لیکن کنز الولد اور زھر المعانی کے مذکورہ بالا حوالوں سے صاف

(۱) سنا ہے کہ جامعہ سیفیہ (واقع سورت۔ گجرات) کے ایک تعلیم یافتہ فاضل نے بلدہ حیدرآباد (دکن) میں اپنے وعظ میں کہا کہ "ہمارے پاس مولانا معز کے دست مبارک کا لکھا ہوا ایک خط ہے جس میں آپ فرماتے ہیں کہ شریعت معطل نہیں ہوئی"۔ اس قول میں اگر کچھ بھی صداقت ہوتی تو مذکور الصدر داعیوں سیدنا ابراہیم بن الحسین اور سیدنا ادریس اور (مکارم) سیدنا محمد بن طاہر اپنی شرحوں میں اس کا حوالہ دیتے لیکن انھوں نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ بلکہ تعطیل کو ثابت رکھ کر اس کی تاویل کی کہ اس سے مراد "تعطیل بالقوہ" ہے نہ کہ تعطیل بالفعل جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں۔ اگر مولانا معز کا کوئی ایسا خط بھی مل جائے تو ایک سوال یہ باقی رہ جاتا ہے کہ آپ نے اپنی دعا میں کیوں اس طرح فرمایا ہوگا کہ اے پروردگار تو نے ساتویں رسول (مولانا محمد بن اسمٰعیل) کے ذریعے ظاہر شریعت محمد کو معطل کر دیا۔ ہماری اسماعیلی دعوت کے قواعد کی رو سے امام کا ہر قول صداقت کا حامل ہوتا ہے پچھلا قول اگلے قول کو رد نہیں کر سکتا۔ مخفی مباد کہ تعطیل شریعت کا حوالہ دعاؤں ہی جو سچے اور مخلص دل سے نکلتی ہیں مولانا معز کا وہ رسالہ جو آپ نے قرمطی کو لکھا ہے اس کے اقتباسات نقل کئے جا چکے ہیں جس میں آپ نے اس کے آباو اجداد کی مدح سرائی کی ہے جو تعطیل و اباحت کے علمبردار تھے۔

اسلامی تعلیمات کے منافی ہیں۔ ہماری کتابوں کو چھپانے کی یہ بھی ایک وجہ ہے کہ ان میں ایسے عقائد درج ہیں جو بالکل اسلام کے خلاف ہیں۔ ان کی متعدد مثالیں اس تالیف میں ملیں گی۔

ہمارے بزرگ ترین داعیوں نے جو شرح کی ہے وہ دعا کے متن سے بالکل علیحدہ ہے جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں۔ مولانا محمد بن اسماعیل کو قائم بالقوہ کہنا اور تعطیل ظاہر شریعت کی تاویل تعطیل اعتقاد ظاہر سے کرنا جس سے باری تعالیٰ کی تعطیل و تشبیہ لازم آتی ہے۔ ہرگز درست نہیں۔ یہ تو صرف ایک قسم کا تقیہ ہے جو ہمارے مخالفین خصوصاً زیدیوں کے حملوں سے بچنے کے لیے اختیار کیا گیا تھا جو یمن میں رہتے تھے کیونکہ یہ لوگ ہم کو اہل تعطیل و اباحت کہتے تھے۔ مولانا معز کی دعا صاف کہہ رہی ہے کہ مولانا محمد بن اسماعیل سابع رسول ہیں جن کے قیام سے اللہ تعالیٰ نے شریعت محمدی کے ظاہر کو معطل کیا جیسا کہ ہر آنے والے نبی نے اپنے پیش رو نبی کی شریعت کے ظاہر کو معطل کیا۔ آپ کی دعا اتنی واضح ہے کہ اس کی شرح کی ضرورت ہی لاحق نہیں ہوتی۔

یہاں ایک اور بات کی طرف توجہ ضروری ہے۔ ہماری دعوت کے اصول سے مستجیب دینی مراتب طے کرتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ جب وہ لیلی حجت کے عظیم الشان درجہ کو پہنچتا ہے تو اس پر سے ظاہری تکالیف شرعیہ مرتفع ہو جاتی ہیں۔ اس لحاظ سے مولا علی بلکہ آنحضرت صلعم کے عہد میں جو حدود لیلی حجتوں کے رتبے پر فائز ہوئے ہوں گے وہ ظاہری تکالیف شرعیہ کے پابند نہ ہوں گے گویا مولانا محمد بن اسماعیل سے بہت پہلے یعنی ابتدائے اسلام سے اس اصول پر عمل ہوتا چلا آ رہا ہے۔ اس مسئلہ پر ہم آئندہ مزید روشنی ڈالیں گے۔ ان مفصل بیانات سے "آیات بینات" کی تنقید کا پول کی طرح اڑھاتی ہے۔ اسی وجہ سے صاحب تنقید فاضل ایڈوکیٹ جناب شیخ عبدالقیوم صاحب مرحوم کو مجبوراً کہنا پڑا کہ "کچھ حرم دعوت کے نوامیس رازہیں۔ ان کا سمجھنا ابوالنو (یعنی روشنی مستشرق) اور ڈاکٹر صاحب (یعنی راقم الحروف) کے بس کی بات نہیں۔ نہ معلوم کہ فاضل ایڈوکیٹ صاحب خود بھی تعطیل شریعت کا راز

مقریزی اس طرح لکھتا ہے۔

مولانا معز کی دعاؤں کا مقابلہ مقریزی کے بیان سے

(الدعوة الرابعة) ان عدد الانبیاء الناسخین للشرائع المبدلین لاحکامها سبعة .... وانه لابد عند انقضاء هؤلاء السبعة من استفتاح دور ثان یظهر فیه نبی ینسخ شرع من مضى من قبله وتكون الخلفاء من بعده امورهم تجری کامر من كان قبلهم .... وهكذا حتى یقوم النبی السابع من النطقاء فینسخ جمیع الشرائع التی كانت قبله ویكون صاحب الزمان الاخیر وكان اول هؤلاء الانبیاء النطقاء آدم علیه السلام وكان صاحبه وسوسه ابنه شیث وكان الثانی من الانبیاء النطقاء نوح علیه السلام فانه نطق بشریعة نسخ بها شریعة آدم وكان صاحبه وسوسه ابنه سام .... ثم كان الخامس من الانبیاء النطقاء عیسى بن مریم فانه نطق بشریعة نسخ بها شرائع من كان قبله .... الى ان كان السادس من الانبیاء النطقاء نبینا محمد صلعم وكان صاحبه وسوسه علی بن ابی طالب ؑ ثم من بعد علی ستة صمتوا على الشریعة المحمدیة وقاموا بمیراث اسرارها وهم ابنه الحسن ثم ابنه الحسین ثم علی بن الحسین ثم محمد بن علی ثم جعفر بن محمد ثم اسماعیل بن جعفر الصادق وهو آخر الصمت من الائمة المستورین من السابع من النطقاء وهو صاحب الزمان وعند هؤلاء الاسماعیلیة انه محمد بن اسماعیل بن جعفر وانه الذی انتهى الیه علم الاولین وقام بعلم بواطن الامور وكشفها .... وعلى جمیع الكافة اتباعه والخضوع له۔[1] مولانا معز

---

(۱) مقریزی ۲ ـــ ۲۳۰ - ۲۳۱ ـ

ظاہر ہے کہ اس نسخے میں تعطیل ظاہر شریعت محمدی کے اعتراض کے خوف سے تحریف کر دی گئی ہے۔ یہ حضرات مذکور الصدر تصدیق کرنے والے داعیوں کو حق کے داعی مانتے ہیں۔ سیدنا داؤد بن عجب شاہ (متوفی سنہ ۹۹۹ھ) تک یہ ہمارے ساتھ تھے۔ سیدنا داؤد بن قطب شاہ (متوفی سنہ ۱۰۲۱ھ) سے صدارت کے جھگڑے کی وجہ سے ہم داؤدیوں سے الگ ہوئے۔ اس قسم کی تحریف سے کوئی فائدہ نہیں "شرائع" میں آنحضرت کی شریعت بھی داخل ہو جاتی ہے۔ حضرت عیسیٰ تک کے انبیاء کی شریعتیں تو معطل ہو چکی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا محمد بن اسماعیل کے ذریعے سے آنحضرت صلعم کی شریعت کو بھی معطل کیا۔

تعطیل شریعت کا راز کیسے فاش ہوا

غزالی (متوفی سنہ ۵۰۵ھ) کی کتاب "المستظہری" سے جس کا حوالہ اوپر گزر چکا ہے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ تعطیل شریعت کا اہم راز پانچویں صدی کے اوائل ہی میں فاش ہو چکا تھا۔ ممکن ہے کہ اس سے بہت پہلے اہل ظاہر اس سے واقف ہو گئے ہوں۔ اس کے بعد سیدنا ادریس (متوفی سنہ ۸۷۲ھ) کے بیان کے مطابق حسن بن محمد زبیدی نے یہ مسئلہ اٹھایا۔ اس الزام کو رفع کرنے کے لئے ہمیں "کل ذلك بالقوہ و مولانا محمد بن اسماعیل هو القائم بالقوہ وهو المبین للمعنی وهو ناسخ شریعة صاحب الدور السادس ببیان معانیها واظهار باطنها" جیسی تاویلیں مجبوراً کرنا پڑیں۔ حالانکہ یہ تاویلیں مولانا معز کی دعا کے خلاف ہیں۔ اس کے علاوہ خود ہر تاویل میں متضاد اور متناقض بیانات ہیں جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں۔ دوسرا مقصد ایسی تاویلیں کرنے کا یہ ہے کہ ابتدائی درجے کے مؤمنین کا اعتقاد برقرار رہے۔ ورنہ وہ ظاہری اعمال چھوڑ دیتے۔ اس کا ثبوت ہمارے عہد کے طالب علموں سے ملتا ہے جو بغیر سوچے سمجھے ایسی تاویلوں کو مان لیتے ہیں۔ اور دعا اور اس کی شرح کا مقابلہ نہیں کرتے جیسا کہ مستشرق ایوانو نے بتایا ہے[1]
اہل ظاہر کے اکثر مورخین بھی تعطیل شریعت کا تذکرہ کرتے ہیں۔ چنانچہ مصر کا مشہور مورخ

(۱) اس مستشرق کی انگریزی میں تنقید اسی تبصرہ کے ابتدائی حصہ میں گزر چکی ہے۔

علم باطن کا دور شروع ہوا۔ چنانچہ بعض قدیم اسماعیلی فرقے مثلاً قرامطہ اور نزاری (خوجے) یہی عقیدہ رکھتے تھے۔ بلکہ انھوں نے کھلم کھلا اپنا عقیدہ ظاہر کر دیا۔ خوجوں کے ہاں مسجدیں نہیں ہوتیں۔ ان کی بجائے جماعت خانے ہوتے ہیں۔ اور یہ لوگ شہر رمضان کے روزے بھی نہیں رکھتے۔ ملاحظہ ہو فصل (۳۱) عنوان "الموت میں اسماعیلیوں کی عید قیام اور حضرت امام ع کا معنوی خطبہ" امام مہدی اور اس کے جانشینوں نے اس قسم کے عقیدے ظاہر نہیں کئے اس کی وجہ مستشرق اولیری نے یہ بتائی ہے کہ ان حکمرانوں کو بلاد مغرب، مصر اور شام وغیرہ پر مستقل حکومت کرنے کا موقع ملا اور ان ممالک میں اکثریت اہل سنت کی تھی۔ اس لئے انھوں نے صرف ایسے عقیدے ظاہر کئے جو ان کی رعایا کے عقیدوں سے ملتے جلتے تھے بخلاف قرامطہ کے جن میں اکثر فلاحین یعنی کاشتکار تھے۔ ان لوگوں کو مستقل حکومت کا موقع نہیں ملا۔ اس لئے انھوں نے ایک "کثیف شکل" اختیار کی اور اپنے اصلی عقیدے ظاہر کر دیئے۔ مولانا مہدی اور آپ کے خلفاء نے باطن کی تعلیم تو دی لیکن اس کے ساتھ اس امر پر بھی زور دیا کہ باطن کے ساتھ ظاہر کی بھی ضرورت ہے۔ ظاہری اعمال دور کشف میں قائم القیامہ ہی اٹھائیں گے جو قیامت کے روز ظاہر ہوں گے۔ یہی تعلیم قاضی نعمان بن محمد اور دوسرے داعیوں مثلاً حمید الدین کرمانی، مؤید شیرازی اور ناصر خسرو وغیرہ کی ہے۔ بلکہ سیدنا حمید الدین یہ فرماتے ہیں کہ دور کشف میں بھی اعمال مرتفع نہیں ہوں گے۔ کیونکہ اعمال ہی ایک وسیلہ ہیں جن سے نفس انسانی کمال کو پہنچتا ہے۔ (۱) اس مقام پر یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ تعطیل شریعت باطنی تعلیم کا اہم راز ہے۔ اسماعیلیوں میں بھی باطن کی تعلیم ہر کس و ناکس کو نہیں دی جاتی تھی۔ بلکہ اس میں سننے والے کی استعداد اور وقت کے مقتضاء کا بڑا لحاظ کیا جاتا تھا۔ جیسا کہ "دعوت کی مجلسوں اور ان کے طریقوں" میں تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔

(۱) مقدمہ عنوان "اختلاف تعلیم کی چار اہم مثالیں" نمبر (۱)

کی دعا اور مقریزی کے بیان کا اگر مقابلہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ دونوں لفظ بلفظ آپس میں متفق ہیں۔ ان میں سرمو فرق نہیں ۔

اسماعیلیت کی مختصر تعریف

غرض کہ اسماعیلیت کی مختصر تعریف یہ ہی کہ چھٹے ناطق (رسول) یعنے آنحضرت صلعم نے ظاہری شریعت کی تبلیغ کی ۔ مولانا علی نے باطنی شریعت کی ابتداء کی جو ساتویں رسول مولانا محمد بن اسماعیل پر تمام ہوئی جس کے ذریعہ سے اللہ نے ظاہری شریعت معطل کی ۔ اسی وجہ سے آپ سابع المتمین کہلاتے ہیں آپ کے بعد جو ائمہ گزرے اور قیامت کے روز تک گزریں گے وہ سب آپ کے خلفائے راشدین ہیں ۔ جیسا کہ مولانا معز اپنی دعائیں فرماتے ہیں اور تاویل یعنے علم باطن ظاہر کر کے تمام دنیا کو اسماعیلی مذہب کا پیرو بنائینگے چنانچہ سیدنا قاضی نعمان نے مولانا حاکم کے متعلق یہ پیشین گوئی کی تھی اور کافل قضاۃ المسلمین وہادی دعاۃ المومنین سیدنا بدر الجمالی نے مولانا مستنصر کے بارے میں یہ امید ظاہر کی تھی جس کے حوالے گزر چکے ہیں (۱) ۔

ہم اسماعیلیوں کے مذہب اور سیاست میں فرق

ہمارے بعض اسماعیلی بھائی کہتے ہیں کہ اگر ہمارے ائمہ ظاہری شریعت کی تعطیل کے قائل ہوتے تو وہ کھلم کھلا اپنے عقیدے کا اعلان کرتے مسجدیں نہ بنواتے جن میں سب سے شاندار مسجد ازہر ابھی تک باقی ہے ۔ اس کا جواب ہماری تالیف "تاریخ فاطمین مصر" میں دیا جا چکا ہے ۔ اس کی اہمیت کے لحاظ سے ہم یہاں اسے بجنسہ نقل کرتے ہیں :-

"بہرحال امام معز کی دعاؤں اور آپ کے باب الابواب جعفر بن منصور الیمن کی کتابوں سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اگلے اور قدیم اسماعیلیوں کا عقیدہ یہ تھا کہ امام محمد بن اسماعیل کے عہد سے ظاہری اعمال اٹھ گئے اور

---

(۱) مقدمہ (عنوان "ایک ضروری اور اہم توضیح")

کہ دولتِ فاطمیہ کے ممالک میں ابتداء سے لے کر انتہا تک اسماعیلی مذہب کسی زمانہ میں بھی عام نہیں ہوا کیونکہ اسماعیلیوں کی انجمن جیسے وہ "دعوت" کہتے ہیں ایک مخفی چیز ہے۔ پوشیدگی اور رازداری اس کی فطرت میں داخل ہے۔ اس کے اسرار ہر کس و ناکس کو نہیں بتائے جا سکتے۔ اسماعیلیوں کو بھی تاویل کا علم بغیر سخت عہد و پیمان کے نہیں پڑھایا جاتا۔ علمِ حقیقت کے درجے کو تو بہت کم افراد پہنچتے ہیں۔ جیسا کہ ہم تاویل و حقیقت کی آئندہ فصلوں میں بیان کرینگے۔ عام رعایا مذہب کی حقیقت سے بہت کم واقف تھی۔ شاید اسی وجہ سے ہماری دعوت کے مصر سے یمن میں منتقل ہونے کے بعد اسماعیلیت مصر میں بہت جلد مفقود ہو گئی۔ حالانکہ تقریباً دو سو سال قاہرہ ہمارا پایۂ تخت رہا[1]۔

ہمارے زمانہ حال کے اسماعیلی بھائیوں میں بھی مذہب کی حقیقت جاننے والے انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ اس قلت کی دو وجہیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہماری دعوت کی کتابیں عربی زبان میں ہیں۔ دوسری یہ کہ ان کے پڑھنے کی اجازت بڑی مشکل سے ملتی ہے۔ ہمارے خزانوں میں شاید ہی کوئی کتاب ایسی ملے جو کتابت کی غلطیوں سے معرا ہو۔

اس سلسلے میں حکمران بنی امیہ کی روشن ترین مثال ہمارے سامنے موجود ہے۔ انھوں نے اپنی حکومت کو قائم اور سلطنت کو برقرار رکھنے کے لئے مسجدیں بنوائیں اور خود بھی بعض اوقات ان میں حاضر ہوا کرتے تھے حالانکہ ہم انھیں مسلمان نہیں سمجھتے۔ اور کہتے ہیں کہ یہ صرف ظاہرداری تھی۔ حکومت اور سلطنت کو حاصل کرنے کے لئے انسان کیا نہیں کرتا۔

ہم اس سے پہلے کئی دفعہ توجہ دلا چکے ہیں کہ ہم نے اپنے اصلی عقائد کو اپنی دعوت کے اندرونی حلقے تک محدود رکھا۔ عام رعایا پر ظاہر ہونے نہ دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری حکومت تقریباً پونے تین سو سال رہی۔ ہم کو بغداد کے بنو عباس اور اندلس کے بنی امیہ کا مقابلہ کرنا تھا جو ہمارے ہم عصر

(۱) تاریخ فاطمیین مصر (فصل ۱۰ "باطنیوں کے قتل کا نتیجہ")

یہ مجلسیں صرف قصر ہی میں پوشیدہ مقام پر ہوا کرتی تھیں اسماعیلیوں کے مبتدی صرف ظاہر کی تعلیم سے مستفید ہو سکتے تھے۔

"تاریخ فاطمیین مصر" میں ایک اور بیان ہے جو اس موضوع پر زیادہ روشنی ڈالے گا۔ اسے بھی ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں:۔

باغیوں کے قتل کا نتیجہ، دولتِ فاطمیہ کے مذہبی دور کی تبدیلی سیاسی دور میں

باغیوں کے قتل کے بعد مولانا مہدی نے مذہبی آزادی کا اعلان کر دیا۔ اور احکام جاری کئے کہ کسی کو اسماعیلیت پر مجبور نہ کیا جائے۔ ہر شخص کو اپنے مذہب پر قائم رہنے کی آزادی حاصل ہے۔ اس اعلان کا سبب شاید یہ ہو کہ دولت فاطمیہ کی بنیاد جس مذہب پر تھی اور اس کا تعلق فرقہ اسماعیلیہ سے تھا جس کی تعلیم تاویل یعنی باطنی شریعت پر مبنی تھی جیسا کہ ہم فصل (۳۵) اسماعیلی عقائد میں بیان کریں گے۔ لیکن داعی ابو عبداللہ (شیعی) کے قتل کے بعد جب مولانا مہدی تخت حکومت پر متمکن ہوئے۔ تو آپ نے یہ محسوس کیا ہوگا کہ بلادِ مغرب کے اکثر باشندے سنی المذہب ہیں۔ یہ لوگ ایک جدید منظم حکومت کے خواہاں تو ہیں تاکہ خلافت عباسیہ کی کمزوری کی وجہ سے جو بدنظمیاں پیدا ہو گئی ہیں وہ دور ہو جائیں لیکن آپ کے اور ان کے مذہبی اصول میں بڑا اختلاف ہے۔ اگر ان پر مذہبی حیثیت سے جبر و تشدد کیا جائے تو وہ آپ کی اطاعت سے منحرف ہو جائیں گے۔ اور مغرب کے جو شہر اب تک فتح ہو چکے ہیں آپ کے قبضہ سے نکل جائیں گے۔ اس لئے شاید آپ نے اپنی حکمت عملی بدلی اور مذہب کو زیادہ اہمیت نہ دی صرف اپنا شیعی ہونا ظاہر کیا تاکہ لوگ آپ کی امامت تسلیم کریں۔ اس زمانے سے دولت فاطمیہ کا مذہبی دور سیاسی دور میں بدل گیا۔ جو لوگ ہمت کر کے صرف باطنی شریعت پر عمل کرنے لگے ان کو سخت سزائیں دی گئیں۔ چنانچہ قاضی القضاۃ نعمان بن محمد نے لکھا ہے کہ داعی ابو عبداللہ شیعی کے چند اتباع نے شریعت کے باطن کو سمجھ کر ظاہری اعمال چھوڑ دئے اور محرمات کے مرتکب ہونے کی کوشش کی۔ ایسے لوگوں کو مہدی نے سخت سزائیں دیں۔ بعض کو قید اور بعض کو قتل کیا۔ یہاں اس بات کی طرف بھی توجہ دلا دی ہے

عرف ذلك وعقله[1] فاذا ظهر السابع وجب عليهم طاعته وترك الامر الاول الذی قامت الشريعة به"[2]

ترجمہ :- جس واقعہ کا نص صریح تورات میں موجود ہے یہ ہے کہ سفینے کا طول تین سو ذراع اور عرض ساٹھ ذراع ہے۔ اس سے اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ اماموں کی دعوت تیس اماموں کے بعد منقطع ہو گی جن میں سے پندرہ ظاہری دعوت اور پندرہ باطنی دعوت کا کام انجام دیں گے۔ یہ لوگ اس امام کی خوش خبری دیں گے جو ایک شریعت کو نسخ کر کے دوسری شریعت لائیں گے ہم نے تو صرف چھ اماموں پر ہی اقتصار کیا ہے اور بیشک ساتواں ہی وہ امام ہے جو "مبدل شریعت" ہے یعنے تبدیل شریعت کا کام انجام دینے والا ہے۔ (یہ بات) اس شخص کے لئے ہے جو سمجھتا اور عقل رکھتا ہے۔ جب ساتواں ناطق ظاہر ہوتا ہے تو اس کی اطاعت واجب ہوتی ہے اور "امر اول" جس سے شریعت قائم تھی متروک ہو جاتا ہے۔

تبصرہ

ملحوظ خاطر رہے کہ بیان مذکورہ بالا میں لفظ تبدیل نسخ کا مترادف ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کے زمانے میں تیس امام ہوئے لیکن ہم نے صرف چھ اماموں پر اقتصار کیا۔ ساتواں امام ہی مبدل شریعت ہے۔ یہ راز عارف و عاقل ہی سمجھ سکتا ہے۔ سیدنا جعفر بن منصور الیمن نے اس مقام پر "انما" کا لفظ استعمال کیا ہے جس کے معنی حصر کے ہیں۔ موسیٰ کے دور میں تیس ہی اماموں کی تخصیص کی کیا وجہ؟ حالانکہ آپ کا

(۱) سرائر النطقاء لسیدنا جعفر بن منصور الیمن (صفحہ ۹۵)
(۲) سرائر النطقاء لسیدنا جعفر بن منصور الیمن (صفحہ ۱۰۷)

تھے۔ بخلاف قرامطہ کے جنھوں نے تعطیل ظاہر شریعت کا اہم راز ظاہر کر دیا جس کے باعث ان کی جماعت کا شیرازہ بکھر گیا اور وہ جلد صفحۂ ہستی سے مٹ گئے۔ ہمارے زمانے میں بھی ہمارے اسماعیلی بھائیوں کی ایک جماعت جو خوجوں کے نام سے مشہور ہے یہ کہتی ہے کہ نجات کے لئے امام کی معرفت اور محبت کافی ہے۔ اعمال کی ضرورت نہیں۔ اسی لئے یہ لوگ مسجدیں بنواتے ان کے ہاں جماعت خانے ہوتے ہیں۔ ان کے امام کو اختیار ہے کہ وہ جب چاہے شریعت کی پابندی کو اٹھا سکتا ہے اور جب چاہے پھر جاری کر سکتا ہے۔ یہ عقیدہ اُن کے امام "حسن علی ذکرہ السلام" متوفی سنہ ۵۶۱ھ کے معنوی خطبے سے ظاہر ہے۔ جسے ہم نے اپنی تالیف "تاریخ فاطمیین مصر" میں نقل کیا ہے

تعطیل شریعت کے دیگر حوالے

مولانا محمد بن اسماعیل کے ساتویں ناطق (رسول) اور مہدی ہونے اور آپ کے عہد میں ظاہری شریعت کے معطل ہونے کی تائید میں اب ہم اور دوسرے حوالے پیش کرتے ہیں:۔

مولانا معز کی دعا کی تائید میں آپ کے باب الابواب سیدنا جعفر بن منصور الیمن اپنی اکثر تصنیفوں میں اس طرح ارشاد فرماتے ہیں:۔

(۱) چھ اماموں پر ہی اقتصار اور ساتویں امام سے شریعت کی تبدیلی

واما ما نصته التوراة ان طول السفينة ثلاث مائة ذراع فاشار ان دعوة الائمة لا تنقطع الا بعد ثلاثين اماما منهم خمسة عشر قائمين بظاهرها وخمسة عشر داعين الى باطنها ويبشرون الخلق بمن ياتي بنسخها واظهار شريعة غيرها وانما اقصرنا على ستة ائمة وان السابع هو القائم بتبديل الشريعة لمن

(۱) تاریخ فاطمیین مصر (فصل ۱۳۱ - اعمال شریعت کے متعلق نزاریوں کا عقیدہ)

مراد آپ (یعنی موسیٰ) کی یہ ہے کہ میرے بعد جو چھ امام ہوں گے وہ لوگوں کے سردار ہوں گے اور لوگ ان کے غلام۔ جب ساتواں ظاہر ہوگا تو اس کی اطاعت ان پر واجب ہوگی۔ اور امر اول جس سے شریعت تھی چھوڑ دیا جائے گا .... مراد موسیٰ کی یہ ہے کہ جب چھ مختلف آباء (یعنے بزرگوں) سے روحانی دعوت ختم ہو جائے گی اور وہ ایسے امام ہیں جو زراعت کریں گے .... جیسا کہ ہم نے کہا کہ جب کوئی مر جائے تو تم اپنے سروں کو سات دن اور سات راتوں تک ڈھانپو۔ لوگوں نے اس پر عمل کیا اور رمثول کو چھوڑ دیا .... اور اس بات کو نہ جانا کہ جب محمد بن اسماعیل پر سات ائمہ اور آٹھ خلفا ختم ہو جائیں گے تو اپنی ریاست کو چھپانا چاہیئے کیونکہ وہ ریاست کے مالک ہیں۔ سات دن سے مراد ائمہ اور آٹھ راتوں سے مراد ان کے خلفاء ہیں۔ اور قصۂ ہود میں انہی کا ذکر ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اس (ہوا) کو سات رات اور آٹھ دن ان پر مسلط رکھا .... اور اسی طرح سے سات ائمہ اور آٹھ خلفاء کے ختم ہونے کے بعد محمد صلعم کا امر جسمانی ختم ہو جائے گا دور روحانی شروع ہوگا۔

(۳) مولانا محمد بن اسمٰعیل کا "القائم" ہونا

حتیٰ تکاملت ایام محنتهم فقام القائم وهو محمد بن اسماعيل فخرج يطلب دار هجرته ونحن نأتی بخبره فی موضعه انشاء الله تعالیٰ (۱)۔

ترجمہ:۔ یہاں تک کہ ان کے محنت کے دن پورے ہو گئے۔ پس "قائم" اٹھے اور وہ محمد بن اسمٰعیل ہیں۔ آپ دار ہجرت طلب کرنے کے لئے نکلے۔ اور ہم آپ کی اخبار مناسب موقع پر انشاء اللہ بیان کریں گے۔

(۱) سرائر النطقاء لسیدنا جعفر بن منصور الیمن (صفحہ ۵۳)

دور تقریباً دو ہزار سال رہا جس میں تقریباً دو سو مستقر امام گزرے ہوں گے اب تک تو ہم دن اور رات کی تاویل امام اور حجت سے کرتے آئے یہاں ہم نے سفینہ کے تین سو ذراع کی تاویل صرف تیس اماموں سے کی ہے جو کسی طرح معقول نہیں ہو سکتی۔ بہرحال اپنے مفید جو بات ذہن میں آئی اسے ہم نے رمز الٰہی سمجھ لیا۔* سفینے کے طول و عرض کی کیا تاویل ہے؟

(۲) مولانا محمد بن اسماعیل سے آنحضرت کے جسمانی امر کا اختتام اور روحانی دور کی ابتدا

فازرعوها ست سنین وذروها فی السنة السابعة .... عنی به ان الستة القائمین بعدی هم کالموالی والائمة لهم کالعبید فاذا ظهر السابع وجب علیهم طاعته وترك الامر الاول الذی قامت الشریعة به .... عنی موسیٰ بقوله اذا تمت الدعوة الروحانیة بالآباء الستة المختلفین وهم الذین عناهم انهم یزرعون فیها .... کما قلنا اذا مات لکم میت فاستروا رؤسکم سبعة ایام بلیالیها ففعلوا المثل وترکوا الممثول .... ولم یعلموا ان ما اشار الیهم بانه اذا تم لمحمد بن اسماعیل سبعة ائمة وثمان خلفاء فعلیکم ستر رؤوسکم فان الریاسة الیهم تصیر فالسبعة الایام هم الائمة واللیالی الثمانیة فهم الخلفاء الثمانیة وهم الذین نطق بهم الکتاب فی قصة هود بانه سخر علیهم سبع لیالی وثمانیة ایام حسوما وکذلك بعد تمام هؤلاء السبعة الائمة والخلفاء الثمانیة یتم امر محمد الجسمانی وینفتح الدور الروحانی۔[1]

ترجمہ:- چھ سال زراعت کرو اور ساتویں سال چھوڑ دو ....

---

(۱) سرائر النطقاء لسیدنا جعفر بن منصور الیمن (صفحہ ۹۵-۱۱۵)

* عرض = پچاس ذراع - ارتفاع = تیس ذراع (توراۃ) اس کی تاویل کیوں چھوڑ دی گئی؟

سات سات ہیں ان کا پہلا دور اتمہ متمین کا ہے کیونکہ ساتویں امام محمد بن اسماعیل پر ساتواں عدد ختم ہو جاتا ہے۔ اور یہی معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے قول کے جو یوسف کے قصے میں ابراہیم کے دور سے متعلق ہے فرماتا ہے کہ تم لوگ بدستور سات سال کاشتکاری کرتے رہو گے۔ اور ائمہ کے تمام علوم کے کاٹنے (یعنی ان کا نتیجہ نکالنے) کا کام ساتویں امام کا ہے۔ کیونکہ ان کا ظاہری (دانہ) باطن پر مشتمل ہے جس طرح کھیتی سے دانے نکال لئے جاتے ہیں اور گھاس چوپایوں کے لئے پھینک دی جاتی ہے جو ان کا چارہ ہے۔ اسی طرح معرفت کی تاویل اماموں کے شیعوں کے لئے کی جاتی ہے۔ اور علم تحقیق کا باطن اہل معرفت و استحقاق کو بتایا جاتا ہے۔

تبصرہ

اس بیان میں بھی مولانا محمد بن اسماعیل کا نام صراحت سے لیا گیا ہے گویا چھ امام جو آپ سے پہلے گزرے بدستور علوم کی زراعت کرتے رہے۔ آپ نے ان کا ثمرہ حاصل کیا۔ اور ظاہر کو جس کی تشبیہ گھاس سے دی گئی ہے چوپایوں یعنی اہل ظاہر کے روبرو پھینک دی۔ دوسرا غور طلب امر اس بیان میں یہ ہے کہ شیعوں کو بھی تمام مذہبی اسرار نہیں بتائے گئے۔ ان میں سے بعض کو تاویل اور بعض کو حقیقت سے آگاہ کیا گیا جیسا کہ تاویل اور حقیقت کے لفظوں سے ظاہر ہے۔ اس قسم کی تعلیم سے ہم اسماعیلیوں کو سیاست کا موقع ملا اور یہی ہماری کامیابی کا اہم راز ہے۔

(۵) ساتویں ناطق جہنم کے محمول ہیں | والناطق ھو مقیم التسعة عشر حملة المذکورة فی القرآن بالاشارة وانھم ملائکة وانھم زبانیة جھنم ای ملائکتھا فجھنم علی الناطق وھو المھدی صلعم والتسعة عشر ملکا ھم حملۃ

تبصرہ

اوپر کے تین بیانوں میں مولانا محمد بن اسماعیل کے نام کی تصریح ہے۔ اس میں خلفاء سے مراد حجتوں کی ہے کیونکہ ہماری تاویل میں دن کے ممثول امام اور رات کے ممثول حجت ہیں۔ سات دن اور آٹھ راتوں سے مراد مولانا محمد بن اسماعیل تک سات اماموں اور آٹھ حجتوں کی ہے۔ اس بیان سے سیدنا موصوف کا مقصد یہ ہے کہ دور محمدی میں جو واقعات ہوں گے۔ ان پر اگلے ادوار میں تنبیہ کی گئی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ سات ائمہ اور آٹھ خلفاء کے بعد محمد (یعنی رسول اللہ صلعم) کا دورِ جسمانی ختم ہو جائے گا اور دورِ روحانی شروع ہوگا۔

(۴) مولانا محمد بن اسماعیل کے عہد سے باطن کا ظاہر ہونا اور ظاہر کا ترک کیا جانا

ولقد آتیناک سبعا من المثانی والقرآن العظیم فکانت المثانی سبعة سبعة فکان الدور الاول من المثانی لتمتین التمام العدد بالسابع محمد بن اسماعیل وذلک قوله فی قصة یوسف ودور ابراهیم تزرعون سبع سنین دأبا الی آخر الآیة۔ وکان الحصاد لجمیع علوم الائمة للسابع وهو ان نطقهم ظاهر لباطنه کما اخذ الحب من الزرع وحصلت واستخرج باطنها وهو الحب وستر وری ظاهرها وهو التبن طعاما للبهائم فصار ظاهرهم فهو ول لشیعتهم وباطن علم التحقیق للحق العارف بحقائقهم۔(۱)

ترجمہ:۔ اور اے پیغمبر ہم نے تم کو (سورۂ فاتحہ کی) سات آیتیں جو نماز کی ہر رکعت میں مکرر پڑھی جاتی ہیں اور قرآن عظیم عطا فرمایا مثانی

(۱) الفترات والقرانات لسیدنا جعفر بن منصور الیمن (صفحہ ۴۴)

(۶) مولانا محمد بن اسماعیل کا دور مصطفیٰ صلعم کو پورا کرنا

وسابع النطقاء هو متم دور المصطفیٰ[1]

یعنی ساتویں ناطق ہی آنحضرت صلعم کے دور کو پورا کرنے والے ہیں۔

(۷) مولانا قائم محمد بن اسماعیل اور آپ کے خلفاء سے ساتویں کی دورِ ائمہ

انا نقول ان الادوار ستة اولها دور آدم .... والدور السادس دور محمد واساسه امیر المومنین وستة ائمة اولهم الحسن والحسین وعلی ومحمد وجعفر واسماعیل والدور السابع دور القائم محمد بن اسماعیل وخلفائه سابعهم المهدی الذی یختم به الدنیا وتنفتح الآخرة۔[2]

ترجمہ: بے شک ہم کہتے ہیں کہ ادوار سات ہیں۔ پہلا آدم کا دور........ اور چھٹا محمدؐ آپ کے اساس امیر المومنین اور چھ اماموں کا جن کے اول حسن، حسین، علی، محمد، جعفر اور اسماعیل ہیں۔ اور ساتواں دور قائم محمد بن اسماعیل اور آپ کے خلفاء کا ہے جن کا ساتواں مہدی ہوگا۔ جس کی وجہ سے دنیا کی ابتدا اور آخرت کی انتہا ہوگی۔

(۸) مولانا محمد بن اسماعیل کا ساتواں ناطق ہونا۔

هذه البیوت انما هی النطقاء الذین ینطقون بالتنزیل والشرائع وهم آدم ونوح وابراهیم وموسیٰ وعیسیٰ ومحمد وهو احمد ومحمد المهدی الناطق السابع فهم بیوت وحی الله

ترجمہ: یہ گھر ہی وہ نطقاء ہیں جو تنزیل اور شرائع بیان کرتے ہیں یعنی آ

---

(۱) کتاب القرآت والقرانات صفحہ ۳۔ (۲) کتاب الادلة والشهود لابی القاسم جعفر بن الحسین الفرح بن حوشب منصور الیمن فی آخر کتاب الفرائض وحدود الدین لسیدنا جعفر بن منصور الیمن۔
(۳) کتاب الکشف صفحہ ۵۲۔ (یہ کتاب اب طبع ہوگئی ہے)۔

الذین ملکوا ازمۃ دعوتہ الباطنۃ وازالوا الظاھر والعمل بہ وجعلوہ ھباء منثورا[1]

ترجمہ:۔ اور (ساتویں) ناطق انہیں حدود کو قائم کرنے والے ہیں۔ جن کا اشارے کے طور پر قرآن میں ذکر ہے۔ وہ بے شک ملائکہ اور جہنم کے زبانیہ یعنے اس کے فرشتے ہیں۔ جہنم کے مثول ساتویں ناطق ہیں۔ اور آپ مہدی ہیں اور انہیں فرشتے آپ کے حدود ہیں جنھوں نے باطنی دعوت پر قابو پالیا۔ اور ظاہر اور عمل بالظاہر کو زائل کر کے بکھری ہوئی دھول کی طرح رائگاں کر دیا۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے:۔ "اور متوجہ ہوں گے ہم ان کے عمل کی طرف اور اسے بکھری ہوئی دھول کی طرح رائگاں کر دیں گے"۔

تبصرہ

عبارتِ مذکورۂ بالا میں ماضی کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے جس سے سیدنا جعفر بن منصور الیمن نے فائدہ اٹھایا اللہ اور اس کے انہیں فرشتوں کی تشبیہ ساتویں ناطق اور ان کے حدود سے دی ہے۔ مہدی اور ساتویں ناطق ایک ہی قرار دیئے گئے ہیں۔ یعنے جب آپ اور آپ کے انہیں حدود کو دعوت باطن پر پورا اقتدار حاصل ہو گیا تو آپ کے انیس حدود نے ظاہر اور عمل بالظاہر کو زائل کر کے اسے بکھری ہوئی دھول کی طرح رائگاں کر دیا۔ مہدی سے مراد ناطق سابع ہیں جو مولانا معز کی دعاؤں کے مطابق مولانا محمد بن اسماعیل ہیں کیا ساتویں ناطق کو جہنم اور آپ کے حدود کو جہنم کے فرشتوں سے تشبیہ دینے سے اس بات پر زور دینا ہے کہ ظاہر آگ میں جل کر خاک ہو گیا۔ اب وہ کسی طرح زندہ نہیں ہو سکتا۔

(۱) تاویل الزکوٰۃ لسیدنا جعفر بن منصور الیمن (صفحہ ۱۹)

تبصرہ

اس بیان میں بھی نمبر (۱) کے مطابق یہ کہا گیا ہے کہ دو ناطقوں کے درمیان سات امام ہوتے ہیں۔ اور ساتواں امام ناطق سابع ہوتا ہے۔

(۱۰) ناطق کے بعد پہلے اسبوع کے ساتویں امام میں ناطق ہونے کی صلاحیت

"قد ذکرنا انه یقوم بعد کل ناطق فی دورہ بشریعته ائمة اسابیع ینتهی المفضل الی السابع ویسمی السادس دونه متمایتم دونه البیان ولا یکون منه هو بیان ثم یأتی السابع بالبیان ویظهر فیه قوة التائید فان تهیأ ان یکون رسولاً کان وان تم دور الناطق قبله کان ناطقا فان لم یتهیأ دار بعده اسبوع کذلک حتی یتهیأ ذلک وان الله ختم الرسالة والنبوة بمحمد صلعم واجری الائمة فی عقبه .... یجرون (ای الائمة) کذلک فی دور محمد کما جری لکل ناطق فی دورہ الا انه لا رسول منهم ولا نبی لما ختم الله النبوة بمحمد تفضیلا من دون ان ینسخ شریعته بشریعته ورسالته برسالة"(۱)

ترجمہ: ہم نے بیان کیا ہے کہ ہر ناطق کے دور میں اماموں کے اسابیع ہونگے جو اس کی شریعت کو قائم کریں گے۔ ان میں کا چھٹا "متم" ہوگا جو صاحب البیان نہ ہوگا۔ اس کے بعد ساتواں امام صاحب البیان ہوگا جس کو فضیلت اور تائید حاصل ہوگی۔ اگر اس ساتویں امام کے زمانے میں کسی رسول کا امکان ہو تو یہ رسول ہوگا۔ یعنے اگر پہلے ناطق کا دور ختم ہونے والا ہو تو یہ ساتواں امام ناطق ہوگا۔ عدم امکان کی صورت میں اماموں کا دوسرا "اسبوع" جاری ہوگا۔ یہاں تک کہ

(۱) اساس التاویل فی ابتدا ذکر محمد صلعم۔

ہیں۔ وہ آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ، محمد جو احمد ہیں اور محمد مہدی جو ساتویں ناطق ہیں۔ یہ سب خدا کی وحی کے گھر ہیں جن میں وحی اترتی ہے۔

تبصرہ

وحی (بالمعنی الاخص) تو آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی اس لئے کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ محمد مہدی پر جو ساتویں ناطق ہیں۔ وحی اترنے کے کیا معنی۔ اس کی تفصیل کیلئے فصل (۵) ملاحظہ فرمائیے جو گزر چکی

(۹) دو ناطقوں کے درمیان سات اماموں کا ہونا۔

المھدی ھو یوم الفصل وھو الاجل المسمیٰ وھو الساعۃ التی قال اللّٰہ تعالیٰ "ثقلت فی السموات والارض۔ لا تاتیکم الا بغتۃ" فمن دعی الی المھدی السابع الناطق ولم یجب کان سبیلہ کمن دعی الی محمد ولم یجبہ لان محمدا بشر بہ کما بشر عیسیٰ بمحمد والاسباب متصلۃ الی المھدی سابع النطقاء وبین الناطق الی الناطق سبعۃ ائمۃ۔[1]

ترجمہ:۔ مہدی یوم فصل اور اجل معین ہیں اور آپ ہی وہ ساعت ہیں جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین میں ثقیل ہے نہیں آئے گی مگر یکبیک پس جو شخص ساتویں ناطق مہدی کی طرف بلایا جائے اور جواب نہ دے وہ اس شخص کے مانند ہے جو آنحضرت صلعم کی طرف بلایا جائے اور جواب نہ دے کیونکہ محمد نے مہدی کی خوشخبری دی ہے جس طرح عیسیٰ نے محمد کی خوشخبری دی تھی۔ اسباب سابع النطقاء مہدی سے متصل ہیں اور ایک ناطق اور دوسرے ناطق کے درمیان سات امام ہوتے ہیں۔

(۱) کتاب الکشف۔ صفحہ ۵۲۔ (یہ کتاب اب طبع ہو گئی ہے)

بتایا جا سکتا اور ہر مستجیب اس سے واقف نہیں ہو سکتا۔ ایسے راز تو صرف اندرونی حلقوں کے لئے مخصوص ہیں۔ جن کے افراد دعوت کے انتہائی درجے پر فائز ہو چکے ہیں۔ اس لئے سیدنا نے تقیہ کے طور پر اہل ظاہر کے عقیدے کے مطابق بیان کیا ہے۔ ورنہ ہماری تمام کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ مولانا قائم کے زمانے میں آنحضرت کی شریعت بھی مرتفع ہو جائے گی۔ حالانکہ مولانا قائم آنحضرت کی نسل سے ہیں۔

بہرحال مولانا معز کا ارشاد یہ ہے کہ مولانا محمد بن اسماعیل ساتویں ناطق اور ساتویں رسول ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے محمدی شریعت کے ظاہر کو معطل کر دیا۔ اس کی تائید باب الابواب سیدنا جعفر بن منصور الیمن کے متعدد اقوال سے گزر چکی ہے۔ ان کے مقابلے میں آپ کے داعی سیدنا قاضی النعمان کا یہ قول کہ آنحضرت کے دور میں کوئی امام نہ رسول ہو سکتا ہے نہ نبی جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ بجز اس کے کہ یہ تقیہ پر محمول کیا جائے۔ اس کے بعد آپ کا بیان جو معراج سے متعلق ہے اور جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ چھٹا امام آپ کے دور کو پورا کرنے والا اور ساتواں امام انتہائی فضیلت والا ہے ※۔ آپ کے اس بیان کی تردید کے لئے کافی ہے۔ گویا چھٹے امام مولانا اسماعیل نے آنحضرت صلعم کے دور کو پورا کیا اور ساتویں امام مولانا محمد بن اسماعیل جو مولانا معز کی دعا کے مطابق ساتویں ناطق اور ساتویں رسول ہیں نیا دور شروع ہو گیا۔ حالانکہ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم اہل اتفاق ہیں۔

سیدنا قاضی نعمان کتاب الہمہ میں ایک مقام پر اپنے داعی کو ہدایت کرتے ہیں کہ اگر مناظرہ میں تم مغلوب ہو جاؤ تو یہ کہہ دو کہ اس مسئلہ میں باطن ہے ہم اسے نہیں بتا سکتے (۱)۔

سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الیٰ	(۱) معراج کی رات کو آنحضرت صلعم کا اپنے دور کے چھ متموں کے حدود پر واقف کیا جانا۔

(۱) مقدمہ (عنوان "اختلافات رفع کرنے میں ہمارے جوابات")
※ اس کا حوالہ ابھی اس کے بعد نمبر (۱۲) میں آئے گا۔

دوسرے ناطق کے ظہور کا موقع آئے۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے رسالت اور نبوت آنحضرت صلعم پر ختم کردی ہے اور امامت آپ کی ذریت میں باقی رکھی ہے .... ائمہ یکے بعد دیگرے دور محمدی میں جاری رہیں گے جس طرح ہر ناطق کے دور میں جاری رہے۔ لیکن ان میں نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ نبی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کی فضیلت کی وجہ سے آپ پر نبوت ختم کردی ہے تاکہ آپ کی شریعت اور رسالت کو کوئی شریعت اور رسالت منسوخ نہ کرے۔

تبصرہ

اوپر کا اقتباس "اساس التاویل" سے لیا گیا ہے جس کے مصنف مولانا معز کے قاضی القضاۃ اور داعی الدعاۃ سیدنا قاضی نعمان بن محمد ہیں۔ آپ نے باوجود اسرار کے بیان کرنے میں شدت احتیاط کے جو آپ کے بیان کی خصوصیت ہے[1]۔ اسماعیلی مذہب کا اصول بتا دیا ہے کہ اگر کسی ناطق کا دور ختم ہونے والا ہو تو اس ناطق کے پہلے اسبوع کا ساتواں امام ناطق (یعنی رسول) ہوگا۔ لیکن تقیہ کے طور پر اس نظریے میں کچھ اصلاح کرکے آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم کے دور کے اماموں میں کوئی امام ناطق (یعنی رسول) نہ ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر نبوت اور رسالت ختم کردی ہے۔ سیدنا کا اس طرح کرنا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ آپ نے ائمہ مستورین کے نسب کے متعلق بھی ایسا ہی کیا ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:۔

ولم یکن یمنعنی من ذکرهم
الا احتفاظی بمصون سرهم[2]

مولانا محمد بن اسماعیل کا ناطق ہونا ایک بڑا راز ہے جو ہر کتاب میں نہیں

(۱) چنانچہ "اساس التاویل" میں حضرت آدم کے قصے میں آپ نے منفرد اماموں کا سلسلہ نہیں بتایا ہے۔
(۲) الارجوزۃ المختارۃ ص ۱۸۔

انه عند انقضاء امر المتمين من الائمة يقوم الخلفاء بدعوة القائم بتائيد الاصلين ثم يقول مرة واحدة لا اله الا الله اى لا قائم الا امام الزمان ولا صاحب العصر الا القائم بباطن الشرائع مجرداً محضاً بلا ظاهر و وجهاً واحداً وحرفاً واحداً (۱)

ترجمہ :- حی علی خیر العمل کے بعد تکبیر کا دو دفعہ کہنا مثل ہے اس امر پر کہ ائمہ متمین کے بعد جو خلفاء ہوں گے وہ اصلین (عقل و نفس) کی تائید سے "قائم" کی دعوت کو قائم کریں گے۔ پھر "لا الہ الا اللہ" کے ایک بار کہنے کے یہ معنی ہیں کہ نہیں ہیں قائم مگر امام الزمان اور نہ صاحب عصر مگر قائم جو وجہ واحد کے لحاظ سے شریعتوں کا باطن محض و مجرد بغیر ظاہر کے بتائیں گے۔

تبصرہ

امام مولانا معز نے اوپر کے بیان میں صاف صاف فرمادیا ہے کہ سات ائمہ متمین کے بعد خلفاء کا دور شروع ہوا جو مولانا قائم کی دعوت قائم کریں گے یعنی بغیر ظاہر کے باطن بتائیں گے کیونکہ ظاہر مولانا محمد بن اسماعیل کے عہد سے معطل ہو گیا ہے۔ ان خلفاء کا دور قائم القیامہ تک جاری رہے گا۔ اس درمیان میں اگر کسی امام کو موقع مل جائے تو وہ قائم کی حیثیت سے ظاہر ہو گا جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں (۲) اس مقام پر یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ اس قسم کی تعلیم دعوت کے صرف اندرونی حلقے تک محدود تھی۔ تحت کے حلقے کو یہ ہدایت دی جاتی تھی کہ ظاہر اور باطن دونوں کی پابندی ضروری ہے جیسا کہ تاویل الدعائم کی مجلسوں سے ظاہر ہے۔

---

(۱) تاویل الشریعة من کلام مولانا الامام المعز (صفحہ ۵)

(۲) مقدمہ (عنوان "ایک ضروری اور اہم توضیح")

المسجد الاقصیٰ .... ای ارقی محمد وسیرہ فی علم الباطن مابینہ وبین المتم من دورہ وھو سادس الائمۃ والسابع بعدہ ھو الذی ینتھی الفضل الیہ .... ومعنی ذلک انہ ارقاہ فی العلم الی مابینہ وبین متم دورہ ومایکون فیھم وما یجری علیہ امورھم وکیف یکون حدودہ[1] .... المراد بالمتم اسماعیل بن جعفر[2]۔

(۱۲) ساتویں ناطق کا صاحب ظہور اور خاتم اعصار ہونا۔

فان دین اللہ متصل من آدم .... حتی یکمل اللہ دینہ وامرہ بالناطق السابع المھدی والیہ دعت الدعاۃ والی معرفتہ ندبت الرسل وھو صاحب اظھار الامر کلہ ولا شیئ اکبر منہ ولا مثلہ والناطق السابع صاحب الظھور وکشف المستور وخاتم الاعصار والازمنہ والدھور[3]۔

ترجمہ:۔ اللہ کا دین آدم سے متصل ہے .... یہاں تک کہ وہ اپنا دین و امر ساتویں ناطق مہدی کے ذریعے مکمل کرے۔ تمام داعیوں نے اسی کی طرف دعوت دی ہے۔ اور اسی کی معرفت کی ترغیب دلائی ہے وہی صاحب اظہار امر ہیں۔ کوئی چیز ان سے بڑی نہیں اور نہ کوئی چیز ان کے مانند ہے۔ ناطق سابع صاحب ظہور ہیں اور پوشیدہ راز کو کھولنے والے ہیں اور تمام زمانوں کے ختم کرنے والے ہیں۔

(۱۳) فاذا ظھر السابع وجب علیھم طاعتہ وترک الامر الاول الذی قامت الشریعۃ بہ .... اس کا حوالہ نمبر (۱) میں گزر چکا ہے

(۱۴) متمین کے بعد خلفاء کا قائم کی دعوت قائم کرنا

واعادۃ التکبیر مرتین بعد ذلک (ای بعد حیی علی خیر العمل) مثل علی

(۱) اساس التاویل (ذکر محمد صلعم) (۲) التعلیقات علی اساس التاویل لسیدی امین جی بن جلال۔ (۳) کتاب الکشف لسیدنا جعفر بن منصور الیمن (صفحہ ۱۵۳-۱۵۶)

رکھیں گے جیسا کہ آدم کے قبل کوئی عمل نہ تھا ویسا قائم کے بعد کوئی عمل نہ ہوگا
آپ اپنی دوسری تصنیف "تاویل الزکوٰۃ" میں لکھتے ہیں کہ قائم کی کوئی شریعت
نہیں۔ بلکہ قائم تاویل محض ظاہر کر کے تمام شریعتوں کو زائل و منسوخ
کریں گے۔

آپ کے ان دو بیانوں کی تصدیق میں مولانا معز کا ارشاد حسب ذیل ہو۔

(۱۷) ابطال شریعت کی کیفیت

(ا) التکرار فی الاذان مرة بعد مرة مثل علی الظاهر والباطن ودلیل علی انها دعوة بعد دعوة قد تقدمت والاخیر الذی یکون فی القیامة وهو قول "لا اله الا الله" مرة دلیل علی القائم ینسخ بشریعته کل شریعة قد تقدمت ولا یحدث شریعة وانما یاتی بباطن الشرائع والصحف محضاً مجرداً فکذلك کانت دعوته ولا تکریر فیها ولا تثنیة ومن کرر الدعوة الاخرة ذهب الی ان القائم له حد فی الجسمانیة وحد فی الروحانیة[1]

ترجمہ:۔ اذان میں تکرار یعنے ایک کلمہ کو دو بار کہنا ظاہر اور باطن پر مثل ہے اور دلیل ہے اس بات کی کہ ایک دعوت کے بعد دوسری دعوت ہوگی۔ آخری دعوت جو قیامت میں ہوگی اور وہ کلمہ "لا الہ الا اللہ" کا ایک ہی بار کہنا ہے۔ اس امر کی دلیل ہے کہ قائم اپنی شریعت کے ذریعے ہر ایک گزری ہوئی شریعت کو نسخ کریں گے اور کوئی شریعت وضع کریں گے۔ صرف شریعتوں اور صحیفوں کا باطن محض و مجرد پیش کریں گے آپ کی دعوت یہی ہوگی۔ اس میں تکرار ہے نہ تثنیہ۔ جو شخص دعوت آخرہ کو مکرر سمجھے گا اس کا یہ مذہب ہوگا کہ قائم کے لئے ایک حد جسمانیہ میں ہے اور ایک حد روحانیہ میں۔ اس بیان پر مزید روشنی آئندہ بیان نمبر (ب) آئیگی

(ب) وسئل الامام المعز عن القائم علی ذکره السلام وهو

(۱) تاویل الشریعة من کلام الامام المعز (صفحہ ۵) اس بیان پر مزید روشنی آئندہ بیان نمبر (ب) سے پڑے گی۔

(۱۵) تکالیف شرعیہ کا گرا دیا جانا اور شرائع عقلیہ کا باقی رکھا جانا

واما الشرائع فتحط عنهم التکلیفات کالصلوٰة والزکوٰة والصوم والحج والجهاد وتبقی معهم الشرائع العقلیات التی هی عقد النکاح والطلاق والمواریث والاملاک ودفن الموتی وغسلهم الاجسام بالماء وما شاکل کل ذلک من الشرائع العقلیات[1]۔

ترجمہ:۔ لیکن تکلیفی شریعتیں مثلاً نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، اور جہاد ان سے گرا دی جائیں گی اور عقلی شریعتیں جو عقد نکاح، طلاق، مواریث، املاک، دفن موتی اور ان کا پانی سے دھونا اور ان کے مماثل جو عقلی شریعتیں ہیں وہ ان کے ساتھ باقی رہیں گی۔

(۱۶) (۱) قائم سے پہلے امام کا ظاہر اور باطن دونوں کو برقرار رکھنا اور قائم کا محض مجرد باطن ظاہر کرنا اور کوئی شریعت وضع نہ کرنا۔ (ب) ظاہری تکالیف شرعیہ کے ساتھ تعطیل، ازالہ، رفض، حط، نسخ، ابطال، ترک اور رفع ان سب الفاظ کا حسب بیانات ذیل ہم معنی ہونا

وفی عصر القائم یظهر التاویل محضاً والامام الذی قبله یقوم بظاهر الشریعة وباطنها ولم یکن عمل قبل آدم کما لا یکون عمل بعد القائم[2] والقائم لا شریعة له بل هو یزیل الشرائع وینسخها باقامة التاویل المحض[3]۔

ترجمہ:۔ سیدنا جعفر بن منصور الیمن اپنی کتاب "تاویل سورۃ النساء" میں فرماتے ہیں کہ قائم کے عہد میں محض تاویل ظاہر ہوگی۔ اور وہ امام جو آپ سے پہلے ہوں گے شریعت کا ظاہر اور باطن دونوں برقرار

---

(۱) اربعہ کتب اسماعیلیہ (مطبوعہ باہتمام جرمن مستشرق شتروطمان۔ گوٹن گن جرمنی) (۲) تاویل سورۃ النساء لسیدنا جعفر بن منصور الیمن صفحہ ۶۰ تا ۹۶) (۳) تاویل الزکوٰۃ لسیدنا جعفر بن منصور الیمن (صفحہ ۱۱۹)

القائم علی ذکرہ السلام ینسخ من شریعة النبی الموضوعات التکلیفیة کالصلوٰة والصوم والجهاد لکون اهل صفاء اهل دورہ لا یحتاجون الی استعمال ذلک لصفائهم وتبقی الموضوعات العقلیة التی بها عمارة العالم وقوامه کما اوضح ذلک سیدنا حمید الدین فی الباب التاسع من کتاب الریاض ورسم القود وتسمیة المواریث (المسائل ۔ لب المعارف لسیدنا علی بن محمد بن الولید المتوفی سنہ ۶۱۲)

(۱۸) قائم مہدی کا دور علم ہے کہ عمل کا

القائم المہدی دورہ دور علم بلا عمل والذہب

من امثال القائم المہدی صاحب دور الجزا وخاتم الدنیا وفاتح باب الآخرۃ وانما مثل بالذہب لانہ صاحب الظہور ومبطل الشرائع کلہا ومسقط ظاہر النطقاء والعمل بہ (۱)

ترجمہ: قائم مہدی کا دور علم بلا عمل کا دور ہے۔ سونا قائم مہدی پر مثل ہے جو دور جزا کے صاحب، اور دنیا کے ختم کرنے والے اور آخرت کا دروازہ کھولنے والے ہیں۔ سونے کا آپ پر مثل ہونا صرف اس وجہ سے ہے کہ آپ ظہور کے صاحب، تمام شریعتوں کے باطل کرنے والے اور ناطقوں کے ظاہر اور عمل بالظاہر کو ساقط کرنے والے ہیں۔

(۱۹) قائم مہدی کی دولت کا قریب ہونا

ودولۃ القائم المہدی قد ازفت عن النبی وفیہا قطع مدتکم وقطع امر بنی العباس بعدکم

ایا مہانی الذی انبا بہ الاثر یا آل اغلب اہل الغدر فاقتصروا وقطع امر بنی مروان اذ غدروا (۲)

ترجمہ:- قائم مہدی کی دولت کے دن قریب آگئے ہیں جیسا کہ رسول خدا سے حدیث میں وارد ہوا ہے۔ اے آل اغلب! اس دولت کی وجہ سے تمہاری دعوت منقطع ہو جائے گی۔ اے اہل غدر! اب تم باز آؤ تمہارے بعد بنو عباس اور بنو مروان کی حکومت بھی ختم ہو جائے گی کیونکہ انھوں نے بھی غداری کی ہے۔

اس کے اوپر کے حوالے سے معلوم ہو چکا ہے کہ قائم مہدی کا دور علم کا ہے

(۱) تاویل الزکوٰۃ لسیدنا جعفر بن منصور الیمن (صفحہ ۶۲-۱۶)

(۲) شرح الاخبار ۵/۴۸-۵۰ -

يبطل الشرائع كلها وكيفية سيرته في الدين والشريعة فقال يأتي بالتاويل المجرد فيتأول جميع صحف الانبياء ويأتي بتاويل شرائعهم مجرداً كما قال "يوم يكشف عن ساق" والساق هي الحقيقة التي بها قام الظاهر وبها قامت الدعوة الظاهرة ان القائم بالتاويل المجرد يرفض ظاهر العمل ولا يرفض العقليات قالوا زدنا شرحاً لهذه الاشارات فقال الرموزات كما امر النبي صلعم بان يصام ثلاثين يوما ولم يقل صوموا اربعين يوما ورموزه صلوا ركعتين بفاتحة الكتاب وسورة معها وركعتين بسورة الحمد وحدها هذه رموز وان القائم يشرح الغرض في ذلك ولا يأتي بمثله (۱)

ترجمہ: کسی نے مولانا معز سے قائم علی ذکرہ السلام کے متعلق سوال کیا جو تمام شریعتوں کو باطل کریں گے۔ آپ کی سیرت دین اور شریعت میں کس طرح ہے آپ نے جواب دیا کہ وہ محض تاویل لائیں گے یعنے تمام انبیاء کی کتابوں کی تاویل کریں گے اور ان کی شریعتوں کی مجرد تاویل لائیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ویوم یکشف عن ساق" ساق وہ حقیقت ہے جس سے ظاہر اور ظاہری دعوت دونوں قائم ہیں لیکن قائم جو مجرد تاویل لائیں گے وہ ظاہری عمل چھوڑ دیں گے اور عقلیات کو نہیں چھوڑیں گے۔ یہ سن کر سامعین نے آپ سے کہا ان اشارات کی مزید شرح فرمائیے آپ نے فرمایا رموز یہ ہیں جیسا کہ نبیؐ نے فرمایا ہے کہ تیس روزے رکھے جائیں نہ کہ چالیس یا ایسا حکم فرمایا ہے کہ پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور ایک دوسرا سورہ پڑھو اور دوسری دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھو قائم اس کی وجہ اور غرض بیان کریں گے وہ ایسا حکم نہیں فرمائیں گے (کہ تیس روزے رکھو یا چار رکعتیں پڑھو)۔

(۱) تاویل الشریعۃ من کلام الامام مولانا معز صفحہ ۱۴۸۔

کی حد ہے۔

(۲۲) تعطیلِ شرائع کی وجہ سے اسلام سے خارج ہو جانا۔

واستحل المغیرة واصحابه المحارم کلها واباحوها وعطلوا الشرائع وترکوها وانسلخوا من الاسلام جملة۔

ترجمہ:- اور مغیرہ (داعی) اور اس کے پیروؤں نے محرمات کو حلال و مباح کرلیا اور شرائع کو معطل و متروک کردیا۔ اور وہ لوگ اسلام کے دائرے سے بالکل خارج ہو گئے۔

(۲۳) آدم اور قائم کے زمانوں میں شریعت کے نہ ہونے کے متعلق سیدنا مؤید کا ارشاد

المراتب السبع فی خلقة الانسان علی مراتب النطقاء فالاول منهم لاشریعة له کالسلالة لاصورة لها والخلق الآخر لاصورة له بمعنی انه لاتقوم له شریعة مثل الاول (۱)

(۲۴) قائم کے عہد میں ظاہری شریعت کے ساقط ہونے کے متعلق سیدنا قاضی نعمان کا ارشاد

الشجر المنهی عن قربها هی مثل لحد قائم الزمان الذی هو صاحب القیامة الذی یکون التکلیف فی حده مرفوعاً (۲) ...... ویتجرد حینئذ الباطن ویسقط الظاهر ویکون الباطن ظاهراً علی خلاف ما هو فی حدود الرسل قبل ذلک لان الباطن فی حدودهم مرفوع الی حججهم ومستور عندهم محمول من واحد الی واحد معجزة لهم وعلماً یستضاء به حتی یصل الی صاحبه صاحب القیامة فیظهره ویجرده وذلک محظور ممنوع قبله فمنع الله آدم فی ابتداء الامر من ذلک (۳)

(۲۵) قائم کے زمانہ میں حدود و مراتب کا سقوط۔

(۱) سئل الامام المعز عن قول الله تعالیٰ "واذا النجوم انکدرت"

---

(۱) المجالس المؤیدیہ ۳　(۳) اساس التاویل (قصۂ آدم)
(۲) مرفوعاً ولاینفع نفساً ایمانها کما قال الله "ولاینفع نفساً ایمانها لم تکن آمنت من قبل او کسبت فی ایمانها خیراً ولایقبل منها فدیة ولایؤخذ منها ...... حینئذ (القرآن)

نہ کہ عمل کا۔

(۲۰) مہدی کا محض باطن قائم کرنا

وکذلک کانت دعوۃ علی الی ان قام المھدی بالباطن محضاً فی ستر وسکون بلا قیام ولا حرکۃ ولا ظاھر الاما تودی بہ الفرائض[1]۔ والشجرۃ المنھی عنھا مثل لحد قائم الزمان الآخر الذی ھو صاحب القیامۃ الذی یکون التکلیف فی حدہ مرفوعاً و یتجرد حینئذ الباطن ویسقط الظاھر ویکون (الباطن) ظاھراً علی خلاف ماھو فی حدود الرسل قبل ذلک[2]۔

ترجمہ:۔ اور اسی طرح مولانا علی کی دعوت تھی۔ یہاں تک کہ مہدی نے ستر وسکون میں محض باطن کو قائم کیا۔ نہ کوئی قیام کیا نہ کوئی حرکت کی۔ نہ کوئی ظاہری عمل کیا بجز اس کے کہ جس سے فرائض ادا ہوں[3]۔ یہ درخت جو آدم پر حرام کیا گیا تھا قائم القیامہ کی حد ہے جس کے زمانے میں تکلیف (اعمال) رفع ہو جائے گی۔ اور باطن مجرد ہو جائے گا۔ اور ظاہر ساقط ہو جائے گا۔ اور باطن ظاہر ہو جائے گا۔ بخلاف رسولوں کے حدود کے جو آپ سے پہلے گزر چکے ہیں۔

(۲۱) اہل دعوت کی مقاتحت تاویل سے نہ کہ تنزیل سے

ویجب علی الحدود ان یفاتحوا اھل الدعوۃ بالبیان ویدعوا الی التاویل لا الی التنزیل والی الباطن لا الی الظاھر الذی ھو حد الناطق[4]۔

ترجمہ:۔ حدود پر واجب ہے کہ وہ اہل دعوت کو بیان بتائیں اور تاویل اور باطن کی طرف دعوت کریں نہ کہ تنزیل اور ظاہر کی طرف جو ناطق

(۱) تاویل الدعائم ۱/۴۸ (۲) اساس التاویل (قصۂ آدمؑ) (۳) اسی بنا پر ہمارے "مہدی باغ والے" بھائی سنت نہیں پڑھتے کیونکہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ امام الزمان کی حجت ظاہر ہو چکی ہے (۴) تاویل الزکوٰۃ (صفحہ ۱۷۴)

کی تاویل یا باطن کی تعلیم دیں گے۔ اور اس طرح کا حکم نہ فرمائیں گے کہ تم اتنے روزے رکھو یا اتنی نمازیں پڑھو جیسا کہ حوالہ نمبر ۱۷ (الف) اور (ب) سے معلوم ہو چکا ہے۔ یہ خود مولانا معز کی شرح ہے جو ہمارے ظہور کے چودھویں امام ہیں۔ آپ نے اپنی دعا میں یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ اس تعطیل شریعت کی ابتدا مولانا محمد بن اسماعیل سے ہوئی۔ سیدنا جعفر بن منصور الیمن بھی یہی فرماتے ہیں کہ ہم نے تو صرف چھ اماموں پر ہی اقتصار کیا ہے۔ اور بیشک ساتواں ہی وہ امام ہے جو "مبدل شریعت" ہے۔ اس کی تائید میں آپ کے دیگر متعدد ارشادات گزر چکے ہیں۔ ان دو بڑی سندوں کے بعد جن میں ایک عظیم الشان امام مولانا معز کی اور ایک آپ کے باب الابواب بانی اسماعیلی دعوت کے بیٹے یا پوتے سیدنا جعفر بن منصور الیمن کی ہے ہمیں تعطیل ظاہر شریعت کی ابتدا کے متعلق اور کسی سند کی ضرورت نہیں۔ داعی مغیرہ، داعی خطاب، اور دوسرے داعیوں کی بھی جن کا ذکر ہم اس سے پہلے کر چکے ہیں یہی تعلیم تھی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ انھوں نے تعطیل ظاہر شریعت کی ابتدا نہیں بتائی بلکہ مطلقاً یہ کہا کہ جو مومن باطن کو پہچان لیتا ہے اس سے شریعت کے ظاہری اعمال ساقط ہو جاتے ہیں۔ ملحوظ خاطر رہے کہ داعی مغیرہ وغیرہ مولانا جعفر صادق، مولانا اسماعیل اور مولانا محمد بن اسماعیل کے ہم عصر ہیں جنھوں نے ان اماموں کی تعلیم کو غلط سمجھا کر بیجا فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔[1]

اقتباس نمبر (۲۰) میں ماضی کا صیغہ ہے۔ مہدی سے مولانا مہدی بن حسین مراد ہیں۔ جو ظہور کے پہلے امام ہیں۔ آپ نے محض باطن کو قائم کیا۔ سیدنا جعفر بن منصور الیمن نے بھی متعدد مقامات پر مہدی کی یہی پہچان بتائی ہے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ قائم مہدی کا دور علم کا دور ہے نہ کہ عمل کا۔

سیدنا جعفر بن منصور الیمن اور سیدنا قاضی النعمان کی تعلیم میں فرق

سیدنا قاضی النعمان کے قول کے مطابق مغیرہ اور اس کے پیرووں نے شریعت کو معطل و متروک کر دیا جس کی وجہ سے

(۱) مقدمہ (عنوان "ہم اسماعیلیوں پر اہل ظاہر کے الزامات") اقتباس نمبر (۱۰) میں بتایا گیا ہے کہ اگر پہلے اسبوع کے ساتویں امام ہیں ناطق ہونے کی صلاحیت ہے تو وہ ناطق ہوگا (اساس التاویل)

فقال هو دور القائم على ذكره السلام تسقط فيه الحدود والمراتب[1] (ب) والحدود متصلة الى حين ظهور القائم فيزول الظاهر وينقطع معالمه وهو انصراف الناس من الصلوة اى انصرافهم من اقامة دعوة الظاهر والحدود المتصل به[2]۔

تعطیل شریعت کے متعلق آخری تبصرہ

اوپر کے اقتباسوں سے یہ واضح ہے کہ شریعت کے ظاہری اعمال کے ساتھ خواہ تعطیل یا ازالہ یا رفض یا حط یا نسخ یا ابطال یا ترک یا رفع وغیرہ کا استعمال کیا جائے سب کے معنی ایک ہی ہیں۔ کئی مقامات پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ قائم القیامہ کے دور میں اعمال مرتفع ہو جائیں گے یعنی اعمال کی قید باقی نہ رہے گی۔ اس کی شرح خود مولانا معز اس طرح فرماتے ہیں کہ قائم اعمال ظاہری

(۱) تاویل الشریعۃ (صفحہ ۱۸۵) (۲) تاویل الزکوٰۃ لسیدنا جعفر بن منصور الیمن (صفحہ ۶۴) یہاں حدود و مراتب سے وہ حدود و مراتب مراد ہیں جو دعوت ظاہرہ سے متصل ہیں کیونکہ جب ظاہر مرتفع ہو جائے گا تو حدود و مراتب بھی ساقط ہو جائیں گے جیسا کہ سیدنا جعفر بن منصور الیمن کے ارشاد سے واضح ہے۔ سیدنا حمید الدین بھی اسی طرح تاویل کرتے ہیں۔ "واذا النجوم انکدرت" یقول یسقط مراتب الحدود حتی لا یبقی لها اثر لیکن "واذا البحار سجرت" کی تاویل میں اس طرح فرماتے ہیں یقول واقیمت حدود ظاهر الشریعۃ واعیدت الی ما کان محقق وفا عنها من کلام المبتدعین والابالسۃ (راحۃ العقل) کیونکہ آپ ہی صرف ایک داعی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ قائم القیامہ کے زمانے میں بھی ظاہری اعمال باقی رہیں گے لیکن تعطیل شریعت کے متعلق امام مولانا معز کے ارشاد و صداقت بنیاد کے مقابلے میں سیدنا حمید الدین کا قول کوئی حیثیت نہیں رکھتا جیسا کہ ہم واضح کر چکے ہیں صرف تقیہ پر محمول کیا جا سکتا ہے جیسا کہ ہماری عادت ہے اسی لئے ہمارے اکثر اقوال میں تضاد و تناقض پایا جاتا ہے۔ تقیہ کو ایک مورخ نے "Pious Fraud" کہا ہے جو شیعی نظام میں ایک کمزوری ہے۔

داعیوں کی متفقہ طور پر یہ تعلیم ہے کہ قائم القیامہ کے زمانے میں ظاہری اعمال مرتفع ہو جائیں گے۔ جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں۔ بلکہ مولانا معز نے اس طرز عمل کی ابتدا مولانا محمد بن اسمٰعیل سے بتائی ہے۔ لیکن سیدنا حمید الدین۔ نے جو مولانا معز کے پوتے اور مولانا حاکم کے باب الابواب ہیں یہ بحث کی ہے کہ "قائم القیامہ کے زمانے میں بھی ظاہری اعمال کی قید بدستور باقی رہے گی۔ کیونکہ عمل ہی انسان کو بالقوہ سے بالفعل بنانے والا ہے۔ ارتفاع اعمال کا اعتقاد سقیم ہے"[1]۔ مولانا معز کے قول سے ہمارا عقیدہ روز روشن کی طرح واضح ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ امام معصوم ہیں۔ اور آپ کی شان مذہبی اور سیاسی دونوں حیثیتوں سے بڑھی ہوئی ہے۔ آپ کے چودھویں امام ہونے کے لحاظ سے آپ قائم کا درجہ رکھتے ہیں جیسا کہ سیدنا جعفر بن منصور الیمن نے بار بار اپنی تصنیفوں میں اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ علاوہ اس کے آپ کا قول دعائیں وارد ہوا ہے۔ اور دعا میں انسان دل کی بات کہدیتا ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے بتا چکے ہیں۔ سیدنا حمید الدین کے قول کو تقیہ پر محمول کرنا پڑیگا جس کے متعلق یہ حدیث مولانا جعفر الصادق کی طرف منسوب کی جاتی ہے کہ "التقیۃ دینی و دین آبائی" یعنے تقیہ میرا اور میرے آبا کا دین ہے۔ اہل ظاہر کے خوف سے سیدنا حمید الدین کو یہ کہنا پڑا کہ اعمال قائم القیامہ کے عہد میں بھی مرتفع نہیں ہوں گے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہمارے داعیوں کو یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ جب بحث میں مغلوب ہو جائیں تو یہ کہیں کہ اس مسئلہ میں باطن ہے[2]۔ یہ ایک مثال ہے اس اختلاف کی جو ہمارے اماموں اور داعیوں کی تعلیم میں پایا جاتا ہے جس پر ہم اس تالیف کے مقدمہ میں روشنی ڈال چکے ہیں۔ سیدنا محمد بن طاہر بن ابراہیم نے تعطیل شریعت کی شرح میں تعطیل کے معنی

(۱) مقدمہ (عنوان "اختلاف تعلیم کی چار اہم مثالیں۔ نمبر (۱)") (۲) مقدمہ (عنوان "اختلافات وضع کرنے میں ہمارے جوابات")۔

انھوں نے محرمات کو حلال کر لیا۔ اور دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے۔ یہاں اس بات کا خیال رہے کہ یہ لوگ صرف ظاہر شریعت کی تعطیل کے قائل تھے۔ باطنی شریعت یعنے تاویل کا اقرار کرتے تھے۔ یہی قول ہم پر بھی صادق آتا ہے۔ اور ہم مسلمان نہیں رہتے ——— اقتباس نمبر (۲۱) میں سیدنا جعفر بن منصور الیمن کے قول سے صاف ظاہر ہے کہ دعوت کے حدود مومنین کو صرف تاویل کی دعوت کریں اور صرف باطن بتائیں۔ تنزیل اور ظاہر کی طرف دعوت نہ کریں آپ کی اس تعلیم میں اور سیدنا قاضی نعمان کی تعلیم میں جو ظاہری قضا کے عہدے پر مامور تھے زمین و آسمان کا فرق نظر آتا ہے۔ آپ تاویل الدعائم کی ہر مجلس میں یہ ہدایت دیتے ہیں کہ ظاہر اور باطن دونوں متصل ہیں۔ ان دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ظاہر، باطن سے اور باطن ظاہر سے الگ نہیں ہو سکتا۔ بغیر ظاہر کے باطن نہیں بتایا جا سکتا۔ اسی لئے آپ نے پہلے ظاہر بتایا ہے۔ پھر فرمایا ہے کہ اس کا باطن یہ ہے۔ اس ہدایت پر بہت زور دیا گیا ہے تاکہ ہم اہل ظاہر کے اعتراض سے بچیں جو ہم پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ ہم ظاہری شریعت کی پابندی نہیں کرتے۔ ہمارے ہاں مولانا محمد بن اسماعیل سے شریعت معطل ہو گئی ہے۔ ان دو داعیوں کی الگ الگ تعلیموں کے مقابلے سے صاف ظاہر ہے کہ سیدنا جعفر بن منصور الیمن کی تعلیم ہماری دعوت کے مخصوص باطنی حلقے سے متعلق ہے۔ اور سیدنا قاضی نعمان کی تعلیم عام ہے۔ پھر بھی سیدنا قاضی نعمان بن محمد کو یہ کہنا پڑا کہ قائم القیامت کے زمانے میں تکلیف رفع ہو جائے گی۔ اور باطن مجرد ہو جائے گا۔ اور ظاہر ساقط ہو جائے گا جیسا کہ اقتباس نمبر (۲۴) سے معلوم ہو چکا ہے۔ کیونکہ اسماعیلی مذہب کی بنیاد ہی اس اصول پر ہے کہ ظاہر صرف ایک رمز و اشارہ ہے جس کو شارع نے وضع کیا ہے۔ اس کا حقیقی مقصد باطن ہے۔ سیاسی مصلحت سے ہم نے ظاہر کو برقرار رکھا جس کی طرف ہم کئی بار توجہ دلا چکے ہیں۔ "تاریخ فاطمیین مصر" میں بھی اس مسئلے پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔

سیدنا حمید الدین اور دوسرے داعیوں کی تعلیم میں اختلاف

نہایت تعجب انگیز بات یہ ہے کہ کہ مولانا معز اور آپ کے اگلے اور پچھلے

گویا تاویل محض اور باطن مجرد کا قائل نہ ہوگا جس سے آپ کے حکم کی مخالفت لازم آ جائے گی۔ اور آپ کے ظہور کا مقصد فوت ہوگا۔ اور "امر جدید" کا جس کا ذکر اوپر کے حوالے میں ہو چکا ہے پابند نہ ہوگا بلکہ وہ عاصی کہا جائے گا جس طرح آنحضرتؐ نے ان لوگوں کو "عصاۃ" (نافرمان) کہا ہے جنہوں نے باوجود سفر میں افطار کے حکم کے روزے رکھے اور اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی مخالفت کی[1]۔ اس کے بعد کا بیان بھی ملاحظہ فرمائیے جس سے ارتفاع تکالیف پر زیادہ روشنی پڑے گی۔

مولانا محمد بن اسماعیل کے عہد کے پہلے بھی لیلی حجتوں سے ظاہری شریعت کے ارتفاع کا ثبوت

تعطیل ظاہری شریعت کے متعلق جس کی ابتدا مولانا معزؑ کے ارشاد کے مطابق مولانا محمد بن اسماعیل کے عہد سے ہوئی کافی حوالے پیش کئے جا چکے ہیں۔ اب ہم سیدنا محمد بن طاہر کا یہ قول نقل کرتے ہیں:۔ حجج اللیل ھم اھل الباطن المحض المرفوع عنھم فی ادوار الستر التکالیف الظاھرۃ لعلو درجاتھم وھم افضل جمیع الثنا عشر بعد المقام والباب وحجج النھار ھم القائمون بالظاھر والباطن[2]۔ یعنے لیلی حجتیں باطن محض کے لوگ ہیں جن سے ان کے بلند درجات کے باعث دور ستر میں تکالیف ظاہرہ اٹھ جاتی ہیں۔ یہ لوگ مقام اور باب کے بعد اٹھائیس حدود سے افضل ہیں اور نہاری حجتیں ظاہر اور باطن دونوں لیے اٹھتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ دور ستر میں محمد بن اسماعیل کے پہلے بھی ہماری اسماعیلی دعوت میں ایک ایسا طبقہ تھا جس سے ظاہری اعمال کی پابندی اٹھ گئی تھی۔ سیدنا موصوف نے لیلی اور نہاری حجتوں میں بڑا فرق بتایا ہے۔ ایک کا محض باطن سے تعلق ہے اور دوسرے کا ظاہر اور باطن دونوں سے۔ ارتفاع کا اطلاق جب اعمال پر کیا جاتا ہے تو اس کے معنی اٹھ جانے کے ہیں۔ نہ کہ تطوعاً یا آسان ہو جانے کے[3]۔

(۱) دعائم الاسلام (ذکر الصوم فی السفر) (۲) الانوار اللطیفہ (سراد ق ۲)۔ باب ۲۔ فصل ۱) (۳) ومنھم من قال الدرجات امران معرفۃ الامام واداء الامانۃ ومن حصل الامران فقد وصل الی حد الکمال۔ وارتفع عنہ التکلیف (شہرستانی صفحہ ۷)

نسخ کئے گئے ہیں جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں[1]۔ اس کے بعد سیدنا ادریس کی شرح کس طرح درست ہوسکتی ہے؟ دوسری یہ بات آپ کی شرح میں غور کے قابل ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ "ہم کو چھٹے رسول کی شریعت کے منسوخ ہونے کا اعتقاد رکھنا چاہیئے" گویا ہم کو اس پر عمل بھی کرنا چاہیئے۔ کیونکہ جس اعتقاد کے ساتھ عمل نہ ہو وہ ناقص اور بے کار ہے۔ سیدنا قاضی نعمان نے اس موضوع پر بڑی بحث کی ہے[2]۔

قائم کے دور میں فرائض کا تطوعات ہو جانا

ہمارے بعض اسماعیلی بھائی ارتفاع اعمال کے یہ معنی کرتے ہیں کہ لوگ مولانا قائمؑ اور آپ کے خلفاء کے عہد میں برضا و رغبت عمل کرنے لگ جائیں گے۔ عمل کو ایک بار اور تکلیف نہ سمجھیں گے۔ فرائض تطوعات ہو جائیں گے۔ لیکن مولانا معزؑ اور آپ کے باب الابواب سیدنا جعفر بن منصور الیمن کے ارشادات سے جو اسی فصل میں اوپر گزر چکے ہیں یہ تاویل مسترد ہو جاتی ہے[3]۔ مثلاً مولانا معزؑ نے صاف صاف ارشاد فرمایا ہے کہ قائمؑ بتاویل مجسر و ظاہری عمل رفض کردیں گے یعنے چھوڑ دیں گے۔ اور عقلیات نہیں چھوڑیں گے۔ نماز اور روزے کے احکام سے اس کی مثالیں بھی دی ہیں جیسا کہ حوالہ (نمبر ۱۷۔ ا اور ب) میں ہم بتا چکے ہیں۔ اس کی تائید میں دوسرے حوالے بھی پیش کئے جا چکے ہیں۔ ایک حکم کے ابطال، ازالہ، رفض، تعطیل، ترک، نسخ وغیرہ کے بعد اس پر عمل کرنے کے کیا معنی؟ ہم نے تعطیل شریعت کے الزام سے بچنے کے لئے یہ تاویل کی ہے۔ جو شخص قائم القیامہ کے دور میں ظاہر شریعت پر عمل کرے گا گو تطوعاً ہی سہی وہ

---

(۱) یہی فصل (مولانا معزؑ کی دعاؤں کی تصدیق اور ان کی شرح) (۲) د۔ عائم الاسلام (ذکر الایمان وھو قول وعمل واعتقاد) (۳) مقدمہ بھی ملاحظہ فرمائیے عنوان "ہماری اسماعیلی تاویل میں اختلاف اور اس کے کئی پہلو" کا ذیلی نوٹ جہاں یہ کہا گیا ہے کہ "القائم یبطل العمل ـــــ ویزیل الشرائع ...... یرفض ظاھر العمل باقامۃ التاویل المحض ..... وغیرہ۔

پایا جاتا ہے جس سے آپ کی نص مشکوک و مشتبہ ہو جاتی ہے۔ اِس بارے میں ذیل کے تین مختلف بیانات بہت غور کے قابل ہیں۔

(۱) قال سیدنا جعفر بن منصور الیمن ولم یعلموا (ای الاثنا عشریون) ان اسماعیل لم یغب[1] عن الدار حتی خلف ولدا کاملا وان الامر فلم رجع الیہ بامر اللہ ووحیہ وانہ لما حضرہ ما اراد اللہ من امرہ اوحی اللہ الیہ ان یسلم الامر الی ولدہ محمد فجمع نقباءہ وخواص اصحابہ وسلم الیہ بحضرہ من خواصہ ستر اً علیہ کما فعل ہارون بیوشع بن نون وجعلہ خلیفۃ علی ولدہ الی ان تم امرہ وقد کان ھذا رجلاً کاملاً لہ اربع عشرۃ سنۃ وصاحب ھذا العمر جائز القول مقبول الشہادۃ وانما فعل لوقت الفترۃ وھیجان الفراعنۃ وجعلتم ان الامر رجع القہقری[2]۔

ترجمہ:۔ ان کو (یعنی اثنا عشریوں کو) اس بات کا علم نہیں کہ اسماعیل نے اس وقت تک غیبت نہیں اختیار کی جب تک اپنے ایک نوجوان بالغ فرزند کو اپنا خلیفہ نہ بنا لیا۔ آپ کی طرف اللہ تعالیٰ کے حکم اور وحی سے امر امامت لوٹا جب اللہ تعالیٰ نے اپنے امر کا ارادہ کیا تو آپ نے آپ کی طرف وحی کی کہ آپ امر امامت اپنے فرزند محمد کے سپرد کریں۔ آپ نے اپنے نقباء اور خاص اصحاب کو جمع کر کے ان کے روبرو امر امامت محمد کے سپرد کیا تاکہ آپ پوشیدہ رہیں جس طرح ہارون نے یوشع بن نون کو اپنے بیٹے کا خلیفہ (یعنی قائم مقام)

(۱) امام کی غیبت سے امام کی وفات مراد ہے جیسا کہ خطاب فرماتے ہیں:۔ فلما قضی الحسن نحبہ سلم الی اخیہ الحسین فاجتمعت المرتبان فی الحسین وقام بہا حتی الظہور الغیبۃ علی القضیۃ المعلومۃ کما اظہرہا ابوہ (غایۃ المواید الثلاثہ) (۲) اسرار النطقاء صفحہ ۲۲۴-۲۲۵

ارشادات مذکورۂ بالا سے اِس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اسماعیلی دعوت کے اصول کے مطابق مومن ترقی کرتے کرتے ایسے بلند درجے کو پہنچ جاتا ہے کہ وہ ظاہری اعمال سے سبکدوش کر دیا جاتا ہے۔ جب لیلیٰ مجنوں کی یہ شان ہے تو امام پر بدرجۂ اولیٰ ظاہری اعمال کی پابندی عائد نہ ہو گی۔ مولانا معز نے امام اور محدودین (یعنے غیر امام) کے کاموں میں فرق بتایا ہے(۱)۔ یہی وجہ سے اہل ظاہر نے ہم پر تعطیل و اباحت کا الزام لگایا ہے۔ صوفیہ کی ایک جماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے۔"

فصل (۷)

ائمہ مستورین یعنی دورِ ستر میں جو ستر واقع ہوا ہے اس دور کے تین امام
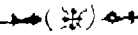
ائمہ مستورین اور ان کے کفیل

مولانا محمد بن اسماعیل گو حقیقی مہدی تھے جیسا کہ ابھی ہم مولانا معز کی دعا اور دیگر حوالوں سے بتا چکے ہیں لیکن آپ کو ظہور کا موقع نہ ملا۔ عباسی دشمنوں کے غلبے کی وجہ سے اس بات کا امکان نہ ہوا کہ آپ ظاہر ہو کر ان کو مغلوب کر سکیں اس لئے آپ مستور ہو گئے۔ آپ کے مستور ہونے کی کیفیت کے متعلق ہماری کتابوں میں بڑا اہم اصولی اختلاف

(۱) کما ان غسل الائمۃ ھو التسلیم للمحدودین لطھارتھم وغسل الدعوۃ واھلھا بالقرابین والعمل والطاعۃ للمحدود وتجدیدا المواثیق (تاویل الشریعۃ من کلام الامام المعز صفحہ ۱۸)

سے واپس لی۔ پھر امر امامت آپ کی نسل میں یکے بعد دیگرے جاری ہوا
یہاں تک کہ وہ علی بن حسین بن احمد بن عبداللہ بن محمد بن اسماعیل کی طرف
پہنچا۔ جن کے ذریعے ہدایت کا آفتاب طلوع ہوا۔

(۳) قال سیدنا ادریس لما آن لاسماعیل الاجل اوصی اسماعیل
والده الصادق الامین ان یقیم لولده حجابا وستودعا کما اوصی
هارون موسی لولده کفیلا فاقام یوشع بن نون ستر علیه
وحجابا فسلمه اعنی محمد بن اسماعیل الی میمون بن غیلان بن بیدا
بن مهران بن سلمان الفارسی قدس الله روحه فرباه واخفی
شخصه وهو ابن ثلاث سنین مع میمون القداح وهو کفیله
ومستودع امره فاظهر اسماعیل مرضا وصارت العواد یعودونه
فلما اظهر نقلته سجاه ثلاثة ایام وهو یاخذ علی ذلک شهادة
من وصل الیه یعزیه من بنی هاشم۔ فلما کان فی الیوم الثالث
امره بحمله الی القبر فکشف عن وجهه وقال لمن حضر الیس هذا
ولدی اسماعیل فیقولون بلی فیجدد شهادتهم علی ذلک ثم دفنه
وراح وکتب الی ابی الدوانیق یعرفه خبره............ فلما کان
بعد ذلک ظهر اسماعیل فی البصرة واقبل الیه الناس یهرعون وهم
یقولون هذا اسماعیل عاد حیا الی ان مر بشیخ زمن فمسح علی ظهره
فثبت ظهره وبری من علته وشاهد الخلق ذلک ثم غاب عنهم
فلما سمع بذلک ابو الدوانیق قال ان سحر آل بن کبشة لعظیم وامر
لجعفر فلما وصل الیه عاتبه فی ذلک فاظهر الصادق ما کتبه الشهود
وکان فی المجلس کثیر ممن شهد وابذ لک فسکن عنه غضبه
وراح الصادق ع فکان ما ظهره اسماعیل من الغیبة والظهور بعد
ذلک کما فعل جده الناطق المرسل محمد صلعم لما ظهر الفضل
حین عاتبه امیر المومنین فی اخذ حقه واراه الناطق فعاتب
ابا بکر فی ارتقائه الی ما لیس له من اهله ولا هو بمستحقه وکمثل

بنایا یہاں تک کہ وہ کمال کو پہنچا۔ یہ (یعنی محمد) ایک مرد بالغ تھے
جن کی عمر چودہ سال تھی۔ ایسی عمر والا جائز القول اور مقبول الشہادۃ
ہے۔ اسماعیل نے صرف نفرت اور فراعنہ کی شورش کی وجہ سے ایسا
کام کیا اور تم (یعنی اثنا عشریوں نے ایسا سمجھا کہ امر امامت الٹا
واپس ہوا۔

(۲) قال سیدنا الخطاب وذلك ما روی عن الامام جعفر بن الصادق المصدق الامین فی تسلیمہ الامر الی ولدہ اسماعیل وغیبۃ اسماعیل وولدہ محمد بن اسماعیل فی حد الطفولیۃ ولم تکن الامامۃ ترجع القہقری منہ کما لم یرجع من غیرہ فاودع حجتہ المضویۃ بین یدیہ میمون القداح مقامہ لولدہ واقامہ ستراً علیہ وقدمہ بین یدیہ واستکفلہ ایاہ الی بلوغہ اشدہ۔ فلما بلغ اشدہ سلم ودیعتہ ثم جری الامر فی عقبہ خلفاً عن سلف حتی انتھی الامر بہ الی علی بن الحسین بن احمد بن عبداللہ بن محمد بن اسماعیل وکان علی یدیہ طلوع الشمس[1]

ترجمہ:۔ یہ روایت مولانا جعفر صادق سے کی گئی ہے کہ آپ نے امر امامت
اپنے بیٹے اسماعیل کے سپرد کیا اور اسماعیل غائب ہو گئے۔ جب کہ آپ
کے فرزند (مولانا محمد) حد طفولیت (یعنی زمانہ طفولیت) میں تھے
امامت اسماعیل سے الٹی واپس نہیں ہوئی۔ اس لئے اسماعیل نے
میمون القداح کو اپنے فرزند محمد کا قائم مقام اور کفیل بنایا۔ تاکہ
خود محمد مخفی رہیں اور ان کے بالغ ہونے تک میمون ان کی کفالت
کرے۔ جب محمد بالغ ہوئے تو آپ نے اپنی امامت میمون القداح

(۱) غایۃ الموالید الثلاثہ۔ اس کتاب میں مہدی کا نام "علی" بتایا گیا ہے
جو دوسری کتابوں کے خلاف ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (فصل ۸۔ تبصرہ عنوان
"گیا مولانا مہدی کا نام علی بن الحسین ہے؟")

ترجمہ :- سیدنا ادریس فرماتے ہیں کہ جب اسماعیل کی موت کا وقت قریب ہوا تو آپ نے اپنے والد جعفر صادق کو وصیت کی کہ آپ ان کے بیٹے محمد کے لئے ایک حجاب مستودع قائم کریں جیسا کہ ہارون نے موسیٰ کو وصیت کی تھی کہ وہ ان کے بیٹے کے لئے ایک کفیل مقرر کریں پس موسیٰ نے یوشع بن نون کو ہارون کے بیٹے کے لئے ستر و حجاب مقرر کیا۔ تاکہ ہارون کے بیٹے پوشیدہ رہیں اور یوشع بن نون ان کی قائم مقامی کریں۔ اسی طرح جعفر صادق نے محمد بن اسماعیل کو میمون بن غیلان بن سعید بن بہرام بن سلمان الفارسی کے سپرد کیا۔ میمون نے آپ کی پرورش کی اور آپ کو چھپا دیا۔ اس وقت جب آپ میمون کے ساتھ تھے آپ کی عمر تین سال کی تھی اور میمون القداح آپ کے کفیل اور مستودع تھے۔ پھر اسماعیل نے بیماری ظاہر کی (یعنے حقیقت میں آپ بیمار نہ تھے لوگوں کو دکھانے کے لئے بیمار بن گئے) لوگ آپ کی عیادت کو آنے لگے جب آپ نے بڑی نقاہت ظاہر کی تو جعفر صادق نے آپ کو تین دن تک کفن پہنا کر رکھا۔ بنی ہاشم میں سے جو شخص آپ کو پرسا دینے کے لئے آتا آپ اسماعیل کی موت کے متعلق اس کی شہادت لیتے۔ جب تیسرا دن ہوا تو آپ نے اسماعیل کو قبر کی طرف لے جانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد آپ نے اسماعیل کا منہ کھولا اور حاضرین سے پوچھا "کیا یہ میرا بیٹا اسماعیل نہیں ہے"؟ سب نے کہا ہاں۔ آپ نے ان کی شہادت کی تجدید کی اور اسماعیل کو دفن کر کے واپس ہوئے۔ ابو الدوانیق کو اس کی اطلاع دی گئی۔ اس کے بعد اسماعیل بصرہ میں ظاہر ہوئے۔ لوگ آپ کی طرف دوڑتے تھے اور کہتے تھے کہ دیکھو اسماعیل پھر زندہ ہو گئے ...

.... پھر صادق نے موسیٰ کاظم کو محمد بن اسماعیل اور میمون القداح کا جس کو آپ نے محمد بن اسماعیل کا باپ بنایا تھا حجاب قائم کیا۔ موسیٰ نے علم تاویل اور علم حقیقت کا درس لیا تھا

ما ظهر لامير المومنين وهو يغسله وافاده وقد امره ان يجبله ثم يسأله وكذلك فعل المسيح عيسى بن مريم فشهد بذلك الحواريون فاظهر الامام اسماعيل ما اظهره اعجاز الخلائق بظهور القدرة من الله .... ثم ان الصادق اقام موسى بن جعفر الكاظم حجابا على محمد بن اسماعيل وعلى من جعله بابا الذى هو ميمون الستر عليه والكفيل وكان موسى دارسا فى التاويل والحقيقة فاجتمع اليه كثير من الشيعة المخالفين للطريقة فقصدوا الاسم دون المسمى وقنعوا باللفظ عن المعنى وكتم عليه السلام منزلة ابن ابنه واقام له ميمون القداح وابنه عبد الله كفلاء وكتم امر ذلك عن الخاص والعام الا عن المخلصين العارفين لمن اوجب الله له الولاء وسار ميمون وولده فى طلب دار هجرة لولى الامر والشيعة فى اعتقادهم مختلفون ....
.... اعتقدت فرقة ان الامامة رجعت القهقرى وفرقة تعتقد امامة موسى اذ اقامه ولى الله سترا على ولده اذا صار مستترا[1] - فقام موسى بن جعفر واعتكف اكثر الشيعة عليه وكل من اولاد جعفر ادعى الامامة لنفسه وانكتم ولى الله بهذا التلبيس عن الضد فكان اولاد جعفر قائمين بالشريعة والتنزيل كقيام ابى بكر وعمر وكان قيام ابى الدر واينق فى مقابلة عثمان فى التحويل فى شريعة محمد والتبديل فبان خلو عبد الله الافطح عن الامامة لانبتار عقبه ومحمد بن جعفر شهر سيفه فى الحرم وقطع مناسك الحج وموسى فلم يجعله الصادق الا سترا على ولى الامر لينكتم امره عن الاضداد فادعى الامر له من بعد ....
.... وبطل ما موه به موسى وادعاه وظهر فى الائمة من ذرية اسماعيل نور الله -

(۱) شرح الھرالمعانی صفحہ ۵۴۶-۵۵۶-

تھے اور میمون القداح کو جو سلمان الفارسی کے پروتے تھے ان کا کفیل مقرر کیا اس وقت مولانا محمد بن اسماعیل کی عمر چھبیس ۲۶ سال تھی[1]۔ عوام الناس کے اطمینان کے لئے امام موسیٰ کاظم کو جنھوں نے تاویل و حقیقت کا درس لیا تھا آپ کا حجت یا مستودع (یعنے ظاہری نائب) اور میمون القداح کو آپ کا کفیل (یعنے باطنی نائب) مقرر کیا۔ تاکہ لوگ آپ کو بھول جائیں اور امام موسیٰ کاظم کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ اسی لئے آپ محمد مکتوم کہے جاتے ہیں۔ اکثر شیعہ امام موسیٰ کاظم کے پیرو ہو گئے۔ مولانا جعفر صادق نے اپنے پوتے محمد بن اسماعیل کے رتبے کو چند اہل اخلاص و معرفت کے سوا خاص و عام دونوں سے چھپایا۔ موسیٰ کاظم کو جب مستودع یا حجاب کا رتبہ مل گیا تو انھوں نے یہ دعویٰ شروع کیا کہ میں ہی مستقر امام ہوں اور لوگوں کو دھوکا دے کر اپنی اور اپنی اولاد کی طرف امامت منتقل کر لی[2]۔ ان کے پیرو اثنا عشری کہے جانے لگے کیونکہ یہ لوگ بارہ امام کے قائل ہیں۔ ان کے بارھویں امام محمد منتظر ہیں جو موضع سامرا[3] کے ایک غار میں چھپ گئے جب کہ ان کی عمر تقریباً چار یا پانچ سال تھی۔ یہی مہدی ہیں جن کی بشارت آنحضرت صلعم نے دی ہے۔ کہ قیامت کے روز میری ذریت سے ایک امام ظاہر ہو کر تمام دنیا کو راہِ راست پر لائے گا۔ ہم نے چونکہ مولانا اسماعیل اور ان کے فرزند مولانا محمد کی امامت تسلیم کی اس لئے ہم اسماعیلی کہلاتے ہیں۔ ہم اکیس ۲۱ امام کے قائل ہیں۔ ہمارے اکیسویں امام حجتوں اور داعیوں کے ذریعے نزاریوں کے خوف سے چھپا دئے گئے جب کہ ان کی عمر ڈھائی سال تھی چھپنے

---

(۱) وکان الامام محمد بن اسماعیل حین قبض ابوہ ابن ست وعشرین سنۃ و اخوہ علی بن اسماعیل رجل بالغ الحلم لہ من العمر ثمان عشر سنۃ (عیون الاخبار ۴/۵۲۴) وکان محمد بن اسماعیل اکبر من اخیہ علی بثمان سنین (عیون الاخبار ۴/۴۹۸) (۲) زہر المعانی سیدنا ادریس۔ صفحہ ۸-۵۵۴-۵۵۵- (۳) یہ ایک مقام کا نام ہے جو بغداد سے ۷۵ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

اکثر شیعہ جو طریقے کے مخالف تھے ان کی جماعت میں داخل ہو گئے انھوں نے مسمیٰ کو چھوڑ کر اسم اختیار کیا اور معنیٰ کو ترک کر کے لفظ پر قناعت کی۔ صادق علیہ السلام نے اپنے پوتے کا منزلہ چھپایا اور میمون القداح اور اس کے بیٹے عبداللہ کو ان کے کفیل مقرر کیا۔ اب میمون اور اس کے بیٹے نے ولی اللہ کے لئے ایک "دارہجرت" کی جستجو کی اور شیعوں کی یہ حالت تھی کہ ان میں عقائد کے لحاظ سے اختلاف پڑ گیا کسی نے یہ خیال کیا کہ امامت الٹی لوٹی اور کسی نے موسیٰ کو امام مان لیا کیونکہ ولی اللہ نے اپنے بیٹے کو چھپا کر موسیٰ کو ان کا حجاب مقرر کیا۔ موسیٰ قائم ہوئے اور اکثر شیعہ ان کے ساتھ ہو گئے۔ مولانا جعفر صادق کے ہر بیٹے نے خود اپنے لئے امامت کا دعویٰ کیا۔ اس تلبیس کی وجہ سے دشمن کو ولی اللہ کا پتہ نہ لگا۔ آپ کے بیٹوں نے ابوبکر اور عمر کی طرح شریعت اور تنزیل کی خدمت انجام دی اور ابوالدوانیق نے عثمان کی طرح شریعت میں تبدیل و تحویل کر دی۔ ابوعبداللہ (افطح) امام نہ بن سکا کیونکہ اس کا کوئی عقب نہ تھا۔ محمد نے حرم میں تلوار نکالی اور مناسک حج قطع کئے۔ موسیٰ کو مولانا جعفر صادق نے ولی اللہ کا صرف حجاب بنایا تھا تاکہ وہ دشمنوں سے بچے رہیں لیکن موسیٰ نے خود اپنے اور اپنی اولاد کے لئے امامت کا دعویٰ کر دیا۔ لیکن اُن کا دعویٰ باطل اور اُن کا دھوکا ظاہر ہو گیا۔ اور اللہ کا نور مولانا اسماعیل کی ذریت میں چمکا۔

ستر میں ستر کی کیفیت، مولانا محمد بن اسماعیل کا چھپا دیا جانا

ان تین بیانات کے اختلافات پر ہم آئندہ تبصرہ میں بحث کریں گے۔ ہم یہاں سیدنا ادریس کے بیان کے مطابق ستر کی کیفیت لکھتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ مولانا جعفر صادق نے مولانا محمد بن اسماعیل کو چھپا دیا۔ کیونکہ بنی عباس ان کی جان لینے کے درپئے

مقرر کئے جانے کے بعد ان کا یہ دعویٰ کر بیٹھنا کہ "میں ہی حقیقی امام ہوں" ایک عجیب واقعہ ہے۔ گویا انھوں نے امامت کے حق میں بڑی خیانت کی اور عام شیعوں کو گمراہ کیا۔ مولانا جعفر صادقؑ کی اولاد کا مقابلہ خلیفۂ اول اور خلیفۂ دوم سے کیا گیا ہے امام کے حجاب جیسے عظیم الشان رتبے کے لئے ایسے تمویہ کرنے یعنی دھوکا دینے والے کا انتخاب کہاں تک جائز ہو سکتا ہے۔ حالانکہ امام حوادث آئندہ کی خبر دینے والے کے علاوہ بادشاہوں اور داعیوں کے اسرار سے واقف ہوتا ہے جیسا کہ متعدد دفعہ معلوم ہو چکا ہے علاوہ اس کے مولانا جعفر صادقؑ کے دوسرے فرزندوں میں سے ہر ایک کا جھوٹا دعویٰ کرنا کہ "میں حقیقی امام ہوں" ایک حیرت انگیز واقعہ ہے[1]

مولانا عبداللہ المستور

مولانا محمد بن اسماعیل نے اپنی وفات کے وقت اپنے فرزند مولانا عبداللہ برلیض کی جو فرغانہ کو خیرباد کہہ کر دیلم روانہ ہوئے۔ یہاں سے آپ نے سلمیہ کا رخ کیا۔ یہاں پہنچنے سے پہلے آپ نے اپنے آپ کو بہت پوشیدہ رکھا تھا جس شہر میں رہتے تاجر کے بھیس میں رہتے اور اپنے آپ کو عباسی ظاہر کرتے۔ ایک موقع پر اس طرح پوشیدہ ہوگئے کہ آپ کے داعیوں کو بھی معلوم نہ ہوا کہ آپ کدھر چلے گئے۔ چاروں طرف کے داعی جمع ہوئے اور ایک جلسہ منعقد ہوا تاکہ امام کے پتہ لگانے کی تدبیریں سوچیں سب کا اتفاق اس امر پر ہوا کہ ہر داعی تاجر کے بھیس میں ایک گاؤں کا دورہ کرے اور اس میں امام کی تلاش کرے۔ ایک ایسا مقام مقرر کیا گیا کہ جہاں وہ سب کچھ دنوں بعد جمع ہوں اور ہر داعی اپنی سرگذشت بیان کرے۔ ایک سال تک یہ جستجو جاری رہی۔ داعیوں کے مندرکوجس کا نام ابوغفیر تھا سلمیہ کے قریب ایک گاؤں "دیر معقوا" میں مولانا عبداللہ کا پتہ لگا۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ ابوغفیر اپنی عادت کے مطابق عورتوں کی ضروریات کی چیزیں بیچا کرتے تھے عورتیں اور بچے جمع ہو جاتے وہ ان سے پوچھا کرتے۔ کیا تم نے فلاں

(۱) ملاحظہ ہو اسی فصل کی ابتدا میں عنوان "ائمہ مستورین اور ان کے کفیل" نمبر ۳۔

کے اور اسباب بھی بتائے جاتے ہیں مثلاً بندوں کے اعمالِ سابقہ جن کو حقیقت کی زبان میں سوابق کہتے ہیں، مشیتِ الٰہی، مقتضائے زمانہ وغیرہ۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ آپ کی نسل سے قیامت کے دن ایک امام ظاہر ہوگا جو تمام دنیا کو راہِ راست پر لائے گا۔ اس سے قیامت کا دور شروع ہوگا۔ وہ ظاہری شریعت کو رفع کر کے اس کا باطن بغیر ستر و تقیہ کے علانیہ ظاہر کرے گا کیونکہ وہ کشف کا پہلا امام ہوگا۔

بہر حال مولانا محمد بن اسماعیل کی زندگی نہایت ستر و تقیہ میں گزری آپ کی نقل و حرکت کا کسی کو علم نہ ہوتا تھا۔ آپ کے خاص پیرووں کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا کہ آپ کہاں رہتے ہیں۔ مدینہ سے روانہ ہو کر آپ مختلف شہروں میں اپنے آپ کو چھپاتے پھرتے رہے۔ آخر کار آپ فرغانہ روانہ ہوئے جہاں ۱۹۳ھ میں آپ نے وفات پائی۔ ستر کی اس شدت کے باعث شیعوں میں مختلف گروہ ہو گئے۔ بعضوں نے یہ سمجھ لیا کہ موسیٰ کاظم حقیقی امام ہیں کیونکہ مولانا جعفر صادق نے انھیں حجاب یا مستودع مقرر کیا تھا۔ آپ کے اور دوسرے فرزندوں میں سے ہر ایک نے اپنے امام ہونے کا دعویٰ کیا ہر ایک کے ساتھ ایک فرقہ ہو گیا۔ اہلِ معرفت و اخلاص کے چند افراد ہی مولانا محمد بن اسماعیل کے پیرو رہے۔(۱)

تبصرہ

اب اگر ان اسباب کے باعث عام شیعہ موسیٰ کاظم کے تابع ہو کر ان کو حقیقی امام ماننے لگیں تو اس کی ذمہ داری کس پر عائد ہوگی اور ستر در ستر کے واقع ہونے سے وہ اگر گمراہ ہو جائیں تو ان کا کیا قصور ہے کیونکہ تقرر حجاب کی مخصوص اور اندرونی کارروائی سے وہ بے خبر رکھے گئے۔ مزید برآں موسیٰ کاظم کے حجاب

(۱) زہر المعانی۔ صفحہ ۵۵۲-۵۵۳۔

میں مولانا احمد کی طرف دعوت دیتا رہا۔ اس زمانے تک کوفہ اور سلمیہ میں برابر مراسلت ہوتی رہی۔

۲۴۲ھ میں مولانا احمد نے وفات پائی۔ آپ کے جانشین مولانا حسین ہوئے جنھوں نے حمدان (قرمطہ) کو ایک خط لکھا جس کا مضمون حمدان کی روایت کے مطابق پہلے خطوط کے مضمون سے مختلف تھا اس لئے اس نے اپنے مددگار داعی عبدان کو سلمیہ روانہ کیا تاکہ حقیقت حال دریافت کرے۔ عبدان جب سلمیہ پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ مولانا احمد کا انتقال ہو چکا ہے۔ اور آپ کے جانشین آپ کے فرزند مولانا حسین ہوئے ہیں۔ عبدان نے مولانا حسین سے پوچھا وہ حجت اور امام کون ہیں جن کی طرف دعوت کی جارہی ہے۔ مولانا حسین نے اس سے الٹا سوال کیا کہ تم بتاؤ وہ امام کون ہیں؟ عبدان نے کہا وہ امام محمد بن اسماعیل بن جعفر الصادق صاحب الزمان ہیں۔ مولانا حسین نے کہا کوئی امام سوائے میرے باپ احمد کے نہیں ہے اور میں اس کا قائم مقام ہوں۔ یہ سن کر عبدان حمدان (قرمطہ) کے پاس آیا اور اسے سلمیہ کے واقعہ سے مطلع کیا۔ حمدان نے اپنے تمام مددگار داعیوں کو جمع کرکے ان کو سلمیہ سے دعوت منقطع کرنے کا حکم دیا۔ یہ مددگار اپنے اپنے مقامات پر تو اس کے حکم کی تعمیل کر سکے لیکن دوسرے مقامات پر کچھ نہ کر سکے کیونکہ یہ دعوت تو کوفے کے تمام اضلاع میں شائع ہو چکی تھی۔(۱) یہ مقریزی کی روایت ہے۔ ہماری دعوت کی کتابوں میں قرامطہ کے متعلق بہت کم واقعات ملتے ہیں۔ مولانا معز کے خط سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ ۲۴۲ھ کے بعد تک بھی ہمارے اور قرامطہ کے عقائد کے درمیان پورا اتفاق تھا۔ آپ نے ان کے رہبروں ابو سعید جنابی متوفی ۳۰۱ھ اور ابو طاہر سلیمان متوفی ۳۳۲ھ کو اپنی طرف منسوب ہی نہیں کیا ہے۔ بلکہ ابو طاہر کے گذشتہ اعمال کی جو تعطیل ظاہر شریعت کے نتیجے میں تحسین بھی کی ہے۔(۲)

مولانا الحسین المستور اب ہم مولانا حسین کے ذکر کی طرف لوٹتے ہیں آپ نے

(۱) مقریزی (اتعاظ الحنفاء ۔ صفحہ (۱۱۴))۔ (۲) فصل (۱) تبصرہ عنوان "مولانا معز کا خط حسن بن احمد قرمطی کے نام"۔

فلاں صفت کا آدمی دیکھا ہے؟ ایک دن ایک عورت اور بچے کے ذریعے انھیں مولانا عبداللہ کا پتہ لگا۔ انھوں نے آپ کو دوسرے داعیوں سے ملایا سب مل کر آپ کو سلمیہ لے گئے۔ یہ شہر ملک شام میں حمص کے قریب واقع ہے۔ اس وقت سے مولانا مہدی کے ظہور تک ائمہ مستورین نے سلمیہ کو اپنا مستقر بنایا۔ یہاں مولانا عبداللہ تاجروں کی طرح رہنے لگے۔ پھر آپ نے شادی کی اور ایک عالی شان محل بنوایا[1]۔ ۲۱۲ھ میں اپنے فرزند احمد پر نص کر کے وفات پائی۔ آپ کی قبر سلمیہ میں ہے۔

مولانا احمد المستور آپ کے بعد آپ کے فرزند احمد امام ہوئے جنھوں نے سیدنا ابراہیم ابن الحسین الحامدی متوفی ۵۵۷ھ مصنف کنز الولد اور سیدنا ادریس متوفی ۸۷۲ھ مصنف عیون الاخبار کی روایتوں کے مطابق "رسائل اخوان الصفاء" شائع کئے جن پر تبصرہ کر چکا ہے[2]۔ آپ کی دعوت، رے، طبرستان، خراسان، یمن، احساء، قطیف اور قدس میں کامیاب ہوئی۔

فرقۂ قرامطہ کی ابتداء ۲۴۲ھ اور ۲۶۸ھ کے درمیان آپ ہی نے اپنے ایک داعی حسین اہوازی کو عراق کی طرف روانہ کیا۔ کوفہ کے ایک گاؤں میں اس داعی کی ملاقات ایک شخص سے ہوئی جس کا نام ہمدان بن اشعث (قرمطہ) تھا۔ اس داعی نے کچھ گفتگو کے بعد حمدان کو اسماعیلی بنالیا۔ حمدان کو لوگ قرمطہ کہا کرتے تھے۔ یہ لفظ نبطی زبان کا ہے جو اصل میں "کرمیتہ" ہے جس کے معنی سرخ آنکھوں والے کے ہیں۔ چونکہ اس کی آنکھیں زیادہ سرخ تھیں اس لئے یہ کرمیتہ کے نام سے مشہور ہوگیا۔ عربی زبان میں قرمط بن گیا۔ اس کے پیرو قرمطی کہلانے لگے۔ پندرہ سال تک یہ شخص کوفے کے اضلاع

(۱) ستر در ستر کی شدت کے باوجود آپ کا ایک عالی شان محل بنوانا ایک عجیب منطق ہے۔ کیا ایسے بیانوں سے ہماری تاریخ صحیح ہوسکتی ہے۔ محض یہ یاد کہ آپ۔ آپ کے فرزند اور آپ کے پوتے یہ سب ائمہ مستورین کہے جاتے ہیں (مستشرق الوانو کا نوٹ عیون الاخبار پر ملاحظہ ہو اے گائیڈ ٹو اسماعیلی لٹریچر صفحہ ۶۲) (۲) تاریخ فاطمیین مصر (فصل ۳۴)

خدا اور خدا کے رسول کے ساتھ رسول کے وصی اور زمانے کے امام کا ماننا بھی ضروری ہے۔ ان حدود کی معرفت کے بغیر نجات حاصل نہیں ہو سکتی خواہ مومن کتنے ہی نیک اعمال کیوں نہ کرے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ مولانا جعفر صادق تک تو کسی ناص کی زندگی میں ان کے منصوص علیہ کا انتقال نہیں ہوا لیکن مولانا جعفر صادق کی زندگی ہی میں آپ کے منصوص مولانا اسماعیل گزر گئے یا بالفاظ دیگر غائب ہو گئے جس کی وجہ سے اس زمانے کے مومنین میں یقیناً بہت پریشانی پھیل گئی ہوگی۔ خاص کر جب کہ یہ واقعہ دعوت کے اصول کے خلاف ہوا۔ اس لئے کہ کوئی امام، امام نہیں ہو سکتا جب تک کہ ظاہر و باطن دونوں میں اس کے باپ کی دنیا سے نقلت نہ ہوئی ہو۔ یعنی جب تک کہ اس کے باپ کا ظاہر میں دنیا سے انتقال نہ ہوا ہو جیسا کہ سیدنا قاضی نعمان زکوٰۃ الخمس کی تاویل میں فرماتے ہیں۔ "وسموا یتامی لان کل واحد منهم فی عصره فرد منقطع القرین .... وقیل لهم ایضاً یتامی لان آباءهم وهم الائمة من قبلهم فی الظاهر والباطن قد نقلوا من الدنیا ولا یکون (الامام) اماماً فی الدنیا وابوه حی"[1]

اس اصول کے مطابق مولانا اسماعیل کس طرح امام ہو سکتے ہیں جب کہ آپ کے والد مولانا جعفر صادق کا ظاہر میں دنیا سے انتقال نہ ہوا ہو یعنے جب کہ آپ دنیا میں زندہ ہو بہر حال سیدنا ادریس کی روایت کے مطابق جیسے ہم اوپر نقل کر چکے ہیں مولانا جعفر صادق نے مولانا اسماعیل کے فرزند مولانا محمد کو بالکل چھپا دیا اور اپنے دوسرے فرزند موسیٰ کاظم کو ظاہری حجاب مقرر کیا تاکہ عام شیعوں کی توجہ مولانا محمد سے ہٹ کر موسیٰ کاظم کی طرف ہو جائے۔ اس سلسلے میں یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مولانا محمد مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر مختلف شہروں میں چھپتے پھرے ان واقعا کی خبر چند خاص لوگوں کے سوا جو اہل معرفت و اخلاص تھے کسی کو نہیں دی گئی۔ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ امام اپنے جانشین کو بغیر خدا کی وحی کے قائم نہیں کرتا

(۱) تاویل الدعائم الجزء الثانی (بیان زکوٰۃ الخمس)

اپنے داعیوں خصوصاً داعی ابوالقاسم حسن بن فرح بن حوشب (منصور الیمن) کے ذریعے ظہور کی تمہید کی۔ داعی مذکور نے یمن میں اسماعیلی دعوت پھیلائی اور یہیں سے آپ نے داعی ابوعبداللہ شیعی کو بلاد مغرب بھیجا۔ یہی وہ داعی ہیں جو نہایت جانفشانی اور عرق ریزی سے خلافت فاطمیہ کو منصۂ ظہور پر لائے۔ آپ ہی نے بلاد مغرب فتح کئے اور مولانا حسین کے فرزند عبداللہ المہدی کو سجلماسہ کے قیدخانے سے چھڑا کر ظہور کا اعلان کیا۔ اور رؤساء اہل مغرب سے مولانا مہدی کے نام کی بیعت لی۔ اس کے بعد آپ نے مولانا مہدی اور ان کے فرزند مولانا قائم کو گھوڑوں پر سوار کر کے سجلماسہ کے بازاروں میں پھرایا اور خود آپ رؤسائے قبائل کے ساتھ مہدی کے سامنے چلے۔ مولانا مہدی کی طرف اشارہ کر کے آپ حاضرین سے کہتے تھے کہ یہ تمھارے مولا ہیں۔ یہ وہ مہدی ہیں جن کی طرف میں تمھیں دعوت کرتا تھا۔ آپ اس دن اتنے خوش تھے کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ یہ واقعہ موضع رقادہ میں ۲۹۶ھ میں پیش آیا۔ ان تمام واقعات کی تفصیل "تاریخ فاطمیین مصر" میں گزر چکی ہے۔ اب ہم مولانا مہدی کے متعلق چند اہم امور بیان کریں گے۔ آپ کی عمر آپ کے والد مولانا حسین کے انتقال کے وقت آٹھ سال تھی۔ اس لئے آپ کے والد نے آپ کے چچا محمد بن احمد کو آپ کا مستودع یعنے ولی مقرر کیا جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔

تبصرہ

کوئی امام نہیں ہو سکتا جب تک کہ ظاہر باطن دونوں میں اس کے باپ کی دنیا سے تعلق نہ ہو

اوپر کی فصل نہایت اہم واقعات پر مشتمل ہے۔ دور ستر میں امام کا ستر واقع ہونا ایک عجیب و غریب واقعہ ہے۔ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ معرفت خدا اور خدا کے رسول کو ماننے سے دین کامل نہیں ہوتا۔ متعدد کتابوں میں ہمارے اماموں اور داعیوں نے اس اعتقاد پر تنبیہ کی ہے جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔

میمون القداح کو بہ حیثیت کفیل قائم کیا جس سے مولانا محمد نے امامت کی امانت حاصل کی۔ سیدنا خطاب کے بیان میں موسیٰ کاظم کے متعلق ذکر نہیں ہے۔ اسی طرح سیدنا جعفر بن منصور الیمن کی روایت میں بھی ان کا کوئی حوالہ نہیں ملتا۔ سیدنا خطاب کا قول مذکور بہت اہم اور مستند ہے کیونکہ آپ مولاتنا الحرۃ الملکہ کے رضاعی بھائی اور پہلے داعی مطلق سیدنا ذویب کے ماذون ہیں۔ آپ نے مولانا مستعلی اور مولانا آمر دونوں اماموں کا زمانہ دیکھا ہے اور بہت ممکن ہے کہ آپ مولانا مستنصر کے بھی ہم عصر ہوں کیونکہ آپ کے انتقال کی تاریخ ۵۳۳ھ ہے اور مولانا مستنصر نے ۴۸۷ھ میں وفات پائی۔ ان دو تاریخوں میں صرف چھیالیس سال کا فرق ہے۔ ایسے بنیادی اور اہم مسائل میں خود ہمارے بزرگ ترین داعیوں کے اختلاف کی وجہ سے کیا ہمارا دعویٰ کمزور ثابت نہ ہوگا؟ اس مقام پر دوسرا غور طلب امر یہ ہے کہ مذکور الصدر داعیوں نے مستجیبین کی ہدایت کے لیے کتابیں لکھی ہیں۔ ان کا باہمی اختلاف ہدایت کے مفاد کے مخالف ہے۔

ائمہ مستورین کی صحت نسب پر بھی اہل ظاہر اعتراض کرتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ کئی دفعہ اس کے متعلق سوالات کیے گئے ہمارے نہ تو کسی امام اور نہ کسی داعی نے تشفی بخش جواب دیا۔ سیدنا قاضی نعمان نے اپنی کتابوں، شرح الاخبار، کتاب المناقب والمثالب، افتتاح الدعوۃ وغیرہ میں ائمہ مستورین کا مطلق ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ ان تصنیفوں میں مولانا جعفر صادق تک کے ائمہ اور ظہور کے خلفا مولانا مہدی، مولانا قائم، مولانا منصور اور مولانا معز کے تفصیلی واقعات ہیں۔ ہر کتاب اپنے زمانے کے امام کی نظر سے گزر چکی ہے اور اس پر ان کے دستخط ہو چکے ہیں جیسا کہ ہر کتاب کے مقدمہ سے ظاہر ہے۔ شرح الاخبار کے چودھویں جزء میں جہاں مولانا اسماعیل کی وفات کی خبر لکھی ہے صرف اتنا درج ہے کہ ایک فرقہ آپ کے فرزند محمد کی امامت کا قائل ہے جو اس وقت بالغ ہو چکے تھے۔[1] اس مقام پر بھی داعی مذکور نے بالکل سکوت اختیار کیا ہے حالانکہ کتب مذکورہ کی تدوین کا زمانہ ظہور کا زمانہ تھا۔ تقیہ کا کوئی محل نہ تھا۔

(۱) شرح الاخبار ۱۴/۱۵ -

کیا مولانا جعفر صادق کو اس بات کا علم نہ تھا کہ موسیٰ کاظم مولانا محمد کو امامت سے محروم کر کے خود امامت کا دعویٰ کر بیٹھیں گے اور تمویہ کے مرتکب ہوں گے جیسا کہ سیدنا ادریس نے فرمایا ہے۔ اگر مولانا محمد بن اسماعیل کی نص اس طرح خفیہ طور پر ہوئی تو خدا کی حجت لوگوں پر کس طرح قائم ہو سکتی ہے۔ حالانکہ نص علی الاعلان ڈنکے کی چوٹ ہونا چاہیئے جس کا علم ہر کس و ناکس کو ہو جائے جیسا کہ مولانا علیؑ پر موضع غدیر خم میں ہوئی۔

اس کے علاوہ ایک دوسری اہم بحث یہ ہے کہ مولانا جعفر صادق جب مولانا اسماعیل پر نص کر چکے تو امامت کا رتبہ مولانا اسماعیل کی طرف منتقل ہو گیا۔ اب مولانا اسماعیل اس کے مالک ہو گئے۔ پھر یہ کہنے کے کیا معنی کہ مولانا اسماعیل نے جعفر صادق کو یہ وصیت کی کہ وہ میمون القداح کو مولانا محمد کا باطنی حجاب اور موسیٰ کاظم کو ان کا ظاہری حجاب مقرر کریں جیسا کہ زہر المعانی کے بیان سے واضح ہے۔ یہ کام تو خود مولانا اسماعیل کا تھا۔ اس سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ نص پھر مولانا جعفر صادق کی طرف لوٹی جس طرح ہمارے اثنا عشری بھائی کہتے ہیں۔ سیدنا جعفر بن منصور الیمن کہتے ہیں کہ مولانا اسماعیل نے مولانا محمد کو جن کی عمر اس وقت چودہ سال تھی راست قائم کیا۔ میمون القداح کی کفالت کا ذکر آپ کے بیان سے معرا ہے۔

مولانا اسماعیل کے انتقال کے وقت مولانا محمد پر جو نص ہوئی اس وقت آپ کی جو عمر تھی اس میں بھی ہم لوگوں میں بڑا اختلاف ہے۔ سیدنا جعفر بن منصور الیمن کہتے ہیں کہ آپ کی عمر چودہ سال تھی۔ سیدنا ادریس اپنی ایک تصنیف زہر المعانی میں لکھتے ہیں کہ آپ کی عمر تین سال تھی۔ لیکن اپنی دوسری کتاب عیون الاخبار میں کہتے ہیں کہ آپ کی عمر چھبیس سال تھی گویا ایک ہی داعی دو عمریں بتاتا ہے جن میں بڑا فرق ہے۔ اس کا سبب ظاہر ہی معلوم ہوتا ہے کہ "عیون الاخبار" چونکہ ظاہری اخبار کی کتاب ہے اس لئے اگر اس میں مولانا محمد بن اسماعیل کی صحیح عمر یعنے تین سال بتائی جاتی تو اہل ظاہر امام کی طفولیت پر اعتراض کرتے۔ سیدنا خطاب متوفی ۵۳۳ھ کا بیان بھی یہ ہے کہ آپ مولانا اسماعیل غیبت کے وقت حد طفولیت میں تھے یعنے کم سن بچے تھے۔ بالغ نہ ہوئے تھے۔ اسی لئے مولانا اسماعیل نے

نام نہیں بتایا نہ ان کے بعد کے اماموں کا ذکر کیا۔(۱)

سیدنا قاضی نعمان کے موالی سیدنا جعفر بن منصور الیمن کی تصنیفیں بھی نسب کی بحث سے معرا ہیں۔ آپ کی ایک کتاب "الفرائض وحدود الدین" میں ائمہ مستورین کا ذکر اس قدر پیچیدہ ہے کہ اس سے بجائے یقین حاصل ہونے کے شک

---

(۱) جاءنا رجل من قبل بعض الدعاة بکتاب .... فیہ ان الامامۃ انتقلت عن بعض الائمۃ الی میمون القداح فلان بن فلان من افنا الناس ثم جعل (المعز) صلعم یتعجب من ھذا القول وقال اذا کان ذلک کذلک فقد انقطع السبب ونعوذ باللہ من ایدینا ــــــ ولن یجعل اللہ عند الضرورۃ عند من جعلہ فی یدیہ من اھل البیت من غیر الاعقاب المتصلۃ الامستودعا عندھم غیر مستقر فیھم الی ان یستحق ذلک مستحقہ فیاخذہ من ایدیھم ثم ذکر من اراد ان یورثہ فمن قریب منہ ممن لم یجعل اللہ .... فاذا کان ھذا ھکذا فی اھل البیت الاقربین فکیف ینبغی ان ینقطع القول فیہ بانہ صار بالحقیقۃ الی الابعدین کالذین ذکرھم ھذا میمون القداح وغیرہ ثم قال نعوان صاحب الحق لھو المیمون المبارک السعید قادح زند الحق وموری نور الحکمۃ (المجالس والمسائرات $\frac{1}{256}$) یہ روایت اس لئے اہم ہے کہ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہمارے مخالفین اہل ظاہری نے ہمارے ائمہ کو میمون القداح کی طرف منسوب نہیں کیا بلکہ ہمارے داعی بھی یہی کہتے تھے اس سے اس امر پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ ایک امام نے اپنے کسی رشتہ دار کو مستودع بنایا تھا لیکن اس مستودع نے امامت کا رتبہ غصب کرنے کی کوشش کی جیسا کہ آپ کے قول "فی اھل البیت الاقربین" سے ظاہر ہے۔

ہمارے ائمہ کے دعوے کی بنیاد فاطمی النسل ہونے پر ہے۔ پھر بھی آپ نے اپنے منظوم تاریخی ارجوزے میں ائمہ مستورین کے متعلق یہ لکھا ہے۔

ولم یکن یمنعنی من ذکرھم
الا احتفاظی بمصون سرھم (۱)

دعائم الاسلام کی دعا تقرب میں بھی مولانا جعفر صادق کے نام کے بعد کسی امام کا نام نہیں پایا جاتا۔ حالانکہ یہ دعا ہر نماز کے بعد عقیدت مندی سے پڑھی جاتی ہے اور بہت مبارک سمجھی جاتی ہے (۳)۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا مہدی کے ظہور سے لے کر آپ کے فرزند مولانا محمد قائم متوفی ۳۳۴ھ کے عہد یعنی تقریباً پینتیس سال تک بھی نسب کا مسئلہ سربستہ راز تھا۔ اس کے بعد بھی نہ معلوم کب تک یہ امر پردۂ خفا میں رہا۔ سیدنا موصوف کی ایک دوسری تصنیف المجالس والمسائرات جو مولانا معز متوفی ۳۶۵ھ کے عہد میں لکھی گئی ہے اس کی دوسری جلد میں ایک روایت ہے جس کا خلاصہ یہ ہے مولانا معز کے پاس ایک شخص کسی داعی کی طرف سے ایک کتاب لایا جس میں یہ درج تھا کہ کسی امام کے بعد امامت میمون القداح اور فلاں فلاں کی طرف منتقل ہوئی۔ اس کے جواب میں مولانا معز نے صرف اتنا کہا کہ سبب امامت ہم سے منقطع نہیں ہو سکتا۔ میمون القداح مستودع تھے۔ امامت کا حقیقی مالک ایک مستقر امام تھا۔ آپ نے اس امام کا

---

(۱) الارجوزۃ المختارہ (صفحہ ۱۷۲-۱۷۳) (الف) اسی بنا پر ہمارے ایک اثنا عشری بھائی نے لکھا ہے کہ قاضی نعمان بن محمد حقیقت میں اسماعیلی نہ تھے۔ اس نے یہ حجت پیش کی ہے:- لوکان اسماعیلیا لذکر بعد جعفر الصادق اسماعیل بن جعفر ثم محمد بن اسماعیل الی امام عصرہ ولم یکن لہ داع الی الابھام ظنا ملکونہ معتقدہ واما اظہارہ الموافقۃ لطریقۃ خلیفۃ عصرہ اس سلسلہ میں دعائم الاسلام کی اور روایتیں متعلق بتزویج متعہ (باب الطلاق) ونکاح متعہ (ذکر الحد فی الزنا) وغیرہ بھی نقل کی ہیں (مستدرک الوسائل ومستنبط الوسائل ۳ / ۳۱۲-۳۲۲ للحاج میرزا حسین النوری) (ب) فصل (۸) کا تبصرہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔

کو آپ کا باطنی حجاب مقرر کیا تا کہ عام شیعوں کی توجہ مولانا محمد سے ہٹ کر موسیٰ کاظم کی طرف ہو جائے گویا مولانا محمد تین مستورین کے پہلے امام ہوئے جن پر نص پوشیدہ طور پر کی گئی۔ دعائے تقرب میں بھی ہم "وبالائمۃ الطاہرین الثلاثہ المستورین من خوف اعدائك الظالمین"[1] پڑھتے ہیں لیکن سیدنا قاضی نعمان فرماتے ہیں کہ مولانا اسماعیل پر بھی نص خفیہ طور پر ہوئی یعنے آپ کے منصوص ہونے کا علم چند مخصوص اولیاء کے سوا کسی کو نہ تھا۔ جیسا کہ سیدنا فرماتے ہیں۔

فاشتدت المحنۃ بعد جعفر　　فانصرف الامر الی التستر
وکان قد اقام بعد ولدہ　　مقامہ لما ان اتی من جلدہ
فجعل الامر لہ فی ستر　　فلم یکن قالوا بذاك یدری
لخوفہ علیہ من اعدائہ　　الا الثقات محض اولیاءہ
واھلہ الذین قد کانوا معہ　　فقام بالامر وقاموا اربعہ
لما مضی کلھم لصلبہ　　مستترین بعدہ بحسبہ
قد دخلوا فی جملۃ الرعیہ　　لشدۃ المحنۃ والرزیہ
وکلھم لہ دعاۃ تسری　　ودعوۃ فی الناس کانت تجری[2]

ترجمہ:- مولانا جعفر صادق کے بعد سخت محنت واقع ہوئی (امامت کا) امر مستور ہو گیا۔ آپ نے اپنے ایک فرزند کو قائم مقام بنایا اور امر امامت خفیہ طور پر ان کے سپرد کیا۔ اس واقعہ کا علم دشمنوں کے خوف سے چند بھروسے والے اولیاء کے سوا کسی کو نہ ہوا۔ چار امام ایسے مستور ہو گئے کہ وہ رعیت میں شامل ہو گئے۔ ہر ایک کے داعی ان کی طرف دعوت کرتے رہے۔

مذکورۂ بالا اشعار سے ظاہر ہے کہ مولانا اسماعیل پر بھی نص پوشیدہ طور پر ہوئی گویا ائمہ مستورین چار گزرے۔ پوشیدگی کی اتنی سختی تھی کہ ظہور ہونے کے

(۱) جدید تحقیقوں میں سے جو حال میں طبع ہوئے ہیں "من خوف اعدائك الظالمین" نکال دیا گیا ہے کیونکہ امام الزمان کو اس زمانہ میں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا (۲) الارجوزۃ المختارۃ جو مولانا قائم کے زمانے میں شائع ہوا۔

اور پڑھا جاتا ہے۔ خود آپ اقرار کرتے ہیں کہ مجھے مولانا مہدی کا نام سلسلے سے یاد نہیں رہا ہم نے "تاریخ فاطمیین مصر" میں اس مسئلے پر کافی روشنی ڈالی ہے (۱)۔

سیدنا حمید الدین کرمانی نے بھی ہارونی کے اس اعتراض کا کہ مولانا حاکم عبداللہ بن میمون القداح کی نسل ہیں ہیں کوئی جواب تاریخی حیثیت سے نہیں دیا صرف اتنا کہا کہ ہم نے اپنی کتابوں المصابیح اور تنبیہ الھادی والمستھدی میں مولانا حاکم کی امامت ثابت کی ہے۔ اس کے بعد آپ نے چند مذہبی دلیلیں پیش کی ہیں لیکن آپ نے اپنی کسی تصنیف میں اس امر پر روشنی نہیں ڈالی کہ ہمارے اماموں کا عبداللہ بن میمون سے کیا تعلق تھا۔

پہلی وہ کتابیں جن میں ائمہ مستورین کا ذکر ہے تنبیہ الھادی والمستھدی مصنفہ سیدنا حمیدی حمید الدین کرمانی اور استتار الامام مصنفہ داعی احمد ابن ابراہیم ہیں جو ظہور کے ایک سو پندرہ سال بعد کی ہیں۔ ان میں بھی صرف ائمہ مستورین کے نام ہیں۔ استتار الامام حال ہی میں قاہرہ میں چھپی ہے۔ اس کے شائع کرنے والے کی رائے ہے کہ یہ کتاب تاریخ میں شمار نہیں کی جا سکتی۔ اس پر افسانوی رنگ غالب ہے۔ اس رائے کی وجہ شاید یہ ہو کہ اس کتاب کا اکثر حصہ قصوں پر مشتمل ہے جن میں بہت کم ربط پایا جاتا ہے۔ مولانا عبداللہ کا پتہ لگنے کی جو کیفیت بیان کی گئی ہے وہ بھی قابلِ غور ہے۔ اول یہ کہ خود داعی ابو جعفر مولانا عبداللہ کو نہیں پہچانتے تھے صرف حلیہ اور شکل سے انھوں نے آپ کو پہچانا دوسری بات یہ ہے کہ داعیوں میں سے کون عبداللہ کو جانتا تھا اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

کیا مولانا اسماعیل پر بھی نص خفیہ طور پر ہوئی۔

سیدنا ادریس کے قول کے مطابق جسے ہم ابھی نقل کر چکے ہیں مولانا جعفر صادق نے مولانا اسماعیل کے فرزند مولانا محمد کو بالکل چھپا دیا اور آپ کے دوسرے فرزند موسیٰ کاظم کو آپ کا ظاہری حجاب اور میمون القداح

(۱) فصل (۶) صفحہ (۴۱ - ۵۶)

جیسا کہ ہم آئندہ فصل (۹) میں بتائیں گے[1] اس واقعہ کی اطلاع جب حمدان (قرمط) کو ہوئی تو اس نے ہم سے تعلق قطع کر لیا کیونکہ اس نے دیکھا کہ احمد تو عبداللہ بن میمون کا بیٹا ہے وہ کس طرح امام ہو سکتا ہے حقیقی امام تو مولانا محمد بن اسماعیل ہیں۔ اسی وجہ سے عام مورخین ہمارے اماموں کو عبداللہ بن میمون کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ان کے اس طرح منسوب کئے جانے کا اقرار خود سیدنا ابراہیم بن حسین الحامدی نے بھی اپنی کتاب کنز الولد میں کیا ہے جس کا حوالہ ہم ابھی دے چکے ہیں۔ ہمارے پاس کوئی ثبوت نہ پائے جانے سے ان کی یہ رائے اور مستحکم ہو جاتی ہے کاش ہم اس پیچیدہ مسئلہ کو واضح طور پر حل کرتے اور سیدنا قاضی نعمان کی طرح اسے سربستہ راز کہہ کر یوں ہی نہ چھوڑ دیتے

کتاب الازہار میں ائمہ مستورین کے ناموں میں اختلاف۔

سیدی حسن بن نوح (بھروچی) متوفی سنہ ۹۳۹ھ نے ائمہ مستورین کے نام اس طرح بتائے ہیں:۔ عبداللہ۔ محمد۔ احمد یہ ان ناموں سے مختلف ہیں۔ جو اکثر کتابوں میں پائے جاتے ہیں حالانکہ سیدی موصوف کہتے ہیں کہ میں نے ان کو سیدنا حمید الدین کرمانی کی کتاب تنبیہ الہادی والمستہدی سے نقل کیا ہے۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سیدی موصوف کے پاس جو کتاب مذکور کا نسخہ ہوگا وہ دوسرے نسخوں سے علیحدہ ہوگا اس لئے کہ یہ نام اتنے مشہور و معروف ہیں کہ انھیں ہر مومن دعاء تعقیب معروف بہ "تقرب" میں ہر روز فرض نمازوں کے بعد دھراتا ہے۔ ایسے ناموں کے نقل کرنے میں غلطی کا واقع ہونا ناممکن ہے۔ دوسری غور طلب بات یہ ہے کہ دروز کی بعض

---

(۱) واودع الآمر ابن عمه عبد المجيد قصره وظاهر هلكه بعد اخذ البيعة عليه وتاكيدها انه حافظ لما في يديه للامام الطيب وسلم اليه جميع ما امره ان يوديه اداء الثقة الامين ...... وعبد المجيد بدات فيه امارات النفاق فلذلك افترقت امور الشيعة والاولياء واضطربت المملكة (عيون الاخبار ج ۷ ص ۲۱۴-۲۱۸)

تقریباً تیس سال بعد بھی سیدنا نے مولانا محمد تو کجا مولانا اسماعیل کا نام بھی نہیں بتایا[1] صرف "بعض ولد ہٗ" کہا۔ جب اس قسم کی مخفی کارروائی ہو تو خدا کی حجت بندوں پر کس طرح قائم ہوگی۔ تعجب ہے کہ ہم نص کا تو دعویٰ کرتے ہیں اور اس کی حقیقت جو ظہور و اعلان ہے اسے بھول جاتے ہیں۔

ہمارے اماموں کو عبداللہ بن میمون القداح کی طرف منسوب کئے جانے کی وجہ۔

قرامطہ کی ابتداء سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ وہ ہماری ایک شاخ ہیں۔ ظاہری شریعت کی تعطیل سے پہلے اعتقاد میں ہم اور وہ دونوں متفق ہیں۔ ان کے کارناموں کی تفصیل آگے آئے گی۔ قرامطہ کی علیحدگی کا سبب ممکن ہے یہ ہو کہ مولانا اسماعیل کے بعد ہم اور وہ دونوں نے مولانا محمد بن اسماعیل کی امامت تسلیم کی جن کے عظیم الشان مراتب بیان کئے جا چکے ہیں۔ آپ کی طرف سے آپ کے حجاب بالکفیل سیدنا میمون القداح اور ان کے بیٹے عبداللہ دعوت کا کام انجام دیتے تھے جیسا کہ سیدنا ادریس فرماتے ہیں ہمارے قرمطی بھائیوں کی معلومات صرف یہاں تک محدود رہی ہوں گی۔ کیونکہ زمانہ شدید ستر و تقیہ کا تھا۔ عبداللہ بن میمون کا ایک بیٹا احمد ہوگا جو اس کا جانشین ہوا ہوگا۔ اس بیٹے نے اپنے والد کی وفات کے بعد یہ دعویٰ کر دیا ہوگا کہ میں ہی حقیقی امام ہوں کیونکہ عوام میں اس کا باپ دعوت کا صدر تھا اور بہت کم افراد مولانا محمد بن اسماعیل کو جانتے تھے جس طرح کہ اکثر کتابوں میں مذکور ہے۔ خاص کر جب کہ آپ تربیت کے لحاظ سے عبداللہ بن میمون کی طرف منسوب تھے۔ حاجبوں اور کفیلوں کا اس طرح دعویٰ کر بیٹھنا ہمارے اماموں کی تاریخ میں ایک معمولی بات ہے جس کی کئی بڑی نظیریں ہیں۔ ایک تو موسیٰ کاظم کی جو مولانا محمد بن اسماعیل کے چچا اور ظاہری حجاب تھے جیسا کہ ہم اس فصل میں بیان کر چکے ہیں۔ دوسری محمد (سعید الخیر) کی جو مولانا مہدی کے چچا اور حجاب تھے جیسا کہ آئندہ فصل (۸) میں معلوم ہوگا۔ تیسری حافظ کی جو مولانا طیب کا حاجب تھا

---

(۱) الازھار جو کتاب المختار مولانا قائم کے زمانے میں شائع ہوا۔

فصل (۸)

مولانا مہدی کی حقیقت

مولانا مہدی کے ظہور کی خوشخبریاں

مہدی کے متعلق کئی روایتیں آنحضرت صلعم کی سند سے بیان کی گئی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے جبرئیل کے ذریعے خدائے تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ آخری زمانے میں میری نسل سے ایک ایسا شخص ظاہر ہوگا جس کا نام میرا نام اور جس کے باپ کا نام میرے باپ کا نام ہوگا۔[1] یہ خدا کے دین کی طرف دعوت کرے گا اور لوگوں کو فتنے کی گمراہی سے ایسا نکالے گا جیسا میں نے انھیں عہد جاہلیت میں شرک کی گمراہی سے نکالا تھا۔ اس پر بھی اس طرح کفر کی تہمت لگائی جائے گی جس طرح مجھ پر لگائی گئی۔ یہ روئے زمین سے جور و ظلم دور کر کے عدل و انصاف پھیلائے گا۔ بحر جبل دیلم۔ اور قسطنطنیہ فتح کئے جائیں گے۔ یہ فتح کامل ہوگی۔ اس کے بعد دین اسلام کے سوا اور کوئی دین باقی نہیں رہے گا۔[2]

(۱) اسرار النطقاء (صفحہ ۲۴۳)۔ اس کا ذکر قرآن مجید میں کیوں نہیں ہے؟

(۲) شرح الاخبار ۱۵/۹۔

کتابیں بھی ان ناموں کی تائید کرتی ہیں جن میں اس طرح لکھا ہے :- مہدی بن (ابو شلغلغ) احمد بن محمد بن عبد اللہ[1]۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا ہے کہ سیدی موصوف کے پاس جو تنبیہ الہادی والمستھدی کا نسخہ ہوگا وہ نسبتاً قدیم ہوگا اور اس میں وہی نام ہوں گے جو آپ نے نقل کئے۔ بعد کے نسخوں میں ممکن ہے کہ تبدیلی ہوگئی ہو[2]۔

1. It is intersting to note that in some non-Ismaili sources such as the mystic works of the Druzes, al-Mahdi appears to be the son of Abu Shalaghlagh Ahmad b. Muhammad b. Abdil-lah (Cf. de Goeje, P. 21).

2. Which version is to be trusted ? Is this an ordinary mistake in the K. al-Azhar, which crept in at an early date, and was lster on bl indly repeated in all subsequent copies ? Or may this be the original version, which the shrewd Bohora, Hasan b. Nuh found in an old copy of the Tanbihulhadi ? In such a case we must admit that at the end of the fourth / tenth c. the Fatimid tradition regarded Imam Ahmad (the author of the Rasail of Ikhwanu's-safa) as the father, not the grand-father of al-Mahdi, and his father as Muhammad b. ' Abdil-lah.... .... All this of course inspires very grave doubts. (The Rise of The Fatimids, by Ivanow, P. 46 & 47).

مولانا محمد باقر سے روایت ہے کہ مہدی کے ظہور کے وقت ان کی ڈاڑھی اور سر میں کوئی سفید بال نہ ہوگا۔ سیدنا قاضی نعمان کہتے ہیں کہ جب مہدی نے ظہور کیا تو ان کی یہی حالت تھی اور جب ان کے عہد کے امام الزمان نے ان کی طرف امامت سپرد کر کے ان پر نص کی کہ وہ مہدی ہیں اس وقت وہ خوبصورت نوجوان تھے۔ (۱)

مولانا مہدی کی وجہ تسمیت

مولانا مہدی کو مہدی اس لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو "امر مخفی" کی ہدایت کی ہے یعنی اس پر مطلع کیا ہے۔ (۲)

مولانا مہدی کے کارنامے

مولانا امام علی بن الحسین فرماتے ہیں کہ جب ہمارے یعنی اہل بیت کے قائم کا ظہور ہوگا تو خلق اللہ میں وہ عدل و انصاف پھیلائے گا۔ تورات، انجیل اور دوسری الٰہی کتابیں انطاکیہ سے نکالے گا۔ اہل تورات کے درمیان تورات سے، اہل انجیل کے درمیان انجیل سے اور اہل فرقان کے درمیان فرقان سے احکام نافذ کرے گا۔ زمین اپنا سونا چاندی اگل دے گی۔ اس شخص کا نام ایک نبی کا سا نام ہوگا۔ (۳)

آنحضرت نے فرمایا ہے کہ انطاکیہ میں ایک غار ہے جس میں موسیٰ کی تختیاں سلیمان کا دستر خوان اور موسیٰ کی لاٹھی ہے۔ رات اور دن نہیں گزریں گے یہاں تک کہ ایک آدمی جس کا نام میرا نام اور جس کے باپ کا نام میرے باپ کا نام ان کا مالک ہوگا۔ (۴)

---

(۱) شرح الاخبار ج ۳ ص ۳۹۵ (۲) وسالت ابا عبد اللہ لم سمی المهدی قال لانه هدي الی الامر المخفی (کتاب الکشف ص ۴۵) (۳) شرح الاخبار ج ۳ ص ۵۱ (الجزء الثانی عشر فی ذکر المهدی (۴) قال رسول اللہ صلعم بها (ای بانطاکیه) الواح موسی ومائدة سلیمان ومنبره وعصی موسی فی غار من غارها فما غما شرقیة ولا غربیة ولا جنوبیة ولا قبلیة الا اذا جاءت ذلک الغار اخت

(بقیہ صفحہ ۱۷۴)

آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ شہر انطاکیہ کے ایک غار میں موسیٰ کے الواح سلیمان کا مائدہ اور منبر اور موسیٰ کا عصا ہے ۔ کوئی بادل خواہ شرقی ہو یا غربی جنوبی ہو یا قبلی اس غار پر سے اپنی برکت نازل کیئے بغیر نہیں گزرتا ۔ زمانہ یونہی گزرتا رہیگا یہاں تک کہ میری عترت سے ایک ایسا شخص نکلے گا جو میرا ہم نام اور جس کا باپ میرے باپ کا ہم نام ہوگا ۔ (۱)

ائمہ مستورین کا مقابلہ اصحاب الکہف سے

"المصابیح" جیسی معتبر اور مستند کتاب میں مولانا حاکم کے باب الابواب سیدنا حمید الدین فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ "میری امت میں ہوبہو وہ باتیں ہوں گی جو اگلی امتوں میں ہو چکی ہیں" جس طرح اصحاب الکہف تین سو نو سال تقیہ کے کہف میں سو رہے اسی طرح ائمہ مستورین تین سو نو سال ظالموں کے خوف سے چھپے رہے ۔ مولانا مہدیؑ کا ظہور ۳۰۹ھ میں بلادِ مغرب میں ہوا ۔ اللہ تعالیٰ نے حجاب خوف دور کیا اور آفتاب اپنی سمتِ مغرب سے طلوع ہوا ۔ (۲)

تبصرہ

یہ مقابلہ کس طرح درست ہوسکتا ہے ؟ کیونکہ مولانا مہدی کا ظہور ۲۹۷ھ / ۲۹۶ھ میں ہوا نہ کہ ۳۰۹ھ میں جیسا کہ سیدنا نے فرمایا ہے ۔ بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ ائمہ مستورین دو سو چھیاسی سال غار میں چھپے رہے ۔ اس دلیل سے مولانا حاکم کی امامت کس طرح ثابت ہوسکتی ہے ؟ ایسے غیر موزوں مقابلوں کی کئی مثالیں فصل تاویل میں ملیں گی ۔

مولانا مہدی کی علامتیں

مہدی کا اسرائیلی قد و قامت، عربی رنگ، چوڑی پیشانی اور اونچی ناک ہوگی ۔ ان کے دونوں کاندھوں کے درمیان اور پنڈلی پر ایک داغ ہوگا ۔

(۱) شرح الاخبار ۱۵ / ۱۴-۱۵ (۲) کتاب المصابیح (مقالہ ۲ مصباح ۶ ۔ برہان)

تھی۔ اس لئے آپ نے اپنے انتقال کے وقت اپنے بھائی محمد بن احمد کو جنھیں سعید الخیر بھی کہتے ہیں مہدی کا مستودع یعنے ولی مقرر کیا تاکہ ان کے بالغ ہولنے کے بعد انھیں امامت کا عہدہ سپرد کردیں لیکن ولایت ملتے ہی محمد کی نیت بدل گئی۔ انھوں نے خود امامت غصب کرکے اپنے لڑکے پرنص کردی جس کا انتقال ہوگیا۔ پھر دوسرے لڑکے پرنص کی وہ بھی مرگیا۔ اس طرح جملہ دس لڑکوں پرنص کی اور وہ یکے بعد دیگرے مرتے چلے گئے آخرکار محمد نے توبہ کی اور سب داعیوں کو جمع کرکے آگاہ کیا کہ وہ تو صرف مستودع تھے۔ پھر انھوں نے امامت کا عہدہ عبداللہ المہدی کے سپرد کیا[1]۔

تبصرہ

اوپر نقل کی ہوئی سب حدیثیں شرح الاخبار میں ظہور کے پہلے امام مولانا مہدی کی فصل میں شامل کی گئی ہیں جو ۸ ذی الحجہ ۲۹۶ھ میں سجلماسہ میں ظاہر ہوئے۔ حدیثوں کے مطابق آپ کا نام محمد اور آپ کے والد کا نام عبداللہ ہونا چاہئے لیکن آپ کا نام عبداللہ اور آپ کے والد کا نام حسین ہے۔ اس کے جواب میں سیدنا قاضی نعمان یہ کہتے ہیں کہ مولانا مہدی سے مولانا مہدی کے فرزند مولانا قائم مراد ہیں جن کا نام محمد بن عبداللہ ہے[2]۔

(۱) استتار الامام (صفحہ ۱۴)

(۲)
فقام عبد الله وهو الصادق　　مهدينا صلى عليه الخالق
فمات صلى الله والملائكه　　عليه وعترته المباركه
ع وقام بالامر على تصحبه　　من بعده ولم يزل يقوم به
ذا ابو القاسم مهدي البشر　　محمد افضل كل من غبر
س فنحن ان قال لنا من انكره　　بمثل ما صد تتم وذكره
من انه لما دعى المهدي　　قلنا بما قد صدق النبي
لانه قد جاء بالتنزيل　　وجاء هذا بعد بالتاويل

(الارجوزة المختارة)

ع ذكر قيام ابي القاسم محمد بن عبد الله ۔ س ذكر الدلائل على امامة المهدي القائم

آنحضرت نے فرمایا ہے کہ جو شخص دین اسلام قبول نہیں کرے گا اسے مہدی قتل کر دیں گے۔ ترک، خزر، دیلم، حبش سب کو ہلاک کریں گے۔ روم کے بادشاہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے مہدی کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ کسی یہودی اور نصرانی کو ذمہ پر نہیں چھوڑیں گے بلکہ سب کو ابراہیمی اور محمدی ملت پر لائیں گے (۱)۔

مولانا جعفر صادق نے فرمایا ہے کہ جب قائم کا ظہور ہوگا تو ایمان ہر ناصبی (یعنی حضرت علیؑ کے دشمن) پر پیش کیا جائے گا۔ اگر وہ سچے دل سے مومن بنے گا تو خیر ورنہ اس کی گردن ماری جائے گی۔ اور اسے اسی طرح جزیہ ادا کرنا ہوگا۔ جس طرح اہل مدینہ آج ادا کرتے ہیں۔ اس کی کمر پر ہمیان باندھی جائے گی اور اسے شہروں کے باہر نکال دیا جائے گا۔ اگلے ائمہ کے زمانے میں کبھی ایسی بات نہیں ہوئی۔ لیکن آئندہ کسی نہ کسی امام کے عہد میں اس کا ظہور ہوگا۔ جب لوگ اس کی طاعت قبول کریں گے تو ایک ہی دین ہوگا (۲)۔

بارہ مہدی

مولانا امام علی بن الحسین فرماتے ہیں کہ قائم یعنی مہدی ہم میں سے ہے۔ پھر اس کے بعد بارہ مہدی یعنی امام اس کی ذریت سے ہوں گے۔ یہ امت نہیں ہلاک ہوگی یہاں تک کہ بارہ خلفاء نبی کے اہل بیت سے اس پر حکمراں ہوں گے۔ ایک ان میں کا چالیس سال تک حکومت کرے گا۔ اور دوسرا انیس سال۔ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ مہدی کے بعد سات امام ان کی ذریت سے ہوں گے ہر امام صالح ہوگا (۳)۔

مولانا مہدی پر نص کی کیفیت

ستر کے بعد تیسرے امام مولانا حسین بن احمد نے عسکر مکرم میں ۲۶۸ھ میں وفات پائی۔ اس وقت آپ کے فرزند عبد اللہ المہدی کی عمر صرف آٹھ سال

(بقیہ حاشیہ گزشتہ) علیہ من برکاتھا لما فیہا اما انہ لا یذہب الایام واللیالی حتی یتولاھا رجل من ولدی وعترتی یواطئ اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی (شرح الاخبار $\frac{15}{15}$ (۱) شرح الاخبار $\frac{15}{4}$ (۲) شرح الاخبار $\frac{15}{16}$ (۳) شرح الاخبار $\frac{15}{5}$ ۔

زمانوں میں ظہور میں آئیں گی۔ سب مہدی کی طرف منسوب ہوں گی۔ کیونکہ مہدی نے ان کا افتتاح کیا۔ جس طرح کہ ان سے قبل جو واقعات ہوئے وہ حضرت رسولِ خدا صلعم کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں[1]۔ ایسی بہت سی حدیثیں ہیں جو مولانا جعفر صادق کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ معمولی آدمی بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ حدیثیں موضوع ہیں۔ آپ نے ایسی لغو باتیں ہرگز نہ کہی ہوں گی۔ کیونکہ اگر آپ کو اس کا علم نہ ہوتا کہ آئندہ فلاں فلاں واقعہ فلاں امام کے زمانے میں ہوگا تو آپ جیسے بزرگ امام نے کیوں ایسا فرمایا ہوگا کہ اگر میں تم سے کہوں کہ فلاں امر فلاں امام کے زمانے میں ہوگا اور وہ اس وقت نہ ہوا تو ان کے بعد ان کے کسی فرزند کے زمانے میں ہوگا۔ ایسی حدیثوں سے تو آپ کی کسرِ شان ہوتی ہے[1]۔ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ امام کو قیامت تک کے بادشاہو

(۱) مقدمہ (ہم اسماعیلیوں پر اہلِ ظاہر کے الزامات)

(A) As may be seen from the chapter dealing with prophecies oncerning the advent of the Mahdi, Qadi Nu man (obviously in his capacity as official speaker for the early Fatimids in matters of religious policy) systematically adheres to the idea that Mahdi-ism is the same thing as the Imamat (in Ismaili sense). According to his theory, the Mahdi is a kind of collective name, applicble to a dynasty of the the Imams (al-A 'immatu' 1-Mahdiyyun): whatever has not been done by any one member of the dynasty in fulfilment of the prophecies, will be done by his descendants. There is hardly any room for misunderstanding of the implications of the theory, and the reasons of the policy. It was an attempt to find a suitable pretext to postpone ' payment of the cheques ' by transferring the liability from the founder of the dynasty to his successor.

یہ جواب کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جو امام مہدی کی حیثیت سے ظاہر ہوئے اور جن کا جلوس داعی ابو عبداللہ شیعی نے بڑی دھوم سے نکالا وہ مولانا عبداللہ بن مولانا حسین ہی ہیں نہ کہ مولانا محمد بن عبداللہ جیسا کہ ہم گزشتہ فصل میں بیان کر چکے ہیں۔

اوپر کی حدیثوں میں یہ بھی ہے کہ سب انہیں مہدی کے ہاتھ پر ایمان لائیں گے۔ اور دین ایک ہو جائے گا۔ قسطنطنیہ فتح ہو گا۔ روم کے بادشاہ قید کر لئے جائیں گے۔ کوئی یہودی اور نصرانی کبھی ذمہ پر بھی نہ چھوڑا جائے گا لیکن ان میں سے ایک پیشین گوئی بھی صحیح نہ نکلی۔ مولانا مہدی کے دور میں تو کجا کسی دوسرے امام کے زمانے میں بھی قسطنطنیہ فتح نہ ہو سکا اور نہ سب یہود و نصاریٰ نے اسلام قبول کیا بلکہ ظہور کے بعض اماموں نے تو ان کو بڑے بڑے ذمہ دار عہدے دئے یہاں تک کہ وہ وزارت پر بھی مامور کئے گئے واقعہ یہ ہے کہ فاطمیین مصر کے عہد میں اسماعیلی مذہب ایک فرقہ ہی تک محدود رہا جس کی تعداد کچھ زیادہ نہ تھی۔ عام باشندے اپنے اپنے مذہبوں پر قائم رہے[1]۔

جب ان حدیثوں کے مطابق ایک بات بھی واقع نہ ہوئی تو ہمیں اپنی بات کی پچ کے لئے ایک دوسری حدیث وضع کر کے مولانا جعفر صادق کی طرف اسے منسوب کرنا پڑا چنانچہ سیدنا قاضی نعمان کہتے ہیں کہ مولانا جعفر صادق نے فرمایا ہے کہ اگر میں تم سے کہوں کہ فلاں امر فلاں امام کے زمانے میں ہوگا اور وہ اس وقت نہ ہوا تو وہ ان کے بعد ان کے کسی فرزند کے زمانے میں ہوگا[2]۔

ایک دوسرے مقام پر سیدنا قاضی نعمان فرماتے ہیں کہ جو پیشینگوئیاں مولانا مہدی کے متعلق کی گئی ہیں وہ یکے بعد دیگرے مہدی اور ان کی اولاد کے

(۱) (ا) تاریخ فاطمیین مصر (فصل ۱۰ عنوان "باغیوں کے قتل کا نتیجہ۔ دولت فاطمیہ کے مذہبی دور کی تبدیلی سیاسی دور میں")۔ (ب) فصل ۲۳ عنوان "دولت فاطمیہ کے زوال کے بعد اسماعیلیوں کی مذہبی تحریک کا حشر۔ (۲) شرح الاخبار ج۱۲ ۔

حاصل ہے۔ کیونکہ اس عالم میں امام عقلِ اول کا قائم مقام ہے۔

(C) Then he (i. e., Mawlana Jafar as-Sadiq said to me (Hamza B. Hamran): the Imams, after God has taken His Prophet, were no others than thou hast named one after the other. Then he added: and if I relate to you a prophecy (of the Prophet, — Haddathtukum) about a certain Imam from amongst us, concerning something that should have happened, and it in fact had not happened it means that this shall take place under (one of) his successors *.

We may add, as is well known, the term mahdi does not appear in the Coran. Prophecies concerning the Mahdi are not found in the earliest collecoions of the hadiths; Bukhari does not mention any. The doctrine grows gradually, and apparently becomes widespread not earlier than about a hundred years after the time of the Prophet, It appears to be considerably influenced by non-Islamic messianistic ideas, such as Christian, Zoroastrian, and Jewish. The most important development, as can be seen above, was theeffort of Ismaili circles to amalgamate this doctrine with the doctrine of the Imamat, and to make the mission of the promised Mahdi not individual and personal, but a family affair, — a task carried on by several succeeding generations.- Cf. Margoliouth, Macdonald, Enc. of Islam, III — (Ivanow, The Rise of the Fatimids, P. 51, 95-96, and 103).

اور داعیوں کے نام معلوم ہیں[1]۔ بلکہ امام کو "علمِ ماکان" و "علمِ ماسیکون"

(B) In prophecies the way is wide open for additions and substantial alterations. One example will suffice: it is quite possible that public opinion, feeling it hard to reconcile itseif to the fact of the death of the Prophat, expected his return "in due course", or the advent of another religious leader of a similar standing, even immediately after the sad event, and expressed these expectations in the form of belief in certain predictions attributed to the Prophet himself. We see further haw the Islamic world becomes gradually filled with expectations of the advent of the first century after the death of the Prophet. Then the expectations are shifted to the end of a three hundred years' period, later on of a thousand, and so forth. How strong such beliefs, could be, and haw great an appeal they could make to the religous sentiment of the masses, may be seen from the fact that similar "Cheques" have on many and many occasions, even in modern times, been successfully "Cashed" by enterprising people. Here wishful thinking creates faith, and faith accepts as the fact that what is wished has been predicted by the source of religious knowledge, the Prophet himself.

(۱) دعائم الاسلام۔

کیونکہ مہدی کے بعد صرف نو امام ہوئے کیا سیدنا قاضی نعمان کے بارہ امام کہنے کہنے سے اس بات کی تائید نہیں ہوتی کہ آپ در پردہ اثنا عشری تھے جیسا کہ مولف مستدرک الوسائل(۱) نے تفصیل سے اس امر پر روشنی ڈالی ہے۔

مولانا مہدی کے مستودع کا واقعہ بھی عجیب ہے امامت جیسے منصب بالشان عہدے کو ایک ایسے شخص کے سپرد کرنا جو خائن ثابت ہو بڑے اچنبھے کی بات ہے دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ مستودع کے دس بیٹوں کے مرنے اور مولانا مہدی کے بالغ ہونے تک جو طویل زمانہ گزرا ہوگا اس میں احکام شریعت یعنی نماز، روزہ زکوٰۃ وغیرہ کا تعلق کس سے ہوگا۔ حدودِ دعوت کس طرح قائم کئے گئے ہوں گے۔ حالانکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ زمین گھڑی بھر بھی بے امام کے نہیں رہ سکتی۔ اگر امام نہ ہو تو وہ متزلزل ہو جائے گی۔ تیسرا امر توجہ کے قابل یہ ہے کہ امام اپنے منصوص پر بغیر خدا کے الہام بلکہ وحی کے نص نہیں کرتا(۲)۔ مولانا حسین نے کس طرح ایسے شخص کو اپنے فرزند مہدی کا مستودع مقرر کیا جس نے خود مہدی کو نص سے محروم کر دینا چاہا۔

کیا مولانا مہدی کا نام علی بن الحسین ہے

سیدنا خطاب بن الحسین متوفی ۵۳۳ھ اپنی کتاب "غایۃ المواليد الثلاثہ" میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں:۔ وذلك ما روی عن الامام جعفر بن الصادق في تسليم الامر الى ولده اسماعيل وغيبة اسماعيل وولده محمد بن اسماعيل في حد الطفولية ولم تكن الامامة ترجع القهقرى منه كما لم ترجع عن غيره فاودع حجته المنصوبة بين يديه ميمون القداح مقامه لولده واقامه سترا عليه وقدامه بين يديه واستكفله اياه الى بلوغه اشده ولما بلغ اشده تسلم وديعته ثم جرى الامر في عقبه خلفا عن سلف حتى انتهى الامر به الى علي

(۱) فصل (۷) تبصرہ (۲) الامر راجع بامر الله ووحيه الى اسماعيل ولما حضر اسماعيل ما اراد الله من امره اوحى اليه ان يسلم الامر الى ولده محمد ونقبائه وسلم اليه بحضرتهم من خواصه سترا عليه (اسرار النطقاء صفحہ ۲۲۵-۲۲۸)

اس بات پر بڑی حیرت ہے کہ سیدنا قاضی النعمان بن محمد کے انتقال کے بعد ظہور کے اور چھ امام گزرے لیکن کسی امام کے زمانے میں یہ پیشین گوئیاں صحیح نہ ہوئیں کسی امام کے عہد میں قسطنطنیہ فتح نہ ہوا حالانکہ حدیث مذکور سے مہدی کا قسطنطنیہ فتح کرنا اور روم کے بادشاہوں کو قید کر کے مہدی کے سامنے لایا جانا ظاہر ہوتا ہے۔ احادیث مذکورہ کو بنا بنے کے لئے ہیں یہ کہنا پڑا کہ مولانا قائم القیامہ کے زمانے میں یہ واقعات ظاہر ہوں گے حالانکہ وہ حدیثیں جو حضرت رسول خدا صلعم کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ ان سے مولانا مہدی ہی کا سب کام انجام دینا ثابت ہے نہ یہ کہ مہدی اور ان کی اولاد کے زمانے میں یہ واقعات ہوں گے۔

کیا مولانا مہدی موسیٰ کی تختیوں، سلیمان کے دستر خوان اور منبر اور موسیٰ کی لاٹھی کے مالک ہوئے جیسا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے؟ یہ چیزیں اب کہاں ہیں یہ کس طرح ممکن ہے جب کہ ہم نے ان چیزوں کی تاویل کی ہے جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا مخفی مباد کہ یہ شرح الاخبار کی روایتیں ہیں جو مولانا معز کی نظر سے گزر چکی ہیں اور جن کے شائع کرنے کی آپ نے اجازت دی ہے۔

مولانا معز فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے "اسابیع ائمہ" کے اسبوع کے چوتھے امام یعنی مہدی کے ذریعے اپنے دین کو تمام ادیان پر غالب کر دیا ہے جو نہایت بہت قوی ہوتا ہے[1] اس قول کی تصدیق کس طرح ہو سکتی ہے جب کہ واقعات اس کے مخالف ہیں۔

یہ حدیثیں بھی کہ مہدی کے بعد بارہ یا سات امام ہوں گے صحیح ثابت نہ ہوئیں

---

(۱) وقد اقام الله واعز دينه فاظهره على الدين كله برابع اسبوع من اسابيع ائمة محمد وهو المهدى بالله وقد يكون رابع الائمة السبعة اقوى كما يكون رابع النطقاء اقوى لانه الوسط بين ثلاثة وثلاثة كالشمس التى هى اقوى السبعة السيارة من الكواكب (تاويل الشريعة صفحہ ۸۲) مولانا معز نے شمس کو کواکب سیارہ میں شمار کیا ہے جو خلاف واقعہ ہے جیسا کہ فصل (۱) کے تبصرہ میں بتایا جا چکا ہے۔

میں جمع کا ہو تو "ولی اللہ فی ارضہ" علی بن الحسین مغرب کے ارادہ سے روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب آپ شام کے کسی راستے میں تھے تو آپ نے غیبت اختیار کی اور اپنے حجت سعید الخیر الملقب بالمہدی کو اپنا خلیفہ بنایا۔ سعید الخیر نے دعوت کے قواعد منتشر کئے اور دونوں پر اُن کے دشمن کی طرف سے جو مصیبتیں نازل ہوئی تھیں ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ولی کو اس کے مکر سے بچا لیا۔۔۔۔۔۔۔ اور جب مہدی کا انتقال قریب ہوا تو آپ نے امانت کو اس کے مستقر کے سپرد کیا اور محمد بن علی القائم بامر اللہ نے اسے لے لیا۔ اب امامت آپ کی نسل میں جاری رہی یہاں تک کہ اپنے مستقر اور معدن کو پہنچ گئی یعنے مولانا آمر تک پہنچ گئی۔

تبصرہ

سیدنا خطاب مولاتنا الحرۃ الملکۃ کے رضاعی بھائی تھے آپ کا سن وفات ۵۳۳ھ ہے اس لحاظ سے آپ نے مولانا آمر بلکہ مولانا مستعلی اور مولانا مستنصر کا زمانہ بھی دیکھا ہو گا۔ آپ کی ہمشیرہ مولاتنا الحرۃ الملکۃ اور مولانا مستنصر کے درمیان مراسلت و مکاتبت جاری تھی۔ دینی حیثیت سے بھی آپ کا درجہ بہت اونچا تھا۔ چنانچہ آپ پہلے داعی مطلق سیدنا ذویب کے ماذون تھے آپ کے مندرجۂ بالا بیان سے کئی امور پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ اور وہ بہت غور کے قابل ہیں۔

پہلا امر بحث طلب یہ ہے کہ مولانا اسمٰعیل کی غیبت کے وقت آپ کے فرزند مولانا محمد کم سن تھے۔ بالغ ہونے کے بعد آپ نے اپنی امانت یعنے امامت میمون القداح سے واپس لے لی۔ حالانکہ سیدنا جعفر بن منصور الیمن فرماتے ہیں کہ مولانا اسمٰعیل کی وفات کے وقت آپ کے فرزند محمد کی عمر چودہ سال تھی اور آپ بالغ ہو چکے تھے[1]۔

(۱) فصل (۷) عنوان "ائمہ مستورین اور ان کے کفیل"۔

بن الحسین بن احمد بن عبد اللہ بن محمد بن اسماعیل .... بن علی بن ابی طالب وکان علی یدیہ طلوع الشمس وذلک انہ لما ظہر النور باسقاً بالیمن وبلاد المغرب صار ولی اللہ فی ارضہ علی بن الحسین یرید بلاد المغرب حتی کان فی بعض طریقہ من الشام واظہر الغیبۃ واستخلف حجتہ سعید الخیر الملقب بالمہدی علیہما السلام فبث قواعد الدعوۃ وجری قواعد الدعوۃ وجری علیہما من ضدہما سجلماسہ من الاعمال بالمغرب ماجری .... ولما حضرت المہدی النقلہ سلم الودیعۃ الی مستقرہا وتسلمہا محمد بن علی القائم بامر اللہ وجرت الامامۃ فی عقبہ حتی انتہت الامامۃ الی مستقرہا ومعدنہا من الامام الامر باحکام اللہ۔(۱)

ترجمہ:۔ اور وہ اس روایت کے مطابق ہے جو مولانا جعفر الصادق سے وارد ہوئی ہے۔ آپ کے امر امامت کے سپرد کرنے میں اپنے فرزند اسماعیل کو اور اسماعیل کی غیبت میں جب کہ آپ کے فرزند محمد بن اسماعیل طفولیت کی حد میں یعنی بہت کم سن تھے اور امامت الٹی نہیں لوٹی آپ سے جیسا کہ وہ الٹی نہیں لوٹی آپ کے غیر سے اس لئے آپ (یعنی اسماعیل) نے اپنے حجت میمون القداح کو آپ کے فرزند کا قائم مقام بنایا تاکہ خود محمد مستور رہیں اور میمون القداح ان کی کفالت کریں یہاں تک کہ محمد بالغ ہوں۔ جب محمد بالغ ہوئے تو آپ نے اپنی امامت واپس لے لی۔ پھر امامت محمد کی نسل میں جاری رہی یہاں تک وہ علی بن الحسین بن احمد بن عبد اللہ بن محمد بن اسماعیل بن جعفر صادق تک پہنچی۔ آپ کے ہاتھ پر آفتاب طلوع ہوا۔ جب اس کا نور یمن اور مغرب کے شہروں

---

(۱) غایۃ المو الید الثلاثۃ لسیدنا الخطاب بن الحسن۔

کا ہوا اور پبلک میں وہی مہدی قرار دئے گئے کیونکہ سیدنا خطاب فرماتے ہیں کہ سعید الخیر کا لقب مہدی ہے اور محمد القائم بن علی نے امامت کی امانت سعید الخیر سے لی نہ کہ آپ کے والد مولانا علی سے جو اصل مہدی ہیں۔ ائمہ کے نام حسب ارشاد سیدنا خطاب حسب ذیل ہیں:۔

مولانا اسماعیل
|
مولانا محمد
|
مولانا عبد اللہ
|
مولانا احمد
|
مولانا حسین
|
مولانا علی (وحجتہ سعید الخیر الملقب بالمہدی)
|
مولانا محمد القائم

ان امور پر غور کرنے سے نتیجہ نکلتا ہے کہ ہمارے بزرگ ترین اور وہ بھی دور ظہور کے متقدمین داعیوں کے بیانات میں جن میں بعض باب الابواب میں بے حد تضاد و تناقض ہے اب اگر ہم اہل ظاہر کے مورخین پر یہ الزام لگائیں کہ انھوں نے ہمارے ائمہ کا صحیح سلسلہ بتانے میں غلطی کی تو ہمارا یہ الزام درست نہ ہوگا۔ قصور تو ہمارا ہے نہ کہ ان کا۔ ایسے ہی اختلافات کی وجہ سے انھوں نے یہ کہا کہ یہ لوگ اپنے مریدوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ اس مقام پر یہ بات دیکھنے کی ہے کہ غایۃ المو الید الثلاثہ باطنی کتابوں میں شامل ہے جس کے تمام بیانات

سیدنا ادریس اپنی تاریخ "عیون الاخبار" میں فرماتے ہیں کہ مولانا محمد کی عمر اس وقت چھبیس سال تھی[1]۔ غیبت سے مراد یہاں وفات ہی کی ہے[3] کیونکہ آپ کے بیان سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا جعفر صادق نے امامت کا رتبہ میمون القداح کے سپرد کیا اور مولانا محمد نے اپنے بالغ ہونے کے بعد میمون القداح سے یہ رتبہ واپس لے لیا۔ اگر مولانا اسماعیل اس وقت زندہ ہوتے تو مولانا محمد اپنے والد اسماعیل سے امامت کا رتبہ حاصل کرتے لیکن سیدنا موصوف اپنی حقیقت کی کتاب زہر المعانی میں فرماتے ہیں کہ مولانا محمد کی عمر مولانا اسماعیل کی وفات کے وقت تین سال تھی۔ گویا سیدنا خطاب اور سیدنا ادریس دونوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مولانا محمد کی عمر اس وقت تین سال تھی۔ یہ بحث بھی گزر چکی ہے۔

دوسرا امر جو ہمارے مہدی کے دعوے کو کمزور کر دیتا ہے یہ ہے کہ آپ نے مولانا مہدی کا نام علی بن الحسین بتایا ہے نہ کہ عبداللہ بن الحسین جس طرح ہماری تمام کتابوں میں ہے اور ہر روز ہم دعائے تقرب (دعائے تعقیب) میں پڑھتے ہیں۔ یہ امر اس وجہ سے بھی اہم ہے کہ ہمارے اور ہمارے سلیمانی بھائیوں کے درمیان ائمہ مستورین کے اسماء میں اختلاف ہے جیسا کہ ابھی معلوم ہوگا۔

تیسرا امر جس سے مہدی کی تعیین میں شبہ پڑ جاتا ہے یہ ہے کہ مولانا علی بن الحسین نے جو سیدنا خطاب کے ارشاد کے مطابق اصل مہدی ہیں غیبت اختیار کی[3] اور سعید الخیر کو مستودع بنایا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ظہور سعید الخیر

---

(۱) فصل (۷) عنوان "ائمہ مستورین اور ان کے کفیل"۔ (۲) فلما قضی الحسن نحبه سلم الی اخیه الحسین فاجتمعت الرتبتان فی الحسین وقام بهما حتی اظهر الغیبة علی القضیة المعلومة کما اظهرها ابوه وولده علی بن الحسین فی حد الطفولة (غایة المواليد لسیدنا الخطاب المتوفی سنة ۵۳۳ھ) (۳) عام طور پر ائمہ کی وفات کو ہماری دعوت کی اصطلاح میں "غیبت" سے تعبیر کرتے ہیں جیسا کہ سیدنا خطاب نے فرمایا ہے:- فلما قضی الحسن نحبه فاجتمعت الرتبتان فی الحسین وقام بهما حتی اظهر الغیبة علی القضیة المعلومة کما اظهرها ابوه (غایة المواليد الثالثة)

مولانا اسماعیل

|

مولانا محمد

|

مولانا احمد

|

مولانا حسین (المعلیٰ)

|

مولانا القائم

|

مولانا المنصور (۱)

ایک دوسری مثال مولانا اسماعیل کے متعلق ہے سیدنا قاضی نعمان فرماتے ہیں کہ کوئی امام نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کے باپ کا ظاہر میں دنیا سے انتقال نہ ہوا ہو۔ واقعہ اس کے خلاف ہوا یعنے مولانا اسماعیل امام بن گئے حالانکہ آپ کے والد مولانا جعفر صادق زندہ تھے۔ اس کا حوالہ گزر چکا ہے (۲)

ہمارے سلیمانی بھائیوں کی دعائے تقرب میں ائمۂ مستورین کے محتجبین کا ذکر

ہمارے گوناگوں صوتی اختلافات کی ایک اور مثال ہمارے سلیمانی بھائیوں کی دعائے تقرب ہے جو ان کے صحیفۃ الصلوٰۃ میں درج ہے اس میں ائمۂ مستورین کے ساتھ ان کے محتجبین کا بھی ذکر ہے :-

اللھم انی اتقرب الیك بك وبمحمد نبیك ....

(1) L. The origins of Ismailism by Bernard Lewis.

(۲) فصل (۷) تبصرہ عنوان "کوئی امام امام نہیں ہوسکتا جب تک کہ ظاہر اور باطن دونوں میں اس کے باپ کی دنیا سے نقلت نہ ہوئی ہو۔

معتبر اور مستند سمجھے جاتے ہیں ۔ اس میں کسی قسم کے تقیہ کا احتمال نہیں ہو سکتا ورنہ ہماری کسی باطنی کتاب پر بھروسہ نہ ہو سکے گا اور تعلیم و ہدایت کا اصل مفہوم مفقود ہو جائے گا ۔ حق تو یہ ہے کہ ہم نے امامت کے جو اصول اپنی طرف سے گھڑلے تھے ان پر ہم خود کاربند نہ ہو سکے ۔ اور ان کی اہمیت کو ہم خود برقرار نہ رکھ سکے ۔ واقعات کو اصول کے مطابق بتانے کے لئے کبھی ہم نے کچھ کہا اور کبھی کچھ ۔ جب تک ہمارے مہدی ظاہر نہ ہوئے تھے ہم یہ دعویٰ کرتے تھے کہ آخری زمانے میں جو مہدی ظاہر ہوں گے وہ آنحضرت صلعم کے ہم نام ہوں گے اور ان کے والد آنحضرت صلعم کے والد کے ہم نام ۔ اس دعوے پر ہم نے حدیث کا رنگ بھی چڑھا دیا ۔ لیکن ہمارے مہدی جو ۲۹۷ھ میں ظاہر ہوئے ان کا نام عبداللہ اور ان کے والد کا نام حسین تھا اس لئے ہمیں مجبوراً یہ تاویل کرنا پڑی کہ مہدی سے آپ کے فرزند مولانا محمد القائم مراد ہیں جیسا کہ اس سے پہلے گزر چکا ہے[1] ۔ یہ تاویل کس طرح درست ہو سکتی ہے ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہمارا دعویٰ غلط ثابت ہوا ۔ کاش مولانا احمد اپنے فرزند کا نام عبداللہ اور مولانا عبداللہ اپنے فرزند کا نام محمد رکھتے تاکہ ہمارا دعویٰ لوگوں کو دکھانے ہی کے لئے درست ہو جاتا ۔ سیدنا خطاب نے تو مہدی کا نام علی بن الحسین بتایا ہے ۔ حالانکہ مہدی کا نام عبیداللہ تاریخ میں اتنا مشہور ہے کہ اہل ظاہر کے مورخین ہمارے اماموں کو عبیدئین کہتے ہیں ۔ مہدی کی شخصیت ہمارے دین میں بہت اہم ہے آپ کے نام ہی میں اگر ہمارے داعیوں میں اختلاف ہو تو ہمارا دعویٰ کس طرح صحیح ہو سکتا ہے ۔ اس سے صحیح امام کی معرفت بھی کس طرح حاصل ہو سکتی ہے ۔ جس کے بغیر ہماری نجات ناممکن ہے اسی وجہ سے اہل ظاہر نے ہمارے ائمہ کے نسب کو مشکوک قرار دیا ہے ۔ زمانۂ حال کے ایک مستشرق نے ہمارے ائمہ کا شجرہ اس طرح بتایا ہے :۔

(۱) فصل (۸) عنوان " تبصرہ "

اور "الوضیة فی معالم الدین" میں لکھا ہے کہ ائمۂ مستورین عبداللہ، احمد اور حسین ہیں۔ اگر یہ ائمہ نہ ہوتے اور ان کے محتجب ائمہ ہوتے تو آپ ان کو ائمہ میں شریک نہ کرتے اور محتجبوں کے نام بتاتے۔ لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا۔ نہ معلوم ہمارے سلیمانی بھائیوں نے محتجبوں کے نام کس کتاب سے لئے ہیں۔

وبمحمد بن اسماعیل سابع المتمین وبالائمۃ الطاھرین الثلاثۃ المستورین خوف اعدائک الظالمین امراء المومنین عبد اللہ بن محمد واحمد بن عبد اللہ والحسین بن احمد وبالمحتجبین بھولاء الثلاثۃ والممدین لھم مولانا یعلی ومولانا ابی طالب ومولانا علی وبالقائمین من نسلھم واعقابھم وبا ولی العزم منھم الامام المھدی............

بائیسا کی دعائیں بھی اسی طرح لکھا ہے۔ گویا یہ عبارت دو دعاؤں میں ہے۔ ان میں مولانا عبد اللہ، مولانا احمد اور مولانا الحسین ائمۂ مستورین میں شمار کئے جاتے ہیں۔ اور ان کے محتجب مولانا یعلی، مولانا ابو طالب اور مولانا علی بتائے گئے ہیں۔ گویا ائمۂ مستورین میں ہر امام ایک حاجب تھا جس کا ایک محتجب بھی تھا جس طرح اس تختہ سے واضح ہوگا۔

حاجب	محتجب
(۱) عبد اللہ بن محمد	مولانا یعلی
(۲) احمد بن عبد اللہ	مولانا ابو طالب
(۳) حسین بن احمد	مولانا علی (۱)

ہماری دعوت کی اصطلاح کی رو سے اس کے یہ معنی ہوئے کہ عبد اللہ احمد اور حسین حقیقی ائمہ نہ تھے کیونکہ وہ حجاب تھے جس طرح میمون القداح اور ان کے بیٹے عبد اللہ مولانا اسمٰعیل اور مولانا محمد کے حجاب تھے حقیقی ائمہ ان کے محتجب مولانا یعلی، مولانا ابو طالب اور مولانا علی تھے۔ پھر ان کو ائمۂ مستورین کہنے کے کیا معنی؟ سیدنا حمید الدین کرمانی جس کو ہم سلیمانی بھائی دونوں مانتے ہیں۔ اپنی دو مشہور کتابوں "تنبیہ الھادی والمستھدی"

(۱) صحیفۃ الصلوٰۃ صفحہ ۵۹ - ۱۵۳ (حسب ایمائے مولانا حضرت حاجی غلام حسین صاحب۔ مطبوعہ مطبع مصطفائی بمبئی)۔

شاق گزرا جو داعی شیعی کے قتل کا سب سے بڑا سبب بن گیا۔

داعی شیعی اور آپ کے دو بھائیوں کا قتل۔

سجلماسہ سے روانہ ہوتے وقت داعی شیعی نے اپنے بڑے بھائی ابوالعباس کو شہر کا نائب مقرر کیا جب بلاد مغرب کی حکومت مولانا مہدی کے ہاتھ میں آگئی تو اس کا اقتدار کم ہوگیا۔ اور اسے حکومت سے علیحدہ ہونا پڑا۔ یہ امر اس کو بہت ناگوار گزرا اور اسے ایک طرح کا حسد پیدا ہوگیا۔ اب اس نے مولانا مہدی کی مخالفت شروع کی۔ اکثر وہ آپ کے افعال پر نکتہ چینی کرتا اور آپ کی غیبت کرتا۔ آہستہ آہستہ اس کی جرأت اتنی بڑھ گئی کہ وہ شیعی کے روبرو بھی آپ کی بدگوئی کرنے لگا۔ شیعی کو یہ بات بری معلوم ہوتی اور آپ کی غیبت اسے گراں گزرتی۔ وہ ابوالعباس کو اس حرکت سے باز رکھتا۔ غرض کہ ابوالعباس نے شیعی کو اپنی طرف مائل کرنے کی بڑی کوشش کی ہمیشہ اسے یہ کہتا کہ بھائی! تم نے کیسی محنت اور جانفشانی سے مغرب فتح کیا۔ اس کی تسخیر میں کیسی کیسی مصیبتیں اٹھائیں مگر افسوس کہ ایسے آدمی کو اس کا مالک بنا دیا جس نے تم کو حکومت میں کچھ بھی حصہ نہ دیا۔ کم سے کم اسے اتنا تو کرنا چاہئے تھا کہ وہ اپنے احکام تمھارے ذریعے جاری کرتا۔ بارہا وہ اس قسم کی گفتگو شیعی کے سامنے کرتا۔ اور اسے ہم خیال بنانے کی کوشش کرتا۔ آخر کار وہ اس کوشش میں کامیاب ہوا اور شیعی اس کی طرف مائل ہوگیا[1]۔ یہ خبر مولانا مہدی کو پہنچی۔ آپ نے اسے جھوٹ سمجھا اور باور نہ کیا۔ کیونکہ آپ کو شیعی کے خلوص و عقیدت کا پورا یقین تھا۔ ایک روز خود شیعی نے آپ سے کہا مولانا! کتامہ ایک قوم ہے جسے میں نے بڑی محنت سے سدھارا ہے اور اُسے ایسے اصول پر تعلیم دی ہے کہ وہ میرے ساتھ ہوگئی اور اس کی مدد سے میں نے اپنا مقصد حاصل کیا آپ جو اس پر اتنے مہربان رہتے ہیں اور اس کو مال و دولت دینے پر اتنی فیاضی سے کام لیتے ہیں اس سے مجھے خوف ہے کہ اس کی عادت بگڑ جائے گی مناسب ہے کہ آپ اپنے محل میں تشریف رکھیں اور میں اسی طرح ملک کا انتظام کروں جس طرح پہلے کیا کرتا تھا۔ نیز آپ کا خود کام کرنا آپ کے لئے زیبا

(۱) افتتاح الدعوۃ۔ (صفحہ ۲۵۰)

فصل (۹)

ظہور کے دس امام

مولانا مہدی ظہور کے پہلے اور مولانا آمر ظہور کے آخری امام ہیں۔ یہاں ہر امام کے عہد کے اہم سیاسی واقعات بہت مختصر طور پر درج کئے جاتے ہیں ان کی تفصیل "تاریخ فاطمیین مصر" میں ملے گی۔ البتہ جو واقعات مذہب سے تعلق رکھتے ہیں وہ شرح و بسط سے بیان کئے جائیں گے کیونکہ ہمارا مقصد اس کتاب میں اپنے مذہب کی حقیقت اور اس کا نظام بیان کرنا ہے۔

مولانا مہدی

مولانا مہدی کے ظہور کی خوش خبریاں اور آپ پر نص ہونے کی کیفیت وغیرہ گزشتہ فصل میں بیان کی جا چکی ہے۔ آپ ۲۶۰ھ میں پیدا ہوئے آپ کا ابتدائی زمانہ نہایت ستر و تقیہ میں گزرا یعنے آپ بہت خفیہ طور پر رہتے تھے۔ ظہور سے کچھ زمانہ پہلے آپ سجلماسہ کے قید خانے میں قید رہے۔ داعی ابی عبداللہ معروف بہ شیعی نے بڑی مصیبتوں اور مشقتوں کے بعد بلادِ مغرب فتح کر کے آپ کو قید سے چھڑایا۔ اور ۱۸ ذی الحجہ ۲۹۶ھ میں آپ کو اہل مغرب کے سامنے سجلماسہ میں ظاہر کیا۔ اس وقت سے آپ کو استقلال ہوا اور بلاد مغرب پر خود آپ حکومت کرنے لگے۔ جبل ایکجان (بلدہ کتامہ) میں جو دولت ابو عبداللہ نے جمع کی تھی وہ سب انھوں نے آپ کے سپرد کر دی۔ یہ امر بعض کتابوں کو نہایت

کرنے لگے۔ ایک کتامی سردار ہارون بن یونس نے آپ کے سامنے جا کر کہا ہمیں تمہارے معاملے میں شک پیدا ہو گیا ہے۔ اگر تم سچے مہدی ہو تو کوئی معجزہ دکھاؤ مہدی نے اسے بہت کچھ سمجھایا مگر وہ نہ مانا[1]۔ آخر کار آپ نے اسے قتل کرا دیا۔ اس واقعہ سے ابوالعباس اور اس کے ساتھی چونکے اور راتوں کو شیعی کے دوسرے بھائی ابو زاکی تمام بن مبارک کے گھر میں جمع ہو کر آپ کے قتل کی تدبیریں سوچنے لگے۔ آپ کے گھر کا محاصرہ کر کے آپ کو قتل کر دینے کا سب نے تصفیہ کیا لیکن یہ تدبیر کارگر نہ ہوئی[2]۔ شیعی بھی ان لوگوں کے جلسوں میں شریک ہوتا لیکن نہایت متفکر اور پریشان حال۔ اس نے اب تک مستقل طور پر اپنی کوئی رائے قائم نہیں کی تھی۔ تذبذب کے عالم میں سرگردان تھا۔ اس کی پریشانی اس حد کو پہنچ گئی تھی کہ اس کو اُلٹے سیدھے کرتے تک کا بھی ہوش نہ تھا۔ تین دن تک برابر اُلٹا قمیص ہی پہنے رہا۔ آپ روزانہ اس کو اس حالت میں بغور دیکھتے رہے۔ تیسرے دن آپ نے اس سے کہا تم کونسی پریشانی میں گرفتار ہو کہ تین دن سے تمہیں اپنے تن بدن کی کچھ خبر ہی نہیں۔ الٹا قمیص پہنے ہوئے ہو شیعی نے کہا بے شک مجھے اپنے قمیص کے الٹا ہونے کا خیال نہیں رہا۔ پھر آپ نے پوچھا۔ اچھا کل رات تم کہاں تھے۔ اس نے کہا ابو زاکی کے گھر میں۔ آپ نے کہا کیوں؟ اس نے کہا مجھے اپنی جان کا خوف ہے اس لئے مجھے اپنے بھائیوں کا ساتھ دینا پڑا۔ آپ نے کہا مجھے تمہاری حرکتوں کا علم ہے یہ نہ سمجھنا کہ میں غافل ہوں۔ باغیوں نے جب آپ کی یہ دھمکی سنی تو وہ بہت پریشان ہوئے۔

اس بغاوت کو فرو کرنا آپ کے لئے ایک تکلیف دہ فریضہ تھا حکمت عملی سے آپ نے سب سے چھوٹے بھائی یعنی ابو زاکی کو اس کے دوسرے بھائیوں ابوالعباس اور شیعی سے الگ کر دیا اور اُسے طرابلس کا والی بنا کر بھیج دیا۔ ساتھ ہی ساتھ پہلے والی کو اس کے قتل کے احکام روانہ کئے گئے۔ اس طرح ابو زاکی کا کام تمام ہوا۔ رقادہ میں ابوالعباس اور شیعی قتل کر دئے گئے ان کے قتل کے لئے آپ نے

(۱) افتتاح الدعوۃ (صفحہ ۲۵۲) (۲) افتتاح الدعوۃ (صفحہ ۵۴۸)

نہیں کیونکہ اس سے آپ کی شان وشوکت اور رعب وداب میں فرق آجائے گا۔ یہ سن کر مولانا مہدی کو یقین ہو گیا کہ آپ نے شیعی کے متعلق جو خبریں سنی تھیں وہ سچ تھیں مگر آپ اس موقع پر شیعی کے ساتھ اس عمدگی سے پیش آئے کہ اس کو اپنی ناخوشی کا پتہ لگنے نہ دیا اور جواب میں بہت نرمی اختیار کی۔[1]

ابوالعباس اور لوگوں کو بھی بغاوت پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہوا چنانچہ بعض کتامی سردار اس کے ساتھ ہو گئے اور مہدی کے خلاف ایک بڑا فتنہ اٹھ کھڑا ہوا اس فتنے کا سب سے پہلا سبب وہی ہے جسے ہم ابھی بیان کر چکے ہیں۔ یعنے جب مولانا مہدی شیعی کی جمع کردہ دولت جبل ایکجان سے رقادہ لے گئے تو بعض کتامی سردار آپ سے بدظن ہو گئے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ اس دولت سے آئندہ فائدہ اٹھائینگے۔ دوسرا سبب عرب اور بربر کی قومی مخالفت تھی چنانچہ عروہ بن یوسف بربری کو جب مولانا مہدی نے اپنا مقرب کیا تو ابوالعباس بہت ناراض ہوا کیونکہ وہ عرب سے تھا تیسرا سبب خود قبائل بربر کا آپس کا خاندانی جھگڑا تھا۔ چوتھا سبب اہل ظاہر نے یہ بیان کیا ہے کہ مولانا مہدی ایک معمولی آدمی ثابت ہوئے آپ نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا۔ ابوعبداللہ شیعی اور ان کے بربری پیرو آپ کی طرف سے مایوس ہو گئے اور سب مل کر آپس میں بحث کرنے لگے۔ ایک دفعہ شیعی نے ایک کتامی سردار کے روبرو اپنے شکوک اس طرح ظاہر کئے " اس مہدی کے افعال اُس مہدی کے مانند نہیں ہیں جس کی طرف میں تمھیں دعوت کرتا تھا۔ مجھے غلط فہمی ہو گئی ہے اور میں نے ابراہیم خلیل اللہ کی طرح دھوکا کھایا ہے۔ جب انھوں نے تارے کو دیکھ کر کہا تھا کہ یہ میرا رب ہے۔ اس لئے مجھ پر اور تم پر فرض ہے کہ ہم ان کا امتحان لیں اور ان سے ایسے اوصاف کا ثبوت طلب کریں جن کا نسب وہان امام میں ہونا ضروری سمجھتے ہیں۔"

اسباب مذکورہ کی تائید سے ابوالعباس کی تحریک کو بڑی قوت حاصل ہو گئی کئی کتامی سردار مولانا مہدی سے برگشتہ ہو کر کھلم کھلا آپ کی مخالفت

(۱) افتتاح الدعوۃ ۔ (صفحہ ۔ ۲۵)

ثابت کر دیا ہے۔ اگر تو حجر اسود اور حاجیوں کا لوٹا ہوا مال واپس نہ کریگا تو ہم تجھ سے دُنیا و آخرت میں بری رہیں گے۔ آپ کے بعد آپ کے جانشین مولانا قائم نے بھی ایک خط ابو طاہر کو لکھا۔ ابو طاہر نے یہ کہہ کر حجر اسود واپس کیا کہ ہم حکم سے اُسے لے گئے تھے اور حکم ہی سے اسے واپس کرتے ہیں۔ تقریباً بارہ سال وہ قرامطہ کے پاس "ھجر" میں رہا۔ کہا جاتا ہے کہ حجر اسود میں جو شقوق اب نظر آتے ہیں وہ اس کے ٹکڑے ہو جانے سے اس میں پیدا ہو گئے ہیں۔ (۱)

مولانا مہدی کے زمانہ میں اسماعیلی عقائد کی اشاعت اور ان کا اثر

سنہ ۳۰۳ میں مولانا مہدی نے اپنے عقائد کی اشاعت کے لئے منیب بن سلیمان المکناسی کو علاقہ تاہرت کی طرف روانہ کیا۔ گوبربر نے اپنی عورتوں کے خوف سے اس کے اکثر ساتھیوں کو مار ڈالا۔ لیکن اسماعیلی عقائد قیروان، باغایہ اور تونس میں پھیل گئے۔ بعض لوگ شرعی محرمات کے مرتکب ہونے لگے۔ لوگوں میں بڑی قیل و قال ہوئی اور مولانا مہدی تک یہ شکایتیں پہنچیں۔ آپ نے پہلے تو لاعلمی ظاہر کی پھر دو سو اشخاص کو گرفتار کروا دیا جن میں کئی مشہور و معروف بھی تھے۔ احمد البلادی نماز میں شہر رقادہ کی طرف توجہ کرتا تھا لیکن جب سے مولانا مہدی مہدیہ میں رہنے لگے اس نے مہدیہ کو اپنا قبلہ بنا لیا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ میں ایسی ہستی کی عبادت نہیں کرتا جو دکھائی نہ دے۔ وہ آپ سے مخاطب ہو کر کہتا "آسمان کی طرف چڑھ جائیے کب تک آپ گلیوں میں گھومتے رہیں گے"۔ وہ مولانا مہدی کو عالم الغیب بھی سمجھتا تھا۔ دوسری مثال ابراہیم بن غازی کی ہے جو اسماعیلی عقائد کے مطابق شہر رمضان میں کھلم کھلا کھاتا تھا۔ اور دوسرے کبائر کا بھی مرتکب ہوتا تھا۔ اسی زمانے میں قتل کی سزا چند ایسے اشخاص کو ملی جو مولانا علی کو خلیفۂ چہارم مانتے تھے۔ (۲) یہ خاص واقعا

(۱) تاریخ فاطمیین مصر (فصل ۳۱ - فرقۂ قرامطہ)
(۲) Wustenfeld, p. 32 - تاریخ فاطمیین مصر (فصل ۱)

عروبہ بن یوسف اور اس کے بھائی کو مقرر کیا انھوں نے دونوں باغیوں پر اس وقت دار کیا جب وہ قصر میں داخل ہو رہے تھے یشیعی نے ان سے پوچھا تم ہم کو کیوں قتل کرتے ہو؟ عروبہ نے کہا تم جس کی فرمانبرداری کا حکم دیتے تھے اسی نے آج تمھارے قتل کا ہمیں حکم دیا ہے۔ غرض کہ دونوں قتل کر دئے گئے۔ آپ نے شیعی کے جنازے پر نماز پڑھی اور اس کے حق میں دعا کی۔ اور کہا کہ شیعی دھوکے میں آگیا۔ اصل باغی ابو العباس ہے۔ ابن القدیم بھی جسے مہدی نے برید کا والی مقرر کیا تھا باغیوں میں شریک تھا۔ یہ شخص بھاگ گیا۔ مگر آخر میں گرفتار ہوا اور مارا گیا۔ بہرحال باغیوں کا فتنہ فرو ہو گیا۔ اس کے بعد مولانا مہدی نے قیروان اور دوسرے شہروں کے لوگوں کو امان دی۔ آپ کے نام کا خطبہ مغرب کے اکثر شہروں میں پڑھا گیا۔

پھر بربری قبیلوں نے بغاوتیں کیں۔ طرابلس والے بھی مخالف ہو گئے۔ مولانا مہدی نے اپنے فرزند قائم کو بھیج کر تمام فتنہ پردازوں کو زیر کیا۔ مصر پر بھی حملہ کرنے کی کوشش کی گئی لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ بنو ادریس اور خوارج کو مسخر کیا گیا۔ مہدیہ اور محمدیہ ان دو بڑے شہروں کی بنیاد ڈالی گئی۔

مولانا مہدی اور قرامطہ قرامطہ نے جن کا ذکر گزر چکا ہے کئی بار حاجیوں کو لوٹا یہ ۳۱۷ھ میں یہ لوگ عراق سے بھاگ کر مکۂ معظمہ پہنچے اور عین "تزویہ" کے روز منصور دیلمی کے ساتھ جو حاجی آئے تھے ان پر حملہ کر کے ان کا سب مال لوٹ لیا۔ ان میں سے کئی آدمیوں کو خود بیت اللہ اور مسجد حرام میں قتل کیا حجر اسود کو نکال کر اپنے مستقر "ہجر" کو لے گئے تاکہ اپنے شہر میں حج مقرر کریں۔ امیر مکہ ان کا مقابلہ نہ کر سکا۔ اس کے بعد بیت اللہ کا دروازہ اور میزاب اکھاڑ ڈالے۔ مقتولین کے چند لاشے تو زمزم کے مبارک کنوئیں میں پھینک دئے گئے۔ اور چند بغیر غسل و کفن کے مسجد حرام میں دفن کئے گئے۔ بیت اللہ کے پردے آپس میں تقسیم کر لئے گئے۔ حاجیوں کے ساتھ اہل مکہ پر بھی مصیبتیں ڈھائی گئیں۔ بہرحال بیت اللہ کی بے حرمتی کرنے میں قرامطہ نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ یہ اندوہ ناک خبر جب مولانا مہدی کو قیروان میں پہنچی تو آپ نے قرامطہ کے رہبر ابو طاہر کو بہت لعنت و ملامت کی اور یہ لکھا کہ تو نے کفر و الحاد کے الزام کو جو ہم پر لگایا جاتا ہے اپنے افعال سے

کل فرض عبادات یعنے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ اور تمام شرعی محرمات یعنے شراب جوا، زنا، سود، مردار، خون اور سور کا گوشت وغیرہ چند اشخاص پر (مثل) ہیں[1]۔ جس نے انھیں پہچانا اس کے لیئے ان عبادات اور محرمات کا تہاون جائز ہے اسے اجتہاد کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس کا علم بغیر عمل کے کافی ہے۔ گویا اس نے نماز پڑھ لی۔ زکوٰۃ ادا کردی، روزہ رکھ لیا، بیت اللہ کا حج کرلیا، جنابت سے پاک ہو گیا۔ دعوت کے کئی نیک عمل کرنے والے جو اہل بصیرت وولایت تھے ان کے ساتھ ہو گئے۔ ایسے داعیوں سے مولانا محمد باقر اور مولانا جعفر صادق نے براءت کی۔ اور فرمایا کہ یہ لوگ اسلام سے خارج ہو گئے ہیں۔

مولانا مہدی کے عہد میں جو لوگ مذکورہ عقائد کے قائل تھے۔ ان کا حال اوپر بیان ہو چکا ہے۔ آپ کے پوتے مولانا منصور ایک موقع پر آہ سرد کھینچ کر فرماتے ہیں کہ کل تک تو لوگ مجھے ولی عہد المسلمین کہتے تھے لیکن آج میں دیکھتا ہوں کہ ان میں سے بعض نے مجھے اپنا خدا اور بعض نے رسول بنا دیا ہے بعض کہتے ہیں کہ مجھ پر وحی آتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ میں عالم الغیب ہوں۔ یہ کہہ کر آپ آبدیدہ ہوئے اور آپ کے چہرے پر خدا کے خوف کے آثار نظر آنے لگے[2] لیکن نہایت تعجب کی بات ہے کہ آپ کے فرزند مولانا معز نے اپنی دعا میں یہ فرمایا ہے کہ مولانا محمد بن اسماعیل ساتویں رسول ہیں۔ اور آپ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے محمد (صلعم) کی شریعت کو معطل کر دیا ہے۔ آپ ہی وہ مہدی ہیں جن کے متعلق آنحضرت کی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ اس اختلاف سے صاف ظاہر ہے کہ دعائم الاسلام کی روایتیں جو داعیوں کے کفر والحاد سے متعلق اوپر بیان کی گئی ہیں وہ ظاہری علم یعنے فقہ پڑھنے والوں کے لئے ہیں۔ چونکہ یہ کتاب عام طور پر مصر میں رائج تھی اس لئے اس میں مذہب کی حقیقت نہیں بتائی گئی۔ اسی وجہ سے یہ کہا جاتا ہے کہ یہ کتاب چونکہ علم ظاہر سے تعلق رکھتی ہے۔ اس لئے

---

(۱) ہمارے اماموں اور داعیوں نے بھی اسی طرح تاویل کی ہے (فصل ۴ عنوان "ہمارے مذہبی علوم۔ تاویل اور حقیقت"۔ فصل ۲۳) (۲) دعائم الاسلام (منازل الائمہ)

جو ظاہری شریعت کی تعطیل سے تعلق رکھتے ہیں گو ہماری کتابوں میں درج نہیں ہیں لیکن ان کی تصدیق خود سیدنا قاضی نعمان اور سیدنا موید کے بیانات سے ہوتی ہے آپ دونوں فرماتے ہیں کہ تقریباً ہر امام کے زمانے میں بعض جلیل القدر داعی اور اہل ایمان معرفت باطن (تاویل) کو کافی سمجھ کر اباحت محرمات کے مرتکب ہوئے[1] خود مولانا مہدی کے زمانے میں ایک ایسی جماعت نکلی جن میں سے بعض کو آپ نے قتل کیا اور بعض کو سخت سزائیں دیں۔ جیساکہ خود سیدنا قاضی نعمان نے لکھا ہے[2]۔

ہماری تعلیم کے لازمی خطرناک نتیجے

ائمہ معصومین کی شان الوہیت اور باطنی شریعت کی اہمیت کے متعلق ہماری تعلیم ہی کچھ اس قسم کی ہے کہ اس سے ظاہری شریعت کی تعطیل اور محرمات کی اباحت کے لازمی نتیجوں کا نکلنا کوئی تعجب کی بات نہیں جس کا ثبوت اکثر اماموں کے زمانے میں اس قسم کے فرقوں کے پیدا ہونے سے ملتا ہے۔ چنانچہ مغیرہ بن سعید جیسے مولانا محمد باقر کی صحبت کا شرف حاصل تھا اور ابو الخطاب جو مولانا جعفر صادق کا جلیل القدر داعی تھا۔ دونوں یہی اعتقاد رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنے اماموں کو خدا بنا کر خود نبوت کا دعویٰ کیا۔ یہ کہتے تھے کہ جس نے امام کی معرفت حاصل کر لی اس کے لئے تمام شرعی محرمات حلال ہو جاتے ہیں۔ ان کا یہ گمان تھا کہ

(۱) (أ) دعائم الاسلام (باب منازل الائمہ) (ب) فاذا سئل من اقیم مقام المفیدین عن شیئ من الظاهر من امور الدین استخف بالسائل عن ذلك وازری به لجهله بالجواب فاضل هولاء بذلك کثیرا اصاروا ضربا ثانیا نترکوا الظاهر دعطلوا احکامه ورفضوا حلاله واستحلوا حرامه واسقطوا الظاهر من اصله کما اسقط الاخرون الباطن باسره واما الفرقة الثالثة ففرقة اهل الحق المتبعة لاولیاء الله فی ظاهر دین الله وباطنه (تاویل الدعائم ذکر الاستبراء) (ج) المجالس والمسایرات (اکثر مقامات پر) (۲) افتتاح الدعوة۔

مولانا مستنصر کے عہد میں بھی اس قسم کے لوگ موجود تھے[۱]۔

مولانا مہدی کے مقابلے میں ایک دوسرے مہدی کا ظہور

مولانا مہدی کے آخری زمانے میں بنو ملاوط نے کتامہ پہنچ کر ایک نوجوان لڑکے کا انتخاب کیا اور یہ دعویٰ کہ وہ مہدی موعود اور نبی ہے اللہ اُس کی طرف وحی بھیجتا ہے۔ اور اس پر اپنی کتابیں اتارتا ہے۔ ان لوگوں نے ایک نئی دعوت کا سلسلہ جاری کیا جس میں داعیوں کا وہی نظام تھا جسے شیعی نے مرتب کیا تھا۔ یہ کہتے تھے کہ داعی شیعی کا انتقال ہی نہیں ہوا۔ انھوں نے شرعی محرمات مباح کر دئیے۔ عام کتامی ان کے ساتھ ہو گئے اور میلہ پر چڑھائی کی۔ مہدی نے اپنے فرزند مولانا قائم کو بھیج کر انھیں شکست دی۔ اور ان کے کئی آدمیوں کو قتل کیا۔ عام کتامی پھر مولانا مہدی کی طرف رجوع ہوئے آخرکار مولانا مہدی نے اُس لڑکے کو بھی قتل کیا جو مہدی موعود بنایا گیا تھا[۲]۔

مولانا مہدی کی وفات ۳۲۲ھ

مولانا مہدی نے اپنے فرزند مولانا قائم پر نص کر کے ۳۲۲ھ میں وفات پائی۔ آپ کے عہد میں "سبتہ" کے سوا مغرب کے تمام شہر فاطمی حکومت میں داخل ہو گئے۔ آپ نے حکومت کے ہر شعبے کا معقول انتظام کیا بعض مؤرخین آپ کو عادل اور منصف حکمرانوں میں شمار کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ مفتوحہ ممالک کی تسخیر، خوفناک سختیوں اور مظالم سے کی گئی جن کی مدافعت مرعوب

---

(۱) واستعیذ واباللہ من قوم یقولون بافواھھم انھم شیعۃ یمیلون الی الراحۃ ویحتجون بکون الصلوۃ اشارۃ الی حد من حدود الدین فاذا عرف سقطت الصلوۃ وان النھی عن شرب الخمر معناہ الکف عن موالاۃ بعد الاضداد فاذا عرفوا کان شربھا حلالا سھل القیاد وھولاء اضر بالدین والمومنین ممن شھر سیفہ وشرع رمحہ الی ائمتھم بالبغضاء (المجالس المویدیہ لسیدنا المویدؒ)

(۲) افتتاح الدعوۃ (صفحہ ۲۶۴ - ۲۶۵)

مذہب کی حقیقت کے لحاظ سے اعتبار کے قابل نہیں ہے[1]۔ اگر ہم اس کی مذکورہ بالا روایتوں کی بناء پر مولانا منصور تک شریعتِ ظاہری اور شریعتِ باطنی کا سلسلہ پہلو بہ پہلو جاری رہنا مان بھی لیں تو ایک اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ کے فرزند مولانا معز نے کیوں یہ کہا کہ مولانا محمد بن اسماعیل کے زمانے سے ائمّہ نے شریعتِ محمدی کے ظاہر کو معطل کر دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مولانا جعفر صادق کی وفات کے بعد میمون القداح اور ان کے فرزند عبداللہ نے اسماعیلی دعوت کی تنظیم کی اور اس کو فروغ دینے کے لئے اسے مولانا محمد بن اسماعیل کی طرف منسوب کر دیا۔ آخری تبصرہ میں ہم نے اس مسئلے کی مزید وضاحت کی ہے۔

دعائم الاسلام کی روایتوں سے ان تمام واقعات کے صحیح ہونے کا امکان قوی ہو جاتا ہے جنھیں اہلِ ظاہر کے مورخین نے ظاہری شریعت کے ترک کے متعلق لکھا ہے۔ یعنے باطن کی معرفت کے بعد ظاہری اعمال مومن تو کجا بلکہ بڑے بڑے داعی بھی چھوڑ دیتے ہیں جن کی مثالیں گزر چکی ہیں۔ اور یہی انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ فرقۂ دروزیہ اور فرقہ نزاریہ (یعنے خوجے) اس کی زندہ مثالیں ہیں[2]۔

1. Daimul - Islam, an exoteric work, intended for general consumption is not wholly reliable in denouncing Abul-Khattab (notes on Ismaili Manuscripts by Tritton)

(۲) تاریخ فاطمین مصر (فصل ۳۱)

(٧) مولانا علی بن الحسین (الظاہر لاعزاز دین اللہ)	٣ رمضان ٣٩٥ھ	صفر ٤١١ھ	١٦ سال	شعبان ٤٢٧ھ
(٨) مولانا معد بن علی (المستنصر باللہ)	١٦ رمضان ٤٢٠ھ	شعبان ٤٢٧ھ	٧ سال	١٨ ذی الحجہ ٤٨٧ھ
(٩) مولانا احمد بن معد (المستعلی باللہ)	محرم ٤٦٨ھ	٤٨٧ھ	١٩ سال	
(١٠) المنصور بن احمد (الآمر باحکام اللہ)	١٣ محرم ٤٩٠ھ	١٧ صفر ٤٩٥ھ	٥ سال	٤ ذی القعدہ ٥٢٤ھ
(١١) مولانا طیب بن مولانا المنصور	٤ ربیع الاول ٥٢٤ھ	×	×	×

ان اماموں کی سیاسی تاریخ ہماری تالیف "تاریخ فاطمیین مصر" میں ملے گی۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مولانا مہدی اور آپ کے جانشینوں نے مغرب کے شہر فتح کئے اور اپنی حکومت قائم کی آپ کے پروتے مولانا معز کے عہد میں سوائے "سبتہ" کے جو اندلس کے بنی امیہ کے قبضے میں تھا دوسرے تمام شہر خلافتِ فاطمیہ میں داخل ہو گئے۔ مولانا معز نے مصر اور شام کے بعض حصے فتح کئے گو شام زیادہ دیر تک ہمارے زیر حکومت نہ رہ سکا۔ اسی طرح مولانا معز کے مغرب سے روانہ ہونے کے بعد مغرب کے شہر بھی ایک ایک کر کے حکومت فاطمیہ کے قبضے سے نکلتے چلے گئے۔ البتہ صرف مصر ٥٦٧ھ تک ہمارے قبضے میں باقی رہا۔

ہمارے اماموں کا سنہری زمانہ

اس میں کچھ شک نہیں کہ مولانا معز اور مولانا عزیز کا زمانہ ہمارا سنہری دور تھا۔ سیاسی قوت معراج پر پہنچی۔ مذہبی ترقی بھی برابر جاری رہی۔ سیدنا جعفر بن منصور الیمن، سیدنا قاضی نعمان اور دوسرے چند داعیوں نے فقہ، حدیث، تاریخ، تاویل، حجت وغیرہ میں کئی کتابیں تصنیف کیں۔ اس قسم کا سنہری دور بنی عباس

رعیت آپ کے وحشی جرنلوں سے نہ کرسکی[1]۔ آپ نے جنگی بہبرے کو از سر نو تیار کیا۔

مولانا مہدی کے بعد ظہور کے ۹ امام

مولانا مہدی، ظہور کے پہلے امام اور مولانا حسن سے گیارھویں امام تھے آپ کے بعد مولانا آمر تک ظہور کے نو امام گزرے گویا ظہور کے کل دس امام ہیں۔ ان دس اماموں کو مولانا معز نے اپنی دعاؤں میں مولانا محمد بن اسماعیل کے خلفائے راشدین کہا ہے[2] کیونکہ یہ مولانا محمد بن اسماعیل کے روحانی دور سے تعلق رکھتے ہیں۔ جہاں سے ظاہری شریعت کی انتہا اور باطنی شریعت کی ابتدا ہوئی۔ ان کے نام، ان کی ولادت، امامت اور وفات کی تاریخوں کے ساتھ حسب ذیل ہیں :-

اسماء معہ القاب	تاریخ ولادت	تاریخ امامت	عمر بوقت یافت امامت	تاریخ وفات
(۱) مولانا عبداللہ بن الحسین (المہدی باللہ)	۱۲ر شوال ۲۶۰ھ	۲۹۷ھ	۳۷ سال	۱۵ر ربیع الاول ۳۲۲ھ
(۲) مولانا محمد بن عبداللہ (القائم بامر اللہ)	۲۷۵ھ	۳۲۲ھ	۴۷ سال	۱۳ر شوال ۳۳۴ھ
(۳) مولانا اسماعیل بن محمد (المنصور باللہ)	۳۰۲ھ	۳۳۴ھ	۳۲ سال	۲۸ر شوال ۳۴۱ھ
(۴) مولانا معد بن اسماعیل (المعز لدین اللہ)	۲۱ر رمضان ۳۱۹ھ	۷ر ذی الحجہ ۳۴۱ھ	۲۲ سال	۱۱ر ربیع الاول ۳۶۵ھ
(۵) مولانا نزار بن معد (العزیز باللہ)	۴ر محرم ۳۴۴ھ	۱۰ر ذی الحجہ ۳۶۵ھ	۲۱ سال	۱۲ر رمضان ۳۸۶ھ
(۶) مولانا الحسین المنصور[3] بن نزار (الحاکم بامر اللہ)	۳ر ربیع الاول ۳۷۵ھ	۳۸۶ھ	۱۱ سال	غیبت ۲۷ر شوال ۴۱۱ھ

(۱) تاریخ فاطمیین مصر (فصل ۱۱) (۲) وصل علی خلفائہ الراشدین یقضون بالحق وبہ یعدلون (فصل ۶) (۳) تیرہ رسائل لسیدنا حمید الدین (رسالہ مباسم البشارات)

ایک ایک امام کا الگ الگ ذکر کرتے ہیں تاکہ خود ہمارے بھائی اس پر غور کر کے نتیجہ نکالیں۔

مولانا حاکم (۳۸۶-۴۱۱ھ) کی کم سنی

سیدنا ادریس کہتے ہیں کہ ماہ شعبان ۳۸۳ھ میں مولانا عزیز نے اپنے بیٹے مولانا حاکم پر نص کی تین سال بعد آپ کا انتقال موضع بلبیس میں ہوا۔ جب کہ آپ روم کی سرکوبی کے لئے سواحل شام جانے کی غرض سے مصر روانہ ہو چکے تھے۔ تاکہ وہاں پہنچ کر امن و امان قائم کریں مولانا مہدی کے ذکر میں آپ نے لکھا ہے کہ چونکہ منصوص ہونے کے وقت آپ کی عمر آٹھ سال تھی۔ اس لئے آپ کے چچا سعید الخیر آپ کے حجاب یا کفیل مقرر کئے گئے تاکہ آپ کے بالغ ہونے کے بعد امامت کا عہدہ آپ کے سپرد کریں لیکن دعوت کی کسی کتاب میں اس کا حوالہ نہیں کہ مولانا حاکم کے حجاب یا کفیل کون مقرر کئے گئے تھے۔ اہل ظاہر کے بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ مولانا عزیز نے جب یہ محسوس کیا کہ آپ کا آخری وقت بہت قریب ہے تو آپ حمام سے فارغ ہو کر برجوان کی فرودگاہ پر گئے جہاں آپ نے تمام دن گزارا۔ دوسرے دن حسن بن عمار کتامی اور قاضی القضاۃ محمد بن نعمان کو جو تقریباً تین سال کے اندر ہی گزر گئے طلب کر کے ان دونوں کو حاکم کے متعلق وصیت کی۔ اسی طرح آپ نے مولانا حاکم کو بلا کر وصیت کی پھر آپ حمام میں داخل ہوئے اور وہیں وفات پائی[1]۔ لیکن یہ وصیت مفید ثابت نہ ہوئی کیونکہ سیدنا ادریس فرماتے ہیں استاد برجوان (جو مولانا حاکم کی تربیت کے لئے مقرر کیا گیا تھا) اور وزیر حسن بن عمار دونوں بد سیرت اور مفسد تھے۔ انھوں نے کتامیوں اور لشکریوں کو بگاڑا اور رعیت پر ظلم کیا۔ مولانا حاکم نے انھیں بہت روکا لیکن یہ نہ رکے۔ اس لئے آپ نے ان سے جلد اپنا انتقام لیا۔ برجوان کے قتل کے لئے آپ نے ایک باغ بنانے کا

---

(۱) ابن خلکان ۲/۱۵۳ - ابن الاثیر ۹/۵

کی خلافت میں بھی ہارون اور مامون کے زمانے میں گزرا ہے۔

مولانا معز کی نہایت اہم تصنیفیں

مولانا معز کی دو تصنیفیں "ادعیۃ الایام السبعۃ لمولانا الامام المعز" اور دوسری "تاویل الشریعۃ من کلام مولانا الامام المعز" نہایت اہم ہیں جن کا ذکر ہو چکا ہے۔ (۱)

مولانا حاکم کے پچھلے زمانے سے ہماری اسماعیلی تحریک کا انحطاط شروع ہوتا ہے۔ ہمارا موضوع چونکہ اسماعیلی مذہب کی حقیقت بیان کرنا ہے اس لئے ہم یہاں صرف ایسے واقعات بیان کریں گے جن کا تعلق مذہب سے ہے۔

تبصرہ

اوپر کے دس اماموں میں تین امام ایسے ہوئے ہیں جنھیں بہت ہی کم سنی میں امامت ملی۔ یہ سن بلوغ کو بھی نہیں پہنچے تھے۔ اگر ہم مولانا طاہر کو جن کی عمر سولہ (۱۶) سال تھی اور مولانا مستعلی کو جن کی عمر انیس (۱۹) سال تھی شامل کرلیں تو کم سن اماموں کی تعداد پانچ ہو جاتی ہے۔ گویا ظہور کے اماموں میں آدھے ایسے تھے جو تخت امامت پر جلوہ افروز ہونے کے وقت بیس سال کی عمر کو بھی نہیں پہنچے تھے۔ اسی وجہ سے ان کے عہد میں مذہبی تعلیمات تو کجا بلکہ ملکی انتظامات میں بھی خلل پیدا ہو گیا۔ وزراء اور امراء آپس میں جھگڑنے لگے۔ ہر امیر یہ سمجھنے لگا کہ میں ہی حاکم ہوں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں لڑنے جھگڑنے والی مختلف پارٹیاں بن گئیں۔ ترکوں، حبشیوں ریحانیوں وغیرہ میں آئے دن جھگڑے ہونے لگے۔ ہر قوم اپنا تسلط جمانا چاہتی تھی۔ ائمہ اپنی کم سنی کی وجہ سے کچھ نہ کرسکے۔ ہماری دعوت کی کتابوں سے کوئی پتہ نہیں چلتا کہ ہر کم سن امام کے زمانے میں کون اُن کا حجاب اور کفیل تھا۔ اب ہم

(۱) ملاحظہ فرمایئے اس تالیف کا مقدمہ عنوان "اس تالیف کے حوالوں کی قدر و قیمت اور اہمیت"۔

مولانا عزیز کے انتقال کے بعد آپ کے جانشین مولانا حاکم کی کم سنی کے زمانے میں کم سے کم ایسے لائق حجاب یا کفیل کا ہونا ضروری تھا جو ملک کے معاملات کو کچھ تو سنبھال لیتا۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔ سیاسی انتظامات میں جب اتنا خلل پڑ گیا تو مذہبی امور میں جن کا تعلق خاص امام سے ہے کتنا حشر بپا ہو گیا ہوگا۔ حالانکہ ہمارے ہاں مذہبی اور سیاسی دونوں محکموں کے لئے ایک ایسے امام معصوم کی ضرورت ہے جو خدا کے حکم سے مقرر کیا جاتا ہے۔ تاکہ دین و دنیا کے امور اچھی طرح سے انجام پائیں۔ دین کے نظم و نسق میں جو فساد پیدا ہو گیا تھا اس کا اعتراف خود مولانا حاکم کے باب الابواب سیدنا حمید الدین نے کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ "جب میں حضرت نبویہ اور آستانۂ علویہ پر حاضر ہوا تو دیکھا کہ لوگ ایک بلائے عظیم میں گرفتار ہیں۔ دین کے پچھلے رسوم کی بندشیں ٹوٹ گئی ہیں اور لوگ اولیاء اللہ سے روگردان ہو گئے ہیں۔ مجالس الحکمۃ کے انعقاد کی رسم ترک کر دی گئی ہے۔ اعلیٰ اسفل اور اسفل اعلیٰ ہو گیا ہے (میں) نے دیکھا کہ دعوت ہادیہ کے اولیاء حیران و پریشان ہیں۔ ان پر ایسی ہولناک مصیبتیں آئی ہیں جن سے آدمی کے سر کے بال سفید ہو جاتے ہیں۔ ہر شخص اپنے ساتھی پر فسق کی تہمت لگاتا ہے لوگوں کے خیالات خراب ہو گئے ہیں۔ صرف گنے چنے لوگوں کے سوا سب کے عقیدوں میں تزلزل پیدا ہو گیا ہے۔ شیاطین بہکانے میں اپنا کام کر رہے ہیں"[1] یہ بیان رسالہ "مباسم البشارت" کا ہے جس کی تصنیف کی تاریخ ۴۰۲ھ ہے جیسا کہ خود رسالہ سے ثابت ہے[2]۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا حمید الدین مولانا حاکم کے آخری زمانہ میں اس وقت تشریف لائے جب مولانا حاکم

(۱) تیرہ رسائل۔ ابتدائے رسالہ مباسم البشارات بالامام الحاکم بامر اللہ (ولما وردت الحضرۃ النبویۃ مهاجرا .... جیلی فرط التفقه فی الدین۔ (۱۹ سطریں) (۲) آپ نے فرمایا ہے کہ ۴۱۲ھ میں عالم دین کا افتتاح ہوگا اس مدت کو ختم ہونے کے لئے اب نو سال باقی رہ گئے ہیں (۱۳ رسائل مباسم البشارات فصل ۹-۱۲)

کا بہانہ نکالا۔ اور اسے وہاں رکھ کر اپنے غلام ریدان کے ذریعے قتل کرا دیا۔ وزیر حسن بن عمار بھاگ گیا۔ لیکن ترکوں کے ہاتھوں وہ بھی مارا گیا پھر حسن بن عسلوج کی باری آئی اس کے بعد برجوان اور حسن بن عمار کے طرف دار مارے گئے۔ (۱)

بہرحال برجوان اور حسن بن عمار آپس میں خوب لڑے مولانا عزیز کے انتقال کے بعد برجوان نے مولانا حاکم کو تخت امامت پر بٹھا کر تمام لوگوں سے بیعت لی اور وزارت کا کام سنبھالا۔ حسن بن عمار کو یہ خوف ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ برجوان اور اس کی ترکی فوج کتامی فوج پر غلبہ حاصل کر لے اس لئے وہ فاطمی حکومت ہی کو مٹانے کے در پئے ہو گیا۔ برجوان کے تمام اختیارات چھین لئے اور خود بخود وزیر بن کر امین الدولہ کا لقب اختیار کیا۔ اس زمانے میں قوم کتامہ کے افراد جن کی مدد سے فاطمی حکومت قائم ہوئی تھی اپنے اماموں سے پھر گئے تھے وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی دوڑ دھوپ کا پھل برجوان اور اس کی ترکی فوج کو ملے۔ اس کی تائید خود باب الابواب سیدنا حمیدالدین الکرمانی کے قول سے ہوتی ہے آپ کہتے ہیں کہ کئی دفعہ لشکر اور امراء سے یہ بیعت لی گئی کہ مولانا حاکم قتل کر دیئے جائیں (۲)۔ غرض کہ برجوان اور حسن بن عمار کے باہمی جھگڑے سے مشارقہ (ترکی فوج) اور مغاربہ (بربری کتامی فوج) میں لڑائیاں چھڑ گئیں یعنی قوم واری مخالفت شروع ہو گئی جو فاطمی حکومت کے زوال کا پہلا سبب ہے۔ اس کا اثر ان لڑائیوں پر پڑا جو مصر اور بلادِ شام میں ہوئیں (۳)

تبصرہ

ہمارے مذہبی اصول کی رو سے امام معصوم کا وجود اس لئے ضروری سمجھا گیا کہ ملک میں عدل اور انصاف قائم رہے جیسا کہ آئندہ معلوم ہو گا۔ (۴)

(۱) عیون ۱۱۲ (ضیاء ۲۵۶)

(۲) کتاب المصابیح (البرہان السادس من المصباح السابع من المقالۃ الثانیہ - (۳) تاریخ فاطمیین مصر (فصل ۱۶) (۴) فصل (۱۲)۔

استخلف .... و فدیناہ بذبح عظیم [1]

تبصرہ

جب امام محمد جواد کی امامت کو باطل کرنے میں یہ دلیلیں پیش کی گئی ہیں تو ہمارے چار اماموں یعنے مولانا مہدی، مولانا حاکم، مولانا مستنصر اور مولانا آمر کی امامت کس طرح صحیح ہو سکتی ہے ان میں سے پہلے کی عمر دس سال دوسرے کی گیارہ، تیسرے کی سات اور چوتھے کی پانچ سال تھی سیدنا حمید الدین ایک رسالہ میں مولانا حاکم کے متعلق فرماتے ہیں کہ کمال انسانی کی حد چالیس سال ہے اس وقت بشر کی قوتیں انتہا کو پہنچتی ہیں اور مضبوط ہو جاتی ہیں اس کے متعلق آیۂ کریمہ فلما بلغ اشدہ و اربعین سنۃ" پیش کی ہے [2] یہاں یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ گہوارے میں گفتگو کرتے تھے مفید نہ ہوگا کیونکہ ہم ایسی آیتوں کی تاویل کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ مہد سے مراد ظاہری مہد نہیں ہے [3]

مولانا حاکم کے متعلق پیشین گوئیاں

سیدنا حمید الدین نے مولانا حاکم کے متعلق انبیاء کی طرف سے وارد شدہ متعدد پیشین گوئیاں بیان کر کے فرمایا ہے کہ یہ سب صحیح ثابت ہوں گی ان میں سے چند ذیل میں نقل کی جاتی ہیں:۔

(۱) ائمہ خدا کے ایام ہیں جن میں مولانا حاکم وہ "یوم" ہیں جس کی خوش خبری انبیاء نے دی ہے۔ آپ ہی وہ "یوم الفتح" ہیں جس کے زمانے

(۱) اسرار النطقاء صفحہ (۲۲۵-۲۳۶) (۲) تیرہ رسائل (رسالہ مباسم البشارات بالامام الحاکم بامر اللہ) (۳) ویکلم الناس فی المھد ای یکلم المانوسین بہ فی حد التربیہ قبل البلوغ الی حدود المفاتحہ بکلام من بلغ ذلک (قصۃ عیسیٰ ع - اساس التاویل لسیدنا القاضی نعمان بن محمد)۔

کی عمر تقریباً ۲۷ ستائیس سال ہو چکی تھی۔ اس سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ دینی تعلیمات کی حالت مولانا حاکم کی کم سنی کے زمانے میں کیا ہو گی خصوصاً جب آپ کا کوئی حجاب یا کفیل نہ ہو گا۔

کیا نابالغ بچہ امامت کی صلاحیت رکھتا ہے؟

سیدنا ابو حاتم رازی متوفیٰ در اواخر قرن چہارم اپنے لغت "کتاب الزینۃ" میں جہاں آپ نے شیعوں کے مختلف فرقوں کی کیفیت بیان کی ہے کہتے ہیں کہ پھر امام علی رضا فرزند امام موسیٰ کاظم نے وفات پائی۔ ان کا صرف ایک ہی بیٹا محمد جواد تھا جس کی عمر سات سال کی تھی۔ ایسے بچے کی امامت جائز نہیں ہے۔ نہ اس کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں نہ اس کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے۔ نہ اس کی شہادت قبول ہے۔ نہ وہ اپنے مال پر امین سمجھا جا سکتا ہے اور نہ اس پر کوئی حد قائم کی جا سکتی ہے۔ اس بیان کا ماخذ سیدنا جعفر بن منصور الیمن کی بہت معتبر اور مستند کتاب "اسرار النطقاء" ہے جس کی عبارت یہ ہے:۔ فهذا اسبب ماجرى من خبر المامون مع علی بن موسیٰ الرضیٰ وقتله اياه واقامت فرقة بعده على ولده محمد بن علی (المعروف بالجواد) وادعت فيه الامامة وكان علی لما صار الى المامون خلفه بالمدينة طفلا صغيرا فی حجر امه ومات وخلفه ابن خمس سنين و قد اجتمعت الشيعة ان الامام لا يغيب عن الدار حتى يخلف ولداً كاملاً مستحق الامامة وميراث النبوة وقد علمنا ان خمس سنين الى العشرة لا يجرى عليه الحكم ولا تجوز شهادته ولا يرضى عقله وانه لا تجوز شهادة من لم تجب الصلوة خلفه ولا تؤكل ذبيحته ولا رأينا احداً من المتقدمين من اليهود والنصارى وغيرهم قدم مثل هذا ولا رضى به وقد قلتم ان اباه لم يجعل عليه وصياً ولا خليفه تتعلق به كما فعل هارون لما حضرته النقلة واستخلف يوشع بن نون على ولده وكما

استخلف .... ہ فلدیناہ بذبح عظیم(۱)

تبصرہ

جب امام محمد جواد کی امامت کو باطل کرنے میں یہ دلیلیں پیش کی گئی ہیں تو ہمارے چار اماموں یعنی مولانا مہدی، مولانا حاکم، مولانا مستنصر اور مولانا آمر کی امامت کس طرح صحیح ہوسکتی ہے ان میں سے پہلے کی عمر دس سال دوسرے کی گیارہ، تیسرے کی سات اور چوتھے کی پانچ سال تھی سیدنا حمید الدین ایک رسالہ میں مولانا حاکم کے متعلق فرماتے ہیں کہ کمال انسانی کی حد چالیس سال ہے اس وقت بشر کی قوتیں انتہا کو پہنچتی ہیں اور منضبط ہو جاتی ہیں اس کے متعلق آیۂ کریمہ "فلما بلغ اشدہ و اربعین سنۃ" پیش کی ہے(۲) یہاں یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ گہوارے میں گفتگو کرتے تھے مفید نہ ہوگا کیونکہ ہم ایسی آیتوں کی تاویل کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ مہد سے مراد ظاہری مہد نہیں ہے(۳)

مولانا حاکم کے متعلق پیشین گوئیاں سیدنا حمید الدین نے مولانا حاکم کے متعلق انبیاء کی طرف سے وارد شدہ متعدد پیشین گوئیاں بیان کرکے فرمایا ہے کہ یہ سب صحیح ثابت ہوں گی ان میں سے چند ذیل میں نقل کی جاتی ہیں:۔

(۱) ائمۂ ھدا کے ایام ہیں جن میں مولانا حاکم وہ "یوم" ہیں جس کی خوش خبری انبیاء نے دی ہے۔ آپ ہی وہ "یوم الفتح" ہیں جس کے زمانے

---

(۱) اسرار النطقاء صفحہ (۲۲۵-۲۳۶) (۲) تیرہ رسائل (رسالہ مباسم البشارات بالامام الحاکم بامر اللہ) (۳) ویکلم الناس فی المھد ای یکلم المانوسین بہ فی حد التربیہ قبل البلوغ الی حدود المفاتحہ بکلام من بلغ ذلک (قصۃ عیسیٰ) - اساس التاویل لسیدنا القاضی نعمان بن محمد) -

کی عمر تقریباً ستائیس سال ہو چکی تھی۔ اس سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ دینی تعلیمات کی حالت مولانا حاکم کی کم سنی کے زمانے میں کیا ہوگی خصوصاً جب آپ کا کوئی حجاب یا کفیل نہ ہوگا۔

کیا نابالغ بچہ امامت کی صلاحیت رکھتا ہے؟

سیدنا ابو حاتم رازی متوفیٰ در اواخر قرنِ چہارم اپنے لغت "کتاب الزینة" میں جہاں آپ نے شیعوں کے مختلف فرقوں کی کیفیت بیان کی ہے کہتے ہیں کہ پھر امام علی رضا فرزند امام موسیٰ کاظم نے وفات پائی۔ ان کا صرف ایک ہی بیٹا محمد جواد تھا جس کی عمر سات سال کی تھی۔ ایسے بچے کی امامت جائز نہیں ہے۔ نہ اس کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں نہ اس کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے۔ نہ اس کی شہادت قبول ہے۔ نہ وہ اپنے مال پر امین سمجھا جا سکتا ہے اور نہ اس پر کوئی حد قائم کی جا سکتی ہے۔ اس بیان کا ماخذ سیدنا جعفر بن منصور الیمن کی بہت معتبر اور مستند کتاب "اسرار النطقاء" ہے جس کی عبارت یہ ہے:- فهذا اسبب ماجری من خبر المامون مع علی بن موسیٰ الرضیٰ وقتله ایاه واقامت فرقة بعده علی ولده محمد بن علی (المعروف بالجواد) وادعت فیه الامامة وکان علی لما صار الی المامون خلفه بالمدینة طفلا صغیرا فی حجر امه ومات وخلفه ابن خمس سنین و قد اجتمعت الشیعة ان الامام لایغیب عن الدار حتی یخلف ولداً کاملاً مستحق الامامة ومیراث النبوة وقد علمنا ان خمس سنین الی العشرة لایجری علیه الحکم ولاتجوز شهادته ولایرضی عقله وانه لاتجوز شهادة من لم تجب الصلوٰة خلفه ولاتوکل ذبیحته ولارأینا احداً من المتقدمین من الیهود والنصاری وغیرهم قدم مثل هذا ولارضی به وقد قلتم ان اباه لم یجعل علیه وصیاً ولاخلیفة نتعلق به کما فعل هارون لما حضرته النقلة واستخلف یوشع بن نون علی ولده وکما

وصایت، اور امامت میں سے ایک مرتبے پر مشتمل ہے۔ شہر رمضان کے ایام ائمہ کے تین اسبوعوں پر تقسیم کئے گئے ہیں اور لیلۃ القدر جس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ہر چیز سجدہ کرتی ہے۔ سولھویں امام پر مشتمل ہے۔ یہ دلیل بتاتی ہے کہ اسلام اور مسلمین کا امر مولانا حاکم کی طرف منتقل ہو گا۔ اور تمام امت کیا دوست کیا دشمن آپ کی اطاعت قبول کریں گے۔ ہمارے لئے ہمارے قول کی یہ سچی شہادت ہے۔

(۴) پھر سب سے بڑی دلیل ہمارے قول پر ارشاد الٰہی کے آثار کا ظہور ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اے پیغمبر اس دن کا انتظار کرو کہ آسمان سے ایک دھواں اٹھ کر سب لوگوں پر چھا جائے۔ یہ ہے عذاب دردناک"۔ یہ حضرت محمد صلعم کی طرف خطاب ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ آپ کے دور کے اساس اور ائمہ کی طرف سے آپ کے تابعین سے کہتا ہے کہ انتظار کرو اماموں میں سے جو اللہ تعالیٰ کے ایام ہیں اس امام کا جس کے افعال ایسے ہیں جو تاریک ہیں اور جو عقول کو پریشان کرتے ہیں۔ یہ افعال اہل دعوت کے لئے عذاب اور امتحان عظیم ہیں۔ فترت کے بعد آپ ہی کے زمانے میں اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا کرے گا۔ تاریکی دور ہو جائے گی اور حق پوری طرح بیت النبوۃ کی طرف لوٹے گا۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے کہ انتظار کرو یہی مراد ہے پس وہ کونسا امام ہے جس سے ایسے افعال صادر ہوئے جن کی وجہ سے عقلیں پریشان ہو گئیں۔ اور جن کے اغراض و مقاصد کا بحث میں کوئی پتہ نہیں چلتا۔ اس سے بڑھ کر وہ کونسا دھواں ہو گا جو مومنین پر چھایا ہو۔ یہ وہ دھواں ہے جس میں فاسق ہلاک ہو جاتا ہے اور صادق ثابت قدم رہتا ہے۔ جو کچھ آپ کے متعلق کہا گیا ہے وہ سچ ہے اس کی تائید سابقہ شواہد سے ہوتی ہے جو حق کی علامتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تمام مؤمنین کو طاعت و تسلیم پر باقی رکھے وہ بڑا مہربان ہے۔

(۵) کلام مجید میں جن ایام کا ذکر ہے ان سے مراد ائمہ ہیں مثلاً "یوم یکون الناس کالفراش المبثوث" وغیرہ۔ آخری یوم سے مراد قائم القیامہ ہیں جو محمدی دور کے آخر میں ظاہر ہوں گے عنقریب سولھویں امام، اٹھارویں

میں موجود ہونے کی امید اگلی امتوں نے کی تھیں۔ آپ ہی کے ذریعے خدا کے دشمن ذلیل ہوں گے۔ اور آپ ہی وہ معارف کشف کریں گے جن سے مبہم باتیں دور ہوں گی۔ اور کم زور عقیدے قوی ہوں گے۔ حضرت اشعیا نے توراۃ میں اس طرح فرمایا ہے: "آخری زمانے میں ایک زاہد ہوگا جو گدھے پر سوار ہوکر نکلے گا اور مفسدوں کو ہلاک کرے گا۔" سیدنا مذکور فرماتے ہیں کہ اس زاہد سے مولانا حاکم مراد ہیں۔ کیونکہ آپ اکثر گدھے کی سواری پسند کرتے تھے حضرت عیسیٰ اس وجہ سے مراد نہیں ہو سکتے کہ آپ نے مفسدوں کو ہلاک نہیں کیا جو اس زاہد کی شرط ہے۔ بخلاف اس کے مولانا حاکم نے صرف اپنے ہونٹوں کی حرکت سے مفسدوں کو ہلاک کیا ہے۔ اس لئے یہ خوش خبری مولانا حاکم ہی پر صادق آتی ہے۔ کیونکہ آپ جب فرماتے کہ فلاں آدمی کا سر اڑا دو یا اسے قتل کر دو تو فوراً وہ ہلاک کر دیا جاتا۔ یہ ایک عجیب چیز ہے۔

(۲) مولانا حاکم سولھویں امام ہیں اور یہ عدد چار کو چار میں ضرب دینے سے یا آٹھ کو دوچند کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ مناسبت شریفہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اسلام میں مولانا حاکم کو وہ تمامیت حاصل ہوگی۔ جو پچھلے زمانے میں کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔ نیز آپ ائمہ کے اسبوع ثالث کے جو مولانا عزیز سے شروع ہوتا ہے دوسرے امام ہیں۔ یہ واقعہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کے ذریعہ اعدا ہلاک ہوں گے جس طرح حضرت نوحؑ کے ذریعے ہوئیں کیونکہ حضرت نوحؑ ناطقوں میں دوسرے تھے۔

(۳) آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ لیلۃ القدر کو شہر رمضان کے تیسرے دہے میں ڈھونڈو۔ اس میں آسمان کے دروازے کھلتے ہیں۔ دنیا روشن ہوتی ہے۔ اور درخت پہاڑ وغیرہ سجدہ کرتے ہیں۔ تیسرے دہے میں آپ نے شہر رمضان کی تئیسویں رات کا اشارہ فرمایا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی ذریت کے تیسرے اسبوع میں وہ شخص پیدا ہوگا جس کی اطاعت سب اہل اسلام کریں گے۔ خواہ وہ اس کے دوست ہوں یا دشمن۔ بحث کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ماہ رمضان کے تین دہے ہیں ہر دہا تین مراتب یعنے نبوت

ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا کرے گا۔ جو اس نے اپنے نبی کے ساتھ کیا ہے یعنے امر پوری طرح خانوادہ نبوت کی طرف لوٹے گا تو ہم نے اس کے مقررہ وقت اور اس کی مدت پر غور کیا۔ ہم نے پایا کہ ہمارے قول کی تصدیق و تحقیق دانیال نبی کی خوش خبری سے ہوتی ہے جن کے زمانے میں تاریخ اسکندری رائج تھی نبی موصوف فرماتے ہیں کہ خوش خبری ان موحدوں کو جو ۱۳۳۵ء میں ہوں گے اس تاریخ کے حساب سے ہم اب ۱۳۲۷ء میں ہیں اس لئے اس خوش خبری کے وقوع کو اب نو سال کی مدت رہ گئی ہے۔ جس میں امر مستحکم ہوگا۔ اور امام علیہ السلام (یعنے مولانا الحاکم) باقی رہیں گے۔ آپ بوڑھے ہوں گے اور آپ کی ڈاڑھی سفید ہوگی۔ اے بھائیو! خوش ہو۔ پھر خوش ہو۔ دانیال نبی نے حق کہا ہے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور امتحان کی ذلت پر صبر کرو۔ خدا کی قسم دین و دنیا میں مومنین کی امیدیں پوری ہوں گی۔

(۸) پھر ہمارے قول کی تحقیق اور ہمارے بیان کی تائید اللہ تعالیٰ کی فطرت سے ہوتی ہے۔ اس نے کمالِ انسانی کی حد چالیس سال مقرر کی ہے۔ اس وقت بشر کی قوتیں انتہا کو پہنچتی ہیں اور مضبوط ہوتی ہیں۔ پھر اگر اس کی قسمت اچھی ہے تو اس کے مطالب کے اسباب پیدا ہوتے ہیں اور اس کی مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔ اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے "فلما بلغ اشدہٗ وبلغ اربعین سنۃ آتیناہ حکماً وعلماً"۔ ہم نے امیر المومنین کی پیدائش کے سال پر غور کیا جو ۳۷۵ء ہے۔ اس حساب سے وہ مدت جس میں اللہ تعالیٰ آپ کا امر بلند کرے گا اس مدت کے برابر ہے جو حضرت دانیال کی خوش خبری میں پائی جاتی ہے یعنے اب نو سال باقی ہیں جن کے بعد مولانا حاکم کا امر ترقی کرے گا۔ اس کی موافقت ہمارے قول کی صحت پر بڑی دلیل ہے۔

(۹) اجرام سماویہ کے مثلثات وغیرہ اس امر کے موجب ہیں کہ مخالفین کی دولت ختم ہو جائے گی۔ باطل بالکل نابود ہو جائے گا۔ اور اربابِ حق بلند ہوں گے۔ اس کے لئے اب نو سال کی مدت باقی ہے جس کی خوش خبری انبیاء نے دی ہے۔

امام اور اکیسویں امام کی شانِ عظیم ظاہر ہوگی۔ آسمان مثل ہے امام پر یعنے آسمان سے امام مراد ہیں اور ظاہری شریعت اور اس کے احکام اور ان کے پگھلے ہوئے تانبا[1] ہو جانے سے مقصد ان کے نظام اول کا فترت و ضعف کے باعث مستحیل ہو جانا ہے۔ پہاڑوں سے ارکانِ دعوت مراد ہیں ان کے رنگ برنگ کی اون[2] ہو جانے سے مقصد ارکان دعوت کے نظام کا جو مختلف جزیروں میں مقرر کئے جاتے ہیں مضطرب ہو جانا ہے۔ اس سے مراد ہمارا ہی زمانہ ہے جس میں ہم اپنے (دینی) آسمان کو اس حالت میں دیکھ رہے ہیں۔ ہماری دعوت کے ارکان کے نظام میں انحلال و فساد پیدا ہو گیا ہے۔ کیونکہ خود مومنین علم و تقویٰ کی قلت اور طمع و شہوت کی کثرت کے باعث اس کی تخریب کے درپے ہیں اور دیندار رہنماؤں سے جزیرے خالی ہو گئے ہیں۔ یہ تمام وعدے ہیں جن کی شہادتیں قائم اور جن کی نشانیاں ظاہر ہیں۔ خدا ہمارا خاتمہ بخیر کرے۔

(۶) مولانا حاکم نے موسیٰ بن داؤد کو ایک خط لکھا ہے جس میں آپنے تحریر فرمایا ہے کہ اے موسیٰ! اگر تو باقی رہے گا تو دیکھے گا کہ اہل باطل کی کیا حالت ہوگی۔ اور اہل حق کس طرح جوق جوق داخل حق ہوں گے۔ اسی طرح آپنے بختیار بن حسین الکوفی کو بھی ایک خط لکھا ہے کہ امیر المومنین کی یہ رائے ہے کہ ابھی اور خدمت گاروں کی طرح تیری جگہ وہی رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے سینہ اور آنکھیں دونوں ٹھنڈی ہوں۔ اہل علم جان لیں گے اور اہلِ یقین کو یقین ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ اپنے نبی کے ساتھ ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی کبھی نہیں کرتا۔ اس کے بعد سیدنا حمید الدین کہتے ہیں کہ مولانا حاکم کو علم نہ ہوتا تو کبھی آپ ایسا نہ فرماتے۔ آپکے اس قول اور حکم میں بڑی دلیل قوت الالٰہیہ یہ ہے جو ظاہر ہوگی۔ باطل چھوڑ دیا جائے گا۔ اور حق کی پیروی کی جائے گی۔

(۷) جب ہم نے اس امر پر دلائل پیش کئے ہیں کہ مولانا حاکم ہی وہ امام

(۱) یوم تکون السماء کالمهل (قرآن ۲۹) (۲) وتکون الجبال کالعهن (قرآن ۲۹)

(۱۱) ہمارے قول کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے :-

" الٓمٓ۔ غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون فی بضع سنین۔ للہ الامر من قبل ومن بعد[1]"

یہ آیت دو واقعات اور ایک خبر پر مشتمل ہے۔ پہلا واقعہ یہ ہے کہ روم والے مغلوب ہوں گے۔ دوسرا یہ کہ وہ چند سال کے بعد غالب ہوں گے۔ اور خبر یہ ہے کہ امر مغلوب ہونے سے قبل اور غالب ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ حضرت پیغمبرؐ کے اس قول سے کہ اے علیؑ! اگر مجھے خوف نہ ہوتا کہ میری امت تمھارے متعلق وہ کہہ دے جو نصاریٰ نے عیسیٰؑ کی شان میں کہہ دیا تو میں تمھاری شان میں ایسی بات کہتا جس کی وجہ سے لوگ تمھارے وضو کا بچا ہوا پانی اور تمھارے پاؤں کے نیچے کی مٹی لیتے اور اس سے شفا حاصل کرتے۔ اس سے یہ ظاہر ہے کہ حضرت پیغمبرؐ نے مولانا علیؑ کو حضرت عیسیٰ سے تشبیہ دی ہے۔ جب مولانا علیؑ حضرت عیسیٰؑ کے مثل ہیں تو آپ کے پیرو روم جیسے ہوں گے۔ اس بناء پر حضرت پیغمبرؐ نے وحی کے ذریعے یہ خبر دی ہے کہ مولانا علیؑ کے شیعہ ان کے اضداد کے غلبہ سے مغلوب ہوں گے پھر یہ کہا وہ ائمہ حق کی مدد سے اضداد پر غلبہ حاصل کرلیں گے۔ اس کام کو سات سال لگیں گے پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا امر جیسا کہ پیغمبرؐ کے زمانے میں تھا ویسا ہی اضداد کے مغلوب ہونے کے بعد ہوگا۔ جس میں ابلیس کی شرکت نہ ہوگی۔ یعنے دین کا امر پوری طرح ذریت طاہرہ کی طرف لوٹے گا۔ جب ہم نے مذکورہ آیت پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ اس میں یہ واقعات پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے کلام اللہ میں تمام واقعات بیان کر دیے ہیں۔ کوئی واقعہ ہم سے نہیں چھوٹا۔ مذکورہ آیت کی تفسیر یہ ہے کہ الٓمٓ کے تین حروف یعنے الف، لام اور میم ہیں جو دلالت کرتے ہیں اس امر پر کہ مولانا علیؑ کے حق کے چھیننے والے ظالم تین ہیں اور وہ "۲ ھ ۸ - ۵۵ + و ۲۶ و ۳۶ و ۵۶ ۱۱ ۳ ۲۳ ع" ہیں پھر الف، لام، میم کہنے سے چھ حروف پیدا ہوتے ہیں جو یہ ہیں :- "ل۔ ف۔ ا۔ م۔ ی۔ م"۔ ان سے مراد بنو امیہ ہیں جو تعداد میں پہلے تین سے زیادہ ہیں۔ پھر ان چھ

(۱۰) ان دلیلوں میں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ امر اسلام مولانا حاکم کی طرف منتقل ہوگا۔ ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو علم غیب پر آگاہ کیا تو آپ کو معلوم ہوا کہ "امر اللہ" آپ کی ذریت سے نکل جائے گا اور اسے خنازیر و عفاریت (یعنی سور اور جنات) یکے بعد دیگر لے لیں گے۔ تو آپ نے ایک مثال بیان کی تا کہ مومنین جو صاحب الزمان کے پیرو ہیں) اسے سمجھیں آپ نے فرمایا کہ قیامت کی علامت یہ ہے کہ آفتاب مغرب کی سمت سے طلوع ہوگا۔ دوسری روایت میں ہے کہ قیامت یک بیک آئے گی تم مغرب کی سمت سے سورج نکلنے کا انتظار کرو۔ یہ سن کر لوگ پہاڑوں پر چڑھتے اور صبح کے وقت مغرب سے سورج نکلنے کا انتظار کرتے۔ اس کی شرح میں آپ نے فرمایا کہ اسلام کا امر آپ کی ذریت سے زائل ہو جائے گا جیسے روشنی آفتاب کے غروب ہونے سے زائل ہو جاتی ہے اور ظلم تمام دنیا پر چھا جائے گا۔ جس طرح ظلمت یعنے اندھیرا تمام دنیا پر چھا جاتا ہے اسلام اس حالت کی طرف جیسا کہ پیغمبر کے زمانے میں تھا ہرگز نہیں لوٹے گا۔ لیکن چار سو سال کے بعد۔ جب آفتاب چمکتا ہے تو دنیا میں روشنی رہتی ہے اس کے غروب ہونے سے تاریکی پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی جب تک پیغمبر موجود تھے دین کا عالم منور تھا۔ آپ کے گزر جانے کے بعد گمراہی عام ہوگئی۔ وصی اور اماموں کے ہاتھ سے امر اسلام نکل گیا۔ اب پیغمبر کی غیبت کے چار سو سال بعد ہی دین اور شریعت کا عالم منور ہوگا اور امر اسلام آپ کی ذریت کی طرف عود کرے گا۔ یہ وہی واقعہ ہے جس پر لفظ "شمس" کے حروف جمل کے حساب سے دلالت کرتے ہیں۔ یعنے لفظ "شمس" کے چار سو عدد ہوتے ہیں ۱۱ھ میں پیغمبر نے وفات پائی اب اس وقت کو جس کی خوش خبری اس زمانے کے لوگوں کو دی گئی ہے نو سال کی مدت باقی ہے گویا ۴۱۱ھ میں عالم دین کا آفتاب چمکے گا اور دین اہل بیت کی طرف پورا راجع ہوگا۔ یہ انبیاء کے قول کی موافقت ہے۔ اور یہ ایسی متواتر دلیلیں ہیں جن کی شہادت سچی ہے۔ اور جن سے نفس کو خوشی اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

کہ ۳ ہمیشہ ۸ پر غالب آئے گا۔ اس حساب کو ہم نے رسالۂ شعرائیہ میں جو خواص عدد کے متعلق ہے بیان کیا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ امام علیہ السلام کی مشکلیں آسان کرے گا۔ اور ان کا ملک وسیع اور ان کا جھنڈا بلند کرے گا۔

یہ دلیلیں پیش کرنے کے بعد سیدنا حمید الدین فرماتے ہیں کہ جب ائمہ علیہم السلام کی امامت ثابت ہو جائے اور اس پر دلیلیں قائم ہو جائیں تو ہمیں ان کے افعال کی طرف نہ دیکھنا چاہیئے اگرچہ بظاہر ان میں کوئی حکمت نہ پائی جائے۔ ان کے افعال میں ضرور کچھ نہ کچھ حکمت ہوگی گو ہمیں معلوم نہ ہو۔ امامت ایک نفسانی ریاست اور قدسانی درجہ ہے۔ یہ درجہ اللہ تعالیٰ کی تائید سے حاصل ہوتا ہے۔ امامت کے لئے عصمت ثابت ہے[1]

مولانا حاکم روحانی اور جسمانی عوالم کا نتیجہ ہیں۔ تمام آپ کے عمال اور دعاۃ تھے

سیدنا احمد بن محمد نیشاپوری بھی مولانا حاکم کے ہم عصر ہیں۔ آپ نے امامت کے ثابت کرنے میں "کتاب اثبات الامامۃ" لکھی ہے جس میں آپ کا ارشاد ہے کہ مولانا حاکم وہ چھٹے امام ہیں جن کے باعث ساتویں کی کامیابی ہوگی۔ جیسا کہ نبی نے وہ شریعت وضع کی جس کی قائم کو ضرورت تھی اور جس کی وجہ سے قائم کامیاب ہوں گے ایک اور حساب سے آپ نویں امام ہیں۔ آپ سے دین کو کمال حاصل ہوگا۔ جس طرح نو مہینے میں جنین کامل ہو جاتا ہے۔ ایک اور حساب سے آپ دوسرے امام ہیں۔ آپ ہی چھٹے امام ہیں جن کی تلوار سے اللہ تعالیٰ تمام عالم فتح کرے گا۔ جیسا کہ اس نے نبی کے ذریعے کیا جو حضرت آدم سے چھٹے نبی ہیں[2]

مولانا حاکم کے بعد چند اور اماموں کا ذکر۔

مولانا حاکم کے عہد میں جو دروزی فرقے کے مشہور عجمی داعی نکلے ان میں حسن بن حیدرہ فرغانی بھی ہے۔ اس نے دعویٰ کیا کہ دور محمدی

(۱) تیرہ رسائل (رسالۃ مباسم البشارات بالامام الحاکم بامر اللہ)
(۲) اثبات الامامۃ لسیدنا احمد بن محمد النیسابوری (صفحہ ۱۳۲-۱۳۳)

حروف سے جو حروف پیدا ہوتے ہیں وہ دس ہیں جو یہ ہیں :" ۲م ا ل ف ی م ا ی م "۔ یہ حروف تعداد میں چھ سے زیادہ ہیں۔ ان سے مقصد بنو عباس ہیں۔ جو بنو امیہ سے زیادہ ہیں۔ اصلی اور پیدا ہونے والے حروف کی جملہ تعداد انیس ۱۹ ہے جو انیس جہنم کے دروازوں کے مطابق ہے۔ یہ ظلم اور غضب کرنے والے انیس ۱۹ ہیں جیسا کہ خدا فرماتا ہے :" لواحۃ للبشر علیھا تسعۃ عشر[1] "۔ ان تمام حروف کو جو ہر صورت میں پیدا ہوتے ہیں اگر اس طرح جمع کریں کہ ان میں سے مکرر حروف ساقط کر دیں تو اتنے حروف باقی رہ جائیں گے :" (۱) ا - ل - م (۲) ل - ف - ا - م - ی (۳) ا - م - ل - ف - ی۔ ان کی قیمت حساب جمل سے ۳۹۳ ہوتی ہے۔ یہ عدد اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ غضب اور ظلم کی مدت ۳۹۳ ہے۔ اس میں سات سال ملائے جائیں تو چار سو کی تکمیل ہوگی۔ یہ وہ عدد ہے جو لفظ "شمس" کی قیمت ہے جو حدیث شریف "بطلوع الشمس من مغربھا" میں وارد ہے۔ اس میں پھر سات ملائے جائیں جس کا ذکر آیۂ کریمہ میں (یعنی فی بضع سنین) آیا ہے تو جملہ چار سو سات سال ہوتے ہیں۔ یہ اس امر کی روشن دلیل ہے کہ ۴۰۷ھ سے ولی اللہ کے فتوحات کی ابتدا ہے جو اس مدت تک جاری رہیں گی جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ مشرق و مغرب میں پورا کرے گا۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(۱۲) ایک عجیب اور زبردست دلیل یہ ہے کہ ولی اللہ کا سب سے بڑا دشمن احمد ہے جو بغداد میں رہتا ہے ایک دوسرا دشمن خراسان میں رہتا ہے جس کا نام محمود "صاحب الفیل" ہے۔ خدا ان دونوں کو ہلاک کرے۔ امام (مولانا حاکم) کا نام المنصور ہے جس کے حروف کی قیمت حساب جمل سے چار سو سترہ ہے۔ اسی طرح احمد کے حروف کی قیمت ترپن اور محمود کے حروف کی قیمت اٹھانوے ہے۔ ان تینوں عددوں میں سے نو نو نکال دیئے جائیں تو ۴۱۷ میں سے ۳ اور ۵۳ میں سے ۸ اور ۹۸ میں سے بھی ۸ باقی رہ جائیں گے قدیم حساب سے جس پر غالب و مغلوب کی معرفت میں بھروسہ کیا جاتا تھا یہ تین

(۱) القرآن ۷۴/۲۹ -

یعنے تمام اسلامی ممالک میں جہاں غلط مذہب رائج ہے اسماعیلی مذہب پھیلے گا آپ بوڑھے ہوں گے۔ آپ کا سن چالیس سال سے زیادہ ہوگا۔ آپ کی ڈاڑھی سفید ہوگی اور آپ تمام اضداد یعنے بنوعباس اور بنوامیہ پر جنھوں نے اماموں کا حق غصب کیا ہے غلبہ پائیں گے۔ مومنین کی تمام امیدیں دین و دنیا میں پوری ہوں گی۔ سنہ ۴۰۰ھ سے فتوحات کی ابتدا ہوگی۔ جو اس مدت تک جاری رہیگی جس کا اللہ نے وعدہ کیا ہے۔ سنہ ۴۱۱ھ میں عالم دین کا آفتاب چمکے گا۔ اب اب صرف نو سال کی مدت باقی رہ گئی ہے جس کے ختم پر دین کو پوری قوت حاصل ہو جائے گی۔ اور وہ ذریت طاہرہ کی طرف لوٹے گا۔

لیکن ان میں سے ایک امر بھی وقوع میں نہ آیا۔ نہ آپ کی عمر چالیس سال کی ہوئی نہ آپ نے بنوعباس اور بنوامیہ کو مسخر کیا نہ آپ کے عہد میں دین کو وہ قوت حاصل ہوئی جو پیغمبرؐ کے زمانے میں تھی۔ برخلاف اس کے آپ کی عمر ابھی چھبیس سال بھی نہ ہونے پائی تھی کہ سنہ ۴۱۱ھ میں آپ کی غیبت واقع ہوئی اور آپ کے فرزند مولانا ظاہر کی حکومت شروع ہوگئی۔ دوسرے ممالک میں اسماعیلیت کا شائع ہونا تو کجا خود آپ کے پائے تخت یعنے مصر میں میں دروزیوں کا فرقہ نکلا جس کی وجہ سے اسماعیلیت کو بڑا صدمہ پہنچا فسطاط کی جامع عتیق میں معرکے ہوئے کشت و خون کا بازار گرم ہوا۔ دروزیوں اور عام اسماعیلیوں میں لڑائیاں چھڑ گئیں۔

مولانا حاکم نے سنہ ۳۹۵ھ میں جو "دار الحکمۃ" قائم کیا تھا۔ پھر آپ نے اسے بند بھی کرادیا۔[1] اس کی حالت چند سال کے بعد خراب ہوگئی جیسا کہ خود سیدنا حمید الدین کے قول سے واضح ہے جب کہ آپ پانچویں صدی کی ابتدا میں مصر پہنچے۔[2] اس کے بعد مولانا حاکم نے ختکین الضیف کو اہل دعوت کی ہدایت کے لئے مقرر کیا۔[3]

---

(۱) عیون الاخبار ۶/۲۲۵ (۲) رسالۃ مباسم البشارات بالامام الحاکم بامر اللہ (تیرہ رسائل) (۳) عیون الاخبار ۶/۲۹۱

ختم ہو چکا اور قیامت قائم ہو گئی۔ سیدنا حمید الدین نے اس کی تردید میں "رسالہ واعظہ" لکھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے رسالہ مباسم البشارات میں بیان کیا ہے کہ مولانا حاکم کے زمانے میں شریعت ترقی کرے گی۔ اور آپ کو فتوحات حاصل ہوں گی۔ اور آپ کے قائم مقام اماموں کے عہد میں دین اور زیادہ قوی ہوگا پھر آپ فرغانی کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:۔ اے فرغانی! کیا تجھے نبوی دور کے اٹھارھویں امام اور ان کے کارناموں کی خبر نہیں۔ کیا تو نہیں جانتا اکیسویں امام، پچیسویں امام، اٹھائیسویں امام، بتیسویں امام، اور تینتیسویں امام کیا کیا کام کریں گے کیا تجھے اسّیویں امام اور ان کے عجیب افعال کا علم نہیں جن کا کلمہ دوسرے تمام کلموں پر بلند ہوگا۔ ارے کیا تو سویں امام سے غافل ہے جو تمام دنیا کے مالک ہوں گے۔ اور خدا کے حکم سے جسے چاہے عزت دیں گے اور جسے چاہے ذلیل کریں گے۔ تو ہرگز نہیں جانتا۔ تو تو کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہے (۱)

تبصرہ

سیدنا حمید الدین نے مذکورہ بالا بیانات میں مولانا حاکم کی امامت کے ثبوت پر دلیلیں قائم کی ہیں جو انبیاء کی کتابوں، کلام مجید کی آیتوں، آنحضرت کی حدیثوں اور سماوی اجرام کے حکموں سے مستنبط کی گئی ہیں۔ بعض مقامات پر ایسی بشارتیں نقل کی ہیں جو بعینہٖ مولانا حاکم کے بارے میں انبیاء نے ہم کو پہنچائی ہیں۔ مثلاً وہ بشارتیں جو دانیال نبی نے دی ہیں کہ ۱۱۱ھ میں مفسدین ہلاک ہوں گے اور مومنین کامیاب ہوں گے۔ غرض کہ آپ نے فرمایا ہے کہ یہ تمام شہادتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ذریت طاہرہ کی طرف دین کا امر لوٹے گا اور اسے وہی قوت حاصل ہوگی جو پیغمبر صلعم کے زمانے میں تھی۔ مولانا حاکم ہی وہ امام ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا کرے گا

(۱) تیرہ رسائل (الرسالۃ الواعظہ فی الرد علی المارق من الدین الفرغانی ۱۳۔ الاجلاء)

وجہ ہے؟ اس کے علاوہ حروف مذکورہ کے مکررات نکال لینے کے بعد ان کی قیمت حساب جمل سے مقرر کرنا اور پھر اس میں سات کا عدد زیادہ کر کے لفظ "شمس" کی قیمت کے مساوی کرنا حالانکہ "بضع" کا لفظ تین اور نو کے درمیان جتنے اعداد ہیں سب پر دلالت کرتا ہے۔ یہ ایسے دلائل ہیں جن کے قبول کرنے میں معمولی سمجھ کا آدمی بھی پس وپیش کرے گا۔ کیا غالب ومغلوب کا وہ طریقہ جو بتایا گیا ہے ہر دو لڑنے والے فریقوں میں صحیح ثابت ہوگا؟ اس کے علاوہ مولانا حاکم کا نام حسین ہے نہ کہ المنصور جس کی قیمت نکالی گئی ہے۔ المنصور تو الحاکم کی طرح آپ کا لقب تھا۔ اگر اسے بھی نام قرار دیا جائے تو الحسین پر اس کی ترجیح کی کیا وجہ ہے؟ بہرحال مذکورہ دلیلوں میں کئی مقامات پر اعتراض وارد ہوتے ہیں جن کی تفصیل طوالت کے خوف سے چھوڑ دی گئی ہے۔ مخفی مباد کہ یہ باب الابواب کے ارشادات وافادات ہیں جو "فصل الخطاب" کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان پر غور کرنے کے بعد ہمارے تعلیم یافتہ روشن خیال بھائیوں پر جو اثر ہوگا اس کا اندازہ وہ خود کر سکیں گے۔ ایسی دلیلوں سے بجائے اس کے کہ کسی امام کی امامت ثابت ہو وہ اور مشکوک ومشتبہ ہو جاتی ہے۔ کیا ایسی غیر معقول دلیلوں سے کسی امام کی امامت ثابت ہو سکتی ہے؟

ایک اور عجیب بات یہ ہے کہ ہمارے داعی اپنے ایک ہی امام کا کسی کسی عدد سے مقابلہ کر کے اس کی اہمیت جتاتے ہیں کبھی اسے دوسرا کبھی تیسرا، وغیرہ قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ سیدنا حمید الدین نے مولانا حاکم کو دوسرا اور سولھواں قرار دیا ہے۔ اور سیدنا احمد نیشاپوری نے آپ کو چھٹا، نواں اور دوسرا قرار دیا ہے۔ اور ان اعداد سے آپ کی قوت اور اہمیت پر دلائل پیش کئے ہیں۔ استدلال کے اس طریقے میں کتنی معقولیت ہے یہ امر غور کے قابل ہے۔

مولانا حاکم کی شان قائم القیامہ کی شان کی سی ہے۔

سیدنا احمد نیشاپوری نے مولانا حاکم کی شان بہت بڑی بتائی ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ تمام عالم کا نتیجہ خواہ وہ روحانی ہو یا جسمانی مولانا حاکم ہیں۔ سب آپ کے عمال اور دعاۃ تھے۔ آپ ہی کے لئے مخلوقات پیدا کی گئی ہیں۔ اس کے بعد سیدنا کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ صفتیں قائم القیامہ کی ہیں۔ لیکن

یہ بحث دو صورتوں سے خیالی نہیں۔ یا تو ہم یہ کہیں گے کہ انبیاء کی کتابیں، کلام مجید کی آیتیں، پیغمبرؐ کی حدیثیں وغیرہ غلط ثابت ہوئیں یا یہ کہیں گے کہ سیدنا حمید الدین ان کے مطالب و مقاصد سمجھ نہ سکے۔ حالانکہ آپ مولانا حاکم کے باب الابواب تھے جو امام سے بالکل متصل سمجھے جاتے ہیں۔ آپ کے ضمن میں جو نفوس جمع ہوتے ہیں وہ امام کی ہیکل بنتے ہیں۔ آپ کو امام کی طرح عصمت حاصل ہے اسی وجہ سے باب الابواب کو امام اصغر کہتے ہیں۔

سیدنا حمید الدین نے اکیسویں امام اور ان کے بعد کے چند اماموں کے متعلق جو پیشین گوئیاں کی ہیں وہ بھی صحیح نہ نکلیں ان اماموں کے افعال کا ظاہر ہونا تو کجا وہ خود ستر کے پردے میں غائب ہو گئے۔ اور اب قیامت تک ان کے ظہور کی کوئی توقع نہیں۔ اب ہم ۱۳۶۵ھ میں ہیں اس حساب سے مولانا علی کی نسل سے اٹھترویں امام پیدا ہو کر گزر بھی گئے ہوں گے۔ لیکن ان کا کلمہ دوسرے تمام کلموں پر بلند نہ ہوا۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا حاکم کے زمانے میں فاطمی حکومت کے سیاسی اور مذہبی پہلو کمزور ہو چکے تھے۔ اگر ایسی پیشین گوئیاں نہ کی جاتیں تو مستجیبوں کے عقیدوں میں تزلزل پیدا ہو جاتا اور وہ اسماعیلی دعوت سے پھر جاتے۔ ہماری ہماری کتابوں کو چھپانے کی منجملہ اور وجوہ کے ایک وجہ یہ بھی ہے۔

یہ تو بحث کا تاریخی پہلو تھا جس سے مذکورہ بیانات غلط ثابت ہوئے۔ اب ہم اُن کی معقولیت پر غور کریں تو بڑی مایوسی ہوگی مثلاً سیدنا کا یہ فرمانا کہ "الم" سے مراد خلفائے ثلاثہ ہیں کس طرح درست ہوگا۔ کیا صرف اس لئے کہ اس میں تین حروف ہیں اور خلفاء کی تعداد بھی تین ہے۔ اگر یہی اصول قرار دیا جائے تو اس کے مولدات سے بنو امیہ کے خلفا کیسے مراد ہوں گے۔ کیونکہ اس کے مولدات چھ ہیں اور اموی خلفاء کی تعداد جودہ ہے ایسے ہی اس کے مولدات کے مولدات دس حروف ہیں۔ حالانکہ عباسی خلفاء چھتیس ہیں۔ قطع نظر اس کے الف سے مراد خلیفۂ اول۔ لام سے مراد خلیفۂ ثانی اور میم سے مراد خلیفہ ثالث کے ہونے کی کیا

مولانا حاکم کے عہد میں عہدہ داروں وغیرہ کا کثرت سے قتل کیا جانا۔

مولانا حاکم نے اپنے چوبیس سالہ عہد امامت میں کئی وزیروں، قاضیوں، رئیسوں اور خدمت گاروں وغیرہ کو قتل کیا[1]۔ بہت کم آپ کی تلوار سے بچے۔ ہماری کسی تاریخ میں اُس کے اسباب نہیں پائے جاتے۔ ذرا سی خلاف ورزی پر بھی قتل کی سزا دی جاتی تھی چنانچہ جرجیر جو ایک قسم کی ترکاری ہے اور جسے مصری بہت کھاتے ہیں اس کا استعمال ناجائز قرار دیا گیا تھا۔ اس حکم کی مخالفت پر بھی کچھ لوگ قتل کر دئے گئے۔ بہر حال آپ کے عہد میں قتل کا بازار گرم رہا۔ اسی وجہ سے اہل ظاہر کے مورخین نے آپ کو ظالم اور سفاک کہا ہے۔ اس کی تصدیق بھی خود سیدنا حمید الدین کے قول سے ہوتی ہے آپ فرماتے ہیں کہ مولانا حاکم نے اپنے دو ہونٹوں کی حرکت ہی سے کہ فلاں کا سر اڑا دو یا اسے قتل کر دو مفسدوں کو ہلاک کر دیا ہے[2]۔

سیدنا حمید الدین کا مصر تشریف لانا

اس مقام پر یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ سیدنا حمید الدین اس وقت مصر تشریف لائے جب کہ مولانا حاکم کی عمر تقریباً تیس ۳۰ سال سے زیادہ تھی جیسا کہ آپ خود فرماتے ہیں:۔ ولما وردت الحضرة النبوة .... اس سے پہلے آپ عراق میں تھے کیونکہ آپ کا عہدہ "داعی الجزیرتین[3]"، کا تھا یعنی آپ عراق عرب اور عراق عجم کے صدر داعی تھے۔ اس سے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ مولانا حاکم کی کم سنی میں دعوت اور حکومت کی کیا حالت ہوگی۔ گویا اس زمانے میں امام کا وجود اور عدم دونوں برابر تھے۔ کم سن اماموں کے عہد میں وزیروں اور امیروں نے

(۱) تاریخ فاطمیین مصر (فصل ۱۶ صفحہ ۲۰۷) (۲) اذ هو الزاهد الراكب الذي قتل افنى المفسدين ويفنيهم ابداً بحركة شفتيه بقوله خذوا رأس فلان او اقتلوا لا بعصيانهم وافسادهم ولم تصحم (البشارة) الا فيه ان ذلك لشئ عجاب (تیرہ رسائل) رسالۂ مباسم البشارات فصل ۳) (۳) تیرہ رسائل (ابتدائے مباسم البشارات)

مولانا حاکم بھی اپنے زمانے کے قائم ہیں آپ ہی وہ چھٹے امام ہیں جن کے باعث ساتویں کا امر کمال کو پہنچے گا۔ ہمارے داعیوں کا عام دستور یہ ہے کہ وہ اپنے عہد کے اماموں کے قائم القیامہ ہونے کی امید رکھتے ہیں۔ حالانکہ انھیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ قیامت کا روز مقرر ہے اور سیدنا حمید الدین کے قول کے مطابق قائم القیامہ ساتویں امام ہونگے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے جب وہ کسی امام کے زمانے میں حکومت یا مذہب میں کمزوری پاتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ کمزوری کے بعد امام کو قوت حاصل ہوگی جیسا کہ مولانا حاکم کے بارے میں کہا گیا ہے جس کا حوالہ ابھی گزر چکا ہے۔ ایک دوسری نظیر مولانا مستنصر کی ہے۔ آپ کے زمانے میں بھی بڑی بدنظمیاں پھیلیں اور خود مصر کی حالت بہت خراب ہو گئی اس لئے سیدنا بدر الجمالی کو مجالس مستنصریہ میں یہ کہنا پڑا کہ مولانا مستنصر قائم القیامہ ہیں۔ آپ ہی کے ذریعے فترت دور ہوگی۔ تاکہ مومنوں کے عقیدوں میں تزلزل نہ پیدا ہو۔ اور وہ ظہور کی امید پر ثابت قدم رہیں۔ سب سے پہلے یہ امید دلائی گئی تھی کہ مولانا مہدی ظاہر ہوں گے اور روئے زمین کو عدل و انصاف سے منور کریں گے لیکن جتنی امیدیں نبوی حدیثوں کے ذریعے دلائی گئی تھیں جن کی تفصیل گزر چکی ہے۔ جب وہ پوری نہ ہوئیں تو کہنا پڑا کہ آپ کی ذریت میں جو امام ہوں گے ان کے عہد میں آہستہ آہستہ کامیابی نصیب ہوگی اور حقیقت میں مولانا قائم القیامہ کے زمانے میں پوری کامیابی حاصل ہوگی۔[1] یہ یاد رکھنا چاہئے کہ "مہدی" کے نظریہ کا سبب اعظم وہ مصیبتیں اور آفتیں ہیں جو بنو فاطمہ پر اسلامی عہد کی ابتدا میں نازل ہوئیں۔ ہمارے امام اور داعی اپنے تابعین کی تسلی کے لئے انھیں امیدیں دلایا کرتے تھے۔ کہتے تھے کہ عنقریب ایک نجات دلانے والا آئے گا جو عدل اور انصاف سے حکومت کرے گا۔ نصرانیوں کی اصطلاح میں اسے "معزّی" کہتے ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ ہم لوگوں کے عقیدے کا ماخذ یہی ہو[2]

(۱) (أ) مقدمہ صلا عنوان "ایک ضروری اہم توضیح"۔
(ب) فصل (۸) تبصرہ۔ (۲) فصل (۸) تبصرہ۔ انگریزی میں نوٹ۔

بہر حال ہماری دعوت کی تمام کتابوں میں جہاں کہیں امام کی شان بتائی گئی ہے یہ لکھا ہے کہ امام "ماکان وما سیکون" کے علم پر حاوی ہوتا ہے اس کا نفس فلک سے آیا ہے۔ اس میں اور ہمارے درمیان وہ فرق ہے جو حیوان ناطق یعنے انسان اور حیوان صامت یعنے جانور میں ہے (۱) اگر ہم کو اہل ظاہر کے کسی خلیفہ کا خواہ وہ اموی ہو یا عباسی ایسا کارنامہ مل جائے جو ایسے قتل کے واقعات سے بھرا ہوا ہو تو ہم اس پر کیسی کچھ تنقید نہ کریں گے۔ ہم فوراً یہ کہنے کے لئے تیار ہو جائیں گے کہ دیکھو حق اور باطل میں یہی فرق ہے خلیفہ میں اتنی لیاقت نہیں کہ وہ اچھے عہدہ داروں کا انتخاب کر سکے جس کا اس نے انتخاب کیا وہ ایسا مجرم ثابت ہوا کہ اُسے قتل کی سزا بھگتنی پڑی۔ ایسا خلیفہ بھلا ملک کا کیا انتظام کر سکے گا (۲)

مولانا حاکم کے عہد میں فرقۂ دروزیہ کی ابتداء

مولانا حاکم کی غیبت سے تقریباً دو سال پہلے یعنے ۴۰۹ھ میں موضع فرغانہ (دیلم) سے ایک اسماعیلی عجمی داعی مصر آیا جس کا نام حسن بن حیدرہ (اخرم یا اجدع) تھا۔ اس کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مولانا حاکم میں حلول کیا ہے۔ یہ اس عقیدے کی تبلیغ کرتا، اور انبیاء کی نبوتیں باطل کرتا تھا۔ اس کے اصحاب کی تعداد روز بروز بڑھتی گئی۔ ایک سال بعد ۴۱۰ھ میں ایک دوسرا داعی حمزہ لباد زوزنی مصر پہنچا۔ اس نے بھی حلول و تناسخ کے عقیدے کے مطابق اپنے تابعین کو یہ ہدایت کی کہ وہ بجائے خدا کے حاکم کی عبادت کریں۔ پھر ایک تیسرے داعی انوشتکین کا ظہور ہوا جو درازی کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا لقب سند الہادی اور حیوٰۃ المستجیبین ہے۔ ۲ صفر ۴۱۱ھ تک اس کا بڑا زور رہا۔

---

(۱) رسائل اخوان الصفا ج۴ ص ۱۱۵-۱۸۰ (۲) نااہل عہدہ داروں کے تقرر کا الزام حقیقت میں تقرر کرنے والے پر عائد ہوتا ہے جیسا کہ جرانسانوں اور جانوروں کے مباحثے میں کہتا ہے:-

غاب عنك ايها الانسي انك اذا عبت المصنوع نقد عبت الصانع (رسالة الحيوانات من رسائل اخوان الصفاء)

بیجا فائدہ اٹھایا جس کی تاریخ گواہ ہے۔[1] اگر ہم کو بعض اماموں کے حاجبوں یا کفیلوں کا حوالہ بھی مل جائے جو کم سنی میں تخت امامت پر جلوہ افروز ہوئے تو ہم دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ امامت کا رتبہ غصب کر لیتے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اس طریقۂ عمل میں ہماری اسماعیلی دعوت کو بڑی ناکامی ہوئی۔[2]

کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ ان عہدہ داروں وغیرہ نے احکام کی خلاف ورزی کی ہوگی۔ اس لئے یہ قتل کے سزاوار ہوئے۔ لیکن غور کے قابل یہ امر ہے کہ ہمارے پاس امام معصوم ہوتا ہے۔ اللہ تعٰ اسے خطا سے بچاتا ہے۔ اور اسے اپنے علم غیب سے مطلع کرتا ہے۔ سیدنا حمیدالدین کے ارشاد کا ابھی ہم حوالہ دے چکے ہیں کہ ائمہ کے افعال ضرور حکمت پر مبنی ہوتے ہیں۔ اگرچہ کہ ظاہر میں وہ حکمت ہم کو نظر نہیں آتی۔ ایک دوسرے مقام پر آپ نے کہا ہے کہ مولانا حاکم نے موسیٰ بن داؤد اور مختار بن حسین کوفی کے مغلوب ہونے کی خبر اس وجہ سے دی کہ آپ کو ان کے مستقبل کے واقعات کا علم تھا ورنہ آپ کبھی ایسی خبر نہ دیتے۔[3]

---

(۱) تاریخ فاطمیین مصر (مولانا حاکم سے مولانا آمر۔ آخری پانچ اماموں کا عہد (۲) مولانا محمد ابن اسمٰعیل اور مولانا مہدی کی مثالیں جو اس تالیف میں گزر چکی ہیں اور ان کے کفیلوں کے مفصل حالات معلوم ہو چکے ہیں (۳) (ا) واما فتياك (يا موسى بن داؤد) وما ذكرت انك تورثته لهما...... وانت ان بقيت فسوف ترى مع من يرى كيف ينزل النازلون من الباطل...... وقوله في سجل الى مختار بن الحسين الكوفي...... ويتيقن الموقنون ان وعد الله لنبيهم في ذريته كان حقا...... فلو لم يعرف ان ذلك كائن لما قال في قوله ذلك ويتم الحكم على ما اوحى اليه دلالة على القوة الالاهية التي تظهر منه فيترك الباطل ويتبع الحق (تيره رسائل۔ رسالہ مباسم البشارات فصل ۸) (ب) وللحاكم معجزة بل معجزات واخبار بالكائنات قبل كونها واظهار للعلوم المكنونة۔ والاعجاز بعلمه اخباره عن الغيب (المصابيح مقالہ ۲ مصباح ۷) (ج) الائمة يعلمون اسماء الملوك والدعاة الى يوم القيامة (دعائم الاسلام۔ كتاب الوضاء)

قتل کیا نہ اس پر ایسے احکام نافذ کئے جو اس کے سے زنادقہ پر کئے گئے۔ تا کہ اُس پر حجت قائم ہو اور گمراہی کی آخری حد تک پہنچ جائے یہ گمراہ ہمیشہ اولیاء اللہ کی دعوت میں فساد برپا کرتا اور لوگوں کے عقیدے بگاڑتا رہا۔ یہاں تک کہ مولانا حاکم کا زمانہ ختم ہوا اور مولانا ظاہر آپ کے جانشین ہوئے۔ مولانا ظاہر بھی اس کو اور اس کے اتباع کو ٹوکتے رہے لیکن وہ باز نہ آئے۔ اور زیادہ سرکشی کرنے لگے۔ جب وہ ایک بڑے گروہ کے بہکانے میں کامیاب ہوا تو مولانا ظاہر نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ اس کے بعد مولانا ظاہر نے قاسم بن عبدالعزیز بن محمد بن نعمان کو قاضی بنا کر مجالس الحکمۃ کا سلسلہ جاری کیا تاکہ تاویلی علوم نشر کئے جائیں (۱)۔

اس بیان سے ظاہر ہے کہ فرغانی کو مولانا حاکم نے اپنے عہد میں مطلق العنان رکھا۔ دروزی تحریک کو روکنے کی آپ نے کوئی تدبیر نہ کی اسی وجہ سے ظاہر مورخین کہتے ہیں کہ خود آپ ہی اس تحریک کے بانی تھے۔ البتہ سیدنا حمید الدین نے داعی مذکور کے عقیدوں کی تردید میں ایک رسالہ لکھا جو تیرہ رسائل میں شریک کیا گیا ہے۔ اس رسالے کی تاریخ ۴۰۸ھ بتائی گئی ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ اے فرغانی تیرا رقعہ پہنچا جس میں ایسے مسائل تھے جن سے کفر اور ارتداد ظاہر ہوتا ہے میں نے نرمی سے جواب دیا اور تجھے نصیحت کی اس رسالے میں آپ نے یہ بحث کی ہے کہ ائمہ خدا نہیں ہو سکتے بلکہ وہ خدا اور بندوں کے درمیان سفیر ہیں (۲) سیدنا کا فرغانی کو نصیحت کرنا اور نرمی سے جواب دینا ظاہر کرتا ہے کہ اس کو بہت قوت حاصل ہو گئی ہو گی اور دروزیوں کی تعداد بہت بڑھ گئی ہو گی۔ اور بہت ممکن ہے کہ مولانا حاکم کے یوں ہی آزاد چھوڑ دینے سے وہ اور دلیر ہو گیا ہو گا۔ ورنہ ایسے مجرم پر جو اسلام کے اصول کے بالکل خلاف تھا قتل کی سزا بھی بالکل کم تھی۔ اس کی تصدیق دروزیہ رسائل کی کثرت سے

(۱) عیون الاخبار ۶/۳۲۱ سولانا ظاہر کے سجل (لینے فرمان) میں یہ ذکر ہے۔

(۲) تیرہ رسائل - الرسالۃ الواعظۃ فی الرد علی المارق من الدین الفرغانی الاجدع -

ایک روز حمزہ دروزی کے اصحاب اپنے مذہب کا اعلان کرتے ہوئے جامع عتیق میں سوار ہو کر داخل ہوئے اور قاضی کو ایک رقعہ دیا جس کی ابتداء یہ تھی :- بسم اللہ الحاکم الرحمن الرحیم اس رقعہ میں اسے یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ حاکم کی اُلوہیت کا اقرار کرے۔ قاضی نے صرف اتنا کہا کہ میں حضرت مولانا سے مل کر اس کا جواب دوں گا۔ حاضرین مسجد اور رقعہ لانے والوں کے درمیان ایک ہنگامہ برپا ہوا۔ اور کئی آدمی مارے گئے۔

اہل ظاہر کے مورخ لکھتے ہیں کہ مولانا حاکم نے دروزیوں کی طرفداری کی اور ان کے داعیوں کو پناہ دی۔ چنانچہ جب آپ کو جامع عتیق کے واقعہ کی خبر پہنچی تو آپ نے پولیس کے ناظموں کو معزول کر دیا اور دروزی پر ظلم کرنے والوں کو گرفتار کر کے ان میں سے کئی آدمیوں کو متعدد اوقات پر قتل کرا دیا۔ رعیت اور ترکی سپاہی ناراض ہو کر درازی کے قتل کے درپے ہوئے۔ درازی مولانا حاکم کے گھر میں پناہ گزیں ہوا۔ جب لوگوں نے اس کا مطالبہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ قتل کر دیا گیا ہے۔ بہرحال آپ نے اُسے چھپا دیا۔ اور لوگوں کے سپرد نہیں کیا یہ داعی مصر سے بھاگ کر جبل لبنان (شام) پہنچا۔ اور وہاں اس نے اپنی تحریک جاری رکھی۔ اس کا فرقہ دروزیہ کہلاتا ہے۔ اور اس کے افراد اب تک شام کے بعض شہروں میں پائے جاتے ہیں۔ ان کی مفصل تاریخ راقم الحروف کی تالیف "تاریخ فاطمیین مصر" میں ملے گی۔

تبصرہ

مولانا حاکم کا اپنی غیبت تک دروزیوں کے داعی حسن فرغانی کو بغیر تدارک کے چھوڑ دینا ایک ایسا واقعہ ہے جو اہل ظاہر کے مورخوں کے مذکورۂ صدر بیان کی تائید کے لئے کافی ہے اس کی تصدیق خود ہماری دعوت کی تاریخ "عیون الاخبار" سے ہوتی ہے جس کے مصنف سیدنا ادریس فرماتے ہیں کہ حسن (الاجدع الفرغانی) مولانا حاکم کے عہد میں یوں ہی چھوڑ دیا گیا۔ آپ نے نہ اسے

۲۷ شوال ۱۱۸۲ھ دوشنبہ کی رات کو امام کی غیبت ہوئی۔ آپ اپنی عادت کے مطابق جنگل کی طرف روانہ ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو رفع کرلیا۔ یعنے اٹھالیا۔ ہمارے "صحیفۃ الصلوٰۃ" میں لکھا ہے کہ آپ آسمان کی طرف چڑھ گئے کسی کو اس واقعے کا علم نہ ہوا کہ وہ کس طرح ہوا۔ اُس وقت آپ کی عمر چھتیس سال چھ مہینے تھی۔ حمد وثنا اس پروردگار کو زیبا ہے جس نے موت کو تمام مخلوقات پر مقدر کیا۔ آپ کی غیبت کے بعد آپ کے فرزند مولانا ظاہر امام ہوئے جو ولی عہد مقرر کئے گئے تھے غیبت ہی کے دن لوگوں سے مولانا ظاہر کی بیعت لی گئی۔ جو بیعت خاص تھی۔ شوال سے لے کر صفر تک یعنے تقریباً چار مہینے تک مولانا ظاہر نے اپنے والد کی غیبت کو چھپایا۔ پھر یہ اعلان کیا کہ میرے والد غائب ہوگئے اور اللہ تعالیٰ نے انھیں اٹھالیا ہے اس وقت مولانا ظاہر کی عمر تقریباً اٹھارہ سال تھی۔

تبصرہ

مولانا حاکم کی غیبت کے متعلق سیدنا ادریس نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موت کو تمام مخلوقات پر مقدر کیا ہے اس سے مولانا حاکم کے قتل کی خبر صحیح ہوجاتی ہے۔ پھر آپ کے اس قول کے کیا معنی کہ اللہ تعالیٰ نے مولانا حاکم کو رفع کرلیا اور اس کی کیا تاویل ہے۔ ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارا مذہب معقول ہے کوئی واقعہ خواہ وہ انبیاء سے کیوں نہ تعلق رکھتا ہو خلاف فطرت نہیں ہوسکتا۔ اسی اصول پر انبیاء کے قصوں کی تاویل کی گئی ہے۔ آنحضرت صلعم کی معراج حضرت عیسیٰ کا آسمان کی طرف اٹھالیا جانا۔ آپ کا گہوارے میں گفتگو کرنا مردہ کو زندہ کرنا بن باپ کے آپ کا پیدا ہونا۔ ان سب مسائل کی تاویل کی گئی ہے مولانا حاکم نے کسی نہ کسی وقت آپ کی غیبت کے بعد ضرور وفات پائی ہوگی۔ یہ وفات کب ہوئی اور کس طرح ہوئی ان میں سے کسی واقعہ کا علم نہیں نہیں۔ ہم اہل ظاہر کو عقلی طور پر کس طرح سمجھا سکتے ہیں۔ خاص کر جب ہمارا یہ دعویٰ ہو کہ

ہوتی ہے جو مولانا حاکم کے عہد میں مسجدوں میں لٹکائے گئے تھے۔ اب یہ رسالے عام کتب خانوں میں پہنچ گئے ہیں۔ اگر مولانا حاکم اس گمراہ کن تحریک کو اسی وقت نیست و نابود کر دیتے تو آج دروزیوں کا وجود ہی نہ ہوتا۔ اور ہم اہل ظاہر کے اس الزام سے نجات پاتے کہ ہمارے امام ہی اصل میں اس تحریک کے بانی تھے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ آپ کا جذبۂ انتظام اتنا سخت تھا کہ احکام کی ذرا سی خلاف ورزی پر قتل کی سزا دی جاتی تھی۔ دروغ گوئی کی پاداش میں زبان کاٹی جاتی تھی۔ جعلی دستاویز کے جرم میں ہاتھ اڑا دیا جاتا تھا۔ پھر کیا وجہ تھی کہ آپ نے حسن فرغانی کو جو ایسے بڑے جرم کا مرتکب تھا یوں ہی چھوڑ دیا اور کوئی سزا نہ دی۔

دروزیوں کے عقیدے دروزیوں کے مذہبی اور سیاسی نظام اور ان کی مقدس کتابوں کے متعلق لکھا جا چکا ہے۔ ان کے عقیدے حلول اور تناسخ پر مبنی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ کروڑوں سال کے بعد امام حاکم خدا کی شکل میں ظاہر ہوئے ہیں۔ یہ لوگ اعمال کے قائل نہیں۔ قدیم اور اصلی اسماعیلی صرف ظاہری شریعت کی تعطیل کے قائل تھے دروزیوں نے ایک اور قدم آگے بڑھایا اور باطنی شریعت کی قید بھی اٹھا دی چنانچہ آیۂ کریمہ: "ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء و المنکر" کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ مولانا حاکم کی ولایت ظاہر اور باطن دونوں سے روکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دروزیوں کا مذہب ہمارے ہی اسماعیلی مذہب کا آخری نتیجہ ہے جو حلول اور تناسخ پر مبنی ہے۔ بڑھتے بڑھتے دروزی یہاں تک بڑھے کہ مولانا حاکم ہی کو خدا سمجھنے لگے۔ کیونکہ ہمارے مذہب کی اصولی تعلیم یہی ہے کہ امام ہی خدائے تعالیٰ کی صفتوں سے جو کلام مجید میں آئی ہیں حقیقی طور پر موصوف ہے جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں۔

مولانا حاکم کی غیبت مولانا حاکم کی غیبت کا مسئلہ نہایت عجیب و غریب ہے۔ ہماری دعوت کی تاریخوں میں اس کی کوئی تفصیلی کیفیت نہیں ملتی۔ سیدنا ادریس نے صرف اتنا لکھا ہے کہ

ہم سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ حضرات کا ایک امام غائب ہوجاتا ہے یا وفات پاجاتا ہے اور دوسرا اس کی جگہ لے لیتا ہے لیکن ہمیں اس کی کوئی اطلاع نہیں ہوتی کہ فلاں امام ہوا ہم امام کی تحقیق کس طرح کرسکتے ہیں۔ حالانکہ آپ حضرات کے اصول کے موافق امام کی تحقیق فرائض مذہبی میں سب سے بڑا فریضہ ہے جس پر تمام اعمالِ صالحہ کا قبول ہونا موقوف ہے۔ شرح الاخبار میں کئی حدیثیں ملتی ہیں جن میں اس پر بڑا زور دیا گیا ہے۔ مولانا طیب کی غیبت کے بعد یہ اعتراض تو اتنا قوی ہوجاتا ہے کہ اس کا جواب دینا محال ہے اس سے "الاستغناء عن الائمۃ" لازم آتا ہے جس کا اعتقاد سیدنا حمید الدین کے قول کے مطابق موجب "کفر" ہے۔ جیسا کہ ہم امامت کی بحث میں آئندہ بتائیں گے(۱) یہی حال ہمارے اثنا عشری بھائیوں کا ہے۔

ہماری تاریخی کتابوں میں سے اہم واقعات کا حذف کردیا جانا

سیدنا ادریس نے صرف مولانا طاہر کی ولی عہدی کی خبر لکھی ہے لیکن اہل ظاہر کی تاریخوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مولانا حاکم نے اپنی غیبت سے سات سال پہلے یعنی ۴۰۴ھ میں عبدالرحیم بن الیاس بن احمد بن مہدی کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا جس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور سکے بھی ڈھالے گئے۔ کچھ دنوں تک یہ سلطنت کے امور بھی انجام دیتا رہا۔ لیکن اُسے امامت نہ ملی۔ اس کو دمشق کی ولایت دی گئی مولانا حاکم کی غیبت کے وقت یہ وہیں تھا۔ آپ کی بہن ست الملک نے جو ریاستی معاملات میں مولانا ظاہر کی شریک رہا کرتی تھیں اُسے طلب کیا تاکہ وہ مصر آکر مولانا ظاہر کی بیعت کرے۔ یہ حکم پہنچتے ہی اس نے دمشق میں خودمختاری کا اعلان کردیا۔ اہل دمشق اس کے ساتھ ہوگئے لیکن تھوڑے ہی زمانے میں اس نے ظلم و تشدد کرنا شروع کردیا۔ اور شامیوں پر بیجا محاصل لگائے جس کی وجہ سے

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (فصل ۱۲۔ تبصرہ عنوان۔ امام سے استغنا نہیں ہوسکتا۔ استغناء کا اعتقاد کفر ہے۔)

ہمارا مذہب معقولات پر مبنی ہے۔ ہمارے بھائی اس سے اندازہ کرسکتے ہیں کہ ہماری تاریخی کتابیں کیسی ناقص ہیں تفصیل کی عدم موجودگی میں یہ ماننا پڑے گا کہ مولانا حاکم اپنی عادت کے موافق ایک دو سپاہیوں کے ساتھ باہر تشریف لے گئے ہونگے آپ کو دشمنوں نے موقع پاکر قتل کر دیا ہو گا۔ اس کی تائید خود سیدنا حمید الدین کے اس قول سے ہوتی ہے کہ مولانا حاکم کے قتل پر لشکر اور امراء سے متعدد دفعہ بیعت لی گئی۔ جیسا کہ آئندہ معلوم ہو گا (۱)

مولانا ظاہر کی دو بیعتیں

مولانا ظاہر کی دو بیعتیں یعنی بیعت خاص اور بیعت عام سے یہ ظاہر ہے کہ عام اسماعیلیوں کو مولانا حاکم کے غائب ہو جانے اور مولانا ظاہر کے امام بننے کا علم نہ ہوا۔ صرف خاص اور وہ بھی چند دعوت کے حدود (ارکان) کو اس کی اطلاع دی گئی ہوگی۔ اور ان سے بیعت لی گئی ہوگی، جو بیعت خاص کہلاتی ہے۔ بیعت خاص اور بیعت عام میں چار مہینے کا عرصہ گزرا۔ اس میں جو ہمارے اسماعیلی بھائیوں کا انتقال ہوا ہو گا ان کی نجات کس طرح ہوئی ہوگی کیونکہ انھیں اس واقعے کا علم نہ ہوا ہو گا کہ مولانا ظاہر ان کے زمانے کے امام مقرر ہو چکے ہیں۔ حالانکہ حدیث مشہور ہے کہ "من مات ولم یعرف امام زمانہ فمات میتۃ جاھلیۃ" یعنے جو شخص مر جائے اور اُسے اپنے زمانے کے زندہ امام کی معرفت نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے (۲) اگر بیعت خاص میں تمام اسماعیلی شریک کئے گئے ہوں گے تو اس کے یہ معنی ہونگے کہ مصر میں اسماعیلی افراد بہت تھوڑے تھے کیونکہ بقول حافظ شیرازی :-

ع - نہاں کَے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا۔

یعنے وہ راز کس طرح چھپا رہ سکتا ہے جس میں ایک بڑا گروہ شامل ہو۔ اہل ظاہر

---

(۱) ملاحظہ ہو عنوان "ہماری کتابوں سے مولانا حاکم کے قتل کی تائید" جو اس کے کچھ بعد ہے۔
(۲) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (فصل ۱۲۔ تبصرہ۔ عنوان "زندہ امام کی معرفت کا وجوب")۔

واقعہ نہیں بلکہ کئی واقعات سیدنا نے حذف کر دیئے ہیں جیسا کہ مولانا ظاہر کی تاریخ سے آئندہ معلوم ہوگا۔

مولانا حاکم کی غیبت کا اثر

سیدنا ادریس نے یہ بھی نہیں بتایا کہ مولانا حاکم کی غیبت کا لوگوں پر کیا اثر پڑا اہل ظاہر لکھتے ہیں کہ مولانا حاکم کی غیبت کے بعد پانچ روز تک لشکر کے سرداروں نے حاکم کا انتظار کیا۔ پھر وہ سب آپ کی بڑی بہن ست الملک کے پاس گئے اور ان سے دریافت کیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ مجھ کو ایک رقعہ وصول ہوا ہے۔ ہمارے مولیٰ (یعنی مولانا حاکم) پرسوں واپس ہوں گے پھر انھوں نے سیف الدولہ حسن بن دواس کے ذریعے لشکر کے سرداروں میں روپیہ تقسیم کیا اور آپ کے بیٹے مولانا ظاہر کو جو ابھی بالغ بھی نہ ہوئے تھے بہت اچھا لباس پہنا کر وزیر ابو الحسن عمار بن محمد کے ساتھ عوام میں بھیجا اور سرداروں سے ان کے نام کی بیعت لی۔[1]

ہماری کتابوں سے مولانا حاکم کے قتل کی تائید۔

سیدنا حمید الدین اپنی تصنیف "کتاب المصابیح فی اثبات الائمۃ" میں فرماتے ہیں کہ مولانا حاکم کے قتل پر کئی دفعہ لشکر اور امراء سے بیعت لی گئی۔ اسی وجہ سے اہل ظاہر کہتے ہیں کہ آپ کو دشمنوں نے قتل کیا۔ یہ واقعہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔[2] اگر کوئی محقق کثرت سے آپ کے عہدہ داروں اور خدمت گاروں کے قتل کرنے پر غور کرے اور آپ کے ایسے افعال کو پیش نظر رکھے جو سیدنا حمید الدین کے قول کے مطابق تاریک ہیں اور عقول کو پریشان کرتے ہیں اور ان میں بظاہر کوئی حکمت نظر نہیں آتی تو آپ کے قتل کئے جانے پر وہ کبھی تعجب نہ کرے گا اور نہ اسے اس واقعے میں

(۱) ابن الاثیر ۹/۱۳۲
(۲) تاریخ فاطمیین مصر فصل ۱۶۔

وہ اس سے بددل ہو گئے۔ ست الملک نے اسے گرفتار کرا کے مصر بلوایا یہاں وہ چند سال قید رہا اور اسی حالت میں مر گیا۔[1] یہ واقعہ سیدنا ادریس نے بالکل حذف کر دیا ہے۔ اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس میں اسماعیلی مذہب کے اصول کی مخالفت پائی جاتی ہے۔ از روئے حدیث "لا تجتمع الامامۃ فی الاخوین بعد الحسن والحسین"۔ باپ کے بعد بیٹا ہی ولی عہد مقرر کیا جا سکتا ہے۔ نہ کہ اور کوئی رشتہ دار۔ عبدالرحیم مولانا حاکم کا چچا زاد بھائی تھا۔ اس سے اس امر کا انکشاف ہوتا ہے کہ ہم اپنی سیاسی مصلحتوں کے سامنے اپنے مذہبی اصولوں کو نظر انداز کر دیتے تھے ہماری دعوت کے ارکان بھی ایسے موقعوں پر خاموش ہو جاتے ہونگے ورنہ وہ صدائے احتجاج بلند کر سکتے تھے کہ مولانا حاکم کا ولی عہد ان کے فرزند کے سوا کوئی دوسرا رشتہ دار نہیں ہو سکتا۔ بہت زور و شور سے ہماری کتابوں میں اس بات پر تنبیہ کی گئی ہے کہ دین میں مصلحت کو کوئی دخل نہیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو متنبہ کیا کہ "لئن اشرکت لیحبطن عملک" یعنی اے پیغمبر! اگر تم نے خلافت کی امانت میں کسی غیر کو شریک کیا تو تمھاری کی کرائی محنت سب رائیگاں ہو جائے گی۔ اس سلسلے میں ایک اور امر غور کے قابل یہ ہے کہ عبدالرحیم بن الیاس کو ولی عہد بنانے کا نتیجہ کچھ اچھا نہیں نکلا۔ اس نے شام میں خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ اور رعیت پر ظلم کرنے لگا۔ آخر کار اُسے قید کرنا پڑا۔ اگر ہم یہ کہیں کہ عبدالرحیم بن الیاس کا واقعہ مستند نہیں۔ اہلِ ظاہر نے ہمیں بدنام کرنے کے لئے ایسی جھوٹی خبریں گھڑی ہیں تو ہمارے داعی سیدنا ادریس اپنی تاریخ میں ان کی بخوبی تردید کر لیتے تاکہ اہل دعوت راہ راست سے نہ بھٹک جائیں۔ خاص کر جب آپ کی کتاب "عیون الاخبار" اہل ظاہر کی متعدد تاریخوں کے بعد لکھی گئی ہے۔ اور آپ نے ابنِ خلکان وغیرہ کا حوالہ دیا ہے جنھیں ہم دشمن سمجھنے میں یہی ایک

(۱) مقریزی ۱۴۴ ۲ ۔

عالم وجاہل سب کو دیتے ہیں جس طرح خدا سب کو دیتا ہے۔ آپ کی بے حساب عطا بشر کی عطا سے متجاوز ہے۔ لوگ آپ کے ان افعال میں اس لئے حیران و پریشان ہوتے ہیں کہ وہ ان کو بندوں کے افعال پر قیاس کرتے ہیں۔ انھیں ایسا نہ کرنا چاہئے کیونکہ آپ کے افعال خدا کے افعال کے مانند ہیں جو لوگ ان کو حقیقت کی نظر سے دیکھتے ہیں وہ مضطرب نہیں ہوتے۔ مضطرب وہی ہوتے ہیں جو آپ کے افعال کو بندوں کے افعال کے برابر سمجھتے ہیں۔ متعدد دفعہ سیدنا نے اس حجت کو دہرایا ہے اور اس بحث پر کئی صفحے لکھے ہیں(۱)

دعوت کی تاریخوں میں عیون الاخبار کا درجہ۔

جب ہم ان دونوں بزرگ داعیوں کے عینی مشاہدات کو جن میں ایک تو خود مولانا حاکم کے باب الابواب تھے دیکھتے ہیں تو اہل ظاہر کے مورخین کا یہ کہنا کہ مولانا حاکم مجنوں تھے اور ان کے دماغ میں ایک طرح کی یبوست سی تھی جس سے ان کے اقوال اور اعمال میں تناقص پایا جاتا ہے کوئی تعجب انگیز بات نہیں(۲)۔ بلکہ ہمارے داعیوں کے مشاہدات آپ کے تمام افعال کو ثابت کردیتے ہیں۔ سیدنا حمیدالدین نے آپ کے زمانے میں جو بدنظمیاں پیدا ہوگئی تھیں ان کا کوئی سبب نہیں بتایا بلکہ یہ کہہ کر ٹال دیا کہ اگر اماموں کے اسرار کا ظاہر کرنا منع نہ ہوتا تو میں ان کی وجہ بیان کرتا ایسی فتنیں وہی اور دوسرے اماموں کے زمانے میں بھی واقع ہوئی ہیں۔

مولانا حاکم کے تقریباً تین سال تک رات کو دربار کرنے کی خبر بھی

---

(۱) ان اللہ اعطی الدنیا البر والفاجر..... وکذلک امیرالمومنین یعطی البر والفاجر...... والمومن والکافر...... والمخلص والمنافق..... والعالم والجاھل...... والعاقل والاحمق...... والشریف والدنی...... والسخی والبخیل (اثبات الامامۃ صفحہ ۱۳۵-۱۴۰)۔ (۲) تاریخ فاطمین مصر (فصل ۱۲)

کسی قسم کا شبہ ہو گا[1]۔ خود آنحضرت صلعم کے متعلق اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے :-

"وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افأن مات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم" یعنے اور محمد اس سے بڑھ کر اور کیا کہ ایک رسول ہیں اور بس۔ ان سے پہلے اور بھی رسول ہو گزرے ہیں۔ اگر محمد اپنی موت سے مر جائیں یا مارے جائیں تو کیا تم الٹے پیروں یعنے کفر کی طرف لوٹ جاؤ گے۔

مولانا حاکم کی سیرت

آپ کی سیرت کے متعلق خود آپ ہی کے ہم عصر سیدنا حمید الدین جو آپ کے عہد میں مصر تشریف لائے اور جنھوں نے دعوت اور سیاست کے امور کا مشاہدہ کیا یہ کہتے ہیں کہ مولانا حاکم کے بعض افعال تاریک ہیں جو عقول کو پریشان کرتے ہیں۔ یہ افعال اہلِ دعوت کے لئے ایک عذاب اور امتحانِ عظیم ہیں۔ ہم کو ان کی طرف نہ دیکھنا چاہئے۔ نہ ہمیں ان کو برا سمجھنا چاہئے گو بظاہر ان میں کوئی حکمت نہیں پائی جاتی[2]۔ سیدنا نے آپ کے زمانے کی بڑی بھیانک تصویر کھینچی ہے جس کا حوالہ اوپر گزر چکا ہے[3]۔ آپ کے ایک اور ہم عصر داعی سیدنا احمد بن محمد نیشاپوری جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے یہ کہتے ہیں کہ مولانا حاکم کے افعال خدا کے افعال کے مشابہ ہیں۔ آپ مومن و کافر، بر و فاجر، مخلص و منافق،

---

(۱) ولکونه (ای ولکون الحاکم) لیس الا القتل لهم .... لا یروعه عن ذلک وجل ...... لعله یکون من اعدائه اذا کان وحده لا من من غیر علة عالما من الناس من عساکره ورجاله الذین کانوا قد بویعوا غیر رد فعة علیٰ قتله۔ (المصابیح۔ مقاله ۲۔ مصباح ۷۔ برهان)

(۲) الامام الذی یکون من افعاله افعال مظلمة تحیر العقول وتلک الافعال عذاب وامتحان لاهل الدعوة ففی ولمانه عقیب الفترة بعجز الله وعده .... لا تعتبر .... فیقع من جهتها الانکار ...... وان کانت فی ظاهرها لا تتعلق بحکمة (رساله مباسم البشارات۔ تیرہ رسائل) (۳) فصل (۹) بعنوان مولانا حاکم کی حکمتٰ

افراد نہ ہوں گے۔ ان کو سیاسی مصلحت کے تحت ظاہری ملکی عہدے دئے گئے ہوں گے لیکن یہ قول بھی درست نہیں اس لئے کہ جب ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ مولانا مہدی اور آپ کے خلفاء تمام دنیا میں عدل اور انصاف کرنے کے لئے ظاہر ہوئے ہیں تو ان کو چاہئے تھا کہ وزراء اور دوسرے عہدہ دار بھی اسماعیلیوں ہی سے منتخب کرتے تاکہ تمام احکام اسماعیلی مذہب کے مطابق نافذ کئے جاتے بخلاف اس کے انھوں نے حکومت کے عہدہ دار اہل ظاہر سے انتخاب کرتا تو کجا نصرانیوں اور یہودیوں سے انتخاب کیا۔ اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں اس لئے ہم ایسے قاضیوں اور داعیوں کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔ جو دعوت میں اہم مقام رکھتے ہیں اور جن پر دعوت کی بقا اور ترقی منحصر ہے۔

مولانا حاکم کے عہد کے پہلے قاضی سیدنا محمد بن نعمان ہیں جنھوں نے آپ کے امام ہونے کے تیسرے سال وفات پائی جب کہ آپ کی عمر چودہ سال تھی۔ اس قاضی کی وفات کے بعد سیدنا حسین بن علی بن نعمان کو قاضی القضاۃ اور داعی الدعاۃ دونوں بہت بڑے عہدے دئے گئے۔ چھ سال بعد مولانا حاکم نے انھیں قتل کرا کے ان کے جسم کو آگ میں جلوا دیا۔ ان کی جگہ سیدنا عبدالعزیز بن محمد بن نعمان کو دی گئی۔ دو ہی سال میں ان کی برطرفی عمل میں آئی مولانا حاکم کے ڈر سے یہ اور قائد حسین بن جوہر دونوں مصر سے بھاگ گئے۔ ۱۲ جمادی الثانی ۴۰۱ھ میں جب یہ واپس ہوئے تو مولانا حاکم نے انھیں قتل کرا دیا[1] اور سیدنا مالک بن سعید الفارقی کو ان کی جگہ دی۔ چار سال بعد ۴۰۵ھ میں ان کی بھی گردن ماری گئی اور سیدنا احمد بن محمد بن العوام قاضی القضاۃ بنائے گئے۔ خدا جانے ان کا کیا انجام ہوا۔

جب داعیوں کے داعی اور قاضیوں کے قاضی ایسے بددیانت ثابت ہوئے کہ مولانا حاکم کو انھیں قتل کی سزا دینی پڑی تو ان کے ماتحت داعیوں اور حدود

---

(۱) قائد حسین بن جوہر اسماعیلی دعوت سے پھر گئے تھے جیسا کہ سیدنا حمیدالدین کتاب المصابیح کی ابتدا میں فرماتے ہیں۔ انہی کی ہدایت کے لئے سیدنا نے کتاب موصوف لکھی

عیون الاخبار میں نہیں ملتی(۱)۔ بہر حال ایسی تمام خبریں جن سے مولانا حاکم کی سیرت پر بڑا اثر پڑتا ہے حذف کر دی گئی ہیں۔ اگر یہ مستند نہ ہوتیں تو سیدنا ضرور ان کی تردید کرتے لیکن آپ نے خاموشی اختیار کی ہے۔ حالانکہ یہ آپ کا اہم فریضہ تھا۔ آپ نے عیون الاخبار اہل دعوت کے لئے لکھی ہے۔ اس کتاب کا زیادہ حصہ شاعروں کے قصائد مدحیہ پر مشتمل ہے جو تاریخی تحقیق کے لحاظ سے کوئی حیثیت نہیں رکھتے(۲)۔

مولانا حاکم کے عہد کے قاضی اور داعی ہم نے اپنے اماموں کے وزیروں اور دوسرے عہدہ داروں کا ذکر قصداً چھوڑ دیا ہے(۳)۔ کیونکہ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ لوگ اسماعیلی دعوت کے

(۱) تاریخ فاطمیین مصر (فصل ۱۶)

(۲)

Uyunul – Akbar, though undoubtedly very interesting, the work on the whole is a sad disappointment to the student who expects to get an insight in the inner life of Ismaili circles or to find out the truth about them .... extremely superficial........disproportionate prominence........ important matters simply omitted (A guide to Ismaili literature by Ivanow)

اس رائے کی تصدیق اسی فصل میں ابھی آئے گی۔ ملاحظہ ہو عنوان "مولانا ظاہر کے متعلق ہماری کتابوں میں بہت کم مواد"۔

(۳) تاریخ فاطمیین مصر فصل (۱۶)۔

اس کے بعد آپ نے سیدنا مؤید کے چند قصیدے نقل کئے ہیں۔ اہل ظاہر تے مولانا ظاہر کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اسے ہم یہاں مختصر طور پر درج کرتے ہیں۔

ولی عہد عبدالرحیم کی گرفتاری اور یوسف بن دواس کتامی کا قتل

۲۷ شوال ۴۱۱ھ کو مولانا حاکم غائب ہوئے۔ لوگ آپ کے ظہور کی امید کرتے تھے اور آپ کی تلاش میں تھے۔ جب ان کو آپ کے قتل کا یقین ہو گیا تو انھوں نے ۱۰ ذی الحجہ ۴۱۱ھ کو مولانا ظاہر کو قائم کیا اور ان کی بیعت کی۔ اس بیعت کی تکمیل کے بعد آپ کی بہن (ست الملک) نے جو سیاسی معاملات میں آپ کی شریک رہا کرتی تھیں ولی عہد عبدالرحیم کو گرفتار کرا کے قید کیا جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے اس کے بعد ست الملک نے وزیر سیف الدولہ یوسف بن دواس کتامی کو دھوکے سے مروا ڈالا۔ پہلے تو وہ طلب کیا گیا۔ جب وہ حاضر ہوا تو اسے سو غلام بطور ہدیہ دئے گئے لیکن وہ اپنے مکان پر ابھی پہنچا بھی نہ تھا کہ ست الملک نے اس کے پیچھے اپنے غلام نسیم کو چند اور غلاموں کے ساتھ بھیجا اور انھیں یوسف کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ اس لئے کہ وہ مولانا حاکم کے قتل میں شریک تھا۔ ان غلاموں نے اس حکم کی تعمیل کی۔

مولانا حاکم کی بہن کا اقتدار اور مولانا ظاہر کے وزیروں کا قتل

ست الملک چار سال زندہ رہیں۔ اس عرصے میں پہلا جو وزیر گزرا وہ ابوالحسن عمار بن محمد (رئیس الرؤساء) تھا مولانا حاکم کی غیبت کے زمانے میں بھی یہی وزارت کا کام انجام دیتا تھا۔ اور اسی نے ظاہر کی بیعت لوگوں سے لی تھی۔ بیعت کے ایک مہینے بعد ربیع الاول ۴۱۲ھ میں یہ قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد بدر الدولہ ابوالفتوح موسیٰ بن الحسین وزیر ہوا۔ یہ بھی ماہ شوال ۴۱۳ھ میں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اس کے پاس چھ لاکھ تیس ہزار دینار نکلے جس پر حکومت نے قبضہ کر لیا۔ اس کا قائم مقام شمس الملک مسعود بن طاہر الوزان ہوا۔ اس کی وزارت بھی تقریباً ایک ہی سال رہی۔ ۴۱۵ھ میں ست الملک نے وفات پائی۔ اس کے بعد حکومت کی عنان

کی کیا حالت ہوگی۔ اس زمانے میں مومنین کی ہدایت کس طرح ہوتی ہوگی۔ حق تو یہ ہے کہ مولانا حاکم کے عہد سے سیاسی کمزوری کے ساتھ مذہبی انحطاط بھی آئے دن بڑھتا گیا۔ جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔ پھر یہ معمہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ انبیاء کی کتابوں میں بلکہ کلام مجید میں یہ خوش خبری دی گئی ہے کہ آپ ہی کے عہد میں فتوحات شروع ہوں گی اور حق بالکلیہ نبوت کے گھرانے کی طرف لوٹے گا۔ جس کا حوالہ دیا جا چکا ہے

ایک معمولی آدمی کا یہ دعویٰ کرنا کہ میں امام حاکم ہوں۔

مولانا حاکم کی غیبت کے بیس سال بعد یعنی ۴۳۴ھ میں ایک معمولی آدمی سکین نامی نے یہ دعویٰ کیا کہ میں امام حاکم ہوں۔ یہ شخص جاہلوں کو بہکانے لگا۔ اور ان سے فتح یابی کے وعدے کئے۔ یہ حاکم کے بھیس میں گدھے پر سوار ہو کر نکلتا تھا۔ یہ اور اس کا ساتھی ابن غانی دونوں نے مصریوں کو اپنے جادو سے مسحور کر دیا اور ایسے افعال کے مرتکب ہوئے جو شریعت کے خلاف تھے۔ مولانا مستنصر کے پاس رہنے والے ان سے خوف زدہ ہو گئے۔ وزیر جرجرائی نے انہیں مروا ڈالا۔(۱)

ظہور کے ساتویں امام مولانا ظاہر ۴۱۱ھ تا ۴۲۷ھ

مولانا ظاہر کے متعلق ہماری کتابوں میں بہت کم مواد۔

امام ہونے کے وقت مولانا ظاہر کی عمر تقریباً سولہ سال تھی۔ جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے۔ آپ کے متعلق سیدنا ادریس نے کچھ بھی نہیں لکھا۔ صرف آپ کا ایک سجل یعنی فرمان نقل کیا ہے جس میں غانی کے قتل اور قاضی قاسم بن عبدالعزیز بن محمد بن نعمان کے تقرر کی خبریں ہیں۔ سیدنا کہتے ہیں کہ آپ کے عہد میں نہ کوئی بغاوت ہوئی اور نہ کوئی کشت و خون ہوا۔ آپ کی حکومت مضبوط اور آپ کی دعوت راسخ تھی۔ شہر میں امن و امان تھا

(۱) عیون الاخبار ج ۶ ص ۳۳۹

رہی۔ وزراء یکے بعد دیگرے قتل کر دیئے گئے۔ پھر مجلس شوریٰ قائم کی گئی جس پر غلام معضاد چھایا ہوا تھا اسی وجہ سے اہل ظاہر کے مورخین نے مولانا ظاہر کو آرام طلب اور عیش پسند لکھا ہے۔ آپ زیادہ تر اپنا وقت لہو و لعب میں صرف کرتے اور سلطنت کے امور میں کم حصہ لیتے تھے۔ آپ کو گانے کا بہت شوق تھا شراب خود بھی پیا کرتے اور لوگوں کو بھی اس کی اجازت دے دی تھی جتنی کھانے کی چیزیں مولانا حاکم نے حرام قرار دی تھیں وہ سب آپ نے حلال کر دیں۔ آپ کے اسلاف جو نجوم وغیرہ کے جھوٹے دعوے کرتے تھے ان سے آپ پرہیز کرتے تھے[1]۔ خاص کر ۴۱۳ھ میں جب ایک مصری نے حجر اسود کو توڑنے کی کوشش کی اور آپ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے ایک معذرت نامہ شائع کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نصیریوں نے ہمارے والد حضرت علی کی شان میں بہت غلو کیا اور نصاریٰ کی طرح جھوٹے دعوے کئے ان میں سے ایک اور گمراہ فرقہ پیدا ہوا جس کے افراد نے ہمارے آبا و اجداد کی شان میں غلو کیا۔ اور ہماری طرف ناروا باتیں منسوب کیں ہم ان سے بالکل بری ہیں اور ہم نے ان کو مصر سے نکال دیا ہے افسوس کہ ان میں سے ایک آدمی بھاگ کر بیت اللہ چلا گیا اور وہاں جا کر اس نے حجر اسود کی بے حرمتی کی۔ اس کو اپنے فعل کی سزا جلد مل گئی۔ اور وہ مار ڈالا گیا۔ ایسے کافروں کے لئے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب عظیم ہے۔

ابن الاثیر کہتا ہے کہ مولانا ظاہر نیک سیرت اور انصاف پسند تھے آپ کی سیاست بھی اچھی تھی لیکن چونکہ آپ عیش پسند اور آرام طلب تھے اس لئے آپ نے سیاسی امور وزیر علی بن احمد جرجرائی کے سپرد کر دئے تھے

(۱) فكتب الظاهر بخلافته الى الاعمال وشرب الخمور رخص فيه للناس وسماع الغناء وشرب الفقاع واكل الملوخيا فاقبل الناس على اللهو (مقریزی ج۲ ص۱۷۶) وكان الظاهر مشغولاً باللهو محبا للغناء فتانق الناس في ايامه بمصر واتخذ والمغنيات والرقاصات وبلغوا من ذلك مبلغا واتخذ حجراً لمماليكه (مقریزی ج۲ ص۱۲۹)

تین سرداروں الشریف الکبیر العجمی الشیخ ابوالقاسم علی بن محمد نجیب الدولہ جرجرائی اور الشیخ العمید محسن بن بادوس کے ہاتھوں میں رہی جنھوں نے اپنی ایک مجلس شوریٰ بنائی۔ یہ لوگ روزانہ ایک دفعہ معضاد غلام کے ساتھ جسے عزالدولہ کا خطاب دیا گیا تھا مولانا ظاہر کے پاس جایا کرتے تھے۔ اور آپ کی ملاقات کے بعد سلطنت کا کام انجام دیتے تھے۔ فوجداری کے افسر مظفر شمس الملک، محکمۂ انشاء کے صدر ابن جیران نقیب بنی طالب، داعی الدعاۃ اور قاضی القضاۃ کو تقریباً تین ہفتوں میں ایک دفعہ آپ کے پاس جانے کی اجازت تھی۔ ان کے سوا اور اور کسی کی مجال نہ تھی کہ وہ آپ سے مل سکے۔ آپ خود اپنے خانگی معاملات میں مصروف رہتے اور سیاسی امور میں حصہ نہیں لیتے تھے۔

۴۱۶ھ اور ۴۱۸ھ کے درمیان مصر میں ایک بہت بڑا قحط پڑا تقریباً ایک ہزار غلام شہر کو لوٹنے کی غرض سے جمع ہو گئے۔ وزیر جرجرائی بھی کچھ نہ کرسکا آخر کار غلام معضاد نے کچھ لشکر ساتھ لے کر غلاموں کی سرکوبی کی۔ اس کے بعد نیل کی آمدنی میں اضافہ ہوا جس کی وجہ سے ملک میں خوش حالی کا دور دورہ ہوگیا

۴۱۶ھ میں مالکی فقہا مصر سے نکال دئے گئے اور داعیوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ لوگوں کو دعائم الاسلام اور مختصر المصنف زبانی یاد کرائیں ۴۱۶ھ اور ۴۲۰ھ کے درمیان شام کے کھوئے ہوئے مقبوضات پھر خلافت فاطمیہ کے تحت آگئے۔ ۴۲۵ھ میں کئی داعیوں نے عراق پہنچ کر اسماعیلی دعوت کی اشاعت کی(۱)

تبصرہ

مذکورۂ بالا واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا ظاہر ابھی پورے جوان بھی نہ ہونے پائے تھے کہ امام بنائے گئے۔ سولہ سال کی حکومت کے بعد آپ کا وبا سے انتقال ہوگیا۔ ابتدا میں حکومت کی عنان آپ کی پھوپھی کے ہاتھ میں

(۱) تاریخ فاطمیین مصر (فصل ۱۷)

وقال فی صفة مجلس غنی باصناف العنبر والکافور والریاحین لمولانا العزیز باللہ۔

ومجلس قد حاز من حسنه	مثل الذی حاز من المجد
یضحک تفاح نارنجه	ویغمز النرجس بالورد
والسر والاترج ما بینها	صفرة من عذب بالصد
وانتصب اللیمون من حوله	مثل انتصاب النهد للنهد
قابله وجه امام الهدی	فلاح فیه قمر السعد
واند فعت عیدانه وسطه	بکل ممتد ومشتد
یتبعها الزمر حنیناً کما	ناح القماری علی الرند
اذا اعتلی العنبر عنت له	رائحة الکافور والند
لازالت الایام معمورة	منک ابا المنصور بالرشد[1]

غنا کی یہ مجلس مولانا ظاہر کے دادا مولانا عزیز کے لئے ترتیب دی گئی تھی۔ اس میں مولانا عزیز خود رونق افروز تھے۔ اس میں میوہ جات کے مختلف الوان چُنے گئے تھے اور غنا کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ آپ کے بھائی اور مولانا معز کے فرزند "امیر تمیم" نے اس مجلس کی مفصل کیفیت بیان کی ہے۔ آپ کو ابوالمنصور یعنے (ابوالحاکم بامر اللہ) خطاب کر کے آپ کے لئے دعا مانگی ہے۔

امیر تمیم شراب کے بھی شوقین تھے۔ چنانچہ ان کے بعض حاشیہ والوں نے ایک دفعہ ان سے شراب طلب کی اور انھوں نے تحفہ کے طور پر ان کو شراب بھیجی جس کا ثبوت حسب ذیل اشعار سے واضح ہے:۔

وقال وقد استهدی بعض حاشیته منه خمراً۔

بعثتها من صرف راح وقف	کانها یاقوتة فی شنف
او ارج فی قدح مستطرف	یحلف من یشربها بالمصحف

بانها لو لم تقم لم تعرف

---

(۱) دیوان الامیر تمیم بن الامام المعز لدین اللہ۔

کیونکہ آپ اسے امین سمجھتے تھے (۱)

سیدنا ادریس نے نہ مولانا ظاہر کی پھوپی (ست الملک) کا ذکر کیا جو تاریخ میں اتنی مشہور ہیں اور نہ آپ کے وزراء کے قتل کے واقعات لکھے ان کے حذف کرنے کا بجز اس کے اور کیا سبب ہو سکتا ہے کہ اہل دعوت مولانا ظاہر کے کارنامے سے مطلع نہ ہوں اور ان کے عقیدے بگڑ نہ جائیں۔ اگر یہ واقعات مستند نہ ہوتے تو آپ ان کی تردید کرتے تاکہ اہل ظاہر کا کذب و افترا ظاہر ہو جاتا۔ اس سے ہمارے بھائی اندازہ کر سکتے ہیں کہ سیدنا ادریس نے کیسے اہم واقعات نظر انداز کر دیئے ہیں۔ عبدالرحیم کی ولی عہدی کا مطلق ذکر نہیں کیا۔ مولانا ظاہر کی نص کے متعلق بھی آپ کا بیان تشفی بخش نہیں ہے۔ آپ نے صرف اتنا لکھا ہے کہ امام حاکم نے امام ظاہر کو ولی عہد بنا کر اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ اور اہل جزائر کو اس کی اطلاع بھیجی۔ پھر آپ غائب ہو گئے۔ لیکن مولانا ظاہر کب ولی عہد ہوئے۔ کب آپ کو امامت ملی اور اس کے متعلق جزائر کو کونسا سجل (فرمان) بھیجا گیا۔ ان واقعات کی تفصیل چھوڑ دی گئی ہے۔ حالانکہ اس کی سخت ضرورت تھی۔ خاص کر مولانا حاکم کے بارے میں جن کی غیبت کا علم عوام کو نہ تھا بہرحال نص کا مفہوم یہی ہے کہ عام لوگوں میں اس کا اعلان کیا جائے۔ اس اصول پر عمل شاید ہی کسی امام کے زمانے میں ہوا ہو۔ ہمارا یہ نظریہ بہت کم کامیاب ہوا۔

غنا کے متعلق مقریزی کی روایت کا مقابلہ شاعر ابن تمیم بن الامام المعز لدین اللہ کے کلام سے

مولانا ظاہر کے متعلق مقریزی کی جو روایت اوپر گزر چکی ہے کہ آپ کو گانے کا بہت شوق تھا اس کا مقابلہ شاعر مشہور تمیم بن الامام المعز کے حسب ذیل کلام سے کیا جائے تو اس سے جو نتیجہ نکلتا ہے اس میں کوئی تامل کی ضرورت نہیں پڑتی:-

(۱) تاریخ فاطمیین مصر (فصل ۱۷)

وعج علی مکنز السرحاء ممتبکرا فطف بھا حول رکن العود والنائی[1]

اگر ہم اس شاعر کے قول پر بھروسہ نہ بھی کریں تو مولانا معز کے فرزند شاعر ہم کے اقوال مذکورۂ بالا التعطیل شریعت ظاہری کی تائید و توثیق کے لئے کافی ہیں جس کی ابتدا مولانا معز کی دعا کے مطابق مولانا محمد بن اسماعیل کے عہد سے ہوئی۔

مولانا ظاہر کا انتقال قاہرہ کے قریب ایک باغ میں جسے عین الشمس کہتے تھے مولانا ظاہر کا انتقال ہوا۔ سیدنا ادریس نے آپ کے انتقال کا سبب نہیں بتایا۔ اہل ظاہر کہتے ہیں کہ آپ نے وبا سے وفات پائی جو آپ کے عہد میں بڑی شدت سے پھیلی ہوئی تھی۔ قبل اس کے کہ کسی آپ کی وفات کی خبر ہو آپ کے فرزند مولانا مستنصر نے جن کی عمر اس وقت سات سال تھی قاسم بن عبدالعزیز بن محمد بن قاضی نعمان کو دعوت کے خاص ارکان کے ساتھ بلا بھیجا۔ یہ وہی قاسم بن عبدالعزیز ہیں جن کے استبداد اور زنا اہلیت کی سیدنا مؤید نے بڑی مذمت کی ہے۔ جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔ یہ لوگ میت کی نماز میں شریک تھے۔ قاہرہ میں آپ شاہی قبرستان میں اپنے آبا و اجداد کے قریب دفن کئے گئے۔

(۱) کہا جاتا ہے کہ یہ قصیدہ سن کر آپ شراب کی مشکوں اور رغنا کے آلات کے ساتھ عورتوں اور خدمت گاروں کو لے کر جُبّ عمیرہ کی طرف روانہ ہوئے جو قاہرہ کے قریب ایک سبزہ گاہ تھی اور جہاں آپ نے کعبے کے نمونے پر ایک مکان اور شراب کا حوض تیار کرایا تھا آپ اس مکان میں بیٹھ کر شراب پیتے اور گانا سنتے اور یہ کہتے یہ بغل حجر اسود کے گھورنے، قاریوں کی گنگناہٹ سننے اور زمزم کا خراب پانی پینے سے زیادہ مسرت بخش ہے۔ (مقریزی ۲/۲۸۴) اس شاعر کے دیوان کا ایک مخطوطہ کتب خانۂ اسکوریال (اسپین) میں محفوظ ہے)۔ مولانا معز کی دعائیں اگر تعطیل شریعت ظاہری کی نص صریح نہ ہوتی تو ہم اپنے مخالف مورخوں کے اقوال کی طرف ہرگز توجہ نہ کرتے۔ ہماری کسی تاریخ سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ ہمارے ظہور کے اماموں میں کسی امام نے تقریباً ڈھائی سو سال کی طویل مدت میں حج کیا ہو اس لئے کہ امام الزمان خود ہماری نادیل میں بیت اللہ ہیں جیسا کہ فصل (۱۵) سے معلوم ہوگا۔

وركب يوما الى البستان فرسا من افراس مولانا العزيز بامر الله فلما كان عند العشاء الاخر هرب الفرس .... وغاب خبره ...... فقال عند ذلك -

دهتنا صروف الدهر بالفرس الذى مضى آبقا واسترجع اللهو باذله
وبتنا على سكرين من سكر قهوة وسكر من الخطب الذى جل نازله
فاوعا ابن الملك العزيز مبيتنا لخطب دهتنا بالقطيع كلاكله
لارغم انف الدهر عن ان يصيبنا كما لم يزل فينا نداه ونائله
اماه كان الله انزل فضله قرانا فما خلف من الناس جاهله

امیر تمیم کے حسن کلام کی شہرت دور دور پھیل گئی تھی چنانچہ اہل ظاہر کے مشہور مورخ ابن خلکان نے ان کی بہت تعریف کی ہے۔ ثعالبی نے بھی اپنی تصنیف "یتیمۃ الدھر" میں ان کا قول نقل کیا ہے۔ ان کے دیوان کے کئی نسخے ہمارے بھائیوں کے خزانوں میں موجود ہیں۔ کتب خانہ "برلن" میں بھی اس کا ایک مخطوطہ محفوظ ہے۔ یہ دیوان اب تک طبع نہیں ہوا۔

یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ تمیم پر آپ کے بھائی مولانا عزیز کی نظر عنایت تھی جیسا کہ اس قطعہ سے معلوم ہوتا ہے:۔

اقحمتني من لطيف البر منك فما ادرى باى مكافات اكافيكا
ماذا اعدده حتى اقوم به شكرا واذكره حتى اوافيكا

کسی تاریخ سے پتہ نہیں چلتا کہ ان کی رنگ رلیوں کی وجہ سے آپ کا کچھ عتاب ان پر ہوا ہو۔ بلکہ آپ ان کو قصائد کا صلہ مرحمت فرماتے تھے۔

اسی موضوع پر مزید روشنی مولانا مستنصر کے عہد کے شاعر الشریف ابوالحسن بن علی بن حیدرہ العقیلی کے قول سے بھی ہوتی ہے جس نے عرفہ کے روز آپ کی تعریف میں یہ قصیدہ پڑھا تھا:۔

قرنا نحر الراح يوم النحر بالماء ولا نضحى الا بصهباء
وادرك حجيج الندامى قبل نفرهم الى منى قصفهم مع كل هيفاء

کے خلیفہ ہونے کے بعد آپ کی والدہ نے ابراہیم کا درجہ بلند کیا۔[1] سیدنا ادریس نے اس واقعہ کو بالکل حذف کر دیا ہے۔ کیونکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ امام کی ماں کنیز نہیں ہو سکتی۔ اس بنا پر ہم امام موسیٰ کاظم کو امام نہیں مانتے بخلاف مولانا محمد بن اسماعیل کے جن کی ماں اصیل تھیں۔ لیکن سیدنا جعفر بن منصور الیمن ایک پیشین گوئی کے سلسلے میں فرماتے ہیں کہ لونڈی کے پیٹ سے اس کا رب یعنے "صاحب وقت موعود" پیدا ہوگا۔[2]

مولانا مستنصر کے وزیروں کے تبادلے

مولانا مستنصر بہت کم سن تھے آپ کے حجاب یا کفیل کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ نہ معلوم دعوت کے امور جو امام سے متعلق ہیں کس طرح انجام پاتے تھے حکومت وزیروں کے ہاتھ میں رہی کئی دن تک آپ کی والدہ کے آقا ابراہیم تستری کا اثر رہا جس کے زمانے میں دو وزیر قتل کئے گئے۔ وزیر علی بن احمد جرجرائی اور وزیر حسن بن عبد الرحمٰن یازوری کے سوا سیدنا بدر الجمالی کے مصر آنے تک جتنے وزیر ہوئے ان میں سے اکثر نا قابل تھے ان کی تعداد تقریباً بیالیس بتائی جاتی ہے[3] گھڑی گھڑی وزارت بدلتی رہی۔ بعض وزیروں نے تو چند ماہ اور بعض نے صرف چند ہی روز وزارت سنبھالی۔ ان واقعات کی تصدیق سیدنا مؤید کی کتاب السیرۃ المؤیدیۃ

---

(۱) مقریزی $\frac{۲}{۱۷۰}$ - $\frac{۲}{۱۷۹}$ (۲) تقدم القول ان منتهى سني الفترة سنة سبع واربعين من سنة خمس مائة (۲۴۷) .... قال العالم .... وظهور الامور وخراب بغداد واظهار الرايات الصفر لآل اسماعيل بن ابراهيم في السنين المذكورة سنة سبع الى سنة تسع واربعين من الخمس مائة (۲۰۷ - ۲۰۹) وهو قوله تعالى واذا وقع القول عليهم اخرجنا لهم دابة الارض تكلمهم .... وقوله الامة تلد ربها وذلك ان الامة التي تلد صاحب الوقت الموعود فاعلم بذلك .... (كتاب الفترات والقرانات صفحہ ۲۳۲ - ۲۳۹) (۳) ان وزیروں کے نام اور ان کی خدمت کی مدتیں بھی بتائی گئی ہیں۔

(۳) Wustenfeld, P. 254

ظہور کے آٹھویں امام مولانا مستنصر ۴۲۷-۴۸۷ھ

مولانا مستنصر کی بیعت

مولانا مستنصر قاہرہ میں ۱۶ / شہر رمضان ۴۲۰ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی بیعت اسی روز لی گئی جس روز آپ کے والد مولانا ظاہر نے وفات پائی۔ مولانا ظاہر کی لاش خفیہ طور پر قاہرہ لائی گئی جیسا کہ ہم ابھی کہہ چکے ہیں کسی کو آپ کی وفات کی خبر تک نہ ہوئی۔ وزیر علی بن احمد جرجرائی نے تمام امراء کو محل میں جمع کیا اور انھیں ایک پردے کے آگے بیٹھنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد ان سے کہا کہ مولانا ظاہر سخت بیمار ہیں اور اس پردے کے پیچھے لیٹے ہوئے تمھیں دیکھ رہے ہیں اور تمھاری باتیں سن رہے ہیں انھوں نے اپنے بیٹے کو اپنا ولی عہد مقرر کیا ہے جیسا کہ تم جانتے ہو۔ تم اس کی بیعت کرو۔ جب بیعت ہو چکی تو وزیر مذکور نے فوج کے افسروں کو تلواریں ننگی کرنے کا حکم دیا اور یہ کہا کہ امیر المومنین ظاہر کا انتقال ہو چکا ہے۔ پھر اس نے پردہ اٹھایا اور تمام حاضرین نے پھر بیعت کی۔ اور مولانا مستنصر کے سامنے زمین بوسی کر کے آپ کی آستین کو بوسہ دیا جو بارہ ذراع لانبی تھی۔ پھر آپ نے ان سے گفتگو کی اور وعظ فرمایا اور ان سے ان کی امیدوں کے مطابق وعدے کئے۔ اس وقت آپ کی عمر سات سال تھی۔ آپ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بچپن ہی میں حکومت دی۔ یہ سب روایت سیدنا ادریس کی ہے[1]۔

اہل ظاہر کے مورخین لکھتے ہیں کہ مولانا ظاہر نے اپنے فرزند مولانا مستنصر پر ۴۲۱ھ میں جب کہ آپ کا سن آٹھ ماہ کا تھا نص کر دی تھی۔ اور آپ کو ولی عہد مقرر کر دیا تھا۔ اس موقع پر ارباب دولت کو بہت سے خلعت دئے گئے اور عوام میں ایک بڑی رقم تقسیم کی گئی[2]۔ آپ ایک حبشن کنیز کے بطن سے تھے جس کو مولانا ظاہر نے مصر کے ایک مشہور تاجر ابو سعید ابراہیم تستری سے خریدا تھا۔ یہ اپنے بھائی ابو نصر ہارون کے ساتھ جو صرافہ کا کام کرتا تھا مصر میں رہتا تھا۔ مولانا مستنصر

(۱) عیون الاخبار ۶/۳۳۵ (۲) مقریزی ۲/۱۶۹ -

تنخواہیں نہ ملیں۔ وہ سب مولانا مستنصر کے محل پر چڑھ دوڑیں اور اُسے لوٹ لیا مقریزی نے ان حیرت انگیز شاہی خزانوں کی تفصیل بیان کی ہے جن کو فوجوں نے تباہ کر دیا[1]۔ ناصر الدولا اپنی فوجیں لئے مصر میں داخل ہوا اور مولانا مستنصر کو قید کر لیا۔ آپ کے پاس ایک چٹائی کے سوا کچھ نہ رہا۔ اس کے بعد آپ نے مولانا بدر الجمالی کو طلب کیا جو اس وقت عکّہ کے والی تھے۔ اس والی نے مولانا مستنصر کی کم زوری سے فائدہ اٹھا کر شام میں استقلال حاصل کر لیا تھا

مولانا بدر الجمالی کا شاندار کارنامہ

مولانا بدر الجمالی اپنی ارمنی فوج لیکر مصر میں آئے۔ ترکی سرداروں نے جن کو آپ کے آنے کے مقصد کا علم نہ تھا دوستانہ استقبال کیا۔ آپ نے انھیں ایک جلسہ میں دعوت دے کر قتل کرا دیا۔ پھر جتنے باغی اور فتنہ پرداز تھے سب کو تہ تیغ کیا۔ اگرچہ آپ کو بڑی سختی سے کام لینا پڑا۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بغاوت کی آگ جو چاروں طرف بھڑک رہی تھی بجھ گئی ملک میں امن و امان کا دور دورہ ہوا۔ مصر کی شان و شوکت پھر تازہ ہو گئی سیاسی قابلیت کے علاوہ آپ کو علم و ادب سے بھی بڑی دلچسپی تھی۔ ادیبوں اور شاعروں کی آپ بہت قدر کرتے تھے۔ سیدنا ادریس نے آپ کا لقب "کافل قضاۃ المسلمین وہادی دعاۃ المومنین" بتایا ہے[2]۔

شام بلادِ مغرب اور صقلیہ کا زوال ۴۳۵ھ ۔ ۴۵۳ھ

ماہ رمضان ۴۲۹ھ میں انوشتکین کی کوشش سے شام کے اکثر شہروں میں فاطمی حکومت کا خطبہ پڑھا گیا۔ اس نے عمدگی سے حکومت کی۔ اس کی وفات کے بعد ۴۳۵ھ سے بلادِ مغرب میں بنو فاطمہ کی حکومت کا زوال شروع ہوا۔ مذہبی مخالفت کی وجہ سے بنو فاطمہ کبھی مستقل طور پر بلادِ شام پر حکمراں نہ ہو سکے۔

مولانا معز کے مغرب سے ۳۶۲ھ میں رخصت ہونے کے کچھ مدت

(۱) تاریخ فاطمیین مصر (فصل ۱۸) (۲) عیون الاخبار ۷ ص ۲۱۲۔

سے ہوتی ہے جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔ تقریباً آٹھ سو درخواستیں شکایتوں کی روزانہ وصول ہوا کرتی تھیں پھر بھی حکومت نے کوئی توجہ نہ کی جیسا کہ اہلِ ظاہر نے لکھا ہے۔

ترکی اور حبشی فوجوں میں لڑائیاں ۴۵۴ھ-۴۶۴ھ

آپ کی والدہ چونکہ حبشن تھیں اس لئے اُن کا میلان حبشیوں کی طرف زیادہ رہا۔ انھوں نے اپنے اثر سے بہت حبشی غلام فوج میں داخل کر دیئے۔ اب فوج میں حبشی اور ترکی دو پارٹیاں ہوگئیں۔ ہر پارٹی دوسری پارٹی پر غلبہ پانا چاہتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ترکی اور حبشی فوجیں بجائے اس کے کہ اپنے دشمن کا مقابلہ کرتیں آپس ہی میں لڑنے لگیں۔ غرض کہ ان کے درمیان ایسے بڑے معرکے ہوئے جنھیں مصر کی تباہی کا باعث سمجھنا چاہیئے۔ مولانا مستنصر کا اقتدار جاتا رہا اور خزانہ خالی ہوگیا۔ ناصر الدولہ ترکی فوجوں کا سپہ سالار تھا۔ گو خفیہ طور پر مولانا مستنصر حبشیوں کی امداد کرتے تھے لیکن آخر میں ترکوں نے کامیابی حاصل کی اور حبشیوں کو صعید کی طرف بھاگنا پڑا۔ یہ لڑائیاں ۴۵۴ھ سے لے کر ۴۶۴ھ تک تقریباً دس سال جاری رہیں۔ جب تک حبشیوں کا زور باقی تھا ناصر الدولہ ان سے لڑتا رہا۔ ان کی شکست کے بعد وہ خود مولانا مستنصر کے مقابلے کے لئے آمادہ ہوگیا۔ ایک دفعہ آپ خود زرہ بکتر پہن کر اپنی فوج کے ساتھ محل سے باہر نکلے۔ فریقوں میں کئی لڑائیاں ہوئیں۔

مولانا مستنصر کے محل کی لوٹ اور نفیس ذخیروں کی تباہی

ان لڑائیوں کا اثر رعایا پر پڑا جو تباہ ہوگئی۔ اکثر لوگ مصر چھوڑ کر شام اور عراق کی طرف ہجرت کر گئے۔ قحط اور بیماریوں کا وہ زور تھا کہ گھر کے گھر چوبیس گھنٹوں میں خالی ہو جاتے تھے۔ امیروں اور عہدہ داروں کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ اپنا پیٹ بھرنے کے لئے معمولی خدمتیں انجام دینے لگے۔ جو شخص حمام میں داخل ہوتا اس سے حمام کا داروغہ پوچھتا کہ تم کس سے خدمت لینا چاہتے ہو یہاں تمھاری خدمت کے لئے فخر الدولہ، عز الدولہ اور سعد الدولہ سب کے سب موجود ہیں۔ مصری رعایا پر تو یہ افسوس ناک حالت گزری۔ فوجوں کی

پہلے اسماعیلی داعیوں نے بغداد میں شیعی حکومت ہونے کی وجہ سے کچھ اپنا اثر پیدا کر لیا تھا۔ ان اسباب کی تائید سے بغداد بڑی آسانی سے فتح ہو گیا۔ اس میں ایک سال تک مولانا مستنصر کا خطبہ پڑھا گیا۔ بغداد میں داخل ہوتے ہی بساسیری نے رعایا کو پوری مذہبی آزادی دے دی۔ اور عہدہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کیا[1] بغداد کے بعد کوفہ اور واسط بھی فاطمی حکومت میں داخل ہو گئے۔ ان فتوحات کی خوش خبری مصر بھیجی گئی۔ لیکن وزیر ابن المغربی نے مولانا مستنصر کے سامنے بساسیری کے فعل کی تعریف نہیں کی بلکہ اس کے خطرناک انجام سے آپ کو ڈرایا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ خود وزیر مذکور ان لوگوں میں شامل تھا جو بساسیری سے ڈر کر بھاگ گئے تھے۔ یہ واقعہ ذی قعدہ ۴۵۰ھ میں ہوا۔

بغداد صرف ایک سال تک فاطمیین کے زیر حکومت رہا۔ طغرل بیگ نے اپنے بھائی نیال کی بغاوت فرو کر کے بغداد کی طرف توجہ کی اور خلافت عباسیہ کو پھر برسر اقتدار لانے کی کوشش کی۔ اس کا شہر کے قریب پہنچنا ہی تھا کہ بساسیری اپنے متعلقین کے ساتھ وہاں سے بھاگ گیا۔ طغرل بیگ نے اس کے پیچھے ایک لشکر روانہ کیا۔ لڑائی میں بساسیری کے ساتھی بھاگ گئے اور وہ خود بھی مارا گیا۔ بغداد میں ایک سال بعد پھر خلافت عباسیہ کا دور شروع ہوا۔ فاطمیین کی عراقی حکومت صرف عارضی تھی۔ زیادہ نہ رہ سکی۔

یمن اور حجاز کی فتح ۴۵۳-۴۵۵ھ اور علی بن محمد صلیحی کی کامیابی اور آپ کا قتل

سیدنا علی بن محمد صلیحی مولانا ظاہر کے عہد میں یمن کے داعی تھے۔ آہستہ آہستہ آپ نے سیاسی قوت حاصل کر لی اور مولانا مستنصر کے زمانے میں ۴۵۲ھ کے ختم ہونے سے پہلے یمن کے اکثر شہر فتح کر لئے۔ ابن خلکان کہتا ہے کہ اس شاندار کامیابی کی نظیر نہ زمانہ جاہلیت

(۱) ابن الاثیر ۹/۲۴۲ -

کے بعد ہی مغرب کے والیوں نے کم وبیش خود مختاری کا اعلان کر دیا تھا۔ آہستہ آہستہ بلادِ مغرب پر بنو فاطمہ کا قبضہ کم ہوتا گیا۔ معز بن بادیس اور مولانا مستنصر کے درمیان کچھ ایسی ناخوش گوار مراسلت ہوئی جس کے باعث معز فاطمی حکومت سے پھر گیا۔ اور ۴۳۶ھ میں کھلم کھلا مالکی مذہب کا اعلان کر دیا تقریباً ۴۴۳ھ میں افریقہ کے تمام شہر فاطمیین کے قبضہ سے نکل گئے۔

صقلیہ چونکہ پائے تخت سے بہت دور تھا اس لئے اس کی حکومت کا انتظام کبھی خاطر خواہ نہ ہو سکا۔ یہاں مسلمانوں میں دو پارٹیاں ہو گئی تھیں اس خانہ جنگی سے فرنگیوں کے سردار "روجر" نے فائدہ اٹھا کر ۴۵۳ھ میں صقلیہ پر قبضہ کر لیا۔ تفصیلات کے لئے تاریخ فاطمیین مصر ملاحظہ ہو۔

بغداد کی فتح ۴۵۰ھ

الپ ارسلان بساسیری بنی بویہ کا جنگی شیعی حکومت ۳۳۴ھ سے لے کر ۴۴۷ھ تک بغداد میں رہی۔ ایک دیلمی کپتان تھا۔ اس نے خلافتِ عباسیہ کے وزیر پر تہمت لگائی کہ وہ سلجوقی ترکوں سے ملا ہوا ہے اور ان کے سردار طغرل بیگ سلجوقی کو بغداد فتح کرنے کی ترغیب دے رہا ہے تاکہ بویہی حکومت کا خاتمہ ہو جائے۔ وزیر مذکور نے بساسیری کے خلاف یہ خبر اڑائی کہ وہ شیعہ ہونے کی وجہ سے مولانا مستنصر سے مراسلت کر رہا ہے۔ اور آپ کو عباسی خلافت کے تخت و تاج کا مالک بنانا چاہتا ہے۔ اس جھگڑے کی وجہ سے بساسیری بغداد سے نکلوا دیا گیا۔ طغرل بیگ نے کچھ اپنی مکاری اور کچھ ابن مسلمہ کی مدد سے بویہی حکومت کو مغلوب کر کے بغداد پر قبضہ کر لیا۔

بساسیری نے شام میں پناہ لی اور یہاں اپنا اثر بڑھایا۔ مولانا مستنصر نے بھی اس کی مدد کے لئے سیدنا موید کو زر کثیر اور تین ہزار سپاہیوں کے ساتھ شام کی طرف روانہ کیا۔ بساسیری نے آہستہ آہستہ شام کے بعض شہر فتح کر لئے۔ اس وقت طغرل بیگ کو اپنے بھائی ابراہیم ینال کی بغاوت کی وجہ سے بغداد چھوڑنا پڑا۔ اس موقع سے بساسیری نے فائدہ اٹھا کر بغداد کی طرف توجہ کی جس کی سیاسی حالت پہلے ہی سے خراب تھی۔ اس سے

خسرو کا ذکر نہیں۔

باب الابواب عصمۃ المومنین المؤید فی الدین سیدنا ابو نصر ہبۃ اللہ بن ابی عمران موسیٰ شیرازی

آپ سیدنا مؤید سے مشہور ہیں آپ کا رتبہ ہماری دعوت میں باب الابواب کا ہے جو حجۃ الماوی کہلاتا ہے۔ اور جس کے ضمن میں تمام اہل دعوت کی صورتیں امام کے ضمن میں منتقل ہونے سے پہلے جمع ہوتی ہیں۔ آپ کا وطن شیراز ہے۔ آپ مولانا ظاہر اور مولانا مستنصر کے ہم عصر ہیں۔ ان دونوں اماموں کی تعریف میں آپ کے قصیدے موجود ہیں۔ آپ ہی کی کوشش سے فارس، کرمان اور خوزستان میں دعوت جاری ہوئی۔ کئی اہل دیلم اور اہل شیراز نے اسماعیلی مذہب اختیار کیا لیکن ان کی تعداد کہاں تک پہنچی اس کا کوئی حوالہ نہیں ملتا ایک واقعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک دفعہ بیس آدمیوں نے ایک مسجد کی چھت پر چڑھ کر اذان میں "حی علی خیر العمل" کہا۔ ۴۲۹ھ کی عید الفطر کی نماز آپ نے پڑھائی اس پر لوگوں میں بڑی قیل و قال ہوئی۔ سلطان کالیجا کو بھی آپ نے اپنے حلقے میں لے لیا لیکن کچھ عرصے کے بعد وہ آپ کا مخالف ہو گیا۔ ۴۳۹ھ تک آپ شیراز وغیرہ میں دعوت کرتے رہے۔ کیونکہ آپ فرماتے ہیں کہ جب میں مصر پہنچا تو اس وقت یہودی صدقہ بن فلاح وزیر تھا جب تک آپ ایران میں رہتے آپ کو بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ لوگ آپ پر اور آپ کے حلقے والوں پر تعطیل، کفر اور سب و شتم صحابہ کا الزام لگاتے تھے۔ بہرحال آئے دن کے جھگڑوں سے تنگ آکر آپ نے ایران کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہا۔ اور مصر روانہ ہونے کا قصد کر لیا۔ آپ کے بعد ایران میں دعوت کے فرائض کس کے ذمے رہے اس کا کچھ پتہ نہیں۔ آپ نے یہ نہیں بتایا کہ میں نے فلاں داعی کو اپنا جانشین بنایا۔ حالانکہ اس کا ذکر بہت اہم تھا۔ کیونکہ ہماری دعوت کا اصول یہ ہے کہ ہر داعی اپنی رحلت یا انتقال سے پہلے اپنا منصوص مقرر کرتا ہے۔ جزوی اور فروعی واقعات کو تو آپ نے بہت شرح و بسط سے بیان کیا ہے لیکن اپنے قائم مقام کے متعلق کچھ نہیں کہا

میں ملتی ہے نہ دورِ اسلام میں[1]۔ لیکن یہ کامیابی بھی دیرپا ثابت نہ ہوئی۔ ذوالقعدہ ۴۵۹ھ میں آپ کو سعید احول نے قتل کر دیا[2] جس کے باپ نجاح (سابق والی تہامہ) کو آپ نے ایک لونڈی کے ذریعہ مروا ڈالا تھا آپ کے بعد آپ کے بیٹے احمد (ملک مکرم) نے آپ کی جگہ لی جن کی بیوی مولاتنا حرہ ہیں جو بڑی عالمہ فاضلہ تھیں اور جن کو مولانا آمر نے حجت کے اہم عہدے سے سرفراز فرمایا تھا۔ آپ کے جانشینوں کے عہد میں فاطمی حکومت کا سیاسی اقتدار روز بروز گھٹتا گیا۔ سیدہ کے بعد یہ اقتدار بالکل جاتا رہا۔ گو بعض داعیوں نے ائمۂ زیدیہ سے کچھ لڑائیاں لڑیں اور چند قلعے بھی فتح کئے لیکن مستقل طور پر ان کے قبضے میں یمن کا کوئی شہر باقی نہ رہا۔ صلیحی خاندان جس کی بنیاد مولانا مستنصر کے عہد میں پڑی اس کا خاتمہ سیدہ حرہ ملکہ ہی پر ہوا۔ اس کے بعد مولانا آمر کے فرزند مولانا طیب کی دعوت ہیں جو طیبی دعوت سے مشہور ہے جتنے داعی گزرے ان کی کوششیں صرف مذہبی دائرے تک رہیں۔ یہاں سے ہمارے پاس دعاۃ مطلقین کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جس کا ذکر آئندہ آئے گا۔ اسی زمانے میں مکۂ معظمہ میں بھی چند سال تک بنو فاطمہ کا خطبہ جاری رہا لیکن سیدنا صلیحی کے قتل کے بعد موقوف ہو گیا۔

داعی ناصر خسرو کا قاہرہ میں ورود ۴۳۹ھ

صفر ۴۳۹ھ میں جب کہ مولانا مستنصر کی عمر (۱۹) سال ہو گی داعی ناصر خسرو مصر میں آئے۔ اس داعی نے قاہرہ کی کیفیت اور آپ کی شاندار سواری کا حال تفصیل سے لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں قاہرہ پُر امن و امان اور بارونق شہر ہو گا۔ مولانا مستنصر کے عدل و انصاف کی بہت تعریف کی ہے[3]۔ اس زمانے میں آپ کا یہودی وزیر صدقہ بن یوسف فلاحی تھا جسے آپ کی والدہ نے قتل کرا دیا۔ ہماری کسی کتاب میں داعی ناصر

(۱) ابن خلکان ۱/۳۴۸ (۲) موسم بہار ۲/۴۶ (۳) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ فاطمیین مصر (فصل ۱۸)

مجھے کئی دینار اور کپڑے دیئے۔ پھر میں قاسم بن عبدالعزیز بن محمد بن نعمان مصر کے قاضی کے پاس پہنچا۔ یہ ہمارا "باب حطۃ" اور ہمارے اور امام کے درمیان واسطہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ اسے اپنے نسب پر بڑا فخر ہے اور لیاقت کچھ بھی نہیں۔ میں نے اُسے حضرت موسیٰ کی ماں کے دل کی طرح خالی پایا۔(۱) اس میں کچھ جنون بھی تھا جو اس کی حرکات اور سکنات سے ظاہر ہوتا تھا۔ ان نقائص کے باوجود وہ مجھ سے کینہ رکھتا تھا۔ کیونکہ بعض انسانی شیاطین نے اس کے ذہن میں یہ بات بٹھادی تھی کہ ممکن ہے کہیں اس کے عہدے کی خواہش کروں۔ مجلس الحکمۃ کے روز جب وہ قصر میں آیا اور مومنین کی تعلیم کے لئے کرسی پر بیٹھا تو مجھے اللہ تعالیٰ کا وہ قول یاد آیا جس میں اس نے ہُدہُد کی زبانی ادا کی ہے: "میں نے دیکھا کہ ایک عورت ان پر حکومت کرتی ہے اور اُسے سب چیزیں دی گئی ہیں اور اس کے لئے ایک عرش عظیم ہے"(۲) یہ اور اس کے نائب ابن عبدون دونوں نے میری عداوت پر کمر باندھی اور میری قدر گھٹانے کی کوشش کی۔ ان کی مدد اور لوگوں نے بھی کی لیکن میرا کوئی نقصان نہ ہوا۔

آپ کی حضرت امام مبین بار یابی سے مایوسی

تاجر مذکور مجھ سے کہتا تھا کہ تم بڑے لوگوں کے دروازے پر نہ جاؤ۔ یہ بات تمھاری شان کے خلاف ہے۔ میں تمھیں ایک بڑا عہدہ دلوادوں گا۔ جب یہ خبر مشہور ہوئی تو لوگوں نے تاجر کو بھی میری طرف سے بدگمان کردیا۔ اب اس کی توجہ بھی کم ہوگئی۔ میں نے اس سے کہا کہ مجھے ہجرت سے شرف حاصل ہوا اور دنیا و آخرت کی سعادت ملی۔ اب میں یہاں نہیں ٹھیر سکتا۔ میں نے کوچ کا عزم کرلیا۔ اُس نے کہا اگر تم جانا چاہتے ہو تو تمھیں کوئی روکنے والا بھی نہیں۔ مجھے اس جواب سے رنج ہوا۔ اس کے بعد مجھ پر تکلیفیں گزرنے لگیں۔ میں نے کہا میرے یہاں آنے کا اصلی سبب میرا ایمان ہے

(۱) واصبح فؤاد ام موسیٰ فارغاً (القرآن ۲۸/۹) (۲) انی وجدت امرأة تملکهم واوتیت من کل شیء ولها عرش عظیم (القرآن ۲۷/۲۳)

فاطمی حکومت کی طرف سے بھی اس کے متعلق کوئی احکام کا حوالہ نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے بعد اسماعیلی دعوت کا سلسلہ ایران میں جاری نہیں رہا۔ گنتی کے کچھ لوگ باقی رہ گئے ہوں گے۔ آپ نے ان تمام واقعات کی تفصیل اپنی کتاب "السیرۃ المویدیہ" میں خود لکھی ہے جو چھپ گئی ہے۔ یہ کتاب نہایت خطرناک ہے جس سے عقائد خصوصاً عقیدۂ امامت کے بگڑنے کا اندیشہ ہے۔ جیسا کہ ناشر کتاب کہتا ہے۔(1) اس کے بعد آپ نے مصر کے تلخ تجربے قلمبند کئے ہیں۔

مصر میں آپ کے تلخ تجربے قاسم بن عبدالعزیز کی نااہلیت

آپ فرماتے ہیں کہ جب میں موصل میں ہوتا ہوا قاہرہ پہنچا تو میری ملاقات ایک یہودی وزیر سے ہوئی جس کا نام صدقہ بن یوسف فلاحی تھا(2) اس نے مجھ سے بہت اچھا سلوک کیا۔ اور مجھے اوسط درجہ کے مکان میں اتارا۔ پھر مجھے معلوم ہوا کہ یہ یہودی وزیر ایک یہودی تاجر ابوسعید تستری کے زیر اثر ہے۔ (جس کی کنیز مولانا مستنصر کی والدہ ہیں) اس کا اثر اتنا بڑھا ہوا ہے کہ گویا وہ مختار ہے اور وزیر لفظی ہے مملکت کے تمام امور اسی کی رائے سے طے ہوتے ہیں۔ میں اس تاجر سے ملا۔ اس نے

(1) ولکن الخطر فیما وعاه هذا الکتاب من اسرار عن امام فاطمی هو المستنصر بالله وعن تلاعب الوزراء به وبالبلاد فی اسرار تسیئ الی عقیدة من اهم عقائدهم وهی الامامة التی هی قوام عقیدة الفاطمیین کما تسیئ الی الائمة المعصومین فی زعمهم ومن هنا کان حرص القائمین علی دعوة البهرة علی اخفاء الکتاب عن اتباعهم حتی لا یتطرق الشك فی الامامة والائمة، ولاسیما ان مؤلف هذا الکتاب داعیة من اکبر دعاة مذهب الاسماعیلیة منذ نشأ المذهب الی الآن (مقدمہ سیرۃ المؤید فی الدین مطبوعہ مصر محمد کامل حسین) (2) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ شخص وزارت کے عہدہ پر مقرر نہیں کیا گیا۔ اسے صرف "واسطہ" کہتے تھے۔ (مقریزی ج ۲)

انتظار شدید کے بعد آپ کی حضرت امامیہ میں باریابی

ان فتنوں کے فرو ہونے کے بعد میں وزیر صدقہ کے ذریعے ۲۹ رشعبان ۴۳۹ھ کو حضرت امامیہ میں باریاب ہوا۔ زمین پر گرتے اور ولی السجود کو سجدہ کرتے وقت میں نے کچھ عرض کرنے کی بہت کوشش کی لیکن مجھ پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ کچھ نہ کہہ سکا۔ دست بوسی کے بعد واپس ہو کر وزیر کے مکان پر گیا۔ اور اس سے سارا واقعہ بیان کیا۔ اس نے کہا میں آئندہ ایسا انتظام کروں گا کہ تم اطمینان سے باریاب ہو سکو گے۔ اس وعدے کو اس نے پورا کیا اور میں امامی مجلس میں پورا شریک ہوتا رہا۔[1]

بقیہ صفحہ گزشتہ:- ...... وكان اليهودى المكنى اباسعيد يلقانى فى كل يوم ببشر وجهد حتى قامت الحسدة من الشياطين فادخلوفى عقل اليهودى وقالوا كيف تطوع لك نفسك ان تلخل بهذا الرجل العجمى .... حتى رأيته منقلبا عينه عن حسن الملاحظة فتوجهت اليه وقلت قد تشرفت بالمهاجرة .... ومابقى فى محتمل للمقام ومالى غير اعتزام المسير من اعتزام .... فماههنا من يصدك عما تريدك (السيرة المويدية صفحہ ۵۹-۶۵ مخطوط- ۷۵-۸۳ مطبوعہ)۔

(۱) فقلت (لصدقة) ايها الشيخ اعلم انه ما هجتنى ديارى عن فيها الا تكشفا بخدمة هذه الدولة العلوية وتخوفا من الجهة العباسيه وتسلل الامر فتنة كاد شرها يهلكنى .... وما المقصود الا صاحب القصر الذى هو امام الزمان دون الوزراء والوسائط والاعوان .... فلاخير فى المقام على باب من يكون محجورا عليه ويكون مقاليد اموره بيدى غيره لابيده ...... قالوا والله اعلم بصدقة ان الفلاحى رحمه الله ثم دس من قتل التاجر التسترى اذ كان مسيطرا عليه (ثم قتل صدقة نفسه) وذلك ان بعض الجهات الجليلة التى كان اليهودى مرتسما بخدمتها فى الظاهر

میرا مقصد صرف صاحب قصر امام الزمان ہیں نہ کہ وزراء اور وسائط۔ ایسے کے دروازے پر ٹھیرنے سے کیا فائدہ جو خود مجبور ہو اور جس کے معاملات کی کنجیاں دوسرے کے ہاتھ میں ہوں۔ یہ سن کر وہ ایک مست اونٹ کی طرح بلبلانے لگا۔ ایک طویل عرصے کے بعد وزیر صدقہ نے اس تاجر کو چند ترکی سپاہیوں کے ہاتھوں قتل کرا دیا۔ کیونکہ وہ وزیر کو ہمیشہ اپنے دباؤ میں رکھنا چاہتا تھا (۱)

(۱) وذلك انى بعد الاستقرار بالحضرة النبوية بمدة لا قريبة .... الا انه لا يجوز ان تفارق تلك الحضرة الشريفة بعد تحملك في التبلغ اليها المشقة الكثيرة .... ثم ادخلونى الى الوزير المعروف بالفلاحى وقيل ان ههنا يهوديا يكنى اباسعيد التسترى يحل منه الوزير الذى دخلت عليه محل اللفظ من المعنى وهو لامور هذه المملكة كلها الاساس والمبنى ...... وخرجت من عنده بثياب ودنانير خرجت لي من خزانة السلطان وتوجهت بعد ذلك الى الموسوم بالقضاء والدعوة الذى كان باب حطتنا ونحن بالبعد والواسطه بيننا وبين مجلس الامامة وهو يومئذ القاسم بن عبد العزيز بن محمد بن نعمان رحمه الله واياناو رأيت رجلا يعول بلسان نسبه في الصناعة التى وسم بها دون لسان سببه فارغا مثل فواد ام موسى وفيه جنون يلوح من حركاته وسكناته وهو مع ذلك موتور منى .... ولما كان فى يوم ناديه وقد حضر القصر الشريف ورأيته استوى على كرسيه لقرأة ما يقرره على المومنين ذكرت قول الله حكاية عن الهدهد انى وجدت امرأة تملكهم واوتيت من كل شيئ ولها عرش عظيم وكان له خليفة يدعى بن عبدون اشقرازرق وكلاهما منقل من مغرمة العداوة فى واعاهما قوم آخرون .....

محتاج تھا۔[1] ایک سال سے زیادہ مدت تک معاملات اسی طرح جاری رہے ابوالبرکات کی دشمنی بھی جاری رہی۔ اس نے مجھ میں اور یازوری میں مخالفت پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن کچھ مدت کے بعد اس کی بدقسمتی نے اسے مجالس سے ہٹا کر محابس میں پہنچا دیا۔

مذہبی تقریرات میں قصر امامت کی بوڑھی عورتوں کی مداخلت

اب یازوری کو اس کے جانشین کی تلاش ہوئی وہ خود اپنے منصب کی وجہ سے "مجالس الدعوۃ" نہیں پڑھ سکتا تھا لوگوں کا خیال تھا کہ یہ عہدہ مجھے ملے گا لیکن قاسم بن عبد العزیز بن نعمان کو یہ کام سپرد کیا گیا۔ یہ شخص آیا اور منبر پر جا کر مجلسیں پڑھنے لگا لیکن اسے اس بات کا احساس ہوا کہ وہ قضا اور دعوت

---

(۱) ولما كان بعد شهيرات ..... قبض على الفلاحي قبضا تبض فيه بعد يومين بالسيف روحه ..... وكانت عين ابى البركات لا تكاد تنفتح على عداوة .... فقال (فقلت ؟) مخاطبة الستر الرفيع اعنى والدة امير المومنين خلد الله ملكه فى هذا الباب ليخرج امرها الى الوزير بما يسفر معه وجه الحجاب ...... فعدت لتطرية مليس الاستيذان فى ...... اذ سمعت بان ابن النعمان عزل عن القضاء والدعوة وان الذى هو الوزير اليوم يولى فقلت يجوز ان يولى القضاء الذى كان عليه فيركب به طبقا عن طبق من دون الى فوق فاما الدعوة التى هو فيها نكرة فلا يجوز ان يقلد منها قلادة فيكون بدعة من البدائع وشنعة من الشنع وشيئا ما شوهد ولا سمع فما اصبح صبح اليوم الثانى من هذا الحديث الا وقرئ سجله بهما وفوض اليه كلاهما وكان ذلك من الغرائب التى تحظر النفوس وتمجها الاسماع (السيرة المويدية صفحه ٦٨-٦٩ مخطوطه ٨٦٦ ـ ٨٨ ـ مطبوعه)

وزیر یازوری کی مخالفت

وزیر صدقہ کے بعد (جسے مولانا مستنصر کی والدہ نے یہودی تاجر کے الزام میں مروا ڈالا تھا) یازوری کو وزارت کا عہدہ ملا۔ اس نے بھی میری مخالفت شروع کی۔ اس زمانے میں ابوالبرکات "ولی الامر" تھا۔ یہ اور وزیر یازوری دونوں میرے دشمن ہوگئے کیونکہ مجھے وزیر سابق صدقہ سے تقرب حاصل تھا۔ اب مجھے ہر طرف دشمن نظر آنے لگے۔ دوبارہ میں نے مصر سے واپس جانے کا ارادہ کیا۔ میں سفر کی تیاری ہی میں تھا کہ قاسم بن عبدالعزیز بن محمد بن نعمان اپنے عہدہ قضاء اور دعوت سے معزول کیا گیا۔ یہ قاضی القضاۃ تیرہ سال اس عہدے پر رہا۔ اس کی جگہ وزیر یازوری کو دی گئی۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اسے قضا کا عہدہ ملنا تو جائز ہے لیکن دعوت کا عہدہ اسے کسی طرح نہیں مل سکتا۔ یہ ایک بدعت اور بری بات ہے۔ یہ ایک ایسا تعجب انگیز واقعہ ہے جس کو عقلیں باور نہیں کرتیں۔ اور جس کے سننے سے کان نفرت کرتے ہیں۔ اس کی تہ میں ابوالبرکات کی سازش تھی چونکہ وہ اسفلین میں شمار کیا جاتا تھا۔ اس لئے وہ چاہتا تھا کہ یازوری کے ذریعے مولانا مستنصر سے کچھ فیض حاصل کرے اس کے بعد یازوری نے مجھے اپنے سفر کے ارادے سے باز آنے پر آمادہ کیا۔ کیونکہ توقیعات وغیرہ میں وہ میرا

بقیہ صفحہ گزشتہ:۔ وان کان مستولیا علی المملکة کاها فی الباطن تممت هذه الرخصة من الفلاحی وثبتت علی ان تقتاد منه وکان المقتول نساء بلخلن الیهما قیذکین نار الحرارة .... فدخلت الی مجلس الخلافة فی آخر یوم من شعبان سنة تسع وثلاثین واربع مائة ..... واجتهدت عند وقوعی الی الارض ساجدا لمولی السجود ومستحقه ان یشفعه لسانی شفاعة حسنة ینطقه (السیرة المؤید صفحہ ۶۵-۶۷ مخطوطہ ۸۳-۸۵ مطبوعہ)

وظیفہ میں معقول زیادتی کی[1]۔

قاسم بن عبدالعزیز کا استبداد

قاسم بن عبدالعزیز کچھ اپنی حرص سے اور کچھ زبردستی سے مجالس پڑھنے آیا کرتا تھا جب وہ کم زور ہوگیا اور اس کے اعضاء نے جواب دے دیا تو ایک ڈولی میں بیٹھ کر آنے لگا۔ جب اس سے بھی عاجز ہوگیا تو اپنے لڑکے کے ذریعے مجلسیں پڑھوانے لگا۔ ابھی تک اُس کا بیٹا یہی کام کرتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کرسی پر ایک جسم بے روح ہے[2]۔

وزیر یازوری بارہا میری مخالفت کرتا اور مجھ سے کہتا کہ ہم نے تمھیں تین سو دینار سے ایک ہزار دینار پر ترقی دی ہے تم کیوں نہیں اس کی قدر کرتے۔ میں نے کہا ایسا کہنے سے سلطان کی ہجو ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کی حکومت میں ایسی تنخواہ پانے والے بہت سے لوگ ہیں جو میرے ناخن

---

(۱) فلما کان فی بعض الایام ولم یبق لی متسع خلدی وجلدی کاتبته اشکو قلة الانصاف واخلاف المیعاد واقول انک فی ثلث مراتب یستحیل المین معها ویمنع وجود الافک بوجودها فاحدها الوزارة التی هی منتهی درج ارباب الاقلام والقضاء الذی سناده صدق اللهجة وترک المیل فی الاحکام والثالثة الدعوة التی معناها عند من ینتحلها تقویم النفوس المعوجة والذی یقوم النفوس المعوجة تبین عنه ان یکون کاذبا....... فولانی النصف من دیوان الانشاء وزادنی فی رزقی زیادة ظهر تاثیرها فی حالی۔ (السیرة المؤیدیة۔ صفحہ ۷۱۔۷۲ مخطوطہ ۹۲۔۹۳ مطبوعہ)

(۲) واتخذ قوم موسی من بعدهم من حلیهم عجلا جسدا له خوار الم یروا انه لا یکلمهم ولا یهدیهم سبیلا اتخذوه وکانوا ظالمین۔ (القرآن ۷/۱۴۸)

کے عہدوں پر رہنے کے بعد اپنی نا قابلیت کے باعث ذلیل ہوگا۔ وزیر سے میں نے اس کا سبب دریافت کیا۔ اس نے جواب دیا کہ ابن نعمان کی سفارش حاکم اور عزیز کے محل کی بوڑھی عورتوں نے کی ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ اس دعوت کا بانی نعمان ہے اس لئے اس کی ذریت اور اولاد ہی اس عہدے کی مستحق ہے۔ میں نے وزیر سے کہا کہ ان بوڑھی عورتوں نے مجھ پر ظلم کیا کہ مجھے دعوت کے کسی عہدے پر باقی نہیں رکھا۔ نہ مجھے کوئی لقب اور مرتبہ دیا۔ کیا ان کے تعصب کی تلواریں مجھ پر ہی چلیں۔(۱) میں نے کئی دفعہ وزیر سے شکایت کی۔ وہ ہمیشہ وعدہ کرتا رہا لیکن کبھی اُسے پورا نہ کیا۔ آخر کار میں نے وزیر کو لکھا کہ تم ایسے تین رتبوں کے حامل ہو جو تمہیں جھوٹ بولنے سے روکتے ہیں۔ ایک وزارت کا جو ارباب قلم کا انتہائی درجہ ہے۔ دوسرا قضا کا جس میں سچائی لازمی ہے تیسرا دعوت کا جس کے معنی ہیں گمراہ نفوس کو راہِ راست پر لانا۔ یہ فرض بھی سچائی کے بغیر ادا نہیں ہوسکتا اس نے جواب میں لکھا کہ تم میرے ساتھ وہ سلوک نہ کرو جو تم یہودی ابوسعید (تاجر) کے ساتھ کرتے تھے۔ میں نے سات ماہ تک صبر کیا۔ جب میں نے دیکھا کہ بنو قرہ کی شکست پر کثرت سے لوگ اسے تہنیتیں دے رہے ہیں تو میں نے بھی اسے تہنیت دی۔ کچھ مدت کے بعد اس نے مجھے دیوان انشاء کا کام دیا اور میرے

---

(۱) ولما كان معلوماً ان المنصب الذى حصل فيه يقطعه عن حضور الاندية لقرأة مجالس الدعوة ظن الناس انه لايرى العدول بهذ الخدمة عنى فبينما هم فى ظن من هذا الباب اذ ندب لها ابن نعمان فجاء وصعد المنبر وقرأ على الناس فلم تكن له نفس تنهاه عن تقمص العار والذلة .... قلت للوزير .... فقال ان السبب فى توليته ابن نعمان عجائز قد مرن فى القصر حاكميات وعزيزيات .... هولاء المرهفات من سيوف عصبيتهن .... السيرة المويدية۔ ورقة ۱۷ مخطوطة ۹۱ مطبوعة

روانہ ہوا۔

آپ کا مصر میں داخل ہونے سے روکا جانا اور آپ کی بے قدری

موصل اور حلب کی فتح کے بعد جب میں مصر واپس ہونے کی غرض سے علیہ پہنچا تو مجھے ایک فرمان ملا جس پر تین مہریں لگی ہوئی تھیں۔ مجھے حکم دیا گیا تھا کہ تم واپس حلب چلے جاؤ۔ یہ دیکھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی میں نے واپس جانا مناسب نہ سمجھا اور خیال کیا کہ اس فرمان کا جاری کروانے والا کوئی حاسد ہے جسے یہ خیال پیدا ہوا ہوگا کہ میں قاہرہ پہنچ کر وزارت یا کوئی سیاسی عہدے کی کوشش کروں گا۔ اس لئے میں نے مصر جانے کا عزم کرلیا۔ اس کے بعد اور دو ایسے فرمان ملے میں نے کہا سبحان اللہ جس شخص نے ترکی تلواروں اور نیزوں کے لئے اپنے آپ کو سپر بنایا اور کامل ایک سال دشمنوں سے جنگ کی اور بڑی مصیبتیں اٹھائیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے کامیابی سے سرفراز کیا۔ کیا اس کی جزا یہ ہے کہ وہ اپنے ولی نعمت کے دروازے پر نہ پہنچے۔ لیکن کیا کیا جائے تقدیر کے معاملے میں کوئی حیلہ کارگر نہیں ہوتا۔ جب مجھے واپس جانے کے لئے کئی فرمان یکے بعد دیگرے ملے تو میں شاہ راہ چھوڑ کر جنگلوں اور نامعلوم راستوں سے گزرتا ہوا قاہرہ پہنچا۔ شہر میں داخل ہونے کے بعد میری حالت بجائے شکست دینے والے کے شکست کھائے ہوئے کی تھی۔ بجائے توڑنے والے کے ٹوٹے ہوئے اور بجائے غالب کے مغلوب کی سی تھی پیش قدمی اور رفعِ شان کی جو مجھے امیدیں تھیں وہ سب الٹی ہوگئیں واللہ المستعان۔[1]

---

(۱) لقد فرحتني ايها الوزير بهذا القول فما ظننتني قبل هذا اليوم اخطر منه ببال........ وانني ملكت حلب وفتحت ابوابها .... فلما حصلت في موضع يسمى البوقير لقيني صاحب النجب بكتب يجل عليه ثلاثة ختوم........ الختوم الكثيرة ازعجتني......

کی برابری بھی نہیں کرتے "[1]

سیدنا مؤید کا جنگ پر بھیجا جانا ۴۵۰ھ کی ابتدا میں جب بساسیری نے جس کا ذکر ہو چکا ہے بغداد فتح کرنے کی کوشش کی تو وزیر نے مجھے بھی ترغیب دلائی کہ میں بھی اس کام میں حصہ لوں ایک دفعہ اُس نے مجھ سے کہا کہ سلطان نے یہ خواہش کی ہے کہ اس مہم پر جاؤ تم صاحب وقعت اور تجربہ ہو۔ میں نے کہا کہ مولانا خلد اللہ ملکہ مجھے خوب جانتے ہیں لیکن انھوں نے مجھے کبھی یاد نہیں کیا اور نہ میری طرف توجہ کی لیکن جب یہ اہم کام پیش آیا تو وہ مجھ پر ایسا بار ڈالنا چاہتے ہیں جسے بڑے بڑے وزیر اٹھا نہیں سکتے ہیں حضرت عالیہ میں رہ کر ایک یا دو دفعہ کلام مجید ختم کرتا ہوں۔ ایسے بہت سے عذر میں نے پیش کئے لیکن کوئی مقبول نہ ہوا مجبوراً مجھے علماء کی ہیئت چھوڑ کر وزراء کی ہیئت اختیار کرنی پڑی اور میں جنگ کے

(۱) و ابن النعمان علی رسمه فی النیابة والقراءة بحره الیهاحر کة من حرصه طبعیته وحرکته ممن ینعصنه فنسر بینه حتی وقف به اعضاءه وخانته جوارحه وکان ابن النعمان محمولا علی السرج مادام محله السرج فلما قعد به السرج عدل به الی المحفة فلما لحق به العجز عن المحفة ندب الرجل ولده فاستمر الی یومنا علی ما یونسر امره والقی علی کرسیه جسدا له خوار .... وکان مما راسلنی به اننی اخذت تک من ثلاث مائة دینار رزقا الی الف وزیادة فلم لا تعرف الحق علی نفسک فقلت له فی الجواب انک مجوت السلطان به اقیم مجوان جعلت استحقاقی بحضرتهم ثلاث مائة دینار وفی دولته من لا یوازن ظفرا من اظفاری قطعتنی عن آفاق .... الی آفاق من یعطی ویمنع فالذی منعت اکبر (السیرة المؤیدیه صفحه ۳، مخطوطه ۹۳-۹۴ مطبوعه)

برات کی اور اُسے کوفے سے نکال دیا۔ بلکہ اس کے بعض پیروی کرنے والوں کو موت کی سزا بھی دی یمن اسلام سے پہلے ایک مدت تک ایران کے تحت رہا ہے۔ اس ضلعے کے باشندے ایرانی خیالات سے متاثر ہو چکے تھے۔

ہماری اسماعیلی دعوت کی ابتدا یمن ہی سے ہوئی۔ جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے (۱) ہمارے ائمہ ہمیشہ اس ضلع میں اپنے داعی بھیجتے رہے۔ داعی علی بن صلیحی نے ۴۵۲ھ کے ختم ہونے سے پہلے یمن کے اکثر شہر فتح کئے لیکن یہ سیاسی اقتدار زیادہ عرصے تک باقی نہ رہا۔ سیدنا صلیحی کے قتل کے بعد آپ کے فرزند سیدنا احمد مکرم آپ کے جانشین ہوئے جن کی بیوی سیدتنا الحرۃ الملکہ کہلاتی ہیں۔ مولانا آمر نے آپ کو حجت کا رتبہ دیا تھا۔ آپ بڑی عالمہ فاضلہ عالی ہمت اور حوصلہ مند خاتون تھیں۔ پردے میں بیٹھ کر بڑے بڑے داعیوں کو درس دیا کرتی تھیں۔ لیکن آپ کی کوئی تصنیف نہیں پائی جاتی سیدنا احمد کے انتقال کے بعد مولانا مستنصر نے آپ کے چھوٹے بیٹے سیدنا علی عبدالمستنصر کو آپ کی جگہ دی۔ لیکن سیدنا علی اپنی ماں سیدہ کی زندگی ہی میں وفات پا گئے۔ سیدہ اپنے شوہر سیدنا احمد کے بعد تقریباً پچاس سال تک زندہ رہیں۔ ۵۳۱ھ میں آپ نے وفات پائی۔ آپ کے اور آپ کے بھائی سیدنا خطاب کے انتقال کے بعد یمن میں ہمارے ائمہ کی سیاسی قوت بالکل جاتی رہی۔ ہاں صرف مذہبی اثر رہ گیا جو اب تک باقی ہے۔

یہ سب داعی ملوک اور اہل سیف کہلاتے ہیں۔ کیونکہ سیاسی امور ان کے سپرد تھے جس طرح مولانا مستنصر نے یمن میں ان کا سلسلہ قائم کیا اسی طرح اہل قلم کے داعیوں کا سلسلہ بھی وہاں جاری کیا۔ تاکہ وہ مذہبی خدمت انجام دیں (۲) اس غرض سے ایک داعی مسمی لمک بن مالک الحمادی متوفی ۵۱۰ھ کا انتخاب کیا۔ یہ وہی داعی ہیں جنہیں سیدنا صلیحی نے قاصد بنا کر مصر بھیجا تھا۔ کہ وہ مولانا مستنصر سے آپ کے مصر آنے کی اجازت حاصل

(۱) تاریخ فاطمیین مصر (فصل ۲۵) (۲) موسم بہار ۳/۴۶

سیدنا موید نے ماہِ شوال سنہ ۴۸۷ھ کی ابتداء میں وفات پائی۔ مولانا مستنصر نے آپ پر نماز پڑھی اور آپ قصر کے اس حصے میں دفن کئے گئے جس میں آپ کا انتقال ہوا۔ اس حصے کو "دار العلم" کہتے تھے[1]۔ آج کل اس کا کوئی نشان باقی نہیں ہے۔ آپ کی عمر بیانوے سال بتائی جاتی ہے۔

یمنی دعوت کی تمہید یعنی دورِ ستر کی تیاری

مولانا مستنصر نے جب محسوس کیا کہ آپ کا بڑا بیٹا نزار آپ کے چھوٹے بیٹے مولانا مستعلی سے لڑے گا جس کی وجہ سے ائمۂ ظہور کی امامت کا سلسلہ زیادہ دیر تک باقی نہ رہ سکے گا تو آپ نے اپنی دعوت کو یمن میں منتقل کرنے کی تمہید کی۔ یمن ہم لوگوں کے ہاں بہت مبارک بقعہ سمجھا جاتا ہے اس ضلع میں شیعی مذہب کی تحریک ایک زمانے سے جاری تھی۔ عبداللہ بن سبا جس نے فرقۂ سبائیہ کی بنیاد ڈالی، صنعاء (یمن) کا باشندہ تھا۔ یہ شخص مولانا علی کو خدا مانتا تھا۔ آپ نے اس سے اور اس کے پیرووں سے

بقیہ صفحۂ گزشتہ ...... فلما فضضت المختوم وجدته يشتمل على التاكيد علي في النكوص على عقبي الى حلب فملكني التحير والدهش ووجدت الرجوع الى حلب ممتنعاً ...... اذا دخلت تعرضت للوزر اذا اذا رسمت احداً في رتبته ...... تسلسل الكتب والرسل في معنى الرجوع ...... نكبت عن الطريق الجادة الى البرية والمجاهل ...... فما شعرو ابي حتى اطلعت رأسي على باب القاهرة فدخلتها دخول المهزوم لا الهازم والمكسور لا الكاسر والمغلوب لا الغالب ولقيت ما كنت آمله من التقديم والاعلاء والرفع الى مناط الجوزاء عكساً وضد ذلك والله المستعان (السيرة المويدية صفحه مخطوطه ۱۷۶-۱۷۸ مطبوعه) فلما عاد الى الحضرة الامامية لم يزل يمتحن فيها ويضطهد ويزحزح عن حضور امامه (عيون الاخبار ج ۷ ص ...)

(۱) عيون الاخبار ج ۷ ...

انھیں امام کی غیبت کی وجہ سے مذہبی معاملات میں پورا اختیار حاصل ہے۔ اب ہم مولانا مستنصر کا پھر ذکر کرتے ہیں۔

مولانا مستنصر کی سیرت

مولانا مستنصر اپنی بیعت کے وقت سات برس کے تھے۔ اس رسم کے ادا ہونے کے بعد آپ نے حاضرین سے گفتگو کی اور وعظ فرمایا۔ ایک دفعہ معلم نے آپ کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر لکھوانا چاہا۔ آپ نے فرمایا "یہ وہ ہاتھ ہے جس پر کوئی ہاتھ بلند نہیں ہو سکتا"۔[1] آپ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بچپن ہی میں حکومت بخشی۔ آپ اپنی والدہ کے بہت مطیع اور فرمانبردار تھے۔ کبھی آپ نے اُن کی مخالفت نہیں کی۔ آپ نہایت عادل اور سخی تھے۔ کسی پر آپ نے ظلم نہیں کیا۔ جو لوگ آپ کے مذہب کے مخالف تھے انھیں آپ نے نہیں چھیڑا اور نہ آپ نے صوم و نطر اور دوسرے دینی احکام کی نسبت کسی پر اعتراض کیا۔ آپ کی فوج نے آپ کو مجبور کیا کہ آپ اپنے ملک کے خزانے صرف کریں۔ آپ کے عہد میں جو خوں ریزی ہوئی وہ آپ کی طرف منسوب نہیں ہے بلکہ اس کے ذمہ دار آپ کے وسائط ہیں۔ آپ نے کسی خوں ریزی میں پیش قدمی نہیں کی۔ آپ نبوی اخلاق اور امامی عواطف کی پیروی کرتے تھے۔ یہ قول "قاضی" رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔[2]

تبصرہ

سیدنا ادریس کے اس قول کے کہ "مولانا مستنصر کو بچپن ہی میں حکومت دی گئی" کیا معنی؟ اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ جس طرح حضرت عیسیٰ گہوارے میں گفتگو کرتے تھے۔ اسی طرح ہمارے امام مولانا مستنصر نے

(۱) انھا ید لا تعلوھا ید (عیون الاخبار ج ۶ ص ۲۳۵) (۲) عیون الاخبار ج ۶ ص ۲۳۶

کریں لیکن مولانا مستنصر نے انہیں اپنے پاس روک لیا۔ اور سیدنا موئد کے سپرد کیا جن کا ذکر گزر چکا ہے۔ سیدنا موید نے آپ کو پانچ سال تک مذہبی تعلیم دی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نے ستائیس مسائل مرتب کر کے اپنے استاد سیدنا موئد سے اس کے جوابات طلب کئے۔ سیدنا موئد نے فرمایا کہ حضرت امامیہ سے ان کے جوابات ملیں گے۔ پھر سیدنا ملک مولانا مستنصر کے پاس گئے۔ مولانا مستنصر نے آپ کو ان مسائل کے جوابات دیئے اور ہر جواب کے ساتھ ایک قمیص بطور خلعت سرفراز فرمایا۔ اس سے مقصد یہ تھا کہ آپ کو ستائیس مراتب دیئے گئے۔ یہ مسائل کیا تھے؟ کسی کو کچھ خبر نہیں۔ ایک روز سیدنا موئید اور سیدنا ملک دونوں حضرت امامیہ میں حاضر تھے۔ مولانا مستنصر نے فرمایا کہ صلیحی کو حبشیوں نے فلاں روز قتل کر دیا ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ امام نے صحیح خبر دی ہے۔ جب کبھی سیدنا ملک واپس جانے کی اجازت چاہتے تو مولانا مستنصر فرماتے کہ ابھی جاڑے کا موسم ہے اسے گزر جانے دو۔ اسی طرح جاڑے کے کئی موسم گزر گئے۔ سیدنا ملک نے اپنے استاد سے اس کا مطلب دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ائمہ کے کلام کے باطن اور حقیقت کو سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جانتا۔ بہرحال پانچ سال کے بعد مولانا مستنصر نے سیدنا ملک کو "داعی البلاغ" کا رتبہ دے کر یمن روانہ کیا جہاں سنہ ۵۰۱ھ میں آپ نے وفات پائی (۱) اس وقت مولانا آمر تخت امامت پر آ چکے تھے۔ آپ کی اجازت سے سیدہ حرہ ملکہ نے سیدنا یحیٰی بن ملک کو "داعی البلاغ" کا رتبہ دے کر سیدنا ملک کا جانشین بنایا اور سیدنا یحیٰی متوفی سنہ ۵۲۰ھ کے بعد سیدنا ذویب بن موسیٰ کو ان کی جگہ مقرر کیا۔ آپ سے ہمارے پاس دعاۃ مطلقین کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ آپ اس سلسلے کے پہلے داعی ہیں مولانا آمر کی شہادت کے بعد جو سنہ ۵۲۴ھ میں ہوئی مولانا طیب چھپا دیئے گئے۔ آپ سے دور ستر کی ابتدا ہوئی۔ اس دور کے سب داعی دعاۃ مطلقین کہے جاتے ہیں۔ کیونکہ

(۱) موسم بہار ۳/۴۴ ۔

بوڑھی عورتوں نے بڑے بڑے عہدوں پر ایسوں کا تقرر کیا جو بالکل ہی نااہل تھے جیسا کہ "سیدنا موئد کی سیرت" سے واضح ہے جس کے اقتباسات ہم ابھی درج کر چکے ہیں۔ بہرحال سیرت موئدیہ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا مستنصر کے عہد میں نہ سیاست میں کوئی نظم و نسق تھا نہ مذہب میں۔ دونوں کی بنیادیں کھوکھلی ہو گئی تھیں۔ چنانچہ آپ کے زمانے میں فاطمی ملک کے بہت سے حصے حکومت کے قبضے سے نکل گئے۔ کثرت سے قاضیوں اور وزیروں کے تبادلے ہوئے۔ فوجوں کی مختلف پارٹیوں کی باہمی لڑائیوں سے بڑی خون ریزی ہوئی ملک کے بیش بہا خزانے لٹ لٹا گئے۔ سیدنا ادریس ایک قاضی کا قول نقل کرتے ہیں جو یہ تو مانتا ہے کہ خون ریزی اور قتل و غارت گری ہوئی لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ مولانا مستنصر اس کے ذمہ دار نہیں بلکہ آپ کے وسائط ہیں۔ یہ قول کس طرح قابلِ قبول ہو سکتا ہے؟ کیونکہ عام طور پر ملک کی خوش حالی حاکم ہی کی طرف منسوب کی جاتی ہے نہ کہ اس کے وسائط کی طرف۔ اس لئے کہ ان کا انتخاب تقرر اور برطرفی وغیرہ سب حاکم ہی کے ہاتھ میں ہے۔

یہ تو سیاسی معاملات کا ڈھنگ تھا۔ دعوت کا وہ نظام جس کے لئے مولانا مہدی کا ظہور ہوا تھا اس میں بھی خلل پڑ گیا۔ نااہل قاضی القضاۃ اور داعی الدعاۃ کا قضا اور دعوت کی عظیم الشان خدمتوں پر ایک مدتِ دراز تک رہنا کچھ معمولی بات نہیں حالانکہ امام کی دیگر خصوصیتوں میں عصمت اسی لئے لازمی قرار دی گئی ہے کہ وہ تعدیل عدول قاضیوں اور داعیوں کا صحیح انتخاب کر سکے جیسا کہ سیدنا حمید الدین اپنی کتاب "المصابیح فی الامامۃ" میں ارشاد فرماتے ہیں۔[1] ایسے اہم مذہبی تقررات میں قصر کی بوڑھی عورتوں کی مداخلت کس طرح ہو سکتی ہے؟ ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ہی دنیا میں صحیح مذہب کے علمبردار ہیں ہمارے سوا اسلام کے اور فرقے سب جھوٹے اور گمراہ ہیں۔ ان کے رہنما ظالم غاصب ہیں۔ ان کو کبھی نجات نہ ملے گی جب تک کہ وہ ہماری دعوت کے حلقے میں داخل نہ ہوں۔

(۱) فصل (۱۲) عنوان "امام کے لئے عصمت کا ہونا ضروری ہے۔ امت کا امام کو منتخب کرنا باطل ہے"

بچپن میں وعظ کیا اور حکومت کی لیکن یہ کہتے وقت ہم بھول جاتے ہیں کہ ہماری دعوت کی خاص تعلیم یہ ہے کہ دنیا میں ہر چیز فطرت کے قواعد سے متعلق ہوتی ہے۔ کوئی واقعہ اس کے خلاف نہیں ہوتا۔ انہی اصول پر انبیاء کے قصوں کی تاویل کی گئی ہے۔ گہوارے میں بچے کا لوگوں سے بات کرنا خلاف فطرت ہے اس لئے اس کی تاویل کی گئی ہے کہ حضرت عیسیٰ اتنے ہوشیار اور ذہین تھے کہ دعوت کی ابتدائی تربیت کے زمانے ہی میں حکمت بیان کرتے تھے۔ مہد سے ظاہری گہوارے کی مراد نہیں جس میں بچہ پرورش پاتا ہے بلکہ اس سے اشارہ دعوت کی تربیت کی ابتدائی حد کی طرف ہے۔ جیسے ہم ممثول کہتے ہیں جس طرح گہوارے میں بچہ ظاہری تربیت پاتا ہے۔ اسی طرح مستجیب دعوت کی ابتدائی حد میں باطنی یعنے علمی تربیت پاتا ہے اور جس طرح ماں گہوارے کو کبھی ادھر کھینچتی ہے اور کبھی ادھر اسی طرح مفید کبھی مستجیب کو اپنے نزدیک کرتا ہے اور کبھی دور۔ بہر حال بچپن سے اطفال کا بچپن مراد نہیں ہے اور نہ گہوارے سے متعارف گہوارہ مقصود ہے۔ یہ صرف لوگوں کو سمجھانے کے لئے ایک تمثیل بیان کی گئی ہے۔ اسی بناء پر آپ کے بن باپ کے پیدا ہونے کی بھی تاویل کی گئی ہے۔ اسی طرح تمام انبیاء کے قصوں کا باطن بتایا گیا ہے[1]۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مولانا مستنصر نے بچپن میں کس طرح حکومت کی ہوگی کیونکہ یہ بھی خلاف فطرت ہے۔ بچپن کے زمانے میں آپ کا کفیل کون تھا۔ یہ بھی معلوم نہ ہو سکا۔ اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ مولانا عزیز کے بعد پانچ امام ہوئے یہ سب کے سب نو عمر تھے۔ ان میں تین تو بالکل ہی بچے تھے۔ وزیروں اور قاضیوں نے اس سے بے جا فائدہ اٹھایا جس کی وجہ سے حکومت میں کمزوری آ گئی۔ یہی کیفیت مولانا مستنصر کے زمانے میں تھی۔ آپ کے بالغ ہونے کے بعد بھی حکومت کی عنان وزیروں اور قاضیوں کے ہاتھ میں رہی۔ بلکہ بعض وقت قصر امامی کے

(۱) (ا) اساس التاویل لسیدنا القاضی نعمان بن محمد۔ (ب) انبیاء کے قصوں کی تاویل کے لئے ملاحظہ ہو فصل (۱۵)

طویل انتظار کے بعد رسائی ہوتی ہے۔ وزیر صدقہ کے بعد وزیر یازوری اور ابوالبرکات پھر آپ کو مجلس امامت میں جانے سے روکتے ہیں۔ ہر طرف آپ کے دشمن ہی دشمن نظر آتے ہیں۔ آپ دوبارہ مصر سے واپس جانے کا عزم کر لیتے ہیں۔ آپ کی موجودگی میں قضا اور دعوت کے اہم عہدے نا قابل لوگوں کو دئیے جاتے ہیں۔ قراءت مجالس الحکمۃ کا کام بھی ایک زمانے تک نا اہل شخص کے سپرد رہتا ہے۔ پھر آپ کو آپ کی رضامندی کے خلاف جبراً جنگ پر بھیجا جاتا ہے۔ لڑائی ختم ہونے کے بعد زبردست کوششیں کی جاتی ہیں۔ کہ آپ مصر واپس نہ ہوں۔ لیکن آپ نہیں رکتے۔ اور جب آپ مصر میں داخل ہوتے ہیں تو آپ کی کوئی قدر نہیں کرتا۔ جیسا کہ خود آپ نے اعتراف کیا ہے۔ سیدنا ادریس فرماتے ہیں کہ یہ سب آپ کا امتحان تھا۔ گویا امام نے آپ کی آزمائش کی۔ کہ آپ مخلص تابعین میں ہیں یا نہیں جو مصیبتیں آپ پر نازل ہوئیں اُن پر آپ نے صبر کیا۔ اور خلوص نیت و حسن عمل پر باقی رہے۔ یہ سب کہاں تک معقول ہو سکتا ہے غور کرنے کے قابل ہے۔ آپ نے سیرت موئدیہ میں اپنی مصیبتیں تو بیان کیں لیکن کسی مقام پر یہ نہیں کہا کہ یہ میری آزمائش ہے۔ مجھے ثابت قدم رہنا چاہیے۔ بخلاف اس کے آپ نے دو دفعہ مصر سے واپس جانے کا عزم کر لیا۔ بلکہ ایک موقع پر آپ نے شکایت بھی کی کہ مولانا مجھے خوب جانتے ہیں لیکن کبھی انھوں نے مجھے یاد نہیں کیا۔ اور نہ میری طرف توجہ کی۔ آپ نے صرف اتنا کہا ہے کہ "لاحیلۃ فی المقادیر واللہ المستعان" اس کے بعد لڑائی کے چند واقعات بیان کر کے آپ نے سیرت موئدیہ ختم کر دی ہے۔ یہ کتاب اتنی خطرناک ہے کہ اس کے پڑھنے والوں پر ہمارے امام کے متعلق بہت برا اثر پڑتا ہے[1] فوراً یہ بات ذہن نشین ہو جاتی ہے کہ امام محل میں آرام سے بیٹھے رہتے تھے۔ دعوت اور سیاست کے معاملات میں کوئی حصہ نہ لیتے تھے۔ یا وزیروں اور قصر کی بوڑھی عورتوں نے آپ کو اتنا بے بس کر دیا تھا کہ

(۱) وہ نوٹ جو اسی فصل میں عنوان "باب الابواب عصمۃ المومنین ...... الشیرازی" کے تحت ہے

اور اُن سے ہمارے داعیوں نے عہد نہ لیا ہو لیکن جب خود ہمارے داعیوں کی یہ حالت ہو جیسے سیدنا مؤید نے اپنے مشاہدے کے بعد لکھا ہے تو مومنین کی کیا حالت ہوگی۔ ان کے نفوس کس طرح نجات پائے ہوں گے۔ مجالس مؤیدیہ کی ایک مجلس میں آپ اپنے بھائیوں سے خطاب کرکے فرماتے ہیں۔ اے لوگو! اہل ظاہر سے مساجد اور جوامع بھری ہوئی نظر آتی ہیں اور تم سور ہے ہو۔ بیت اللہ الحرام کا وہ حج کرتے ہیں اور تم وہاں نظر نہیں آتے۔ حالانکہ تم دعویٰ کرتے ہو کہ ہم شیعہ ہیں[1] شہر رمضان کے پہلے دہے کی پہلی دعا میں آپ فرماتے ہیں کہ ایمان مفقود ہوگیا ہے۔ کالی گائے میں ایک سفید دھبے کے برابر بھی ایمان باقی نہیں رہا۔ اب مومن کہاں جائے۔ وہ بے چارہ ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ کی طرف بھاگتا ہے لیکن کہیں پناہ نہیں ملتی[2]۔ ایک دوسرے مقام پر آپ افسوس کرتے ہیں کہ خود ہمارا طبیب بیمار ہے۔ اور ہماری تعداد قلیل ہے۔ ان اقوال کی تاویل ہم اس طرح کرتے ہیں کہ سیدنا مؤید نے اپنے زمانے کی حالت نہیں بیان کی ہے۔ بلکہ آنے والے زمانۂ ستر کے متعلق پیشین گوئیاں کی ہیں لیکن یہ تاویل اس وقت درست ہوتی جب آپ فرماتے کہ آئندہ ایسا ہوگا۔ آپ نے تو ایسا فرمایا ہے کہ "ان زماننا هذا زمان فترة واوان حيرة" جس کے یہ معنی ہیں کہ ہمارا یہ زمانہ فترت کا زمانہ ہے اور حیرت کا وقت ہے۔ بہر حال آپ کے بیان سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا مستنصر کے عہد میں مومنین کی تعداد بہت کم تھی اور دعوت کا شیرازہ بھی بکھر گیا تھا۔

ظہور کا زمانہ ہے۔ امام قصر میں تخت خلافت پر جلوہ گر ہیں۔ ایران سے آپ کے باب الابواب جن کا درجہ آپ کے درجے سے متصل ہے، جنھیں آپ کی طرح عصمت حاصل ہے اور جو امام اصغر کہلاتے ہیں بڑے شوق سے باریابی کا شرف حاصل کرنے کے لئے مصر تشریف لاتے ہیں لیکن حضرت امام میں آپ کی رسائی نہیں ہوتی۔ منت و عاجزی پر بھی دربار میں بار نصیب نہیں ہوتا۔ آخر کار

(۱) المجالس المؤیدیہ ۱/۲۱-۲۲ (۲) صحیفۃ الصلوٰۃ۔

پر جو اہم سوال پیدا ہوتا ہے یہ ہے کہ کیا امام نے آپ کی آزمائش کے لئے دعوت کے اعلیٰ مراتب ایسے لوگوں کو دئے جن میں کچھ بھی لیاقت نہ تھی۔ قاضی القضاۃ سیدنا قاسم بن عبدالعزیز نااہل ہونے کے باوجود مجنون بھی تھے جیسا کہ آپ نے خود لکھا ہے۔

اگر ہم یہ کہیں کہ یہ سب وسائط کی شرارت تھی تو بھی حاکم الزام سے بری نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان کے تقرریات اسی کے ہاتھ میں تھے۔ جیسا کہ ہم ابھی بتا چکے ہیں۔ بڑی مصیبت ہمیں یہ پیش آتی ہے کہ ہم امام کو اس کے ہر فعل میں معصوم مانتے ہیں اور ہمارا دعویٰ ہے کہ امام سے غلطی نہیں ہو سکتی۔ وہ غیب کی خبر دیتا ہے۔ آئندہ ہونے والے واقعات کا اُسے علم ہے۔ یہ ایک معجزہ ہے جو امام ہی سے مخصوص ہے۔ مولانا قائم عالم الغیب والشہادۃ ہیں۔[1] اگر ہم اپنے اماموں کو اوصافِ مذکورہ سے موصوف نہ سمجھیں تو پھر کوئی اعتراض پیدا نہیں ہوتا لیکن اس صورت میں ایسے اماموں کی ضرورت باقی نہیں رہتی جن کا سلسلہ ہمارے عقیدے کے مطابق قیامت تک باقی رہے گا۔ ہم اور اہلِ ظاہر دونوں مل جاتے ہیں۔ ہم نے امتیاز پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔

ایک مقام پر سیدنا ادریس لکھتے ہیں کہ حلب سے قاہرہ معزیہ واپس آنے کے بعد سیدنا مؤید نے حضرت امامیہ میں ایک شکایتی رقعہ پیش کیا جو عتاب سے بھرا ہوا تھا۔ امام نے اس کے جواب میں چند تشفی بخش شعر لکھے جو آپ کے دیوان میں موجود ہیں[2] اور گمراہ شیعوں کو راہ راست پر لانے کی آپ کو ہدایت کی۔ اس کے بعد آپ حضرت امامیہ میں آتے جاتے رہے۔ آپ کو مولانا مستنصر نے "باب الدعوۃ" بنا کر جزائر کا کام آپ کے سپرد کیا۔ لیکن ان واقعات کو خود سیدنا نے اپنی سیرت

---

(۱) فصل ۱۲ عنوان "امام کا حوادثِ آئندہ کی خبر دینا" (۲) اس قطعے کا پہلا شعر یہ ہے:-

یا حجۃ مشھورۃ فی الوریٰ　　　وطود علم اعجز المرتقی

(عیون الاخبار ۷/۹۲)

آپ کا کچھ بس نہیں چل سکتا تھا۔ اس کی تصدیق آپ کے دو فرمانوں سے ہوتی ہے جو سیدنا مؤید کو دئے گئے۔ آپ سیدنا کو وزیر ابوعبداللہ یحییٰ بن المدبر کی فرماں برداری کا حکم دیتے ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سیاست کے مقابلے میں مذہب نظر انداز کیا جاتا تھا[1] سیدنا کا یہ فرض تھا کہ آپ جہاں اپنی مصیبتوں کا ذکر کیا ہے وہاں اس امر پر بھی شدت سے تنبیہ کرتے کہ مجھے اس کا کوئی رنج نہیں ہے۔ یہ امام کی آزمائش کے مظاہر ہیں۔ اے مومنو! تم کو بھی ایسی صبر کی سیرت اختیار کرنی چاہئے۔ قاضیوں اور داعیوں کے تذکرے میں آپ کو یہ کہنا چاہئے تھا کہ یہ لوگ اگرچہ اپنے عظیم الشان عہدوں کے نااہل ہیں لیکن ہم کو نہیں چاہئے کہ ہم ان پر کوئی نکتہ چینی کریں کیونکہ ان کا تقرر امام کی طرف سے ہوا ہے۔ اس میں کچھ نہ کچھ مصلحت ہوگی صنعت پر نکتہ چینی صانع کی طرف راجع ہوتی ہے۔ جیسا کہ اخوان الصفاء کے رسالۃ الحیوانات میں انسان اور جانوروں کے مباحثے میں بتایا گیا ہے[2] آپ کو چاہئے تھا کہ آپ امام کے ہر فعل کو تسلیم کرتے اور اُسے پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے۔ بخلاف اس کے آپ نے اس کو حقارت آمیز الفاظ میں بیان کیا ہے۔ یہ طرزِ عمل اسماعیلی تعلیم کے بالکل مخالف ہے۔ سیدنا قاضی نعمان فرماتے ہیں کہ اگر تم امام کو اپنی آنکھوں سے فواحش کا مرتکب ہوتا ہوا بھی دیکھو تو دل سے اُسے نہ مانو۔ اور نہ اُسے زبان پر لاؤ کیونکہ امام جو کچھ کرتا ہے وہ مصلحت سے کرتا ہے[3] اس مقام

(۱) وامتثل ما یمثله لك الوزیر الاجل السید الفاضل الواحد الکامل ابو عبد الله متع الله به امیر المومنین وعضده ...... وما قاله فهو المقول وما فعله فهو المفعول وارجع الی رأی الوزیر الاجل الکامل الاوحد صفی امیر المومنین وخالصته ابی الفرج محمد بن جعفر ولی التصرف والتصریف۔ (یہ دو فرمان ۴۵۲ھ اور ۴۵۳ھ کے درمیان جاری کئے گئے۔ عیون الاخبار (۶/ ۱۰۰-۱۰۶) (۲) غاب علیك ایها الانسی انك اذا عبت المصنوع فقد عبت الصانع۔ (۳) فصل ۱۲ تبصرہ عنوان ''امام کا شرعی محرمات کا مرتکب ہونا''۔

ذکر الافتخار بعشیرته فکانت هذه الکلمة تنشد فی قصور الخلافة وما قصدی بهذا القول الا الابانة عن محبتی له من حیث الولاء والتشیع لا عن جمیل کان له عندی فی الاول ولا ظننت ان سیجمع الزمان بینی وبینه فی الاخر[1]۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب مجھے یہ خبر ملی کہ موسیٰ بن جعفر کی قبر شق کی جا رہی ہے تو میرا دل بہت رنجیدہ ہوا جس کی وجہ سے میں نے چند ابیات نظم کئے حالانکہ نہ میں شاعر ہوں نہ متشاعر میں نے اپنا فخر ظاہر کیا ہے جو مجھے اُن کی رشتہ داری پر حاصل ہے۔ یہ قطعہ قصور خلافت میں پڑھا جاتا ہے۔ اس سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ میں اپنی محبت کا جو مجھے "ولا اور تشیع" کی حیثیت سے حاصل ہے اظہار کروں نہ اس لئے کہ ان کا مجھ پر کوئی احسان ہے اور نہ میرا یہ خیال ہے کہ زمانہ مجھے اور ان کو ایک جگہ جمع کرے گا۔

آپ کا محبت، ولاء اور تشیع جیسے الفاظ کا استعمال کرنا اور یہ کہنا کہ موسیٰ بن جعفر کی زیارت کرنے والوں پر جہنم حرام ہے کس طرح تقیہ پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ حالانکہ ہمارے مذہب کے اصول سے موسیٰ بن جعفر مولانا جعفر صادق کے حکم کی مخالفت کرنے اور حق کے امام مولانا محمد بن اسماعیل کے رتبے کے دعویٰ کرنے اور شیعوں کے غلط باور کرانے میں خلیفۂ اول کے برابر ہیں جس نے مولانا علی کے رتبے کا دعویٰ کیا اور عام مسلمانوں کو بہکایا[2]۔ جب ہم نے دیکھا کہ سیدنا مؤید نے تو ایسا فرمایا ہے۔ اب کیا کیا جائے کوئی تخلص کی صورت نکالنی چاہیئے۔ اس لئے ہم نے اپنی قدیم عادت کے مطابق تاویل شروع کی کہ آپ نے اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ موسیٰ کے ماننے والے سوائے سعیر کے دوسرے اقسام کے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ یہ تاویل کس طرح درست ہوگی۔ کوئی یہ کہے کہ فلاں شخص پر جہنم حرام ہے تو یہی سمجھا جائے گا کہ وہ جنت میں

(۱) السیرة المؤیدیہ (ورقہ ۱۱۹) (۲) فصل (۷) کی ابتداء بعنوان "اکذ ستور ین اور ان کے کفیل" نمبر ۳ -

میں قلم بند نہیں کیا۔ آپ کے دیوان کی کس نے تالیف کی اور یہ تالیف کب ہوئی اس کا کوئی حوالہ موجود نہیں ہے۔

سیدنا مؤید کی مجلسیں

سیدنا مؤید کی چھ سو مجلسیں ہیں جو مجالس الحکمۃ کہلاتی ہیں۔ یہ قصر میں پڑھی جاتی تھیں ان میں کلامِ مجید کی بعض آیتوں کی تفسیر ہے جن کے چند نمونے آئندہ ملیں گے ان کی "حمد و صلوٰۃ" میں مولانا مستنصر کا ذکر نہیں حالانکہ سیدنا حمید الدین کرمانی کی ہر تصنیف کی "حمد و صلوٰۃ" میں مولانا حاکم کا ذکر ہے۔ اور ائمہ مستورین کا نہ کوئی حوالہ ہے نہ مولانا محمد بن اسماعیل کی نص کے ثبوت میں کوئی بحث ہے۔ بہر حال اِن مجلسوں میں ان اصولوں کو نظر انداز کیا گیا ہے جن پر ہمارے اسماعیلی مذہب کی بنیاد ہے۔ صرف ایسی باتیں بیان کی گئی ہیں جن میں ہم اور ہمارے اثنا عشری بھائی ملے جلے ہیں۔ مثلاً وصایت، امامت اور قیامت وغیرہ کے عام مسائل۔ ہم امید کرتے تھے کہ ان میں مولانا مستنصر تک جو ائمہ گزرے ہیں ان میں سے چند اماموں کے کارنامے ہمیں ملتے تاکہ ہم ان کی سیرت سے واقف ہو کر اُسے اپنا نصب العین بناتے لیکن اس بارے میں ہمیں بڑی مایوسی ہوئی۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ سیدنا مؤید نے تقیہ سے کام لیا ہے کیونکہ یہ مجلسیں اسماعیلیوں ہی کے لئے مخصوص تھیں اسی لئے تو یہ قصرِ امامی میں ہوتی تھیں۔ کیا اِن واقعات سے یہ بات ظاہر نہیں ہوتی کہ آپ حقیقت میں اسماعیلی نہ تھے۔ عام شاعروں کی طرح عہدہ کی خاطر قصائد مدحیہ کا نشر کرنا کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ آپ کا وہ ارشاد جو امام موسیٰ کاظم کے متعلق ہے آپ کے عقیدے کو نمایاں کر دیتا ہے۔ آپ اپنی سیرت میں اس طرح فرماتے ہیں:-

"لما ورد الخبر بما ورد علی مشهد موسیٰ بن جعفر حملتنی حرقة القلب علی نظم الابیات[1] علی انی لست بشاعر ولا متشاعر وفی جملتها

---

[1] ومن بخل صادق آل العباء ینال الذی لم ینله کفور
فموسیٰ یشق له قبره ولما اتیٰ حشره والنشور
ویسعر بالنار منه حریم حرام علیٰ اثریه السعیر
(دیوان سیدنا المؤید)

اور تیسرے بیٹے مولانا مستعلی کا سن تقریباً اکیس سال تھا۔ آپ کے بیٹوں کی تعداد تیس بتائی گئی ہے۔ آپ مولانا مستعلی کی ولادت سے پہلے ان کے امام ہونے کی خوش خبری دے چکے تھے۔ آپ نے سُنا کہ آپ کے دو بیٹے نزار اور عبد اللہ امامت کے لئے جھگڑتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم ایسی چیز کے لئے کیوں جھگڑتے ہو جو تمہیں ملنے والی نہیں ہے پھر آپ نے اپنی پیٹھ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ امامت کا مالک تو ابھی یہاں ہے گویا ابھی میرے صُلب ہی میں ہے جب مولانا مستعلی پیدا ہوئے تو آپ نے اپنے دیگر بیٹوں اور خاص حدود کو خوش خبری دی انھوں نے کہا۔ مُبارک ہو آپ کو اے امیر المومنین۔ آپ نے فرمایا۔ اس طرح کہو مبارک ہو آپ کو امام۔ اے امیر المومنین۔ یہ کوئی چھوٹی بات نہیں ہے۔ بلکہ امام نے اپنے آباء سے علم حاصل کیا ہے۔ اور آباء نے اپنے جد سے سیکھا ہے جن کی صفت ہے۔ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی ۵ ائمہ رسول اللہ کے علمِ غیب کے وارث ہیں جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلع کیا ہے۔ مولانا مستنصر نے ۴۶۷ھ میں مولانا مستعلی کی ولادت کی خوش خبری سیدنا علی بن محمد صلیحی کو لکھی اس فرمان کی نقل عیون الاخبار میں موجود ہے جس میں آپ نے نومولود امام کی بہت تعریف کی ہے۔ آپ نے انھیں دربار میں سیدھی جانب اور دوسرے بیٹوں کو بائیں جانب بٹھایا۔ اور کافل قضاۃ المسلمین و ہادی دعاۃ المومنین سیدنا بدالجمالی کی بیٹی سے ان کا نکاح کر کے انھیں "ولی عہد المومنین" بنایا۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب ہوا تھا تو آپ نے اُن پر نص کی۔[1] اس نص کے ثبوت میں ایک رسالہ بنام "الرسالۃ الآمریۃ" مصر میں چھپ گیا ہے۔[2]

مولانا مستعلی کا اپنی نص کے ثبوت میں معجزے دکھانا

جب مولانا مستعلی نے نزار کو دیکھا کہ وہ اپنی گمراہی سے باز نہیں آتا تو آپ نے اس کو اور اس کے دوسرے بھائیوں کو جمع کر کے فرمایا

(۱) عیون الاخبار ۷ / ۲۵۴-۲۵۶ (۲) ماخذ کتب کی فہرست جو اس تالیف کے آخر میں درج ہے۔

داخل ہو گا۔

داعی ناصر خسرو کا تجربہ

اس قسم کے تلخ تجربوں سے داعی ناصر خسرو کو بھی دوچار ہونا پڑا۔ ان کا ذکر ہماری کتابوں میں نہیں پایا جاتا۔ ان کو بھی حضرت امامیہ میں باریاب ہونے کے لئے تقریباً ڈیڑھ سال کا زمانہ لگا۔[1] کیا یہاں بھی وہاں سبب حائل تھا جو سندھ کے داعی کے واقعے میں پایا جاتا ہے۔ جب اس نے اپنے مرید کو کئی دفعہ روکا کہ تم امام کی حضرت میں ہرگز نہ جاؤ اگر جاؤ گے تو وہاں منکرات کے نظر آنے سے تمہارا اعتقاد خراب ہو جائیگا وہ مرید گیا اور اپنے داعی کے قول کو درست پایا۔[2] اگر واقعی وہی سبب یہاں بھی تھا تو اہل ظاہر کی روایتوں کی خود بخود تصدیق ہو جاتی ہے کہ مولانا مستنصر عیش و عشرت میں اپنی زندگی گزارتے تھے۔ سلطنت اور دعوت کے امور وزیروں کے ذریعے انجام پاتے تھے۔ امام کو صرف نمائش کی خاطر ایک ایسے محل میں بٹھایا جاتا تھا جس کے راستے لمبے اور پوشیدہ ہوتے تھے۔ باریاب ہونے والوں کو محفوظ دروازوں میں سے گزرنا پڑتا تھا جہاں قوی ہیکل حبشی سپاہی ننگی تلواریں لئے کھڑے رہتے تھے۔ صرف چند بڑے پائے کے لوگ ہی محل میں داخل ہو سکتے تھے۔[3] پروفیسر حسن بن ابراہیم نے اس موضوع پر ایک الگ فصل لکھی ہے جس کا عنوان "بنو فاطمہ کا تعیش و اسراف" ہے۔[4]

ظہور کے نویں امام مولانا مستعلی باللہ ۴۸۷-۴۹۵ھ

مولانا مستعلی کے پیدا ہوتے ہی آپ کی امامت کی نص کا وقوع۔

مولانا مستنصر کے کئی بیٹے تھے جن میں سے اس وقت سات زندہ تھے۔ پہلے بیٹے نزار کی عمر تقریباً پچاس سال تھی

(۱) داعی ناصر خسرو کے کچھ حالات تاریخ فاطمیین مصر میں ملیں گے (فصل ۱ عنوان "قاہرہ میں سیاح ناصر خسرو کا درود") (۲) فصل ۱۲ عنوان "امام کا شرعی محرمات کا مرتکب ہونا" (۳) تاریخ فاطمیین مصر فصل (۲۴) عنوان (المریک کی عاضد کے محل میں باریابی) (۴) الفاطمیون فی مصر (صفحہ ۲۳۳)۔

تھے آپ کے عہد میں افضل نے بیت المقدس کو واپس لینے کی کوشش کی لیکن ۴۹۲ھ میں نصاریٰ کا پھر اس پر قبضہ ہو گیا۔ جو پہلی صلیبی جنگ کا نتیجہ تھا۔ دو سال بعد نصاریٰ نے مصر پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ عباسیوں اور فاطمیوں کی کمزوری سے انھوں نے فائدہ اٹھایا۔ اگر اس نازک موقع پر یہ دونوں حکومتیں ایک ہو جاتیں تو نصاریٰ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔ ۴۹۵ھ میں مولانا مستعلی کا انتقال ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۷ ستائیس سال تھی۔ اہل ظاہر کے مورخین لکھتے ہیں آپ کو کسی نے زہر دیدیا یا کسی خفیہ طریقے سے آپ مار ڈالے گئے سیدنا ادریس نے آپ کی وفات کا کوئی سبب نہیں بتایا۔

ظہور کے دسویں امام مولانا آمر باحکام اللہ ۴۹۵ھ-۵۲۴ھ

جب مولانا مستعلی کو یقین ہو گیا کہ آپ کی زندگی کی مدت عنقریب ختم ہونے والی ہے تو آپ نے اپنے مخلص اولیا اور رشیدوں کو بلوا کر مولانا آمر پر نص کی اور تمام شہروں کو بھی فرامین بھیجے۔ ۴۹۵ھ میں نزاریوں نے آپ کو شہید کیا۔ وفات ہی کے روز آپ کی بیعت لی گئی۔ اس وقت آپ کا سن پانچ سال تھا۔ ابتدائے عہد میں شاہنشاہ افضل آپ کے وزیر اور ابو البرکات آپ کے داعی الدعاۃ تھے۔ اس کا کہیں پتہ نہیں چلتا کہ کم سنی کے زمانے میں آپ کا کفیل کون مقرر کیا گیا تھا۔

شاہنشاہ وزیر افضل کی بہترین کارگزاریاں اور اس کا قتل

آپ کی نو عمری کی وجہ سے حکومت کی باگ افضل ہی کے ہاتھ میں رہی۔ اس وزیر نے شہری اصلاحوں کی طرف توجہ کی۔ ایک خلیج اور کئی نہریں کھدوائیں۔ اور جبل مقطم کے قریب ایک بڑی رسدگاہ بنوائی جس کے ساتھ ایک جامع مسجد بھی تیار کرائی جو جامع الرصد کہلاتی ہے۔ ایک اور جامع مسجد اس سے پہلے بنوائی تھی جو جامع الفیلہ کے نام سے مشہور تھی۔ مستشرق لین پول لکھتا ہے کہ حقیقت میں ۴۸۷ھ سے لے کر ۵۱۵ھ تک یہ اور اس کے باپ بدر الجمالی ایسے دو دانشمند لائق اور

امامت کے چند حدود اور دلائل ہیں۔ دیکھو یہ ذوالفقار ہے اور یہ زرہ بکتر تم میں سے جو ذوالفقار کو میان سے نکالے اور اس زرہ بکتر کو اٹھائے وہ امام ہے۔ نزار نے کہا۔ تو جسمانی قوت پر منحصر ہے۔ پھر آپ نے شیر کا معجزہ دکھایا جو آپ کے قدموں پر گر پڑا اور نزار بھاگ گیا[1]

مولانا مستعلی کے متعلق اہل ظاہر کا بیان نزار کی مخالفت اور فرقہ نزاریہ کی ابتدا

اہل ظاہر لکھتے ہیں کہ مولانا مستعلی نے نزار کو ولی عہد مقرر کیا تھا لیکن اس کے اور وزیر افضل (کافل قضاۃ المسلمین وہادی دعاۃ المومنین[2]) کے درمیان تعلقات اچھے نہ تھے اس لئے وزیر نے مولانا مستعلی کو قائم کیا تاکہ آپ اپنی کم عمری کی وجہ سے اس کے قبضے میں رہیں۔ نص کی شرط پورا کرنے کے لئے اس نے آپ کی پھوپی کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور انھیں یہ ترغیب دلائی کہ اگر وہ مولانا مستعلی کی نص کی شہادت دیں تو ان کو آپ کی کفالت دی جائے گی کیونکہ آپ اس وقت بالکل نوجوان تھے۔ آپ کی پھوپی نے شہادت دی کہ مولانا مستنصر نے مصر کے قاضی ابن کحال اور داعی کے روبرو مولانا مستعلی پر نص کی ہے[3] جب وزیر نے نزار اور عبداللہ کو بیعت کے لئے طلب کیا تو انھوں نے مخالفت کی۔ اور فاطمی حکومت سے لڑے۔ مولانا مستعلی کو کامیابی ہوئی اور نزار کو قید کے بعد دیوار میں چنوا دیا گیا۔ اس لڑائی میں دشمن کے دس ہزار آدمی قتل ہوئے یہاں سے فرقہ نزاریہ شروع ہوتا ہے جو ابھی باقی ہے۔

وزیر افضل کی حکومت اور مولانا مستعلی کی وفات

نزار کی شکست کے بعد وزیر افضل ہی کے ہاتھ میں فاطمی ممالک کی حکومت رہی۔ مولانا مستعلی نوعمری کے باعث ریاست کے انتظام میں حصہ نہیں لے سکتے تھے۔ آپ صرف عام جلسوں میں نمائش کے لئے تشریف لاتے

(۱) زہر المعانی لسیدنا ادریس صفحہ ۲۶۷۔ (۲) سجل والدۃ الامام المستعلی الی الحرۃ الملکۃ بالیمن (عیون الاخبار ۷/۲۶۸) (۳) ابن اثیر ۹/۔ ابن خلدون ۴/۶۶۔ مقریزی ۲/۲۶۰)

میں یہ معاہدہ ہوا تھا کہ اگر وہ اس سازش میں کامیاب ہوگیا تو وہ خلیفہ بنا دیا جائیگا اس کا پتہ لگ گیا۔ اس لئے آپ نے اُسے مروا ڈالا۔

مولانا آمر کی شہادت ۵۲۴ھ

ایک روز آپ سیر کے لئے اپنے محل (۱) واقع جزیرۂ روضہ کو جا رہے تھے راستہ میں نزاریوں نے آپ پر اچانک حملہ کر کے چھریوں سے زخمی کیا۔ ان حملہ کرنے والوں میں وزیر افضل کے غلام بھی شریک تھے جسے آپ نے مروا ڈالا تھا۔ لوگ آپ کو کشتی میں سوار کر کے قاہرہ واپس لائے جہاں شب کو آپ نے وفات پائی۔ اُس وقت آپ کی عمر تقریباً چونتیس (۳۴) سال تھی۔ یہ واقعہ ۴ ذوالقعدہ ۵۲۴ھ میں پیش آیا۔ زخمی ہونے سے پہلے آپ "مسکین بن مسکین مقتول بالسکین" کہا کرتے تھے۔ آپ کے بعد آپ کے فرزند مولانا ابوالقاسم طیب امام ہوئے جو دشمنوں کے خوف سے چھپا دئیے گئے۔

ستر (آخر) کے پہلے امام مولانا ابوالقاسم الطیب

مولانا طیب کی ولادت کی خوش خبری

جب مولانا طیب کی ولادت ہوئی تو آپ کے والد مولانا آمر نے اپنی حجت مولاتنا حرۂ ملکہ اور داعی ذویب بن موسیٰ کو جو اس وقت یمن میں تھے خوش خبری دی اور لکھا کہ ۴ ربیع الآخر ۵۲۴ھ کو اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک پاک، نیک اور متقی فرزند مرحمت فرمایا ہے۔ یہ فرمان طویل ہے۔ اس میں مولانا طیب کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ گویا مولانا آمر نے مولانا طیب کے پیدا ہوتے ہی ان پر نص کر دی اور انھیں امامت کی وراثت گہوارے ہی میں دے دی۔ پھر آپ نے اپنے انتقال کی خبر سے بھی مطلع کیا۔

(۱) اہل ظاہر کہتے ہیں کہ یہ محل آپ نے اپنی بدویہ معشوقہ کے لئے تیار کروایا تھا۔ اس کے اور اس کے پہلے عاشق کے درمیان جو منظوم مراسلت ہوئی اسے مقریزی نے نقل کیا ہے۔ (مقریزی ۲ ۳۲۶-۳۲۷)

جفا کش ارمنی وزیر گزرے ہیں جن کی کوشش اور انتظام سے مصر کو تقریباً پچاس سال تک امن نصیب ہوا۔ اور تجارت کو ترقی ہوئی۔ رعیت نے اطمینان اور خوش حالی سے زندگی بسر کی۔

اہل ظاہر کہتے ہیں کہ سنّ بلوغ کو پہنچنے کے بعد مولانا آمر پر وزیر افضل کا اقتدار ناگوار ہوا جس کے باعث آپ نے اُسے دھوکے سے قتل کرا دیا۔ اس کے پاس ایسی بے شمار دولت تھی کہ جس کے منتقل کرنے میں مولانا آمر کو تقریباً چالیس دن تک اس کے محل میں قیام کرنا پڑا۔ سیدنا ادریس فرماتے ہیں ”ممکن ہے کہ یہ روایت سیدنا ابراہیم بن الحسین الحامدی کے بیان کے مطابق صحیح ہو۔ کیونکہ وزیر مذکور داعی الدعاۃ ابو البرکات سے حسد کرتا تھا۔ اور ان کے قتل کے درپے تھا۔ جب مولانا آمر کو اس کا علم ہوا تو آپ نے اُن کو اُن کے انتقال کے وقت تک اپنے محل میں چھپائے رکھا“(۱)

فرقۂ بدیعیہ

۵۱۵ھ میں ایک فرقہ ”بدیعیہ“ کے نام سے نکلا جس نے اصلی اسماعیلی عقائد یعنے ظاہری شریعت کی تعطیل اور حلول وغیرہ کے ظاہر کرنے کی کوشش کی۔ اس فرقے کے بانی برکات اور حمید دو دھوبی تھے۔ افضل کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے وہ دار العلم جسے مولانا حاکم نے کھولا تھا بند کرا دیا۔ برکات اور حمید قصر کے افسروں کے ذریعے روپوش ہو گئے لیکن افضل کے جانشین مامون بطائحی نے اپنے زمانے میں ان کو قتل کرا دیا۔

وزیر مامون بطائحی کا قتل

افضل کے بعد وزارت کا عہدہ مامون بطائحی کو دیا گیا چونکہ اُس نے بھی استبداد کا طریقہ اختیار کیا اس لئے مولانا آمر نے ۵۲۲ھ میں اسے سولی دے دی۔ اس کے ساتھ اس کے پانچ بھائی بھی قتل کئے گئے۔ مامون کے قتل کا دوسرا سبب یہ ہے کہ اس نے مولانا آمر کے بھائی جعفر کو آپ کے قتل پر آمادہ کیا تھا۔ ان دونوں

---

(۱) عیون الاخبار ۳۰۶ - ۳۰۷

جن پر "الامام محمد ابوالقاسم المنتظر لامر اللہ" کندہ ہے۔ بعض ۵۲۶ھ کے سکوں پر "الامام المہدی القائم بامر اللہ حجۃ اللہ الامین" کے ساتھ "نائبہ و خلیفتہ ابو علی احمد" بھی ہے۔ دوسرا یہ کہ خود ابو علی احمد بن افضل (وزیر حافظ) کا سن وفات ۱۵ محرم ۵۲۶ھ ہے۔ اس حساب سے ۱۴ ذیقعدہ ۵۲۶ھ جو عیون الاخبار کی روایت ہے تحقیق طلب ہے۔

مولانا طیب کے چار نائب ۵۲۴ھ-۵۲۷ھ

ظاہری ریاست کے انتظام کے لئے مولانا آمر نے مولانا مستنصر کے پوتے عبدالمجید بن مولانا مستنصر کو مولانا طیب کا نائب مقرر کیا اور اسے "الحافظ لدین اللہ" کا لقب دیا تاکہ وہ ملک کے سیاسی معاملات انجام دے لیکن اس شخص کو حرص دامن گیر ہوئی اور اس سے نفاق و شقاق کی علامتیں ظاہر ہوئیں کچھ مدت تک تو یہ مولاتنا حرہ ملکہ کو جو خطوط روانہ کرتا تھا اس میں اپنے آپ کو ولی عہد المسلمین اور ابن عم امیر المومنین لکھتا رہا۔ پھر امیر المومنین لکھنے لگا۔ مولاتنا حرہ ملکہ نے اس کو لکھا کہ میں احمد کی بیٹی ہوں کل تک تو تم اپنے آپ کو ولی عہد المسلمین کہتے تھے اور آج امیر المومنین کہہ رہے ہو۔ بہرحال حافظ نے غداری کی اور امامت کا دعوی کرنے لگا۔ وزیر ابو علی احمد نے بھی عداوت کی روش اختیار کی۔ یہ دونوں مل کر مومنین کو ایذا دینے لگے۔ ان میں سے کئی مار ڈالے گئے اور کئی مصر سے نکال دیے گئے۔ تقریباً چھ سو عورتیں مغرب کی طرف روانہ ہو گئیں (۱)

حافظ کے بعد تین اور نائب مصر میں گزرے جو ظافر، فائز اور عاضد کے القاب سے مشہور ہیں۔ آخری نائب عاضد پر خلافت فاطمیہ کا خاتمہ ہوا۔ ان کو ہمارے اسماعیلی مذہب سے کوئی تعلق نہیں خود حافظ نے امامت کا دعوی کیا اور اس ہی کے عہد میں وزیر ابو علی احمد نے اسماعیلی مذہب کو موقوف کر کے اثنا عشری

(۱) عیون الاخبار جـ ۷ ۔

مصر میں خاص ارکانِ دعوت کو بھی اس نص سے آگاہ کیا گیا چونکہ مولانا طیب کی عمر اس وقت تقریباً ڈھائی سال تھی اس لئے مولانا آمر نے اپنے حجت اور باب الابواب سیدنا ابن مدین کو آپ کا مستودع یعنے کفیل یا ولی مقرر کیا۔ دعوت کے امور چار جلیل القدر داعیوں سیدنا ابن ارسلان، سیدنا عزیزی، سیدنا انسلان اور سیدنا تونص کے سپرد کئے۔ اور ابن مدین کو ان کا صدر بنایا۔ آپ نے یہ بھی پیشین گوئی کی کہ میرے بعد ایک بڑا فتنہ اٹھے گا۔ وزیر ابوعلی احمد بن وزیر افضل چاروں مذکور الصدر داعیوں کو قتل کرے گا۔ اس پیشین گوئی کے مطابق چاروں داعی مارے گئے۔ جب ابن مدین پر بھی قتل کی بلا آئی تو آپ نے اپنے خسر ابوعلی کو مولانا طیب کا کفیل بنایا۔ یہ حالت دیکھ کر سیدنا ابوعلی مولانا طیب اور دعوت کے حدود مثلاً ابواب حجج، داعی البلاغ اور چند مخلص مومنین کو اپنے ساتھ لے کر مصر سے غائب ہو گئے۔ یہاں سے پھر دورِ ستر شروع ہوا۔ اب جو امام آپ کی نسل سے دنیا کے اختتام پر ظاہر ہوں گے وہ مولانا قائم القیامہ ہوں گے[1]۔ جو دور الکشف کے پہلے امام ہوں گے۔ آپ کے عہد سے روحانی دور شروع ہوگا جس میں باطن ظاہر اور ظاہر ساقط ہو جائے گا جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

تبصرہ

اہل ظاہر کے مورخین نے مولانا آمر کی شہادت کی تاریخ ۴ ذی القعدہ ۵۲۴ھ بتائی ہے۔ اس سنہ کی تائید دو واقعات سے ہوتی ہے۔ ایک یہ ۵۲۵ھ کے قاہرہ، مصر (فسطاط) اور اسکندریہ کے سکے دستیاب ہوئے ہیں

(۱) ولایزال ذلک (الستر) حتی تقوم القیامۃ وتنقطع الدنیا ویصیر الامر للہ (عیون الاخبار ۳۳۲)۔

بھی کبھی نہیں مٹا سکتا۔ اہلِ ظاہر کا ان سب بدنظمیوں کو فاطمی حکومت کی طرف منسوب کرنا ایسا واقعہ ہے جس کا جواب بن نہیں پڑتا۔

ہمارے اماموں کے متعلق مولانا علیؑ کی پیشین گوئیاں

سیدنا حاتم بن ابراہیم الحامدی متوفی ۵۹۶ھ اپنی ایک سو سترھویں (۱۱۷) مجلس میں مولانا علی سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ میں امید کرتا ہوں کہ ہر زمانے میں جو شخص بھی آئے وہ حق کو پہچانے۔ ابوذر الغفاری اٹھے اور کہا کہ اے امیر المومنین اس میں سے کچھ ہمیں بھی سنائیے جس کی ہم پیروی کریں تاکہ ہم ان واقعات سے جو دنیا میں پیش آئیں گے راضی رہیں۔ آپ نے فرمایا اے جندب اس بارے میں جو کچھ میں کہوں گا وہ رسول اللہ کی بتائی ہوئی باتیں ہوں گی۔ فرمایا رسول اللہ نے "اے ابوالحسن کسریٰ ہرمز کی بیٹی قید کی جائے گی۔ یہ اُن اماموں کی ماں ہوگی جو میری نسل سے ہوں گے۔ میرے بیٹے حسینؑ کے شہید ہونے کے بعد اس بیٹی پر ابن مرجانہ کی طرف سے کربلا کے روز دوسری مصیبتیں نازل ہوں گی۔ یہ واقعہ ۶۱ھ میں ہوگا۔ علی (زین العابدینؑ) بچ جائیں گے۔ ان کے بالغ ہونے تک ان کی کفالت محمد بن الحنفیہؓ کریں گے۔ وہ ام سالم بنت خالد سے عقد کریں گے جن کے بطن سے چار بیٹے ہوں گے۔ پہلا کوفے میں سولی پر چڑھایا جائے گا۔ اور دوسرے کو زہر دیا جائے گا۔ تیسرا بغداد میں مفقود ہوگا اور چوتھا باقی رہے گا جس کا نام محمد ہوگا۔ .... یہ ام جعفر سے عقد کرے گا جس کے بطن سے ۱۲۳ھ میں ایک دور دراز شہر میں جعفر پیدا ہوگا۔ بنو عباس اس کے دشمن ہوں گے۔ یہ سلمیٰ سے عقد کرے گا .... اس کا بڑا بیٹا (اسماعیل) اس کی زندگی ہی میں وفات پائے گا[1] .... دسواں امام (حسین بن مہدی)

(1) Here obviously Ismail b Jafar is intended. But, according to all sources, the eldest son was Abdullah. Ismail was probably the second son. (The Rise of the Fatimids by Ivanow, P. 306)

مذہب رائج کیا۔ اور مصر میں امام منتظر یعنے بارھویں امام کے سکے جاری کئے۔ ان چار نائبوں کی مفصل تاریخ لکھی جا چکی ہے۔

تبصرہ

ایک دفعہ نہیں بلکہ بار ہا ہم نے دیکھا ہے کہ امام اپنے کم سن فرزندوں کے لئے مستودع یعنے کفیل یا حاجب یا ولی مقرر کر کے وفات پاتے ہیں تاکہ اس فرزند کے بالغ ہونے کے بعد ولی انھیں امامت کا عہدہ سپرد کر دیں لیکن ولی غداری کرتا ہے اور امامت کا حق غصب کر لیتا ہے۔ ایسے بد دیانت ولی امام کے بالغ ہونے تک امام کے فرائض کیسے بجا لاتے ہوں گے۔ جب کفیل کے تقرر میں امام سے ایسی غلطیاں ہوتی ہوں تو دعوت کے تحت کے حدود و سیاسی عہدہ داروں کا انتخاب کس قدر ناکام ثابت ہوتا ہو گا۔

اس موقع پر ایسا ہی ہوا۔ مولانا آمر نے اپنے چچازاد بھائی عبد المجید کو ظاہری حکومت دی لیکن اس نے غداری کی اور خود خلیفہ بن بیٹھا۔ امام سے اس کی عصمت اور اس کے علم غیب اور مخلوقات کے بھید دل کی اطلاع جیسے اوصاف الاہیہ سے موصوف ہونے کے باوجود ایسا فعل صادر ہونا نہایت حیرت انگیز ہے۔ ورنہ ہماری اور اہل ظاہر کے خلفاء کی حکومت میں کیا فرق ہے۔ ان کے انتخاب میں اگر ایسی غلطی ہو جائے تو وہ معافی کے قابل ہے کیونکہ وہ اس قسم کے الٰہی دعوے نہیں کرتے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ مولانا آمر ریاست کے لئے کسی ایسے حاکم کا انتخاب کرتے جو کم سے کم اپنی زندگی تک ہی بھی اچھی حکومت کرتا۔ یا مصر کو بغیر حاکم کے چھوڑ جاتے تاکہ حاکم کے انتخاب کی ذمہ داری لوگوں پر عائد ہوتی اور آج ہم اس الزام سے محفوظ رہتے جو ہم پر آئے دن لگایا جاتا ہے۔ حافظ کے عہد میں ایسی خانہ جنگیاں اور فوج کی مختلف پارٹیوں میں ایسی لڑائیاں ہوئیں کہ خدا کی پناہ۔ دوسرے نائبوں کے عہد میں ملک کی حالت اور بھی بدتر ہو گئی خصوصاً ظافر کی حکومت میں ایسے ہولناک واقعات پیش آئے جن کی سیاہی کو زمانے کا زبردست ہاتھ

اس قدر روایت کر کے سیدنا حاتم فرماتے ہیں کہ اے مومنین اماموں کے متعلق یہ ہمارے مولی کی شرح اور قصے ہیں۔ پھر آپ فرماتے ہیں ہم نے یہیں تک آپ کا قول پایا۔ اس کا آخری حصہ کٹ گیا ہے اور اس سے نقل کیا ہے۔ سیدنا حاتم کا مقصد یہ ہے کہ پیشین گوئیاں صرف سترھویں امام تک ہیں۔ ان کے بعد اٹھارھویں، انیسویں، بیسویں اور اکیسویں اماموں کے متعلق کوئی بھی پیشین گوئی نہیں۔

تبصرہ

مذکورہ روایت کی کئی پیشین گوئیاں غلط ثابت ہوئیں

سیدنا حاتم کے عظیم الشان رتبے کو کون نہیں جانتا۔ آپ دعاۃ مطلقین کے سلسلے میں تیسرے داعی ہیں۔ آپ کے والد سیدنا ابراہیم بن الحسین متوفی ۵۵۷ھ مولانا آمر متوفی ۵۲۴ھ کے ہم عصر ہوں گے۔ آپ کے والد کنز الولد کے مصنف ہیں جو علم حقائق میں انتہائی کتاب سمجھی جاتی ہے۔ یہ کتاب جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے آپ کے والد نے آپ ہی کے لئے لکھی ہے۔ آپ نے جو روایت کی ہے وہ مولانا علیؑ سے ہے مولانا علی نے جو فرمایا ہے اسے آپ نے آنحضرت صلعم کی طرف منسوب کیا ہے لیکن نہایت حیرت انگیز بات یہ ہے کہ روایت مذکورہ کی کئی پیشین گوئیاں اور تو اور خود ہماری دعوت کی تاریخوں سے غلط ثابت ہوئیں۔

پیشین گوئیوں میں یہ ہے کہ مولانا علی زین العابدین قتل سے بچ جائیں گے اور آپ کے بالغ ہونے تک محمد بن الحنفیہ آپ کے کفیل قرار دئے جائیں گے اس سے ظاہر ہے کہ کربلا کے واقعے کے وقت آپ نابالغ تھے۔ سیدنا خطاب متوفی ۵۳۳ھ نے اپنی کتاب "غایۃ المواليد الثلاثة" میں بھی یہی کہا ہے۔ کہ مولانا علی زین العابدین اس وقت "حد طفولیت میں تھے"[1] لیکن خود سیدنا قاضی

(۱) فلما قضی الحسن نحبہ سلم الی اخیہ الحسین وقام (الحسین)

(بقیہ بصفحہ آئندہ)

سنہ ۱۹۹ھ میں پیدا ہوگا۔ یہ بلادِ مغرب کی طرف ہجرت کرے گا۔ جہاں ایک شہر "مہدیہ" اس کے نام پر بنایا جائے گا۔ یہی وہ آفتاب ہوگا جو مغرب سے طلوع ہوگا۔ اس کے ہاتھوں سے بلادِ مغرب فتح ہوں گے۔ گیارھواں امام (مہدی) سنہ ۲۳۰ھ میں پیدا ہوگا۔ اس کے بعد بارھواں امام (قائم) پیدا ہوگا۔ اُس کی ماں اس کی زندگی میں گم ہو جائے گی۔ اس کے اکثر عزیز اس کے دشمن ہوں گے ....

پھر چودھواں امام (مُعز) پیدا ہوگا۔ اس کے کئی بھائی ہوں گے جن میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ میں صاحب الوقت ہوں .... پھر سولھواں امام (حاکم) پیدا ہوگا جس سے عورتیں سازشیں کریں گی۔ ان کا طاغوت قائم ہوگا جب وہ بالغ ہو کر دمشق روانہ ہوگا اور اس کا ظہور سنہ ۳۹۴ھ کے رجب یا شعبان میں ہوگا۔ اس وقت اس کی فوج دھاوے کر کے انطاکیہ اور دوسری حدیں فتح کرے گی اور وہ خود انطاکیہ کو اپنا دار ہجرت بنائے گا ......

...... اس کا نام اے ابو الحسن تیرا نام ہوگا۔ وہ ہمیشہ روم کے شہر میں جو قسطنطنیہ کے ضلع میں ہے رہے گا۔ اس وقت نصاریٰ کو غصہ آئے گا اور وہ انھیں قتل کرے گا۔ جب یاجوج و ماجوج مسخر کئے جائیں گے اور وعدۂ حق قریب ہوگا تو سولھواں امام (حاکم) روم کے شہر میں غائب ہو جائے گا۔

پھر سترھواں (ظاہر) اس کی جگہ لے گا۔ نصرانی قسطنطنیہ کے گردونواح میں جمع ہوں گے۔ فوجیں روانہ ہوں گی۔ مصر برباد ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ لوگ یہ کہیں گے کہ یہاں (کسی زمانے میں) ایک شہر آباد تھا جس کا نام مصر تھا۔ قسطنطنیہ فتح ہوگا اور رومی برباد ہوں گے .... پھر میرا بیٹا (سترھواں امام) روم سے عراق واپس جائے گا .... سات سیارے برجِ سنبلہ کے پہلے درجے میں ملیں گے .... مصیبتیں نازل ہوں گی۔ میرے سولھویں بیٹے کا کوئی دشمن باقی نہ رہے گا۔ اس سال سترھویں امام کا ظہور ہوگا۔ اگر اس سال نہ ہو تو سنہ ۴۰۰ھ کے قریب اس کا ظہور ضرور ہوگا۔ اس سے پہلے اس کے عزیز جو اس کے دشمن ہوں گے قتل کر دئے جائیں گے۔ تلوار اور آگ سے انھیں سزا دی جائے گی ....

دسویں امام مولانا حسین بن احمد کی تاریخ ولادت ۱۹۹ھ اور گیارھویں امام مولانا مہدی بن حسین کی تاریخ ولادت ۳۰۰ھ بتائی گئی ہے۔ اس حساب سے مولانا مہدی کی ولادت کے وقت آپ کے والد حسین بن احمد کی عمر (۱۰۱) سال ہو گی۔ جو بظاہر درست نہیں معلوم ہوتی۔ اس کے علاوہ مولانا مہدی ۲۹۶ھ میں ظاہر ہو چکے تھے اور اس وقت آپ کی عمر چالیس سال کے لگ بھگ ہو گی۔ کیونکہ آپ کے ظہور کے وقت آپ کے فرزند مولانا قائم بھی آپ کے ساتھ تھے جو بالغ ہو چکے تھے۔ اس لئے نہ مولانا حسین کی تاریخ ولادت ہی صحیح ہو سکتی ہے اور نہ مولانا مہدی کی۔ مولانا مہدی کی صحیح تاریخ ولادت ۲۶۰ھ یا ۲۵۹ھ ہے[1]۔ پھر مولانا حاکم نہ کبھی انطاکیہ تشریف لے گئے اور نہ آپ نے اس شہر کو اپنا دارہجرت بنایا۔ اس کے علاوہ مولانا حاکم کی غیبت مصر میں ہوئی نہ کہ انطاکیہ میں[2]۔ آپ روم کے شہر میں جو قسطنطنیہ کے ضلع میں ہے کبھی نہ رہے۔ نہ کبھی ہمارے کسی امام کے عہد میں روم کے شہر قسطنطنیہ کی حد تک تباہ ہوئے[3]۔

مولانا ظاہر کے عہد میں مصر برباد نہیں ہوا۔ البتہ مولانا مستنصر کے

---

(1) This is only the usual complete disregard of common sense and reality, so typical of esoteric works (The Rise of the Fatimids by Ivanow, P. 307)

(2) Antioch, as mentioned above, P. 120 Sg., often figures in esoteric speculations, as the stage of different mystical events, Al-Hakim certainly never went there and had no reason to seek for any 'Country of refuge', (The Rise of the Fatimids Ivanow, P. 310)

(3) See next page.

نعمان متوفی ۳۶۳ھ اپنی تاریخوں شرح الاخبار اور المناقب والمثالب میں کہتے ہیں کہ مولانا علی زین العابدین کی عمر مولانا حسینؑ کی شہادت کے وقت تیئس سال تھی۔ بلکہ آپ کے ساتھ طف کے روز مولانا محمد باقر بھی تھے چونکہ مولانا علی زین العابدین سخت بیمار تھے اس لئے آپ جنگ میں شریک نہ ہو سکے۔(۱)

مولانا جعفر صادق کی ولادت ۱۲۴ھ میں کس طرح ہو سکتی ہے۔ آپ کی وفات ۱۴۸ھ میں ہوئی جس پر مورخوں کا اتفاق ہے اس حساب سے کیا آپ کی عمر صرف چوبیس سال تھی۔ آپ کی ولادت کی صحیح تاریخ ۸۰ھ یا ۸۳ھ ہے نہ کہ ۱۲۴ھ جو پیشین گوئی میں بتائی گئی ہے۔ ملحوظ خاطر رہے کہ سیدنا حاتم کی روایت میں یہ تاریخ لفظوں میں لکھی گئی ہے:۔ فیتزوج (الباقر) ام جعفر فیولدها جعفراً فی بلد البعد وذلك من هجرتی فی سنة مائة واربع وعشرین" اگر یہ تاریخ ہندسوں میں ہوتی تو نقل کرنے میں کاتب کے سہو کا احتمال ہوتا۔ اسی طرح تمام تاریخیں لفظوں میں لکھی گئی ہیں۔ مولانا جعفر صادق کا کسی دور دراز شہر میں پیدا ہونا بھی واقعے کے خلاف ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت تو مدینہ میں ہوئی آپ کی بیوی کا نام فاطمہ بنت الحسن ہے جیسا کہ قاضی نعمان شرح الاخبار میں لکھتے ہیں نہ کہ سلمیٰ۔(۲)

(بقیہ صفحہ گزشتہ) حتیٰ اظہر الغیبة کما اظہر ابوہ وولدہ علی بن الحسین فی حد الطفولیة فاودع لہ اخاہ محمد بن الحنفیة واستکفلہ ایاہ واوصیٰ الیہ ان یسلم الیہ ودیعتہ عند بلوغہ اشدہ (غایة الموالید الثلثہ)

(۱) شرح الاخبار ۱۲/۱۲-۱۵ (المناقب والمثالب صفحہ ۴۵۳) (۲) فاطمہ بنت الحسن بن الحسین (او الحسن) بن علی ہمارے بھائی اثنا عشریوں کا بھی اسی پر اتفاق ہے۔

(2)

(2) It is indeed strange how such inconsistencies have been permitted to remain in the prophecies. (The Rise of the Fatimids by Iyanow, P. 306)

فصل (۱۰)

یمن اور ہندوستان کے دعاۃ مطلقین کا مذہبی دور

یمن کے دُعاۃ مطلقین

دعاۃ مطلقین کے دور کو مذہبی دور کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ۵۲۰ھ میں ہمارا سیاسی دور

Esoteric prophecies are the product of the fourth and the beginning of the fifth century. Their pessimistic tone contrasts with that of the earlier prophecies, collected by Qadi Noman in his work Sharhul-Akhbar. (350 A. H.) It is more than probable that this is due to the great disappointment with the earlier expectations, which flooded the strictly religious Ismaili circles, when, after the reigns of the brilliant Imams from al-Mahdi to al-Muizz, there began a period of decay and political degeneration under weaker successors accompanied by great calamities and suffering. The wild experiments of al-Hakim to raise the spirits of his followers by the enforcement of various restrictions upon non-Ismailis and suffering. Perhaps the wild experiments of al-Hakim were really intended to placate the section of his followers and to raise their spirits by the enforcement of various restrictions upon non Ismailis. (The Rise of the Fatimids by Ivanow, P. 313).

زمانے میں مصر کی حالت خراب ہوگئی تھی۔ لیکن سیدنا بدرالجمالی نے درست کردی۔ مولانا ظاہر نہ کبھی روم تشریف لے گئے نہ آپ کے عہد میں اہل مغرب اور مشرق پورے ہلاک ہوئے۔ کیا اس پیشین گوئی کا مقصد یہ ہے کہ مولانا ظاہر کے عہد میں کلی ظہور ہوگا۔ جیسا کہ سیدنا حمیدالدین نے مولانا حاکم کے متعلق پیشین گوئی کی تھی۔ لیکن یہ بھی نہ ہوا بلکہ ہمارے اکیسویں امام کو دشمنوں کے غلبے کی وجہ سے غائب ہوجانا پڑا۔ ان پیشین گوئیوں کے غلط ہونے کے باوجود سترھویں امام مولانا ظاہر کے بعد دوسرے اماموں کا ذکر نہ کرنا تعجب سے خالی نہیں حالانکہ مولانا ظاہر کے بعد اور چار امام ہوئے۔ سیدنا حاتم نے روایت کے آخری حصے کے کٹ جانے کو عذر قرار دیا ہے مگر اس کی کوئی وجہ نہیں بتائی۔ جب مجالس حاتمیہؒ کی روایتیں اس نوعیت کی ہوں تو پھر کس طرح ہدایت کا مقصد حاصل ہوگا۔ اپنے اماموں کے متعلق ہمارا عقیدہ اور کمزور ہوجائے گا۔ حالانکہ پیشین گوئیوں کا مقصد یہ ہے کہ ہر زمانے میں ہر شخص حق پہچانے جیسا کہ مولانا علیؑ کی ہدایت ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ حدیث مذکور موضوعات کا ایک نمونہ ہے۔ مولانا علیؑ کی طرف ایسی غلط پیشین گوئیوں کی نسبت کسی طرح درست نہیں ہوسکتی (۱)

(3) It is indeed interesting that Constantinople figures so often in prophecies ascribed to Ali. In some traditions some of the 'Concealed Imams' are made to reside there. None of the Fatimid Caliphs, certainly, went there, or resided there. In these prophecies the circumstances of various events are often mixed up, - perhaps quite intenionally, to preserve the tone of 'Prediction', which would disappear if everything were Perfectly accurate. Most probably the dates suffered most, as their value was less appreciated than that of other events in those stories. (The Rise of th Fatimids by Ivanow, P. 309 and P. 311, No. 14)

جہاں ہم اسماعیلیوں کی تقریباً دوسو سال حکومت رہی وہاں ایک اسماعیلی بھی نہیں۔ بہرحال اس طویل اور تاریک مدت میں ہماری ہدایت کے لئے مولانا آمر نے یمن میں دعوت کا سلسلہ جاری کیا جس کی مفصل کیفیت گزرچکی ہے۔ اس سلسلہ کے تئیس (۲۳) داعی یمن میں گزرے چونکہ یمن کے اہل دعوت میں تقویٰ اور اخلاص کا عنصر مفقود ہوگیا تھا اس لئے چوبیسویں داعی سیدنا یوسف بن سلیمان نے ۹۴۶ھ میں یمن کو چھوڑ کر ہندوستان میں دعوت منتقل کی اور سدھ پور (مقبوضہ سندھیا) کے بعد احمد آباد کو اپنا مستقر قرار دیا۔(۱) اہل ظاہر کی مخالفت اور دوسرے اسباب سے مستقر بدلتا رہا۔ چنانچہ احمد آباد کے بعد جام نگر، اجین، برہان پور اور سورت میں ہمارے داعی رہے۔ آجکل ہمارے موجودہ داعی کا مستقر بمبئی ہے۔ جہاں تقریباً پچیس ہزار (۲۵۰۰۰) بھو نرے ہوں گے۔ ان میں اکثر تجارت پیشہ ہیں۔

یمن کے داعیوں کی تصنیفیں

یمن کے داعیوں کی تصنیفیں اس تالیف کے ماخذ کی فہرست میں ملیں گی جو آخر میں درج ہے۔ فن تاریخ کے لحاظ سے ان داعیوں میں سیدنا ادریس متوفی ۸۷۲ھ بہت مشہور ہیں۔ آپ کی تاریخ "عیون الاخبار" بہت مفید ہے لیکن اس میں خاص کر اماموں کے تذکروں میں تاریخی مواد بہت کم ہے۔ زیادہ تر قصیدے نقل کئے گئے ہیں۔(۲) اس کے علاوہ آپ نے مولانا طیب کے غائب ہونے کے تقریباً تین سو سال بعد واقعات مدون کئے ہیں۔ آپ نے داعیوں

(1) Politeal troubles in Yemen........Seeing the great success of his deputies in India and the large amourt of religious tax collected there Saydna Yousaf Najmnddin was tempted to come to India, and settled temporarily at Sidhpur (Sindhia's Territory) - (Gulzare Daudi by Mian Bhai, B. A., of Burhanpur, 1920)

(۲) فصل (۹) عنوان "دعوت کی تاریخوں میں عیون الاخبار کا درجہ"

مولانا آمر کی شہادت پر ختم ہوا۔ گو سیدنا صلیحی کی یمنی فتوحات کا کچھ سیاسی اثر مولاتنا الحرہ الملکہ متوفی سنہ ۵۳۲ھ تک باقی رہا لیکن آپ کے بعد ہمارے داعیوں کو سیاست سے دست بردار ہوکر مذہبی سیاست پر قناعت کرنا پڑی۔ انیسویں داعی سیدنا ادریس متوفی سنہ ۸۷۲ھ تک یمن کے چند چھوٹے چھوٹے قلعے بعض داعیوں کے قبضے میں رہے اور فرقۂ زیدیہ کے اماموں سے کچھ جھگڑے بھی ہوئے لیکن ان کی کوئی تاریخی اہمیت نہیں۔

ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ مولانا آمر کی شہادت کے بعد آپ کے حکم سے مولانا طیب کو دعوت کے حدود نے ہماری نظروں سے اوجھل کر دیا۔ اب قیامت تک کسی امام کا ظہور نہ ہوگا۔ اور ہم اس نعمت عظمیٰ سے تقریباً بارہ سو سال تک محروم رہیں گے۔ یہ طولانی مدت ایسی تاریک گزرے گی جس میں ہمیں امام کا روئے انور نظر نہیں آئے گا۔ کیونکہ باب الابواب سیدنا حمید الدین فرماتے ہیں کہ دور ستر کے جملہ اماموں کی تعداد ۵۰۰۰ ہوگی۔ مولانا قائم القیامہ جو ظاہر ہوں گے وہ سویں امام ہوں گے[1]۔ اور اسلام میں خوشی کی صرف دو عیدیں ہیں۔ ایک عید الفطر جو مولانا مہدی پر اور دوسری عید الاضحی جو مولانا قائم پر مشتمل ہے۔ یہ بات بھی لحاظ کے قابل ہے کہ یمن کے سوا جس کے ساتھ ہندوستان اور سندھ بھی متعلق ہیں اور کہیں دعوت کے قیام کا انتظام نہیں کیا گیا۔ ورنہ سیدنا ادریس ضرور لکھتے جیسا کہ آپ نے یمن کی دعوت کا تفصیلی حال لکھا ہے اور امام مولانا آمر کے متعدد سجلات یعنی فرامین نقل کئے ہیں۔ ہم کو بھی دوسرے اور جزیروں میں کوئی داعی نظر نہیں آتا مصر

(۱) بل اِنی انت عن الامام التاسع والخمسین وعجیب افعاله سلام الله علیه فی هذا العالم باستعلاء کلمته علی کل کلمة تخالف ما جاء به النبی صلعم بل این انت عن المثنی الذی یملک فیعز من یشاء ویذل من یشاء باذن الله رب العالمین کلا انک لفی ضلال مبین (الرسالة الواعظة فی الرد علی الحاکم و فی۔ تیرہ رسائل)

الگ ہو جانے سے دعوت کا بڑا نقصان ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ تقریباً چھتر نی صدی اسماعیلیوں نے اہل سنت کا مذہب اختیار کیا۔ اس کا مستقر پاٹن تھا جو احمد آباد (گجرات) کے پاس اب تک موجود ہے۔

فرقۂ سلیمانیہ چھبیسویں داعی سیدنا داؤد نے ۹۹۹ھ میں احمد آباد (ہندوستان) میں وفات پائی آپ کے جانشین سیدنا داؤد بن قطب شاہ ہوئے جو اس وقت احمد آباد میں تھے لیکن سیدنا سلیمان بن حسن نے جن کو سیدنا داؤد بن عجب شاہ نے "عامل" کی حیثیت سے یمن بھیجا تھا یہ دعویٰ کیا کہ نص مجھ پر ہوئی ہے یمن کے اکثر باشندوں نے آپ کی تائید کی جو سلیمانی کہلانے لگے۔ اور ہندوستان کے اکثر اسماعیلیوں نے سیدنا داؤد بن قطب کی پیروی کی جو داؤدی نام سے مشہور ہوئے۔ عقائد میں یہ دونوں جماعتیں متفق ہیں اور ظاہر شرع محمدی کے پابند ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ سلیمانیوں کے پاس مولانا قائم القیامہ کا دور شروع ہو گیا ہے جیسا کہ اُن کے فاتحہ کی دعا سے واضح ہے[1]۔ داؤدی اور سلیمانی داعیوں کی تصانیف کی فہرست مستشرق "ایوانو" نے تیار کی ہے جو "اے گائیڈ ٹو اسماعیلی لٹریچر" میں چھپ گئی ہے۔ ہمارے زمانے میں ان تمام فرقوں میں صرف داؤدی اور سلیمانی یہی دو فرقے زیادہ تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ پہلے کی تعداد سوا لاکھ اور دوسرے کی تعداد تقریباً بتیس ہزار ہوگی۔

فرقۂ علیہ و فرقۂ نگوشیہ اٹھائیسویں داعی سیدنا شیخ آدم صفی الدین متوفی ۱۰۳۰ھ نے سیدنا عبد الطیب زکی الدین کو اپنا منصوص قرار دیا۔ لیکن آپ کے پوتے علی بن ابراہیم نے دعویٰ کیا کہ نص مجھ پر ہوئی ہے ان کے پیرو "علیئے" کہلانے لگے۔ یہ لوگ بڑودہ (گجرات) میں

---

(۱) ہمارے سلیمانی بھائی داعیوں کا فاتحہ اس طرح پڑھتے ہیں:۔
وبنیۃ دعاۃ الدور الجدید وقرن القائم السعید من سیدنا ومولانا سلیمان بن حسن (صحیفہ سلیمانیہ صفحہ ۵۲ مطبوعہ ۱۳۰۰ھ)۔

کے تذکرے بھی لکھے ہیں۔ اس کتاب کا نام "نزہت الافکار" ہے جو دو جلدوں پر مشتمل ہے۔[1] سیدنا ادریس کے علاوہ چند داعیوں نے کتابیں اور رسالے بھی لکھے ہیں جن میں زیادہ تر تکرار ہے۔ اس تالیف کے آخر میں ان کی فہرست ملے گی۔[2]

فرقۂ جعفریہ

اماموں کے وقت میں سے جو فرقے نکلے ان کی کیفیت بیان کی جا چکی ہے۔ داعیوں کے زمانے میں بھی چند فرقے نکلے۔ ان میں پہلا جعفریہ ہے۔ اٹھارھویں داعی سیدنا علی بن عبد اللہ متوفی ۱۰۳۲ھ کے عہد میں ایک طالب علم نامی جعفر ہندوستان سے علوم دینیہ کی تحصیل کے لئے یمن گیا ہوا تھا۔ وہاں سے واپس آنے کے بعد اس زمانے کے نائب سیدی حسن کی "رزا" یعنے اجازت کے بغیر نماز پڑھانے لگا جنھوں نے اُسے تنبیہ کی لیکن وہ نہ مانا اور سیدی حسن سے انتقام لینے کے لئے خود سُنّی بن کر دعوت کے لوگوں کو سنّی بنانے کی کوشش کی اس کے

(1) Nuzhatul - Afhar, a history of the Ismaili community in the Yaman, in two volumes. The first deals with the period from the beginning of the Satr to the 15th Dai; the second, from the 19th Dai to the Author's time. It is a bulky work, but a great portion of it is formed by endless poetical quotations, which, as usual, are bombast and contain no facts (A guide to Ismaili Literature, P. 63, by Ivanow)

سے مستشرق "ایوانو" نے " اے گائیڈ ٹو اسماعیلی لٹریچر" تیار کی ہے جو چھپ گئی ہے
مذکورۂ بالا فرقوں کی مفصل کیفیت "منتزع الاخبار" اور "موسم بہار"
کی تیسری جلد میں ملے گی۔ "گلزار داؤدی" بھی ملاحظہ فرمائیے جس میں ہم اسماعیلیوں
کی مختصر تاریخ ۔ ہمارے رسوم و رواج ۔ ہماری مذہبی آمدنی کے ذرائع اور زمانۂ
حال کی کیفیت وغیرہ سلیس انگریزی میں درج کی گئی ہے۔(۱)

مہدی باغ والوں کا فرقہ

اکیاونویں داعی سیدنا برہان الدین متوفی ۱۳۲۳ھ کے عہد میں بمبئی کے ایک تاجر نامی سیدنا عبدالحسین ولد جیواجی نے یہ دعویٰ کیا کہ ان کو براہ راست امام الزمان سے اتصال نصیب ہوا اور امام الزمان نے ان کو حجت کے رتبے سے سرفراز فرمایا ہے جو داعی مطلق کے رتبے سے بہت اونچا ہے ۔ صاحب موصوف نے کیمونیزم کے اصول پر دعوت کے چند قواعد مرتب کئے جن پر عمل پیرا ہونے کے لئے ایک باغ بنایا گیا جسے مہدی باغ کہتے ہیں ۔ ان کو زیادہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی ۔ ان کے جانشین جو ہمارے زمانے میں "ملک" کہلاتے ہیں ۔ ان کے ہاں چونکہ حجت کا ظہور ہو چکا ہے اس لئے یہ لوگ صرف فرائض ادا کرتے ہیں ۔ نوافل اور تطوعات نہیں پڑھتے ۔ راقم الحروف کو ایک دفعہ ان کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھنے کا موقع ملا ۔ ان کی موجودہ تعداد تقریباً ڈھائی سو ہوگی ۔

اڑتالیس افراد کا فرقہ

حال ہی میں مہدی باغ والوں میں سے چند افراد علیحدہ ہوئے اور ایک نیا فرقہ نکالا ۔ ان کے صدر سیدنا عبدالرزاق ہیں ۔ یہ بھی امام الزمان سے اتصال کا دعویٰ کرتے ہیں ۔ ابتدا میں اس فرقے میں اڑتالیس آدمی شریک ہوئے ۔ اسی وجہ سے ان کا یہ نام پڑ گیا ۔

سیدنا محمد بدرالدین کی وفات کے بعد ہماری دعوت میں ایک بڑا انقلاب

۱۲۵۶ھ میں ہم اسماعیلی داؤدی بھائیوں کی دعوت میں ایک بڑا انقلاب پیدا ہو گیا ۔ ہندوستان کے تینتیسویں

---

(۱) ملاحظہ ہو فہرست "ماخذ" جو اس تالیف کے آخر میں درج ہے ۔

رہتے ہیں اور تعداد میں بہت کم ہیں۔ اس فرقے سے چند آدمی علیحدہ ہو گئے جو گوشت کھانا حرام سمجھتے تھے اس لئے بینگوشیہ سے مشہور ہو گئے۔ آج کل ان کے صرف چار گھر ہیں۔

فرقۂ ہجومیہ سنہ ۱۰۶۵ھ

تینتیسویں داعی سیدنا پیر خان شجاع الدین متوفی سنہ ۱۰۶۵ھ نے اپنے ایک مرید نامی احمد بن فتح محمد کو جہاں آباد بھیجا تاکہ وہ آپ کی رہائی کی کوشش کرے۔ تقریباً چھ ماہ کی کوشش کے بعد بھی احمد ناکام رہا اور سیدنا کی بغیر اجازت واپس آ گیا جس کی وجہ سے آپ اُس سے ناراض ہو گئے۔ اُس نے معافی کی درخواست کی مگر آپ نے قبول نہ فرمائی۔ اس لئے احمد نے اپنے چند ساتھیوں سے مل کر ایک فتنہ برپا کیا اور کہنے لگا اگر داعی سے کوئی خطا صادر ہو تو اس کو معزول کر کے اول مددگار کو اس کا قائم مقام بنانا چاہئے چند لوگوں نے اُس کا ساتھ دیا۔ لیکن یہ فرقہ جو "ہجومیہ" کے نام سے مشہور ہوا زیادہ مدت تک قائم نہ رہ سکا۔[1]

فرقۂ ہبتیہ سنہ ۱۱۳۹ھ

چالیسویں داعی سیدنا ہبۃ اللہ المؤید فی الدین متوفی سنہ ۱۱۹۳ھ کے عہد میں فرقۂ ہبتیہ ظہور میں آیا۔ سیدی لقمان جی کی وفات کے بعد آپ کے شاگردوں میں سے اسماعیل بن عبد الرسول اور ہبۃ اللہ بن اسماعیل باپ اور بیٹے دونوں نے دعویٰ کیا کہ وہ عبد اللہ بن حارث داعی البلاغ کے ذریعے امام سے متصل ہیں۔ ہبۃ اللہ کی جرأت اتنی بڑھ گئی کہ وہ اپنے آپ کو حجت لیلی تصور کرنے لگے۔ اُجین میں انھوں نے دعوت شروع کی لیکن داؤدیوں کے مقابلے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ صاحب موصوف کی ناک کاٹ ڈالی گئی۔ اسی وجہ سے وہ "المجدوع" کے لقب سے مشہور ہیں۔ یہ اپنے زمانے کے علامہ تھے۔ انھوں نے دعوت کی کتابوں کی ایک مفید فہرست لکھی ہے جو "فہرست المجدوع" کے نام سے مشہور ہے۔ اسی کی نمـ

---

(۱) فقام یوسف احد اعوان احمد باھجوم الی الضلال (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "رسالۃ التذکرۃ لسیدی حسن جی" (الرسالۃ الرمضانیہ۔ سنہ ۱۳۳۵ھ بداۃ برھان الصدق الواضح سنہ ۱۳۳۵ھ لسیدنا ڈاکٹر طاھر سیف الدین)

کے عہد و میثاق کے بغیر درست نہیں ہو سکتے۔ جب دونوں موجود نہیں تو عہد و میثاق کون لے اور جب عہد و میثاق نہیں تو پھر اعمال سے کیا فائدہ۔ ہمارے مذہب کی بنا ولی کی ولایت پر ہے جس کے بغیر عامل چاہے کتنے ہی عمل کرے وہ سب "هباء منثورا" ہو جاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلناہ هباء منثورا"۔

یہ تو ہمارے ان بھائیوں کی حالت ہے جو انقطاع نص کے قائل ہیں لیکن ہمارے دوسرے بھائی جو انقطاع نص کو نہیں مانتے وہ یہ کہتے ہیں کہ سید نابدر الدین نے سیدنا نجم الدین پر باضابطہ نص کی اور ان کو اپنا جانشین بنا کے انھیں مولانا امر کی وہ اہم امانت سونپی جس کے وارث دعاۃ مطلقین یکے بعد دیگرے ہوتے چلے آرہے تھے۔ یعنی دعوت کے قائم کرنے کا مقصد یہی تھا۔ جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔

میں بلدۂ سورت میں ۱۳۲۸ھ سے ۱۳۳۱ھ تک مذہبی تعلیم حاصل کرنے کے لئے تین سال مقیم رہا[1]۔ مجھے اس مدت میں کئی استادوں اور طالب علموں سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ سب کے سب انقطاع نص کے قائل ہیں۔ داعیوں کے رشتہ داروں کا بھی یہی عقیدہ تھا جو اس زمانے میں سورت میں موجود تھے۔ غرض کہ جتنے تعلیم یافتہ تھے وہ سب یہی عقیدہ رکھتے تھے۔ ان میں اکثر عامل بھی شامل تھے۔ البتہ تجارت پیشہ جنھیں تعلیم حاصل کرنے کا کوئی موقع نہیں ملتا عدم انقطاع کے قائل ہیں۔ تعداد میں یہ لوگ بہت زیادہ ہیں۔

نص کے باوجود اماموں اور داعیوں کی تعیین میں اختلاف اور اس کے اسباب

شہرستانی کی کتاب "الملل والنحل" کے مطالعے سے واضح ہے کہ تقریباً ہر امام کے زمانے میں

(۱) میں خدیجہ بائی صاحبہ زوجہ جناب بھائی صاحب قادر بھائی صاحب مرحوم کے مکان میں رہتا تھا جو سیدنا نجم الدین صاحب کے پوتے تھے مجھے اکثر بھائی صاحبوں سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ جو مرحومہ کی مزاج پرسی کے لئے آیا کرتے تھے۔ مرحومہ جناب بھائی صاحب حسین بھائی صاحب کی دختر تھیں۔ یہ خاندان آج کل ٹی۔ کے۔ ٹی زین الدین کے نام سے مشہور ہے۔

داعی سیدنا بدر الدین متوفی سنہ ۱۲۵۶ھ تک تو ہم سب کے سب متفق یعنے نص کے سلسلے کے قائل رہے اور یکے بعد دیگرے سب داعیوں کو مانتے رہے۔ آپ کی وفات کے بعد ہم میں اختلاف ہوا بعض کہنے لگے کہ آپ نے کسی پر نص نہیں کی یعنے کسی کو داعی مطلق مقرر نہیں کیا جو آپ کی جگہ لے۔ نص کا سلسلہ آپ ہی پر ختم ہو گیا۔ سیدنا عبد القادر نجم الدین شوریٰ سے کئی شرطوں کے ساتھ دعوت کے ناظم بنائے گئے جس میں بڑی شرط یہ تھی کہ سیدنا صرف دعوت کے ضروری امور کی اجرائی کے سوا داعی ہونے کا دعویٰ ہرگز نہ کریں۔ کعبۃ اللہ جائیں اور وہاں جا کر دعا کریں۔ شاید امام الزماں کی نظریں پھر ہماری طرف عود کریں۔ اور نص کا سلسلہ پھر ہاتھ آجائے[1]۔ یہ ایک عجیب بات ہے کہ ہم اسماعیلیوں نے شوریٰ کے جن اصول سے پہلے انکار کیا تھا آخر میں انہی اصول کی طرف ہمیں لوٹنا پڑا۔ جب یہ صورت پیش آئی تو ہمارے چند بھائیوں نے گھبرا کر کہا کہ سیدنا نجم الدین نہ داعی ہیں نہ ناظم۔ ہمارے گناہوں کے باعث نص کی نعمت ہم سے چھین لی گئی ہے۔ اب ہمیں اپنے گناہوں کی معافی مانگنی چاہیئے۔ یہ انقلاب دیکھ کر ہمارے کچھ بھائی "کرۃ خاسرۃ"[2] کے قائل ہو گئے اور شرعی اعمال کی پابندی چھوڑ بیٹھے۔ کیونکہ اعمال امام الزماں یا ان کے داعی

---

(۱) مکاتیب امامیہ نور روز دیکھو .... اسنے بارسو نودیرسات نا برس سورت (بلدہ) ما ہی ایک انجمن مقرر تھی کہ حلف الفضائل سے مشہور چھے ہر کس و ناکس نی زبان پر یہ انجمن نا ارکین نو امر مذکور چھے سگلا نو ارادہ ایم کہ دعوت نا امور شوریٰ سے صادر رہ تھائے حضور خلد اللہ سلطانہ نا واسطے اختیار نہیں کہ انجمن نا بغیر اطلاع نا ہی یا آمر تھائے مگر یہ انجمن بارود نی طرح اڑی گئی۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (موسم بہار ۳/ ۲۱۲ - ۲۵۲)

(۲) یعنے ہمارا اس دفعہ دنیا میں پیدا ہونا بیکار ثابت ہوا۔ ہماری نجات ناممکن ہے۔ کیونکہ ہم دعوت کے دائرے میں داخل ہی نہ ہو سکے۔ ہمارا یہ چکر بے کار گیا۔ پھر ایک دفعہ ہم کو دنیا میں آنا ہی پڑے گا۔ اس لئے اب عمل کرنا بے کار ہے۔

فصل (۱۱)

ہماری اسماعیلی دعوت کا نظام اور اس کے حدود (ارکان)

اسماعیلی دعوت کی ابتدا

فصل اول میں ہم بتا چکے ہیں کہ عالم روحانی میں عقلِ اول نے عقلِ ثانی کو اپنا حجاب بنا کر اس کے ذریعے دعوت شروع کی۔ یعنے عالم ابداع کی دوسری صورتوں کو توحید کی طرف بلایا۔ یہاں سے ہماری اسماعیلی دعوت کی ابتدا ہوئی جسمانی عالم میں اسی نمونے پر دعوت شروع کرنے والے "صاحب حجۃ ابداعیہ" ہیں جن کی نسل میں قیامت تک دعوت کی صدارت جسے امامت کہتے ہیں باقی رہے گی آپ کی دعوت کے ستائیس حدود کی تفصیل گزر چکی ہے۔ دعوت کا یہ سلسلہ جسمانی عالم کی صفائی یعنے انتہا تک جاری رہے گا۔ ہم لوگ اسے اپنی اصطلاح میں دعوت کہتے ہیں۔ دعوت کے معنی عربی میں بلانے کے ہیں۔ اور داعی بلانے والے کو کہتے ہیں۔ آنحضرت صلعم کو اللہ تعالیٰ نے داعی سے خطاب فرمایا۔ جس طرح لفظ دعوت مصدری معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے اسی طرح دین کی اشاعت کے لئے ہم نے جو نظام یا سلسلہ قائم کیا ہے اُسے بھی ہم "دعوت" کہتے ہیں۔ اس نظام سے مراد ایک سِرّی انجمن یا مخفی سوسائٹی ہے جس کا ایک صدر ہوتا ہے جسے داعی کہتے ہیں خواہ وہ نبی ہو یا وصی یا امام۔ اُسے حدِ اعلیٰ بھی کہتے ہیں۔ اس کے چند مددگار

ایک نیا فرقہ پیدا ہوا جو کسی امام کے تابع ہو گیا۔ اس کی تصدیق سیدنا ادریس کے ارشاد سے بھی ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مولانا جعفر صادق کے چاروں فرزندوں میں سے ہر ایک نے یہ دعویٰ کیا کہ نص مجھ پر ہوئی ہے میں سچا امام ہوں۔ مولانا زید بن علی زین العابدین نے امامت کا دعویٰ کیا۔ آج بھی آپ کے پیروین میں کثیر تعدادیں موجود ہیں۔ ان میں اور اسماعیلیوں میں اکثر لڑائیاں ہوتی رہتی ہیں۔ مولانا حاکم کے بیٹے اور ولی عہد عبدالرحیم نے بغاوت کی جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے۔ مولانا مستنصر کے دونوں فرزندوں سیدنا نزار اور سیدنا مستعلی کے درمیان امامت پر جھگڑا ہوا جس کی وجہ سے نزاریوں نے مستعلویوں (فاطمیین) کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ اسی طرح سے نص کی بابت داعیوں میں بھی تنازع پیدا ہوا جس کی وجہ سے مختلف فرقے نکلے جیسا کہ ابھی ہم بتا چکے ہیں۔ نص کے اصول میں ایک بڑی سہولت یہ ہے کہ متعدد اشخاص منصوص ہونے کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ شہادتوں کا فراہم کرنا کوئی مشکل بات نہیں خاص کر جب کہ بعض اماموں کی موت کی خبر مہینوں چھپائی گئی اور نص ان پر بہت پوشیدہ طور پر ہوئی۔ داعیوں کے عہد میں امام الزماں سے متصل ہونا یا امام الزماں کا خواب میں آ کر حجت یا داعی البلاغ کا عظیم الشان رتبہ عطا فرمانا ایک معمولی بات ہے بخلاف اصول "انتخاب" کے کہ اس میں ایسے امکانات ہی نہیں اسی وجہ سے یہ کہا جاتا ہے کہ شیعوں میں باوجود نص کے اتنے فرقے ہوئے جتنے کسی اور مذہب میں نہیں ہوئے۔(۱)

---

(۱) ان الامامیۃ لم یثبتوا فی تعیین الائمۃ بعد الحسن والحسین وعلی زین العابدین علی رای واحد بل اختلافاتہم اکثر من اختلافات الفرق کلھا حتی قال بعضھم ان نیفا وسبعین فرقۃ من الفرق المذکورۃ فی الخبر ھو فی الشیعۃ خاصۃ ومن عداھم فھم خارجون عن الامۃ (الملل والنحل صفحہ ۲۶)

راحۃ العقل میں ان دس مراتب کا مقابلہ روحانی عالم کے دس عقول سے کیا گیا ہے مختلف کتابوں میں مختلف ترتیبیں پائی جاتی ہیں ان میں سے ہم یہاں چند نقل کرتے ہیں :۔

اسماعیلی دعوت کے حدود (ارکان)

تاویل الشریعۃ کے حدود	اساس التاویل کے حدود		
	نمبر (۱)	نمبر (۲)	نمبر (۳)
(۱) امام	(۱) اساس = قلم	(۱) ناطق = قلم	(۱) ناطق
(۲) حجت	(۲) امام = لوح	(۲) اساس = لوح	(۲) اساس
(۳) مبرهن	(۳) حجت = اسرافیل	(۳) لاحق = اسرافیل	(۳) امام
(۴) داعی	(۴) نقیب = میکائیل	(۴) داعی = میکائیل	(۴) حجت
(۵) ماذون	(۵) داعی (جناح) = جبرئیل	(۵) ماذون = جبرئیل (۳)	(۵) نقیب
(۶) لاحق	(۶) قابل (مستجیب) = قابل (آنحضرت صلعم) (۲)		(۶) ید (واحد یا ید ی)
(۷) محرم (مستجیب) (۱)			(۷) جناح
			(۸) ماذون
			(۹) مستجیب (۴)

(۱) تاویل الشریعۃ من کلام الامام مولانا المعز صفحہ ۸۶ - (۲) یہ پانچ حدود سفلیہ مقابل ہیں پانچ حدود علویہ کے آنحضرت نے فرمایا ہے کہ "میں نے جبرئیل سے جبرئیل نے میکائیل سے .... لوح نے قلم سے وحی لی ہے"۔ نطقاء حدود علویہ کے ذریعے اور مستجیبین حدود سفلیہ کے ذریعے تائید حاصل کرتے ہیں (اساس التاویل قصہ حضرت آدم) تسلمت من خمسۃ وسلمت الی خمسۃ کے یہی معنی ہیں۔ (۳) قال اللہ تعالیٰ "یا ایھا النبی انا ارسلناک شاھداً ومبشراً ونذیراً وداعیاً الی اللہ وسراجاً منیراً" ان پانچ اوصاف کا مقابلہ ناطق، اساس، لاحق، داعی

(بقیہ بصفحۂ آئندہ)

ہوتے ہیں جو حدود کہے جاتے ہیں۔ صدر کی طرف سے مختلف شہروں میں جو نائب بھیجے جاتے ہیں ان کو بھی داعی کہتے ہیں جو داعی کے خاص معنی ہیں۔ جو شخص داعی کی دعوت کا جواب دے اور دعوت میں داخل ہوا سے "مستجیب" کہتے ہیں۔

دعوت کے حدود اور ان کی تعداد میں اختلاف اور اُن کے فرائض

دعوت کے دس حدود، ان کے عہدے اور ان کے فرائض راحۃ العقل کی ترتیب کے مطابق حسب ذیل ہیں: —

نمبر شمار	حدود (ارکان)	عہدے	فرائض
۱	ناطق	رتبۂ تنزیل	ظاہری شریعت کی تعلیم دینا۔
(۲)	اساس	رتبۂ تاویل	تاویل یعنی باطنی شریعت کی تعلیم دینا۔
۳	امام	رتبۂ امر	ظاہری اور باطنی شریعت کی حفاظت کرنا اور دینی و دنیوی حکومت کرنا۔
۴	باب	رتبۂ فصل الخطاب	آخری فیصلہ کرنا۔
۵	حجت	رتبۂ حکم درمیان حق و باطل	حق کو باطل سے علیحدہ کرکے بتانا۔
۶	داعی بلاغ	رتبۂ احتجاج وتعریف معاد	آخرت کے مسائل سمجھانا
۷	داعی مطلق	رتبۂ تعریف حدود علویہ وعبادت باطنہ	حدود علویہ اور باطنی دعوت کی تعریف کرنا۔
۸	داعی محدود یا محصور	رتبۂ تعریف حدود سفلیہ وعبادت ظاہرہ	حدود سفلیہ اور عبادت ظاہرہ کی تعریف کرنا۔
۹	ماذون مطلق	رتبۂ اخذ عہد ومیثاق	مستجیبین سے عہد ومیثاق لینا۔
۱۰	ماذون محدود یا محصور (اسے مکاسر بھی کہتے ہیں)	.....	مستجیبین کے نفوس کو جذب کرنا اور اہل ظاہر کے عقائد کو کسر یا باطل کرکے انھیں مستجیب بنانا۔ (۱)

(۱) راحۃ العقل صفحہ (۸۳)

جس کا ایک سرا اس کے ہاتھ میں اور دوسرا تمہارے ہاتھوں میں ہے تم اسے قیامت تک پکڑے رہو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ یہ حدود دو وسائط ہیں جو بندوں اور خدا کے درمیان ہیں۔ ان کی اطاعت کے بغیر نجات ناممکن ہے۔ ان میں سے اگر کسی نے ایک حد کو بھی چھوڑ دیا تو اس کے ہاتھ سے دوسرے تمام حدود چھوٹ جائیں گے۔ جو شخص وصی اور ائمہ کی طاعت ترک کرے وہ کافر۔ مشرک اور اسلام سے بری ہے۔ امام کی غیبت کے زمانے میں داعی، ماذون اور مکاسر کا وجود ضروری ہے[1]

حدود کے قیام اور فرائض کی مزید تفصیل

ناطق ظاہری شریعت کی تعلیم دیتا ہے جب وہ کام کر چکتا ہے تو اپنا اساس (وصی) قائم کرتا ہے اور لوگوں کو اس کی اطلاع دیتا ہے[2] اس عمل کو ہم نص کہتے ہیں۔ وہ اپنے ابتدائی زمانے میں ظاہر اور باطن دونوں کے فرائض انجام دیتا ہے۔ ایک بڑی مدت کے بعد وہ اساس قائم کرتا ہے جسے امر باطن سپرد کرتا ہے۔ پھر وہ خود ظاہر کا کام انجام دینے لگتا ہے[3]۔ اس کی

---

(۱) ومن ترك طاعة الوصي والائمة سمي منافقاً وكافراً ومشركاً وبرئت منه ذمة الاسلام ومرئ منه الرسول (تاويل الزكوة صفحه ۱) فاذا غاب الامام ووجد من حدود الدين الماذون المحصور والماذون المطلق والداعي المطلق فالامام موجود بوجود هولاء الثلاثة الحدود واذا عدمت هذه الثلاثة عدم الامام قبل ذالك كذلك (كنز الولد لسيدنا ابراهيم - باب ۱۲) (۲) تاويل الدعائم (الجزء الثاني زكوة الفضة والجوهر) (۳) ومثل ذلك في التاويل ان النطقاء في ابتداء امورهم يقولون بالظاهر والباطن من امر الدين فاذا امتد الامر بهم واقاموا الاسس والحجج فوضوا اليهم امر التاويل الباطن وانفردوا بالقيام بظاهر امر الشريعة ومن ذلك قول رسول الله صلعم لما اقام اساسه علياً "من كنت مولاه فعلي مولاه" (تاويل الدعائم (الجزء الثاني - زكوة ابل) وتاويل الزكوة صفحه ۱۴۷)

کتاب الشواہد والبیان کے حدود	تاویل الزکوٰۃ کے حدود	الرسالۃ الوضیۃ کے حدود
(١) امام	(١) ناطق	(١) ناطق = قلم
(٢) حجت	(٢) اساس	(٢) اساس = لوح
(٣) ذو مصّہ [1]	(٣) حجت	(٣) امام = جبرئیل
(٤) باب (داعی کبیر)	(٤) لاحق	(٤) حجت = میکائیل
(٥) داعی (ماذون)	(٥) ذو مصہ	(٥) داعی = اسرافیل [5]
(٦) مکلب [2] (مکاسر)	(٦) جناح	
(٧) مومن (محرم [3])	(٧) ماذون [4]	

حدود کی اہمیت

دعوت کے حدود کے متعلق آنحضرؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے مسلمانو! یہ اللہ کی وہ دراز کی ہوئی رسّی ہے

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) اور ماذون سے کیا گیا ہے۔ (اساس التاویل۔ قصۂ آنحضرت صلعم) (٤) ان نو حدود میں سے ہر حد کا ایک دشمن ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ وکان فی المدینۃ تسعۃ رھط یفسدون فی الارض۔ وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا من المجرمین (اساس التاویل۔ قصۂ حضرت صالح)۔ (حاشیہ صفحہ ہذا) (١) ذومصۃ بفتح المیم احد السبعۃ الذین یقتدی بھم عند السبعین سمي بہ لانہ یمص ای یاخذ العلم من الحجۃ (اقرب الموارد) (٢) عند السبعیۃ احد السبعۃ الذین یقتدی بھم والکلاب المکلبۃ المسلطۃ علی الصید و کلب الکلب ای علمہ الصید (اقرب الموارد) (٣) ہر مسجد کے سات حدود ہوتے ہیں۔ چار دیواریں، چھت، زمیں اور ہوا (کتاب الشواھد والبیان لسیدنا جعفر بن منصور الیمن صفحہ ١٣٠) (٤) تاویل الزکوۃ لسیدنا جعفر بن منصور الیمن صفحہ ١٢١ (٥) اسی وجہ سے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے:۔ انی مخلف فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی حبل ممدود من السماء الی الارض طرف منہ بید اللہ وطرف منہ بایدیکم فتمسکوا بھما...... حتی یردا علی الحوض (الرسالۃ الوضیۃ الفصل الثانی عشر)

کو مرتفع کر دیں گے یعنی اس کی پابندی اٹھا دیں گے کیونکہ آپ کے بعد امام اور حجت کے دو الگ الگ سلسلوں کی ضرورت نہیں رہے گی۔ اس لئے کہ علم باطن ظاہر ہو جائے گا۔ آپ کے جتنے جانشین ہوں گے وہ سب آپ کے خلفاء کہے جائیں گے جن کے عہد میں علم باطن کے مسائل کھلم کھلا ممبروں ممبروں پر بیان کئے جائیں گے۔ مولانا قائم سے دور کشف شروع ہوگا۔ جیسا کہ بتایا جا چکا ہے۔ دو ناطقوں کے درمیان کتنے "اسابیع" ہوں گے ان کا مفصل ذکر بھی ہو چکا ہے (۱)

سیدنا جعفر بن منصور الیمن فرماتے ہیں کہ امام دعوت نہیں کرتا جب تک کہ محنت کا زمانہ نہ ہو۔ باب اہل ظاہر کو دعوت نہیں کرتا (۲)

حجتوں کی دو قسمیں

حجتوں کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم میں وہ حجتیں شامل ہیں جن میں سے ہر ایک کو حجت عظمیٰ کہتے ہیں یہ اماموں کے فرزند اور اُن کے جانشین ہوتے ہیں۔ دوسری قسم ان حجتوں کی ہے جن میں بارہ نہاری اور بارہ لیلی ہوتے ہیں۔ نہاری حجتیں زمین کے بارہ جزیروں میں بھیجے جاتے ہیں انھیں نقباء بھی کہتے ہیں۔ لیلی حجتیں امام کی حضرت ہی میں رہتے ہیں کبھی آپ سے جدا نہیں ہوتے۔ باطنی دعوت ان کے ذمے کی جاتی ہے۔ ظاہر میں انہیں کوئی نہیں جانتا (۳)

آنحضرت کی بارہ حجتیں۔

آنحضرت کے بارہ حجتوں یا نقیبوں کے نام یہ ہیں:- (۱) مولانا علیؑ (۲) خلیفۂ اول (۳) خلیفۂ ثانی (۴) خلیفۂ ثالث (۵) سلمان الفارسی (۶) ابوذر (۷) مقداد (۸) عبداللہ بن مسعود (۹) ابی بن کعب (۱۰) زید بن ثابت (۱۱) عثمان بن عفان (۱۲) حذیفہ بن الیمان۔

(۱) فصل ۶۔ عنوان "مولانا علی کے بعد سات امام" (۲) الشواھد والبیان صفحہ ۲۵۳ (۳) حدود اللیل لا یعرفون فی الظاھر۔ (المجالس المؤیدیہ ۵/۴۲)

زندگی میں اس کے علم کا صرف چالیسواں حصہ اساس کو ملتا ہے۔ وفات کے بعد پورا علم اساس طرف منتقل ہو جاتا ہے۔(۱)

سیدنا جعفر بن منصور الیمن کہتے ہیں کہ ناطق نے ظاہر بتایا۔ باطن نہیں بتایا۔ باطن کے لحاظ سے وہ گونگا تھا(۲) امام باطن نہیں بتاتا۔ حجت باطن بتاتا ہے(۳) شریعت والے انبیاء پانچ ہیں جنہیں اولوالعزم بھی کہتے ہیں۔ حضرت آدم کی چونکہ کوئی شریعت نہ تھی اس لئے آپ اولوالعزم میں شریک نہیں کئے گئے اس بارے میں ہمارے داعیوں کے درمیان اختلاف ہے(۴)

ناطق کے انتقال کے بعد اساس اس کی جگہ لیتا ہے اور ظاہری شریعت کا کام انجام دیتا ہے۔ باطنی شریعت یعنی تاویل کا کام اپنے حجت کے سپرد کرتا ہے جو اس کے بعد اس کا قائم مقام ہوتا ہے اور امام کہلاتا ہے۔ آپ پر امام کے حقیقی معنیٰ صادق آتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اساس ظاہری شریعت سے خاموش رہتا ہے یعنی اُسے بیان نہیں کرتا وہ صرف باطن بتاتا ہے اسی وجہ سے اس کو صامت کہتے ہیں(۵)

اساس کی وفات کے بعد امام اس کا قائم مقام ہوتا ہے وہ اپنی زندگی میں حجتِ عظمیٰ قائم کرتا ہے جو اس کے بعد امام ہوتا ہے۔ اماموں کا سلسلہ یکے بعد دیگرے ناطق کے دور کے ختم تک باقی رہتا ہے۔ پھر جدید ناطق پیدا ہوتا ہے۔ کُل سات ناطق ہوتے ہیں جن میں سب سے پہلے حضرت آدم تھے اور سب سے پیچھے مولانا قائم القیامہ ہوں گے جو ظاہری شریعت

---

(۱) تاویل الدعائم (الجزء الثانی زکوٰۃ الابل) (۲) الناطق نطق بالظاہر واعجم بالباطن فلم یفصح به (الشواهد البیان صفحہ ۱۵) (۳) الشواهد والبیان (صفحہ ۱۵) (۴) مقدمہ (عنوان "اختلاف تعلیم کی چار اہم مثالیں" نمبر ۱)
(۵) الناطق فی عصر الرسالة هو الرسول والصامت اساس شریعة وصاحب تاویله فالرسول ینطق بالظاهر والاساس صامت عنه موجه للباطن عن اثبات الرسول ایاه فیه کاثبات القلم فی اللوح - (اساس التاویل صفحہ ۴۴)

اس سے بڑھ کر حیرت کی بات یہ ہے کہ ایک ہی کتاب میں دو مقاموں پر دو مختلف ترتیبیں پائی جاتی ہیں مثلاً سیدنا قاضی نعمان نے حدود صفایہ میں کبھی اساس، امام، حجت، نقیب اور داعی (جناح) کو اور کبھی ناطق اساس، لاحق، داعی، اور ماذون کو شمار کیا ہے۔ حالانکہ ان دونوں ترتیبوں کا مقابلہ حدود علویہ یعنے قلم، لوح، اسرافیل، میکائیل اور جبرئیل سے کیا گیا ہے پہلی ترتیب میں ناطق کو چھوڑنے اور دوسری ترتیب میں ماذون کو شامل کرنے کی کوئی وجہ نہیں بتائی ایک تیسرے مقام پر آپ نے نو حدود بتائے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ لکھتے وقت جو ترتیب ہمارے خیال میں آگئی ہم نے اسے لکھ دیا اور اس پر غور نہیں کیا کہ ہم اس سے پہلے کچھ اور ترتیب لکھ چکے ہیں یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ سیدنا قاضی نعمان نے جبرئیل کو اسرافیل کے تحت قرار دیا ہے اور سیدنا حمید الدین نے جبرئیل کو اسرافیل کے فوق بتایا ہے اگر ہمارے باطنی علم کا تعلق خدا اور اس کے رسول سے ہوتا تو ضرور ہماری ترتیبوں میں اتفاق و اتحاد پایا جاتا۔ حضرت موسیٰ کی چالیس راتوں کی تاویل میں اتنا اختلاف ہے کہ خدا کی پناہ۔ مومن کو جس کے دین کا دارومدار دعوت کے حدود پر ہے کس طرح ایسی مختلف تاویلیں یاد رہ سکتی ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ایسی تاویلوں سے ہمارے باطنی علم کی وقعت باقی نہیں رہتی۔ اگر کلام مجید میں کسی جگہ دو چیزوں کا ذکر ہے تو ہم اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ ان سے مراد ناطق و اساس ہیں اگر تین کا ذکر ہے تو یہ کہتے ہیں کہ ان کا اشارہ ناطق، اساس اور امام کی طرف ہے۔ بارہ مہینوں کی فاضل راتوں میں جو مختلف رکعتیں پڑھی جاتی ہیں ان کی تاویل اسی طرح کی جاتی ہے۔[1] کاش اس میں کچھ تو مناسبت اور معقولیت ہوتی۔ ہم نے جتنے نمونے پیش کئے ہیں ان سب سے بڑی مایوسی ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ ہماری دعوت کے طالب علم فن تاویل میں دلچسپی نہیں لیتے کیونکہ اس میں ایسی تشبیہیں اور مقابلے ہیں جن کا یاد رکھنا مشکل ہی

(۱) فصل ۱۴ عنوان "شب معراج اور دیگر شبوں کی تاویل۔"

حدود کی تعداد

حدود کی تعداد دس سے زیادہ ہو سکتی ہے یعنے ایک ہی حد کے کئی افراد ہو سکتے ہیں کسی داعی کے تیس ۳۰ ماذون بھی ہوئے ہیں جیسا کہ حضرت شعیب کے قصہ میں ہے ۔ حضرت داؤد کے ننانوے ۹۹ حدود تھے ۔ حدود کی تعریف میں سیدنا حاتم بن ابراہیم بن الحسین الحامدی (متوفی سنہ ۵۹۶ھ) نے ایک خاص رسالہ بنام "تحفۃ القلوب" لکھا ہے ۔

تبصرہ

دعوت کے حدود کی اہمیت معلوم ہو چکی ہے یہ حدود خدائے تعالیٰ کی وہ "حبل ممدود" ہیں جس کا ایک سرا اس کے ہاتھ میں اور دوسرا سرا ہمارے ہاتھوں میں ہے ۔ ان کی مثال ایک زنجیر سے دی گئی ہے جس کی دس کڑیاں ہیں ۔ جن کا مقابلہ سیدنا حمید الدین نے عالم روحانی کے دس عقول سے کیا ہے ۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر اس زنجیر کی ایک کڑی بھی چھوٹ جائے تو دوسری سب کڑیاں چھوٹ جاتی ہیں ۔ مکاسر کے اقرار اور اس کی اطاعت کے بغیر جس کی تشبیہ سب سے آخری کڑی سے دی جاتی ہے ماذون کا اقرار اور اس کی اطاعت نہیں ہو سکتی ۔ کیونکہ یہ کڑیاں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں ۔

اس اہمیت کو ذہن نشین کرنے کے بعد جب ہم حدود کی ترتیب پر غور کرتے ہیں تو ہمیں نہایت حیرت ہوتی ہے کہ ہر امام یا داعی اپنی ایک الگ ترتیب بتاتا ہے جیسا کہ گزشتہ سے واضح ہے ۔ کوئی ناطق سے ۔ کوئی اساس سے ۔ کوئی امام سے شروع کرتا ہے کسی ترتیب میں دس کسی میں سات اور کسی میں پانچ حدود پائے جاتے ہیں جس سے دس عقول کے مقابلے میں فرق پڑ جاتا ہے ۔ حالانکہ دعویٰ یہ کیا گیا ہے کہ یہ خدا کی سنت ہے اس میں کسی قسم کی تحویل نہیں ہو سکتی[1] اس سلسلے میں ایک حدیث بھی آنحضرت کی طرف منسوب کی جاتی ہے[2]

(۱) "سنۃ اللہ التی خلت من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا"

(۲) "ان اللہ اسس علی مثال خلقہ لیستدل بہ علی دینہ وبدینہ علی توحیدہ"

نص کی قائل ہے خیرباد کہہ دیا جو جماعت انقطاع نص کی قائل نہیں ہے اس کے اکثر افراد کا ایمان بھی ناقص بلکہ باطل ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ داعی کو تو مانتے ہیں لیکن ماذون و مکاسر کو نہیں مانتے۔ ماننا کیسا۔ ان کو تو دعوت کے دشمن سمجھتے ہیں۔ اس لئے کہ ہمارے زمانے میں اکثر ماذون اور مکاسر ایسے گزرے جو اپنے عہد کے داعی کو نہیں مانتے تھے[1]۔ ہمارے بھائیوں سے اس کے متعلق اگر پوچھا جائے تو یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم نے جب داعی کو مان لیا تو ماذون اور مکاسر کو ماننے کی کیا ضرورت ہے لیکن وہ یہ نہیں سمجھتے کہ بغیر تحت کی حد سے متعلق ہونے کے فوق کی حد تک رسائی کہاں ہوسکتی ہے۔ ان کا یہ جواب اہل ظاہر کے لئے بہت مفید ہے کیونکہ اہل ظاہر یہ کہیں گے کہ جب ہم آنحضرت صلعم کو مانتے ہیں تو آپ کے تحت کے حدود کو ماننے کی کیا ضرورت ہے۔

امام کے ستر کے زمانے میں حجت کا وجود ضروری ہے

جب امتحان کا وقت آتا ہے اور امام مستور ہو جاتے ہیں اس وقت حجت ان پر دلالت کرتے ہیں اور امام کی طرف دعوت کرتے ہیں۔ حجت کا وجود دین اور مومنین کی زندگی کا باعث ہے اسی طرح جب امام حجت کے قائم مقام ہوتے ہیں تو وہ حجت پر دلالت کرتے ہیں۔ خدا کی یہ وہ سنت ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوسکتی۔ امام اور حجت کی تمثیل ناک اور منہ کی ہے جن سے ہر حیوان سانس لیتا ہے۔ جب انسان کی ناک بند ہو جاتی ہے تو وہ اپنے منہ سے سانس لیتا ہے[2]۔ اس بیان سے ظاہر ہے کہ امام کے مستور ہونے کے زمانے میں حجت کا وجود ضروری ہے تاکہ دین اور مومنین زندہ رہ سکیں۔ اب ہم دیکھتے

(۱) راقم الحروف کو بلدہ سورت میں سیدنا عبداللہ بدرالدین کے مکاسر سیدی بھائی صاحب ابراہیم جی بھائی صاحب سے نیاز حاصل کرنے کا موقع ملا آپ انقطاع نص کے قائل تھے۔

(۲) الانف مثل الامام فی وقت ولی اللہ والفم ینوب عن الانف فی التنفس کذالک الحجۃ ینوب عن الامام اذا استترقام نائباً عنہ قائماً مقامہ (تاویل الشریعۃ لمولانا المعز)

نہیں بلکہ ناممکن ہے ۔ شہر سورت میں جہاں ہمارا سب سے بڑا مذہبی کالج درس سیفی (جامعہ سیفیہ) کے نام سے قائم ہے میں نے شاگردوں کو اپنے استادوں سے یہ کہتے سنا ہے کہ ہمیں حقیقت کا علم پڑھایئے تاویل تو ہم سمجھ گئے اس میں تکرار کے سوا اور کیا دھرا ہے ۔ اس میں اختلاف اتنا ہے کہ اس کا یاد رکھنا ع "دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں" واقعی جو شخص ہماری تاویل کی کتابیں "ولی الامر" کی اجازت ہی سے سہی ۔ پڑھے گا وہ اسی نتیجے پر پہنچے گا ۔ تاویل کی فصل (۱۴) جو آئندہ لکھی جائے گی اس کے مطالعے سے یہ حقیقت اور زیادہ واضح ہو جائے گی ۔ کیا یہی وہ علم لدنی ہے جسے آنحضرت نے مولانا علی کو سکھایا ؟ کیا یہی وہ علم باطن ہے جس پر ہم بڑا فخر کرتے ہیں اور اپنے آپ کو اہل ظاہر سے ممتاز سمجھتے ہیں

کیا دعوت کا قیام صرف تین حدود سے ہو سکتا ہے

حدود کی تعداد میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ زمانے کی سعادت و نحوست کے اعتبار سے اس میں زیادتی اور کمی ہوتی ہے (۱)۔

مولانا طیب کے ستر کے بعد جو ۵۲۴ھ میں ہوا ہماری دعوت میں صرف تین حدود یعنے داعی مطلق ۔ ماذون اور مکاسر ہی باقی رہ گئے ۔ حالانکہ اوپر کے حدود کے علاوہ سیدنا حمید الدین نے داعی مطلق کے بعد اور تین حدود شمار کئے ہیں جیسا کہ حدود کے تختے سے واضح ہے ۔ گویا داعی مطلق کے ساتھ کل چار حدود ہوتے ہیں لیکن ہم تقریباً آٹھ سو سال سے صرف تین ہی حدود کا اقرار اور ان کی پیروی کرتے رہے ہیں اس زمانے میں ہمارے ہزاروں بھائیوں کا انتقال ہوا ہوگا ۔ کیا ان کی نجات صرف تین ہی حدود کے واسطے سے ہوئی ؟ کیا ہمارا اتنا لانبا سلسلہ جس میں دس کڑیاں، دس عقول کی طرح موجود تھیں گھٹتے گھٹتے اتنا چھوٹا ہو گیا کہ اس میں گنتی کی صرف تین کڑیاں رہ گئیں ۔ ان کو بھی ہماری ایک جماعت نے جو سیدنا بدر الدین متوفی ۱۲۵۶ھ کے بعد انقطاع

(۱) اساس التاویل (الجزء السادس عشر - قیل بعد قصة محمد صلعم

جب نص جلی ہوتی ہے۔ ناطق اپنے اساس کو اسی وقت قائم کرتا ہے۔ جب وہ ظاہری شریعت کے تمام فرائض سے فارغ ہو جاتا ہے۔ آنحضرت صلعم نے جس آخری فریضے کے احکام سکھائے وہ حج کا فریضہ تھا۔ وہاں سے لوٹتے وقت غدیر خم پر مولانا علی کی نص کا اعلان کیا۔

ممکن ہے کوئی یہ کہے کہ مخفی نصوص کے شروع ہوتے ہی مولانا علیؑ نے باطن کا کام شروع کر دیا اور خاص خاص مومنوں کو باطنی شریعت کی تعلیم دینے لگے لیکن ایسی تعلیم کے حاصل کرنے والے بہت تھوڑے ہوں گے۔ اُن کی قلت کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ آنحضرت کی وفات کے بعد مولانا علیؑ کے ساتھ جو باوفا مخلص مومن رہ گئے تھے ان کی تعداد بارہ سے زائد نہ تھی جن میں صرف چھ مہاجر اور چھ انصار تھے۔ یہ کہنا کہ بہت سوں نے باطنی تعلیم حاصل کی لیکن وہ سب کے سب منحرف ہو گئے۔ ہمارے اسلاف کی تعلیمی شان گھٹانا ہے۔ گویا ان کی تعلیم کا اثر کچھ بھی نہ ہوا۔

باطنی دعوت کی ترقی میں کاوٹ

اگر مولانا علی نے غدیر خم کے واقعے کے بعد باطنی دعوت کا کام شروع کیا ہوگا تو آپ کو اس کی تکمیل کا بہت تھوڑا موقعہ ملا ہوگا۔ کیونکہ واقعۂ مذکورہ کے بعد آنحضرت صلعم ستر رات زندہ رہے آپ کی وفات کے بعد مولانا علی نے ظاہری شریعت کا کام شروع کیا ہوگا اور باطنی شریعت کا کام مولانا حسن کے سپرد کیا ہوگا جو آپ کے حجت عظمیٰ تھے اور جن کی عمر اس وقت تقریباً آٹھ سال تھی(۱)

ہماری تاویل کی کتابوں میں بارہا اس امر پر تنبیہ کی گئی ہے کہ آنحضرت صلعم نے اپنی شریعت کا پایہ باطنی دعوت پر رکھا۔ اس دعوت کے حدود کی طرف متوجہ کرنے کے لئے اوضاع شریعت مقرر کئے۔ اسی وجہ سے مولانا علیؑ شریعت کے اساس کہلاتے ہیں لیکن باطنی دعوت کی ترقی جیسا کہ ابھی ہم بتا چکے ہیں بالکل نہ ہوئی۔ باطنی علم کے جاننے والے انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ آنحضرت صلعم کی

(۱) کیا مولانا حسن نے آٹھ سال کی عمر میں تاویل کی تعلیم شروع کر دی؟

ہیں کہ ستر کا زمانہ ہے لیکن نہ امام موجود ہیں نہ اُن کی حجت۔ دعاۃ مطلقین حجت کی کس طرح برابری کر سکتے ہیں۔ ستر کے زمانے میں حجت بھی امام کے کس طرح قائم مقام ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ انھیں امام کی طرح عصمت حاصل نہیں ہے۔ ایک دوسرا امر غور کے قابل یہ ہے حجت سا عظیم الشان رتبہ زمانے کی مصلحت کے لحاظ سے منافقوں کو بھی دیا جاتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے خلیفۂ اول اور خلیفۂ دوم کو حجت کا رتبہ عطا فرمایا تھا۔(۱) حالانکہ ان خلفاء کا اسلام صدق و اخلاص پر مبنی نہ تھا جیسا کہ ہماری کتابوں میں ہے۔

باطنی دعوت کی ابتدا کب سے ہوئی اور کتنے مومن اس میں شریک ہوئے

سیدنا جعفر بن منصور الیمن اور سیدنا قاضی نعمان کے ارشادات کے مطابق جس کا حوالہ ابھی گزر چکا ہے ہر ناطق اپنے عہد میں ظاہری اور باطنی دونوں شریعتوں کی تعلیم دیتا ہے۔(۲) جب وہ اس کام سے فارغ ہو جاتا ہے تو اپنا وصی قائم کرتا ہے جسے وہ باطنی شریعت کی تعلیم سپرد کر کے خود ظاہری شریعت کی تعلیم میں مصروف ہو جاتا ہے۔ یہاں ہم آنحضرت صلعم کے عہد کی مثال لیتے ہیں۔ آپ مولانا علیؑ پر نص ہونے تک ظاہری اور باطنی دونوں شریعتوں کی تعلیم دیتے رہے اس کے بعد آپ صرف ظاہری شریعت کی تعلیم دینے لگے اور باطنی شریعت کی تعلیم کا کام مولانا علیؑ نے شروع کیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ مومنین کو باطنی تعلیم کا بہت کم موقع ملا ہوگا۔ کیونکہ آپ پر نص جلی تو غدیر خم پر ہوئی اور آنحضرت صلعم کے انتقال تک آپ کو آنحضرت صلعم کے علم کا صرف چالیسواں حصہ ملا تھا جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے۔ نص جلی کے ہونے تک آپ نے باطنی دعوت شروع نہیں کی ہوگی۔ خدا کی حجت بندوں پر اسی وقت قائم ہوتی ہے

---

(۱) فتخوف رسول اللہ من الناس ومن نفاق جمہم من بعدہ (اساس التاویل لسیدنا القاضی نعمان بن محمد۔ ذکر قصۃ وصی محمد صلعم)

(۲) ملاحظہ ہو عنوان "حدود کا قیام اور فرائض کی مزید تفصیل" جو اسی فصل میں ہے۔

فارجع البصر ھل تریٰ من فتور (۱)۔ بخلاف اہل ظاہر کے جن کے ایک امام کا قول دوسرے امام کے قول سے نہیں ملتا۔ جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے :۔ ولا یزالون یختلفون الا من رحم ربک (۲)۔ اس امر کا پتہ نہیں چلتا کہ آنحضرت صلعم نے کب تک علم باطن کی تعلیم دی اور مولانا علیؑ نے کب سے یہ کام شروع کیا (۳)۔

اساس ظاہر کے لحاظ سے خاموش ہے

اساس کو صامت اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ ظاہری شریعت سے خاموش رہتا ہے۔ صرف باطن بتاتا ہے (۴)۔ لیکن ظاہر سے خاموش رہنے کے کیا معنی؟ بغیر ظاہر کے باطن کس طرح بتایا جا سکتا ہے۔ تاویل الدعائم کی دو ضخیم جلدوں میں سیدنا قاضی نعمان نے پہلے ظاہر بیان کیا ہے۔ پھر اس کا باطن سمجھایا ہے مثلاً آپ نے فرمایا ہے کہ دیکھو! نماز ظہر کی چار رکعتیں ہیں۔ یہ ظاہر ہے۔ اس کا باطن یہ ہے کہ یہ نماز آنحضرت صلعم پر مشتمل ہے۔ اس کی یہ دلیل ہے کہ آپؐ کے اسم مبارک میں چار حروف ہیں جس طرح ظہر کی نماز میں چار رکعتیں ہیں (۵)۔ اس طرح تمام باطن کی کتابوں میں ہے۔ ممکن ہے کوئی یہ کہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اساس ظاہری شریعت کی تبلیغ کھلم کھلا نہیں کرتا لیکن یہ بات بھی اس لئے سمجھ میں نہیں آتی کہ کیا علانیہ مولانا علیؑ نہیں فرماتے ہوں گے کہ ظہر کی نماز پڑھو۔ کیا آپ نماز نہ پڑھتے ہوں گے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو اساس کے خاموش رہنے میں ایک نکتہ یہ ہے کہ ہم اسماعیلیوں کے یہاں مولانا محمد بن اسماعیل کے عہد سے ظاہری شریعت معطل کر دی گئی ہے جس کی تفصیل گزر چکی ہے (۶)۔ اس لئے اساس کو باطن بتاتے وقت یہ کہنا چاہیئے کہ فلاں وضع شریعت فلاں باطن پر دلالت کرنے کے لئے وضع کی گئی ہے۔ مثلاً نماز وضع کی گئی ہے۔

(۱) القرآن ۶۷/۳ (۲) القرآن (۳) ناطق اور اساس کے فرائض فصل (۳) میں بھی بتائے جا چکے ہیں (۴) ملاحظہ ہو نوٹ نمبر (۳) جو اسی فصل کے عنوان "حدود کے قیام اور فرائض کی مزید تفصیل" میں درج ہے (۵) فصل (۱۴) نمبر (۱۰) "پانچ نمازوں کی تاویلیں"۔
(۶) فصل (۶)۔

وفات کے بعد تو ظالموں نے بڑی سخت رکاوٹیں پیدا کر دیں۔ آپ کے اصلی مقصد کو نیست و نابود کر دیا۔ ہمارے ظہور کے اماموں کے عہد میں بھی باطنی دعوت مخفی کی مخفی رہی۔ عوام اپنے ظاہری مذہب پر قائم رہے۔ ان واقعات پر غور کرنے کے بعد کیا ہم آنحضرت صلعم کو کامیاب انبیاء میں شمار کر سکتے ہیں۔ اس زمانے میں ہم اسماعیلیوں میں تاویل تو تاویل عربی جاننے والوں کی تعداد شاید ہزاروں میں ایک ہوگی۔

ناطق باطن کے اعتبار سے گونگا ہے

اب تک بحث سیدنا جعفر بن منصور الیمن اور سیدنا قاضی نعمان کے اقوال پر تھی جن کو ہم نقل کر چکے ہیں کہ ناطق اپنے ابتدائی امر میں ظاہر اور باطن دونوں کی تعلیم دیتا ہے ہم کو کتاب الشواھد والبیان میں سیدنا جعفر بن منصور الیمن کا ایک دوسرا قول ملتا ہے جو پہلے قول کا متضاد ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔ "الناطق نطق بالظاھر واعجم بالباطن فلم یفصح بہ" یعنی ناطق ظاہر بتاتا ہے باطن کے لحاظ سے گونگا ہے۔ باطن صرف اپنے حجت کو بتاتا ہے جو اس کا اہل ہے۔ دوسروں کو باطن بتانا اس کے لئے ممنوع ہے۔(۱) مولانا معز فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلعم نے امیر المومنین کو نصب کیا اور نص کی تصریح کر دی اور مومنوں کو آپ کے حوالے کر دیا تو آپ تاویل بیان کرنے سے رک گئے۔(۲) اس سے پتہ چلتا ہے کہ غدیر خم کے واقعے تک آپ تاویل بتلاتے رہے بہرحال اس مسئلے میں کسی کی کچھ رائے ہے اور کسی کی کچھ۔ یہ ایک مثال ہے ان گوناگوں مثالوں کی جن سے ہماری تعلیم کے اختلاف پر روشنی پڑتی ہے۔ ایک ہی مسئلے کے متعلق دو متضاد قول ملتے ہیں۔ حالانکہ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نے حق کے اماموں سے تعلیم حاصل کی ہے جس میں کسی قسم کا اختلاف نہیں پایا جاتا۔ جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے:۔ ماتری فی خلق الرحمٰن من تفوت ٥

(۱) سرائر النطقاء (صفحہ ۲۵) تاویل قصۂ آدم۔ (۲) فصل (۲۱) انا فتحنا لك فتحاً مبینا کی تاویلات نمبر (۴)

کی غرض سے اس قسم کی تعلیم کو آنحضرت صلعم مولانا علی اور خاص کر مولانا جعفر صادق کی طرف منسوب کیا تاکہ وہ مستند ہو جائے۔ اُن مقدس ہستیوں نے اگر وہی باطن کی تعلیم دی ہے جس کی متعدد مثالیں فصل نمبر (۱۴) وغیرہ میں بتائی گئی ہیں تو بڑی مایوسی حاصل ہوتی ہے۔ اس سے تو اُن کے روحانی علم کی شان گھٹ جاتی ہے۔ کیا یہ وہی تاویل ہے جس کا ذکر اس آیۂ کریمہ میں ہے:۔ "وما یعلم تاویلہ الا اللّٰہ والراسخون فی العلم یقولون آمنا بہ"؟ یہ مسئلہ بہت توجہ طلب ہے جس پر ہم اپنے بھائیوں کو بار بار متنبہ کر چکے ہیں۔

ناطق یا امام کی طرف ظاہری شریعت کی تعلیم اور صامت یا حجت کی طرف باطنی شریعت کی تعلیم کے سپرد کرنے میں شاید ایک بڑا راز یہ ہے کہ اگر ناطق یا امام ظاہر اور باطن دونوں کی تعلیم دے تو ہر کس و ناکس اس سے واقف ہو جائے گا اور باطن کی حقیقت کھل جائے گی۔ کیونکہ باطن ایسے ہی مستجیب (مومن) کو بتایا جاتا ہے جس میں اُس کے قبول کرنے کی صلاحیت ہو۔ وہ اتنا معقول نہیں جیسے ہر شخص قبول کر سکے۔ وہ اتنا سنجیدہ نہیں جسے ہر شخص سمجھ سکے۔ وہ اتنا یکساں اور ہم آہنگ نہیں جسے کوئی یاد رکھ سکے۔ تبدیلی اس کی خصوصیت ہے اس کی حیثیت تو ایک شاعری کی ہے جس میں تخیل اور قیاس آرائی کو بڑا دخل ہے۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ دن کی تاویل ظاہر اور رات کی تاویل باطن ہے کبھی کہا جاتا ہے کہ دن کا ممثول باطن اور رات کا ممثول ظاہر ہے۔ اس اختلاف کی تصدیق میں مولانا جعفر صادق کا ارشاد پیش کیا جاتا ہے[1] اسی وجہ سے تاویل کی تعلیم میں مستجیب کے استحقاق، صلاحیت اور اقتضاء وقت کی شرطیں لگائی جاتی ہیں اور بڑے سخت عہود و پیمان لئے جاتے ہیں۔ دوسرا سیاسی راز ہماری تاویل کے چھپانے میں یہ ہے کہ اس میں خلفائے اہل ظاہر کو برا بھلا کہا گیا ہے۔ اگر ہر شخص کو یہ باتیں بتائی جائیں تو ممکن ہے کہ بعض لوگ اسے قبول نہ کریں۔ سیدنا قاضی نعمان نے تاویل الدعائم کی ایک مجلس میں یہ شکایت

---

(۱) فصل (۱۴) عنوان "تاویل میں اختلاف اور اس کے اسباب" تاویل الدعائم ۱/۵۷ -

امام کی طاعت اور ولایت پر۔ جو امام کی طاعت کرے اور اس سے محبت رکھے اس کو نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ یعنے اساس کو ظاہری شریعت کے اوضاع پر زور دینے کی ضرورت نہیں جس طرح ناطق زور دیتا ہے۔ اساس کا باطنی دعوے کے لوگوں کو ظاہری شریعت کی طرف متوجہ نہ کرنا گویا اس کا ظاہری شریعت سے خاموش رہنا ہے۔ ورنہ ظاہری شریعت سے اساس کے خاموش رہنے کے اور کیا معنی ہو سکتے ہیں۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ اساس کے ظاہر سے خاموش رہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ یہ دعویٰ نہ کرے کہ ظاہری شریعت کے احکام اس پر نازل ہوئے ہیں یہ تو کوئی نہیں کر سکتا چہ جائیکہ اساس جس کا رتبہ ناطق کے بعد ہو۔

ظاہر و باطن کی تعلیم کے لئے علاحدہ علاحدہ معلّمون کا مقرر کیا جانا اور اس کے اسباب

سیدنا حمید الدین فرماتے ہیں کہ ناطق کا رتبہ تنزیل کا اور اساس کا رتبہ تاویل کا ہے۔ یعنے ناطق ظاہری شریعت کی اور اساس باطنی شریعت کی تعلیم دیتا ہے اس کا حوالہ اوپر کے صفحے میں گزر چکا ہے۔ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ میں صاحب تنزیل ہوں اور علی صاحب تاویل ہیں؛ جیسا کہ کتاب الکشف میں سیدنا جعفر بن منصور الیمن نے روایت کی ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تنزیل ناطق کا اور تاویل اساس کا معجزہ ہے۔ سیدنا قاضی نعمان مولانا مہدی اور قائم کے متعلق فرماتے ہیں:۔

لانہ قد جاء بالتنزیل وجاء ھذا بعدہ بالتاویل[1] (الشعر)

دعوت کے حدود ناطق وصامت اور امام و حجت کی تفریق اور ان کی ظاہر و باطن؛ مختلف تعلیموں کا حوالہ قرآن مجید میں نہیں ملتا۔ واقعہ یہ ہے کہ ہماری اسماعیلی دعوت کا نظام نصرانی مذہب سے لیا گیا ہے۔ جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔[2] داعی ابو الخطاب کے شاگرد داعی میمون اور ان کے بیٹے عبد اللہ نے اُسے اسلام میں داخل کیا۔ اور اپنے کو منوانے اور شریعت کو معطل کرنے

(۱) الارجوزۃ المختارہ ص ۸ (۲) اسی فصل میں آگے دیکھئے عنوان "دعوت کے حدود کی اصلیت اور ان کا ماخذ"

اپنے داعیوں کی دعوت کے طریقے تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

داعیوں کی دعوت کے طریقے یا دعوت کے سات یا نو مدارج

جب ہم کسی غیر اسماعیلی کو اسماعیلی بنانا چاہتے تو پہلے اس کے مذہب کو باطل ثابت کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اس کے عقائد پر ہر طرح کے اعتراضات کرتے۔ کلام مجید اور شریعت کے مسائل کی توجیہیں اس سے پوچھنے مثلاً اس سے کہتے۔ بتاؤ عرش کے آٹھ اٹھانے والے کون ہیں جہنم کے سات دروازے کونسے ہیں۔ اس کے انیس فرشتوں سے کیا مراد ہے؟ طٰہٰ، حٰم وغیرہ کی کیا تفصیل ہے حضرت آدم کے گیہوں کا دانہ کھانے کی کیا تاویل ہے۔ سانپ اور مور سے کیا مطلب ہے حضرت موسیٰ کے قصے میں بچھڑے سے کیا مراد ہے؟ مسیح کون ہے۔ اُن کا گہوارہ کیا ہے۔ ہاروت اور ماروت کی کیا ماہیت ہے مغرب سے آفتاب کے طلوع ہونے کے کیا معنیٰ ہیں؟ نماز میں پانچ فرض کیوں مقرر کئے گئے۔ زکوٰۃ کے حدود سے کیا مراد ہے۔ اس قسم کے مسائل در رسائل اخوان الصفا" کے رسالہ "علوم ناموسیہ وشرعیہ" کی نظم میں درج ہیں۔ اس کے چند شعر نمونے کے طور پر یہاں نقل کئے جاتے ہیں:—

اقترب الساعة وانشق القمر	وانکشفت عنه افانین العبر
....	....
الی بیوت حیة ناطقة	مشترکات فی اللباس المنتشر
فی کل عصر منهم ذو دعوة	یجر من سفر البحار ما عبر
....	....
وغافل عن الرموز جاهل	یقول من یقول ذا فقد کفر
فمن یکن یعلم ما یقوله	وکان یجری رایه علی النظر
فلیأت بالحکمة فی اخباره	بالعدد المخصوص فی ای السور
مثل مقادیر الفروض کلها	من الصلوة والزکوة والطهر
وکیف اسماء الاله ربنا	تسع وتسعون هو الحسنی الکبر
وحامل العرش وعدتهم	عدة ابواب الجنان فی القدر

کرتے ہیں کہ سامعین کی تعداد گھٹتی جارہی ہے ان ہی وجوہ سے صرف حجت ہی استحقاق اور موقع دیکھ کر تاویل بتاتے ہیں اور امام ظاہر کی تعلیم پر اکتفا کرتے ہیں۔ ہماری دعوت ایک مخفی انجمن ہے۔ اور مخفی انجمنیں اکثر بری نظر سے دیکھی جاتی ہیں۔ اسلام ایک کھلا ہوا واضح مذہب ہے جس میں کسی قسم کی مخفی بات نہیں۔ کلام مجید کی بڑی صفت "کتاب مبین" ہے۔ یعنے ایک واضح اور روشن کتاب جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔ "تلک آیات الکتاب المبین"، اس میں کوئی راز کی بات نہیں۔ تاویل اور راز میں بڑا فرق ہے۔

داعیوں کے آداب

داعی جیسا کہ معلوم ہوچکا ہے دعوت کے ہر حد کو کہہ سکتے ہیں کیونکہ وہ لوگوں کو خدا کے دین کی طرف بلاتا ہے۔ مولانا جعفر صادق فرماتے ہیں :۔ "کونوا لنا دعاۃ صامتین" یعنے اے لوگو! تم ہماری طرف خاموشی سے دعوت کرو۔ لیکن خاص طور پر داعی اسے کہتے ہیں جس کا رتبہ حجت کے بعد ہو۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ داعی بلاغ۔ داعی مطلق۔ داعی محصور یا محدود۔ اس کے بعد ماذون مطلق اور ماذون محصور یا محدود کا رتبہ ہے جسے مکاسر بھی کہتے ہیں جیسا کہ سیدنا حمید الدین کے حوالے سے بیان کیا جا چکا ہے۔(۱) داعی کے آداب یعنے شروط بڑے اہم بتائے گئے ہیں۔ زُھد، تقویٰ، اخلاص، ایمانداری، سچائی نیک چلنی، راست بازی، صبر، حلم، مُروت، خوش خلقی وغیرہ۔ بہرحال جتنے اخلاق حمیدہ اور خصائل پسندیدہ ہیں ان سے اُسے آراستہ ہونا چاہیئے۔ مختصر یہ ہے کہ علم و عمل میں اُسے اپنے آپ کو ایک کامل نمونہ ثابت کرنا چاہیئے۔ کمال محنت اور انتہائی جانفشانی سے اُسے دعوت کی خدمت کرنی چاہیئے۔ اس موضوع پر سیدنا احمد بن محمد نیشاپوری نے ایک خاص رسالہ "الرسالۃ الموجزۃ الکافیۃ فی آداب الدعاۃ" کے نام سے لکھا ہے جس کا خلاصہ سیدنا حاتم بن ابراہیم متوفی ۵۹۶ھ نے اپنے رسالہ "تحفۃ القلوب"، میں کیا ہے۔ سب سے بڑی شرط یہ ہے کہ اسے اپنے مذہب کے علاوہ دوسرے مذہبوں سے پوری واقفیت ہونی چاہیئے تاکہ وہ اہل ظاہر کے مذہب کو "کسر" کرسکے یعنے اُسے باطل ثابت کرسکے ہم یہاں

(۱) فصل (۱۱)

کے لئے غسل کا حکم ہے اور پیشاب پائخانہ کے لئے غسل کا حکم نہیں۔ اور کیا سبب ہے کہ خدا نے مخلوق کو چھ دن میں پیدا کیا۔ کیا ایک گھڑی میں پیدا کرنے سے عاجز تھا۔ صراط کے کیا معنیٰ ہیں۔ کراماً کاتبین کیا ہیں۔ اور کراماً کاتبین جو ہم نہیں دیکھتے اس کا کیا سبب ہے۔ زمین کا بدل دینا اور قیامت اور عذاب جہنم کیا ہیں شجرۂ ملعونہ اور زیتون کیا ہیں۔ کلام مجید کے حروف مقطعات کے کیا معنیٰ ہیں۔ سات زمین اور سات آسمان اور سبع مثانی اور بارہ مہینے کس وجہ سے ہیں۔ اس کے کیا معنیٰ ہیں کہ حوا حضرت آدم کی پسلی سے پیدا کی گئیں کس لئے پاؤں اور ہاتھوں کی دس دس انگلیاں ہوئیں۔ کیا وجہ ہے کہ ہر ایک انگلی میں تین تین پوریں ہیں۔ اور انگوٹھے میں دو۔ چہرے میں سات سوراخ اور باقی بدن میں صرف دو ہی سوراخ کیوں رکھے گئے۔ اس سلسلے میں ذیل کا ایک مشہور واقعہ ہماری اکثر کتابوں میں پایا جاتا ہے:۔

قیاس پر مولانا جعفر صادقؑ اور ابو حنیفہ کے درمیان گفتگو

دینی مسائل میں حکم بالقیاس جائز نہیں ایک دفعہ مولانا جعفر صادق نے ابو حنیفہ سے پوچھا تم کس کتاب سے فتویٰ دیتے ہو اس نے کہا کتاب اللہ سے۔ جو مسئلہ کتاب اللہ میں نہیں ملتا اُسے میں رسول اللہ کی سنت میں تلاش کرتا ہوں۔ جو کتاب اللہ اور سنت رسول میں بھی نہیں ملتا اسے میں اس مسئلے پر قیاس کرتا ہوں جو کسی نہ کسی ایک میں موجود ہوتا ہے۔ مولانا جعفر صادق نے یہ سن کر فرمایا پہلا وہ شخص جس نے قیاس کیا ابلیس ہے۔ اس نے اپنے قیاس میں خطا کی۔ جب اللہ تعالیٰ نے سجدے کا حکم فرمایا تو اس نے کہا میں آدم سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اُسے مٹی سے۔ ابلیس نے جب آگ اور پانی کے درمیان قیاس کیا تو دیکھا کہ آگ پانی سے اشرف ہے پھر مولانا جعفر صادق نے ابو حنیفہ سے پوچھا۔ اچھا منی زیادہ پاک ہے یا پیشاب اس نے کہا منی۔ آپ نے کہا اللہ تعالیٰ نے پیشاب کے بعد وضو واجب کیا ہے اور منی کے بعد غسل۔ اگر قیاس جائز ہوتا تو پیشاب کے بعد غسل واجب ہوتا۔

واختصت النیران فی ابوابها — بسبعة ممن اتاها وابتلر
هذا وما طٰہٰ وما حٰم او — طٰسٓ او اشباه هذا من سور
وما هو الحیة والطاوس اذ — کان معینین لابلیس الخسر
وما هو الحنطة اذ حذرها — آدم من بین النبات والخضر
وما هو العجل الذی خار وما — الصفراء ازجیت قتیلاً فی البقر
وما المسیح الروح والمهد الذی — کلمهم فیه الناس فی وقت صغر
وصلب هاروت وماروت وما — یعلمان الناس ممن قد سحر
وما طلوع الشمس من مغربها — ما بین قرنی مارد لا ینزجر
وما هو الدجال اذ حذر منه — کل خلق وهو شخص ذو عور
وذلک لا یعلمه الا الذی — اشهد خلق نفسه فیما عبر
فالحمد لله الذی اشهدنا — ما لم نکن نعلم الا بالخبر

علم طبیعیات کے مشکل مسائل کی طرف بھی مدعو کو متوجہ کرتے اس کے بعد اس سے کہتے "اے شخص اسرار دین پوشیدہ ہیں اور اکثر لوگ اس سے منکر اور جاہل ہیں۔ اگر یہ لوگ اہلِ بیت سے علم حاصل کرتے تو اُن میں اختلاف پیدا نہ ہوتا۔ جب مدعو یہ بات سنتا تو داعیوں کے پاس جو کچھ معلومات ہوتیں ان کے سننے کا مشتاق ہوتا۔ پھر اُس سے کہتے کہ ائمۂ معصومین شریعت رسول کے محافظ ہیں۔ اس کی حقیقت کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ ظاہری اور باطنی معانی اور تاویل و تفسیر سے بخوبی آگاہ ہیں۔ مسلمانوں نے جب دوسروں کی پیروی کی اور اپنی عقل سے دلیلیں نکالنے لگے تو وہ گمراہی میں پڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے علمِ دین کو پردے میں رکھا ہے تاکہ اسرارِ الٰہی مُبتذل نہ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے بھید فرشتۂ مقرب یا نبی مرسل یا بندۂ مومن کے سوا جس کے دل کا خدا نے تقویٰ سے امتحان کر لیا ہے اور کوئی نہیں جان سکتا۔

جب مدعو کا دل ان باتوں سے خوب مانوس ہو جاتا اس وقت دوسری باتیں شروع کرتے کہتے کہ رمی جمار اور سعی صفا کیا ہے۔ حائضہ کو کیوں روزے کی قضا کا حکم ہے اور قضاء نماز کی ممانعت ہے۔ اور کیا سبب ہے کہ جنابت

روشنی ڈالتے ہوئے کہتے کہ دنیا میں سات ناطق ہوتے ہیں جن میں ساتویں مولانا محمد بن اسمٰعیل ہیں۔ ہر ناطق کا ایک وصی ہوتا ہے جو اساس کہلاتا ہے اور جسے امر باطن سپرد کیا جاتا ہے۔ ہر امام کے بارہ حجت ہوتے ہیں جو بارہ جزیروں میں بھیجے جاتے ہیں۔

اس کے بعد شریعت کے اوضاع بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ سب رموزات اور اشارات ہیں۔ ان میں سے ہر وضع کا ایک باطن ہے جسے تاویل بھی کہتے ہیں۔ ہر مومن کے لئے ظاہر و باطن کا جاننا ضروری ہے۔ ورنہ اس کی عبادت ناقص رہ جائے گی۔ اس کا شمار اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے موافق:- "ومنھم من یعبد اللہ علی حرف" ان لوگوں میں ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی ایک طرفہ عبادت کرتے ہیں۔

آخر میں فلسفے کی باتیں شروع کرتے عقل، نفس، ہیولیٰ، صورت، افلاک وغیرہ کے متعلق جو افلاطون، ارسطو، فیثاغورث وغیرہ یونانی حکماء نے کہا ہے اُسے تفصیل سے سمجھاتے۔

عہد الاولیاء

داعی جس مستجیب سے عہد لیتے اُسے خُدا کی قسم کھلا کر یہ کہتے کہ تم نے اپنے نفس پر خدا کا وہ عہد و میثاق، اور رسول، انبیاء، ملائکہ اور کتابوں کا وہ ذمہ واجب کر لیا ہے جو خدا نے انبیا سے لیا ہے کہ تم جو کچھ میرے متعلق یا اس شہر میں جو امام صاحب حق مقیم ہیں اُن کے متعلق یا ان کے بھائیوں، اصحاب، اہل بیت وغیرہ کے متعلق جو اس دین سے آگاہ ہیں سنا ہے یا سنو گے۔ جانا ہے یا جانو گے۔ پہچانا ہے یا پہچانو گے اسے چھپاؤ گے بجز اس بات کے جس کی میں اجازت دوں......

تم اس بات کی گواہی دو کہ کوئی معبود نہیں اللہ تعالیٰ کے سوا جو اکیلا ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں اور اس بات کی گواہی دو کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں اور اس بات کی گواہی دو کہ جنت حق ہے، جہنم حق ہے ....

اور اس بات کا اقرار کرو کہ تم وقت پر نماز پڑھو گے۔ زکوٰۃ جو تم پر واجب ہے اسے ادا کرو گے۔ شہر رمضان کے روزے رکھو گے۔ بیت اللہ الحرام کا حج کرو گے خدا کے اولیاء سے تم دوستی رکھو گے۔ اور اس کے دشمنوں سے دشمنی اور عداوت

اس کے بعد مولانا جعفر صادق نے پوچھا کونسا فعل خدائے تعالیٰ کے نزدیک زیادہ بُرا ہے۔ زنا یا قتل النفس۔ ابوحنیفہ نے کہا قتل النفس۔ آپ نے فرمایا قتل النفس میں اللہ تعالیٰ نے دو گواہ واجب کئے بخلاف زنا کے کہ جس میں چار گواہوں کی ضرورت ہے۔ اگر قیاس جائز ہوتا تو قتل میں چار گواہ ضروری ہوتے۔ پھر آپ نے پوچھا۔ اللہ تعالیٰ کے پاس نماز بڑی ہے یا روزہ۔ ابوحنیفہ نے کہا نماز۔ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلعم نے حائضہ کو حکم دیا کہ وہ روزہ قضا کرے اور نماز قضا نہ کرے۔ اگر قیاس ہی پر مدار ہوتا تو حائضہ پر نماز کا قضا کرنا واجب ہوتا۔ پھر آپ نے فرمایا اے نعمان خدا سے ڈرو اور قیاس نہ کرو۔

پھر مدعو کے ذہن کو غور و فکر کی طرف متوجہ کرتے اور کلام مجید کی آیتوں کے ذریعے اسے یقین دلاتے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ ہے کہ تم کو اپنے مخفی اسرار بتائے اگر تم متنبہ ہو جاؤ تو تمہاری سب حیرت دور ہو جائے گی اور تمہارا شک و شبہ جاتا رہے گا۔ اور پوشیدہ معارف تم پر ظاہر ہو جائیں گے۔ ان باتوں کی طرف جب مدعو کو خوب مائل پاتے تو اس سے کہتے۔ اے شخص جلدی نہ کر و خدا کا دین اعلیٰ ہے اس سے کہ نااہل اس سے آگاہ ہوں۔ بغیر معاہدے کے آگاہ کرنا مناسب نہیں اللہ تعالیٰ کی یہ عادت ہے کہ جس کو ہدایت دیتا ہے اس سے اول عہد و پیمان کر لیتا ہے جس طرح اس نے انبیاء سے عہد و پیمان لیا۔ اس قسم کی آیتیں پڑھ کر کہتے کہ بیعت کے لئے ہاتھ بڑھاؤ اور ہم سے عہد استوار کر لو کہ کبھی بیعت کو نہ توڑو گے اور راز فاش نہ کرو گے۔ اور ہمارے دوست کو دوست اور دشمن کو دشمن سمجھو گے جب مدعو بیعت کر لیتا تو اُس وقت اس کے مال میں سے بقدر حیثیت کچھ امام کی نذر کے لئے مانگتے۔

نذر جس کا دوسرا نام نجویٰ ہے وصول کرنے کے بعد ائمۂ معصومین کی ضرورت بتاتے کہتے کہ ہر زمانے میں ایک امام کا ہونا ضروری ہے جسے علم باطن حاصل ہے اور جو تاویل و تفسیر قرآن اور الٰہی اسرار کا ماہر ہے۔ اس کی معرفت، محبت اور اطاعت ہر شخص پر واجب ہے۔ بغیر اس کے وسیلے کے نجات نہیں ہو سکتی۔ چاہے مومن کتنے ہی اچھے اعمال کیوں نہ کرے۔ اس کے بعد ناطقوں کی تعداد اور ان کے مرتبوں پر

کی طرف ہم اپنے مستجیبوں یا مریدوں کی توجہ بتدریج پھیرتے ہیں وہ اس تالیف میں اپنی اپنی جگہ پر تفصیل سے ملیں گے۔ مقریزی نے ان طریقوں اور دعوتوں کے نو درجے بتائے ہیں۔ چھٹے درجے میں داعی آیات قرآنی کی تفسیر کرتا ہے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ کے قاعدے اور طریقے بیان کر کے کہتا ہے کہ یہ سب رموز ہیں جو عام سیاست کی مصلحت کے لئے جاری کئے گئے ہیں تاکہ لوگ اس میں مصروف ہو کر آپس میں فتنہ و فساد نہ پھیلائیں۔ اور حاکم وقت کی حکومت اور اطاعت سے منہ نہ پھیریں۔ ورنہ اصل میں وضو سے مراد امام کی دوستی ہے اور تیمم سے مراد یہ ہے کہ امام کی غیبت میں حجت سے ضروریات کا اخذ کرنا اور احتلام عبارت ہے راز کے ظاہر کر دینے سے ایسے شخص کے سامنے جو اپنا ہم مذہب نہ ہو بغیر قصد و ہدایت کے اور صوم سے مراد امام کے اسرار کی حفاظت ہے۔ اور زنا اسرار دین کے ظاہر کرنے کو کہتے ہیں اور غسل سے مقصود عہد و پیماں کی تجدید ہے۔ نواں درجہ سب دعوتوں کا نتیجہ ہے اس درجے میں داعی مدعو کی طرف سے مطمئن ہو جاتا ہے تو اسے یونانی فلاسفہ کی کتابیں دیکھنے اور الٰہی و طبعی علوم کا مطالعہ کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ جب داعی سمجھ لیتا ہے کہ مدعو فلاسفہ کے اقوال سے خوب واقف ہو چکا ہے تو اب داعی اپنے راز کو کھولنا شروع کر دیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ جو کچھ میں نے اصول و حدوث سے اطلاع دی ہے یہ سب معانی و مبادی اور انقلاب جواہر کی طرف رموز اور اشارے ہیں۔ اور وحی صرف نفس کی صفائی کا نام ہے اور رسول یا نبی کا کام یہ ہے کہ جو بات اس کے دل میں آتی ہے اور اسے بہتر معلوم ہوتی ہے وہ لوگوں کو بتا دیا کرتا ہے۔ اور اسی کا نام کلام الٰہی کہتا ہے تاکہ لوگوں کے دلوں میں یہ بات اثر کر جائے اور اسے سب مان لیں تاکہ سیاست اور مصلحت عام میں انتظام باقی رہے[1]۔

دعوت کے یہ نو درجے مقریزی نے یقیناً ہمارے کسی داعی کی کتاب سے اخذ کئے	مقریزی کے بیان کردہ ۹ نو درجوں کا ماخذ۔

(۱) مقریزی ۲ / ۲۲۴ - ۲۳۵ ۔

کے فرائض اور رسول کی سنتوں کی ظاہر اور باطن دونوں صورتوں میں پابندی کرو گے .... اس کے بعد داعی مستجیب سے کہتا ہے کہ کہو تم "نعم" یعنے (ہاں) مستجیب کہتا ہے "نعم"۔ اگر تم نے جان بوجھ کر مخالفت کی تو خدا سے اور اس کے ملائکہ مقربین .... سے بری ہو جاؤ گے .... اور جوں ہی تم نے مخالفت کی تو تمھاری ملک فقیروں اور مسکینوں کے حق ہیں جن سے تمھارا کوئی رشتہ نہ ہو صدقہ سمجھی جائے گی۔ اس صدقے کا کوئی اجر تمھیں نہ ملے گا نہ اس سے کوئی منفعت تم پر عائد ہوگی اور تمھارے جتنے غلام ہوں چاہے مرد ہوں یا عورتیں تمھاری مخالفت کی وجہ سے تمھاری وفات تک خدا کی راہ میں آزاد سمجھے جائیں گے۔ اور تمھاری موجودہ ہوئی اور وہ بیویاں جو تمھارے انتقال کے وقت تک تمھارے نکاح میں آئیں کی مطلقہ سمجھی جائیں گی تمھیں رجعت یا خیار کا کوئی حق حاصل نہ ہوگا۔ اور تمھارے پال بچے، مال وغیرہ تم پر حرام ہو جائے گا اور ہر ظہار تم پر لازم ہوگا میں تم کو تمھارے امام اور تمھارے حجت کی طرف سے قسم کھلواتا ہوں اور تم قسم کھاتے ہو۔ اگر تمھاری نیت یا ضمیر تمھارے عہد تمھاری قسم کے خلاف ہو تو اس عہد کی شروع سے لے کر آخر تک تم پر تجدید کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ اس کی تکمیل کے سوا اور کوئی چیز قبول نہ کرے گا۔ پھر داعی مستجیب سے کہتا ہے کہو "نعم" مستجیب کہتا ہے "نعم"۔ اس عہد نامے کے نقل کرنے کے بعد مقریزی کہتا ہے کہ علاوہ اس کے ان کی بہت سی وصیتیں ہیں جن کو طوالت کے خوف سے ہم نے چھوڑ دیا ہے۔ اور جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ عاقل کے لئے کافی ہے"[1]

تبصرہ

یہاں مختصر طور پر ہم نے اپنی دعوت کے طریقے بیان کئے ہیں جن مسائل

(۱) مقریزی (۲/۲۳۵)

ہیں۔ اہلِ تعطیل و اباحت کی کئی نظیریں گزر چکی ہیں[1]۔

مستجیبین کی تربیت کے تدریجی حدود

مستجیب سے جو سوالات کئے جاتے ہیں ان کا ماخذ رسائل اخوان الصفا ہیں

جیسا کہ ابھی معلوم ہو چکا ہے مقریزی کے مذکورۂ بالا تعلیمی مدارج کی تصدیق "تاویل الدعائم" سے ہوتی ہے۔ سیدنا قاضی نعمان فرماتے ہیں کہ مستجیب کی مثال نومولود کی ہے جو پیدا ہونے سے پہلے تین ظلمات یعنے تاریکیوں میں پوشیدہ تھا ایک تاریکی پیٹ کی۔ دوسری رحم کی۔ اور تیسری بچہ دان کی۔ ان تاریکیوں کی تاویل "ستر و کتمان" ہے کیونکہ رات باطن پر مشتمل ہے۔ امام، حجت اور مفید کی طرف ان تین تاریکیوں کا اشارہ ہے۔ مولود کے پیدا ہونے کے بعد اس کی ظاہری حالت درست کی جاتی ہے۔ یعنے اس کا نال (سترت) کاٹا جاتا ہے۔ پھر اس کے بدن پر تیل کی مالش کی جاتی ہے۔ اور اس کے اعضاء پر عربوں کی رسم کے مطابق پٹیاں جسے عصائب کہتے ہیں باندھی جاتی ہیں۔ تاکہ اس کے اعصاب مضطرب ہونے نہ پائیں یعنے دعوت میں داخل ہونے والے مستجیب کا وہ پہلا ظاہر جو امام الزمان سے نہیں لیا گیا تھا اس سے الگ کر دیا جاتا ہے۔ اور اس کی ظاہری شریعت کی اصلاح کی جاتی ہے۔ پھر اُس کے دودھ پینے کا زمانہ آتا ہے جو دو سال تک جاری رہتا ہے یعنے اسے تاویل کے چند آسان اصول بتائے جاتے ہیں جن میں اسرار کی کچھ تصریح ہوتی ہے۔ اس درجے میں کتاب الرضاع فی الباطن کی تعلیم دیجاتی ہے۔ پھر اس کی تربیت شروع ہوتی ہے۔ یعنے آہستہ آہستہ اُسے باطن سے واقف کرایا جاتا ہے۔ اس حد میں اساس التاویل اور اس کے بعد تاویل الدعائم پڑھائی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے اس کا نام کتاب تربیۃ المومنین بالتوقیف علی حدود الدین[2] رکھا گیا ہے۔ اس میں متعدد مجلسیں ہیں جو "مجالس الحکمۃ"

---

(۱) واستحل المغیرۃ واصحابہ المحارم کلھا واباحوھا وعطلوا الشرائع وترکوھا وانسلخوا من الاسلام جملۃ .... ورفضوا الظاھر (دعائم الاسلام۔ منازل الائمہ) (۲) تاویل الدعائم ۱/۵۷۔

کئے ہوں گے ۔کیونکہ ان میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں وہ ہماری دعوت کی کتابوں میں بھی پائی جاتی ہیں جیسا کہ ابھی معلوم ہوگا ۔تاویلیں بھی بلحاظ ان کے اصول کے ملتی جلتی ہیں جیسا کہ ہم تاویل کی فصل میں بتائیں گے[1]۔ گو درجوں کی تعداد متعین نہیں ۔مقریزی ایک مقام پر کہتا ہے کہ میں نے اسماعیلیوں کی کتابیں پڑھی ہیں ۔اس تالیف کے پڑھنے والوں کو ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ بقول حافظ

ع "نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا"

ہماری راز کی اکثر کتابیں ظہور کے زمانے میں منظر عام پر آگئی تھیں ۔ اس زمانے میں بھی بعض ایسی کتابیں کتب خانوں میں ملتی ہیں جیسا کہ "فہرست ماخذ کتب" سے معلوم ہوگا جو اس تالیف کے آخر میں درج ہے ۔بعض مورخین نے دعوت کے سات درجے بتائے ہیں ۔چھٹے درجے میں داعی شریعت کے اوضاع کی شرح کر کے کہتا ہے کہ ان کی پابندی عوام پر عائد ہوتی ہے ورنہ شارع کا اصل مقصد ان کی تاویل ہے جس کی طرف وہ توجہ دلانا چاہتا ہے ۔داعی کی اس قسم کی تاویل کوئی تعجب کی بات نہیں ۔بلکہ ہمارے اسماعیلی مذہب کے اصول کے لحاظ سے بجا اور درست ہے ۔اس لئے کہ ہمارے ہاں اللہ تعالی نے مولانا محمد بن اسماعیل کے زمانے سے محمدی شریعت کے ظاہر کو معطل کر دیا ہے ۔جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے[2]۔ ایسے ہی نویں درجے میں جو تمام دعوتوں کا نتیجہ ہے اس امر پر زور دیا جاتا ہے کہ فلسفہ سمجھنے کے بعد ظاہری شریعت کی پابندی کو اہم نہ سمجھنا چاہئے یہی تعلیم حاصل کر کے ہم میں سے جو لوگ دلیر تھے انھوں نے جوش میں آکر کھلم کھلا اپنا عقیدہ ظاہر کر دیا جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں اور جن کے پیش نظر کوئی دنیوی مصلحت تھی انھوں نے خاموشی اختیار کی ۔ظاہری شریعت کے معطل کئے جانے کے یہ معنی ہیں کہ باطن کی معرفت کے بعد ظاہر کی پابندی کی ضرورت باقی نہیں رہتی ۔سیدنا قاضی نعمان نے تعطیل شریعت کا نتیجہ "استحلال المحارم" بتایا ہے ۔اسی وجہ سے ہم پر اہل ظاہر نے یہ الزام لگایا ہے کہ ہم آخر میں چل کر "معطل و اباحتی" ہو جاتے

(۱) فصل (۱۴ - ۱۵) (۲) فصل (۶)

المسلمین غیر مرتجع من ذلک بشیئ الیہ .. .. قولوا نعم وکل ما افادہ فی باقی عمرہ من فائدۃ لا یقلّ خطرھا او یجلّ فھو محرمۃ علیہ لا ینفکہ من ذلک الا الوفاء بما عاھد علیہ قولوا نعم وکل مملوک یملکہ ذکراً او انثی احراراً لوجہ اللہ لا سبیل لہ ولا لاحد بسببہ علیہ قولوا نعم وکل امرأۃ لہ او یتزوجھا فی باقی عمرہ فھن طوالق ثلاثۃ البتۃ طلاق الحرج والسنۃ عند کل حیضۃ تطلیقۃ لا رجعۃ لہ فی ذلک ولا مثوبۃ قولوا نعم۔ وعلیہ المشی الی بیت اللہ العتیق ثلاثین حجۃ حافیاً راجلاً لا یقبل اللہ منہ الا بالوفاء قولوا نعم وعلیہ لعنۃ اللہ التی لعن بھا ابلیس وحرم علیہ الجنۃ .... وھو بریٔ من حول اللہ وقوتہ .... الزمتم اعناقکم عھد اللہ الکریم .... والحمد للہ .... العلی العظیم۔

سیدنا جعفر بن منصور الیمن کے قول سے ہمارے عہد نامے کی تائید

یہ عہد الاولیاء ہر سال بتاریخ ۱۸ ذی الحجہ عید الغدیر کے موقع پر پڑھا جاتا ہے اور ہم لوگوں سے عہد لیا جاتا ہے۔ اسے تجدید عہد کہتے ہیں کیونکہ اس میں وہی لوگ شریک ہوتے ہیں جو بالفعل مومنین ہیں۔ ہمارے ہاں دستور ہے کہ جب لڑکا بالغ ہوتا ہے تو اس سے یہ عہد لیا جاتا ہے۔ بلوغ کی حد چودہ سال ہے۔ عہد کا ذکر "رسالہ تحفۃ القلوب" میں بھی ہے۔ اس کے مصنف سیدنا حاتم بن ابراہیم بن الحسین الحامدی متوفی سنہ ۵۹۶ھ فرماتے ہیں:-

ویاخذ علی المستجیب عھد اللہ وعھد ملائکتہ ورسلہ وعھد الاولیاء والائمۃ الطاھرین وعھد امام زمانہ وبیعتہ علی ما رسم لہ فی کتاب العھد .... وان نقض عھدہ یلزمہ ما یلزم الناقضین والناکثین ویدعوھم الی امام زمانھم۔ اس میں سیدنا حاتم نے مجملاً کہا ہے کہ عہد کو توڑنے والے پر وہ لازم ہوگا جو ناقضین اور ناکثین پر لازم ہوتا ہے

کہی جاتی ہیں[1]۔ پھر بلوغ کی حد شروع ہوتی ہے۔ اس میں بہت پوشیدہ اسرار بتائے جاتے ہیں۔ تعلیم کے دوران میں بعض مستجیبین بیچ کے درجوں میں سے نکل جاتے ہیں۔ عام طور پر داعیوں کو کم التفاتی کی شکایت ہے[2]۔

مقریزی کا عہد نامہ ہمارے عہد الاولیاء کے مطابق ہے

ممکن ہے ہمارے بعض بھائی یہ کہیں کہ مقریزی نے جو "عہد نامہ" لکھا ہے اس میں ایسی بے جا سختیاں ہیں جو ہمارے عہد نامے میں نہیں۔ لیکن ہم یہاں چند اقتباسات اپنے "عہد الاولیاء" سے نقل کرتے ہیں تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ دونوں عہد ناموں میں کچھ زیادہ فرق نہیں ہے بلکہ مقریزی کا عہد نامہ مختصر ہے۔ یہ ہمارے عہد نامے کے چند جملے ہیں:-

الحمد .... ولقد عہدنا الی آدم من قبل ....
اخذنا من النبیین میثاقہم .... فمن کان منکم راغباً فلیتقدم .... علی سبیل الرغبۃ لا الرہبۃ ....
تشہدون ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمداً عبدہ ورسولہ وان علی بن ابی طالب وصیہ ووارث مقامہ ....
ثم الائمۃ .... وان الامام الطیب امامکم ....
وان الجنۃ حق .... قولوا نعم .... تنفذون کل ما یامر بہ الامام الطیب .... ولا تواصلون عدواً لہ
.... وتکتمون تاویل القرآن .... قولوا نعم
فمن نکث منکم .... فہو بریٔ من اللہ .... قولوا نعم
وجمیع ما یملکہ وحوتہ یداہ من مال او اثاث او عقار او متاع او عرض او جوہر او زرع او ضرع او سائمۃ او عمولۃ او رکوبۃ او رقیق او کسب من جمیع مکاسب الدنیا فہو صدقۃ علی مساکین

---

(۱) تاویل الدعائم ۲ (۲) فلم یرولی اللہ جبر السابقین منکم علی المتخلفین لکم ہذا الجد وہو حد التربیۃ (تاویل الدعائم ۲)

اُن کے غلام کس طرح آزاد تصور کئے جائیں گے حالانکہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے:۔
"اُمرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا الا الٰہ الا اللہ فاذا قالوھا فقد عصموا منی دماءھم واموالھم الا بحق وحسابھم علی اللہ"[1] یہ حدیث اساس التاویل اور اکثر دوسری کتابوں میں موجود ہے۔

دعوت کے حدود کی اصلیت اور ان کا ماخذ ـــــ!

دعوت کے حدود کی تنظیم میں ہم نصاریٰ کے ممنون ہیں اس بارے میں ہم نے ان ہی کی پیروی کی ہے جیسا کہ سیدنا جعفر بن منصور الیمن فرماتے ہیں:۔ المسیح نصب دینہ علی سبعۃ حدود ظاھرۃ وھم (۱) البطریک (۲) والمطران (۳) والاسقف (۴) والقس (۵) والشماس (۶) والمرسوم (۷) والدوس۔ جعلھم مستودعین علماً وحکمۃ۔ نصبھا الاب لقیام الدعوۃ وعلی باطنھا یکون انقضاء دورہ ونسخ شریعتہ ....فالبطریک مثل علی الناطق والمطران علی الاساس والاسقف علی المتم والقس علی الحجۃ والقوس علی الداعی والشماس علی الماذون والدوس علی المومن البالغ[2] ذیل کے تختے سے ان حدود کا مقابلہ واضح ہوگا۔

نمبر	ہماری دعوت کے حدود	نصاریٰ کے حدود یونانی اصطلاح میں	مترادف انگریزی الفاظ
۱	ناطق (رسول)	بطریک بطریرک بطریق	(1) Patriarch (Leader of 10,000)
۲	اساس (وصی)	مطران	(2) Archbishop. (یونانی لفظ)
۳	متم (امام)	اسقف	(3) Bishop (Erutoutue Greek)
۴	حجت	قوس	
	داعی	قوس	(4) Priest(Ecclesiastic

(۱) سیدنا قاضی نعمان بن محمد (اساس التاویل صفحہ ۲۵) (۲) اسرار النطقاء صفحہ ۱۷۱-۱۸۱

لیکن مولانا معز کے باب الابواب سیدنا جعفر بن منصور الیمن اس کی تفصیل میں فرماتے ہیں کہ "من نکث ما عاھدناہ فقد باء بغضب من اللہ.........
وکل امرأۃ ملک عقد تھا او یملک فھی طالق ثلاث تطلیقات علی ملۃ رسول اللہ وسنۃ علی بن ابی طالب لاسبیل لہ الیھا ولا رجعۃ لہ علیھا وکل مملوک ملک رقبہ او یملکہ فھو حر لوجہ اللہ وکل مال فی یدہ فھو صدقۃ علی المساکین لوجہ اللہ لا یا جراللہ علی شیئ من ذلک کلہ الا بالوفاء بما شرطناہ وذکرنا"(۱) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا عہد نامہ بہت قدیم زمانے یعنے ابتدائے دعوت سے یہی چلا آرہا ہے۔ ہمارے بعض بھائیوں کا یہ خیال ہے کہ بیویوں کے مطلقہ ہونے مال و متاع کے صدقہ اور غلاموں کے آزاد ہو جانے کی سخت سزائیں ہمارے اصل عہد نامے میں نہیں ہیں بلکہ زمانۂ مابعد کا اضافہ ہے۔ لیکن سیدنا جعفر بن منصور الیمن کا عہد نامہ دیکھنے کے بعد اس خیال کی تردید ہو جاتی ہے۔ غالباً ہم نے سیدنا موصوف کی کتاب "تاویل سورۃ النساء" نہیں پڑھی۔ اس سے ایک اور امر کا انکشاف ہوتا ہے کہ ہم اپنے اصل مذہب سے کتنے ناواقف ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہماری تعلیم چند کتابوں کی حد تک ہی ہوتی ہے۔ اگر ہم تمام موجودہ کتابوں کا غور و خوض سے مطالعہ کریں تو ہمیں وہی اعتراضات پیدا ہونے لگے جو اس تالیف میں اپنے اپنے موقع پر ملیں گے۔

ہم اکثر اہل ظاہر کو اسماعیلی بنانے کی کوشش کرتے ہیں جیسا کہ ہم دعوت کے طریقوں میں بتا چکے ہیں۔ اہل ظاہر وہ مسلمان مراد ہیں جو کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں۔ لیکن امام منصوص اور تاویل کے قائل نہیں ہیں۔ اگر ایسے لوگ ہماری باطنی دعوت میں شریک ہو کر پھر کسی وجہ سے نکل جائیں تو وہ کلمہ گو ضرور کہلائیں گے۔ ان کا مال و اسباب کس طرح صدقہ ہو سکتا ہے۔ ان کی بیویاں کیونکر مطلقہ سمجھی جا سکتی ہیں۔ کیا ان سے دوسرا آدمی عقد کر سکتا ہے؟

(۱) سیدنا قاضی نعمان بن محمد (اساس التاویل صفحہ ۲۵)

اور اُن میں بڑا اُصولی اختلاف ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ امام جب تک اپنے پیش رو سے منصوص یعنے مقرر نہ ہو امام نہیں ہو سکتا۔ اسی وجہ سے ہم اہل نص و توقیف کہلاتے ہیں۔ اس نص و توقیف کا سلسلہ ہمارے یہاں آدم اول یعنے صاحب جثۂ ابداعیہ سے شروع ہوا اور آپ ہی کی نسل میں یعنے باپ کے بعد بیٹے میں قیامت کبریٰ تک جاری رہے گا۔ یہ سلسلہ مولانا ابوطالب تک پہنچا۔ آپ اپنے عہد کے مستقر امام تھے آپ کے بعد حق امامت کے وارث آپ کے فرزند مولانا علیؑ تھے لیکن اس موقع پر چونکہ ایک رسول کی ضرورت پیش آئی اس لئے آپ نے خدا کے حکم سے اپنے بھتیجے حضرت رسول خدا کو نبوت و رسالت کا رتبہ دے کر امام مستودع مقرر کیا۔ اور آپ کو یہ وصیّت کی کہ آپ اپنے بعد مولانا علیؑ کو اپنا قائم مقام بنائیں۔ کیونکہ امامت استقراری کے حقیقی وارث مولانا علیؑ ہی ہیں (۱)۔

(۱) (ا) الی ان بلغ محمّدٌ اشدہ وسلم الیہ عمّہ ابوطالب ما استودع لہ وھو رتبۃ النبوۃ والرسالۃ۔ اجتمعت عند رسول اللہ صور اھل الدعوات الظاھرۃ من اسحٰق بن ابراھیم............

وکان علی قائم ولد اسماعیل (الانوار اللطیفہ)۔

(ب) وبلغ النبی صلعم اشدہ ونزل علیہ الوحی والمخاطبۃ وارسل فسمّی رسولاً وتلألأت انوارہ واستقر قرارہ وظن ان لا امام غیرہ بعد ابی طالب ففترت المواد وانقطع الوحی وھو الذنب الاول حیث سمت نفسہ الی رتبۃ لیست لہ فعلم ان للہ فی ذلک سرّاً وان الامام غیرہ وھو مستودع لہ فتاب واناب وتوسّل بالحد ودالی بارئہ فعرف المستقر القائم المنتظر فتاب من خطیئتہ اذ لم تکن خطیئتہ عمداً بل زیادۃ فی الطاعۃ (زھر المعانی صفحہ ۳۹۲) آنحضرت صلعم کے ذنب متقدم و ذنب متاخر کی تفصیل آئندہ آئے گی (فصل ۲۱)۔

۵	ماذون	شمّاس (سریانیہ)	(5) Deacon. (Priest's attendant at mass)
۶	؟	مرسوم	
۷	مومن بالغ	دوسس	(6) Consecrated.

ان حدود کے قیام کی نسبت حضرت عیسیٰ کی طرف کی گئی ہے یہ درست نہیں ہے۔ نہ انجیل میں ان کا کوئی ذکر ہے۔ نہ قدیم نصاریٰ انھیں جانتے ہیں۔ یہ تو رومن کیتھولک چرچ کے پادریوں نے اپنا اقتدار قائم کرنے کے لئے ایجاد کیا ہے۔ ان کو "حبل اللہ المتین" کہنا جس کا ایک سرا خدا کے ہاتھ میں ہے کس طرح درست ہو سکتا ہے؟ کلام مجید میں صرف حواریون کا ذکر ہے۔ ہماری دعوت کے حدود کی تنظیم سیدنا عبداللہ بن میمون کی اختراع ہے جن کے باپ میمون جو قداح کے نام سے مشہور ہیں "ابوالخطاب" کے شاگردوں میں تھے جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں اور آئندہ "اجمالی تبصرہ" میں بھی بتائیں گے۔ دعوت کے اسرار اس کے تدریجی حدود اور طریقے اور اس کی رازداری اور خفیہ کارروائی یہ سب ایسے اصول ہیں جن کا مقابلہ فری میسنوں (خفیہ برادرانہ جماعت) یا چرچ مذکورۂ بالا کے اصول سے کیا جا سکتا ہے۔ اسلام ایک سیدھا سادا اور کھلا ہوا مذہب ہے جو اس قسم کے بھیدوں اور پیچیدگیوں سے بالکل پاک و صاف ہے یہی خوبی ہے جس کی وجہ سے اس کو دیگر مذاہب پر تفوق حاصل ہے۔

فصل (۱۲)

امام، اس کی ضرورت، عصمت، نص، معرفت اور دوسری خصوصیتیں

ہمارے اور اہل ظاہر کے درمیان امامت کے مسئلے میں اختلاف

آنحضرت صلعم کو جنھیں ہم خاص طور سے ناطق کہتے ہیں ہم اور اہل ظاہر دونوں مانتے ہیں اور آپ کے بعد امام کی ضرورت محسوس کرنے میں بھی ہم اور وہ دونوں متفق ہیں لیکن امام کے قیام کی کیفیت میں ہم میں

نام سے ۔ صحیح ہے ۔ آپ نے بہت خوبی اور اختصار کے ساتھ ان سب دلیلوں کو جمع کیا ہے جو ہماری کتابوں میں جابجا درج ہیں ۔ یہ دلائل حسب ذیل ہیں :-

(۱) آنحضرت صلعم حکمتِ بالغہ لائے ۔ آپ کا یہ فرض تھا کہ آپ اپنے عہد کے لوگوں اور ان تمام لوگوں کو جو قیامت تک آنے والے ہیں یہ حکمت پہنچائیں جو لوگ آپ کے زمانے میں تھے ۔ ان میں اتنی صلاحیت نہ تھی کہ وہ فوراً اس حکمت کو قبول کر لیتے اور قیامت تک کے تمام لوگوں کا وقتِ واحد میں جمع ہونا محال ہے ۔ اب چونکہ رسول کی بقا قیامت تک ناممکن ہے ۔ اس لئے رسول پر ادائے امانت کے لئے اپنے انتقال کے وقت کسی کو قائم مقام کرنا واجب ہے اور جس کو آپ قائم مقام کر گئے بس وہی امام ہے ۔

(۲) شریعت، سنتوں، رسوم اور اقوال میں زیادتی، نقصان، تغیر اور تبدل ہونا ممکن ہے ۔ ان کی حفاظت کے واسطے کسی محافظ کو قائم کرنا رسول پر واجب ہے ایسا محافظ ہی امام ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے منتخب ہوتا ہے ۔

(۳) تنزیل اور شریعت عربی زبان میں ہیں ۔ ایک ہی لفظ کے لئے کئی معانی اور رموز ہو سکتے ہیں ۔ ہر شخص اپنی غرض کے موافق اس کی تاویل کرتا ہے ۔ اور ہر فرقہ کلام مجید ہی سے اپنے مذہب کی صحت پر دلیلیں پیش کرتا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " ما منعك ان تسجد لما خلقت بيدیّ"[۱] اس آیت میں معتزلہ "ید" سے مراد قوت کے لیتے ہیں ۔ دوسرے لوگوں کے یہاں اس سے نعمت و منت مراد ہے ۔ تیسرا فریق یہ کہتا ہے کہ اس کا مدلول ہاتھ ہی ہے جو جسم کا ایک جزء ہے ۔ یہ تمام معانی عربی لغت میں صحیح ہیں ۔ اس اختلاف کو اٹھانے اور صحیح فیصلہ سنانے کے لئے ایک معرف کی ضرورت ہے اور یہ معرف ہی امام ہے ۔

(۴) طبیعتیں مختلف اور خواہشیں متفرق ہیں حوادث غیر معلوم ہیں طبیعت میں قہر و غضب کا چسکا ہے ۔ اس لئے واجب ہے کہ ایک ایسا حاکم ہو جو لوگوں کے

---

(۱) القرآن ۳۸ / ۷۵ ۔ ترجمہ :- تجھے کس بات نے روکا کہ تو اسے سجدہ کرے جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا ۔

اگر رسول کی ضرورت نہ ہوتی تو مولانا ابوطالب مولانا علیؑ پر ہی نص کرتے اور آپ کو اپنا خلیفہ مقرر کرتے مستودع اور مستقر اماموں کی تفصیل فصل اول میں گزر چکی ہے۔ بہرحال مولانا ابوطالب کی وصیت کے مطابق آنحضرت صلعم اپنی زندگی میں مولانا علی کی طرف امامت کے اشارے فرماتے رہے جنہیں ہم نصوص خفیہ کہتے ہیں۔ آخر کار آپ نے خدا کے حکم سے غدیر خُم کے موقع پر مولانا علیؑ پر نص جلی کی اور آپ کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ ہمارے دعوے کی بنا اس اصول پر ہے کہ امامت دین کا رکن اور اسلام کا قاعدہ ہے۔ نبی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اس سے غفلت کرے اور اس کا انتظام امت کے سپرد کرے۔ بلکہ اس پر واجب ہے کہ وہ ایک ایسے امام کو معین کرے جو صغیرہ کبیرہ دونوں گناہوں سے معصوم ہو۔

بخلاف اس کے اہل ظاہر امامت کو عام مصالح میں شامل کرتے ہیں جس کا انتظام امت کے سپرد کیا جاتا ہے یعنے امت اپنا امام اپنی ضرورتوں کے لحاظ سے منتخب کرسکتی ہے۔ ان کے دعوے کی بنا اصول اجماع یعنے انتخاب پر ہے[1]۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ امامت اگر دین کا رکن یا اسلام کا قاعدہ ہوتی تو اس کی شان نماز کی سی ہوتی یعنے وہ نماز کی طرح مشہور ہوتی[2]۔

امامت کی ضرورت کے ثبوت پر دلیلیں۔

ہماری دعوت کی اکثر کتابوں میں امام کی ضرورت عصمت وغیرہ کے ثبوت پر دلیلیں پائی جاتی ہیں۔ لیکن ہم یہاں وہ دلیلیں نقل کرتے ہیں جو سیدنا حمید الدین نے اپنی تصنیف "المصابیح فی اثبات الامامۃ" میں بیان کی ہیں[3]۔ آپ نے یہ کتاب اسی غرض سے تصنیف کی تھی جیسا کہ اس کے

(۱) ابن خلدون (مقدمہ صفحہ ۱۹۶۔ مذاھب الشیعۃ فی حکم الامامۃ)

(۲) " " (مقدمہ صفحہ ۲۱۰۔ ولایۃ العھد)

(۳) اس موضوع پر سیدنا احمد بن محمد النیشاپوری نے بھی ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "اثبات الامامۃ" ہے۔

من رسول الا لیطاع باذن اللہ ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤك فاستغفروا اللہ و استغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما[1]" نبی کے عہد کی امت دوسری امتوں سے جو آپ کے بعد آنے والی ہیں زیادہ مستحق نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ آپ سب کے لئے رسول ہیں۔ اس لئے ہر زمانے میں نبی کا کوئی ایک ایسا قائم مقام ہونا لازم ہے جو لوگوں کے لئے باعث امن، طالب مغفرت، رحمت اور وسیلہ ہو۔ ایسا قائم مقام ہی امام ہے۔

(۶) قیامت تک آنے والے تمام لوگوں کی طرف رسول بھیجے گئے ہیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ آپ ان سب کو اس کی طرف دعوت دیں جیسا کہ وہ فرماتا ہے: "ادع الی سبیل ربك بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ[2]" آپ نے اپنے عہد کے لوگوں کو دعوت دی جو لوگ باقی رہ گئے اور آپ کے دین میں داخل نہ ہوئے ان کی تعداد آپ کے عہد کے لوگوں سے بہت زیادہ ہے اس لئے ان کی دعوت کے لئے ایک داعی کی ضرورت ہے جو ترغیب و ترہیب سے انھیں خدا کی طرف بلائے ایسا ہی داعی امام ہے۔

(۷) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم و تزکیھم وصل علیھم ان صلوتك سکن لھم[3]" رسول قیامت تک

(۱) القرآن ۴/۶۴ ترجمہ:۔ اور جو رسول ہم نے بھیجا اس کے بھیجنے سے ہمارا مقصود یہی رہا ہے کہ اللہ کے حکم سے اس کا کہا مانا جائے اور جب (اے پیغمبر) ان لوگوں نے (تمہاری نافرمانی کرکے) اپنے اوپر ظلم کیا تھا اگر (اس وقت) یہ لوگ تمہارے پاس آتے اور خدا سے معافی مانگتے اور رسول (یعنے تم بھی) ان کی معافی چاہتے تو یہ لوگ دیکھ لیتے کہ اللہ تعالیٰ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ (۲) القرآن ۱۶/۱۲۶ ترجمہ:۔ اے پیغمبر لوگوں کو عقل کی باتوں اور اچھی اچھی نصیحتوں سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلاؤ۔ (۳) القرآن ۹/۸۴ ترجمہ:۔ (اے پیغمبر) تم ان کے مال سے زکوٰۃ لے لیا کرو کہ زکوٰۃ کے قبول کرلینے سے تم ان کو گناہوں سے پاک وصاف کرتے ہو اور ان کو دعائے خیر دو کیونکہ تمہاری دعا ان کے لئے موجب تسکین ہے۔

درمیان فیصلہ کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔ فلا وربك لا یومنون حتی یحکموك فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیماً۔[1] ایسا حاکم ہی امام ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ عادل ہے۔ جو لوگ آنحضرت صلعم کے زمانے میں تھے اُن کے لئے آپ رحمت اور باعثِ امان تھے۔ وہ لوگ آپ کے سبب عذاب سے مامون تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔ وما ارسلنٰك الا رحمۃ للعٰلمین ٭ وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون۔[2] ان کے لئے آپ وسیلہ تھے جس کے ذریعے وہ خدا کی طرف پہنچتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔ یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون۔[3] ان کے لئے آپ استغفار کرتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔ وما ارسلنا

---

(۱) القرآن ۴/۶۸ ترجمہ :۔ پس (اے پیغمبر تمھارے ہی پروردگار کی قسم ہے کہ جب تک یہ لوگ اپنے آپ کے جھگڑے تم ہی سے فیصلہ نہ کرائیں اور جو کچھ تم فیصلہ کرو اس سے کسی طرح دلگیر بھی نہ ہوں بلکہ اس کو (دل سے) قبول کر لیں ان کو ایمان سے بہرہ نہیں۔

(۲) القرآن ۔ ۸/۳۳ ترجمہ :۔ ہم نے تم کو تمام عالمین کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔ اور خدا ایسا (بے مروت) نہیں ہے کہ تم ان لوگوں میں رہو اور وہ تمھارے ہتے اُن کو عذاب دے اور اللہ ایسا بے رحم بھی نہیں ہے کہ بعض لوگ گناہوں کی معافی مانگتے رہیں اور وہ ان سب کو عذاب دے (اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ پیغمبر کے وجود کی برکت سے اور مسلمانوں کے استغفار کے طفیل سے کفار بھی عذاب سے محفوظ ہے۔ ”ھم“ کی ضمیر کفار کی طرف راجع ہے۔

(۳) القرآن ۵/۳۹ ترجمہ :۔ اے ایمان لانے والو! خدا سے ڈرو اور اس تک پہنچنے کے ذریعے کی جستجو کرتے رہو اور اس کے رستے میں جان لڑا دو۔ تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اگر ہر زمانے میں کوئی امام نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کا قول جھوٹا ثابت ہوگا۔

(۱۲) اللہ تعالیٰ نے تین قسم کی طاعتیں فرض کی ہیں جیسا کہ فرماتا ہے:- اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔" یعنے اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی اور ان کی جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں۔ اولوالامر سے ائمہ ہی مراد ہیں۔

(۱۳) انسان کے لئے جزاء ضروری ہے جس کے لئے ترغیب و ترہیب کی ہر زمانے میں ضرورت ہے جیسا کہ آنحضرت صلعم کے زمانے میں تھی۔ اللہ تعالیٰ عادل نہ ہوگا۔ اگر نبی کے بعد اس فریضے کو انجام دینے والا نہ ہو۔

(۱۴) ہر عالم کے لئے ایک محافظ کی ضرورت ہے جو اس کے نظام کی حفاظت کرے۔ عالم آسمان اور زمین کے محافظ فرشتے، عالم شخص بشری کا محافظ نفس اور عالم شریعت کا محافظ امام ہے۔ امام کی ولایت عالم شرع کی روح ہے اسی لئے وہ آخری فریضہ ہے۔ آنحضرت صلعم نے کتاب صامت کو کتاب ناطق کا قرین گردانا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ "انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی۔" گویا آپ نے اپنی عترت کو کتاب اور شریعت کی روح قرار دیا ہے۔[1]

امام کے لئے عصمت کا ہونا ضروری ہے

(۱) ہم ثابت کر چکے ہیں کہ رسول کی قائم مقامی کے لئے امام کی ضرورت ہے اگر امام معصوم نہ ہو تو ممکن ہے کہ وہ بعض احکام میں رسول کی راہ پر نہ چلے جس کا نتیجہ ظلم اور امت کا افتراق ہوگا۔ عصمت اتفاق جماعت کا سبب ہے۔

(۲) رسول کا قائم مقام زکوۃ، صدقہ، خمس وغیرہ وصول کرے گا۔ طبیعت میں مال کی محبت پڑی ہوئی ہے اس لئے امام کا معصوم ہونا ضروری ہے تاکہ وہ مال کو ان ہی ابواب میں خرچ کرے جو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائے ہیں۔

(۳) دین کے مسائل میں لوگ امام کی طرف رجوع ہوں گے۔ اگر وہ معصوم نہ ہوگا تو اس سے خطا سرزد ہونے کا امکان ہے جس کی وجہ سے لوگ گمراہ ہو جائیں گے۔

(۴) حدود کا قائم کرنا امام کے سپرد ہے۔ اگر خود امام پر کسی وقت

---

(۱) سیدنا حمید الدین (المصابیح۔ مقالہ ۲۔ مصباح)

لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ ایسا پاک، وصاف کرنے والا امام ہی ہے جو رسول کے بعد ہوتا ہے۔

(۸) حدود کا جاری کرنا واجب ہے قتل، صلب، جلد، رجم، نفی وغیرہ کی سزائیں ضروری ہیں۔ گناہوں کا ارتکاب لوگوں کی طبیعت میں ہے۔ اس لئے ایسے شخص کی ضرورت ہے جسے اجراء کے حدود کا کام سپرد کیا جائے۔ اور ایسا ہی شخص امام ہے۔

(۹) اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر واجب کیا ہے کہ وہ آپس کے جھگڑوں میں نبی کی طرف رجوع ہوں جیسا کہ فرماتا ہے:۔ "یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر"(۱)۔ آنحضرت کی زندگی میں آپ سب کے مرجع تھے۔ اس لئے ایسے آدمی کی ضرورت ہے جس کی طرف لوگ نبی کے بعد رجوع ہوں۔

(۱۰) قیاس ممنوع ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ "وما اختلفتم فیہ من شیئ فحکمہ الی اللہ ورسولہ"(۲)۔ خدا نے ایسا نہیں کہا کہ اس کا حکم تمہاری طرف ہے تا کہ قیاس جائز ہو اس لئے ایسے شخص کا وجود واجب ہے جو فتویٰ دے اس مسئلے میں جس میں لوگ اختلاف کریں۔ ایسا فتویٰ دینے والا ہی امام ہے۔

(۱۱) خدائے تعالیٰ فرماتا ہے:۔ "یوم ندعو کل اناس بامامھم"(۳)

---

(۱) القرآن ۴/۵۹ ترجمہ: مسلمانو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں (ان کا بھی) پھر اگر کسی امر میں تم اور صاحب حکومت آپس میں جھگڑ پڑو تو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لانے کی شرط یہ ہے کہ اس میں اللہ اور رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو۔ (۲) القرآن ۴۲/۱۰ ترجمہ:۔ اور جن جن باتوں میں تم لوگ آپس میں اختلاف رکھتے ہو اس کا فیصلہ خدا اور رسول کے حوالے ہے۔ (۳) القرآن ۱۷/۷۱ یوم ندعو کل اناس بامامھم فمن اوتی کتابہ بیمینہ فاولئک یقرؤن کتابھم ولا یظلمون فتیلا۔ ترجمہ:۔ اس دن ہم سب لوگوں کو ان کے پیشواؤں یا نامۂ اعمال سمیت بلا کر کھڑا کریں گے جن کا نامۂ اعمال ان کے داہنے ہاتھ میں دیا جائیگا وہ تو خوشی کے اپنے نامۂ اعمال کو جلدی سے پڑھنے لگیں گے اور ان پر ایک تس برابر بھی ظلم نہ ہو گا۔

(۳) اگر لوگوں کا اجماع قیام امام کی علت ہو تو یہود، نصاریٰ اور صابی کا اجماع اس امر پر کہ نبی جادوگر ہیں صحیح ہوگا۔

(۴) اگر امت کے لئے امام کا انتخاب کرنا جائز ہے تو قاضیوں کا انتخاب، تعدیل عدول، اور غیر بالغ یتیموں کا نکاح وغیرہ بھی اس کے لئے جائز نہ ہوگا۔ جب امت ان باتوں کی مجاز نہیں ہے تو وہ امام کے انتخاب کی مجاز کس طرح ہو سکتی ہے۔

(۵) کوئی شخص کسی کا قائم مقام، وکیل، نائب وغیرہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ خود اسے ان عہدوں کا حق نہ دے۔ امام دنیا میں رسول کا قائم مقام ہے۔ وہ بغیر رسول کی اجازت کے کس طرح رسول کا قائم مقام ہو سکتا ہے۔

(۶) امام کا معصوم ہونا ضروری ہے۔ غیر معصوم امام نہیں ہو سکتا۔ عصمت کوئی ایسی علامت نہیں ہے جو امام کے چہرے پر نمایاں ہو نہ کوئی حالت ایسی ہے جو اس کی خلقت میں پائی جاتی ہے تاکہ امت اس کے ذریعے سے امام کا انتخاب کر سکے۔

(۷) حضرت آدم کے قصے میں ملائکہ کو اللہ تعالیٰ نے باوجود ان کے مقرب اور معصوم ہونے کے ان کے اعتراض کرنے پر ڈانٹا اور یہ فرمایا کہ میں وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ امت جو غیر معصوم ہے کس طرح امام کا انتخاب کر سکتی ہے۔ ان تمام دلائل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ امت امام کا انتخاب نہیں کر سکتی۔[1]

امام کا منصوص من اللہ ہونا ضروری ہے

(۱) امام کا منصوص من اللہ اور مختار یعنی منتخب من الرسول ہونا ضروری ہے

انبیاء کی نبوت بندوں پر احکام جاری کرنے میں اللہ تعالیٰ کی خلافت ہے۔ ان کی یہ خلافت صحیح نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ منصوص من اللہ نہ ہوں اور جب تک اللہ تعالیٰ نے انھیں انتخاب نہ کیا ہو۔ نبوت اصل ہے اور امامت اس کی فرع ہے جو رسول کی خلافت ہے۔

(۱) سیدنا حمید الدین (المصابیح۔ مقالہ ۲۔ مصباح ۳)

حد واجب ہوئی ہو تو وہ دوسرے پر حد کس طرح قائم کر سکتا ہے اس لئے امام کا معصوم ہونا ضروری ہے تاکہ اس سے کوئی ایسا گناہ صادر نہ ہوا ہو جس سے اس پر کوئی حد واجب ہوتی ہو۔

(۵) اعمالِ شریعت کا تعلق امام سے ہے۔ اگر وہ دوسروں کی طرح غیر معصوم ہو تو ممکن ہے کہ وہ نماز پڑھائے اور خود غیر طاہر ہو۔ یا کسی قوم سے جہاد کرے اور خود ظالم ہو۔ اس سے امت کی نماز اور عبادت مشکوک ہو جائے گی۔ اور دین میں شک جہنم کا راستہ ہے۔

(۶) اللہ اور رسول کی طاعت سے امام کی طاعت متصل ہے کیونکہ اللہ تم فرماتا ہے "اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم" اگر امام معصوم نہ ہو تو موتی کا اتصال سینگنی سے، شریف کا جوڑ دنی سے اور طاہر کا ملاپ نجس سے لازم آئے گا۔

(۷) رسول وحی کی قرارگاہ اور حکمت کے معدن ہیں۔ اور قیامت تک کے لوگوں کی طرف اللہ تعالیٰ کی رسالت کا پہنچانا آپ پر واجب ہے۔ امام امانت کے ادا کرنے میں رسول کا قائم مقام ہے اس لئے امانت کے ادا کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسا امین ہو جس کے لئے خیانت ناجائز ہے۔

امت کا امام کو منتخب کرنا باطل ہے

(۱) امت حدود قائم نہیں کر سکتی۔ امام ہی حدود قائم کر سکتا ہے حالانکہ حدود رسوم شریعت کا ایک جز ہیں۔ اس صورت میں خود امام کا قائم کرنا جس سے تمام شریعت کے امور متعلق ہوں اور جو رب العالمین کا قائم مقام ہو امت کی طرف کس طرح سپرد کیا جا سکتا ہے۔

(۱) امام کے انتخاب کرنے والے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اسے اس امر کا علم ہو کہ امام ریاست کی صلاحیت رکھتا ہے اس صورت میں وہ خود امام کیوں نہیں بن جاتا کیونکہ وہ امام کا اس وقت تک انتخاب نہیں کر سکتا جب تک کہ خود اسے وہ علوم و معارف حاصل نہ ہوں جو امام کو حاصل ہونے چاہئیں گویا معلومات میں وہ اور امام دونوں برابر ہیں۔

حدیث میں "اماماً دهره حيًّا" ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ہم نے "حیا" کا لفظ نہیں سنا۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم آنحضرت صلعم نے ایسا ہی ارشاد فرمایا ہے[1]۔
مولانا جعفر صادق نے فرمایا ہے کہ جاہلیت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک جاہلیت کفر، دوسری جاہلیت ضلال۔ جاہلیت کفر وہ ہے جو آنحضرت صلعم کے مبعوث ہونے کے قبل تھی۔ اور جاہلیت ضلال امام کو جو ہر زمانے میں ہوتا ہے نہ جاننا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آنحضرت نے اس طرح فرمایا ہے:۔
من مات وليس في عنقه عهد لامام زمانه مات، انشاء الله يهودياً او نصرانياً۔

تبصرہ

آنحضرتؐ کی وفات کے بعد آنحضرتؐ کے سے امام کی ضرورت۔

مذکورہ بالا دلیلوں کا خلاصہ یہ ہے آنحضرت صلعم کے بعد آپ کی خلافت کے لئے ہر زمانے میں منصوص امام کی ضرورت ہے ایسی امامت کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا اور کبھی منقطع نہ ہوگا۔ اگلا امام پچھلے امام پر نص کئے بغیر کبھی فوت نہ ہوگا۔ یعنے اپنا جانشین بناکر دنیا سے جائے گا۔ ہر امام میں نبوت کے سوا وہی اوصاف ہونے چاہئیں جو آنحضرت صلعم میں تھے۔ ہر امام کو وہی فرائض انجام دینے چاہئیں جنھیں آنحضرت صلعم انجام دیا کرتے تھے۔ کیونکہ نبی کے عہد کی امت دوسری امتوں سے جو آپ کے بعد قیامت تک آنے والی ہیں زیادہ مستحق نہیں ہوسکتی۔ ورنہ خدا کا عدل باطل ہوجائے گا۔ یعنے امام کو چاہئے کہ آنحضرت کی طرح اپنے عہد کے لوگوں کے لئے باعثِ رحمت وامان ثابت ہو۔ ان کے گناہوں کی مغفرت طلب کرے۔ ان کا وسیلہ بنے۔ ان کو رسالت کی امانت جس کا دوسرا نام حکمتِ بالغہ ہے پہنچائے۔ ان سے زکوۃ وصول کرکے

---

(۱) دعائم الاسلام۔ ذکر ولایة الائمہ۔

(۲) اللہ کا حکم اور رسول کی سنت یہ ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا قائم مقام نہیں ہو سکتا جب تک اس نے اس پر نص نہ کی ہو یعنی اُسے مقرر نہ کیا ہو۔

(۳) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ "وربك يخلق ما يشاء ويختار ما كان لهم الخيرة"[1]

(۴) اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کے اسرار سے آگاہ ہے وہی جانتا ہے کہ ان میں اچھے کون ہیں اور بُرے کون۔ تمام لوگوں میں جو بہترین ہو وہی ان کا امام ہو سکتا ہے۔ چونکہ انسان اسرار جاننے سے عاجز ہے۔ اس لئے انتخاب کا حق خدا ہی کو حاصل ہے۔

(۵) امام کی خلقت میں کوئی ظاہری علامت نہیں پائی جاتی جس کے ذریعے ہم اُسے پہچانیں جس طرح اونٹ کی علامت یہ ہے کہ اس کی گردن لانبی ہو۔ یا ہاتھی کی علامت یہ ہے کہ اس کی سونڈ ہو۔ امام کی معرفت دین کے واجبات میں شامل ہے چونکہ دینی معارف رسول ہی سے حاصل ہو سکتے ہیں اس لئے امامت بغیر رسول کے اختیار اور اشارے کے صحیح نہیں ہو سکتی۔

(۶) حضرت صلعم کے مبعوث ہونے کے وقت سب کا اجماع اس بات پر تھا کہ (معاذ اللہ) آپ جھوٹے اور جادوگر ہیں لیکن آپ کی نبوت اللہ تعالیٰ کے اختیار ہی سے ثابت ہوئی۔ اماموں کا یہی حال ہے۔

(۷) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ "انی جاعل فی الارض خلیفۃ" اس قول سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خلفاء کے انتخاب کا حق اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے۔[2]

امام کی معرفت واجب ہے

سیدنا قاضی نعمان بن محمد فرماتے ہیں کہ ہمیں مولانا جعفر صادق سے یہ روایت پہنچی ہے کہ آپ نے آنحضرت صلعم کے قول "من مات ولم يعرف امام زمانه مات ميتة جاهلية"، یعنی جو شخص مر جائے اور اس نے اپنے زمانے کے امام کو نہیں پہچانا اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔ کے متعلق فرمایا کہ اصل

(۱) القرآن ۲۸/۶۸ (۲) المصابیح۔ مقالہ ۲۔ مصباح ۴۔

مولانا آمر کے بعد آنحضرت کا سا حاکم کون ہوا ؟

ہماری دعوت کے اصول سے آنحضرت صلعم کے بعد اساس الائمہ مولانا علی آپ کے قائم مقام ہوئے۔ آپ کے بعد امامت کا سلسلہ مولانا حسنؑ سے شروع ہوتا ہے۔ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ آپ سے لے کر مولانا آمر تک جتنے امام گزرے اُن میں سے ہر ایک آنحضرتؐ کے اوصاف سے موصوف تھا۔ اور وہی فرائض انجام دیتا تھا جو آنحضرت انجام دیا کرتے تھے۔ مولانا آمر نے اپنی شہادت سے پہلے اپنے ڈھائی سالہ فرزند مولانا طیب کو مستور کرنے یعنی چھپا دینے کا انتظام کیا اور مومنین کی ہدایت کے لئے داعیوں کا سلسلہ جاری کیا جو قیامت تک جاری رہے گا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مولانا آمر کے بعد امامت کا سلسلہ کیوں ظاہر میں باقی نہ رہا۔ حالانکہ آپ کی دعوت کے اسماعیلی کچھ مصر اور کچھ یمن وغیرہ میں باقی ہوں گے۔ اُن پر اور اُن کے بعد جو اسماعیلی اب تک دنیا میں پیدا ہوئے ان پر کون سے حاکم نے حکومت کی جو آنحضرت کے اوصاف سے موصوف تھا اور جس نے آنحضرت کے فرائض انجام دیئے۔

ممکن ہے ہمارے بعض بھائی یہ کہیں کہ دعاۃ مطلقین نے یہ کام انجام دیا لیکن انھیں یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ داعی کبھی ائمہ کے اوصاف سے موصوف نہیں ہو سکتے۔ اور نہ کبھی ان کے فرائض انجام دے سکتے ہیں کیونکہ داعی ائمہ کی طرح معصوم نہیں ہیں۔ سیدنا حمید الدین فرماتے ہیں: "المعصوم فی کل زمان واحد وان من سواہ یجوز علیہ الزلۃ والخطاء"۔ ہم نے دیکھا ہے کہ بڑے بڑے داعیوں کے قدم صراط مستقیم پر ثابت نہ رہ سکے کسی نے ظاہری شریعت کو چھوڑ دیا کسی نے غلو کا راستہ اختیار کیا کسی کے دل میں عظیم ترین محنتوں اور مشقتوں کے برداشت کرنے اور جلیل ترین خدمتوں کے انجام دینے کے بعد شک پیدا ہو گیا جس کے باعث اسے قتل کرنا پڑا۔ داعیوں کا کیا ذکر؟ بعض اماموں کے کفیل بھی ایسے نکلے جنھوں نے امامت غصب کر لی بعض نے ایسی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔

ان کو پاک وصاف کرے۔ اُن پر شرعی حدود جاری کرے۔ ان کو دینی مسائل میں قیاس کرنے سے روک کر خود مسائل کو حل کرے۔ ان کو کلام مجید کی تفسیر کر کے اس کے صحیح معنی بتائے۔ اور ان کے ساتھ قیامت میں خدا کے روبرو حاضر ہو۔ آنحضرت صلعم کی طرح وہ بھی معصوم ہو۔ عادل ہو۔ کوئی خطا اس سے سرزد نہ ہوتی ہو۔ اس کی طاعت لوگوں پر اسی طرح واجب ہو جس طرح آنحضرت کی طاعت آپ کے عہد کے لوگوں پر تھی ورنہ بقول سیدنا حمید الدین موتی کا جوڑ مینگنی سے شریف کا اتصال دنی سے اور طاہر کا ملاپ نجس سے لازم آئے گا۔ اس کے علم و معرفت کا وہی مبلغ ہو جو آنحضرت کے علم و معرفت کا تھا۔ اس کا انتخاب خدا کے حکم سے ہوا ہو۔ لوگوں میں سب سے بہترین ہو۔ بہرحال وہ ہر طرح سے رسول کا سا ہو تا کہ خدا کا عدل قائم رہے۔ اسی بناء پر ہماری دعوت کی کتابوں میں بارہا اس پر تنبیہ کی گئی ہے کہ امام باستثنائے نبوت رسول کے مثل ہوتا ہے۔ اس کا وہی درجہ ہوتا ہے جو رسول کا تھا۔ اس کے ثبوت میں یہ حدیث پیش کی جاتی ہے "علی منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی" جب سیدنا حمید الدین مولانا حاکم کی حضرت میں پہنچے تو آپ نے ایک رسالہ لکھا جس میں آپ فرماتے ہیں: "ولما وردت الحضرة النبوية والسدة العلوية" گویا امام کی حضرت اور نبی کی حضرت میں کوئی فرق نہیں۔ باب الابواب سیدنا جعفر بن منصور الیمن اور آپ کے ہم اعتقاد تو آنحضرت کے دور کے ائمہ کو آنحضرت سے بھی چار درجے فضیلت میں بڑھ کر مانتے ہیں جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں۔[1]

---

(۱) ان علی بن ابی طالب کان جامعاً لجمیع ما کان فی النبی من الخصال الا الوحی الذی خص الله به نبیه (المصابیح۔ برہان ۶۔ مصباح۔ مقالہ ۲) ہمارے بعض بھائی تو حدیث "علی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی" کی یہ شرح کرتے ہیں کہ مولانا علی آنحضرت کے ساتھ آپ کی زندگی تک نبوت میں بھی شریک تھے۔ اپنی شرح کی تائید میں کلام مجید کی یہ آیت پیش کرتے ہیں:۔ اذهبا الی فرعون ...... فأتیاه فقولا انا رسولا ربك (القرآن ۲۰/۴۵-۴۹) اس موضوع پر تبصرہ گزر چکا ہے۔ (فصل ۵)۔

مطابق ہمیشہ پیش آتی رہتی ہیں اور قیامت تک یوں ہی آتی رہیں گی چنانچہ کلام مجید کی تاویل میں خود ہمارے داعیوں نے بڑا اختلاف کیا ہے جس کی کئی مثالیں اس تالیف میں خصوصاً فصل نمبر (۱۴) میں ملیں گی۔ ہمیں پتہ نہیں چلتا کہ کس کی تاویل صحیح ہے۔ مولانا آمر کے بعد اس ضرورت کو رفع کرنے والا کون ہے۔ گناہ طبیعت میں پڑا ہوا ہے۔ جیسا کہ سیدنا حمید الدین نے فرمایا ہے۔ گنہ گاروں پر حدود جاری کرنے والا کہاں ہے۔ اس جدید زمانے میں خاص کر تمدن کے بدل جانے سے نئے نئے مسائل پیدا ہوگئے ہیں ان کو حل کرنے والا کہاں ہے۔ سیدنا حمید الدین نے تو یہ فرمایا ہے کہ ہر زمانے میں رسول کا سا رہبر ہونا چاہئے۔ جو مذہبی اور سیاسی ضرورتوں کو رفع کرے ورنہ خدا کے عدل پر حرف آئے گا اور اس کی حجت کا ارتفاع ثابت ہوگا۔

امام سے استغناء نہیں ہو سکتا استغناء کا اعتقاد کفر ہے

اگر داعی امام کے اوصاف سے موصوف ہو جائے اور اس میں امام کے فرائض انجام دینے کی قدرت ہو تو امام سے استغناء حاصل ہو جائے گا جس کا اعتقاد بقول سیدنا حمید الدین کفر ہے۔ ہم اس مقام پر اس مسئلہ کی اہمیت کی وجہ سے سیدنا کی بحث بعینہٖ نقل کرتے ہیں جس میں آپ نے اثنا عشریوں پر ان کے امام کی غیبت کے متعلق اعتراض کیا ہے۔ ان کی تفضیحتیں بیان کی ہیں اور انھیں گمراہ بلکہ کافر قرار دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:- ومن ضلالتهم (اي الاثنا عشريين) انهم يعتقدون امامة من ليس له وجود اصلاً ولا يلزم طاعته واذا طولبوا به احتجوا في جواز غيبته بغيبة النبي عن قومه حين خرج من مكة هارباً الى المدينة ولم يعلموا ان النبي موجود الشخص حين خرج معلوم حيث توجه للعلة الموجبة في تلك المدة ولم يخرج من مكة الا بعد ان اقام علياً مكانه ..... ويغفلون عن العلة في وجوب الامامة اذ الامامة انما وجبت لخلق الله عباده لكونهم غير عالمين وامتناع الوصول اليه

اماموں اور داعیوں میں خواہ وہ مطلقین ہوں یا غیر مطلقین آسمان اور زمین کا سا فرق ہے۔ ائمہ اہل عدل اور ابنائے حمد ہیں[1]۔ داعیوں کو یہ شرف حاصل نہیں ہے ائمہ اہل بیت رسول اللہ ہیں۔ داعی رسول کی نسل میں شامل نہیں ہو سکتے۔ ائمہ علم خدا کے خزانے اور علم نبوت کے وارث ہیں[2]۔ داعی ایسے علوم کے حامل نہیں ہو سکتے ائمہ کا جوہر سماوی اور عالم علوی ہے[3]۔ داعیوں کا جوہر سفلی اور عالم سفلی ہے۔ ائمہ کے نفوس پر افلاک کا کوئی اثر نہیں ہوتا کیونکہ ان کا تعلق اس عالم سے ہے جو خارج از افلاک ہے[4]۔ داعیوں کے نفوس پر افلاک کا اثر ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ان کا تعلق اس عالم سے ہے جو افلاک میں داخل ہے۔ ائمہ نے اپنی دعاؤں میں جو نقائص اور گناہوں کا اعتراف کیا ہے وہ حقیقت میں ان حدود کے نقائص اور گناہ ہیں جو ان کے ضمن میں ہیں[5]۔ داعیوں کو یہ خصوصیت حاصل نہیں۔ مختصر یہ ہے کہ اماموں اور داعیوں میں وہی فرق ہے جو حیوانِ ناطق اور حیوان غیر ناطق میں ہے۔ بہرحال داعیوں کا مقابلہ اماموں سے نہیں کیا جا سکتا ع چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک۔

مزید براں داعی حدود جاری نہیں کر سکتے۔ داعی جمعہ اور عیدین کے خطبے نہیں پڑھ سکتے۔ داعی امام الزمان کی اجازت کے بغیر کلام اللہ کی تفسیر نہیں کر سکتے جیسا کہ مولانا ظاہر کے فرمان مبارک سے واضح ہے۔ داعی زکوٰۃ تقسیم کرنے میں اماموں کی طرح امین نہیں ہو سکتے۔ یہ ضرور ہے کہ تو سیدنا حمید الدین کے قول کے

---

(۱) اهل العدل وابناء الحمد (رسائل اخوان الصفاء ۴/۱) (۲) اهل بيت النبى هم خزان علم الله ووارثو علم النبوات (رسائل اخوان الصفاء) (۳) جوهرنا جوهر سماوى وعالمنا عالم علوى (رسائل اخوان الصفاء ۴/۲۱۵) (۴) نفوسهم الروحانية الشريفة النورانية هو من خارج الافلاك فلا يحكم الفلك على انفسهم بل على اجسادهم وانهم بالاجساد مثلنا غيران بالانفس فرقًا بيننا وبينهم مثل ما بين الحيوان الغير الناطق وبيننا (رسائل اخوان الصفاء ۴/۱۴۸) (۵) سیدنا حاتم بن ابراہیم الحامدی (الشموس الزاهرة صفحہ ۲۸)

.... عن احد من الائمة کانهم معصومون فیما یرونه واذا سئلوا عن ادیانهم ممن قبلوها قالوا من الثقاة الذین اذا ثبت کونهم من الثقاة بطلت امامة الائمة اذ بوجود الثقاة یقع الاستغناء عن الائمة فای فضیحة اعظم من اعتقاد ذلک الذی یؤدی صاحبه الی ابطال ما اوجبه الله من مقامات الائمة وقبول العلم ممن لم یفرض الله طاعته نعوذ بالله من الضلال وسوء الحلال[۹]۔

ترجمہ: اور ان کی (یعنی اثنا عشریوں کی) گمراہی یہ ہے کہ وہ لوگ ایسے امام کی امامت کے معتقد ہیں جس کا ہرگز وجود نہیں اور جس کی اطاعت لازم نہیں۔ اگر ان سے اس کے متعلق پوچھا جائے تو یہ حجت پیش کرتے ہیں کہ امام کی غیبت جائز ہے جس طرح رسول کی غیبت جائز تھی جبکہ آپ مکہ سے مدینہ تشریف لے گئے لیکن انہیں یہ نہیں معلوم کہ رسول اس وقت موجود تھے اور لوگوں کو اس بات کا بھی علم تھا کہ آپ کہاں تشریف لے گئے علاوہ اس کے آپ کے سے مولانا علی کو اپنی جگہ مقرر کئے بغیر باہر نہیں نکلے

.... ان سے ہم یہ پوچھتے ہیں کہ وجوب امامت کی علت کیا ہے۔ امامت اس لئے تو واجب ہوئی کہ خدا کے بندے عالم نہیں ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ تک پہنچ بھی نہیں سکتے تاکہ وہ خود انہیں تعلیم دے اس لئے اللہ تعالیٰ نے رسول کو بھیجا کہ آپ انہیں تعلیم دیں۔ اب چونکہ رسول قیامت تک زندہ نہیں رہ سکتے ارشاد و تعلیم کے لئے امام آپ کا قائم مقام ہوتا ہے تاکہ وہ لوگوں کو صلاح معاد کی طرف چلائے جب ان لوگوں سے یہ سوال کیا جائے تو ان کو ضرور یہ جواب دینا ہوگا۔ ورنہ ان کی گمراہی ظاہر ہو جائے گی کہ وہ ایک ایسے امام کی امامت کے معتقد ہیں جو نہ تو معلوم (یعنی معروف) ہے اور نہ خدا کی اطاعت کی طرف بلاتا ہے۔

اور ان کی گمراہی یہ ہے کہ .... اللہ تعالیٰ

يتولى بذاته هدايتهم وامتناع بقاء الرسول يختنق ارشادهم
وتعليمهم فيكون الامام قائماً مقامه فى تعليم العباد والدعاء الى
صلاح المعاد فانهم اذا سئلوا عنها لم يخل جوابهم من ذالك والا
كانوا غير مجيبين عن السوال فيتضح ضلالهم باعتقاد من يعلم
ولا يدعوا الى طاعة الله -

ومن ضلالهم............ والله اخرجكم من بطون
امهاتكم لا تعلمون شيئا......... واذا لم تتعلموا انتم
اديانكم ولا اخذتموها من امام معصوم ولا ممن هو من جهة
امام معصوم فممن اخذتم اديانكم فيصيروا بين امرين فى الجواب
اما ان يقولوا اخذنا اديانا من امام معصوم او من جهة من هو
من جهة امام معصوم مفترض الطاعة قائم بتقويمه فيطالبون
بالدلالة عليه ولا يقدرون على ذلك اذ امامهم لا وجود له
ويقولون اخذنا اديانا من الثقاة فليزمهم امران امر يصيرون
به كافرين وهو نقض ما امر الله به وابطال ما اوجب من مقامات
الائمة اذ بوجود الثقاة فى كل وقت وزمان وقوع الاستغناء
عن الائمة وعن على وذريته وهو الكفر وامر يصيرون به شاكين
فى دين الله لكونهم فى الاخذ ممن اوجب الله طاعته وهو معصوم
على شك......... وقد قال الله تعالى وما امروا الا ليعبدوا
الله مخلصين له الدين وحيث يكون الاخلاص لا يكون الشك فهم
شاكون فى عبادة الله غير مخلصين ان سلموا وجوب مقام الائمة
وكافرون ان جوزوا اخذ اديانهم من الثقاة من دون الائمة
الابرار ذلك بان الله مولى الذين آمنوا وان الكافرين لا مولى لهم

ومن فضائحهم انهم قد علموا ان المعصوم فى كل زمان
واحد وان من سواه يجوز عليه الزلة والخطاء ثم مع علمهم
بذلك يقبلون رواية فلان بن فلان العطار وفلان بن فلان

العطار اور فلاں بن فلاں کی روایت کو جو کسی امام کی طرف سے کی جاتی ہے قبول کر لیتے ہیں۔ گویا ان کے راوی اپنی روایتوں میں معصوم ہیں۔ جب ان سے سوال کیا جاتا ہے کہ انھوں نے اپنا دین کس سے سیکھا ہے تو یہ کہتے ہیں کہ ہم نے ثقات سے سیکھا ہے۔ لیکن جب ان کا ثقات ہونا ثابت ہوجائے تو ائمہ کی امامت باطل ہوجاتی ہے۔ کیونکہ ثقات کا وجود مستلزم ہے ائمہ سے استغناء (یعنی بے نیازی) حاصل ہونے کا۔ اب کونسی فضیحت اس اعتقاد سے بڑھ کر ہے جو معتقد کو ائمہ کے ابطال کی طرف پہنچاتا ہے۔ اور جو ایسے شخص سے علم حاصل کرنے پر آمادہ کرتا ہے جس کی طاعت اللہ تعالیٰ نے فرض نہیں کی ہے۔ ہم خدا سے پناہ مانگتے ہیں کہ وہ ہمیں گمراہی اور بُری حالت سے بچائے۔"

تبصرہ

چھٹی صدی سے ہم اور ہمارے اثنا عشری بھائی ایک ہی کشتی پر سوار ہیں۔

اس بحث پر زیادہ تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ مسئلہ ایسا صاف اور واضح ہے کہ ہمارے عربی داں بھائی سیدنا حمید الدین کی اصلی بحث پڑھ کر اور ہمارے اردو داں بھائی اس کا ترجمہ دیکھ کر فوراً یہ کہہ اٹھیں گے کہ مولانا طیب کے ستر کے بعد ہم اور ہمارے اثنا عشری بھائی ایک ہی کشتی پر سوار ہیں۔ جو اعتراضات ان کے بارھویں امام محمد المنتظر کی غیبت اور ان کے بعد ان کے ثقات کے وجود پر سیدنا نے کئے ہیں وہی اعتراضات مولانا طیب کے ستر اور آپ کے بعد آپ کے دعاۃ مطلقین کے وجود پر صادق آتے ہیں۔ گویا جس ہتھیار سے ہم نے اپنے اثنا عشری بھائی کو قتل کیا ہے اسی ہتھیار سے اب ہم قتل ہوئے جاتے ہیں۔

ہمارے دعاۃ مطلقین کے موجود اور منصوص ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ اثنا عشری بھی اپنے ثقات کو منصوص یعنی امام کے قائم کئے ہوئے

فرماتا ہے کہ ہم نے جب تمھیں پیدا کیا۔ اس وقت تم کچھ نہیں جانتے تھے .... جب تم اپنا دین نہیں جانتے اور نہ تم نے اُسے امام معصوم سے اخذ کیا (یعنے سیکھا) ہے اور نہ ایسے شخص سے سیکھا ہے جو امام معصوم کی طرف سے ہے تو پھر تم نے اپنا دین کس سے سیکھا ہے؟ اس سوال کا ان کو دو جوابوں میں سے ایک جواب دینا پڑے گا۔ یا تو وہ یہ کہیں گے کہ ہم نے اپنا دین امام معصوم سے سیکھا ہے یا ہم نے اپنا دین اس شخص سے سیکھا ہے جو امام معصوم مفترض الطاعہ کی طرف سے (مقرر ہے) اور جیسے امام معصوم درست کرتے ہیں۔ پھر اُن سے پوچھا جائے گا کہ امام معصوم کون ہیں۔ وہ بتا نہیں سکیں گے۔ کیونکہ ان کے امام کا وجود ہی نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنا دین ثقات (یعنے بھروسے کے مجتہدین) سے سیکھا ہے۔ اس قول سے دو باتیں ان پر لازم ہوتی ہیں۔ یا تو وہ کافر ثابت ہوتے ہیں کیونکہ انھوں نے مقامات ائمہ کو جنھیں اللہ تعالیٰ نے ثابت کیا ہے باطل کر دیا ہے۔ اور اس امر کو جسے اللہ تعالیٰ نے مضبوط کیا ہے توڑ دیا ہے۔ اس لئے کہ ثقات کے وجود سے ہر زمانے میں ائمہ سے استغناء لازم آتا ہے جو کفر ہے۔ یا تو وہ اپنے دین میں شک کرنے والے ثابت ہوتے ہیں۔ کیونکہ انھوں نے اپنا دین ایسے لوگوں سے سیکھا ہے جن کی طاعت اللہ تعالیٰ نے واجب نہیں کی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "ان کو یہ حکم دیا گیا کہ خالص اللہ ہی کی بندگی کی نیت سے ایک رُخ ہو کر اس کی عبادت کریں۔" اور جہاں اخلاص ہو گا وہاں شک نہیں ہو گا پس وہ اللہ کی عبادت میں اہل شک ثابت ہوں گے اگر انھوں نے ائمہ کے وجوب کو تسلیم کیا یا اہل کفر ثابت ہوں گے اگر انھوں نے ائمۂ ابرار کو چھوڑ کر اپنا دین ثقات سے سیکھا۔

اور ان کی فضیحتوں میں سے ایک فضیحت یہ ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ معصوم ہر زمانے میں ایک ہی ہوتا ہے اس کے سوا جتنے لوگ ہیں ان سے لغزش اور خطا کا ہونا ممکن ہے۔ باوجود یہ جاننے کے وہ لوگ فلاں بن فلاں

یظھر ملکھم فی الاجسام والارواح وفی دور الستر یجری امورھم فی الانفس والعقول۔

ترجمہ: "خلفاء یعنے ائمہ کبھی ظاہر ہوتے ہیں سب لوگ انھیں دیکھ سکتے ہیں۔ جیسا کہ دور کشف میں ہوتا ہے۔ اور کبھی دور ستر واقع ہوتا ہے جس میں وہ ظاہر نہیں ہوتے لیکن دور ستر میں بھی وہ اپنے دشمنوں سے بالکل مفقود یعنے بے پتہ نہیں ہو جاتے۔ ان کے اولیاء یعنے مومنین تو اُن کا پتہ جانتے ہیں اور ان میں سے جو ان کے ملنے کا ارادہ کرے ان سے مل سکتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو خدا کی حجت کا ارتفاع اور اس رسی کا جو اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان دراز کی ہوئی یعنے لٹکی ہوئی ہے انقطاع لازم آئے گا پس وہ زمین کے اوتاد (یعنی میخیں) ہیں۔ دور کشف میں ان کی حکومت اجسام اور ارواح دونوں پر ہوتی ہے اور دور ستر میں ان کا امر نفس اور عقول پر حاوی رہتا ہے"

اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ دور ستر میں ائمہ اپنے دشمنوں سے بالکل مفقود یعنے بے پتہ نہیں ہو جاتے اولیاء یعنے مومنین تو ان کا پتہ بھی جانتے ہیں اور ان سے مل بھی سکتے ہیں لیکن ہم کو نہ امام حاضر کا پتہ معلوم ہے نہ ہم ان سے مل سکتے ہیں۔ ہمارا ملنا تو کجا ہمارے دعاۃ مطلقین بھی ان سے نہیں مل سکتے۔ اس سے مولانا احمد بن عبداللہ کے ارشاد کے مطابق خدا کی حجت کا ارتفاع اور اس کی حبل ممدود کا انقطاع لازم آتا ہے سیدنا حمید الدین کی حجت بھی یہی ہے جو ابھی گزری

اثنا عشریوں کے بارھویں امام اور ہمارے اکیسویں امام کی غیبت میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں بچپن ہی میں غائب ہو گئے۔

سیدنا حمید الدین کا یہ کہنا کہ اثنا عشری ایسے امام کو مانتے ہیں جن کا وجود ہی نہیں ہے ایک مبالغہ ہے کیونکہ ان کے بارھویں امام محمد المنتظر جب غار میں تشریف لے گئے اس وقت ان کی عمر پانچ سال تھی جس طرح ہمارے اکیسویں امام مولانا طیب جب مستور ہو گئے اس وقت اُن کی عمر ڈھائی سال تھی۔ فرق فقط

مانتے ہیں بلکہ اُن کے ثقات تو کئی سال تک امام غائب سے مل کر ان کی طرف سے اخبار لایا کرتے تھے۔ یہ سفراء بھی کہے جاتے ہیں۔

پھر استغناء کا سوال پیدا ہوجاتا ہے جس کے اعتقاد سے ہم کافر بن جاتے ہیں۔ استغناء بھی اتنا طویل ہوجاتا ہے کہ اس کی مدت تقریباً ڈیڑھ ہزار سال ہوگئی اس لئے کہ اب جو امام ظاہر ہوں گے وہ گنتی میں سویں اور رتبہ میں قائم القیامہ ہوں گے۔ جیسا کہ پہلے معلوم ہوچکا ہے۔ ہمارے پاس دو عیدیں ہیں ایک عید الفطر جو مولانا مہدی پر مشتمل ہے اور دوسری عید الاضحی جو مولانا قائم پر مشتمل ہے۔ یہ کس قدر حیرت کی بات ہوگی کہ امامت کی ضرورت تو صرف پانچسو سال تک ہی۔ اس کے بعد مرتفع ہوگئی اور دین کے اہم امور دعاۃ مطلقین کے ذریعے تقریباً ڈیڑھ ہزار سال تک چلتے رہیں گے۔ حالانکہ سیدنا حمید الدین فرماتے ہیں کہ ہر زمانے میں ایک امام کی ضرورت ہے جو آنحضرت صلعم کی صفات کا حامل ہو۔ اور آپ کے فرائض انجام دے۔ ورنہ خدا کا عدل باطل ہوجائے گا اور عہد نبوی کے مسلمانوں کی برتری دوسرے مسلمانوں پر جو قیامت تک آنے والے ہیں لازم آئے گی جو ناممکن ہے ہم اس سے پہلے تفصیل سے سمجھا چکے ہیں کہ دعاۃ مطلقین ائمہ کی برابری نہیں کرسکتے اور نہ اُن کے فرائض انجام دے سکتے ہیں۔

دورِ ستر میں ائمہ کا پتہ معلوم ہونا اور مومنین کا اُن سے ملنا

مولانا احمد بن عبد اللہ رسائل اخوان الصفا کے "رسالۃ العلوم الناموسیہ و الشرعیہ" میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

الخلفاء (الائمۃ) ربما کانوا ظاهرین بالعیان موجودین فی الاماکن فی دور الکشف وبالضد من ذلك فی دور الستر غیر انهم فی دور الستر لا یکونون مفقودی الوجود جملة من اعداهم فاما اولیاءهم یعرفون مواضعهم ومن اراد منهم قصدهم تمکن منه ولو کان غیر ذلك کان منه خلو الزمان من الامام الذی هو حجة الله علی خلقه وهو نعوذ بالله رفع حجته ولا یقطع الحبل الممدود بینه وبین عباده فهم اوتاد الدین ففی دور الکشف

میں ایک معصوم امام کی ضرورت بتائی ہے نہ کہ کالمعصوم کی۔ آپ کی دلیلوں کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد آنحضرت کا سا امام خدا کے بندوں کی رہنمائی کے لئے ضروری ہے ورنہ خدا کا عدل باطل ہو جائے گا۔ جیسا کہ ہم کو تفصیل سے معلوم ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ ہمیں یہ بھی کہنا پڑا کہ ستر کے داعیوں سے جور کا صادر ہونا ناممکن ہے۔ بخلاف ظہور کے داعیوں کے جو جور کے مرتکب ہو سکتے ہیں اس لئے کہ ان کو امام حاضر راہ راست پر لا سکتے ہیں (۱)۔ لیکن یہ کہتے وقت بھی ہم نے یہ نہیں خیال کیا کہ ایسی صورت میں دعاۃ مطلقین کے سبب سے ہم کو امام سے استغنا حاصل ہو جائے گا جس کا اعتقاد سیدنا حمید الدین کے ارشاد کے مطابق کفر ہے۔ کیونکہ وہ اماموں کی طرح معصوم ہو جائیں گے جن سے جور کا صادر ہونا ناممکن ہے یہ بات کس قدر حیرت انگیز ہو گی کہ ستر کے زمانے میں ائمہ اپنے داعیوں کو اقامت حدود اور نص وغیرہ کے معاملوں میں الہام تو کر سکتے ہیں تاکہ ان سے کوئی غیر مناسب عمل صادر نہ ہو لیکن ان کے جور کی اصلاح نہیں کر سکتے جس کی وجہ سے ستر کے داعیوں کو کالمعصوم قرار دینا پڑا اور ہمیں مجبوراً یہ کہنا پڑا کہ اُن سے کوئی جور ہی صادر

---

(۱) قال سیدی لقمان بن سیدی حبیب اللہ فی بعض رسائلہ فی الاحتجاج علی الفرقۃ المحجوبیۃ اعلم ان الدور دوران دور ظہور ودور ستر وکلام سیدنا القاضی النعمان فی عصمۃ النبی والوصی والامام دون الداعی فی دور الظہور لانہ ذکر ان جار الداعی یجب علی المومنین ان ینھوا ذلک الی الامام ولا یحدثوا باختیارہم شیئاً وکذالک کلام سیدنا فی استحالۃ الداعی من الخیر الی الشر فی دور الظہور فذکر صاحب الرسالۃ الحاتمیۃ ان دور الستر خلاف دور الظہور وقال فی دور الستر یقیم الداعی المطلق داعیاً مطلقاً مثلہ فاتی بلفظ دور الستر وذکر خوج بن ملک ان زمانا زمان ستر والداعی المطلق کالمعصوم وکذالک قال حسن بن ادریس فی امر سیدنا داؤد بن عجب شاہ (سیدنا طاہر سیف الدین الرسالۃ الرمضانیۃ المسماۃ۔ فلسفہ فوز عظیم سنہ ۱۳۶۰ھ)

اتنا ہے کہ ان کے پاس وہی بارھویں امام قائم القیامہ کی حیثیت سے قیامت کے روز ظاہر ہوں گے۔ اور ہم یہ کہتے ہیں کہ مولانا طیب کی نسل سے ایک امام قیامت کے دن ظاہر ہوں گے جو قائم القیامہ ہوں گے۔ امام کی غیبت کے مسئلے میں ہم اور وہ دونوں متفق ہیں۔ اگر ان سے پوچھا جائے کہ ایک ہی امام قیامت کے روز تک کس طرح زندہ رہ سکتا ہے تو یہ جواب دیتے ہیں کہ جیسے خضرؑ اور الیاسؑ اب تک زندہ ہیں۔ اور قیامت تک زندہ رہیں گے۔

اگر ہم یہ کہیں کہ مولانا طیب کی نسل سے یکے بعد دیگرے جو ائمہ ہوتے جا رہے ہیں وہ دعاۃ مطلقین کو فیض پہنچاتے ہیں۔ ان کی تائید دعاۃ مطلقین کی طرف ہر لحظہ جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی تو ہمارے اثنا عشری بھائی بھی یہی کہتے ہیں کہ ہمارے بارھویں امام محمد المنتظر اپنے ثقات بلکہ تمام تابعین کو فیض پہنچاتے رہتے ہیں۔ ان کی کتابوں میں کئی روایتیں پائی جاتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے امام نے کسی بھولے بھٹکے ہوئے کو راستہ بتایا۔ فلاں مسئلے کا جواب فلاں عالم کے دل میں ڈال دیا۔ فلاں کو فلاں مصیبت سے بچا لیا۔ گویا ان کے غائب امام ہمارے مستور امام سے خلق اللہ کو زیادہ فائدہ پہنچا رہے ہیں کیونکہ ہم نے امام کا مرکز صرف دعاۃ المطلقین کو ٹھہرایا اور انھوں نے امام کے فیض کا دائرہ بہت وسیع کر دیا ہے۔ ہم دونوں کا یہ جواب سن کر اہل ظاہر ہم سے یہ کہیں گے کہ آنحضرت صلعم کے فیوض روحانی تمام مسلمانوں کو پہنچتے رہتے ہیں۔ تمھارے امام تو شخصی طور پر اپنے ثقات یا دعاۃ المطلقین کو فیض نہیں پہنچاتے نہ کسی مراسلت کے ذریعے ایسا کر سکتے ہیں۔ اگر مراسلت کا راستہ کھلا بھی تو تقریباً آٹھ سو سال میں ایک ہی دفعہ۔

دعاۃ مطلقین کا "کالمعصوم" ہونا

جب ہم نے دیکھا کہ ائمہ معصومین تو ہماری نظروں سے غائب ہو گئے۔ اور دعاۃ مطلقین ان کی ان کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ اور اس نمائندگی کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ تو ہمیں مجبوراً یہ کہنا پڑا کہ دعاۃ "مطلقین" کالمعصوم ہیں لیکن ہم نے یہ نہیں سوچا کہ کالمعصوم معصوم کی برابری ہرگز نہیں کر سکتا۔ دونوں میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ جیسا کہ ہم اوپر بتا چکے ہیں سیدنا حمید الدین نے ہر زمانے

امانتِ رسالت تفسیر کلام مجید۔ استفتاء۔ اقامتِ حدود وغیرہ کی ضرورتیں تو سیدنا حمید الدین کے قول کے مطابق ہمیشہ پیش آتی رہتی ہیں۔ اور قیامت تک پیش آتی رہیں گی لیکن مولانا آمر کے بعد کوئی ایسا منصوص امام جو آنحضرت صلعم کے صفات سے موصوف ہو اور جو آپ کے فرائض انجام دے سکے اب تک ہمیں نہیں ملا۔ اور نہ قیامت تک کسی ایسے امام کے ملنے کی امید ہے۔ ہمارے بعض بھائی یہ کہہ کر اپنے دلوں کو تسلی دیتے ہیں کہ ہم گنہگار ہیں اس لئے ہم سے امامت اور دعوت کے دونوں سلسلے منقطع ہو گئے۔ نہ معلوم ہمارے کیا "سوابق یعنی پہلے گناہ ہیں۔ خدا کی اس میں کیا مصلحت ہے لیکن انھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اسلام کبھی مایوسی کی تعلیم نہیں دیتا اللہ تع فرماتا ہے "ولا تیأسوا من روح اللہ انہ لا ییأس من روح اللہ الا القوم الکافرون" اس مضمون کی کلام مجید میں متعدد آیتیں ہیں۔ اس کے علاوہ سیدنا حمید الدین کے قول کے مطابق خدا کا عدل قائم نہیں رہتا۔ کیا خدائے تع نے صرف پانسو سال کے مومنوں کے لئے امامت کا سلسلہ جاری رکھا اور تقریباً ڈیڑھ ہزار سال کے مومنوں کو اس سے محروم کر دیا۔ یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ مولانا آمر کے عہد کے مومنین کس طرح گنہ گار ہو سکتے ہیں۔ گنہ گار تو فرقہ نزاریہ کے وہ افراد ہوئے جنھوں نے مولانا آمر کو شہید کیا۔ مومنین سے اللہ تع نے کیوں امامت کا سلسلہ منقطع کر لیا۔ ان میں ضرور تھوڑے تو نیک اور اہلِ اخلاص ہوں گے۔

یہ اصول بھی کہ امامت کا باپ کے بعد بیٹے ہی میں منتقل ہونا ضروری ہے پایۂ ثبوت نہ ہوا جیسا کہ آئندہ فصل نمبر (۱۳) کے عنوان "وراثتِ امامت کی منتقلی باپ کے بعد بیٹے میں" بتایا جائے گا۔

زندہ امام کی معرفت کا وجوب

سیدنا قاضی نعمان کی روایت کے مطابق مولانا جعفر صادق نے حدیث "من مات لا یعرف امام دھرہ مات میتۃ جاھلیۃ" سن کر فرمایا کہ اصل حدیث میں "امام دھرہ حیاً" ہے کسی نے آپ سے کہا کہ ہم نے "حیاً" نہیں سنا۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم رسول اللہ نے "حیاً" ارشاد فرمایا ہے (۱)۔

(۱) سیدنا قاضی نعمان (دعائم الاسلام۔ ولایۃ الائمہ)

نہیں ہوسکتا۔

سیدنا حمید الدین نے منصوص امام کی ضرورت پر دلیلیں کب اور کیوں پیش کیں

اوپر کی دلیلیں سیدنا حمید الدین کی کتابوں "المصابیح" اور "تنبیہ الھادی والمستھدی" میں پائی جاتی ہیں۔ آپ یہ امید کرتے تھے کہ مولانا حاکم ہی وہ امام ہوں گے جن کے ہاتھ پر ممالک عباسیہ واموبہ (اندلس) فتح ہوں گے اور تمام عالم میں اسماعیلی مذہب کا جھنڈا بلند ہوگا۔ آپ نے لکھا ہے کہ کلام مجید اور دیگر آسمانی کتابوں میں یہ خوش خبریاں وارد ہوئی ہیں۔ لیکن ان میں سے ایک خوش خبری بھی صحیح نہ نکلی جیسا کہ مولانا حاکم کے ذکر میں معلوم ہو چکا ہے۔ خود مولانا حاکم ہی ۴۱۱ھ میں غائب ہو گئے۔ اگر سیدنا کو یہ معلوم ہوتا کہ مولانا حاکم کے بعد پانچویں امام مولانا طیب بھی ستر اختیار کریں گے اور ظاہری امامت کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا تو آپ شاید مذکورہ دلائل کو حذف کرکے امامت منصوصہ پر دوسری قسم کی دلیلیں پیش کرتے۔ کتاب المصابیح کی تصنیف کی تاریخ ۴۰۴ھ کے کچھ قبل ہے کیونکہ راحۃ العقل میں اس کا ذکر ہے جو ۴۱۱ھ میں لکھی گئی۔

مذکورہ دلائل کی بنیاد نہایت کمزور ہے

یہ بحث تو ہمارے اُن بھائیوں سے ہوئی جو دعاۃ مطلقین کے سلسلے کو متصل مانتے ہیں۔ گو داعیوں کے سلسلے اور اماموں کے سلسلے میں زمین اور آسمان کا فرق ہے جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں۔ ہمارے بھائیوں کے اعتقاد پر جو سیدنا محمد بدرالدین متوفی ۱۲۵۶ھ کے بعد دعوت کو منقطع سمجھتے ہیں روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ داعیوں کے اکثر رشتہ دار اور تعلیم یافتہ طبقے کا یہی اعتقاد ہے۔ ان کے ہاں تو امامت کی نمائندگی بھی مرتفع ہو گئی۔ بہرحال ہمارے تمام اسماعیلی بھائی خواہ وہ دعوت کے اتصال کے قائل ہوں یا انقطاع کے اگر امامت منصوصہ کے مسئلے پر انصاف کی نظر ڈالیں تو انہیں ماننا پڑے گا کہ ہماری کتابوں میں جو دلیلیں پیش کی گئی ہیں ان کی بنیاد کمزور ہے۔ ارشاد۔ ہدایت۔ تعلیم۔ تبلیغ

ایسے امام کی ضرورت ہے جو آنحضرت صلعم سا ہو۔

امام کا حوادث آئندہ کی خبر دینا

سیدنا جعفر بن منصور الیمن فرماتے ہیں "القائم بالسیف یعلم الجھر من القول وما کنتم تکتمون"[1] یعنے امام جس نے تلوار اٹھائی ہے اس بات کو بھی جانتا ہے جو پکار کر کہی جائے اور اس بات کو بھی جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو[2] آپ اپنی دوسری تصنیف میں اس طرح فرماتے ہیں:- "اولیاء اللّٰہ یعلمون افعال العباد و یطلعون علیٰ سرائرھم" یعنے خدا کے اولیاء کو بندوں کے افعال کا علم ہے اور وہ ان کی مخفی باتوں کو جانتے ہیں[3]

سیدنا حمید الدین کا ارشاد ہے کہ "ولہ (ای لمولانا الحاکم) معجزۃ بل معجزات واخبارہ بالکائنات قبل کونھا واظھار للعلم المکنون"[4] یعنے مولانا حاکم کا ایک معجزہ نہیں بلکہ کئی معجزے ہیں۔ آپ حادثوں کی خبر ان کے وقوع سے پہلے دیتے ہیں۔ اور آپ پوشیدہ علوم کو جانتے ہیں۔ مولانا قائم عالم الغیب والشھادہ ہیں۔ مولانا معز کا خط قرمطی کے نام نقل کیا جا چکا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ غیب کی باتیں جانتے ہیں جب مولانا مستنصر نے اپنے دونوں بیٹوں کو امامت کے لئے جھگڑتے ہوئے دیکھا تو آپ نے اپنی صلب کی طرف اشارہ کرکے فرمایا امامت کا مالک تو ابھی میری صلب ہی میں ہے[5]۔ مولانا طیب کے پیدا ہوتے ہی مولانا آمر نے آپ پر نص کر دی اور تمام حدود کو حکم دیا کہ وہ سب ایسا کہیں "امام الزمان مبارک ہو"[6] ہماری اکثر کتابوں میں ایسی کئی روایتیں ہیں جن سے ائمہ کا غیب داں ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ ذیل کی روایت بہت قابل غور ہے:-

مولانا علی زین العابدینؑ اور مولانا محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ آپ دونوں نے

۲۵۸

(۱) القرآن ۲۱/۱۱۰ (۲) کتاب الکشف صفحہ ۱۲۸ (۳) سرائر النطقاء صفحہ (۴) المصابیح (ذکر مولانا الحاکم) (۵) عیون الاخبار (ذکر مولانا المستنصر صفحہ ۲۴۵-۲۵۰ (۶) عیون الاخبار۔

اس حدیث میں "حیاً" من مات کا حال واقع نہیں ہو سکتا کیونکہ جو شخص امام کو پہچانے گا وہ اپنی زندگی ہی میں پہچانے گا نہ کہ مرنے کے بعد۔ اس لئے وہ امام کا حال ہوگا۔ اب حدیث کے یہ معنی ہوئے کہ جو شخص اپنے زمانے کے زندہ امام کو نہ پہچانے وہ زمانۂ جاہلیت کی موت مریگا۔ ہم بھی صرف مولانا طیب کو پہچانتے ہیں جن کو گزرے ہوئے سینکڑوں برس ہو گئے۔ ہم اپنے زمانے کے زندہ امام کو تو نہیں پہچانتے کہ وہ کون ہیں اس لئے ہم میں سے جو مرتا ہے وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔

بہت ممکن ہے کہ سیدنا موصوف نے یہ حدیث ہمارے اثنا عشری بھائیوں کی تردید میں نقل کی ہو۔ ان کو یہ بتانا مقصود ہو کہ ہم کو اپنے زمانے کے زندہ امام (یعنے مولانا معز) کی معرفت حاصل ہے اور تم ایسے امام کو پہچانتے ہو جن کو غار میں چھپے ہوئے تقریباً سوا سو برس گزر چکے ہیں۔

اگر "حیاً" کا لفظ حدیث میں نہ بھی ہوتا تو اعتراض بدستور باقی رہتا۔ اس لئے کہ ہم یہ بھی نہیں معلوم کہ ہمارے زمانے کے امام کون ہیں "حیاً" کا اضافہ کرنے سے ہماری یہ کوشش بھی ہوگی کہ ہم اہل ظاہر کی موت کو جاہلیت کی موت کی طرف منسوب کریں۔ لیکن وہ بھی ہم سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح تم اپنے امام طیب کو پہچانتے ہو جو فوت ہو چکے ہیں اسی طرح ہم بھی اپنے نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچانتے ہیں جو وفات پا چکے ہیں۔ اگر تمھاری حدیث صحیح ہے تو تم اور ہم دونوں جاہلیت کی موت مرتے ہیں۔ اس قول سے بچنے کے لئے ہم نے مجبوراً "حیاً" کا لفظ بڑھایا ہوگا کیونکہ جس طرح ابھی ہم کہہ چکے ہیں سیدنا قاضی نعمان نے مولانا معز کے حکم سے دعائم الاسلام تیار کی جو اس وقت زندہ تھے لیکن اب یعنے مولانا طیب کے غائب ہو چکنے کے بعد ہم اسی کشتی پر سوار ہو گئے جس پر اہل ظاہر سوار تھے۔ ہم نے بارہا یہ کوشش کی کہ ہم اہل ظاہر سے کسی نہ کسی طرح کا امتیاز پیدا کرکے ان سے الگ ہو جائیں لیکن فطرت کے قوانین سے مجبور ہو گئے اور آخر میں ہمیں ان ہی کا مسلک اختیار کرنا پڑا۔ امامت کے مسئلے میں تو ہمارا دعویٰ بالکل ناکام رہا۔ جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں۔ اب قیامت تک کوئی منصوص امام ظاہر نہ ہوگا۔ داعیوں کا سلسلہ بھی جیسا کہ ہمارے تعلیم یافتہ اور روشن خیال بھائی کہتے ہیں منقطع ہو گیا ہے۔ ہمارے اصول کے مطابق ہر زمانے میں ایک

کو بھی اس پر اتفاق ہے کہ وحی کے سوا جو آنحضرت صلعم سے مخصوص تھی مولانا علیؑ ان تمام فضائل کے جامع ہیں جو آپ میں تھے (۱)

تبصرہ

سیدنا جعفر بن منصور الیمن اور سیدنا قاضی نعمان کے اقوال میں نمایاں فرق ہے۔ سیدنا جعفر چونکہ باطنی دعوت کے صدر تھے اس لئے آپ نے ائمہ کو غیب دانی کے اس وصف سے موصوف کیا جو خدا کے لئے مخصوص ہے۔ " انه یعلم الجهر وما کنتم تکتمون" کلام مجید کی آیت ہے جو اللہ تعالیٰ ہی سے مختص ہے۔ آپ نے امام کی بھی یہی صفت بتائی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اس طرح فرماتا ہے" قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک" (۲) یعنے اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں" اسی طرح آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مولانا اسمٰعیل کو وحی بھیجی جو رسول کے لئے مخصوص ہے۔ بخلاف سیدنا قاضی نعمان کے جو ظاہری عہدۂ قضا پر مامور تھے۔ آپ کہتے ہیں کہ ائمہ نہ غیب داں ہیں نہ اُن پر وحی آتی ہے۔ حالانکہ سیدنا جعفر آپ کے "مولیٰ" ہیں۔ استاد اور شاگرد کی تعلیم میں کتنا بڑا فرق ہے۔ ان واقعات سے ہمارے اسماعیلی مذہب کی حقیقت پر پوری روشنی پڑتی ہے۔ جیسا کہ ہم اس سے پہلے وضاحت سے بتا چکے ہیں (۳) مبادا اہل ظاہر ہمیں یہ الزام دیں کہ ہم امام کو خدا سمجھتے ہیں اور اسے رسول اللہ صلعم کے مقابلے میں چار درجے فضیلت میں زیادہ تصور کرتے ہیں (۴) اس لئے ہمارے پچھلے داعیوں نے اہل ظاہر کے خوف سے اپنے اصلی غلو آمیز عقیدے

(۱) المصابیح (برہان ۷ - مصباح ۵ - مقالہ ۲) (۲) القرآن ۶/۵۰ (۳) مقدمہ (عنوان "ہماری اسماعیلی تعلیم میں اختلاف اور اس کے کئی پہلو") (۴) فصل ۵ (آنحضرت صلعم اور مولانا علیؑ)۔

مولانا علیؑ کی وصیت کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ مولانا علیؑ نے اپنے فرزند مولانا حسنؑ کو وصیت کی پھر ان کو کتابیں اور ہتھیار دئے۔ پھر فرمایا کہ رسول اللہؐ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو وصیت کروں اور اپنی کتابیں اور ہتھیار تمہارے سپرد کروں جیسا کہ رسول اللہ نے وصیت کی اور اپنی کتابیں اور ہتھیار مجھے سپرد کئے اور یہ فرمایا کہ میں تمہیں حکم دوں کہ جب تمہاری آخری گھڑی آئے تو تم یہ سب (چیزیں) اپنے بھائی حسین کو دو .... مولانا علیؑ نے خاص طور پر مولانا حسنؑ اور مولانا حسین کو ایک پوشیدہ وصیت نامہ دیا جس میں بادشاہوں کے نام، دنیا کی مدت، داعیوں کے نام جو قیامت تک آنے والے ہیں لکھے ہوئے تھے اور آپ نے دونوں فرزندوں کو کتاب القرآن اور کتاب العلم دی (۱)۔

اللہ تعالیٰ کا امام کی طرف وحی بھیجنا

سیدنا جعفر بن منصور الیمن فرماتے ہیں:- ولم یعلموا ان اسماعیل لم یغب عن الدار حتی خلف ولداً کاملاً وان الامر رجع الیہ بامر اللہ ووحیہ وانہ لما حضرہ ما اراد اللہ من امرہ اوحی اللہ ان یسلم الامر الی ولدہ محمد (۲)۔ یعنی وہ لوگ نہیں جانتے کہ مولانا اسماعیل دنیا سے اس وقت تک غائب نہیں ہوئے جب تک کہ آپ نے اپنے بالغ بیٹے کو خلیفہ نہ بنا دیا جس کی طرف امر امامت خدا کے حکم اور اس کی وحی سے راجع ہوا۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ آپ امر امامت کو اپنے بیٹے (مولانا) محمد کے سپرد کر دیں۔ واضح ہو کہ یہاں وحی بالمعنی الاخص ہے جو انبیاء کی طرف بھیجی جاتی ہے کیونکہ خدا کے امر کے بعد اس کی وحی کا ذکر ہے۔

سیدنا قاضی نعمان فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے اٹھ جانے سے وحی بھی اٹھ گئی اور رسالت بھی باقی نہیں رہی مگر امامت بدستور باقی رہی (۳) سیدنا حمید الدین

---

(۱) سیدنا قاضی نعمان (کتاب الوصایا۔ المجلد الثانی من دعائم الاسلام)
(۲) اسرار النطقاء۔ صفحہ ۲۲۵ (۳) اساس التاویل۔ (ابتدائے ذکر محمد صلعم)

حاصل ہوتا رہا اور ہوتا رہے گا۔ اسی طرح اُن کتابوں سے کسی مومن کو فائدہ پہنچا یا نہیں؟ مولانا علیؑ کے مخفی وصیت نامے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے ائمہ بادشاہوں اور داعیوں کے نام اور دنیا کی مدت سے واقف تھے۔ اگر واقعی مولانا علی نے ایسا وصیت نامہ چھوڑا جو ایک امام کے بعد دوسرے امام کو ملتا رہا تو پھر ہمارے اماموں نے اپنے کفیلوں اور داعیوں کے قائم کرنے میں کیوں غلطیاں کیں۔ خاص کر امام موسیٰ کاظم کو مولانا محمد کا کفیل بنانا ایک بڑی غلطی تھی جس کی وجہ سے لاکھوں شیعہ گمراہ ہو گئے۔ ایسی کئی نظیریں اس تالیف میں گزر چکی ہیں۔ اگر مولانا حاکم کو اپنے داعیوں کے اسماء کا علم ہوتا تو جس طرح مولانا علی کے وصیت نامے میں لکھا ہوا تھا تو آپ نااہل اور بددیانت داعیوں کو مقرر کر کے یکے بعد دیگرے کیوں ان کی گردنیں مارتے؟ کیوں مولانا مستنصر کے عہد میں وزیروں کی تبدیلیاں کثرت سے ہوئیں جس کی وجہ سے اہلِ ظاہر کو یہ کہنے کا موقع ملا کہ آپ ایک عیش پسند خلیفہ تھے جو سیاسی معاملات سے بے خبر تھے۔ قرآن مجید کے ساتھ جو کتاب العلم مذکور ہے اس کا کیا درجہ ہے؟ کیا کتاب اللہ ہدایت کے لئے ناکافی ہے۔ ان باتوں پر غور کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ روایتِ مذکورہ موضوع روایتوں میں سے ہے۔ مولانا علیؑ، مولانا علی زین العابدینؑ اور مولانا محمد باقر اہلِ بیت کے بزرگ ترین ائمہ ہیں ان کی طرف ایسی موضوع روایتیں ہرگز منسوب نہیں کی جا سکتیں یہ تو ہم لوگوں نے اماموں کی شان بڑھانے کے لئے وضع کر لی ہیں۔ کیا اس روایت سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ ہم قرآن مجید کے علاوہ کتاب العلم کو بھی ہدایت کی کتاب مانتے ہیں اور اسے اتنی ہی اہمیت دیتے ہیں حالانکہ ہم خود اس حدیث کو مانتے ہیں۔ انی تارك فیكم الثقلین كتاب الله وعترتی؟ اس سے ظاہر ہے کہ کتاب اللہ کے سوا آنحضرت صلعم نے کوئی دوسری کتاب نہیں چھوڑی۔

امام کا فواحش کا مرتکب ہونا

امام کے کسی فعل کو برا نہ سمجھنا چاہیے اگرچہ کہ ہم اُسے اپنی آنکھوں سے شرعی محرمات کا مرتکب ہوتا ہوا بھی دیکھیں۔ یہ مسئلہ بہت اہم ہے اس لئے ہم یہاں سیدنا قاضی نعمان بن محمد کی عربی عبارت بعینہٖ نقل کرتے ہیں۔ تاکہ ہمارے بھائی اس پر

چھپا کر ایسی باتیں کہیں جو اہل ظاہر کے عقیدے سے ملتی جلتی ہیں۔ سیدنا حمید الدین نے مولانا علی کو بجز وحی کے تمام نبوی فضائل سے موصوف بتایا ہے جس کتاب میں آپ نے اس طرح لکھا ہے وہ "المصابیح" کے نام سے حسین بن جوہر القائد کے عقیدے کی اصلاح کے لئے تصنیف کی گئی ہے جو مولانا حاکم سے پھر گئے تھے اور جنھیں آپ کی امامت میں شک پیدا ہو گیا تھا۔ یہ قائد مصر سے بھاگ گئے آخر میں گرفتار ہوئے اور مولانا حاکم نے انھیں قتل کرا دیا[1]۔ اس کتاب میں اگر سیدنا موصوف یوں لکھتے کہ مولانا علی اور آپ کی ذریت سے جو ائمہ ہوئے وہ حضرت رسول اللہ صلعم سے کہیں افضل ہیں۔ جیسا کہ سیدنا جعفر نے لکھا ہے تو آپ کا اصل مطلب فوت ہو جاتا۔ ورنہ ہمارا اصلی اسماعیلی عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم زمانے کی ضرورت کے لحاظ سے صرف مستودع بنائے گئے تھے مستقر امام مولانا علی ہی ہیں جن پر دلالت کرنے کے لئے آنحضرت بھیجے گئے۔ اسی بناء پر ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ نے جو آخری رسالت پہنچائی وہ مولانا علی کی ولایت ہے۔ گویا آپ کے مبعوث ہونے کا مقصد اصلی یہ ہے کہ آپ باطنی شرک کو مٹائیں۔ سیدنا مؤید نے اپنی اکثر مجلسوں میں یہ بحث کی ہے کہ دنیا میں کوئی مشرک نہیں ہے۔ سب خدا کو واحد سمجھتے ہیں اگر لوگ شرک کرتے ہیں تو مولانا علی کی ولایت میں شرک کرتے ہیں۔ اسی اصول پر "ویل للمشرکین الذین لا یوتون الزکوٰۃ" کی تاویل کی گئی ہے[2]۔ ہماری کتابوں میں شرک کی تعریف یہ ہے۔ الشرک فی الحد ود لا فی المعبود[3]۔ مسئلۂ نبوت اور امامت تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے۔

مولانا علی زین العابدین اور مولانا محمد باقر کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے مولانا علی کو ہتیاروں کے ساتھ چند کتابیں بھی دیں۔ یہ کونسی کتابیں تھیں۔ ان میں کیا لکھا ہوا تھا۔ کیا کسی امام نے اپنے قریب ترین حدیثے باب الابواب کو یہ کتابیں بتائیں؟ کلام مجید سے جس طرح ہمیشہ ہدایت کا فائدہ

---

(۱) قائد القواد الحسین بن القائد جوهر ثم خاف فهرب هو وابن النعمان وقتل القائد المذکور سنہ ۴۰۱ (۲) فصل ۲ تبصرہ (۳) فصل ۲۔

خراسان کے ایک مومن نے اپنے داعی سے امام کی خدمت میں حاضری کی اجازت چاہی۔ داعی نے اجازت نہ دی۔ مومن نے بہت اصرار کیا داعی نے کہا بھلے آدمی تیرے لئے یہیں ٹھیرنا زیادہ اچھا ہے۔ اور اسی میں تیری سلامتی ہے۔ مومن نے کہا کس طرح۔ داعی نے کہا تو یہاں اپنے امام کے متعلق یقین اور معرفت پر قائم ہے۔ ائمہ جب ظاہر ہوتے ہیں تو اُن کے مُعاملات اس وقت تک درست نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ اہل دنیا کے ساتھ دنیوی برتاؤ نہیں کرتے مجھے ڈر ہے کہ اگر تو امام کے حضور میں جائے گا تو کچھ ایسی باتیں دیکھے گا کہ انھیں اپنے دل اور زبان سے منکر (یعنی بُرا) سمجھے گا نتیجہ اس کا یہ ہوگا کہ تو ہلاک ہو جائے گا اور تیرا عمل رائیگاں جائے گا۔ مومن نے کہا کہ میں ایسا نہیں ہوں کہ کسی بات کو منکر سمجھوں۔ اس پر اس نے اصرار کیا۔ داعی نے کہا خیر تو جانا ضروری سمجھتا ہے تو میں تجھ سے وہ عہد و پیمان لیتا ہوں جو میں نے تجھ سے اس سے پہلے لیا ہے کہ اگر تو اپنی آنکھوں سے امام کو زنا کرتے، شراب پیتے اور فواحش کا مرتکب ہوتے ہوئے بھی دیکھے تو، تو اسے اپنے دل اور زبان سے منکر نہ سمجھ۔ اور اس کے درست اور حق ہونے میں کچھ شک نہ کر کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ائمہ کو اس سے بچا لیا ہے۔ مومن نے کہا بہت اچھا۔ آپ مجھ سے ایسا ہی عہد و پیمان لیں۔ داعی نے عہد و پیمان لیا۔ مومن نے کہا خدا کی قسم اگر داعی مجھ سے ایسا عہد و پیمان نہ لیتا تو میں جیسا کہ اس نے کہا ہلاک ہو جاتا۔ لیکن جب میں بری بات دیکھتا تو اس عہد و پیمان کو یاد کر لیتا تھا۔ یہ اور ایسے واقعات زیادہ مشابہ ہیں حضرت موسیٰ اور عالم کے قصے سے جسے ہم نے اس سے پہلے بیان کیا ہے۔ حضرت موسیٰ نے عالم کے افعال کو بُرا سمجھا حالانکہ وہ درست اور حق پر تھے۔

غور کریں۔ آپ فرماتے ہیں :-

وقد جاء عن بعض الدعاة الى الائمة قول يعبر عن جميع ذلك ويأتى على جملته (اى الانكار على الائمة فى افعالهم مما يتعلق فى تقرير العمال على بلادهم .... وكذلك ينكر الجهال على الائمة ما يفعله الناس فى اتيانهم ويأتيه من خالف امرهم من عمالهم) وذلك ان بعض الاولياء من خراسان سأل داعيه الاذن فى المسير الى بعض الائمة فلم يأذن له فى ذلك فالح عليه فقال له ويحك مقامك هٰهنا اسلم لك واعفى قال وكيف ذلك قال انت هٰهنا على يقين ومعرفة بامامك والائمة لما ظهروا الظهور امر الله لم تقم امورهم الا بمعاملة اهل الدنيا بالدنيا واخشى عليك ان انت سرت الى دار الامام ان ترى بعض ذلك فتنكره بلسانك او بقلبك فتهلك ويحبط عملك قال ماكنت بالذى انكر شيئا من ذلك كائنا ما كان فالح عليه فى الاذن فقال ان لم يكن فى ذلك بد آخذ عليك العهد كما اخذته اولا تلك انك ان رأيت الامام بعينك يزنى ويشرب الخمر ويأتى الفواحش وقد اعاذ الله الائمة من ذلك انك لا تنكر ذلك بقلبك ولا بلسانك ولا يتخالج الشك فيه انه صواب وحق قال نعم فخذ على فاخذ فى ذلك عليه قال الرجل فوالله لولا ما كان منه الى لهلكت كما قال ولكن اذا رأيت امرا انكرته ذكرت ما كان منه وهذا او ما يدخل فى معنا اشبه بشبيه مما قدمنا ذكره من قصة موسى والعالم فيما انكره موسى وهو صواب وحق۔

ترجمہ :- ائمہ شہروں پر عاملوں یعنے نائبوں کا تقرر کرتے ہیں ان عاملوں کے ناجائز افعال کی وجہ سے لوگ ائمہ کے انتخاب پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔ اور ائمہ کے فعل کو منکر (یعنے برا) سمجھتے ہیں۔ ان کو ایسا نہ کرنا چاہیے ۔ اس کے متعلق یہ واقعہ لکھا جاتا ہے :-

سجدہ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے کہا گیا ہے کہ اگر کوئی امام کو تعظیمی سجدہ کرے تو یہ کوئی بری بات نہیں (۱) بہرحال اماموں کے بڑے بڑے مراتب بیان کئے گئے ہیں۔ واقعہ مذکور کی صحت کے بعد وہ تمام واقعات جو اہل ظاہر کے مورخین نے ہمارے بعض اماموں کی عیش پرستی اور اسراف کی زندگی کے متعلق لکھے ہیں خود بخود صحیح ہو جاتے ہیں مزید وضاحت کے لئے ملاحظہ ہو مجلس غنا کا ذکر جو مولانا معز کے لئے تیار کی گئی تھی (۲) تعجب کی کوئی بات نہیں کہ ہمارے امام ایسے افعال کے مرتکب ہوئے ہوں گے کیونکہ ہماری اسماعیلی دعوت کی باطنی اور مخفی تعلیم ہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مولانا محمد بن اسماعیل کے ذریعے ظاہری شریعت معطل کر دی ہے جیسا کہ مولانا معز نے اپنی دعا میں فرمایا ہے (۳) اسی وجہ سے ہمارے بعض داعی بھی یہ سمجھ کر کہ باطن کی معرفت کافی ہے شریعت کی خلاف ورزی کرنے لگے۔ اور اسلامی

حاشیہ صفحہ گزشتہ (۱) ولیست الغنیمۃ ما اخذ من ایدی المشرکین خاصۃ بل ذلک وکل کسب کسبہ المرء فھو غنیمۃ فما کسب احدکم من کسب او افاد من فائدۃ فلیخرج خمسہ فی وقت وصولہ فیرفعہ الی امامہ ثم ینظر الی ما بقی فی یدہ فیزکیہ لکل عام علی واجب الزکوٰۃ فیہ ولیس فیہ بعد ذلک خمس (کتاب الھمہ صفحہ ۶۱-۶۳)۔ حاشیہ صفحہ ہذا (۱) تقبیل الارض .... بغیر نیۃ السجود علی انہ لو سجد ساجد لولی من اولیاء اللہ اعظاما للہ لم یکن بمنکر .... خروا لہ سجدا (کتاب الھمہ صفحہ ۱۱) فدخلت الی مجلس الخلافۃ واجتھدت عند وقوعی الی الارض ساجد المولی السجود ومستحقہ (السیرۃ المویدیہ صفحہ ۶۵) ہم اپنے عرائض میں داعیوں کو "بعد سجدات .... لکھتے ہیں"۔ (۲) فصل (۹) عنوان "غنا کے متعلق مقریزی کی روایت کا مقابلہ شاعر ابراہیم بن الامام المعز لدین اللہ کے کلام سے"۔ (۳) فصل (۵) عنوان "مولانا معز کی دعا میں شریعت محمدی کے ظاہر کے معطل ہونے کی مفصل کیفیت"۔

تبصرہ

داعی اور مومن کے واقعے سے ہمارے اسماعیلی مذہب کی صحیح حقیقت نمایاں ہوتی ہے۔ کیا ہمارے مذہب سے بھی بڑھ کر کوئی مذہب ہو سکتا ہے جس میں اس قسم کی تقلید کی ہدایت کی گئی ہو۔ زنا، شراب خوری اور دوسرے فواحش کسی مومن سے سرزد ہوں تو وہ سخت اعتراض کے قابل ہیں، لیکن ہم اپنے مریدوں کو عجیب سخت عہد و پیمان کے قیود میں جکڑ دیتے ہیں کہ اگر وہ مومن تو مومن امام کو بھی فواحش کا مرتکب ہوتا ہوا بھی دیکھیں تو اپنے دل میں برا نہ سمجھیں اور زبان سے برا نہ کہیں ورنہ وہ ہلاک ہو جائیں گے۔ اور ان کے نیک اعمال گر جائیں گے۔ اگر ہمارے امام ان افعال کے مرتکب نہ ہوتے ہوں تو کس طرح داعی ایسی ہدایت کر سکتا ہے واقعہ مذکورہ میں مومن کا یہ کہنا کہ "خدا کی قسم اگر داعی مجھ سے ایسا عہد و پیمان نہ لیتا تو میں ضرور ہلاک ہو جاتا۔ لیکن جب میں کوئی بری چیز دیکھتا تو اس عہد و پیمان کو یاد کر لیتا"، ثابت کرتا ہے کہ وہ امام سے ملا۔ اور اس کو فواحش میں مصروف دیکھا

ہمارے بعض بھائی اس واقعے کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ مومن نے امام کے محل میں شراب کے مٹکے دیکھے جو تلف کرنے کی غرض سے جمع کئے گئے تھے۔ اور چند فاحشہ عورتوں پر اس کی نظر پڑی جو سزا دینے کے لئے بلائی گئی تھیں۔ لیکن واقعہ اور اس کی تاویل کا اندازہ ہر ذی شعور لگا سکتا ہے تنبیہ کرنے کی ضرورت نہیں ؎ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا ۔

یہ واقعہ سیدنا قاضی نعمان نے اپنی بلند پایہ تصنیف معروف بہ "کتاب الھمہ فی آداب اتباع الائمہ" میں بیان کیا ہے۔ اس کی صحت میں کچھ شک نہیں ہو سکتا۔ اس کتاب کے لکھنے کی غرض یہ ہے کہ مومنین اماموں کے آداب سے واقف ہوں۔ اس میں بڑی اہم ہدایتیں ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ مومن امام کے روبرو ایسے ادب سے کھڑا رہے کہ جیسے وہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔ جو کچھ آدمی کماتا ہے وہ غنیمت ہے۔ اس میں سے امام کو پہلے پانچواں حصہ دے۔ پھر باقی ماندہ میں سے زکوٰۃ ادا کرے[1] حالانکہ خمس صرف غنیمت میں واجب ہے۔ اس کتاب میں امام کو

(۱) حاشیہ صفحہ آئندہ ۔

انھیں ان گناہوں سے بچا لیا ہے ۔ ارتکاب جرائم کے لئے حیلہ سازی جس طرح ہمارے اماموں کو جائز ہے اسی طرح ان کے اماموں کو بھی جائز ہے ائمۂ معصومین کے مراتب بیان کئے جا چکے ہیں[1]۔

نہ معلوم سیدنا موصوف نے شرعی محرمات کے جواز کی تائید میں حضرت موسیٰ اور عالم کے قصے کو کیوں پیش کیا ۔جب کہ آپ خود ہمارے اسماعیلی اصول کی بناء پر قصۂ مذکور کے واقعات کا ظاہر میں واقع ہونا نہیں مانتے کیونکہ وہ خلاف فطرت ہیں ۔اسی وجہ سے آپ نے "اساس التاویل" میں تمام انبیاء کے قصوں کی تاویل کی ہے ۔یہ ایک مثال ہے منجملہ کئی مثالوں کے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے اپنی حجت میں کبھی تحقیق حق کی کوشش نہیں کی جیسا موقع پیش آیا جواب دے دیا ۔کبھی ظاہر سے استدلال کیا ۔جب دیکھا کہ اس میں ناکامی ہوئی تو باطن کی طرف رجوع کیا[2]۔ بہرحال ہم نے اپنے استدلال میں بہت کم خلوص اور صداقت سے کام لیا ۔سیدنا موصوف نے کتاب الہمہ میں داعیوں کو یہی تعلیم دی ہے جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے[3]۔

امام کے کسی قول یا فعل پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا

سیدنا حمید الدین مولانا حاکم کی امامت کے ثبوت میں فرماتے ہیں کہ جب ائمہ کی امامت دلائل سے ثابت ہو جائے تو ان کے اقوال یا افعال پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا ۔خواہ ان میں کوئی وجہ حکمت پائی جائے یا نہیں ۔اس سلسلے میں آپ ایک مثال پیش کرتے ہیں کہ دیکھو جب آنحضرتؐ کی نبوت ثابت ہو گئی تو آپ کے اس حکم پر کہ جو شخص خطا سے کسی کو قتل کر دے تو دیت اس کے چچا پر لازم ہو گی[4] حالانکہ چچا جرم سے بالکل بری ہے کوئی اعتراض نہیں کر سکتا خواہ اس حکم میں کوئی حکمت معلوم ہو یا نہ ہو ۔کیونکہ آپ کی

(۱) (ا) فصل ۱ عنوان "ائمۂ معصومین کے مراتب (ب) فصل ۵ عنوان "تبصرہ" (۲) فصل ۲۲ مسجد میں مجامعت کی تاویل ۔عائشہ کی طلاق کی تاویل ۔تاویل کی اکثر مثالیں (۳) مقدمہ (عنوان "اختلاف رفع کرنے میں ہمارے جوابات) (۴) عاقلہ سے بھائی ۔بھتیجے ۔چچا ۔چچازاد بھائی وغیرہ درجہ بدرجہ مراد ہیں ۔کیونکہ وہ قاتل کے انصار و مددگار ہیں ۔

دنیا میں ہل چل پڑ گئی جیسا کہ بتایا جا چکا ہے۔

شرعی محرمات کے جواز کی تائید میں حضرت موسیٰ اور عالم کی مثال پیش کی گئی ہے لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ یہ مثال یہاں بالکل موزوں نہیں۔ یہ ائمۂ معصومین کا مسئلہ ہے جن کے متعلق سیدنا جعفر بن منصور الیمن نے فرمایا ہے کہ ان سے ہرگز کوئی گناہ نہیں ہو سکتا۔ بخلاف انبیاء مرسلین کے جن سے گناہ ہوئے ہیں۔ ان انبیائے مرسلین میں موسیٰ تو ایک طرف خود آنحضرتؐ تک شامل ہیں جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے۔ ہمارے ائمۂ معصومین کی شان انبیائے مرسلین کی شان سے بدرجہا بلند ہے۔ دونوں میں مالک و مملوک کا فرق ہے۔ معصومین کی تشبیہ ملائکہ سے دی گئی ہے جن سے کوئی خطا صادر نہیں ہو سکتی[1]۔ غور کے قابل دوسری بات یہ ہے اگر ہم ائمۂ معصومین کے لئے جنھیں اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے مقرر کیا ہے فواحش کا ارتکاب جائز کر دیں گو اسباب کے تحت ہی سہی۔ تو ہم کسی کو مجرم قرار نہیں دے سکتے۔ فواحش کا ہر مرتکب اپنے بچاؤ کے لئے کوئی نہ کوئی تاویل گھڑ لے گا۔ شریعت کا انتظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اس کے باوجود ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ جو چیز مومن کے لئے جائز ہے وہ امام کے لئے حرام ہے جب صورت حال یہ ہے تو امام سے زنا، شراب خوری اور دوسرے فواحش کس طرح صادر ہو سکتے ہیں؟ اہل دنیا کا معاملہ دنیا سے اسی وقت درست ہو سکتا ہے جب وہ خدا کی طاعت میں ہو۔ یہ حدیث مشہور ہے کہ "لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق" نہ معلوم سیدنا نے اس کے خلاف کیوں اس طرح ارشاد فرمایا۔ ہمارے ائمہ کے ساتھ جو معصومین کی شرط لگائی جاتی ہے اس کا اصل مقصد یہ ہے کہ وہ اہل ظاہر کے ائمہ سے ممتاز ہو جائیں جو معصوم نہیں ہیں۔ ورنہ ہمارے اماموں اور ان کے اماموں میں کوئی فرق نہ رہے گا۔ ہم نے عباسی اور اموی خلفاء پر یہی نکتہ چینی کی ہے کہ یہ لوگ شرعی محرمات کے مرتکب ہوئے ہیں۔ بخلاف ہمارے ائمہ کے کہ اللہ تعالیٰ نے

(۱) فصل ۔ا (عنوان "ائمۂ معصومین کے مراتب") (ب) فصل ۔ ۵ ۔ (عنوان "تبصرہ")

اس کے علاوہ ہم دیکھتے ہیں کہ کم وبیش سزا کا یہی طریقہ آج کل بھی رائج ہے۔ ایک یا دو آدمی کسی جرم کے مرتکب ہوتے ہیں لیکن جرمانہ تمام محلے والوں پر عائد کیا جاتا ہے اس قسم کے تاوان کو انگریزی میں :- Collective fine کہتے ہیں۔

مثال مذکورہ کے بعد سیدنا حمید الدین فرماتے ہیں کہ اگر ائمہ کے اسرار کا افشا کرنا ممنوع نہ ہوتا تو میں اس بات کی علت بتاتا جو ہمارے زمانہ میں پیدا ہوئی۔ اس سے اس بات کا انکشاف ہوتا ہے کہ ہم اپنے ائمہ کے اقوال و افعال کو بجا ثابت کرنے کے لئے کیا کیا طریقے اختیار کرتے تھے تاکہ ہمارے بھائیوں کا عقیدہ متزلزل نہ ہو جائے۔

امامت کے سوا اللہ تعالیٰ کی مشیت کا ہر چیز میں جاری ہونا۔

"ان البداء والمشیۃ للہ فی کل شیئ الا الامامۃ۔" یہ حدیث مولانا جعفر صادق سے منسوب کی جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کو ہر چیز میں دخل ہے لیکن امامت کے مسائل میں اس کی مشیت کچھ نہیں کر سکتی۔ یہ حدیث مولانا اسماعیل بن مولانا جعفر صادق کی وفات کے سلسلے میں درج کی گئی ہے تفصیل یہ ہے کہ آپ کے بعد امامت کے وارث آپ کے فرزند مولانا محمد ہوئے کیونکہ امامت کا باپ کے بعد بیٹے میں منتقل ہونا ضروری ہے۔ اور یہی اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے۔ ہمارے بھائی اثنا عشری کہتے ہیں کہ مولانا اسمٰعیل کے انتقال کے بعد امامت پھر مولانا جعفر صادق کی طرف واپس ہوئی۔ آپ نے اپنے دوسرے فرزند امام موسیٰ کاظم پر نص کی اور انھیں امام بنایا۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے خلاف ہے۔ امامت کا باپ کے بعد بیٹے میں منتقل ہونا خدا کی مشیت ہے۔ صرف مولانا حسنؑ اور مولانا حسینؑ کا واقعہ مستثنیٰ ہے جس کی تائید میں یہ حدیث پیش کی جاتی ہے۔ "لا تجتمع الامامۃ فی الاخوین بعد الحسن والحسین" لیکن ہمارے اثنا عشری بھائی کہتے ہیں کہ "ھبدا للہ فی اسماعیل مالم یبد لہ فی احد" یعنے اللہ تعالیٰ

نبوت دوسری دلیلوں سے ثابت ہے۔ لوگ ائمہ کے افعال کو دیکھ کر ہلاک (یعنی گمراہ) ہوجاتے ہیں۔ کیونکہ وہ ان کی شخصیت کو دیکھتے ہیں۔ لیکن اُن کے مراتب پر غور نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کا عقیدہ ادنیٰ شُبہ سے بگڑ جاتا ہے اور وہ شک وارتداد میں پڑجاتے ہیں[1]۔

سیدنا کی یہ مثال کس طرح درست ہوسکتی ہے جب کہ عربوں کے رسم ورواج کے لحاظ سے چچا، بھتیجے کے افعال کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ چنانچہ اہل ظاہر کی مشہور فقہ کی کتاب "الھدایۃ" میں اس بات کی توجیہ کرتے ہوئے کہ دیت عاقلہ پر کیوں واجب ہے لکھا ہے "وانما خصوا بالضم لانہ انما قصر لقوۃ فیہ وتلک بانصارہ واعوانہ وھم العاقلۃ فکانوا ھم المقصودین فی ترکھم مراقبتہ فخصوا بہ[2]۔

ترجمہ:- عاقلہ یعنے چچا وغیرہ دیت میں (قاتل کے ساتھ) اسی لئے ضم کئے گئے ہیں کہ قاتل نے قتل سے بچنے میں کوتاہی اسی قوت کے بھروسہ پر کی ہے جو اس کو انصار ومددگار سے حاصل ہے اور وہ عاقلہ ہیں۔ گویا عاقلہ نے قاتل کو تعدی سے روکنے میں کوتاہی کی اس لئے ان پر دیت لازم کی گئی۔

صاحب الھدایہ کی یہ توجیہ بالکل درست ہے کیونکہ جب ہم عربوں کے ادب کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم کو بہت سے اشعار ایسے ملتے ہیں جن میں چچازاد بھائیوں کا ذکر کثرت سے پایا جاتا ہے۔ ان کا رشتہ بہت قوی ہوتا تھا۔ ایک دوسرے کی مدد پر ہمیشہ تیار رہتا تھا اور اس پر فخر کرتا تھا جیسا کہ "الحماسۃ" کے ان اشعار سے واضح ہے:-

الی لمھد من ثنائی قصیدۃ	بہ لابن عم الصدق شمس بن مالک
اھزبہ فی ندوۃ الحی عطفہ	کما ھز عطفی بالھجان الاوارک
اذا ظلم المولی فزعت لظلمہ	فحرک احشائی وھرت کلابیا[3]

(۱) الفصل الرابع عشر من رسالۃ مباسم البشارات لسیدنا حمید الدین (تیرہ رسائل) (۲) الھدایہ ۴/۴۲۹ (کتاب المعاقل) (۳) الحماسۃ صفحہ ۱۸-۱۰۴۔

تبصرہ

اوپر کی روایت یقیناً موضوع ہے۔ ایسی مہمل روایتوں کو مولانا جعفر صادق کی طرف منسوب کرنا آپ کی شان گھٹانا ہے۔ مال و دولت جمع کرنے کے لئے آپ جیسے زاہد، متقی، پرہیزگار امام نے کبھی ایسی حیلہ سازی اختیار نہیں کی ہوگی آپ ایسی لغویات سے بری ہیں۔ آپ کا جوہر نایاب کو صندوق میں بند کر کے رکھنا اور اُسے بیچ کر غریبوں اور مفلسوں کی مدد کرنا حیرت و استعجاب سے خالی نہیں۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ایسی روایتوں کو دعائم الاسلام میں برقرار رکھنے کی کس طرح اجازت دی گئی۔ حالانکہ یہ کتاب ہمارے پاس فقہ میں بہت مُستند اور معتبر مانی جاتی ہے۔ اور مولانا معز اور دیگر اماموں کی نظر سے گزر چکی ہے جیسا کہ شرح الاخبار اور مختصر الآثار کے دیباچوں سے معلوم ہوتا ہے اس کتاب کے زبانی یاد کرنے پر انعام بھی دیا جاتا تھا۔[1]

ایک ایسی روایت ہمیں حج کے بیان میں بھی ملتی ہے جو یہ ہے:۔ امروا اذا فرغوا من طوافهم ان يعرضوا علينا انفسهم[2] یعنے انھیں حکم دیا گیا ہے کہ جب وہ طواف سے فارغ ہوں تو اپنی جانوں کو ہم پر پیش کریں

امام کو سجدہ کرنا

امام کی تعظیم خدا کی تعظیم ہے۔ اولیاء یعنے مومنین ان کے سامنے زمین بوسی کرتے ہیں۔ اور زمین بوسی سجود نہیں ہے باوجود اس کے اگر کوئی ولی یعنے مومن خدا کی تعظیم سمجھ کر امام کو سجدہ کرے تو یہ بات منکر یعنے بُری نہیں ہے[3] سلمان فارسی نے رسول اللہ کو ایک دن اس وجہ سے سجدہ کیا کہ آپ کی پیشانی میں امامت کا نور تھا۔[4] سیدنا

(۱) وامر الدعاة ان يحفظوا الناس كتاب دعائم الاسلام ومختصر الوزير وجعل لمن حفظ ذالك مالا (مقریزی ۲/۱۶۹) (۲) ذکر الرغائب فی الحج (دعائم الاسلام - نصف اول) (۳) کتاب الهمة فی آداب الائمة لسیدنا قاضی نعمان (صفحہ ۱۱۰) (۴) تاویل الزکوٰۃ لسیدنا جعفر بن منصور الیمن (صفحہ ۱۱۴)

نے جس طرح اپنی مشیت اسماعیل کے لئے بدلی اس طرح کسی کے لئے نہیں بدلی*

ہر سال امام کو صلے کے طور پر کچھ مال دیتا

مولانا جعفر صادق سے روایت کی جاتی ہے کہ مفضل بن عمر کچھ (مال) لے کر آپ کے پاس آئے اور اسے آپ کے سامنے رکھ دیا آپ نے پوچھا یہ کیا ہے۔ انھوں نے کہا یہ آپ کے غلاموں کا صلہ ہے خدا مجھے آپ پر قربان کرے۔ آپ نے فرمایا اے مفضل میں اسے ضرور قبول کرونگا حالانکہ خدا کی قسم مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں میں صرف اس لئے قبول کرتا ہوں کہ لوگوں کو اس کے ذریعے پاک کروں۔ پھر آپ نے اپنی لونڈی کو بلایا اور کہا "وہ صندوق لا جو میں نے تجھے دیا تھا" لونڈی ایک صندوق لائی اور اسے آپ کے سامنے رکھ دیا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ اس میں ایک جوہر ہے جس کی نظیر دیکھنے میں نہیں آئی۔ اس کی چمک ایسی تھی گویا آگ کے شعلے اس سے نکل رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کیا یہ آل محمد کے لئے کافی نہیں ہے میں نے کہا ہاں میں آپ پر قربان۔ خدا کی قسم اس سے کم بھی کافی ہے۔ پھر آپ نے صندوق بند کر کے اسے لونڈی کے حوالے کر دیا اور فرمایا "میں نے اپنے والد محمد بن علی سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص پر ایک سال گزرے اور وہ صلے کے طور پر ہمیں تھوڑا یا بہت مال نہ دے تو اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کی طرف نہ دیکھے گا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ اے مفضل یہ فریضہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ہمارے شیعوں پر فرض کیا ہے۔ فرماتا ہے (لوگو!) جب تک (خدا کی راہ میں) وہ چیزیں نہ خرچ کرو گے جو تم کو عزیز ہیں نیکی (کے درجے کو) نہیں پہنچ سکو گے[1]۔ پس ہم نیک اور متقی لوگ ہیں[2]۔

* فلما غاب شخصہ (اسمٰعیل) فی حیوۃ ابیہ کما تقدم القول فی اسماعیل بن جعفر... ما بدا للہ فی شیئ کما بدا فی اسماعیل اذ قبضہ فی حیوۃ ابیہ وقد روینا عن ... انتم انہ قال ان البداء والمشیئۃ للہ فی کل شیئ الا الامامۃ فعظمت الفریۃ

(اسرار النطقاء صفحہ ۲۴۲)

(۱) ترجمہ از وصایا الائمہ (دعائم الاسلام۔ نصف اول) (۲) "لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون" (القرآن)

سلامی دی۔ پھر وہ اوپر سے کھلی ہوئی ایک وسیع عمارت میں پہنچے جس کے اطراف سنگ مرمر کے ستونوں پر ٹکی ہوئی کمانیں تھیں۔ اس کی اندرونی چھتیں رنگ برنگ کے سنہری نقش و نگار سے جگمگا رہی تھیں۔ راستے پر پچی کاری کا فرش تھا۔ مسیحی ایلچیوں کی نامانوس آنکھیں اس مذاق لطیف کو دیکھ کر جو کبھی ان کی نظروں سے گزرا نہ تھا تعجب سے کھل گئیں۔ انھیں سنگ مرمر کے فوارے مختلف بولیاں بولنے والے اور حیرت انگیز رنگ برنگ کے پرندے نظر آئے جو مغربی دنیا کے لئے بالکل اجنبی چیزیں تھیں۔ ایک اور ہال میں پہلے سے بھی زیادہ نفیس اشیاء دکھائی دیں اقسام کے جانوروں کی تصویریں جنھیں کسی ماہر نقاش کا ہاتھ ہی اتار سکے یا شاعر کا تخیل ایجاد کر سکے یا سونے والے کا خیال خواب میں اختراع کر سکے واقعی یہ ایسی چیزیں تھیں جو مشرق اور جنوب کے ممالک ہی پیدا کر سکتے ہیں مغرب نے نہ انھیں کبھی دیکھا ہے نہ سنا ہے۔ آخر میں بہت سے چکروں کے بعد وہ سفیر تخت کے کمرے میں پہنچے جہاں خادموں اور ان کے زرتار لباسوں سے ان کے مالک کی شان و شوکت ظاہر ہوتی تھی تین دفعہ وزیر اپنی تلوار میان سے نکالے ہوئے خاکساری سے زمین پر اوندھا گر پڑا۔ گویا وہ اپنے خدا سے التجا کرتا ہے۔ پھر فوری حرکت سے سونے اور جواہرات کے مرصع زرنی پردے ہٹائے گئے۔ اور سونے کے تخت پر شاہی لباس میں خلیفہ بیٹھا ہوا دکھائی دیا[1]

امام کے محل کے خزانے

خزائن القصر کی تفصیل مقریزی نے تقریباً (۲۷) صفحوں میں لکھی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:۔ "بعض اشیاء اس زمانے کی صنعت اور عیش پسندی کے لحاظ سے دلچسپ ہیں قیمتی پتھروں (مثلاً ایک ایسا صندوق جس میں سات مد یعنی دس

(۱) تاریخ فاطمین مصر۔ صفحہ ۴۳۶

مؤید فرماتے ہیں۔ فلما خلت الی مجلس الخلافة واستقبلت منزل الوحی الی الارض ساجدا لاولی السجود ومستحقه [1]

لیکن سیدنا مؤید فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے زمین پر پیشانی رکھنا ناجائز ہے۔ ملائکہ نے جو آدم کو سجدہ کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ انھوں نے آپ کی فضیلت کا اقرار کیا۔[2] سیدنا کا یہ ارشاد تقیہ پر محمول کیا جا سکتا ہے جس کی ایک مثال "تحریف القرآن" کے مسئلہ میں گزر چکی ہے۔ داعی ناصر خسرو نے جو آنکھوں دیکھا مصر کا حال لکھا ہے، کہتا ہے "و رسم ایشاں آں بود کہ ہر کجا سلطان بہ مردم رسید اور ا سجدہ کردندے وصلوات دادندے"[3] زمانۂ حال میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے بھائی اپنی عرضیوں میں "سجدات اور تحیات" لکھتے ہیں۔

دربار امامی کے آداب اور محل کی شان و شوکت

صلیبیوں کے سفیروں کی باریابی جو عاضد کے محل میں ہوئی اس کی مفصل کیفیت اسٹانلی لین پول نے لکھی ہے جس سے خلیفہ کے محل کی شان و شوکت اور اس کی ملاقات کے آداب پر روشنی پڑتی ہے۔

نصرانی سفیروں کی باریابی حضرت اقدس میں جہاں بڑے پایہ کے مسلمانوں سے بھی صرف چند ہی داخل ہو سکتے تھے ایک بے نظیر واقعہ تھا لیکن املریک ہی کو ایسا موقع ملا کہ اس کو خود اپنے شرائط پیش کر سکنے کی اجازت حاصل ہو گئی۔ قیساریہ کا ہیو اور جیوفری فلچروی ٹمپلر[4] سفارت کے لئے منتخب کئے گئے۔ خود وزیر ان کو اپنے ساتھ مشرقی آداب ادا کرتے ہوئے محل میں لے گیا۔ پوشیدہ طلبیدہ راستوں اور محفوظ دروازوں میں سے انھیں گزرنا پڑا جہاں قوی ہیکل حبشی سپاہیوں نے ننگی تلواروں سے ان کو

---

(۱) السیرۃ المؤیدیہ (صفحہ ۶۵) (۲) السیرۃ المؤیدیہ (صفحہ ۲۸)
(۳) مقدمہ (اختلاف تعلیم کی چار اہم مثالیں) (۴) سفرنامۂ حکیم ناصر خسرو (صفحہ ۶۸)

جو خلیفہ کے لئے وزیر جرجرائی کے حکم سے تیرہ ہزار دینار کے مصارف سے تیار کی گئی تھی۔ ایک دوسری چاندی کی کشتی جو مستنصر کی ماں کو اس کے مالک ابوسعید تستری کی طرف سے تحفۃً بھیجی گئی تھی۔ ریشم۔ کارچوب مخمل اور دیگر اقسام کے کپڑے جن میں ایک سرخ دمشقی کپڑے پر زربفت کا کام کیا ہوا اور سبزہ زاروں کے نقشے کھنچے ہوئے جن میں ہاتھی گھوم رہے تھے۔ ریشمی کپڑے جن پر کارچوب سے مشرق کے حکمران خاندانوں کی تاریخیں اور ان کے کارنامے لکھے ہوئے تھے اور جن پر اُن کے مشہور لوگوں کی تصویریں تھیں ایک قالین جو معز کے لئے شہر تستر میں تیار کیا گیا تھا اور جس پر دنیا کا ایک نقشہ کھینچا گیا تھا جس میں پہاڑ۔ ندیاں شہر اور خاص طور پر مکہ اور مدینہ بنائے گئے تھے۔ دیق۔ کلموں۔ بھنسا۔ دمشق اور چین کے بے شمار قیمتی کپڑے جواہرات سے مرصع خنجر۔ تلواریں تعلیجی نیزے خطی بھالے اور ہر قسم کے بہت سے ہتھیار جن میں معدی کرب۔ معز اور قائم کی تلواریں حضرت حسینؑ کا زرہ بکتر۔ حمزہ کی ڈھال مشہور ذوالفقار اور خود رسول خدا صلعم کی تلوار بھی شامل تھی۔ ریشمی اور سنہری خیمے جن میں سے بعض پر آدمیوں۔ جانوروں اور پرندوں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں اور ان کی چوبوں پر سونے کا ملمع تھا خاص کر ایک بڑا ڈیرہ جو یازوری کے لئے تیس ہزار دینار کی لاگت پر بنا تھا۔ اس کی چوب (۶۵) کیوبٹ اونچی اور اس کا محیط (۵۰) کیوبٹ (ذراع) تھا۔ اس کے اور اس کے فرنیچر اٹھانے کے لئے سو آدمی کی ضرورت پڑتی تھی اس پر نقشے اترے ہوئے تھے۔ یہ اتنا بڑا تھا کہ اس کو تیار کرنے کے لئے پچاس کاریگروں کو نو سال لگے۔ خلیفہ ظاہر کا ڈیرہ خالص سنہری تاروں کا بنا ہوا تھا جو چھ چاندی کی چوبوں پر ایستادہ کیا جاتا تھا۔ ایک دوسرا بڑا ڈیرا حلب میں بنایا گیا تھا جس کی قیمت تیس ہزار دینار تھی۔ اس کا نام ہی قاتل رکھا گیا۔ کیونکہ یہ اتنا وزنی تھا کہ اس کے ایستادہ کرنے میں ایک یا دو آدمی ہلاک ہو گئے تھے (مقریزی ۲/ ۲۵۳-۲۸۰) کیوبٹ کو عربی میں ذراع کہتے ہیں جس کی حد ہاتھ کی کہنی سے بیچ کی انگلی کے سرے تک ہے اس کا پیمانہ اٹھارہ اور بائیس انچ کے درمیان ہے۔

مولانا آمر کے وزیر افضل کے خزانے

اماموں کے آخری دور میں جب کہ اُن کا اقتدار گھٹ گیا اور وزرا حکومت

پاؤنڈ زمرد کے ٹکڑے تھے جن کی قیمت تین لاکھ دینار تھی۔ سات ویبہ یعنے دو سو پچاس پاؤنڈ کے نفیس موتی۔ یاقوت کی انگوٹھیاں وغیرہ) کے حذف کرنے کے بعد مستنصر کے خزانوں میں حسب ذیل قیمتی چیزیں موجود تھیں۔ ہزاروں قسم کے بڑے بلور کے گلدان جن میں بعض پر عزیز کا نام کندہ تھا سونے کی رکابیاں جن پر رنگوں کی پچی کاری اور مینا کاری تھی۔ زہر مہرہ کے پیالے جن پر ہارون رشید کا نام کندہ تھا سونے چاندی۔ آبنوس۔ ہاتھی دانت۔ اگر اور دوسری اقسام کی لکڑیوں کی دواتیں (ممکن ہے دوات سے مراد قلمدان ہو) جن میں بعض ترا شی ہوئی بعض پچی کاری کی ہوئی اور بعض جواہرات سے مرصع تھیں۔ چینی کے بڑے مرتبان جن میں قیصور کا کافور بھرا ہوا۔ عنبر کے پیالے۔ مشک کی بوتلیں۔ تپائی پر رکھے ہوئے۔ بڑے گنگال جو جانوروں کی شکل کے بنے ہوئے تھے جن میں سے ہر ایک کی قیمت ایک ہزار دینار۔ سفید چینی کے انڈے (شاید ہاتھوں کو گرمانے کے لئے) سونے کی چٹائی جس پر خلیفہ مامون کسی خوشی کے موقع پر سویا تھا۔ مینا کاری کی ہوئی رکابیاں جنھیں شہنشاہ روم نے عزیز کو تحفہ بھیجا تھا فولادی آئینے۔ کانچ اور مٹی کے بے شمار برتن۔ سونے اور چاندی کی لکڑیوں کے چھوٹے چھتر۔ مینا کاری کئے ہوئے مختلف اشکال کے چاندی کے برتن۔ ریشمی کارچوبی شطرنج اور چوسر کی بساطیں۔ سونے چاندی۔ ہاتھی دانت اور آبنوس کے مہروں کے چار ہزار سونے کے گلدان گل نرگس کے لئے اور دو ہزار گل بنفشہ کے لئے مصنوعی میوے اور دوسرے کھلونے عنبر اور کافور کے بنے ہوئے ایک جواہرات سے مرصع عمامہ جس کی قیمت ایک لاکھ تیس ہزار دینار تھی اور جس کے جواہرات کا وزن سترہ پاؤنڈ تھا مختلف قسموں کے عطروں کے بہت سے کنٹر ایک سونے کا مور جس کی آنکھیں یاقوت کی اور پروں پر مینا کاری تھی۔ ایک سونے کا مرغ جس کی کلغی اور آنکھیں یاقوت کی بنی ہوئی تھیں۔ ایک ہرن جو موتیوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ ایک میز جو سرڈانکس (ایک قسم کے عقیق) کی بنی ہوئی تھی۔ ایک سونے کا کھجور کا درخت جس میں قیمتی جواہرات کی کھجوریں لگی ہوئی تھیں ۳۶ ذہبیات (شاہی کشتیوں) میں جو بحر نیل کے جلوسوں کے لئے تیار کی گئی تھیں۔ ایک کشتی ایسی تھی

سامنے جواہرات سے بھرے ہوئے سونے کے طبق رکھے جاتے پھر اس کے حکم دینے پر ان جواہرات کو خالی کر کے ان میں شراب بھر دی جاتی۔ وزیر مذکور کی ثروت کے متعلق ابن میسر کا یہ قول خود محافظ خزانہ کی روایت ہے جو یہ کہتا ہے کہ مجھے صرف اتنا ہی یاد رہ گیا۔ اس کے علاوہ افضل کے دوسرے خزانوں اور اس کے نائبوں کے قبضے میں جو سامان تھا اس کی کوئی حد نہ تھی۔ اس کے بعد ابن میسر لکھتا ہے کہ یہ وزیر عدل اور حسنِ سیرت سے موصوف تھا۔ کبھی کسی کی جائداد اس کے زمانے میں ضبط نہیں کی گئی۔ اِن واقعات سے اکثر مورخوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ دولت فاطمیہ کے آخری حکمرانوں نے عیش پسندی اور فضول خرچی شروع کی اور یہی اُن کے زوال کا منجملہ اور اسباب کے ایک سبب بنا۔ انھیں اپنی شان و شوکت کے مظاہروں کا بڑا شوق تھا جیسا کہ ہم تاریخ فاطمیین مصر میں مختصر طور پر بتا چکے ہیں۔ (۱)

---

(۱) جمعہ عیدین اور دلیموں (دعوتوں) میں فاطمیین کے شاندار مظاہرے (تاریخ فاطمیین مصر) (۴۱۹-۴۲۱)
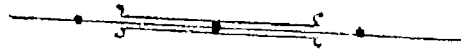
پر چھا گئے تو ان کو دولت سمیٹنے کا اچھا موقع ملا۔ اس سلسلے میں ابن میسر نے حیرت انگیز واقعات لکھے ہیں۔ چنانچہ جب وزیر افضل کا انتقال ہوا اور اس کے خزانوں کا حساب لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ اس کے محل میں بے انتہا مال و اسباب ہے خلیفہ آمر نے اس کے مال و اسباب کو اپنے محل میں منتقل کرنے کا حکم دیا۔ کئی منشی اس کام پر مقرر کیے گئے اور آن بیش بہا سامان کی منتقلی میں تقریباً دو مہینے لگے۔ خود خلیفہ اس کی نگرانی صبح و شام کرتا تھا۔

رقمیں اور نایاب قیمتی چیزیں جو افضل کے خزانوں سے برآمد ہوئیں ان کی تفصیل مورخوں نے لکھی ہے۔ طوالت کے خوف سے ہم حذف کرتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ ساٹھ لاکھ دینار نقد کے علاوہ بیت الخاصہ۔ البیت۔ البرانی اور دار الملک میں سے تقریباً ایک کروڑ بیس لاکھ دینار نکلے۔ جواہرات سے مرصع ایک خاص دوات قیمتی بارہ ہزار دینار۔ سونے اور چاندی کے ورق۔ زربفتی۔ کارچوبی اور ریشمی عنابی کپڑے۔ چاندی سونے اور بلور کے طبق اور برتن سونے کی ڈبیوں سے بھرے ہوئے صندوق۔ ریشمی مسندیں۔ ریشمی بچھونے۔ ریشمی پردے۔ چینی کے بڑے بڑے مرصع برتن۔ مسک۔ عنبر۔ کافور۔ عود اور عطر سے بھری ہوئی بوتلیں متعدد بڑے بڑے خزانے جن میں تنیس اور دمیاط کے بنے ہوئے کپڑے۔ وغیرہ کی بڑی کثرت تھی۔ افضل کے محل کے دس قطعوں میں سے ہر قطعہ میں سونے کی دس دس کھونٹیاں تھیں جن میں ایک ایک کھونٹی دو سو مثقال کی اور ان کھونٹیوں پر مختلف رنگوں کے عمامے لٹکے رہتے تھے۔ اس کے محل میں آٹھ سو لونڈیاں اور پچاس بیویاں تھیں۔ ہر ایک کے لئے ایک ایوان مخصوص جس محل میں یہ شراب پیتا تھا اس میں آٹھ لڑکیوں کی مورتیں چار سفید کافوری اور چار سیاہ عنبری ایک دوسرے کے سامنے نصب کی گئی تھیں۔ ان کو نہایت عمدہ پوشاک پہنائی گئی تھی۔ اور انہیں قیمتی زیوروں سے آراستہ کیا گیا تھا۔ ان کے ہاتھوں میں بیش بہا جواہرات رکھے گئے تھے۔ جب وزیر افضل اپنے محل میں داخل ہوتا تو یہ مورتیں اس کی تعظیم کے لئے سر جھکا دیتیں اور جب اپنی جگہ پر بیٹھ جاتا تو پھر وہ سیدھی کھڑی ہو جاتیں۔ جب وہ شراب پینے کے لئے بیٹھتا تو اس کے

اتنا اونچا کیا کہ آپ کی بغل کی سفیدی نظر آنے لگی اور فرمایا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ"[1]۔ گویا آپ نے نص کی ایک مثال قائم کی کہ نص کس طرح ہونی چاہئے ایسی وضاحت کی ضرورت اس وجہ سے ہوئی کہ لوگوں پر خدا کی حجت قائم ہو جائے اور کسی کو انکار کا موقع ہی نہ مل سکے۔ امام سے ہیکل متصل ہونے کی کیفیت فصل حقائق نمبر (۲۶) میں ملے گی۔

سیدنا ادریس فرماتے ہیں کہ کوئی امام اپنے ناص کو دفن نہیں کرتا جب تک کہ وہ اہل دعوت کے مخلص افراد کے سامنے اپنے منصوص کی فضیلت نہ بیان کرے اور یہی اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ ہے۔ چنانچہ مولانا علی نے آنحضرت کا جنازہ نہیں اٹھایا جب تک کہ آپ نے بارہ حدود مقربین سے مولانا حسن اور مولانا حسین کے حق میں مخفی بیعت نہ لی۔ آپ نے مولانا حسن کو مستودع یعنی کفیل قرار دیا اور ان کو حکم دیا کہ جب وہ اپنی مدت ختم کریں تو اپنے بھائی کی طرف امر امامت سپرد کر دیں[2]۔

(۱) دعائم الاسلام (ذکر ولایۃ امیر المومنین) (۲) (ا) زہر المعانی صفحہ ۴۲۲

(ب) سیدنا حمید الدین نے آیۂ کریمہ "وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتھوا" پیش کر کے آنحضرت کے ارشاد "الحسن والحسین امامان قاما او قعدا" کو نص قرار دیا ہے (المصابیح۔ مقالہ ثانیہ) سیدنا مؤید نے بھی اسی طرح فرمایا ہے آپ کا ارشاد ہے کہ وصی پر نص یوم الغدیر میں ہوئی اور امام پر نص بذریعہ حدیث "الحسن والحسین امامان قاما او قعدا" ہوئی (فصل تاویل نمبر ۱۵) ارسال الیدین کی تاویل بحوالہ المجالس المویدیہ ۲۸۶) لیکن سیدنا قاضی نعمان نے اذان اور اقامت کے بیان میں مولانا علیؑ کا قول "ما آسی علی شیئ غیر انی وددت انی سألت رسول اللہ الاذان للحسن والحسین" نقل کر کے اس کی تاویل میں یہ فرمایا ہے کہ مولانا علی کی یہ آرزو تھی کہ آنحضرت صلعم حضرت حسن اور حسین پر بھی ظاہر میں نص فرما دیتے جیسا کہ آپ نے مولانا علی پر ظاہر میں نص کی تاکہ ائمہ کی امامت مضبوط ہو جائے۔ اگرچہ کہ آنحضرت نے مخفی طور پر مولانا علی کو آپ کی ذریت میں امامت کی منتقلی کی کیفیت سے مطلع کیا تھا (تاویل الدعائم۔ ذکر تاویل الاذان)

فصل (۱۳)

(۱) وصایت اور امامت کی نص

نص کی حقیقت

ہماری اسماعیلی دعوت میں کسی حد کا قیام بغیر نص کے جائز نہیں۔ صاحب مُجتہ ابداعیہ سے جو نص کا سلسلہ باپ کے بعد بیٹے میں جاری ہوا اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ یہاں نص کے لغوی اور اصطلاحی معنے بیان کئے جاتے ہیں۔ تاکہ نص کی حقیقت کھل جائے۔ نص کے لغوی معنی اونچا کرنے اور ظاہر کرنے کے ہیں۔ عرب کہتے ہیں "نصّ الشیٔ رفعه واظهره"۔ التعریفات میں لکھا ہے:- "النصّ ما ازداد وضوحاً علی الظاهر"۔ یعنے نص وہ ہے جو ظاہر میں بہت زیادہ واضح ہو۔ یہیں سے ہم نے اپنے مذہب کی اصطلاح میں نص کے معنیٰ اخذ کئے ہیں۔ ہم نص اُسے کہتے ہیں کہ میّت روائی وفات سے پہلے اپنے خلیفہ کو اپنے تابعین کے سامنے اس طرح معین و مشخص کرے کہ اس کی خلافت میں کسی کو کچھ بھی شک و شبہ نہ رہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے مولانا علیؑ پر نص کی۔ آپ حجۃ الوداع کے بعد جب مکّہ سے روانہ ہوئے اور موضع غدیر خُم پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ موضع مذکور میں جتنی جھاڑیاں ہوں اکھیڑ ڈالی جائیں تاکہ آپ سب لوگوں کو وہاں جمع کرسکیں۔ پھر آپ نے سب اصحاب کو بلایا اور ایک بڑا جلسہ منعقد کیا۔ اس جلسے میں آپ نے مولانا علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر

بعض امام بچپن ہی میں منصوص ہوئے اور تخت حکومت پر رونق افروز ہوئے

ظہور کے دس اماموں میں چار امام یعنی مولانا مہدیؑ، مولانا حاکمؑ مولانا مستنصر اور مولانا آمرؑ کی عمریں حکومت سنبھالنے کے وقت بالترتیب تقریباً دس، گیارہ، سات اور پانچ سال تھیں۔ مولانا ظاہر اور مولانا مستعلی بھی ابھی پورے جوان نہ ہوئے تھے کہ تخت حکومت پر رونق افروز ہوئے ان میں سے ہر ایک کے ولی کا جسے ہم مستودع کہتے ہیں پتہ نہیں چلتا۔ اگر کسی امام کا کوئی ولی یا حجاب بھی مقرر کیا گیا تو اس نے حق امامت غصب کرنے کی کوشش کی چنانچہ امام موسیٰ کاظم اور سعید الخیر کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں[1]۔ ان اسباب سے وزیروں اور دیگر عہدہ داروں نے فائدہ اٹھایا جن کی سازش کی وجہ سے ملکت برباد ہو گیا۔ جیسا کہ بتایا جا چکا ہے۔ سیدنا مؤیدؔ کی تصنیف "السیرۃ المؤیدیۃ" ایسی مثالوں سے بھری ہوئی ہے۔

مولانا علی زین العابدین کو سوائے خدا کے کسی امام نے قائم نہیں کیا

سیدنا جعفر بن منصور الیمن فرماتے ہیں کہ آیۂ کریمہ "ولما ضرب ابن مریم مثلاً اذا قومک منہ یصدون" میں ابن مریم سے مولانا علی زین العابدین مراد ہیں جب مولانا حسینؑ شہید ہوئے تو مولانا علی زین العابدین کم سن تھے۔ آپ کا علم آپ کے "باب" کے پاس باقی رہا۔ یہاں تک کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے امام قائم کیا کسی اور نے آپ کو امام قائم نہیں کیا۔ آپ کے عہد میں کوئی امام نہیں تھا صرف حجتیں تھیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰؑ کو اپنی طرف سے امام قائم کیا عیسیٰ کے زمانے میں صرف حجتیں تھیں۔ سیدنا موصوف کا ارشاد بجنسہٖ حسب ذیل ہے:۔

"واما قول اللہ تعالیٰ" ولما ضرب ابن مریم مثلاً اذا قومک منہ یصدون" فیعنی بھذا علی بن الحسین بن علی۔ ولما قتل الحسین کان علی بن الحسین صغیر السن فبقی علمہ مع بابہ حتی اقام اللہ علی بن الحسین

---

(۱) فصل (۷۰۸)

ہمارے بعض اماموں پر نص بہت پوشیدہ طور پر ہوئی

مولانا جعفر صادقؑ کے بعد جو ائمہ ہوئے ان پر نص کھلّم کھلّا ہونی چاہیئے تھی کیونکہ نص کی غرض و غایت یہی ہے کہ تمام لوگوں کو اس کی اطلاع دی جائے تاکہ کوئی اختلاف ہی پیدا نہ ہو سکے۔ جیسا کہ ابھی معلوم ہو چکا ہے۔ لیکن بعض اماموں پر نص بہت پوشیدہ طور پر ہوئی۔ چنانچہ سیدنا جعفر بن منصور الیمن فرماتے ہیں کہ جب مولانا اسماعیل کی وفات کا وقت قریب آیا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ آپ امر (امامت) کو اپنے فرزند مولانا محمد کے سپرد کریں سو آپ نے اپنے خاص اصحاب و نقباء کے روبرو مولانا محمد پر نص کی۔ ائمۂ مستورین کے عہد میں ایک امام سے دوسرے امام پر جو نص ہوئی ہوگی اس کی پوشیدگی کا اندازہ لگانا نہایت آسان ہے۔ بعض اماموں کی وفات کی خبر مہینوں چھپائی گئی۔ ہم ان کی تاریخ تفصیل سے بیان کر چکے ہیں[1]۔ اگر نص اس طرح پوشیدہ طور پر ہو تو خدا کی حجت کس طرح قائم ہوگی۔ اس میں تو عام لوگوں کے گمراہ ہو جانے کا بڑا احتمال ہے چنانچہ مولانا محمد بن اسماعیل پر نص مخفی طور پر ہونے اور امام موسیٰ کاظم کے حجاب مقرر کیے جانے سے شیعوں کا ایک بڑا گروہ گمراہ ہو گیا جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے[2]۔

بعض اماموں کے عہد میں ایسا ہوا کہ ان کے ولی عہد مقرر کئے گئے چنانچہ مولانا معز کے ولی عہد عبداللہ[3] اور مولانا حاکم کے ولی عہد عبدالرحیم بن الیاس تھے[4] لیکن نص ان پر نہیں کی گئی منصوص دوسرے ہوئے۔ ایسے مواقع پر اگر نص مخفی طور پر ہوئی ہو تو لوگوں کے مغالطے میں پڑ جانے کا اندیشہ ہے۔

(۱) تاریخ فاطمیین مصر (۲) فصل (۷) عنوان "ائمۂ مستورین اور ان کے کفیل" (۳) لما شدت بعبد اللہ عروتہ۔ اعززت منہ مصون العز لم یزل (تبیین المعانی فی شرح دیوان ابن ھانی (للدکتور زاھد علی) ۔ (۴) فصل (۹) عنوان "ہماری تاریخی کتابوں میں سے اہم واقعات کا حذف کر دیا جانا"۔

کو نظر انداز کر دیا ہے۔ اسی لئے اہلِ ظاہر کو ہماری تاویلوں پر نکتہ چینی کرنے کا موقع ملا کس شخص کا ذہن ابنِ مریم سے مولانا علی زین العابدین کی طرف منتقل ہوگا؟

مولانا مستنصر کی بیعت زبردستی لی گئی۔

مولانا ظاہر نے مولانا مستنصر کو جب اپنا ولی عہد مقرر کیا اس وقت مولانا مستنصر کی عمر آٹھ ماہ تھی۔ اس تقریب میں اربابِ دولت کو بہت سے خلعت دیئے گئے اور عوام میں ایک بڑی رقم تقسیم کی گئی یہ مقریزی کی روایت ہے۔[1] سیدنا ادریس تحریر فرماتے ہیں کہ مولانا ظاہر کے انتقال کے بعد آپ کے وزیر جرجرائی نے تمام امراء کو محل میں جمع کیا اور انھیں ایک پردے کے سامنے بیٹھنے کا حکم دے کر ان سے یہ کہا کہ "مولانا ظاہر سخت بیمار ہیں اور اس پردے کے پیچھے سے تمھیں دیکھ رہے ہیں اور تمھاری باتیں سن رہے ہیں۔ آپ نے اپنے بیٹے مستنصر کو اپنا ولی عہد مقرر کیا ہے جیسا کہ تم جانتے ہو پس تم ان سے بیعت کرو" جب بیعت ہو چکی تو وزیر فوج کے افسروں کو تلواریں علم کرنے کا حکم دے کر کہنے لگا کہ امیر المومنین ظاہر کا انتقال ہو چکا ہے۔ پھر اس نے پردہ اٹھایا اور تمام حاضرین نے دوبارہ بیعت کی اور مولانا مستنصر کے سامنے زمین بوسی کر کے آپ کی آستین کو بوسہ دیا۔[2]

مولانا مہدی کا قیام نص کے ذریعے سے ہوا یا نہیں

لوگوں کے لگاتار استفسار کے باوجود نہ مولانا مہدی نے اور نہ ظہور کے کسی امام نے اپنا نسب نامہ ظاہر کیا۔ بلکہ سیدنا قاضی نعمان اور سیدنا مؤید نے تو ائمۂ مستورین کے نام بھی اپنی کسی تصنیف میں نہیں بتائے۔ اس مسئلے پر تفصیل سے بحث کی جا چکی ہے۔ گویا مولانا مہدی نے اپنے قیام کی بنیاد نص پر نہیں بلکہ فتوحات پر رکھی۔ خاص خاص تابعین کو بتانے سے نص کا مفہوم ادا نہیں ہوتا نہ اس کی غرض پوری ہوتی ہے۔ سیدنا حمید الدین کے ارشاد کے مطابق لوگوں میں منافقوں کی تعداد بہت ہوتی ہے۔

---

(۱) مقریزی ۲/۱۶۹ (۲) عیون الاخبار ۶/۳۳۵

اماماً من عنده بغیر امام اقامه ولم یکن فی عصره امام الا الحجة کما اقام عیسیٰ من عنده ولم یکن فی عصر عیسیٰ الا الحجة فاقام الله علی بن الحسین واوحیٰ الی حجته بطاعة الایمان به کما قال "واذ اوحیت الی الحواریین ان آمنوا بی وبرسولی" وکذالک کان امره فی حجة علی بن الحسین فضرب الله عیسی بن مریم مثلاً له......... یعنی انهم قالوا "ائمتنا خیر ام هو فهو صبی" اس بیان پر سیدنا ابراہیم بن الحسین کا یہ حاشیہ ہے۔ فشبه قیامه من تحت ید المستودع له عمه محمد بن الحنفیه کما قام عیسی من تحت الحجة التی هی مریم"[1]

سیدنا خطاب (متوفی ۵۳۳ھ) نے بھی یہی فرمایا ہے کہ جب مولانا حسینؑ شہید ہوئے اس وقت مولانا علی زین العابدینؑ "حد طفولیت" میں تھے۔ اس لئے آپ نے محمد بن الحنفیہ کو مستودع مقرر کیا اور وصیت کی کہ مولانا زین العابدین کے بالغ ہونے کے بعد آپ ان کو امامت سونپیں[2]۔

تبصرہ

داعیانِ مذکور القدر کے بلند پایہ درجوں پر کئی بار تنبیہ کی جا چکی ہے انہوں نے کیوں ایسی روایتیں بیان کیں جو خلافِ واقعہ ہیں؟ مولانا حسین کی شہادت کے وقت آپ کے فرزند مولانا زین العابدین بالغ ہو چکے تھے جس کی تاریخ شاہد ہے۔ کیا ہم ایسے مشہور واقعے سے بھی بے خبر تھے؟ بیانات مذکورہ میں جو اختلاف ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔ تاویل پر تبصرہ کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ جب روایت ہی خلافِ واقعہ ہے تو اس کی تاویل کس طرح درست ہو سکتی ہے۔ عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے کس طرح قائم کیا جب کہ آپ کے "مقیم" مولانا خزیمہ تھے جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے۔ اس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ ہم نے تاویلات بیان کرنے میں واقعات

(۱) کتاب الشواہد والبیان صفحہ (۲۲۱) (۲) غایۃ المولید۔

بن الیاس بن مہدی کے ولی عہد مقرر کئے جانے کی کیفیت گذر چکی ہے۔ حالانکہ یہ مولانا حاکم کے فرزند نہ تھے[1]

دوسری مثال منصوص کے ناص کے زمانے میں وفات پانے کی ہے مولانا اسماعیل مولانا جعفر صادق کی زندگی میں گزر گئے۔ حالانکہ سیدنا قاضی نعمان کے ارشاد کے مطابق کوئی امام، امام نہیں ہو سکتا جب تک کہ ظاہر و باطن دونوں میں اس کے باپ کی نفات دنیا سے نہ ہوئی ہو[2]

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں امامت

سیدنا قاضی نعمان فرماتے ہیں کہ آیۂ کریمہ "فقد آتینا آل ابراھیم الکتاب والحکمۃ وآتیناھم ملکاً عظیماً" کی تفسیر یہ ہے کہ ہم نے آل ابراہیم میں رسل انبیاء اور ائمہ پیدا کئے۔ لوگ آل ابراہیم میں تو اس کا اقرار کرتے ہیں اور آل محمد میں کس طرح انکار کرتے ہیں[3]۔ لیکن اس سے متعلق کلام مجید میں ایک دوسری آیت ہے جو سیدنا نے پیش نہیں کی :-

"واذ ابتلیٰ ابراھیم ربہ بکلمات فاتمھن قال انی جاعلک للناس اماما۔ قال ومن ذریتی قال لاینال عہدی الظالمین[4]"

ترجمہ :- (اے پیغمبر بنی اسرائیل کو وہ وقت یاد دلاؤ) جب ابراہیم کو ان کے پروردگار نے چند باتوں میں آزمایا اور انھوں نے ان کو پورا کر دکھایا (تو خدا نے رضامند ہو کر) فرمایا کہ ہم تم کو لوگوں کا امام (یعنے پیشوا) بنانے والے ہیں۔ (ابراہیم نے) عرض کی اور میری اولاد میں سے؟ فرمایا (ہاں مگر) ہمارے اس اقرار میں وہ داخل نہیں جو برسر ناحق ہوں گے"

ان دو آیتوں کا مقابلہ کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت ابراہیم کی ذریت میں جو برسر ناحق ہوں وہ امامت کے مستحق نہ ہوں گے۔

---

(۱) فصل (۹) عنوان "ہماری تاریخی کتابوں میں سے اہم واقعات کا حذف کر دیا جانا"۔
(۲) فصل (۷) تبصرہ۔ (۳) دعائم الاسلام (باب ولایۃ الائمہ) (۴) القرآن ۲/۱۲۸ -

جو ایک فطری امر ہے۔ اس لئے نص غدیر خم کے واقعے کے مطابق برملا ہونی چاہئے لیکن اکثر اماموں خاص کر مولانا محمد بن اسمٰعیل پر نص بہت پوشیدہ طور پر ہوئی حالانکہ ایسے موقع پر نص کا علی الاعلان ہونا ضروری تھا کیونکہ آپ کے ناصحوں کو امام الزمان ہونے کی حیثیت سے اس امر کا علم ہونا ضروری تھا کہ امام موسیٰ کاظم اپنے دعوے اور تمویہ سے شیعوں کے انبوہِ کثیر کو بہکا کر اپنی طرف کر لیں گے اور مولانا محمد بن اسمٰعیل کی امامت کا حق چھین لیں گے اور ایسا ہی ہوا۔ ہدایت کی ایسی اہم ذمہ داری امام پر عائد ہوتی ہے۔ مخفی مبادکہ باب الابواب سیدنا حمید الدین ارشاد فرماتے ہیں کہ مولانا حاکم حوادثِ آئندہ کی خبر دیتے تھے[1]۔ سیدنا قاضی نعمان کا ارشاد ہے کہ مولانا علی کے وصیت نامے میں بادشاہوں کے نام دنیا کی مدت اور داعیوں کے نام جو قیامت تک آنے والے ہیں لکھے ہوئے تھے۔ کتاب العلم بھی مولانا حسن کو دی گئی تھی[2]۔

وراثت امامت کی منتقلی باپ کے بعد بیٹے میں اور اس کے تباکن نتائج

ہم نے اپنے مذہبی اصول کی تعبیر یہاں سے کی ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی چنانچہ ہم نے یہ اصول مقرر کیا کہ باپ کے بعد بیٹا ہی امامت کا وارث ہو سکتا ہے۔ لیکن واقعات اس کے خلاف نمودار ہوئے اور دیگر اصولوں کی طرح یہ اصل بھی ٹوٹ گئی امام مستقر مولانا ابوطالب کے بعد آپ کے فرزند مولانا علی کا قائم ہونا ضروری تھا لیکن آنحضرت (گو مستودع ہی سہی) مبعوث ہو گئے۔ مولانا حسن کے بعد بجائے آپ کے فرزند کے آپ کے بھائی حسینؑ امامت کے وارث ہوئے اور ہمیں یہ کہنا پڑا کہ آنحضرت صلعم نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے ''لا تجتمع الامامۃ فی الاخوین بعد الحسن والحسین'' نہ معلوم یہ اصل ''صاحب جثہ ابداعیہ'' سے آنحضرت تک اس طویل مدت میں کتنی دفعہ ٹوٹی۔

مولانا حاکم کی غیبت سے سات سال پہلے یعنے ۴۰۴ھ میں عبد الرحیم

---

(۱) المصابیح (ذکر مولانا الحاکم (۲) دعائم الاسلام (کتاب الوصایا)

ملک کو تباہ کر دیں ہدایت کے مقصد اعلیٰ کے منافی ہے جیسا کہ ابھی معلوم ہوگا۔

ہمارے اساتذہ سلیمان اور داؤد کی مثال پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو سلیمان، داؤد کے بیٹے تھے اور ان کی امامت کے وارث بھی ہوئے۔ لیکن ایسے واقعات کبھی کبھی پیش آتے ہیں۔ ہم نے ابھی کہا ہے کہ اگر بیٹا باپ کی طرح لائق ہو تو وہ بدرجۂ اولیٰ اس کا قائم مقام ہوگا۔ لیکن اس طریقۂ کار کو ایک قانون بنا لینا اور اسے "سنۃ اللہ" قرار دینا خلاف فطرت ہے جس کی مثال ہمارے اماموں میں روز روشن کی طرح واضح ہے۔ ہم نے اس نظریہ پر عمل کیا۔ لیکن یہ نظریہ ہماری حکومت کے حق میں تباہ کن ثابت ہوا جیسا کہ "تاریخ فاطمیین" میں بتایا جا چکا ہے۔ یہاں بھی ہم مختصر طور پر بیان کر دیتے ہیں۔ ظہور کے دس اماموں میں پچھلے پانچ امام زادے کم سن تھے۔ بلکہ ان میں تین یعنے مولانا حاکم، مولانا مستنصر اور مولانا آمر تو حد بلوغ کو بھی نہیں پہنچے تھے۔ اس سے امراء اور وزراء نے بے جا فائدہ اٹھایا اور باہمی رقابت اور آپس کے تنازع سے حکومت کو کمزور کر دیا۔ مولانا مستنصر کے عہد میں آپ کی کم سنی کی وجہ سے حکومت میں بدنظمی اس حد تک پہنچی کہ وزارت اور قضاء جیسے اہم عہدوں کا تقرر محل کی بوڑھی بیگمات کے ہاتھوں میں تھا جیسا کہ سید نا مؤید نے خود اپنی "السیرۃ المؤیدیۃ" میں لکھا ہے جو چھپ گئی ہے۔(۱) تقریباً انچالیس ۳۹ وزیروں اور ربیالیس ۴۲ قاضیوں کا تقرر اور برطرفی عمل میں آئی۔ جرمن مستشرق "اوسٹن فلڈٹ" نے ان سب کے نام ان کی تاریخوں کے ساتھ درج کئے ہیں(۲)۔ فاطمیین کے زوال کے اسباب میں سے سب سے اہم سبب امامت کو میراث قرار دینا ہے۔ بیٹا اگر بالغ بھی ہو تو خیر۔ غیر بالغ بیٹا کس طرح حکومت کر سکتا ہے۔ ملحوظ خاطر رہے کہ ہم نے حضرت عیسیٰ کے مہد میں گفتگو کرنے اور دوسرے معجزات کی تاویل کی ہے کیونکہ وہ خلاف فطرت ہیں۔

امام باوجود غیب داں ہونے کے جیسا کہ ابھی معلوم ہو چکا ہے اپنے غیر بالغ بیٹے کا ولی جسے ہم حجاب، مستودع یا کفیل کہتے ہیں مقرر کر کے وفات پاتے ہیں لیکن

---

(۱) ڈاکٹر کامل حسین نے اسے مصر میں شایع کیا ہے۔ (۲) Gesch. der. Fatim. chal.

ذُریت کا لفظ واحد اور جمع دونوں طرح سے کلام مجید میں استعمال کیا گیا ہے اس کے معنی نسل یعنے اولاد کے ہیں جس میں قرابت کے مختلف پہلوؤں کی وجہ سے ایک خاندان کے کئی افراد شریک ہو سکتے ہیں۔ اس میں باپ کے بعد بیٹے ہی کی کوئی خصوصیت نہیں لیکن ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ ابتدائے آفرینش سے لے کر قیامت تک ایک ہی انسان کی نسل میں جن شخص ہم "صاحب جثۂ ابداعیہ" کہتے ہیں باپ کے بعد بیٹے ہی میں امامت کی میراث منتقل ہو گی۔ اس طرز عمل کی کلام مجید میں کوئی ہدایت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی ذریت کے ان افراد کو جو برسر ناحق ہوں گے امامت سے محروم کر دیا ہے۔

آیۂ کریمہ "وجعلها كلمة باقية في عقبه"[1] میں "ها" کی ضمیر کلمۂ توحید کی طرف راجع ہے جو حضرت ابراہیمؑ کے قول "انني براء مما تعبدون" سے متعلق ہے نہ کہ امامت کی طرف جیسا کہ ہمارے بعض اساتذہ کا خیال ہے۔ ذریت، آل اور عقب جیسے الفاظ کے مفہوم میں تو "تابعین" بھی شریک ہو سکتے ہیں جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا ہے:- "ومن تبعني فهو مني" آنحضرت صلعم نے اپنے ارشاد:- "سلمان منا اهل البيت" سے حضرت سلمان کو بھی اہل بیت میں شریک کر لیا۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے اپنی زریں ہدایت "يا ايها الناس انا خلقناكم من ذكر وانثى وجعلناكم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اكرمكم عند الله اتقاكم"[2] سے نسلی امتیاز اور خاندانی حکومت کو ہمیشہ کے لئے مٹا دیا ہے اور یہ اُس کا بنی نوع انسان پر ایک بڑا احسان ہے۔ ہاں اگر کسی حاکم کے بیٹے میں حکومت کی صلاحیت ہو اور وہ کلام مجید کی شرط کے مطابق برسرحق ہو تو وہ بدرجۂ اولیٰ اپنے باپ کا قائم مقام ہو گا۔ لیکن امامت جیسے عظیم الشان عہدے کو جس کا ہمارے عقیدے کے مطابق دین و دنیا سے تعلق ہے غیر بالغ بچوں کے سپرد کرنا جن کے اولیا بد دیانت ثابت ہوں اور اپنی ذاتی اغراض کے حاصل کرنے میں

(۱) القرآن ۴۳/۲۶-۲۵ (۲) القرآن ۴۹/۱۳ -

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے اکثر اماموں کی نص اس معیار پر پوری نہیں اتری اسی وجہ سے ہم شیعوں میں کئی فرقے پیدا ہو گئے۔ تقریباً ہر امام کے زمانے میں ایک نیا فرقہ نکلا جیسا کہ "الملل والنحل" للشہرستانی "الفرق بین الفرق للبغدادی" کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے۔ شہرستانی لکھتا ہے کہ شیعہ نص و توقیف کے قائل ہیں لیکن پھر بھی ان میں اتنے فرقے پیدا ہو گئے جتنے اہل سنت وجماعت وغیرہ میں نہیں[1]۔ اس کی کئی مثالیں گزری ہیں۔ داعیوں کے زمانے میں بھی جو فرقے پیدا ہوئے ان کی تفصیل آئندہ آئے گی۔

معجزوں سے نص کا ثبوت جب مولانا مستعلی نے دیکھا کہ نزار اپنی گمراہی سے باز نہیں آتا تو آپ نے اس کو اور اس کے دوسرے بھائیوں کو جمع کر کے فرمایا کہ امامت کے چند حدود و دلائل ہیں۔ دیکھو یہ ذوالفقار ہے اور یہ زرہ بکتر۔ تم میں سے جو ذوالفقار کو میان سے نکالے اور اس زرہ بکتر کو اٹھائے وہ امام ہے۔ نزار نے کہا یہ تو جسمانی قوت پر منحصر ہے۔ پھر آپ نے شیر کا معجزہ دکھایا جو آپ کے قدموں پر گر پڑا اور نزار بھاگ گئے[2]۔

آخری نص پر اعتبار کبھی امام مصلحت کے طور پر اپنے کئی بیٹوں پر نص کرتا ہے لیکن وہی نص اعتبار کے قابل ہوتی ہے جو آخری ہو۔ چنانچہ ایک روز مولانا عزیز سے آپ کے شیعوں نے پوچھا کہ آپ کے بعد امام کون ہوگا۔ آپ نے اپنے ایک بیٹے کو بلایا اور کہا کہ یہ میری لاٹھی ہے۔ میں اس پر سہارا لگاتا ہوں۔ شیعوں نے کہا "سمعنا واطعنا" دوسرے دن دوسرے بیٹے کو طلب کیا اور کہا کہ یہ میری لاٹھی ہے۔ میں اس پر سہارا لگاتا ہوں۔ اور اس سے اپنی بکریوں پر (درختوں کے) پتے جھاڑتا ہوں۔ شیعوں نے

---

(۱) ان الامامیۃ لم یثبتوا فی تعیین الائمۃ بعد الحسن والحسین وعلی بن الحسین علی رای واحد بل اختلافاتهم اکثر من اختلافات الفرق کلها حتی قال بعضهم ان نیفا وسبعین فرقۃ من الفرق المذکورۃ فی الخبر هو فی الشیعۃ خاصۃ ومن عداهم فهم خارجون عن الامۃ (الملل والنحل صفحہ ۲۷) (۲) زہر المعانی صفحہ ۲۲۴)

یہ ولی بد دیانت ثابت ہوتا ہے اور اس غیر بالغ بیٹے کا حق غصب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مولانا مہدی، امام موسیٰ کاظم اور حافظ الدین اللہ کی مثالیں گزر چکی ہیں۔
ان میں امام موسیٰ کاظم کا واقعہ بہت حیرت ناک ہے جو باوجود صرف ظاہری حجاب مقرر کیئے جانے کے خود امامت کا دعویٰ کر بیٹھے اور شیعوں کی بہت بڑی جماعت کو بہکانے میں کامیابی حاصل کی۔ حافظ کا تقرر بھی کچھ کم نہیں جس نے اسماعیلی دعوت کا تختہ ہی اُلٹ دیا اور سیدنا ادریس کے ارشاد کے مطابق منافق ثابت ہوا۔ مولانا مہدی کے خلاف اگر ان کے ولی سعید الخیر کامیاب ہو جاتے تو ہمارے اماموں کا ظہور نہ معلوم کب تک رک جاتا۔ ملحوظ خاطر رہے کہ بعض اماموں کے اولیاء کا پتہ نہیں چلتا۔
علاوہ اس کے ہم نے دیکھا ہے کہ ایک امام اپنے بیٹے کو منصوص یعنی نامزد کر کے وفات پاتے ہیں لیکن ان کے بعد ان کے دوسرے بیٹے امامت کے دعویدار بن جاتے ہیں چنانچہ سیدنا ادریس کے ارشاد کے مطابق مولانا جعفر صادق کے چاروں فرزندوں نے امامت کا دعویٰ کیا جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ مولانا مستنصر کے دونوں فرزندوں مولانا مستعلی اور مولانا نزار کے درمیان امامت پر جھگڑا ہوا جو فاطمیین کے زوال کا باعث ہوا اور جس کی وجہ سے اماموں کو تقریباً ایک ہزار آٹھ سو سال غائب ہونا پڑا۔

باوجود نص کے ہم شیعوں میں مختلف فرقوں کی کثرت

نص ہمارے مذہب کی بنیاد ہے ہمارا مذہب اسی پر قائم ہے۔ اس کے بغیر نہ کسی رسول کی رسالت اور نہ کسی امام کی امامت اور نہ کسی داعی کی دعوت درست ہو سکتی ہے۔ اس سے ہمارے دین کے تمام ارکان نماز، روزہ وغیرہ متعلق ہیں یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں جب اس کو ایسی اہمیت حاصل ہے تو اس کا ظہور، اس کی وضاحت، اور اس کی شہرت کس درجہ ہونی چاہیئے۔ اس میں کسی قسم کی رازداری اور خفیہ کارروائی نہ ہونی چاہیئے[1]

(۱) اسی وجہ سے ابن خلدون کہتا ہے کہ اگر امامت امر دین ہوتی تو اس کی شہرت نماز کی سی ہوتی (مقدمہ)

آپ نے فرمایا قتل النفس میں اللہ تعالیٰ نے دو گواہ مقرر کئے ہیں اور زنا میں چار۔ اگر قیاس جائز ہوتا تو قتل میں چار گواہوں کی ضرورت ہوتی۔ پھر آپ نے فرمایا کونسا عمل خدا کے پاس زیادہ بڑا ہے۔ نماز یا روزہ۔ اس نے کہا نماز۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حیض والی عورت کو روزے قضا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور نماز قضا پڑھنے کے لئے نہیں فرمایا۔ اگر قیاس پر عمل ہوتا تو حیض والی عورت پر نماز کا قضا پڑھنا واجب ہوتا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ اے نعمان! خدا سے ڈرو اور قیاس نہ کرو۔

تبصرہ

روایت مذکورۂ بالا تین معتبر اور مستند کتابوں میں وارد ہوئی ہے[1]۔ لیکن اگر ہم غور سے دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ موضوعہ روایتوں میں شامل ہے۔ مولانا جعفر صادق نے ایسے لغو سوالات کبھی نہیں کئے ہوں گے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ نماز روزہ سے کیا بلکہ ہر عبادت سے افضل ہے۔ خود ہماری فقہ کی کتابوں میں متعدد روایتیں آئی ہیں مثلاً "خیر اعمالکم الصلوٰۃ وما اعرف شیئاً بعد المعرفۃ باللہ افضل من الصلوٰۃ وھی اول ماینظر اللہ فیہ من عمل ابن آدم فان صحت نظر فی باقی عملہ وان لم تصح لم ینظر فی عمل" وغیرہ حیض والی عورت کے نماز قضا نہ پڑھنے اور روزہ قضا کرنے سے یہ بات ہرگز لازم

(۱) (ا) سیدنا قاضی نعمان (دعائم الاسلام الجزء الاول۔ ذکر من یجب ان یوخذ منہ العلم) (ب) سیدنا قاضی نعمان (اختلاف اصول المذاہب صفحہ ۲۰۳) (ج) سیدنا مؤید (السیرۃ المؤیدیہ صفحہ ۳۴) ہمارے اثنا عشری بھائیوں کے پاس بھی قیاس جائز نہیں:۔ "عن ابی عبداللہ ع انہ قال ان السنۃ لا تقاس الا تری ان المرأۃ تقضی صومھا ولا تقضی صلوٰتھا والسنۃ اذ قیست محقت دخل ابو حنیفۃ علی ابی عبداللہ فقال لہ یا ابا حنیفۃ بلغنی انک تقیس قال نعم قال لا تقس فان اول من قاس ابلیس قال خلقتنی من نار و خلقتہ من طین۔" (اصول الکافی للاثنا عشریۃ)

کہا "سمعنا و اطعنا"، تیسرے دن تیسرے بیٹے کو حاضر کروایا اور کہا یہ میری لاٹھی ہے۔ میں اس پر سہارا لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں پر (درختوں کے) پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میری اور بھی اغراض ہیں۔ شیعہ آپ سے رخصت ہوئے اور اس بیٹے کی امامت میں انھوں نے شک نہیں کیا۔[1]

(ب) شرعی احکام کی نص (نص اور قیاس)

حکم قیاس پر جائز نہیں مولانا جعفر صادق اور ابوحنیفہ کے درمیان قیاس پر گفتگو

فتوی دینے میں قیاس جائز نہ ہونے کے متعلق یہ روایت ہے کہ مولانا جعفر صادق نے ایک دفعہ ابوحنیفہ سے پوچھا تم کس طرح فتوی دیتے ہو اس نے کہا اللہ تعالی کی کتاب سے۔ اللہ تع کی کتاب میں جو چیز نہیں پاتا اسے میں سنت رسول میں ڈھونڈھتا ہوں۔ کتاب اللہ اور سنتِ رسول میں جو چیز نہیں پائی جاتی اس میں اس حکم پر قیاس کرتا ہوں جو ان دونوں میں سے کسی ایک میں پایا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا تو ہلاک ہو۔ سب سے پہلے جس نے قیاس سے کام لیا وہ ابلیس ہے اسی وجہ سے اس نے خطا کی۔ جب اللہ تع نے اسے حضرت آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو اس نے کہا میں آدم سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اُسے مٹی سے بنایا۔ ابلیس نے آگ اور مٹی کے درمیان قیاس کیا اور یہ سمجھا کہ آگ مٹی سے اشرف ہے۔ پھر مولانا جعفر صادق نے ابوحنیفہ سے پوچھا منی اور پیشاب میں کون زیادہ پاک ہے۔ ابوحنیفہ نے کہا منی۔ آپ نے فرمایا کہ پیشاب کے نکلنے سے وضو واجب ہوتا ہے اور منی کے نکلنے سے غسل۔ اگر قیاس جائز ہوتا تو پیشاب میں غسل واجب ہوتا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ خدا کے ہاں کونسا گناہ زیادہ بڑا ہے۔ زنا یا قتل نفس۔ اس نے کہا قتل النفس

(۱) الهداية الآمرية في ابطال دعوى النزارية (صفحه ۲۶)

ابوحنیفہ: اس اعتبار سے حائضہ پر نماز کی قضا واجب ہونی چاہیئے نہ روزے کی۔ حالانکہ میں روزے ہی کی قضا کا فتویٰ دیتا ہوں۔

مولانا باقر اس قدر خوش ہوئے کہ اٹھ کر ان کی پیشانی چوم لی۔ ابوحنیفہ ایک مدت تک استفادے کی غرض سے امام کی خدمت میں حاضر رہے اور فقہ وحدیث کی بہت سی نادر باتیں حاصل کیں شیعہ اور سنی دونوں نے مانا ہے کہ ابوحنیفہ کی معلومات کا بڑا ذخیرہ حضرت ممدوح کا فیض صحبت تھا۔ انھوں نے آپ کے فرزند رشید مولانا جعفر صادق کی فیض صحبت سے بھی بہت کچھ فائدہ اٹھایا جس کا ذکر عام طور سے تاریخوں میں پایا جاتا ہے۔

قیاس کے عدم جواز اور ہر امر میں نص کی ضرورت پر اس زمانے میں ہم کس طرح عمل کر سکتے ہیں کیونکہ ہمارے پاس نہ تو امام معصوم موجود ہے۔ نہ داعی مطلق جیسا کہ ہم اس سے پہلے تفصیل سے بتا چکے ہیں نئے نئے مسائل تو سیدنا حمید الدین کے ارشاد کے مطابق پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اب ہمیں مجبوراً قیاس پر عمل کرنا پڑے گا جو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ داعی مطلق اگر موجود بھی ہوں تو ان کا وجود کافی نہیں ہے کیونکہ انھیں عصمت حاصل نہیں۔ اگر وہ معصوم قرار دئے جائیں تو امام سے استغناء لازم آئے گا جس کا اعتقاد کفر ہے جیسا کہ سیدنا حمید الدین نے فرمایا ہے۔ اور جس کی طرف ہم توجہ دلا چکے ہیں[1]۔ داعی مطلق کو کالمعصوم ماننے سے ان کا اقتدار اور بھی گھٹ جاتا ہے۔ اور وہ ہماری دعوت کے اصول سے فتویٰ جاری نہیں کر سکتے کیونکہ مفتی کے لئے عصمت کی ضرورت ہے تاکہ اس سے کوئی غلطی نہ ہوسکے جیسا کہ سیدنا حمید الدین فرماتے ہیں[2]۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم احکام کے دریافت کرنے میں مولانا طیب کے بعد کونسے امام کی طرف رجوع کریں، جو آنحضرت صلعم کی قائم مقامی کر سکے۔ اور جس کے اور آنحضرت کے درمیان سوائے رسالت کے کوئی فرق نہ ہو سیدنا

ان حضرات کے عقیدے کے مطابق (اتقاء و الہام) کی ... ۱۲۴-۱۲۶

---

(۱) فصل ۱۲ (تبصرہ عنوان "امام سے استغناء نہیں ہو سکتا۔ استغناء کا اعتقاد کفر ہے")۔
(۲) فصل ۱۲ (عنوان "امام کے لئے عصمت کا ہونا ضروری ہے")۔

نہیں آتی کہ روزہ نماز سے افضل ہو جائے۔ ہر صاحب عقل و فہم جانتا ہے کہ اگر کسی شئے کے متعلق کوئی خاص وجہ سے ایک حکم دیا گیا ہو تو وہ شئے دوسری شئے سے ہر حیثیت میں نہیں بڑھ جاتی۔ افضلیت کے لئے ہر پہلو کو دیکھنا پڑے گا۔ یہ ایک ایسا بدیہی مسئلہ ہے کہ اُسے ہر شخص جانتا ہے۔ شاید اسی وجہ سے "کتاب اختلاف اصول المذاہب" میں اس روایت سے نماز اور روزے کا مقابلہ حذف کر دیا گیا ہے۔ مولانا جعفر صادق جیسے جلیل القدر عظیم الشان امام نے ہرگز ایسا نہ کہا ہوگا۔ زنا میں چار گواہو کی ضرورت اس وجہ سے ہوئی کہ کہیں کوئی مرد و عورت کو باہم دیکھ کر زنا کی تہمت نہ لگا دے۔ اسی وجہ سے اس کے مشاہدے میں "کالمیل فی المکحلۃ" کی قید بھی لگائی گئی ہے۔ یہاں اس بات کی طرف توجہ دلانی ضروری ہے کہ ہم اپنی تاویل ثابت کرنے کے لئے اہلِ ظاہر سے ایسے سوالات کرتے تھے جیسا کہ ہم اس سے پہلے اخوان الصفاء کے رسائل کی ایک نظم کے ذریعے پیش کر چکے ہیں۔

اہلِ ظاہر کی بعض کتابوں میں مذکورۂ بالا روایت اس طرح ہے:۔

ابوحنیفہ دوسری بار مدینہ گئے تو مولانا محمد باقر کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کے ایک ساتھی نے پہچنوایا کہ یہ ابوحنیفہ ہیں۔ آپ نے ابوحنیفہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "تم ہی قیاس کی بناء پر ہمارے دادا کی حدیثوں سے مخالفت کرتے ہو" ابوحنیفہ نے نہایت ادب سے کہا کہ "عیاذاً باللہ" حدیث کی کون مخالفت کر سکتا ہے۔ آپ تشریف رکھیں تو کچھ عرض کروں۔ پھر حسب ذیل گفتگو ہوئی:۔

ابوحنیفہ: مرد ضعیف ہے یا عورت؟

مولانا باقر: عورت۔

ابوحنیفہ: وراثت میں مرد کا حصّہ زیادہ ہے یا عورت کا؟

مولانا باقر: مرد کا۔

ابوحنیفہ: میں قیاس لگاتا تو کہتا کہ عورت کو زیادہ حصہ دیا جائے کیونکہ ضعیف کو ظاہر قیاس کی بناء پر زیادہ ملنا چاہیئے۔ پھر پوچھا نماز افضل ہے یا روزہ؟

مولانا باقر: نماز۔

فصل (۱۴)

ہمارے مخصوص مذہبی علوم (تاویل اور حقیقت)
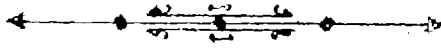
تاویل

جن علوم پر ہم ناز کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا بھر میں ہمیں انھیں جانتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس نعمت سے ہمیں کو مخصوص کیا ہے وہ علم تاویل اور علم حقیقت ہیں کتاب الافتخار کی تصنیف کا یہی سبب ہے جو اس کے نام سے ظاہر ہے۔ اس کے مصنف سیدنا یعقوب سجستانی نے بار بار ہر بحث کے دوران میں یہ کہا ہے کہ ہم اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ ہمارے ہی علوم و معارف سچے ہیں اور ہمارے ہی عقائد درست ہیں۔ یہاں پہلے ہم تاویل کی حقیقت بیان کرکے اس کے ہر پہلو پر روشنی ڈالیں گے۔ پھر علم حقیقت کی طرف متوجہ ہوں گے۔

تاویل کی حقیقت

اس سے پہلے ہم کہہ چکے ہیں کہ ہر دور میں تنزیل یا شریعت کے ظاہر کے لئے ایک نبی ہوتا ہے۔ جو شریعت کے اوضاع مثلاً طہارت نماز وغیرہ سکھاتا ہے۔ اس نبی کو اس کے وصی کے مقابلے میں جس کا نام صامت ہے ناطق کہتے ہیں۔ یہ اپنے خاص پیروؤں میں سے ایک شخص کو اپنا وصی مقرر کرتا ہے جسے وہ شریعت کے باطن پر

نعمان بن محمد اپنی کتاب "اختلاف اصول المذاہب" میں فرماتے ہیں کہ جو حکم ہمیں خدا کی کتاب اور رسول کی سنت میں نہیں ملتا ہم اس کے متعلق مولانا معز سے پوچھتے ہیں۔ کبھی قیاس نہیں کرتے جب خود سیدنا قاضی نعمان اس طرح فرماتے ہیں تو دعاۃ مطلقین جن کا درجہ سیدنا موصوف سے بہت نیچا ہے کس طرح فتوی دے سکتے ہیں
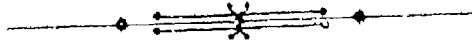
تاویل کا علم خاص اولیاء کو بتایا جاتا ہے۔ دوسروں کو نہیں[1]۔ تاویل اللہ تعالیٰ کا وہ علم ہے جو مخزون ہے[2]۔ تاویل اہل بیت کا معجزہ ہے[3]۔

فنحن ان قال لنا من انکرہ　　بمثل ما صدقتم ما ذکرہ
من انہ کان دعی المھدی　　قلنا بما قد صدق النبیّ
لانہ قد جاء بالتنزیل　　وجاء ھذا بعد بالتاویل
فکان ذالک معجزاً الناطق　　وکان ھذا معجز اللصّادق
فجاءنا بمعجز التّاویل　　لہ وللتوراۃ والانجیل[4]

ظاہر ایک خواب ہے اور تاویل اس کی تعبیر ہے[5]۔ باطن کا ارتباط اعمال سے نہیں ہے[5]۔ وہ صرف ایک روحانی علم ہے جو عمل اور تکلیف کے بغیر ہے تاویل صورت ہے اور تنزیل مادّہ ہے۔ تاویل پھل ہے اور تنزیل چھلکا ہے تاویل کے مقابلے میں ظاہر میں اختلاف تناقض اور ٹیڑھا پن ہے۔ ظاہر علم کثیف ہے ظاہر محض تقلید ہے جس میں کوئی دلیل نہیں۔ اہل ظاہر اہل کفر بلکہ اہل شرک ہیں[7]۔ آیۂ کریمہ "یا اھل الکتاب لستم علی شیئ حتی تقیموا التوراۃ والانجیل" میں تورات سے ظاہر اور انجیل سے باطن مراد ہے[8]۔ آیۂ کریمہ "ما یود الذین کفروا من اھل الکتاب ولا المشرکین ان ینزل علیکم خیر من ربکم" اہل کتاب سے مراد وہ لوگ ہیں جو وصی کو تو مانتے ہیں لیکن تاویل کو جو وصی سے مخصوص ہے نہیں مانتے۔ اور مشرکین سے اشارہ ان لوگوں کی طرف ہے جو وصی ہی کی ولایت کا اعتراف نہیں کرتے[9]۔

تاویل کی چند مثالیں

تاویل کے معنی اول کی طرف رجوع کرنے کے ہیں۔

(۱) تاویل الزکوٰۃ لسیدنا جعفر (۲) اساس التاویل (۳) المجالس المویدیہ (۴) الارجوزۃ المختارۃ (ذکر الدلائل علی امامۃ المھدی القائم) (۵) مولانا المعز تاویل الشریعۃ صفحہ ۱۰۵) (۶) اساس التاویل (۷) المجالس المویدیہ ۲/۸۴ (۸) اساس التاویل قصۂ آدم صفحہ ۱۱۶ (۹) المجالس المویدیہ ۲/۸۸ -

جسے تاویل کہتے ہیں آگاہ کرتا ہے۔ یہ تقرر خدا کی طرف سے ہوتا ہے یعنی نبی کو خدا حکم دیتا ہے کہ تم فلاں شخص ہی کو باطنی شریعت کی تعلیم کے لئے اپنا وصی مقرر کرو۔ اُسے صامت، اساس اور سوس بھی کہتے ہیں۔ صامت کے معنی خاموش رہنے والے کے ہیں۔ یہ ظاہری شریعت سے خاموش رہتا ہے یعنی اسے نہیں بیان کرتا۔[1] اساس کے معنی پایہ اور سوس کے معنی جڑ کے ہیں چونکہ یہ ظاہری شریعت کا پایہ اور اس کی جڑ ہوتا ہے اس لئے اسے اساس اور سوس بھی کہتے ہیں۔ اس کا فرض ہے کہ نبی کے ماننے والوں میں سے جنھیں مستحق سمجھے ان سے عہد و پیمان لے کر ان کو ظاہری شریعت کے اسرار سے آگاہ کرے۔ ناطق کا پورا علم اس کی وفات کے وقت اساس کی طرف منتقل ہوتا ہے۔[2] کل ادوار سات ہوتے ہیں چھٹا دور آنحضرت صلعم کا اور ساتواں دور مولانا محمد بن اسمٰعیل کا ہے۔ آنحضرت صلعم نے ظاہری شریعت وضع کی۔ اس کے باطن یا تاویل کے لئے مولانا علی کو خدا کے حکم سے وصی بنایا تاکہ آپ تاویل کا کام انجام دیں۔ آپ رسول ناطق کے مقابلے میں وصی صامت کہے جاتے ہیں۔

تاویل کا مقابلہ ظاہر سے۔

تاویل کے دوسرے نام باطن، رمز، ممثول، حقیقت، حکمت اور سر وغیرہ ہیں۔ اس لحاظ سے ظاہر کو مرموز یا مثل کہتے ہیں۔[3] تاویل اللہ تعالیٰ اور راسخون فی العلم ہی جانتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "لایعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون آمنّا بہ"۔ ان سے وہ ائمہ مراد ہیں جو اہل بیت سے ہیں۔ آیۂ کریمہ "واتینا ابراھیم الکتاب والحکمۃ" میں حکمت سے تاویل مراد ہے۔[4]

---

(۱) الناطق فی عصر الرسولۃ ھو الرسول والصامت اساس شریعتہ وصاحب تاویلہ فالرسول ینطق بالظاھر والاساس صامت عنہ مود للباطن عن اثبات الرسول ایاہ فیہ کاثبات القلم فی اللوح (اساس التاویل) (۲) تاویل الدعائم۔ ذکر زکوٰۃ الذھب والفضہ (۳) اخوان الصفا ۴ تاویل الشریعۃ لمولانا المعز (۴) المجالس المویدیہ ۹ج۔

نماز آنحضرت صلعم پر اور عصر کی نماز مولانا علیؑ پر مثل ہے۔ یا دوسرے الفاظ میں اس طرح کہا جاتا ہے کہ آنحضرتؐ نماز ظہر کے اور مولانا علیؑ نماز عصر کے ممثول ہیں۔ گویا تمام اوضاعِ شریعت امثال ہیں اور دعوت کے حدود ان کے ممثولات یا ممثلات ہیں عام طور پر ممثولات کا استعمال زیادہ ہے۔

تاویل میں اختلاف اور اس کے اسباب

تاویل میں یکسانی ضروری نہیں اسی وجہ سے اس میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے مختلف علماء، مختلف تاویلیں کرتے ہیں بلکہ ایک ہی عالم ایک ہی مسئلہ کی الگ الگ وجوہات سے مختلف تاویلیں کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ اس کے استاذ نے اس بات کی اجازت دی ہو۔ اس کی تائید میں ایک روایت مولانا جعفر صادقؑ سے نقل کی جاتی ہے۔ آپ نے ایک دفعہ ایک مسئلہ کی تاویل بیان فرمائی۔ دوسرے موقع پر کچھ اور تاویل سنائی۔ جو پہلی تاویل سے الگ تھی سائل نے اس کا سبب پوچھا۔ آپ نے جواب دیا کہ تاویل کی وجوہات ستر ہو سکتی ہیں[1]۔ مختصر یہ کہ دعوت کے اصول اور اس کے حدود (ارکان) کے مراتب کو قائم رکھ کر اگر مختلف تاویلیں بیان کی جائیں تو کوئی حرج نہیں۔ مثلاً سیدھے اور بائیں ہاتھ دھونے کی تاویل نبی اور وصی کی طاعت ہے۔ اسی طرح اس کی تاویل امام اور حجت کی طاعت بھی ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ ہم آئندہ تختے میں واضح کریں گے کبھی رات کی تاویل باطن، اور دن کی تاویل ظاہر اور کبھی اس کا برعکس ہو سکتا ہے[2]۔ تاویل وقت اور امکان کے لحاظ سے ظاہر کی جاتی ہے[3]۔

(۱) عربی میں سات یا ستر کا اطلاق کثرت پر دلالت کرتا ہے (اساس التاویل صفحہ ۸)
(۲) (الف) ان العبارات فی اداء معانی التاویل مختلفۃ والمعانی علی تباین الفاظها متسقۃ وکل ذلک کان شاف مالم یرفع حد فوق حدہ ولم یوضع آخر دون حدہ وقد یکون تاویل ابین من تاویل واوضح علی قدر صفاء جوهر المأول وقوته فی العلم والاستنباط فانها بضیائه دلیل علی الاساس وتاویله وبه یکون زوال الشکوک فهو ادنی من ان یکون

(بقیہ صفحہ آئندہ)

یعنے اصل اور ابتداء میں دعوت کی ایک حد (رکن) یا قاعدہ ہے جو باطن ہے مثلاً امام یا اس کی اطاعت۔ اس کی طرف اشارہ کرنے یا اس کے سمجھانے کے لئے فلاں وضع ظاہری شریعت میں مقرر کی گئی ہے تمام ظاہری اوضاع کے اشارے خواہ وہ نماز یا روزہ یا عبادت کے کسی اور صیغہ سے متعلق ہوں حدودِ دعوت یا ان کے اقرار یا ان کی اطاعت یا قواعد وضوابط کی طرف ہیں۔ ہم یہاں چند مثالیں درج کرتے ہیں جو کتاب الشریعۃ من کلام الامام المعز، اساس التاویل اور تاویل الدعائم کی ابتداء میں بیان کی گئی ہیں مثلاً:-

(۱) دعوت کے روحانی حدود، عقلِ اول، عقلِ ثانی اور دوسرے سات عقول ہیں۔ ان کے مقابلے میں جسمانی حدود ناطق، اساس اور سات ائمہ ہیں جن کی بارہ حجتیں ہوتی ہیں۔ بندوں پر ان کا اقرار یا ان کی اطاعت فرض کرنے کے لئے کلمۂ طیبہ "لا الٰہ الا اللہ" وضع کیا گیا۔ ہر بندہ پر فرض ہے کہ وہ کلمۂ طیبہ کے باطن کو سمجھے کیونکہ ان کے الفاظ اور حروف میں تمام روحانی حدود اور جسمانی حدود بلکہ تمام فرائض پنہاں ہیں۔ جو شخص انھیں نہ جانے گا اس کی شہادت خدا کے پاس مقبول نہ ہوگی۔ وہ اسے رد کردے گا۔ جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا[1]۔

(۲) دعوت کے بارہ آداب ہیں ان پر دلالت کرنے کے لئے بیت الخلاء کے بارہ آداب مرتب کئے گئے ہیں جن کی تفصیل آگے آئے گی[2]۔ ان پر دلالت کرنے کے لئے دوسرے اوضاع بھی ہوسکتے ہیں۔

(۳) امام اور حجت کا اقرار کرنا ضروری ہے اس پر دلالت کرنے کے لئے وضو میں کلی کرنے ناک میں پانی لینے کی ہدایت کی گئی ہے کیونکہ منہ امام اور ناک حجت پر مثل ہے۔ اس کے علاوہ امام اور حجت پر دلالت کرنے کے لئے متعدد اوضاع ہیں

(حاشیہ: منہ امام)

تاویل کی ایک خاص اصطلاح یعنے مثل وممثول۔

جہاں کہیں تاویل کا بیان ہے وہاں ایسا ہی کہا گیا ہے کہ فلاں وضع شریعت دعوت کے فلاں حد پر مثل ہے مثلاً ظہر کی

(۱) فصل (۱۵) (۲) فصل (۱۵)۔

فصل (۱۵)

شرائع انبیاء کی تاویلیں

ذیل میں کلمۂ طیبہ اور دیگر انبیاء کے اصول کی مختلف تاویلیں بیان کی جائیں گی پھر احداث، بیت الخلاء کے آداب، وضو، نماز وغیرہ کی تاویلیں درج کی جائیں گی:-

( ) کلمۂ طیبہ یعنی لا الہ الا اللہ کی مختلف تاویلیں:-

"لا الٰہ الا اللہ" تاویلہ لا امام الا امام الزمان[1] - اسم اللہ فی التاویل ولی الزمان الذی یعرف الناس بہ۔ لو کان فیھما آلھۃ الا اللہ لفسدتا یعنی بہ الامام[2] - ولن نشرک بربنا احدا ای لا نشرک معہ (ای مع علی) احدا فی منزلتہ[3] واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا اشارۃ الی الامام علیہ السلام لانہ ھو باری البرایا تبارک اللہ تعالیٰ عن ان یکون لہ تشبیہ والشریک لکنہ ھو القائم عن اللہ وداعی الخلق الی عبادتہ[4] - ایسی اور مثالوں کے لئے ملاحظہ ہو فصل (۱) عنوان "عقل اول یا عقل عاشر یا امام الزمان کا خدا کے اوصاف سے موصوف ہونا"۔

(۱) تاویل الشریعۃ من کلام الامام مولانا المعز (صفحہ ۴) (۲) تاویل الزکوٰۃ لسیدنا جعفر بن منصور الیمن ورق ۷۱۳ - (۳) تاویل الزکوٰۃ لسیدنا جعفر بن منصور الیمن صفحہ ۱۵۸ - (۴) تاویل سورۃ النساء لسیدنا جعفر بن منصور الیمن صفحہ ۴ -

کلام مجید میں آیات کی تاویل کا ذکر

هو الذی انزل علیك الكتاب منه آیات محکمات هن ام الكتاب واخر متشابهات فاما الذین فی قلوبهم زیغ فیتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تاویله وما یعلم تاویله الا الله والراسخون فی العلم یقولون آمنا به[1]۔

اہل ظاہر کا ترجمہ:۔ وہی (ذات پاک) ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری جس میں سے بعض آیتیں پکی (یعنے صاف وصریح) ہیں کہ وہی اصل کتاب ہیں اور (بعض) دوسری مبہم (کہ ان کے معنوں میں کئی پہلو نکل سکتے ہیں) تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ تو قرآن کی ان ہی مبہم آیتوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں تاکہ فساد پیدا کریں اور ان کے اصل مطلب کی ٹوہ لگائیں حالانکہ اللہ کے سوا ان کا اصلی مطلب کسی کو معلوم نہیں اور جو لوگ علم میں بڑی پایگاہ رکھتے ہیں وہ تو اتنا ہی کہہ کر رہ جاتے ہیں کہ اس پر ہمارا ایمان ہے۔

ہمارا ترجمہ:۔...... حالانکہ اللہ اور جو لوگ علم میں بڑی پایگاہ رکھتے ہیں اُن کے سوا ان کا مطلب کسی کو معلوم نہیں ... الخ راسخون فی العلم سے ہماری مراد ائمۂ معصومین ہیں اللہ کے ساتھ یہ حضرات بھی تاویل جانتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) النهار علی الظاهر الذی کله رموز مظلمة (الرسالة الحاویة فی اللیل والنهار من ثلث عشرة رسالة لسیدنا حمید الدین) وجملة القول ان کل تاویل یودی الی تحلیل ما حرمه الله او تحریم ما احله الله او تغییر مراتب حد ودین الله او یکون تمیضة علی الشریعة وداعیا الی ترك العمل بها فهو تاویل فاسد (الفصل الثالث والعشرون من الباب الثانی من کتاب الریاض صفحه ۲۰۸) (ب) تاویلاتهم فی نهایة الاختلاف لانها علی غیر اصل معلوم بل هی عوارض خواطر ردیة وسوانح افکار فاسدة وعنه تشیر الی جهل تکشف لذوی البصیرة انهم ابعد الناس عن الصواب کتاب تاویل الشریعة ...... تاویل دعائم الاسلام (قواعد آل محمد ن الباطنیه لمحمد بن حسن الیمانی ۵۰۵)
(ج) فقد کشفنا من ذلك ما اوجبه الوقت وشرحنا منه ما امکن شرحه (سرائر النطقاء صفحه ۸۲ لسیدنا جعفر بن منصور الیمن) (۱) قرآن ۳/۵

کرتی ہے۔ اس میں ایسی دلیلیں ہیں جو راہ راست پر پہنچاتی ہیں (۱)۔ اس کتاب کا حوالہ کتاب الریاض اور کتاب راحۃ العقل میں بھی ہے۔

(ب) تاویل سیدنا قاضی نعمان

ظاھر یا مثل	تاویل یا باطن یا ممثول اور اس کی وجوہات و کیفیت وغیرہ
(۱) دو فصول (۱) لا الہ (نفی) (۲) الا اللہ (اثبات)	حد سفلی و حد علوی۔ لوح و قلم۔ صامت و ناطق۔ جسم و روح۔ زندہ و مردہ۔ کثیف و لطیف۔ ثقیل و خفیف (اس لئے کہ اس میں نفی ہے اور نفی ادنیٰ ہے اثبات کے مقابلے میں)
(ب) تین حروف (ج) چار کلمات	ان کی تاویل نہیں بیان کی گئی۔ صرف یہ کہا گیا کہ ان تین حروف سے کلمہ مرکب ہے۔
(۱) لا	حد متصل یا علی حدود سفلیہ
(۲) الہ	اعلیٰ در حدود سفلیہ
(۳) الا	حد متصل یا علی حدود علویہ
(۴) اللہ	اعلیٰ در حدود علویہ (اس لئے کہ ایک کلمہ دوسرے کلمہ سے متصل ہے)
(د) سات فصول (۱) لا (۲) ا (۳) لہ (۴) ا (۵) لا (۶) ا (۷) اللہ	سات نطقاء۔ سات ائمہ۔ سات اقلیم سات آسمان۔ سات زمینیں۔ سات سیارے۔ انسان کے سات اجزاء (بال جلد۔ گوشت خون۔ ہڈی۔ رگیں) انسان کے منہ میں سات منافذ۔ انسان کا طول سات

(بقیہ حاشیہ برصفحہ آئندہ)

(۱) تاویل الشریعۃ من کلام الامام المعز صفحہ ۳-۴۔

(۱) (ا) تاویل مولانا مُعز[1]

ظاھــــر یا مثل	تاویل یا باطن یا ممثول اور اس کے وجوہات و کیفیت وغیرہ
(ا) تین حــــروف (۱) ل (۲) ا (۳) ہ	عقل نفس ۔ ذاالک ۔ ان تین حروف سے "لا الہ الا اللہ" مرکب ہے ۔ یہ تین جواہر ہیں ان پر کوئی نقطہ دلالت نہیں کرتا ۔ نہ ان کی طرف کوئی علامت اشارہ کرتی ہے ۔
(ب) دو اقسام (۱) لا الہ (نفی) (۲) الا اللہ (اثبات)	جسم و روح ۔ غیر آبادی و آبادی ۔ فلک منطقی فلک مرتفع ۔
(ج) چار اقسام یا کلمات (۱) لا (۲) الہ (۳) الا (۴) اللہ	چار طبائع :۔ حرارت ۔ یبوست ۔ برودت ۔ رطوبت چار جہات :۔ مشرق ۔ مغرب ۔ شمال جنوب چار اوتاد ۔
(د) سات فصول (۱) لا (۲) ا (۳) لہ (۴) ا (۵) لا (۶) ا (۷) اللہ ۔	سات اعضاء انسان ۔ سات اقلیم سات افلاک جن میں سات سیارے ہیں ۔
(ھ) بارہ حــــروف لا ۔ الہ ۔ الا ۔ اللہ (حسب مخطوطہ)	بارہ اعضاء جارحہ (ان کی تفصیل سیدنا مؤید کی تاویل سے معلوم ہو گی جو آئندہ تختہ میں درج ہے) ۔ بارہ بروج ۔ زمین کے بارہ جزائر ۔

ہمارے اثنا عشری بھائی کہتے ہیں کہ بارہ حروف بارہ ائمہ پر دلالت کرتے ہیں ۔

(۱) یہ "تاویل الشریعۃ" کی تاویل ہے جو خود مولانا معز کی تصنیف ہے ۔ اس کی ابتدا میں آپ فرماتے ہیں کہ اس کتاب میں جو تاویل بیان کی گئی ہے وہ شکوک و حیرت کو دور

(ج) چار کلمات (۱) لا (۲) اِلٰہ (۳) الا (۴) اللہ	حرارت یبوست ۔ برودت ۔ رطوبت ۔ (عالم سماء) تراب ۔ معادن ۔ نباتات حیوانات ۔ (عالم ارض) صفراء ۔ سوداء بلغم ۔ دم (عالم انسان) شتاء صیف ربیع ۔ خریف (عالم ایام) جنت کی چار نہریں (عالم دین)
(د) سات مقاطع (۱) لا (۲) اِ (۳) لٰہ (۴) اِ (۵) لا (۶) اِ (۷) اللہ	سات سیارے (عالم سماء) ۔ سات آسمان (عالم سماء) سات اقالیم (عالم ارض) سات اعضاء رئیسہ :۔ دو ہاتھ ۔ دو پاؤں پیٹھ ۔ پیٹ ۔ سر ۔ (عالم انسان) سات ایام (عالم ایام) سات موٹی گائیں ۔ سات دبلی گائیں (عالم دین)
(ھ) بارہ حروف	بارہ بروج (عالم سماء) ۔ بارہ جزیرے (عالم ارض ۔ بارہ جوارح (اعضاء) ۔ دو پنڈلیاں ۔ دو گھٹنے ۔ دو رانیں ۔ دو کلائیاں ۔ دو کہنیاں ۔ دو پہنچے ۔ بارہ مہینے (عالم ایام) بارہ نقباء ۔ بارہ چشمے (عالم دین)

دو فصول تین حروف ۔ چار کلمات ۔ سات مقاطع ۔ بارہ حروف یہ سب ملا کر اٹھائیس ہوتے ہیں جو اٹھائیس دین کے حدود (ارکان) پر مشتمل ہیں کلمۂ طیبہ اگر ایک ترازو کے پلڑے میں رکھا جائے اور دوسرے میں آسمان و زمین رکھے جائیں تو اس کا پلڑا بھاری رہے گا ۔ ظاہر ہیں یہ حدیث معقول معلوم نہیں ہوتی

	بالشت۔ اسی طرح عرض بھی سات بالشت۔
(ھ) بارہ حروف لا۔ الاہ۔ الا۔ لاہ (حسب مخطوطہ)	بارہ بروج۔ بارہ جزائر۔ بارہ مہینے۔

یہ اساس التاویل کی تاویل ہے۔ اس کے مصنف سیدنا قاضی نعمان فرماتے ہیں کہ تمام حدود اور تمام فرائض کلمۂ شہادت میں پائے جاتے ہیں۔ جو شخص یہ یہ تاویل سمجھ کر شہادت دے گا اس کی شہادت مقبول ہوگی ورنہ خدا اسے رد کر دے گا۔ اللہ کی شہادت درجہ علیا ہے اور وہ اصول پر مشتمل ہے اور رسول کی شہادت درجہ سفلی ہے اور وہ فروع پر مشتمل ہے (۱)

(ج) تاویل سیّدنا مؤیّد

ظاہر یا مثل	تاویل یا باطن یا ممثول اور اس کی وجوہات و کیفیت وغیرہ
(ا) دو فصول (۱) لا الٰہ (نفی) (۲) الا اللہ (اثبات)	کواکب غیر ثابتہ و کواکب ثابتہ (عالم سما) غیر آبادی و آبادی (عالم ارض)۔ جسد و روح (عالم انسان) لیل و نہار (عالم ایام) متشابہ و محکم (عالم قرآن یا دین)...
(ب) تین حروف (۱) ل (۲) ا (۳) ہ	شمس۔ قمر۔ نجوم (عالم سماء) طول۔ عرض۔ عمق (عالم ارض) نمو۔ حس۔ نطق (عالم انسان) ماضی۔ حال۔ مستقبل (عالم زمان) طاعت خدا طاعت رسول۔ طاعت اولی الامر (عالم دین) (بقیہ ترجمہ بر صفحۂ آئندہ)

(۱) اساس التاویل (صفحہ ۳۲۸-۲۰)

اور علم ائمہ ہونے کے اعتبار سے ہمیں امید تھی کہ جو تاویل ہمارے مشہور و معروف امام مولانا معز اور ہماری دعوت کے عظیم الشان حدود مثلاً داعی الدعاۃ سیدنا قاضی نعمان بن محمد اور مولانا مستنصر کے باب الابواب سیدنا مؤید بیان کریں وہ مذکورہ بالا صفات کی حامل ہوگی لیکن ان حضرات نے جو تاویل کی ہے اس کے دیکھنے سے بڑی مایوسی ہوتی ہے۔ اس میں کتنی معقولیت پائی جاتی ہے اس کا اندازہ بہت آسان ہے۔

مثولات جن کا دوسرا نام اسرار الٰہیہ ہے ان میں سے بعض غلط ثابت ہوئے ہیں ستاروں کی تعداد جن کا مقابلہ سات ناطقوں اور سات اماموں سے کیا گیا ہے۔ اب سات سے بڑھ گئی ہے۔ حالانکہ دعویٰ یہ ہے کہ ناطقوں کی تعداد خدا کی سنت کے تحت ہے جس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ اس سلسلے میں آنحضرتؐ کی طرف یہ حدیث منسوب کی جاتی ہے:- ان الله اسس دینه علی مثال خلقه لیستدل به علی دینه و بدینه علی توحیده

زمین کے بارہ جزیرے بھی ہونا کوئی ضروری نہیں ہے۔ قوم، زبان اور دوسری خصوصیات کے لحاظ سے یہ تعداد گھٹتی اور بڑھتی رہے گی یہی حال سات اقلیموں کا ہے۔ علوم منقولہ سے ان کا تعلق ہے جن کے مسائل بدلتے رہتے ہیں۔ ان سے دین کے حدود کا مقابلہ کرنا جن کی تعداد خدا نے معین کی ہے کس طرح درست ہوسکتا ہے۔ اس سے تو ہمارا دعویٰ اور کمزور ہوجاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ دعوت اور اس کے حدود کی تنظیم ہم نے نصرانی مذہب کے نظام سے لی ہے۔ جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا(۱)۔ اس لئے ہمارا مذہب اپنی سیاست کو برقرار رکھتا تھا خدا کے دین سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ جو دلیلیں خود ہم نے پیش کی ہیں وہ غلط ہیں۔ اعضائے رئیسہ کی تعداد سات اور اعضائے جارحہ کی تعداد بارہ کس اصول پر بتائی گئی ہے؟ اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا کہ دل، دماغ، جگر وغیرہ کیوں ان میں شامل نہیں کئے گئے۔ پیٹ اور پیٹھ کو اعضائے رئیسہ میں شمار کرنا کہاں تک

(۱) فصل (۱۱)

باطن میں ثابت ہوتی ہے کیونکہ اس کلمے میں تمام عوالم جمع ہیں۔ اس کے بعد سیدنا موید فرماتے ہیں کہ ہم نے یہ مجمل بیان کیا ہے۔ پوشیدہ معلومات بہت ہیں (۱)

(۲) محمد رسول اللہ کی تاویل (۲)

ظاھر یا مثل	تاویل یا باطن یا ممثول اور اس کی وجوہات وکیفیت وغیرہ
(ا) تین کلمات (۱) محمد (۲) رسول (۳) اللہ	اسرافیل۔ میکائیل۔ جبرئیل۔ امام۔ حجت۔ لاحق عقل ونفس کے بعد تین روحانی حدود۔ ناطق اور اساس کے بعد تین جسمانی حدود
(ب) چھ فصول (۱) محمد (۲) ر (۳) سو (۴) ل (۵) ا (۶) اللہ۔	چھ نطقاء اولی العزم
(ج) بارہ حروف (۱) م (۲) ح (۳) م (۴) د (۵) ر (۶) س (۷) و (۸) ل (۹) ا (۱۰) ل (۱۱) ل (۱۲) ہ	بارہ لواحق یعنی حجج (جو بارہ جزائر میں بھیجے جاتے ہیں۔

تبصرہ

تاویل کی اہمیت، اس کی لطافت، روحانیت اور اعجاز کے لحاظ سے اور اس کے علمِ غیب، علمِ الٰہی، علمِ مخزون، علمِ حقیقت، علمِ انبیاء و علمِ اوصیا

(۱) المجالس المویدیہ ۱/۹ (۲) اساس التاویل (صفحہ ۶۲-۶۷)۔

امام الزمان کا تصور کرے نہ کہ ذات وحدہٗ لا شریک کا جس نے امام الزمان کو پیدا کیا۔ اسی وجہ سے لوگوں نے ہم پر حلول کا الزام لگایا ہے۔ گویا ہم یہ مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے امام الزمان میں حلول کیا ہے۔ ورنہ تاویل مذکور کس طرح صحیح ہوگی ایسی تاویلوں سے اہلِ ظاہر کے الزمات درست ہو جاتے ہیں۔

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے کلمۂ طیبہ کی خوبیوں کو اس کے فصول مقاطع اور حروف کی تعداد سے ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ہمیں اس میں کامیابی نہ ہو سکی حقیقت میں اس کی خوبیاں اس کے معنیٰ کے لحاظ سے ہیں اس میں شک نہیں کہ کلمۂ طیبہ میں مختصر طور پر چار لفظوں میں توحید کا بہترین تصور سمایا ہوا ہے جو اسلام کی بنیاد ہے۔ اس کی اہمیت اس کے معنیٰ کے لحاظ سے ہے نہ کہ فصول، الفاظ اور حروف کی تاویلوں سے۔

اسی طرح باب الابواب سیدنا حمید الدین نے "الرسالۃ الدریۃ" میں لفظ "فرد" کی تاویل کی ہے جس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر کیا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس لفظ کے حروف اُن کے اتصال اور انفصال اور اعداد اور مولدات و مولدات مولدات دین کے سات نطقاء اور بارہ حجج وغیرہ پر دلالت کرتے ہیں۔ اگر ہم طوالت سے بیان کریں تو ایسے مراتب و اعداد نکل سکیں گے جس سے اولیاء اللہ کے علوم کے دریاؤں کی گہرائی کا اندازہ ہو سکیگا۔ (۱) ایسی دلیلوں کی معقولیت قابلِ غور ہے۔

سیدنا محمد بن طاہر نے کلمۂ طیبہ کی تاویل میں جہاں سات کا مقابلہ کیا ہے اس طرح فرمایا ہے:- زکوٰۃ کی سات قسمیں ہیں۔ (۱) زکوٰۃ علم۔ عمل۔ جاہ۔ شجر۔ معدن۔ نبات۔ حیوان۔ بارہ کے مقابلے میں آپ کا یہ ارشاد ہے:- زکوٰۃ بر۔ شعیر۔ عدس۔ ذرہ۔ ارز۔ دخن۔ تمر۔ زبیب۔ حبوب ذوات العصف۔ حبوب ذوات الاکمام۔ الفطر۔ النذر فی الصدقۃ (مجموع التربیۃ)۔

(۱) ثلث عشرۃ رسالۃ یعنی "تیرہ رسائل" کا پہلا رسالہ۔

درست ہے۔

کلمۂ طیبہ میں بارہ حرف کس قاعدے سے ثابت ہوتے ہیں لفظ الٰہ کے صرف تین حروف شمار کئے گئے ہیں۔ لام اور ھا کے درمیان کا الف چھوڑ دیا گیا ہے۔ حالانکہ الٰہ کا وزن فِعَال ہے۔ اس لحاظ سے وہ چار حرف سے مرکب ہے نہ کہ تین سے۔ یہی حال لفظ اللّٰہ اور لفظ محمد کا ہے۔

"لا الٰہ الا اللّٰہ" کی تاویل میں سات نطقاء بتائے گئے ہیں لیکن محمد رسول اللّٰہ کی تاویل میں چھ "اولوالعزم" نطقاء شمار کئے گئے ہیں۔ اس وقت ہم نے حضرت آدمؑ کو نکال دیا کیونکہ آپ "اولوالعزم" میں شریک نہیں ہیں کبھی ہم کہتے ہیں کہ اولوالعزم نطقاء پانچ ہیں[1]۔ بہرحال ہم جیسا موقع دیکھتے ہیں کہہ دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے محمد بن حسن الیمانی نے کہا "تاویلھم علی غیر اصل معلوم" (قواعد عقائد آل محمد الباطنیہ) کیا یہی تاویل کی شان ہے جسے اللّٰہ اور راسخون فی العلم ہی جانتے ہیں۔ ہماری تعلیم میں گوناگوں اختلافات کی یہ بھی ایک مثال ہے۔

اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے مذکورۂ بالا تاویلوں کو صحیح مان لیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس شخص کا ذہن خواہ وہ ہمارا اسماعیلی بھائی ہی ہو "لا الٰہ الا اللّٰہ" کہتے ہی روحانی اور جسمانی حدود کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ اگر ذہن کا حدود کی طرف منتقل ہونا ضروری ہے تو کلمۂ طیبہ پڑھنے والا کو نسے امام اور داعی کی تاویل کی طرف اپنا ذہن منتقل کرے۔ ان کا الگ الگ زبانی یاد رکھنا ناممکنات میں سے ہے۔ مولانا معز کے ارشاد سے کہ لا الٰہ الا اللّٰہ کی تاویل "لا امام الا امام الزمان" ہے یہ بات پائی جاتی ہے کہ بندہ لا الٰہ الا اللّٰہ کہتے وقت

(۱) النطقاء سبعة وھم آدم ونوح وابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ ومحمد و قائم الزمان صلعم خمسة منھم اولوالعزم من الرسل وآدم لا عزم لہ وھی ستة فصول محمد رسول اللّٰہ مثل النطقاء الستة اولوالعزم (اساس التاویل-۴۶-۶۲) قلت ھل القائم من اولی العزم فقال ھشی (التعلیقات لسیدی امین جی بن جلال)

(۴) بیت اللہ کی تاویل جو حضرت ابراہیمؑ کی شریعت کی اصل ہے

ظاہر یا مثل	تاویل یا باطن یا ممثول اور اس کی وجہ یا کیفیت عرض تشبیہ[1]
(ا) بیت اللہ (ب) بیت اللہ کے چار قواعد	اساس حضرت ابراہیم یعنے حضرت اسماعیل۔ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ جو حضرت اسحٰق کی نسل میں ہیں۔ حضرت رسول خدا اور قائم القیامہ جو حضرت اسماعیل کی اولاد ہیں۔
(ج) بیت اللہ کا دروازہ (د) بیت اللہ کے اطراف بارہ دروازے۔	اساس مولانا اسماعیل۔ بارہ نقباء

(۵) عصا کی تاویل جو حضرت موسیٰؑ کی شریعت کی اصل ہے

عصا - اساس یا تاویل حقیقی۔

(۶) صلیب کی تاویل جو حضرت عیسیٰؑ کی شریعت کی اصل ہے

جو شخص آپ پر ایمان لایا اس سے آپ نے کہا اگر تم میری پیروی کا ارادہ کرتے ہو تو اپنے ساتھ صلیب رکھو۔

اس کی تاویل سیدنا قاضی نعمان نے نہیں کی[2] لیکن سیدنا جعفر بن منصور الیمن فرماتے ہیں کہ صلیب کے چار پہلوؤں سے دو اصل اور دو اساس مراد ہیں

(۱) اساس التاویل صفحہ ۲۲۲-۲۶۶ - (۲) حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ کے قصوں کی تاویلیں

(۳) سفینے کی تاویل جو حضرت نوح کی شریعت کی اصل ہے

ظاہر یا مثل	تاویل یا باطن یا ممثول اور اس کی وجوہات کیفیت وغیرہ[1]
(ا) سفینہ	باطنی دعوت کا اساس (وصی)
(ب) سفینہ پانی پر جاری ہوتا ہے۔	اساس کی دعوت علم پر جاری ہوتی ہے۔
(ج) سفینہ لکڑی، لوہا، تانبے کی رسی اور ڈامبر سے تیار ہوتا ہے۔	دعوت میں دو علوی حدود یعنے عقل و نفس اور دو سفلی حدود یعنے ناطق و اساس ہوتے ہیں
(د) سفینے کے روانہ ہونے اور ٹھیرنے کے لئے سات چیزوں کی ضرورت ہے۔	دعوت میں سات ناطق اور سات ائمہ ہوتے ہیں۔
(ھ) سفینے کے بارہ تختے ہوتے ہیں۔	دعوت میں بارہ نقباء ہوتے ہیں
(و) حضرت نوح کے سفینے کا طول تین سو ذراع تھا اور عرض ساٹھ ذراع تھا۔	حضرت نوح کی دعوت تیس ظاہری اماموں اور تیس باطنی اماموں کے بعد ہی منقطع ہوئی (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فصل (۶) عنوان "چھ اماموں پر ہی انحصار اور ساتویں امام سے شریعت کی تبدیلی"۔ (سرائر النطقاء ص۵۵)

(۱) اساس التاویل (تاویل قصۂ حضرت نوح ع)

طول، عرض اور عمق نکالنا اور اُن کی تاویل کرنا تکلف سے خالی نہیں۔ علاوہ اس کے حضرت عیسیٰؑ نے کبھی اپنے تابعین سے یہ نہیں کہا کہ اگر تم مجھے مانتے ہو تو صلیب اپنے ساتھ رکھو جیسا کہ سیدنا موصوف نے اساس التاویل میں لکھا ہے۔ یہ کس طرح ممکن ہے جب کہ آپ اپنی زندگی کے آخری وقت سولی پر چڑھائے گئے۔ یہ تو نصاریٰ کی اختراع ہے جس کو انھوں نے آپ کے انتقال کے بعد اختیار کیا۔ کلام مجید میں صلیب کا کوئی ذکر نہیں۔ نہ معلوم سیدنا قاضی نعمان بن محمد نے اساس التاویل جیسی مہتم بالشان کتاب میں ایسا کیوں لکھا اور مولانا معز نے اس کی اصلاح کیوں نہ کی۔ حالانکہ یہ کہا جاتا ہے کہ جتنی تصنیفیں آپ شائع کرتے تھے وہ پہلے حضرت امامیہ میں پیش کی جاتی تھیں اور اُن پر امام حاضر دستخط ثبت کرتے تھے۔ پھر اُن کی اشاعت کی اجازت دی جاتی تھی[1]۔ بظاہر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف ایک قاعدہ ہوگا جس کی پابندی کی طرف شاید ہی توجہ کی گئی ہو۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمارے ظہور کے اماموں کو دو سو سال سے زائد کی فرصت ملی جس میں ان کو ہر طرح کا اطمینان حاصل تھا، لیکن مذہبی علوم کی طرف انھوں نے بہت کم توجہ کی۔ خاص کر فنِ تفسیر میں ہمارے ہاں کوئی کتاب نہیں پائی جاتی۔ مجالس مویدیہ مصنفہ سیدنا موید میں جو چند آیتوں کی تفسیر ملتی ہے اس پر تبصرہ آئندہ آئے گا۔

---

(۱) مقدمہ شرح الاخبار۔

جن کو جمع کرنے والی ایک کیل ہوتی ہے جو نقطۂ خامسہ ہے۔ آپ نے صلیب میں عرض اور عمق نکالا ہے اور اس کی تاویل کی ہے جو تکلف سے خالی نہیں (۱)

تبصرہ

عام طور پر دعوت کی تشبیہ سفینے سے اس لئے دی جاتی ہے کہ جس طرح سفینہ سلامتی کے ساتھ مسافر کو منزل مقصود تک پہنچاتا ہے اسی طرح دعوت، مومن کو آخرت کے کنارے تک پہنچاتی ہے۔ اسی بنا پر آنحضرت صلعم نے فرمایا:۔ "اھل بیتی کسفینۃ نوح من رکبھا نجا ومن تخلف عنھا غرق" یہ ضروری نہیں کہ سفینے کے لئے جتنی چیزوں کی ضرورت ہو دعوت میں بھی اتنے ہی حدود ہوں۔ خاص کر آج کل کے جہاز پہلے زمانے کے سفینوں سے بالکل الگ ہیں ان کی ضرورتوں میں کمی زیادتی ہوسکتی ہے۔ بخلاف دعوت کے حدود کے جن کی تعداد ہمارے دعوے کے مطابق معین ہے پھر کس طرح ہمارا مقابلہ درست ہوسکتا ہے۔ حضرت موسیٰ کے عصا میں دعوت کے حدود کا مقابلہ مفقود ہے۔ کیا آپ کی شریعت کی اصل میں دعوت کے حدود کی طرف اشارہ نہیں ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس قسم کی تاویلیں ہماری من گھڑت باتیں ہیں۔ کیا ہم اسے علم روحانی، علم غیب اور علم انبیاء کہہ سکتے ہیں۔ جیسا کہ ہمارا دعویٰ تاویل کے متعلق ہے۔ دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ موسیٰ کا عصا آپ کی شریعت کی اصل ہی نہیں۔

صلیب کی تاویل، اساس التاویل میں نہیں ہے۔ کیا اس میں بھی عصا کی طرح دعوت کے حدود پر کوئی دلالت نہیں جس طرح سفینے میں بتایا گیا ہے۔ سیدنا جعفر بن منصور الیمن نے صلیب کی جو تاویل کی ہے اس میں دو اصل اور دو اساس اور ایک نقطۂ خامسہ سے کیا مراد ہے۔ کچھ پتہ نہیں چلتا صلیب میں

(۱) اسرار النطقا لسیدنا جعفر بن منصور الیمن (صفحہ ۱۷۱-۱۷۲)

(ک) میت کو غسل دینا۔	مومن اگر کافر ہو جائے تو اُسے علم سے پاک کرنا۔ یہ تاویل کی ایک وجہ ہے اس کی اور تاویلیں اختلاف وجوہ کے باعث ہو سکتی ہیں مولانا امام معز سے کسی نے میت کے غسل کا سبب پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ "ہر زندہ جب مر جاتا ہے تو اس کا بذر یعنے بیج جس سے وہ پیدا ہوا تھا رد کر دیا جاتا ہے یعنے لوٹایا جاتا ہے اور اس کی روح نکلنے کے وقت اسے احتلام ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس کو جنابت کا غسل دیا جاتا ہے جو اُسے لاحق ہوتا ہے"(۱)۔
(ل) پانی	علم۔
(م) عضو مخصوص کو ستر کرنا۔	اسرار پر واقف ہونے کے بعد ان کو ستر کرنا۔ کیونکہ عضو مخصوص اسرار اللہ اور اسرار اولیاء پر مشتمل ہے۔

(۸) بیت الخلاء کے بارہ آداب اور ان کی تاویلیں

بیت الخلاء کے بارہ آداب کی بڑی اہمیت بتائی گئی ہے۔ آنحضرت صلعم کی طرف ایک حدیث منسوب کی جاتی ہے کہ آپ نے ایک دفعہ بیت الخلاء کی طرف دیکھا اور مولانا علی سے فرمایا۔ اے علی۔ اس گھر کے بارہ آداب ہیں جس نے انہیں نہیں پہچانا اس نے ایمانی حقائق کی تکمیل نہیں کی اور نہ اُس نے مجھے پہچانا نہیں

(۱) وسئل (مولانا الامام المعز) صلعم عن غسل الميت فقال كل حيّ اذا مات رد بذرة الذى كان منه ويحتلم فى وقت خروج روحه فغسل عن جنابته التى تلحقه (تاويل الشريعة من كلام الامام المعز- صفحه ۱۶۴)۔

(۷) چند ایسے احداث کی تاویلیں جن سے طہارت واجب ہوتی ہے (۱)

ظاھر یا مثل	تاویل یا باطن یا ممثول اور ان کی توجیہات و کیفیت وغیرہ
(ا) مخرج سے ہوا کا نکلنا۔	دل میں نفاق کا پیدا ہونا۔
(ب) پیشاب کا نکلنا۔	شرک کرنا (اونٹوں کی زکوٰۃ کے بیان میں پیشاب کا باطن شک و شبہ بتایا گیا ہے۔
(ج) براز کا نکلنا۔	کفر کرنا۔
(د) براز کے علاوہ کسی اور چیز کا نکلنا۔	کفر کے سوا کسی اور برائی کا پیدا ہونا۔
(ھ) نیند۔	غفلت۔
(و) مذی کا نکلنا۔	شک کا پیدا ہونا۔
(ز) احتلام	غفلت یعنی بغیر توجہ کے حکمت کے مسائل سننا
(ح) فرج میں مجامعت کرنا	استاد کا شاگرد کو پڑھانا (استاد کو مفید اور شاگرد کو مستفید کہتے ہیں۔ مفید کی زبان ذکر اور مستفید کا کان فرج ہے۔ جنابت کے بعد غسل کرنے کی تاویل کسی گناہ سے توبہ کرنے اور معافی مانگنے کے بھی ہیں (تاویل الشریعۃ من کلام الامام المعز۔ صفحہ ۷۴)
(ط) غیر فرج میں مجامعت کرنا	اُستاد کا شاگرد کو رمزاً ایسا مسئلہ سمجھانا جس کی طرف شاگرد متوجہ نہ ہو۔ غیر فرج میں مجامعت کرنے سے لذت مرد ہی کو حاصل ہوتی ہے نہ کہ عورت کو۔
(ی) حیض کا آنا	شاگردوں میں بُری بات کا پیدا ہونا۔

(۱) تاویل الدعائم ۱/۶۴-۴۰ (۲) تاویل الدعائم ۲/ [illegible] الاول -

ظاھر یا مثل	تاویل مولانا معز	تاویل سیدنا قاضی نعمان	تاویل سیدنا حمید الدین
(۲) بیت الخلا میں داخل ہوتے وقت بایاں پاؤں پہلے رکھے	جب مومن اہلِ ظاہر کے ساتھ ہو تو تقیہ کے لحاظ سے ان کے ائمہ کو مقدم کرے ۔	دعوت میں حجت کے ذریعے داخل ہو کیونکہ دعوت کا امر حجت سے متعلق ہے ۔	مومن پر واجب ہے کہ اہلِ ظاہر کی مباشرت عبادت ظاہر علیہ سے کرے ۔
(۳) بیت الخلا میں سر کو ڈھانکے	(اہلِ ظاہر کے پاس) اپنے داعی کو چھپائے ۔	اپنے رئیس کو اس کے ظہور کے وقت تک چھپائے ۔	ولی اللہ کے امر کو ظاہر نہ کرے ۔
(۴) قبلے کی طرف منہ یا پیٹھ کرکے نہ بیٹھے	ولی اللہ کی ولایت ظاہر نہ کرے اور نہ اُن سے براءت کرے ۔	امام کا کفر و شرک سے مواجہ نہ کرے	اہلِ ظاہر کی صحبت میں ولی اللہ کی ولایت ظاہر نہ کرے اور نہ ان سے براءت کرے ۔
(۵) حاجت کرتے وقت بائیں پاؤں پر اپنا بوجھ رکھے ۔	اہلِ ظاہر کے پاس امام اہلِ باطل کی جو (امام حق کا) ضد ہے مدح کرے	کفر سے براءت کرتے وقت حجت پر اعتماد کرے ۔	

جس طرح پہچاننے کا حق ہے(۱) - بارہ آداب کی تاویلیں حسب ذیل ہیں :-

ظاہر یا مثل	(۱) تاویل امام مولانا معز(۱)	تاویل سیدنا قاضی نعمان(۲)	تاویل سیدنا حمید الدین(۳)
بیت الخلاء	ظاہر (شریعت) جو خالی ہو (ہماری دعوت کی) حکمت سے	دعوت (۴)	ظاہر (شریعت) جو خالی ہو (ہماری دعوت کے) باطن حقیقت اور حکمت سے
غائط	اہل ظاہر کی نجاست		
(۱) بیت الخلاء میں بغیر جوتے کے داخل نہ ہو۔	مومن جب اہل ظاہر کے ساتھ ہو تو اسے چاہئیے کہ ظاہر اور باطن دونوں کی پابندی کرے(۵)۔	بغیر ظاہر اسلام کے دعوت میں داخل نہ ہو۔	

(۱) فصل آداب الوضوء - اثنیٰ عشر حداً اولها لاتدخل بیت الخلاء الا بنعلین..... (تاویل الشریعة من کلام امام المعز صفحہ ۱۰۱-۱۰۴) (۲) تاویل الدعائم ۱/۲-۴۲ (۳) الوضیة فی معالم الدین صفحہ ۱۵۹ (۴) بیت الخلاء مثلها مثل الدعوة فيها يتخلى من الکفر والشرک والنفاق وقد ذکرنا ان امثالها امثال الغائط والبول والريح يخرج من الدبر وفيها يتطهر بالعلم (تاویل الدعائم ۱/۴۲) (۵) کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ جب مومن اہل ظاہر کے ساتھ نہ ہو تو ظاہر کی پابندی نہ کرے؟ مخفی مباد کہ یہ مولانا معز کی تاویل ہے جو فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مولانا محمد بن اسماعیل کے ذریعے شریعت محمدی کے ظاہر کو معطل کر دیا ہے

(۱) ومن ذلک ما روی عن رسول اللہ صلعم انہ نظر الی بیت الخلاء فقال لعلی یا علی ان لهذا البیت اثنی عشر حداً من لم یعرفها لم یستکمل حقائق الایمان ولا عرفنی ولا عرفک حق المعرفة (تاویل الدعائم ۱/۲-۴۲ صحیفة الصلوٰة صفحہ (۱۱)) -

(۸) طاق عددوں سے استنجا کرے یعنی تین یا پانچ یا سات ڈھیلوں وغیرہ سے نجاست دور کرے۔	امام، حجت اور داعی کا علم پڑھے۔	امام، حجت اور باب کے علم سے طہارت حاصل کرے۔	امام، حجت اور داعی کے علم سے طہارت حاصل کرے۔
(۹) بائیں ہاتھ سے نجاست دور کرے	حجت اور داعی کے علم سے نجاست دور کرے	۔	۔
(۱۰) فضلے پر پانی نہ ڈالے۔	اہلِ ظاہر کو باطنی یا تاویلی جواب دے	۔	۔
(۱۱) بیت الخلاء میں گفتگو نہ کرے	بغیر اجازت کے کلام نہ کرے۔	شاگرد اُستاد کی باتوں کو غور سے سُنے۔	۔
(۱۲) بیت الخلاء سے نکلتے وقت سیدھا پاؤں مقدم کرے	اہلِ ظاہر سے نکلنے کے بعد جب دینی بھائیوں سے ملاقات ہو تو اپنے ولی کو مقدم کرے۔	اپنے زمانے کے امام پر اعتماد کرے۔	۔

	اور یہ ظاہر کرے کہ میرا اعتقاد اسما یہ ہے۔		
(۶) بیت الخلاء میں دیر تک نہ بیٹھے		باطل پر دیر تک قائم نہ رہے بلکہ جلد اس سے براءت حاصل کرے اہلِ باطل سے دیر تک معاشرت نہ رکھے۔	
(۷) مینگنی، ہڈی اور مردار چیزوں سے طہارت نہ کرے مٹی، کنکر اور چیندیوں سے طہارت کرے	اہلِ خلاف سے علم نہ سُنے۔	امام الزماں ہی کے علم سے طہارت حاصل کرے نہ کہ اہلِ باطل کے علم سے یعنی اہلِ ظاہر کی تاویل یا باطن سے جس کو انھوں نے اپنی رائے سے نکالا ہے طہارت حاصل نہ کرے۔	

ہوا تو وہ نکل گئے۔ اگر سیدنا اس تاویل کو حذف کر کے مسجد کی تاویل پر اکتفاء کرتے تو بہتر ہوتا۔ مسجدوں کے ذکر میں آپ نے لکھا ہے کہ وہ حسب مراتب دین کے حدود پر مثل ہیں۔ چنانچہ مسجد حرام امام الزمان پر مسجد بیت المقدس آپ کے باب پر مسجد جامع نقیب پر اور مسجد قبیلہ داعی پر مثل ہے اور کبھی مساجد مجالس دعوت پر بھی مثل ہوتی ہیں جن میں مومنین امام کی حکمت سننے کے لئے آتے ہیں۔ سیدنا محمد بن طاہر نے مسجد کے بارہ آب کا ذکر کیا ہے جس کا حوالہ ابھی آئے گا۔

احداث کی تاویلوں میں بھی کچھ معقولیت اور سنجیدگی نہیں پائی جاتی پیشاب کا باطن شرک بتایا گیا ہے جس کے کئی مدارج اور منازل ہیں لیکن اونٹ کی زکوٰۃ کے بیان میں یہ کہا گیا ہے کہ اونٹ کا اُلٹا پیشاب کرنا شک وشبہے پر مثل ہے۔ اس اختلاف کی کیا وجہ ہے۔ پیشاب کی تاویل شرک سے اور غائط کی تاویل کفر سے کیوں کی گئی۔ کیا اس کا عکس نہیں ہو سکتا تھا۔ اگر تاویلات بیان کرنے میں کوئی اصول نہ ہوں تو اُن کی کوئی حد نہیں رہے گی۔ دعویٰ تو یہ کیا گیا ہے کہ ایک چیز پہلے تھی جس پر شارع نے ظاہری وضع قائم کی۔

کیا ایسا کہنا کہ عضو مخصوص کے چھپانے کی تاویل اللہ اور اُس کے اولیاء کے اسرار کو چھپانا ہے یا مجامعت وغیرہ کی تاویلوں سے استاد اور شاگردوں کے باہمی تعلقات بیان کرنا معقول ہے؟ کیا مذہبی تعلیم کے طریقوں کو ایسی ہی شرمناک باتوں کی تاویلوں سے سمجھانا تہذیب میں داخل ہے؟ کیا ایسی تاویلیں ہمارے نوجوان طلبہ اور طالبات کے لئے باعث شہوت انگیزی اور موجب جذبات افزائی ثابت نہیں ہوں گی۔ کیا یہی تاویلیں علم روحانی، علم غیب، علم انبیاء، علم اوصیاء اور علم ائمہ کہی جا سکتی ہیں؟ کیا یہ وہی تاویلیں ہیں جن کو "اللہ اور راسخون فی العلم" کے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا؟ کیا ایسی تاویلوں کو بنانے کے لئے "سماح"[1] یعنے اجازت کی ضرورت ہے؟

اِن امور پر غور کرنے کے بعد نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ حدیث جس میں

(۱) یہ ایک اصطلاحی لفظ ہے جس کے معنی اجازت ہیں ممکن ہے یہ اصل میں "سماح" ہو یعنی خوشنودی

تبصرہ

بیت الخلاء کے بارہ آداب کے متعلق آنحضرت کی طرف جو حدیث منسوب کی گئی ہے اس سے ظاہر ہے کہ وہ نہایت اہم ہے آپ نے ان آداب کو اپنی شریعت میں اس لئے وضع کیا کہ وہ اپنے ممثولات پر دلالت کریں۔ گویا آپ کے چند اصلی مقاصد تھے جن پر دلالت کرنے کے لئے آپ نے بارہ آداب وضع کئے جیسا کہ تاویل کی شرح سے ظاہر ہے۔ اس لئے کہ تاویل کے معنیٰ اول کی طرف رجوع کرنے کے ہیں۔ ہر تاویل کرنے والے کو چاہیئے کہ وہی مقاصد بیان کرے جو آپ کے ذہن میں تھے تاکہ آپ کی اصل غرض پوری ہو۔ لیکن ہوا یہ کہ ہر تاویل کرنے والے نے اپنی طبع آزمائی کی اور جس طرح اس کی سمجھ میں آیا اُسے تاویل کے نام سے موسوم کیا۔ چنانچہ مولانا معز نے شریعت کے ظاہر کو جو حکمت سے خالی ہے بیت الخلاء سے تشبیہ دی ہے۔ اور سیدنا قاضی نعمان نے دعوت ہی کو بیت الخلاء بنا دیا ہے۔ ان دو تاویلوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ پھر یہ پتہ نہیں چلتا کہ بیت الخلاء کے بارہ آداب پر زور دینے سے شارع کا اصل مقصد کیا ہے۔ اور کن امور کی طرف اشارہ کرنا اس کی اصل غرض تھی۔ آئندہ ایسے اختلافات کی اور بہت سی مثالیں ملیں گی۔

کیا ہماری تاویل کہ بیت الخلاء دعوت پر مثل ہے مہذب اور شائستہ کہی جا سکتی ہے۔ اس سے تو ہماری دعوت کی سراسر توہین ہوتی ہے۔ اور یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سیدنا قاضی نعمان حقیقت میں اسمٰعیلی نہ تھے جیسا کہ بعض اہل ظاہر نے لکھا ہے اور اپنی دعوت پر دلیلیں قائم کی ہیں[1] ورنہ خود داعی الدعاۃ کے قلم سے ایسی تاویلیں کبھی نہیں نکل سکتیں ہیں تے اپنے بعض احباب سے سُنا ہے کہ ایک صاحب ہماری دعوت میں داخل ہوئے لیکن جب ان کو اس تاویل کا علم

(۱) فصل (۷) تبصرہ۔ ذیلی نوٹ۔

پاؤں رکھنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ حدیث کس طرح صحیح ہوسکتی ہے؟ یہاں غور کے قابل دو باتیں ہیں پہلی یہ کہ "دعائم" کی روایتوں میں صرف "الخلاء" مذکور ہے جس کے معنی مکان فارغ کے ہیں نہ کہ "بیت الخلاء" حالانکہ دعائم کے احکام کا باطن دعائم الاسلام میں بتایا گیا ہے۔ اہل ظاہر کی کتابوں میں بھی صرف "خلاء" کا لفظ ہے۔ دوسری یہ کہ دعائم میں بارہ آداب کا کوئی ذکر نہیں۔ صرف چار آداب۔ (ج)۔ (د)۔ (ز) اور (ط) کا حوالہ ہے۔ باقی آٹھ آداب چھوڑ دئے گئے ہیں حالانکہ ان سب کی بڑی اہمیت بتائی گئی ہے۔ کیا تاویل الدعائم میں ان کا ذکر کرنا اور لفظ "بیت" کا اضافہ کرنا دعوت اور اس کے حدود کو ثابت کرنے کے لئے ہے؟ اگر آداب مذکور کے خلاف دوسرے آداب ہوتے تو ان کی بھی ہم تاویل کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔[1]

مولانا معز کا ارشاد کہ انسان کی روح نکلنے کے وقت اسے احتلام ہوجاتا ہے جس کے باعث اسے جنابت کا غسل دیا جاتا ہے غور طلب ہے۔

مسجد کے بارہ آداب

سیدنا محمد بن طاہر نے مسجد کے بارہ آداب بیان کئے ہیں۔ مثلاً داخل ہوتے وقت سیدھا پاؤں رکھنا بسم اللہ کہنا۔ تحیّت المسجد کی دو رکعتیں پڑھنا۔ قبلہ رو بیٹھنا وغیرہ اور ان کی تاویل بھی کی ہے (مجموع التربیۃ صفحہ ۳۲-۳۶) ان میں بعض آداب اور ان کی تاویل دعائم الاسلام اور تاویل الدعائم میں بھی مذکور ہے۔

(۱) فصل (۲۵) عنوان "تاویل میں ہمارا مبالغہ"۔

بیت الخلاء کے آداب کا ذکر ہے اور جس کی یہ اہمیت بتائی گئی ہے کہ جس نے انھیں نہیں پہچانا اس نے رسول اور وصی کو نہیں پہچانا اور حقائق ایمان کی تکمیل نہیں کی احادیث موضوعہ میں شامل ہے یہ ممکن ہے کہ بیت الخلاء کے چند آداب ہوں اور دنیا میں کونسا ایسا گھر ہے جس کے آداب نہیں ہیں لیکن ان آداب پر مذہبی رنگ چڑھانا اور ان کی ایسی اہمیت جتانا اور پھر ان کی ایسی کمزور تاویل کرنا ہماری دعوت کے علم کی وقعت کو گھٹا دینا ہے۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ صرف باطنی آداب کی اہمیت مقصود ہے کیونکہ ہمارے اصول کے موافق احکام شرعی میں ظاہر اور باطن دونوں اہم ہیں، ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوسکتے جیسا کہ تاویل الدعائم میں سیدنا قاضی نعمان نے ہر مجلس کے آخر میں کہا ہے۔

بیت الخلاء کے بعض آداب تو واقعی معقول ہیں لیکن بعض صرف رسم پر موقوف ہیں مثلاً ننگے سر نہ جانا یا داخل ہوتے وقت بایاں پاؤں اور خارج ہوتے وقت سیدھا پاؤں رکھنا یہ سب رسوم کی پابندی ہے۔ اگر چار ڈھیلوں سے نجاست دور ہوتی ہو تو پانچویں ڈھیلے کی کیا ضرورت ہے؟ اسی طرح اگر چھ ڈھیلو سے کام نکلتا ہو تو ساتویں ڈھیلے سے کیا فائدہ؟ استنجا میں طاق عددوں کا استعمال عرب کی توہم پرستی ہے۔ ایسی اور مثالیں ان کی تاریخ میں ملیں گی۔ ان باتوں کو مذہبی آداب قرار دینا ہماری غلطی ہے۔ اگر یہ حکم ہوتا کہ جفت عدد سے نجاست دور کی جائے تو ہم یہ تاویل کرتے کہ امام اور باب یا امام اور حجت کے علم سے طہارت حاصل کرے جیسا کہ اوپر کے تختے میں بتایا جا چکا ہے۔ بہرحال کسی نہ کسی طرح سے تاویل کر لیتے۔

آنحضرت صلعم کے عہد میں بیت الخلاء کا وجود ہی نہ تھا۔ لوگ قضائے حاجت کے لئے "غائط" کو جاتے تھے جس کے معنی پست، ہموار، پھیلی ہوئی زمین کے ہیں۔ اس کی تصدیق کلام مجید سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"أو جاء أحد منكم من الغائط" اس کی چونکہ کوئی خاص حد مقرر نہ تھی اس لئے داخل ہوتے وقت دایاں پاؤں رکھنے اور خارج ہوتے وقت بایاں

(۶) کلی کرنا	حجت سے علومِ حقیقہ حاصل کرنا	امام کا اقرار کرنا۔ عالم کا اپنے علم کو حجت جزیرہ کی طرف منسوب کرنا (کتاب الافتخار)
(۷) ناک میں پانی لینا۔	امام سے علم حاصل کرنا۔ ناک کے ساتھ امام کی خصوصیت اس وجہ سے ہے کہ ناک کی دو حدیں ہیں۔ ایک حد ظاہری اور دوسری باطنی اور منہ کا ایک ہی دروازہ ہے	(ا) حجت کا اقرار کرنا (ب) عالم نے صاحب جزیرہ سے جو علم لیا ہے اُسے امام الزمان کی طرف منسوب کرنا۔
(۸) منہ دھونا	ناطق کا امور شریعت کو علانیہ بیان کرنا کیونکہ اس کا علم ایک ہی قسم کا ہے۔	(ا) امام، سات نطقاء اور سات ائمہ کا اقرار کرنا کیونکہ منہ کے اندر سات منافذ ہیں (ب) رسول کی اطاعت کرنا۔ انبیاء اور ائمہ کی اس طرح تصدیق کرنا کہ ان میں سے کوئی چھوٹ نہ جائے۔
(۹) ڈاڑھی کے بالوں میں انگلیاں ڈال کر اسے اچھی طرح صاف کرنا۔		
(۱۰) دونوں ہاتھ دھونا۔	ناطق کا امور شریعت کو علانیہ بیان کرنا کیونکہ اس کا علم ایک ہی قسم کا ہے۔	(ا) امام اور حجت کا اقرار کرنا (ب) وصی کی دعوت کا اقرار کرنا۔ کیونکہ ہاتھ کپڑوں میں پوشیدہ رہتے ہیں۔ وصی کی دعوت تنزیل

(۹) وضوء، طہارۃ الفطرۃ وغیرہ کی تاویلیں

ظاہر یا مثل	تاویل مولانا امام معز	تاویل سیدنا قاضی نعمان بن محمد و تاویل سیدنا ابو یعقوب سجستانی
(۱) وضوء -	.	مولانا علی - اس کی دلیل یہ ہے کہ وضوء اور علی ہر ایک میں تین حرف ہیں اضداد سے براءت کرنا (کتاب الافتخار)
(۲) نماز -	.	آنحضرت صلعم - اس کی دلیل یہ ہے کہ صلوٰۃ اور محمد ہر ایک میں چار حرف ہیں -
(۳) نماز بغیر وضوء درست نہیں -	.	"لا صلوٰۃ الا بوضوء" یعنے مولانا علی کی وصایت کے اقرار کے بغیر آنحضرت کی نبوت کا اقرار صحیح نہیں ہوتا -
(۴) وضوء کا برتن	.	مفید -
(۵) اگر پانی نہ ملے تو ڈھیلوں یا چندیوں سے طہارت کرنا -	.	اگر داعی یا اوپر کے حدود نہ ملیں تو ماذون سے استفادہ کرنا -

(۱۶) لڑکے کی ختنہ کرنا یا لڑکی کا خفض (ختنہ) کرنا	.	مستحق کو ظاہر کشف کر کے باطن بتانا۔ شاگرد کو جیسے دعوت کی اصطلاح میں عورت کہتے ہیں اس بات سے روکنا کہ وہ باطن کو ظاہر نہ کرے قبل اس کے کہ اسے اجازت دی جائے۔

(۱۰) پانچ نمازوں[1] کے احکام کی تاویلیں

ظاہر	تاویل مولانا معز	تاویل سیدنا قاضی نعمان، سیدنا ابو یعقوب سیدنا مؤید
(۱) ظہر۔ عصر۔ مغرب۔ عشا۔ فجر۔	(ا) اول۔ تالی۔ جد۔ فتح۔ خیال (ب) ناطق۔ اساس۔ متم۔ حجت داعی۔ (ج) آنکھ۔ کان۔ ناک۔ منہ۔ ہاتھ	(ا) پانچ اولوالعزم نطقاء:۔ نوح۔ ابراہیم۔ موسیٰ۔ عیسیٰ۔ محمد کی دعوتیں (ب) محمد۔ علی۔ فاطمہ۔ حسن۔ حسین[2]۔

(۱) نماز وصی کی دعوت کے حدود پر مشتمل ہے (المجالس المؤیدیہ ۲/۱۳۶) ناطقوں کی نماز۔ اساسوں کو قائم کرنا ہے تاکہ وہ تاویل کا فرض ادا کریں اور مستجیبین (یعنی عام مومنین) کی نماز "اولی الامر" کی طاعت، ولایت اور ان کی مجلسوں میں حاضر ہونا ہے۔ مخفی مباد کہ یہاں امام اور عام مومنین کی نماز میں فرق بتایا گیا ہے (تاویل الشریعۃ من کلام امام المعز) (۲) ویقولون بان الصلوٰت الخمس عبارۃ عن خمسۃ اسماء وھی علی وحسن وحسین ومحسن وفاطمۃ وان ذکر اولئک الخمس یجزیھم

(بقیہ حاشیہ بصفحہ آئندہ)

		میں پوشیدہ ہے (کتاب الافتخار)
(۱۱) سر کا مسح کرنا (اس طرح کہ بال اٹھنے نہ پائیں)۔	امام کا اپنے کلام کو اشارے کے طور پر بیان کرنا جس میں شرح و تصریح نہ ہو	(ا) آنحضرت صلعم کا اقرار کرنا (ب) نفس شریفہ کا اقرار کرنا۔
(۱۲) دونوں پاؤں کا مسح کرنا۔	امام کا اپنے کلام کو اشارے کے طور پر بیان کرنا جس میں شرح و تصریح نہ ہو۔	(ا) امام اور حجت کا اقرار کرنا (ب) عقل کا اقرار کرنا۔
(۱۳) غسل و مسح کسی عضو کا تین یا دو یا ایک دفعہ دھونا یا مسح کرنا۔		ناطق یا اساس یا ائمہ کا اقرار کرنا۔
(۱۴) پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کرنا۔		کوئی مفید نہ ملے تو مومن کے ذریعہ طہارت حاصل کرنا۔ تراب مومن ابو تراب۔ مولانا علی۔
(۱۵) ناخن کاٹنا۔ عضو مخصوص پر کے بال صاف کرنا۔	اہل ظاہر کے ظاہر کو نکال دینا۔	وہ ظاہر جو باطن کی حد سے بڑھ جائے یعنے اس کے موافق نہ ہو تو اسے زائل کر دینا۔ یا مستحق کو ظاہر کے تحت کا باطن بتانا۔

(۷) نماز ظہر و عصر و نماز مغرب و عشاء	دعوت ناطق و دعوتِ اساس (ظاہر و باطن)	دعوت ناطق و دعوت اساس (ظاہر و باطن)
(۸) فجر کی دو رکعتیں	.	دعوت مہدی اور آپ کی حجت (آفتاب امامت)
(۹) وتر کی تین رکعتیں	.	دعوت نبی وصی اور قائم یعنے مہدی۔
(۱۰) سنتِ فجر کی دو رکعتیں	.	دعوت امام و حجت جو ستر میں تھی۔ (رات - ستر)
(۱۱) تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں	.	امام اور حجت کا اقرار۔
(۱۲) قرأت میں پہلے "بسم اللہ" پڑھنا۔	اس کی تاویل کے لئے ملاحظہ ہو تبصرہ آئندہ نمبر (۱۱)۔ (أ)	.
(۱۳) قبلے کے سامنے کھڑے ہونا۔	.	امام الزمان کی طرف متوجہ ہونا۔
(۱۴) رکوع۔	.	(أ) حجت کی معرفت اور طاعت (ب) صاحب التاویل کیونکہ تاویل میں صرف ایک ہی بات ہے۔
(۱۵) سجود	.	(أ) امام کی معرفت اور طاعت (ب) صاحب التنزیل (بخلاف تنزیل کے کہ اس میں بعض بعض کی مخالفت ہے) (ج) سجدۂ اولیٰ

(۲) ظہر کی چار رکعتیں	محمد	محمد (اس لئے کہ آپ کے نام میں چار حرف ہیں) پہلی نماز اول من جاء بفرض الصلوٰۃ۔
(۳) ظہر کا وقت (ساتویں ساعت کی ابتدا۔)	۔	محمد اور علی میں سات حرف ہیں۔ یعنے محمد کے ساتھ علی متصل ہیں۔
(۴) عصر کی چار رکعتیں	مولانا علی کی دعوت	(ا) قائم القیامہ (اس لئے کہ آپ کے نام "محمد" میں چار حرف ہیں (ب) مولانا علی۔
(۵) مغرب کی تین رکعتیں	۔	(ا) آدم (اس لئے کہ آدم میں تین حرف ہیں) مغرب کی نماز مولانا علی پر بھی مشتمل ہے۔ (ب) تین رکعتیں امام، حجت اور داعی پر بھی مشتمل ہیں۔ (ج) لوح (المویدیہ) (د) عقل (تاویل الزکوٰۃ) (ھ) نفس (کتاب الافتخار)۔
(۶) عشاء کی چار رکعتیں۔	۔	(ا) چار نقباء (ب) ائمہ (ج) متم (تاویل الزکوٰۃ۔ صفحہ ۲۳۹)

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ: عن الغسل والوضوء والصلوٰۃ (الحاشیہ علی فیصل التفرقۃ بین الاسلام والزندقۃ للغزالی ص۵۲)

تبصرہ

یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ مذکورۂ بالا تاویلیں کس اصول پر مبنی ہیں اور ان میں کیا معقولیت ہے۔ پانچ نمازوں کی تاویل میں امام مولانا معزؑ نے "دو آنکھ کان، ناک، منہ اور ہاتھ" کا ذکر کیا ہے۔ ان میں پاؤں کو کیوں شریک نہیں کیا۔ ظہر کی نماز میں چار رکعتیں ہیں سیدنا قاضی نعمان فرماتے ہیں کہ تاویل میں ان سے آنحضرت صلعم مراد ہیں کیونکہ آپ کے نام میں چار حرف ہیں۔ پہلے تو یہ استدلال نہایت کم زور ہے[1] باوجود اس کی کم زوری کے یہ قاعدہ عشاء کی چار رکعتوں اور فجر کی دو رکعتوں میں ٹوٹ جاتا ہے جیسا کہ اوپر کی تاویل سے ظاہر ہے۔ ایک دوسری مثال "ناک" کی ہے جسے مولانا معزؑ نے امام سے مخصوص کیا ہے۔ اور اس کی وجہ بھی بتائی ہے لیکن سیدنا قاضی نعمان فرماتے ہیں کہ ناک حجت پر مثل ہے
ع ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا۔ ایسی اور مثالیں فصل نمبر (۲۵) کے تبصرہ میں عنوان "ہماری تاویل کے مآخذ" کے تحت ملے گی۔ کیا یہ وہی اسرار ہیں جو اللہ تعالیٰ اور ائمۂ معصومین (راسخون فی العلم) کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ان تاویلوں میں جو اختلافات پائے جاتے ہیں اُن سے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جس تاویل کرنے والے کے ذہن میں تاویل کرتے وقت جو بات آگئی اس نے اُسے قلمبند کر دیا۔ یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ کس کی تاویل شارع کا مقصد ہے۔ عبادت کرنے والا اوضاعِ عبادت ادا کرتے وقت کونسی تاویل اپنے ذہن میں رکھے۔

---

(۱) ہماری دعوت کے ایک فاضل بزرگ کہا کرتے تھے کہ میرے نام میں چار حرف ہیں اور میرے بیٹے کے نام میں بھی چار حرف ہیں۔ یہ "دلیل واضح" ہے اس بات کی کہ وہ میرا بیٹا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے اپنی آخری عمر میں ایسی نکتہ چینیوں سے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کا دل ایمان کے نور سے منور کر دیا۔

		ناطق پر اور سجدۂ ثانیہ مہدی پر مشتمل ہے۔
(۱۶) تکبیرۃ الاحرام (یعنے دونوں ہاتھوں کو منہ کے مقابلے میں لانا جس میں سات منافذ ہیں)	۔	امام، حجت اور سات نطقاء کا اقرار کرنا اور ان کے درمیان فرق نہ کرنا۔
(۱۷) قیام کی حالت میں دونوں ہاتھوں کو ایک پر ایک رکھنا بلکہ ان کو چھوڑ دینا	اس کی تاویل کے لئے ملاحظہ ہو آئندہ تبصرہ نمبر (۱۱) (ب)	
(۱۸) رکوع کے پہلے اور بعد رفع یدین کرنا	۔	امام، حجت اور سات نطقاء کا اقرار کرنا اور ان کے درمیان فرق نہ کرنا (تکبیرۃ الاحرام کی بھی یہی تاویل ہے)
(۱۹) تسلیم سیدھے اور بائیں جانب	۔	تسلیم امام اور حجت۔
(۲۰) نماز کے سات فرائض:۔	سات ائمہ کی طاعت (۱) تکبیرۂ اولیٰ (۲) قرأت (۳) رکوع (۴) سجود (۵) تسبیح (۶) تحیۃ (۷) سلام۔ تاویل الشریعۃ صفحہ ۳۷) اس میں تسبیح فرض قرار دی گئی ہے۔	سات نطقاء کی طاعت اور اُن کا اقرار (۱) تکبیرۂ اولیٰ (۲) قیام (۳) قرأت (۴) رکوع (۵) سجود (۶) تحیۃ (۷) سلام۔ تاویل الدعائم) اس میں قیام فرض قرار دیا گیا ہے۔

پڑھتے ہو۔ جابر نے کہا میں "الحمد للہ رب العلمین" پڑھتا ہوں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا پہلے بسم اللہ پڑھو اور اس کے بعد "الحمد للہ رب العالمین" پڑھو۔ آنحضرت صلعم، مولانا علی اور ائمۂ طاہرین سے یہی ثابت ہے کہ یہ تمام حضرات ان نمازوں میں جن میں قرأت پکار کر پڑھی جاتی ہے سورۂ فاتحہ اور دیگر سورتوں کی ابتدا میں بسم اللہ پکار کر پڑھتے تھے اور جن نمازوں میں قرأت آہستہ پڑھی جاتی ہے ان میں بسم اللہ آہستہ پڑھتے تھے۔ مولانا جعفر صادق نے فرمایا ہے کہ تقیہ میرا اور میرے آباء یعنی بزرگوں کا دین ہے لیکن تین باتوں یعنے شراب کے پینے، موزوں پر مسح کرنے اور بسم اللہ بلند آواز سے پڑھنے میں تقیہ نہیں ہے۔(۱)

سیدنا قاضی نعمان بسم اللہ کی تاویل میں فرماتے ہیں کہ اس میں انیس حرف ہیں یہ حروف سات نطقاء اور سات ائمہ جو دو ناطقوں کے درمیان میں ہوتے ہیں اور بارہ نقباء پر مشتمل ہیں۔ سیدنا جعفر بن منصور الیمن فرماتے ہیں کہ یہ انیس حدود جہنم کے فرشتے ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے "علیہا تسعۃ عشر"، جو ان کی نافرمانی کرتا ہے وہ جہنم میں داخل ہوتا ہے۔

تبصرہ

نماز میں بسم اللہ بلند آواز سے پڑھنے پر بہت زور دیا گیا ہے جیسا کہ دعائم الاسلام کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ اس کی اہمیت اتنی جتائی گئی ہے کہ اور باتوں میں تو تقیہ جائز ہے لیکن بسم اللہ کے بلند آواز سے پڑھنے میں تقیہ نہ کرنا چاہئے۔ مولانا جعفر صادق فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم اور تمام ائمہ بسم اللہ بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ جابر بن عبداللہ الانصاری کو بھی آنحضرتؐ نے یہی ہدایت فرمائی لیکن مولانا معز فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ اپنے عہد میں بسم اللہ آہستہ پڑھتے تھے۔ مولانا معز اور آپ کے پیشتر کے اماموں میں بڑا اختلاف ہے۔ اب ہم کس کی پیروی کریں۔

(۱) دعائم الاسلام (باب صفات الصلوٰۃ وسننہا)

(۱۱) نماز کے چند ضروری احکام اور ان کی تاویلیں جن کی پابندی بہت اہم سمجھی جاتی ہے۔

(۱) نماز میں قرأت سے پہلے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" بلند آواز سے پڑھنا

مولانا معز فرماتے ہیں کہ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کے انیس حرف سات ائمہ اور بارہ نقباء پر دلالت کرتے ہیں۔ ناطق یعنی آنحضرت صلعم کے عہد میں جب ظاہری شریعت تھی اس وقت اُن حدود کا باطن مستور یعنے چھپا ہوا تھا۔ اسی وجہ سے آپ کے زمانے میں "بسم اللہ" آہستہ پڑھی جاتی تھی کیونکہ تاویل کا امر امیر المومنین کے لئے نازل ہوا ہے۔ جب آپ نے (یعنی مولانا علی نے) باطن کا کام شروع کیا تو آپ نے بسم اللہ بلند آواز سے پڑھنا شروع کی اس سے اشارہ ان انیس حدود کی طرف تھا۔ آپ نے اُن کے مرتبے ظاہر کئے آپ کے شیعوں نے آپ کی پیروی کی اور بسم اللہ بلند آواز سے پڑھنے لگے۔ مخالفین نے مخالفت کی اور اسے پوشیدہ کر دیا۔ اسی طرح "ضمّ الیدین" کی رسم ناطق کے زمانے میں جاری تھی امیر المومنین نے "ارسال الیدین" کیا۔[1]

مولانا جعفر صادق جابر سے روایت فرماتے ہیں کہ جابر سے آنحضرت صلعم نے دریافت فرمایا کہ اے جابر تم نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کس طرح

---

(۱) وجدت فی ایام الناطق مخافتة بسم اللہ الرحمن لانه نزل امر التاویل لامیر المومنین فلمّا قام امیر المومنین بالباطن جهر ببسم اللہ الرحمن الرحیم اشارة الی الحدود وکذلک الرسم بضم الیدین الی الصدر فی ایام الناطق وامیر المومنین صلعم ارسل یدیه وامر بارسالهما ففعلوا فعله وامتنعوا من ضمهما اشارة الی ارسال الحجج والدعاة ونشرهم فی الجزائر الاثنی عشر لاقامة الدعوة الباطنة (تاویل الشریعة من کلام الامام المعز صفحہ ۱۲-۱۳)

علیؑ نے ہاتھ چھوڑے اور اپنے اتباع کو ہاتھ چھوڑنے کا حکم دیا۔ ان لوگوں نے آپ کے فعل کی تقلید کی اور ہاتھ باندھنے سے رک گئے۔ اس سے آپ کا اشارہ حجتوں اور داعیوں کو، دعوت باطنہ کے قائم کرنے کے لئے بارہ جزیروں میں بھیجنے کی طرف تھا۔[1]

اس حکم کی تاویلیں حسب ذیل ہیں:۔

(تختۂ تاویل بہ صفحۂ آئندہ)

(۱) وکذلک الرسم بضم الیدین الی الصدر فی ایام الناطق وامیر المومنین ارسل یدیه وامر بارسالهما ففعلوا فعله وامتنعوا من ضمهما اشارة الی ارسال الحجج والدعاة ونشرهم فی الجزائر الاثنی عشر لاقامة الدعوة الباطنة۔ (تاویل الشریعة من کلام الامام المعز صفحه ۱۲-۱۴)

کیا اہلِ ظاہر ہم پر یہ الزام نہیں لگائیں گے کہ ہم بسم اللہ کے بارے میں آنحضرت صلعم کی سنت کی مخالفت کرتے ہیں؟ ایسے موقعوں پر ہم آیۂ کریمہ "ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا" بھول جاتے ہیں۔ اگر مولانا معز کا ارشاد صحیح ہے تو تعجب ہے کہ آپ نے باوجود دعائم الاسلام کی تنقید کے ایسی موضوع حدیثوں کو کیوں برقرار رکھا۔ بسم اللہ کے آہستہ پڑھنے کی تاویل بھی دعوت کے اصول کے مطابق ہو سکتی ہے۔ یعنے سات اماموں اور بارہ نقیبوں کا باطنی علم، اہلِ ظاہر سے چھپانا۔

آنحضرت صلعم کا سوال اور جابر کا جواب بھی قابلِ غور ہے۔ کیا اس سے پہلے جابر نے آنحضرت صلعم کے پیچھے نماز نہیں پڑھی ہوگی۔ کیا نماز کے اتنے اہم حکم سے کہ جس میں تقیہ ناجائز ہے جابر واقف نہ ہوں گے۔

(ب) نماز میں ارسال الیدین یعنی دونوں ہاتھ چھوڑ دینا

نماز میں اہلِ ظاہر اپنے ہاتھ باندھتے ہیں بخلاف اس کے ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنے ہاتھ چھوڑ دیں۔ سیدنا قاضی نعمان روایت فرماتے ہیں کہ مولانا جعفر صادق نے فرمایا ہے کہ جب تم نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو تو سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر نہ رکھو اور نہ بائیں ہاتھ کو سیدھے ہاتھ پر رکھو۔ ایسا کرنا اہلِ کتاب کی تعظیم کا طریقہ ہے"[1] (یعنے اہلِ کتاب جب کسی کی تعظیم کرتے ہیں تو اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں) ظاہری نماز میں یہی سنت ہے۔ ائمہ نے بھی ایسا فرمایا ہے کہ نماز پڑھنے والا اپنے دونوں ہاتھ چھوڑ دے۔ اور انھیں اپنے سینے پر نہ باندھے۔ اکثر عوام کا بھی یہی قول ہے۔

مولانا معز اپنی کتاب "تاویل الشریعۃ" میں ارشاد فرماتے ہیں کہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی رسم ناطق یعنے آنحضرت صلعم کے زمانے میں جاری تھی مولانا

---

(۱) دعائم الاسلام (باب صفات الصلوٰۃ وسننھا) فھذہ ھی السنۃ فی ظاھر الصلوٰۃ فی قول الائمۃ المھدیین ان یکون المصلی یرسل یدیہ اذا وقف فی الصلوٰۃ وقد قال بذلک اکثر العوام و تاویلہ ..... (تاویل الدعائم)

تبصرہ

یہ تینوں تاویلیں ایک دوسری سے بہت مختلف ہیں۔ اس لئے ان پر وہی اعتراض ہوتا ہے جو اس سے پہلے کے تبصرے میں گزرا ہے۔ مولانا معز کا ارشاد ہے کہ آنحضرت صلعم کے زمانے میں "ضم الیدین" کی رسم تھی۔ مولانا امیر المومنین نے "ارسال الیدین" کیا یعنے اپنے ہاتھ چھوڑے اور اپنے تابعین کو بھی ہاتھ چھوڑنے کا حکم دیا۔ انھوں نے اس پر عمل کیا اور ہاتھ باندھنے سے احتراز کیا۔ اس سے آپ کا اشارہ حجتوں اور داعیوں کو باطنی دعوت قائم کرنے کے لئے زمین کے بارہ جزیروں میں بھیجنے کی طرف تھا۔ آپ کے شیعوں نے ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھی۔ لیکن دشمنوں نے مخالفت سے ہاتھ باندھ کر نماز ادا کی۔

تاویل نمبر (۲) میں سیدنا مؤید نے فرمایا ہے کہ آنحضرت ابتدائی زمانے میں دونوں ہاتھوں کو نماز میں سینے پر باندھتے تھے۔ پھر آپ نے آخری زمانے میں یعنے غدیر خُم کی نص کے بعد ہاتھ باندھنا چھوڑے۔

ارسال الیدین کے متعلق اوپر کے دو بیانوں میں اختلاف ہے۔ سیدنا مؤید کہتے ہیں کہ آنحضرت نے مولانا علی پر نص کرنے کے بعد نماز میں اپنے ہاتھ چھوڑے۔ گویا تقریباً تیئیس سال تک آپ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے رہے۔ اپنے انتقال سے تقریباً تین مہینے پہلے آپ نے ہاتھ چھوڑے کیونکہ آپ یوم الغدیر کے بعد اتنی ہی مدت تک زندہ رہے۔ بخلاف اس کے مولانا معز فرماتے ہیں کہ آنحضرت کے عہد میں "ضم الیدین" کی رسم جاری تھی۔ مولانا علی نے اپنے ہاتھ چھوڑے اور اپنے شیعوں کو ہاتھ چھوڑنے کا حکم دیا۔ جب خود مولانا معز اس طرح فرماتے ہیں تو سیدنا قاضی نعمان کی وہ روایت کس طرح درست ہو سکتی ہے جس کو آپ نے مولانا جعفر صادق اور ائمہ مہدیین کی طرف منسوب کر کے یہ کہا ہے کہ نماز میں ارسال الیدین سنت ہے۔ سنت اسے کہتے ہیں کہ جس پر آنحضرت نے عمل کیا ہو۔

ظاھر	تاویل مولانا معز (۱)	تاویل سیدنا مؤید (۲)	تاویل سیدنا قاضی نعمان بن محمد (۳)
نماز میں "ضم الیدین" نہ کرنا یعنے دونوں ہاتھ سینے پر نہ باندھنا بلکہ "ارسال الیدین" کرنا یعنے انھیں چھوڑ دینا۔	باطنی دعوت قائم کرنے کے لئے وصی کا حجتوں اور داعیوں کو بارہ جزیروں میں بھیجنا۔ سینہ تاویل میں "اساس" یعنے وصی ہے۔ حجج اور دعاۃ آپ کی طرف ضم کئے گئے۔ آپ نے انھیں بارہ جزیروں میں بھیجا۔	رتبۂ وصایت اور رتبہ امامت آنحضرت صلعم کی طرف ضم کئے گئے آپ نے انھیں اپنے آخری زمانے میں "مطلق" کیا یعنے وصی اور امام پر نص کی۔ وصی پر نص یوم الغدیر میں ہوئی اور امام پر نص بذریعۂ حدیث "الحسن والحسین امامان قاما او قعدا" ہوئی۔	حجت کو امام سے پوشیدہ نہ کرنا اور نہ امام کو حجت سے پوشیدہ کرنا۔ یعنے مفید کو چاہئے کہ مستجیب کے روبرو دونوں کے مراتب ظاہر کرے۔ سیدھا ہاتھ تاویل میں امام پر اور بایاں ہاتھ حجت پر مشتمل ہے۔

(۱) تاویل الشریعۃ من کلام الامام المعز صفحہ ۱۲ (۲) المجالس المویدیہ ۵/۸۶ (۳) تاویل الدعائم (اوصاف الصلوۃ)

بن زید سے اذان سیکھی۔ حالانکہ "الاذان وجہ دینکم" یعنے اذان تمہارے دین کا چہرہ ہے۔ اس پر آپ کو غصہ آیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے جد علی بن ابی طالب سے سنا ہے کہ اللہ تعالی نے معراج میں ایک فرشتہ بھیجا تو آنحضرت صلعم کو اوپر لے گیا۔ اس فرشتہ نے اذان دی اور اقامت کہی جس میں ہر کلمے کو دہرایا۔ پھر جبرئیل نے نبی سے کہا اذان اس طرح دو۔

مولانا محمد باقر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم کے عہد میں اذان میں "حی علی خیر العمل" موجود تھا۔ خلیفۂ اول کے پورے عہد میں اور خلیفۂ دوم کے شروع زمانے میں چند دنوں تک اسی پر عمل رہا۔ خلیفۂ دوم نے اسے اذان اقامت دونوں سے حذف کر دیا۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو انھوں نے کہا جب لوگ سنیں گے کہ نماز بہترین عمل ہے تو جہاد کو کم سمجھیں گے اور اسے چھوڑ دیں گے عام لوگوں کی بھی یہی روایت ہے۔ اور وہ اس بات پر مصر ہیں کہ خلیفۂ دوم کی پیروی کریں اور آنحضرت کی پیروی نہ کریں۔ یہ لوگ خلیفۂ دوم کے قول کو حجت میں پیش کرتے ہیں۔ یہ معاملہ ایسا صاف ہے کہ اس میں بحث کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے:۔ "ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا"

اس کے بعد کئی آیتیں نقل کی گئی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ:۔

اے لوگو! آنحضرت صلعم کی پیروی کرو۔ جب آنحضرت نے کسی بات کا فیصلہ کر دیا ہے تو تم کو کوئی حق نہیں کہ تم اپنے اختیار پر عمل کرو۔ اس کے بعد سیدنا قاضی نعمان نے بڑی بحثیں پیش کی ہیں اور کہا ہے کہ کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ شرائع اسلام میں سے کسی چیز کو ساقط کر دے۔ پھر آپ کہتے ہیں کہ کیا کلام اللہ میں سے کوئی شخص کسی حکم کو ساقط کر سکتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول دین اور مسلمانوں کی مصلحت سے زیادہ واقف ہیں یا خلیفۂ دوم۔ اللہ تعالی ہمیں بچائے کہ ہم دین سے نہ پھریں اور ہمیں اپنی اور اپنے اولیاء کی طاعت پر ثابت قدم رکھے۔ (۱)

علی بن حسین ایک روز قرافہ میں مسجد نقاعی کے قریب مولانا حاکم کے ساتھ

(۱) دعائم الاسلام۔

ہم یہاں اپنے بھائیوں کو اس بحث کی طرف توجہ دلاتے ہیں جس پر سیدنا قاضی نعمان نے بہت زور دیا ہے۔ یہ بحث خلیفۂ ثانی کی بدعت کے متعلق ہے جو انھوں نے اذان میں کی صبح کی نماز کی اذان میں "حی علیٰ خیر العمل" کی بجائے "الصلوٰۃ خیر من النوم" داخل کیا۔ اس سے سنت کی مخالفت لازم آئی۔ گویا ہم بھی "ارسال الیدین" میں ایسی ہی بدعت کے مرتکب ہو کر سنت کی مخالفت کرتے ہیں۔

ملحوظ خاطر رہے کہ مولانا جعفر صادق کی روایت کے مطابق نماز میں ہاتھوں کو جوڑنا اس لئے مذموم ہے کہ وہ اہل کتاب کی تعظیم کا طریقہ ہے۔ کیا آنحضرت صلعم نے اپنے آخری زمانے تک صرف اس راز کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کہ ابھی تک نبوۃ وصایت و امامت آپ کی طرف ضم ہے اہل کتاب کی سنت کی پیروی کی۔ کیا اہل کتاب کی تاویل میں بھی یہی اشارہ مضمر تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ایسی تاویلیں ہمارے اذہان کی اختراع ہیں اور شاعری سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں خصوصاً جب کہ مولانا معز نے ارسال الیدین کی تاویل ارسال الحجۃ والدعاۃ الی الجزائر کی ہے ضم الیدین کی تاویل ہم ایک دوسری طرح سے بھی کر سکتے ہیں جو ہماری دعوت کے اصول کے مطابق ہے۔ سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ سے ملائے رکھنے کی تاویل یہ ہے کہ نبی کو وصی سے ہمیشہ ملائے رکھو۔ ایک کو دوسرے سے الگ نہ کرو۔ یعنی دوسرے خلفاء کو بیچ میں نہ لاؤ۔ اس سے ضم الیدین پر بھی عمل ہو سکتا ہے۔ اور اس کی تاویل بھی ہو سکتی ہے۔ تاویل کی وجوہ کی کثرت کے متعلق سیدنا قاضی نعمان نے جو حدیث مولانا جعفر صادق سے روایت کی ہے وہ اس سے پہلے گزر چکی ہے۔

(۱۲) اذان و اقامت اور اُن کی تاویلیں

مولانا جعفر صادق سے روایت ہے کہ کسی نے آپ سے کہا کہ لوگ اذان کا یہ سبب بتاتے ہیں کہ عبداللہ بن زید نے ایک خواب دیکھا جسے اس نے آنحضرت سے بیان کیا۔ آپ نے بلال کو حکم دیا کہ اذان اس طرح دو۔ مولانا موصوف نے کہا کہ وحی تمھارے نبی پر نازل ہوتی ہے اور تم یہ سمجھتے ہو کہ آپ نے عبداللہ

اذان واقامت کی تاویلیں

تاویل سیدنا قاضی النعمان [1]	ظاہر
لوگوں کو ناطق یعنے رسول یا امام الزمان کی ولایت کی طرف دعوت دینا۔	اذان (لوگوں کو ظاہری نماز کی طرف دعوت دینا)
چھ نطقاء (آدم۔ نوح - ابراہیم - موسیٰ -عیسیٰ - کی دعوتیں)	(۱) اللہ اکبر (چار کلمے)
	(۲) اشھد ان لا الہ الا اللہ (دو کلمے)
بارہ اصحاب جزائر کی دعوتیں -	(۳) اشھد ان محمد رسول اللہ (دو کلمے)
(ہر جزیرے میں ایک بڑا داعی ہوتا ہے)	(۴) حی علی الصلوۃ (دو کلمے)
	(۵) حی علی الفلاح (دو کلمے)
	(۶) حی علی خیر العمل (دو کلمے)
	(۷) اللہ اکبر (دو کلمے)
	(۸) لا الہ الا اللہ (دو کلمے)
جملہ (اٹھارہ دعوتیں)	جملہ (اٹھارہ کلمے)

(۱) تاویل الدعائم ۱/۳۲۲-۳۰۳

کھڑے تھے۔ اتنے میں ایک طرف سے بڑے شور کی آواز سنائی دی۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ اہلِ اطفیح میں دو گروہ ہو گئے ہیں۔ ایک کے ساتھ اطفیح کا خطیب ہے جو حبشی ہے دوسرے کے ساتھ ایک داعی ہے۔ خطیب داعی کو پکڑے ہوئے ہے اور داعی کو تنگ کر رہا ہے۔ آپ نے خطیب کو حبشی سے چھڑا کر اس جھگڑے کا سبب دریافت فرمایا۔ حبشی نے کہا کہ داعی نے ہمارے مسلک میں ایک نئی بات نکالی ہے جو پہلے نہ تھی۔ آپ نے فرمایا وہ کیا۔ اس نے کہا داعی اذان میں۔ "محمّد وعلی خیر البشر" کہتا ہے جو ہم نے ابھی تک کبھی نہیں سُنا۔ محمد تو ممکن ہے کہ خیر البشر ہوں لیکن علی خیر البشر کس طرح ہو سکتے ہیں۔ جب کہ بشر میں وہ انبیاء بھی شامل ہیں جو اصحاب شرائع ہیں۔ مولانا حاکم نے فرمایا کہ میری جان کی قسم "محمّد وعلی خیر البشر" اذان کے اصول میں داخل نہیں۔ یہ تو سعد اللہ بن حمدان کا احداث ہے یعنے یہ تو اس کی من گھڑت ہے پھر آپ نے ایک طویل حجت میں مولانا علی کو بھی خیر البشر ثابت کیا۔ اطفیح کا خطیب آپ کے قول پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔ پھر آپ نے اپنے داعی کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ اے شیخ تم جس طرح چاہو اذان دو تم پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ پھر آپ نے فرمایا جب تم کسی شہر میں داخل ہو جہاں کے لوگ کانے ہوں اور تم ان کے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو تم ایک آنکھ بند کر لو۔ اس کے بعد سب لوگ چلے گئے اور مولانا حاکم قاہرہ کی طرف روانہ ہوئے[1]

(۱) عیون الاخبار السبع ناادریس (ذکر مولانا الحاکم)
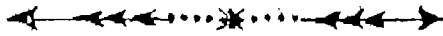
اذان دو کہاں تک درست ہو سکتا ہے ؟ حالانکہ دعائم الاسلام جس میں اذان کی شان بتائی گئی ہے آپ کے جد امجد مولانا معز کے زمانے کی کتاب ہے جو فقہ میں بڑی مستند مانی گئی ہے۔ خود مولانا حاکم نے اپنے ایک فرمان میں یہ ہدایت کی ہے کہ اگر فقہ کے مسائل میں کوئی اختلاف ہو تو دعائم الاسلام اور مختصر پر اعتماد رکھو۔ ہم سے کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ "محمد و علی خیر البشر" تمہارے ہی امام کے اقرار کے موافق نہ رسول خدا کے عہد میں شامل تھا نہ آپ کے جانشین اماموں کے زمانے میں تقریباً پونے چار سو سال بعد سعد الدولہ بن سیف الدولہ بن حمدان متوفی ۳۸۱ھ نے اُسے اذان میں شامل کیا اور اس کے اس فعل کو خود تمہارے امام نے "احداث" کہا ہے۔ پھر تم اس کلمہ کو کیوں اذان میں شامل کرتے ہو اور تمہارے امام نے اپنے داعی کو ایسی کیوں ہدایت فرمائی کہ تم جس طرح چاہو اذان دو۔ تم پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ خلیفہ دوم کا جس طرح حذف جائز نہیں اسی طرح ہماری زیادتی بھی جائز نہیں۔ دوسرے کی آنکھ کا تنکا تو ہم دیکھ لیتے ہیں مگر خود اپنی آنکھ کے شہتیر کا احساس تک نہیں ہوتا۔

اب ہم تاویل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اگر ہم "محمد و علی خیر البشر" دو دفعہ اور "اشہد ان مولانا علیاً ولی اللہ" دو دفعہ اذان میں زیادہ کریں تو جملہ کلمے بائیس ہو جائیں گے حالانکہ تاویل یا باطن میں صرف اٹھارہ حدود کی دعوتیں ہیں جیسا کہ سیدنا قاضی نعمان نے فرمایا ہے۔ یہ یاد رہے کہ تاویل اساس یا اصل ہوتی ہے جس پر ظاہر وضع کیا جاتا ہے۔ گویا باطن میں اٹھارہ حدود کی دعوتوں پر دلالت کرنے کے لئے ظاہر میں اٹھارہ کلمے فرشتے نے آنحضرت صلعم کو معراج کے وقت سکھائے۔ جب تاویل میں زیادتی ناجائز ہے تو ظاہر میں زیادتی کس طرح ہوگی ؟ تاویل میں زیادتی کرنا گویا حدود کی تعداد میں زیادتی کرنا ہے۔ جو شرک کے مترادف ہے۔ جیسا کہ شرک کی فصل نمبر (۲) میں دکھایا جا چکا ہے۔

یہ کہنا بے محل ہوگا کہ تقیہ کے مدنظر سیدنا قاضی نعمان نے "اشہد ان مولانا علیاً ولی اللہ" دعائم الاسلام کی روایت سے حذف کر دیا ہے کیونکہ

(۱) اللہ اکبر (چار کلمے)	اٹھارہ دعوتیں (جو اذان کی تاویل میں بیان کی گئی ہیں)
(۲) اشہد ان لا الہ الا اللہ (دو کلمے)	
(۳) اشہد ان محمد رسول اللہ (دو کلمے)	ایک اساس کی طرف۔
(۴) حی علی الصلوٰۃ (دو کلمے)	جملہ ... انیس دعوتیں
(۵) حی علی الفلاح (دو کلمے)	نوٹ:۔ اقامت میں ایک کلمہ زائد ہے جس سے مراد حجت کی طرف دعوت ہے۔ ائمہ اور ان کے حجتوں کی دعوت اصحاب جزائر کی دعوت میں داخل ہوجاتی ہے۔ کیونکہ ان کی دعوت ہر زمانے کے امام اور حجت کی طرف ہے۔
(۶) حی علی خیر العمل (دو کلمے)	
(۷) قد قامت الصلوٰۃ (دو کلمے)	
(۸) اللہ اکبر (دو کلمے)	
(۹) لا الہ الا اللہ (دو کلمے)	
جملہ ... انیس کلمے	

تبصرہ

ائمہ کی روایتوں سے اذان کی یہ اہمیت بتائی گئی ہے کہ اذان ہمارے دین کا چہرہ ہے۔ اور ایک بے مثل فرشتے نے اُسے معراج کے وقت آنحضرت صلعم کو سکھایا اس لئے اِس میں کوئی حذف یا زیادتی نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ اس میں رسول کی مخالفت لازم آتی ہے۔ اور رسول کی مخالفت باعث فتنہ ہے۔ خلیفہ دوم سے ایسی خلاف ورزی ہوئی۔ مولانا حاکم نے اپنی عمر کی قسم کھا کر اس بات کو مانا کہ "محمد و علی خیر البشر" اذان کے اصول میں نہیں ہے۔ اسے سعد الدولہ بن حمدان (متوفی ۳۸۱ھ) ہی نے احداث یعنی ایجاد کیا۔ اِن واقعات کے پیشِ نظر مولانا حاکم کا یہ کہنا کہ تم جس طرح چاہو

	نفس اور مسجد اقصیٰ سے عقل مراد ہے۔[۴]
(۴) آپ کا آسمان کی طرف چڑھنا	آپ کا حدود علویہ پر مطلع ہونا۔
(۵) براق	وہ بارق یعنے روشن عالم جو علم لاحق کے فوق اور علم امام کے دون ہو۔ کیونکہ براق وہ جانور ہے جو اونٹ سے نیچا اور دوسرے دابہ سے اونچا ہو۔
(۶) ماہِ رجب کی تیس راتیں اور تیس دن۔	حضرت ابراہیم کی نسل سے تیس باطنی اور تیس ظاہری امام۔
(۷) آنحضرت صلعم ستائیسویں رات کو مبعوث ہوئے۔ آپ کے مبعث کے وقت تین امام زندہ تھے۔	آنحضرت صلعم ستائیس اماموں کے بعد مبعوث ہوئے آپ کے مبعث کے وقت تین امام یعنے مولانا عبد المطلب مولانا عبد اللہ اور مولانا ابوطالب باقی تھے۔
(۸) لیلۃ نصف شعبان یعنی ماہِ شعبان کی پندرھویں رات	مولانا علی کا رتبہ کیونکہ آپ نے نصف دین یعنی باطن کا کام انجام دیا۔
(۹) ماہِ شعبان کی پندرھویں رات کی چودہ رکعتیں۔	ایک باب۔ ایک داعی اور ایک ماذون جو امام کی حضرت میں ہیں اور بارہ اصحاب الجزائر جن میں کا ایک امام کے جزیرے میں ہے۔ سب ملا کر چودہ حدود ہوئے۔
(۱۰) ہر رکعت میں آیۃ الکرسی کا ایک بار پڑھنا۔	مولانا علی کا اقرار کرنا کیونکہ آپ عقل اول کی طرح وحید المرتبہ ہیں۔ (شھد اللہ انہ لا الٰہ الا ھو۔ یعنے اللہ نے گواہی دی کہ کوئی معبود نہیں مگر وہ) ھو ہی سے مولانا علی مراد ہیں۔
(۱۱) عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی چوبیس رکعتیں۔	ان کی تاویل راقم الحروف کی نظر سے نہیں گزری۔ لیکن ہم اوپر کی مثالوں سے کہہ سکتے ہیں کہ تاویل میں ان سے بارہ حجج نہاری اور بارہ حجج لیلی مراد ہیں یعنے

(۴) تاویل الشریعۃ صفحہ ۱۸۷۔

کتاب موصوف خاص اسماعیلیوں کے لئے تصنیف کی گئی ہے۔ اور مولانا علی کی ولایت کا ایک خاص باب اس میں شامل کیا گیا ہے۔ اگر ایسی اہم باتیں حذف کردی جائیں تو ہدایت کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ اگر تقیہ کی مصلحت مان بھی لی جائے تو سیدنا موصوف "تاویل دعائم الاسلام" میں اس بات پر تنبیہ کرتے کہ کلمۂ مذکور اصل اذان میں شامل ہے۔ اور اس کی تاویل یہ ہے ہم نے تقیہ کے لحاظ سے "دعائم الاسلام" میں اسے درج نہیں کیا۔ کیا آپ کا صرف اٹھارہ کلموں کی تاویل کرنا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ فرشتے نے آنحضرت کو یہ کلمہ نہیں سکھایا؟

(۱۳) شب معراج اور دیگر وشیقوں[1] کی تاویلیں[2]

ظاہر	تاویل
(۱) ماہ رجب کی ستائیسویں رات کی بائیس رکعتیں	وجہ اول :- دس حدود روحانیہ علویہ اور بارہ حدود سفلیہ (اصحاب الجزائر) وجہ ثانی :- امام۔ باب۔ ذومصہ[3]۔ حجت۔ حجت بیارہ۔ داعی البلاغ۔ داعی الاحرام۔ ماذون مطلق۔ ماذون محصور۔ مومن بالغ۔ اور بارہ اصحاب الجزائر۔
(۲) آنحضرت صلعم کی معراج	آنحضرت صلعم کی علم باطن میں ترقی۔
(۳) آپ کا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جانا۔	آپ کا اُن حدود پر مطلع ہونا جو آپ کے اور چھٹے امام متم مولانا اسمٰعیل کے درمیان ہیں چھٹے امام پر باطن کی مفاتحت ممنوع ہے۔ ان کے بعد ساتویں امام مولانا محمد بن اسمٰعیل انتہائی فضل کے جامع ہیں لیکن مولانا معز فرماتے ہیں کہ مسجد ادنیٰ سے

(۱) "وشیق" تطوع کی نماز کو کہتے ہیں جو لیالی فاضلہ میں پڑھی جاتی ہے۔ (۲) الرسالۃ الکاملۃ فی معنی صلوۃ اللیالی الفاضلۃ لسیدنا علی بن الحسین بن علی بن محمد بن الولید المتوفی ۶۸۲ھ (۳) ذومصہ احد السبعۃ الذین یقتدی بھم عند السبعین سمی بہ لانہ یمص ای یاخذ العلم من الحجۃ (اقرب الموارد)

	جاتی ہے۔ یعنے ناطق عام لوگوں کو ظاہر شریعت کی تبلیغ کرتا ہے جس میں شک و شبہ ہوتا ہے اور اپنے اساس یعنے وصی کو علم حقیقی سکھاتا ہے جس میں حقیقت ہوتی ہے جو شک و شبھے سے پاک ہوتی ہے (تاویل الدعائم جز (۲): تاویل الزکوٰۃ لسیدنا جعفر بن منصور الیمن صفحہ ۸۰)
(۶) اونٹوں کی زکوٰۃ	ناطق کا حدود کو قائم کرنا جن میں ایک اساس ہو
(۷) گائیوں کی زکوٰۃ	اساس کا حدود کو قائم کرنا جن میں ایک امام ہو
(۸) بکروں کی زکوٰۃ	ناطق اور اساس کا اپنے اپنے زمانے میں چالیس حدود قائم کرنا۔

(۱۵) روزے کی تاویلیں (۱)

ظاھر	تاویل
(۱) سال	ناطق
(۲) بارہ مہینے	بارہ نقباء۔ کل مہینے بارہ ہیں جو جزیروں پر مثل ہیں ہر قوم پر ایک حجت کی طاعت فرض ہے۔ (تاویل الشریعۃ)
(۳) ماہ رمضان (محرم سے نواں مہینہ ہے)	(أ) مولانا علی (دور محمدی میں)۔ (ب) خاتم الائمہ یعنے صاحب القیامہ۔ کیونکہ ماہ رمضان نواں مہینہ ہے جس میں بچہ پیدا ہوتا ہے (یہاں خاتم الائمہ سے مولانا حاکم مراد ہیں (سیدی ابن حی بن جلال)

(۱) تاویل الدعائم لسیدنا القاضی نعمان بن محمد۔

	بارہ ظاہری نقباء اور بارہ باطنی نقباء جن کا ذکر کلام مجید میں ہے۔ نمازوں میں کتنی ہی رکعتیں کیوں نہ ہوں ہم ان کا مقابلہ حدود سے کر دیتے ہیں خواہ اس میں کوئی معقولیت ہو یا نہ ہو۔ جیسا کہ متعدد دفعہ معلوم ہو چکا ہے۔

(۱۴) زکوٰۃ کی مختلف اجناس کی تاویلیں

ظاہر	تاویل
(۱) مالی۔ زکوٰۃ دینا	علم مفید (استاد) کا مستفید (شاگرد) کو علم سکھانا
(۲) سونا۔ چاندی پیتل تانبا۔ ٹین وغیرہ۔	علم ناطق (رسول) علم اساس (وصی)۔ علم دعاۃ بحسب مراتب۔
(۳) سونے اور چاندی میں زکوٰۃ چالیسواں حصہ ہے۔	ناطق اپنی زندگی میں اساس کو اپنے علم کا چالیسواں حصہ سکھاتا ہے۔ وفات کے وقت اس کا پورا علم اساس کی طرف منتقل ہوتا ہے۔
(۴) ایک سال بعد زکوٰۃ واجب ہوتی ہے	ناطق اساس کو اس وقت نصب کرتا ہے جب شریعت کا امر مکمل ہو جاتا ہے۔
(۵) اونٹ۔ گائے۔ بکرا	ناطق (رسول)۔ اساس (وصی)۔ یا داعی یا مومن۔ تاویل میں اونٹ سے ناطق کی طرف اشارہ ہے اسی لئے اونٹ کے سامنے نماز پڑھنا جائز نہیں یعنی ناطق کے سامنے دعوت کرنا ممنوع ہے۔ (تاویل الدعائم جزء (۱)) دوسری خصوصیت اونٹ کی یہ ہے کہ جب اس کا پیشاب نکلتا ہے تو اس کی دھار الٹی جاتی ہے اور جفتی کے وقت اس کی منی کی دھار سیدھی

تاویل	ظاہر
اور اس کی تاویل پر دلیل ہے جس کے باعث شکوک زائل ہو جاتے ہیں اور رات اپنی تاریکی کی وجہ سے ظاہر پر دلیل ہے جس میں مخفی رموز ہیں۔ دن میں روزہ رکھنے کی تاویل یہ ہے کہ "تاسع"[1] یعنے نویں کے عہد میں "مفاتحت سے سکوت" اختیار کرنا چاہئے کیونکہ رمضان نواں مہینہ ہے۔ اور رات کو افطار کرنے کے یہ معنی ہیں کہ اہل ظاہر کے ساتھ جو دعوت کے اضداد ہیں ظاہر کے قائم کرنے میں تقیہ کرنا چاہئے تاکہ یہ نہ معلوم ہو کہ ہم اہل ولایت ہیں۔ اگر انھیں ہماری حقیقت معلوم ہو جائے گی تو ہم قتل کر دئے جائیں گے۔ (سیدنا قاضی نعمان اور سیدنا حمید الدین کی تاویلوں میں بڑا فرق ہے[2]۔ کیا ہماری تاویلوں کی ایسی توجیہیں معقولات میں شمار کی جا سکتی ہیں)۔	

(۱۶) لیلۃ القدر اور سورۃ القدر کی تاویلیں[3]

تاویل	ظاہر
(ا) خائنۃ الانبیاء کی حجت یعنے مولانا علی کیونکہ آپ ہزار حجتوں سے افضل ہیں[4] (ب) مولاتنا فاطمہ کیونکہ آپ ہزار حجتوں سے افضل ہیں[5] (ج) مولانا قائم کی حجت[6]	(۱) لیلۃ القدر

(۱) مولانا علی؟ (۲) (و) تاویل الدعائم (ب) تیرہ رسائل (الرسالۃ الحاویۃ فی اللیل و النہار (۳) تاویل الدعائم (۴) المجالس المؤیدیہ $\frac{1}{142}$ (۵) الرسالۃ الکاملۃ (۶) الرسالۃ الکاملۃ۔

	(ج) مولانا المعز کیونکہ کبھی ساتویں مہینے میں بھی ہوتا ہے۔ آپ مولانا عبداللہ سے ساتویں امام ہیں (د) مولانا معز کے بعد دوسرا امام جو قائم القیامہ ہوگا (ھ) مولانا محمد بن اسماعیل کیونکہ آپ رسول اللہ سے نویں ہیں (الانوار اللطیفہ لسیدنا محمد بن طاہر) (۹) مرتبہ وصی۔ ماہ رمضان انزال پہلیہ ہے اور نوال احاد کی انتہا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وصی کے قیام سے معالم توحید ظاہر ہوئے۔ اور کلمۂ اخلاص کی حقیقت نمایاں ہوئی "من شهد منكم الشهر" کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص وصی کے قیام کے وقت موجود ہو اسے آپ کی دعوت میں داخل ہونا چاہیئے۔ (المجالس المؤیدیہ) (تبصرہ ماہ رمضان کے ممثول کون ہیں۔ اس میں بڑا اختلاف ہے۔)
(۴) روزہ رکھنا۔	شریعت کے باطن کا علم اہل ظاہر سے چھپانا۔
(۵) عید الفطر	مولانا مہدی۔ کیونکہ آپ سے دعوت الحق کا ظہور ہوا۔
(۶) ماہ رمضان کے تیس دن	مولانا علی اور مولانا مہدی کے درمیان دس امام دس حجتیں اور دس باب ہیں۔ پہلا عشرہ اماموں پر دوسرا حجتوں پر اور تیسرا ابواب پر مشتمل ہے۔
(۷) دن اور رات۔	ظاہر اور باطن۔ دن میں روزہ رکھنے کی تاویل یہ ہے کہ اہل ظاہر سے باطن چھپانا چاہیئے۔ یہ سیدنا قاضی نعمان کی تاویل ہے لیکن سیدنا حمید الدین اپنی تصنیف "الرسالۃ الحاویۃ فی اللیل والنہار" میں فرماتے ہیں کہ دن اپنی روشنی کی وجہ سے اساس

(۴) وما ادریٰک ما	مولانا محمد باقر۔ (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اُن کے آباء کا علم سکھایا جسے آپ نے ظاہر اور نشر کیا۔)
(۵) لیلۃ القدر	مولانا جعفر الصادق (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی شہرت عام کی اور آپ کے امر کو بلند کیا۔
(۶) لیلۃ القدر خیر من الف شہر تنزل الملٰئکۃ والروح فیھا باذن ربھم من کل امر سلٰم ھی حتی مطلع الفجر۔	مولانا جعفر صادق کے بعد جو امام ہوئے اُن سے آخری امام تک تاویل اسی طرح جاری رہے گی۔

تبصرہ

سورۃ القدر کی تاویل میں کئی امور غور طلب ہیں اوپر کے مختلف بیانوں سے یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ لیلۃ القدر کے ممثول کون ہیں؟ مولانا علی مولاتنا فاطمہ یا حجت مولانا قائم؟ سیدنا قاضی نعمان فرماتے ہیں کہ سورۃ القدر میں تیس کلمے ہیں جن کی کیفیت اس طرح ہے:-

(۱) انا (۲) انزلناہ (۳) فی (۴) لیلۃ (۵) القدر (۶) وما (۷) ادراك (۸) ما (۹) لیلۃ (۱۰) القدر (۱۱) لیلہ (۱۲) القدر (۱۳) خیر (۱۴) من (۱۵) الف (۱۶) شہر (۱۷) تنزل (۱۸) الملائکۃ (۱۹) والروح (۲۰) فیھا (۲۱) باذن (۲۲) ربھم (۲۳) من (۲۴) کل (۲۵) امر (۲۶) سلام (۲۷) ھی (۲۸) حتی (۲۹) مطلع (۳۰) الفجر۔

پہلے تو یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ سورۃ القدر میں تیس کلمے ہیں۔ اس لئے کہ "انزلناہ۔ وما۔ ادراك۔ والروح۔ فیھا۔ باذن ربھم" ان میں سے ہر ایک دو کلموں سے مرکب ہے جیسا کہ ہر عربی داں جانتا ہے۔ علاوہ اس کے

(۲) لیلۃ القدر آخری عشرہ میں واقع ہوتی ہے۔	لیلۃ القدر کے باطن کا علم "ابواب" سے حاصل ہوتا ہے۔
(۳) لیلۃ القدر کی علامت	لیلۃ القدر میں ہوا چلتی ہے۔ اگر سردی کا موسم ہو تو ہوا گرم ہوتی ہے اور اگر گرمی کا زمانہ ہو تو ہوا سرد ہوتی ہے۔ اس کی تاویل نہیں بتائی گئی۔ حالانکہ ہمیشہ ایسا ہونا کوئی ضروری نہیں۔
(۴) سورۂ قدر میں تیس کلمات ہیں جس طرح ماہ رمضان میں تیس دن ہیں۔	مولانا علی اور خاتم الائمہ کے درمیان پندرہ امام ہوں گے جو پندرہ حجتیں بھی ہوں گے ہر امام قبل اس کے کہ وہ امام ہو حجت ہوتا ہے۔ پھر اسے امامت ملتی ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔ گویا پہلا کلمہ حجت اور دوسرا کلمہ امام پر مشتمل یعنی دلیل ہے۔
(۵) تیس کلمات کی تفصیل حسب ذیل ہے:-	
(۱) انا انزلناہ	مولانا حسن (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو امامت کے درجے پر چڑھا کر اتار دیا۔ اس لئے کہ آپ کی اولاد سے امامت قطع کر لی(۱)۔
(۲) فی لیلۃ	مولانا حسین (یعنی آپ میں ایک رات ہے یعنی آپ کے حجت آپ کے فرزند ہیں جو آپ کے جانشین ہوئے)
(۳) القدر وما	مولانا علی زین العابدین۔ (یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کے اور آپ کی ذریت کے لئے امر امامت مقدر فرمایا۔

(۱) انا انزلناہ مثل للحسن بن علی وکذلک انزل اللہ عن درجۃ الامامۃ و بعد ان ارقاہ الیھا وذلک لما قطعھا عن عقبہ وصارت من بعدہ للحسین واعقابہ (ذکر لیلۃ القدر تاویل الدعائم)

امام اس پر نظر ثانی فرماتے اور جو بات غلط ہوتی اسے نکال دیتے۔ اخبار سے تاویل کا درجہ بہت بلند ہے۔ اس میں تو اسرار شریعت اور رموز حکمت ظاہر کئے جاتے ہیں۔ ہمارے پاس قیاس مطلقاً جائز نہیں۔ اہل قیاس اہل بدعت ہیں۔ کیا کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ سیدنا نے جو باتیں کہی ہیں وہ ان کی رائے اور قیاس پر مبنی ہیں؟ آپ نے یہ محسوس کیا ہوگا کہ نہ آپ اپنے بڑھاپے کی وجہ سے مولانا معز کے پوتے مولانا حاکم کا زمانہ دیکھ سکتے ہیں۔ اور نہ آپ کی مجلسوں کے بعض سننے والے۔ ایسے لوگوں کو خوش کرنے کے لئے اس طرح کہنا قرین مصلحت ہے تاکہ وہ حالت انتظار میں باقی رہیں اور ان کے اعتقاد میں تزلزل پیدا نہ ہو ایسی اور مثالیں بھی گزر چکی ہیں جیسا کہ اس تالیف کے مقدمے سے معلوم ہوا ہوگا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مولانا معز کو خوش کرنے کے لئے آپ نے ایسا فرمایا ہو کہ آپ کے پوتے مولانا حاکم خاتم الائمہ ہوں گے۔

سورۃ القدر کے باقی بیس کلموں سے جن اماموں کی طرف اشارہ ہے ان کے نام اور توجیہیں نہیں بتائی گئیں۔ کیا اس سے اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ سیدنا قاضی نعمان حقیقت میں اسماعیلی نہ تھے جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔ آپ نے صرف یہ کہہ کر ٹال دیا کہ "مولانا جعفر صادق کے بعد جو امام ہوئے ان سے آخری امام تک تاویل اسی طرح جاری رہے گی"۔ بڑی حیرت اس بات پر ہے کہ آپ نے تاویل الدعائم میں اسرار الاہیہ و رموز قدسانیہ تو ظاہر کر دئے لیکن مولانا اسماعیل اور آپ کے بعد جو ائمہ ہوئے ان کا تذکرہ اپنی کسی کتاب میں نہیں کیا حالانکہ مولانا مہدی ظاہر ہو چکے تھے اور اور آپ کے بعد تین اور امام بر سر حکومت آچکے تھے۔

وجوہ مذکورۂ بالا سے کیا ہماری تاویل کی وقعت نہیں گھٹ جائے گی؟ اگر یہ علم اتنا کمزور ہے تو پھر یہ کہنے کے کیا معنی کہ اللہ اور راسخون فی العلم ہی جانتے ہیں سورۃ القدر کے باقی کلمات کی تاویل سیدنا قاضی نعمان کے اصول پر آسانی سے کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ ذیل کی تاویل راقم الحروف کی من گھڑت ہے:-

تیس کلموں کو لے کر ہر دو کلموں سے ایک امام کی طرف اشارہ کرنا ایک عجیب و غریب استدلال ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کا راز کلام مجید کے اتارنے کے وقت ہی تھا جس کا انکشاف سیدنا نے تقریباً ساڑھے تین سو سال بعد کیا۔ "انا انزلناہ" تو ایک جملہ بن گیا لیکن "القدر وما"، کس قسم کا جملہ ہے؟ مولانا حسینؑ کے متعلق یہ توجیہ کی گئی ہے کہ آپ کے حجت آپ کے فرزند ہیں جو آپ کے جانشین ہوئے۔ یہ قول ہر امام پر صادق آتا ہے۔ مولانا حسنؑ کے بارے میں یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو درجۂ امامت پر چڑھا کر گرایا کیونکہ آپ کے عقب سے امامت قطع کر لی گئی آپ کی شان کے خلاف ہے ہم نے اسی لئے آپ کا قول بعینہٖ نقل کیا ہے جیسا کہ گزشتہ تختہ سے معلوم ہوا ہوگا۔ یہ صرف "انزلہ" کے معنی درست کرنے کے لئے کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کبھی آپ کو امامت کے درجے سے نہیں گرایا۔ البتہ آپ کے عقب سے امامت قطع کر لی ایسی توجیہیں کس طرح قابلِ قبول ہو سکتی ہیں۔ ان سے تاویل کے سننے والوں کے علمی معیار پر جو روشنی پڑتی ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔

تاویل میں بتایا گیا ہے کہ مولانا علی اور قائم الائمہ کے درمیان پندرہ امام ہوں گے۔ سیدی امین جی بن جلال اپنے استاد داعی مطلق سیدنا داؤد بن قطب شاہ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ یہاں خاتم الائمہ سے مولانا حاکم مراد ہیں جو سولھویں امام ہیں[1] مولانا حاکم کس طرح خاتم الائمہ ہو سکتے ہیں جب کہ آپ کے بعد مولانا طیب تک اور پانچ امام ہوئے اور امامت کا سلسلہ ستر میں قیامت تک جاری رہے گا۔ ہمارے اعتقاد سے سویں امام مولانا قائم خاتم الائمہ ہوں گے جن پر دورِ ستر ختم ہوگا۔ ہم بتا چکے ہیں کہ مولانا حاکم سے تو ہماری حکومت کا زوال شروع ہوا۔ فرقۂ درزیہ کے نکلنے سے دعوت بہت کمزور ہوگئی۔ کثرت سے عہدہ دار قتل کئے گئے۔

کیا سیدنا قاضی نعمان نے اپنی کتاب "تاویل الدعائم" حضرت امامیہ میں پیش نہیں کی ہوگی؟ کیا مولانا معزؑ نے ایسے غلط بیانوں کو نظر انداز کر دیا ہوگا؟ — شرح الاخبار میں سیدنا فرماتے ہیں کہ میں جو کچھ لکھتا اسے حضرت امامیہ میں پیش کرتا

(۱) التعلیقات علی تاویل الدعائم لسیدی امین جی بن جلال۔

(۱۴) ھی حتی۔	مولانا معز (امامت کا سلسلہ باپ کے بعد بیٹے میں جاری رہا۔ یہاں تک کہ مولانا معز پیدا ہوئے آپ کی شان چودھویں امام ہونے اور آپ کے عہد میں مصر و شام کے ممالک فتح ہونے کی وجہ سے بہت بلند ہوئی یہاں تک کہ آپ قائم کہلائے (بحوالہ سیدنا جعفر بن منصور الیمن)
(۱۵) مطلع الفجر۔	مولانا عزیز (آپ وہ مطلع امامت ہیں جس سے تمام دنیا میں ہدایت کی روشنی پھیلی۔ یعنے آپ وہ امام ہیں جن کے فرزند مولانا حاکم تمام دنیا کے مالک ہوں گے۔ اور خدا کا امر بیت النبوہ کی طرف لوٹے گا حالانکہ واقعات برعکس نمودار ہوئے۔ اور آپ سے ہماری حکومت کا زوال شروع ہوا۔)
(۱۶) سولھویں امام	مولانا حاکم جو خاتم الائمہ ہوں گے۔

سیدنا حمید الدین نے اس طرح تاویل کرنے کی اجازت بھی دی ہے۔ اس سے دعوت اور اس کے حدود میں فرق نہیں پڑتا جیسا کہ فصل تاویل کی ابتدا میں معلوم ہوچکا ہے۔ اسے استنباط کہتے ہیں جو سوائے داعی کے کوئی دوسرا نہیں کرسکتا۔

پانچویں داعی مطلق سیدنا علی بن محمد بن الولید متوفی ۶۱۲ھ کی ایک عجیب وغریب تاویل پر بھی نظر ڈالئے۔ آپ اپنے ایک رسالے "الرسالۃ الکاملۃ فی معنی صلوٰۃ اللیالی الفاضلۃ" میں فرماتے ہیں کہ لیلۃ القدر تیئیسویں رات ہونے کی وجہ سے ابدال[1] کے دوسرے امام یعنے تیئیسویں امام پر مثل (یعنی دلیل) ہے جس سے محنت و مصیبت کا زمانہ ختم ہوگا، شر کی دولت زائل ہوگی، اہل نفاق

(۱) ابدال بدیل کی جمع ہے۔ ابدال اُن نیک لوگوں کو کہتے ہیں کہ جن سے دنیا کبھی خالی نہیں رہتی جب ان میں کا کوئی ایک مرجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا بدل پیدا کردیتا ہے۔

ظاہر	تاویل راقم الحروف یعنی مؤلف
(۶) لیلۃ القدر۔	مولانا اسماعیل (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ میں اور آپ کی ذریت میں امر امامت مقدر کیا۔ بخلاف امام موسیٰ کاظم کے کہ وہ نہ تو خود امام ہیں اور نہ ان کی ذریت میں امامت جاری رہی ۔
(۷) خیر من ۔	مولانا محمد بن اسماعیل (اس لئے کہ آپ بہترین امام ہیں۔ آپ پر دورِ شریعت ختم ہوا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے شریعت محمدی کے ظاہر کو معطل کیا۔
(۸) الف شھر	مولانا عبد اللہ (آپ کو ستر کی وجہ سے انتہائی درجے کی تکلیفیں پہنچیں۔ عرب میں "الف" اعداد کا انتہائی درجہ ہے)
(۹) تنزل الملائکۃ	مولانا احمد (آپ کے پاس فرشتے اللہ تعالیٰ کی وحی لے کر نازل ہوتے تھے۔ ہمارے ہاں امام پر بھی وحی اترتی ہے۔ جیسا کہ کئی دفعہ معلوم ہو چکا ہے ۔
(۱۰) والروح فیھا	مولانا حسین (اللہ تعالیٰ نے آپ کی "روح القدس" سے تائید کی۔ آپ نے اپنے فرزند مہدی کے ظہور کی تمہید کی)
(۱۱) باذن ربھم	مولانا مہدی (اس لئے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ظاہر ہوئے)
(۱۲) من کل	مولانا قائم (کیونکہ آپ دین کے کل امور کے مالک ہیں۔ آپ کا درجہ بلند ہے۔ آپ صاحب التاویل ہیں جیسا کہ سیدنا قاضی نعمان نے اپنے "ارجوزہ" میں فرمایا ہے ۔
(۱۳) امر سلام	مولانا منصور (آپ کا عہد امن و سلامتی سے معمور تھا)

(۹) جمرۂ کبریٰ - جمرۂ وسطیٰ - جمرۂ صغریٰ -	(ا) اہل باطل جو اسلام کی طرف منسوب ہوں - نصاریٰ - یہود - (ب) ضد اول - ضد ثانی - ضد ثالث یعنی بالمواضع الثلاثة الاضداد الثلاث والجمرات السبعة الائمة السبعة یعنی بالعلم الذی یستفیده من الائمة السبعة یبتدیٔ من علم الاضداد فیرجمهم بجمرات الحکمة ویلعنهم (تاویل الشریعة من کلام الامام المعز صفحہ ۴۴)
(۱۰) اونٹوں کو نحر کرنا اور گایوں، بکروں اور چھیلوں کو ذبح کرنا -	رؤسا مخالفین کو قیام کی حالت میں قتل کرنا جس طرح اونٹ قیام کی حالت میں نحر کیا جاتا ہے اور وزراء متبعین اور عوام لوگوں میں جو بہت برے ہیں ان کو قتل کرنا (تاویل میں چھیلوں کے ممثول منافقین ہیں)
(۱۱) نحر کے بعد سر مونڈنا	مخالفین کو قتل کرنے کے بعد ظاہر کو نکال دینا کیونکہ اس روز کوئی عمل مقبول نہ ہوگا اور ظاہر زائل ہوگا اور باطن ظاہر ہوگا۔[1]

(۱) مثل حلق الشعر مثل اطراح الظاهر فی وقت القائم لانه لا یقبل عمل عامل ویزول الظاهر ویظهر الباطن وطواف الزیارة فی التاویل هو ان المومنین یوم قیام القائم اذا فرغوا من قتل المخالفین واطرحوا الظاهر لاذوا بالقائم امامهم ومثله مثل البیت (ذکر الحلق والتقصیر وذکر ما یفعله الحاج ایام منی (تاویل الدعائم) -

مغلوب ہوں گے اور دعوت حق تمام جزائر میں پھیلے گی۔ (اس بیان سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ تیئیسویں امام کون ہیں)۔

(۱۷) حج کے احکام کی تاویلیں[1]

ظاہر	تاویل
(۱) بیت اللہ اور اس کی طرف قصد کرنا۔	امام الزمان اور ان کی طرف متوجہ ہونا۔
(۲) حجر اسود اور اس کو بوسہ دینا۔	حجت اور ان سے متصل ہونا۔
(۳) احرام باندھنا۔	امام اور حجت کی معرفت اپنے اوپر واجب کرلینا۔
(۴) لبیک کہنا۔	امام کی دعوت قبول کرنا۔
(۵) خانۂ کعبہ کا سات بار طواف کرنا۔	سات اماموں سے دوستی رکھنا اور ان کے احکام کی پیروی کرنا۔ ہر نبی کے بعد سات امام ہوئے ہیں جن میں ساتواں قائم ہوتا ہے۔
(۶) بیت اللہ کو پردوں سے ڈھانکنا۔	امام کی باطنی شریعت کو ظاہر سے ڈھانکنا۔
(۷) کعبہ۔ باب کعبہ۔ صفا ومروہ۔ حج وعمرہ۔ یوم عرفہ وعید الاضحیٰ	آنحضرت ومولانا علی۔ مفید اعلیٰ ومفید ادنیٰ۔ امام وحجت۔ حجت۔ قائم القیامہ و قائم القیامہ۔
(۸) رمی الجمار	مومنین کا خدا کے دشمنوں پر حجت قائم کرنا۔

(۱) تاویل الدعائم۔

(۱۹) قصصِ انبیاء کی تاویلیں[1]

(۱) حضرت آدم کے قصے کی تاویل

ظاہر	تاویل
(۱) حضرت آدم - آپ کا نام - آپ کا مخصوص نام اور آپ کا مقام -	دورِ ستر یا کورِ جسمانی کے ناطق اول - آپ سے پہلے غیر متناہی روحانی ادوار گزر چکے ہیں - عبد اللہ - تیجوم بن بجلاح - سرندیب - (تفصیل کے لئے ملاحظہ فصل (۳))
(۲) آپ سے دنیا کی ابتدا -	آپ سے دورِ ستر کا شروع ہونا -
(۳) آپ کے "رب" یعنی مقیم جنہوں نے آپ کو قائم کیا - آپ کے وصی کا نام -	حضرت حنید (مستقر امام الزمان) جو اللہ تعالیٰ کے قائم مقام ہیں - حضرت شیث -
(۴) آپ کا مٹی سے پیدا کیا جانا اور آپ کا خلیفہ مقرر کیا جانا -	آپ کا مومنین سے منتخب کیا جانا (مولانا علی ابوتراب ہیں یعنی مومنین کے والد ہیں) اور آپ کا حجت مقرر کیا جانا -
(۵) آپ میں روح کا پھونکا جانا -	آپ کی تعلیم جس سے نفس کا وجود باقی رہتا ہے -

(۱) نمونے کے طور پر صرف بڑے اور مشہور واقعات کی تاویلیں "اساس التاویل" "سرائر النطقاء" "اسرار النطقاء" اور "المجالس المؤیدیہ" سے نقل کی گئی ہیں - ورنہ ان کتابوں میں ہر بات کی تاویل کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو تکلف سے خالی نہیں - ان میں بڑا اختلاف ہے - جن میں کی بعض مثالیں اس فصل میں گزر چکی ہیں اور بعض آئندہ آئیں گی -

(۱۸) جہاد کے احکام کی تاویلیں

ظاہر	تاویل
(۱) دار الحرب ۔ مشرکین کو قتل کرنا	دعوت اہلِ باطل ۔ دعوت کے مخالفین پر حجت قائم کرنا ۔
(۲) تلوار وغیرہ سے جنگ کرنا ۔	اہلِ خلاف کے مقابلے میں علمی حجتوں سے دین کو بچانا ۔ نفس کا جہاد کرنا ۔
(۳) جنگ کے گھوڑے	امام الزمان کے نقباء ۔
(۴) زوال کے بعد جنگ شروع کرنا ۔	امام الزمان کی نقلت کے قریب اہل خلاف سے مناظرہ کرنا تاکہ اہلِ حق کی حجت کو قوت حاصل ہو۔
(۵) گھوڑوں پر بیٹھ کر جنگ کی جائے ۔ اونٹ صرف دشمن کو ڈرانے کے لئے جنگ میں لائے جائیں ۔	نقباء اہلِ خلاف سے مناظرہ کریں ۔ امام اس میں حصّہ نہ لے ۔ صرف اہلِ خلاف کو مرعوب کرنے کے لئے امام سامنے رہے (اسی طرح اونٹ کے سامنے نماز نہ پڑھی جانے کی تاویل ہے ۔ یعنی امام کے روبرو دعوت نہ کی جائے جیساکہ نماز کی تاویلوں میں معلوم ہو چکا ہے) اس کی یہ وجہ ہو کہ امام اگر مغلوب ہو جائے تو پورا مناظرہ ناکام ہو جائے گا ۔ اور دعوت کو بڑا نقصان پہنچے گا ۔

(ب) حضرت آدم کے دور کا مقابلہ آنحضرت صلعم کے دور سے[۱]

حضرت آدم کے دور کے واقعات	آنحضرت صلعم کے زمانے کے واقعات
(۱) حضرت آدم اور اُن کی زوجہ۔	آنحضرت صلعم اور مولانا علی۔
(۲) اللہ تعالیٰ کا آدم کو پیدا کرنا۔	امام مستقر مولانا ابوطالب کا آنحضرت صلعم کو مصطفیٰ بنانا۔
(۳) ابلیس جو ایک فرشتہ تھا۔	ظالم اول جو تمام مجنوں میں افضل تھا۔
(۴) شجرہ ممنوعہ اور اس کا استعمال۔	مولانا علی کا رتبہ جو تاویل کی حد ہے۔ یعنے امام مستقر مولانا ابوطالب نے آنحضرت صلعم کو منع فرمایا تھا کہ تم (علم) تاویل کسی کو نہ بتانا یہ صرف مولانا علی کا حق ہے۔ ظالم اول نے دھوکے سے کچھ (علم) باطن آنحضرت سے سیکھ لیا۔ یہ آنحضرت کا پہلا گناہ ہے۔ آپ کا پچھلا گناہ یہ ہے کہ آپ نے اپنی ایک بیوی سے یہ راز کہہ دیا کہ تمھارے باپ میرے وصی کا حق ظلم سے چھین لیں گے[۲]۔ جس طرح قابیل نے

(۱) یہ تاویل سیدنا حمید الدین کی ہے جو مولانا حاکم کے باب الابواب ہیں اور ہمارے ہاں اسمٰعیلی فلسفے کے سب سے بڑے عالم ہیں جن کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ملاحظہ فرمائیے کتاب الدین) کتاب الریاض لسیدنا حمید الدین الکرمانی و سرائر النطقا لسیدنا جعفر بن منصور الیمن۔

(۲) ان دو گناہوں کی اور تاویلیں بھی ہیں (فصل ۲۱) شجرۂ ممنوعہ اور ذبح عظیم کی تاویلوں میں اختلاف (فصل ۳)۔

(۶) فرشتے۔ ابلیس کا نام	دعوت کے حجج یا ارکان۔ دعوت کا ایک رکن جس کا نام حارث بن مرۃ تھا۔ یہ اہل رائے و قیاس میں شامل تھا اور تمام حجتوں سے افضل تھا۔
(۷) ملائکہ کا آپ کو سجدہ کرنا اور ابلیس کا سجدہ نہ کرنا۔	ارکان دعوت کا حضرت آدم کے لئے خضوع کرنا اور ابلیس کا خضوع نہ کرنا۔
(۸) آپ کا گناہ یعنے آپ کا شجرۂ ممنوعہ کو استعمال کرنا	(ا) آپ کا ابلیس کو باطنی راز پر مطلع کرنا جو صاحب القیامۃ کا کام ہے۔ (ب) صاحب القیامۃ کی حد یا مرتبہ جن کے زمانہ میں تکلیف مرفوع، باطن ظاہر اور ظاہر ساقط ہو جائے گا۔ (اساس التاویل) (ج) مرتبہ ظالم اول و ظالم ثانی (تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے فصل (۳) عنوان "شجرہ ممنوعہ" کی تاویلوں میں اختلاف) تاویل الزکوٰۃ بھی دیکھئے جو سیدنا جعفر بن منصور الیمن کی تصنیف ہے۔ صفحہ ۱۹۵-۱۹۶۔
(۹) جنت اور آپ کا اس سے نکال دیا جانا۔	امام الزماں کی دعوت۔ اور آپ کا علم باطن کی تعلیم سے روک دیا جانا اور صرف علم ظاہر پر اکتفا کرنا۔ یہاں سے تعلیم میں ظاہری اور باطنی دو سلسلے قائم ہوگئے۔
(۱۰) ابلیس کا لوگوں کو بہکانا۔	آپ کے خلاف حارث بن مرہ کا دوسری دعوت قائم کرنا۔

کہا جاتا ہے۔ اس نے مولانا علی کے منزلے کو چھپا دیا۔ یہ تاویل کی ایک وجہ ہے (سرائر النطقاء صفحہ ۷۳-۷۶) تاویل کی دوسری وجہ یہ ہے کہ کوّے سے محمد بن ابی بکر مراد ہیں جنھیں مولانا علی نے ظالم اول کی طرف اس کے انتقال سے کچھ پیشتر بھیجا تھا تاکہ وہ اپنے باپ پر حجت قائم کریں۔ ظالم اول نے معافی مانگنے پر اپنی رضامندی ظاہر کر دی تھی۔ لیکن ظالم ثانی نے اُسے ایسا کرنے سے روکا۔ اور کہا اگر تم ایسا کرو گے تو ملعون قرار دئے جاؤ گے اور تمھاری قبر پر لوگ قیامت تک پتھر پھینکیں گے اس بیان کے بعد سیدنا جعفر بن منصور الیمن نے اس طرح بھی فرمایا ہے:۔ "نص اهل العلم ان محمد بن ابی بکر هو الغراب وصاحبه الذی جعل یواری فی الارض هو سلمة بن ام سلمة[1] والامام المسمی بالله الذی بعثه هو وصی رسول الله علی بن ابی طالب وقابیل هو ابوبکر" (سرائر النطقاء صفحہ ۷۷-۷۸) قائم مقام ناطق نے جو اللہ تعالیٰ کا قائم مقام ہے محمد بن ابی بکر کو ان کے باپ

(۱) ؟

	ہابیل کا حق چھین لیا۔
(۵) ہابیل و قابیل۔	مولانا علی اور ظالم اول۔ اِن دونوں کے باطنی باپ آنحضرت صلعم تھے۔
(۶) قربان۔	امام الزمان کی اطاعت۔ ضد اول (یعنی ظالم اول) کا یہ عقیدہ تھا کہ عبادت صرف ظاہری اعمال سے پوری ہوتی ہے اور نجات بھی حاصل کرنے کا یہی ذریعہ ہے بخلاف اس کے ولی (یعنی مولانا علی) کا یہ عقیدہ تھا کہ عبادت اور نجات کے لئے ظاہر و باطن یعنے علم و عمل دونوں ضروری ہیں۔ ضد اور ولی دونوں نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنا عقیدہ ظاہر کیا۔ آپ نے ولی کا عقیدہ قبول فرمایا لیکن آپ نے صراحت سے جواب نہیں دیا۔ تاکہ ضد کو یہ خیال پیدا نہ ہو کہ آپ ولی کی طرف داری کرتے ہیں۔ صرف اتنا فرمایا :۔ "انَّ اکرمکم عند اللہ اتقاکم" اس سے پہلے ضد نے آنحضرت کو یہ فرماتے سنا تھا "اتقاکم ابوبکر" اس لئے اس نے یہ سمجھا کہ میرا عقیدہ آنحضرت کو پسند آیا۔ لہٰذا وہ آپ کا قائم مقام بھی ہوگا۔ ولی نے ضد سے کہا "انما یتقبل اللہ من المتقین" یعنی اللہ تعالیٰ تو صرف متقین کے اعمال قبول کرتا ہے (الفصل السادس من الباب التاسع من کتاب الریاض)۔
(۷) قابیل کا ہابیل کو قتل کرنا۔	ظالم اول کا ولی کو ان کے رتبے سے گرا دینا۔
(۸) غراب یعنی کوا۔	اس زمانے کا ایک منافق یعنے ظالم ثانی جو اعرابی

(۴) موجیں جو پہاڑوں کے مانند ہیں۔ پہاڑ	اہلِ ظاہر کے علماء جو علم سے خالی ہیں۔ عالم اہلِ ظاہر
(۵) نوح کا بیٹا	نوح کا صلبی بیٹا جس نے آپ کے وصی کی طاعت سے انکار کیا۔
(۶) بسم اللہ۔	یہ دو اسم ہیں جو دو علوی اصول پر مشتمل ہیں اور ان میں سات حرف ہیں جو ان کے حرف پر مشتمل ہیں (سیدنا داؤد بن قطب شاہ فرماتے ہیں کہ دو اسموں سے "سابق اور لوح" مراد ہیں جن میں سات حرف ہیں۔ ان سے سفلی اصول بھی مراد ہو سکتے ہیں جن کے ناموں (محمد اور علی) میں سات حرف ہیں" التعلیقات علی اساس التاویل لسیدی امین جی بن جلال "۔
(۷) زمین کا پانی کو جذب کرلینا اور آسمان کا تھم جانا۔	اساس کا علمِ باطن کو غیر مستحق سے چھپانا اور ناطق کا اساس قائم کرنے کے بعد باطن سے قطع تعلق کرلینا اور ظاہر کی طرف متوجہ ہونا۔

(د) حضرت ابراہیم کے قصّے کی تاویل۔

(۱) حضرت ابراہیم کے مقیم اور آپ کے وصی۔	حضرت صالح۔ حضرت اسماعیل۔
(۲) بیت اللہ اور ذبحِ عظیم کی مختلف تاویلیں۔	اِن کی تاویلیں گزر چکی ہیں (۱)۔

(۱) اسی فصل میں بعنوان (۱۷) "حج کے احکام کی تاویلیں"۔ فصل (۳) عنوان "شجرہ ممنوعہ اور ذبحِ عظیم کی تاویلوں میں اختلاف"۔

	ظالم اول کے پاس بھیجا تاکہ وہ اسے اپنے گناہ پر آگاہ کریں اور حق کی طرف لوٹائیں۔ کیونکہ محمد بن ابی بکر دینی حیثیت سے مولانا علی سے اور نسبی جہت سے ظالم اول سے مخصوص تھے اور یہی معنی ہیں کوتے کو بھیجنے اور اس کے زمین کو کھودنے کے (فبعث اللہ ای القائم مقام الناطق الذی ھو القائم مقام اللہ رجلا من اصحابہ .... یعنی مولانا علی نے اپنے ایک صحابی کو بھیجا۔ (کتاب الریاض سیدنا حمید الدین۔ باب ۹ فصل ۶)
(ج) حضرت نوح کے قصے کی تاویل (۱)	
(۱) حضرت نوح۔ آپ کے "ربّ" یعنی مقیم۔ آپ کے وصی۔ آپ کا دشمن۔	عبد الغفار۔ سرائر النطقاء صفحہ ۹۱ ہود۔ سام راسب (ولد عوج بن عنق)
(۲) آپ کا سفینہ۔ سفینے میں ہر جاندار کا ایک جوڑا	آپ کے اساس یعنی وصی کی دعوت۔ سفینے کے طول و عرض اور جن چیزوں سے سفینہ بنتا ہے ان سب کی تاویل گزر چکی ہے (۲)۔ اساس کی دعوت میں ناطق و اساس، امام و حجت اور نقیب و داعی وغیرہ۔
(۳) تنور کا اُبلنا۔	تاویل کا شائع ہونا اور اساس کا اپنے تاویلی علم کو ظاہر کرنا۔

(۱) اساس التاویل و سرائر النطقاء (۲) فصل (۱۵)

(ھ) حضرت موسیٰ کے قصے کی تاویل

(۱) حضرت موسیٰ کے مُقیم آپ کے وصی اور آپ کا دشمن	حضرت اُد حضرت ہارون اور فرعون۔
(۲) فرعون کا بچوں کو قتل کرنا اور عورتوں کو باقی رکھنا	فرعون کا مستجیبوں کو قتل کرنا اور داعیوں کو باقی رکھنا جو اس کی طرف دعوت کرتے اور اس کی مدد کرتے تھے۔
(۳) حضرت موسیٰ کی ماں۔	داعی جس نے آپ کو مذہبی تعلیم دی۔
(۴) آپ کا فرعون کے گھر میں پرورش پانا۔	آپ کا ظاہر میں امام باطل کی طرف اور باطن میں یعنے مخفی طور پر امام حق کی طرف دعوت کرنا۔
(۵) آپ کا دشمن کو مُکّا مار کر وہیں اس کا کام تمام کر دینا۔	آپ کا دشمن کو حجج قاطعہ سے خاموش کر دینا۔
(۶) پھر آپ کا اپنے اوپر ظلم کا اقرار کرنا۔	پھر آپ کا یہ اقرار کرنا کہ میں نے حکمت ایسے وقت ظاہر کی جب کہ مجھے ایسا نہ کرنا چاہئے تھا۔
(۷) آپ کی لاٹھی	آپ کی تاویل حقیقی (آپ کی امامت کی حد)
(۸) آپ کے دشمنوں کی رسیاں اور لاٹھیاں۔	آپ کے دشمنوں کا منظوم اور ظاہری کلام۔
(۹) فرعون اور اس کے اصحاب کا سمندر میں ڈوبنا۔	فرعون اور اس کی دعوت کے لوگوں کا ظاہری علم کی موجوں میں ڈوبنا۔
(۱۰) چالیس راتیں جن کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے کیا تھا۔	دس حدود علوی اور تیس حدود سفلی۔ یعنی بارہ نقباء۔ بارہ لواحق اور چھ ائمہ۔ کیونکہ ساتواں ناطق ہوگا(۱)

(۱) والائمة الستة لان السابع منهم یصیر ناطقاً (اساس التاویل قصۂ موسیٰ)

(۳) حضرت ابراہیم کی ختنہ جب کہ آپ کی عمر ۹۹ سال تھی۔	آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ ۹۹ داعیوں کی تکمیل کے بعد تاویل کشف یعنی ظاہر کریں اور شریعت نوح سے منقطع ہو جائیں اور اس کو نسخ کر کے اپنی شریعت ظاہر کریں۔ جیسا کہ ختنہ میں "غلفہ" کے کاٹنے کے بعد "کمرہ" ظاہر ہو جاتا ہے ہر آنے والے نبی کی ظاہری شریعت گذرنے والے نبی کی باطنی شریعت ہے۔ (سرائر النطقاء صفحہ ۱۱۵)
(۴) حضرت اسماعیل کی ختنہ	سو حدود کی تکمیل کے بعد حضرت ابراہیم نے حضرت اسماعیل کو اساس کا درجہ دیا۔ اس پر حضرت اسحاق کو حسد پیدا ہوا (سرائر النطقاء صفحہ ۱۱۶)
(۵) حضرت اسحاق کی ختنہ	حضرت ابراہیم نے حضرت اسحاق سے عہد لیا کہ وہ حضرت اسماعیل کا اقرار اور ان کی طاعت کریں۔
(۶) حضرت ابراہیم کے دیگر بچوں اور اتباع کی ختنہ۔	حضرت ابراہیم نے اپنے بچوں اور اتباع کو حضرت اسماعیل کی شان پر واقف کیا۔
(۷) آپ کا تارے، چاند اور سورج کو دیکھنا۔	آپ کا داعی، حجت اور امام الزمان سے متصل ہو کر علم باطن سیکھنا۔
(۸) آپ کے والد ماجد۔	اہل ظاہر کے رئیس جن سے آپ نے ظاہری علم کی تحصیل کی۔
(۹) آپ کا آگ میں ڈالا جانا۔ اور آگ کا آپ پر ٹھنڈا ہونا۔	آپ کے متعلق دشمنوں کا حاکم زمانہ کے پاس چغلی کھانا اور چغل خوری کا حاکم زمانہ کے دل پر کوئی اثر نہ ہونا۔
(۱۰) آپ کے دور کی مدت	ایک ہزار ایک سو ساٹھ (۱۱۶۰) سال (سرائر النطقاء)

	فرماتے ہیں کہ جب موسیٰ اپنے لاحق کے لیئے جلوہ فرما ہوئے تو لاحق بے ہوش ہوگیا اور آپ کا جلوہ دیکھ نہ سکا۔

(۹) حضرت عیسیٰ کے قصے کی تاویل

(۱) حضرت عیسیٰ کے مقیم اور آپ کے وصی۔	خزیمہ اور شمعون الصفا
(۲) حضرت مریم	حضرت عمران کے ایک لاحق یعنے حجت (حضرت زکریا عیسیٰ کے دور کے آخری امام تھے ان سے پہلے حضرت عمران تھے۔)
(۳) عیسیٰ کی دینی پیدائش	عام طور پر دینی پیدائش امام اور حجت سے ہوتی ہے لیکن حضرت عیسیٰ مستثنےٰ تھے۔ آپ کی پیدائش بغیر امام الزمان کی وساطت کے صرف حضرت مریم سے ہوئی۔ اسی وجہ سے آپ "ابن مریم" کہلاتے ہیں۔
(۴) مریم کا بشر کو نہ چھونا۔	مریم کو امام الزمان کی اجازت نہ ملنا۔
(۵) عیسیٰ کا گہوارے میں بات کرنا۔	آپ کا تربیت کے زمانے میں حدود مقامات کو پہنچنے سے پہلے بالغین کی طرح گفتگو کرنا۔
(۶) آپ کا مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو بھلا چنگا کرنا۔ اور مُردوں کو زندہ کرنا۔	آپ کا اس آدمی کو نور بصیرت بخشنا جو دل کا اندھا ہو۔ آپ کا اس آدمی کے شک کو دور کرنا جو شک میں پڑ گیا ہو۔ اور آپ کا کافروں کو مومن بنانا۔ (الابرص فی الباطن الذی خالطہ الشک)

(۱۱) آپ کے بعد آپ کی قوم کا گائے کے بچھڑے کی پرستش کرنا۔	آپ کے بعد آپ کی قوم کا کسی "لاحق" کے بیٹے کو خلیفہ بنا لینا (تاویل میں گائے "لاحق" پر مثل ہے)
(۱۲) آپ کا اپنے رب سے گفتگو کرنا۔ اور اس کو دیکھنے کی خواہش کرنا۔	آپ کا اپنے حد علوی یعنی مربی سے گفتگو کرنا اور اس کو دیکھنے کی خواہش کرنا۔
(۱۳) قال لن ترانی ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی۔	الجبال امثال اللواحق ھھنا فقال الحدّ المتحد بموسیٰ .... ذلک ما لا تقوم لہ لانہ لیس من حدک ولا تحتملہ قوتک فان شئت ان تعرف ذلک فزن انت احد لواحقک ممّا عندک شیئًا فوق ما حد لہ فان رأیتہ ثبت لہ واحتملہ فسوف تحتمل انت ذلک منی۔
(۱۴) فلما تجلّی ربّہ للجبل	ھذا القول فیہ تقدیم وتاخیر علی ما یجری علیہ لسان العرب یقول فلمّا تجلّی للجبل یعنی اللاحق ربّہ" یعنی موسیٰ مربّیہ بالحکمۃ وذلک عند ما فعل موسیٰ ذلک جعلہ دکّا یقول تضضع ولم یحتمل فلما رأی ذلک موسیٰ ھالہ وعلم انہ لو اعطی ما سألہ لکانت تلک حالہ۔ (اساس التاویل۔ قصۂ موسیٰ) اس مقام پر سیدنا قاضی نعمان کا یہ فرمانا کہ کلام میں تقدیم و تاخیر ہے غور کے قابل ہے۔ کلامِ مجید کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ "جب موسیٰ کا پروردگار پہاڑ پر جلوہ فرما ہوا تو اس کو چکنا چور کر دیا"۔ سیدنا

منها وطراً زوجنا کها" میں ہے اس سے زید بن عمرو نمبر (۳) مراد ہیں جن سے آنحضرت صلعم نے استفادہ کیا۔ آپ فرماتے ہیں "فلما قضیٰ زیدٌ منها یعنی زید بن عمرو وطراً من الدعوة زوجنا کها یقول اطلقنا لک الدعوة بها الیٰ تمام امر الاول یعنی القیام بشریعة المسیح والدعوة الیٰ متم زمانه یعنی جبرا

(اسرار النطقاء صفحہ ۱۹۹)

حالانکہ آیۂ کریمہ میں زید سے زید بن حارثہ مراد ہیں جن کی مطلقہ بیوی زینب سے آنحضرت صلعم نے نکاح کیا۔

تبصرہ

قصص انبیاء کی تاویلوں میں کئی امور غور طلب ہیں:۔

(۱) آدم کا نام عبداللہ، ابلیس کا نام حارث بن مرہ اور نوح کا نام عبدالغفار کس طرح ہو سکتا ہے۔ یہ عرب سے نہ تھے اور نہ ابلیس عربی تھا۔

(۲) شجرۂ ممنوعہ کی کبھی قائم القیامہ کے مرتبۂ محمودہ سے اور کبھی ظالم اول اور ظالم ثانی کے درجۂ مذمومہ سے تاویل کی گئی ہے جس میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔

(۳) ذبحِ عظیم وغیرہ کی تاویلوں میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اس سے واقعات کی حقیقت بجائے روشن ہونے کے جیسا کہ ہم کو تاویل سے امید تھی اور تاریک ہو جاتی ہے۔

(۴) حضرت نوح کے تیس ظاہری امام اور تیس باطنی امام جو سفینے کے عرض

(س) آنحضرت صلعم کے زمانے کے چند اہم واقعات اور ان کی تاویلیں۔

واقعہ	تاویل
(۱) آنحضرت صلعم کے مقیم اور آپ کے وصی۔	مولانا ابوطالب اور مولانا علی۔
(۲) آپ کا امیین میں مبعوث ہونا۔	آپ کا ایسے لوگوں میں مبعوث ہونا جو عیسوی دور کے امام الزمان کی حجت کی طرف منسوب تھے آپ ابتدا میں حضرت عیسیٰ کے دین پر تھے (تاویل میں باپ سے ناطق اور ماں سے حجت مراد ہے۔
(۳) آپ پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے۔	آپ امام کو قائم کرنا، اساس کو نصب کرنا اور شریعت کی تالیف نہیں جانتے تھے۔
(۴) اللہ تعالیٰ نے آپ سے میثاق لیا۔	عیسوی دور کے متم (چھٹے امام کے مستخلف) نے آپ سے میثاق لیا(۱) یہ مستخلف عجمی تھے اِن ہی کی طرف اللہ تعالیٰ کے قول کا اشارہ ہے:- ولقد نعلم انھم یقولون انما یعلمہ بشر لسان الذی یلحدون الیہ اعجمی وھذا لسان عربی مبین۔
(۵) وہ حدود جن سے آپ نے تعلیم لی۔	(۱) عمرو بن نفیل (۲) ابی بن کعب (۳) زید بن عمرو (۴) بحیرا جو عیسوی دور کے آخری امام تھے(۲) (۵) حضرت خدیجہ - سیدنا جعفر بن منصور الیمن فرماتے ہیں کہ کلام مجید میں جو زید کا ذکر آیۂ کریمہ "فلما قضیٰ زیداً

(۱) والمستخلف ھو حجۃ الامام المتم السادس لم یتھیأ فی دور عیسیٰ ان یکون السابع المنتظر وحضرت نقلۃ المتم قبل ذلک وھی الفترۃ وکان المومنون یومئذٍ متمسکین بھدی الماضی متربصین بانفسھم قیام السابع -
(اساس التاویل - المجالس المویدیۃ ۵/۹۶ اسرار النطقاء صفحہ ۱۹۹) (۲) المجالس المویدیۃ ۵/۹۶

کہ یہ سب ہماری قیاس آرائیاں ہیں۔ حضرت نوح اور حضرت موسیٰ کے درمیان مستقر امام حضرت ابراہیم کا مبعوث ہو جانا بھی سوال طلب ہے۔ کیا ہم نے آپ کو مستقر اماموں میں اس لئے شریک کیا کہ آپ آنحضرت صلعم کے جدِ اکبر تھے۔ ورنہ آنحضرت صلعم کا درجہ بہت کم ہو جاتا اور آپ کا "علیٰ ملّۃ ابراھیم" ہونے سے کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ اسی طرح آنحضرت صلعم کا دو مستقر اماموں مولانا ابوطالب اور مولانا علی کے درمیان رسول کی (مستودع) حیثیت سے ظاہر ہونا بھی قابلِ غور ہے علیٰ ہٰذا القیاس مولانا اسماعیل کی غیبت یا وفات کا آپ کے والد مولانا جعفر صادق کی زندگی میں واقع ہونا بھی سیدنا قاضی نعمان بن محمد کے ارشاد کے خلاف ہے جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں[1]۔ ہمارا یہ جواب دینا کہ یہ خدا کی مصلحت ہے کافی نہ ہوگا۔ اس لئے کہ یہ تو اہلِ ظاہر کا جواب ہے ہم تو اپنے مذہبی اُمور کو عقل کی روشنی میں دیکھنے کا فخر کرتے ہیں۔ عیسیٰ کی دینی پیدائش بھی ہماری دعوت کے اُصول کے خلاف ہوئی۔

(۷) سیدنا قاضی نعمان بن محمد کا یہ فرمانا کہ "فلمّا تجلّیٰ ربّہ للجبل" میں تقدیم و تاخیر واقع ہوئی ہے غور کے قابل ہے

(۸) ہماری حیرت کی انتہا نہیں رہتی جب ہم دیکھتے ہیں کہ سیدنا جعفر بن منصور الیمن نے آنحضرت صلعم کے حالات کی تاویل کرنے میں زید بن حارثہ کو زید بن عمرو سمجھا۔ یہ سراسر خلافِ واقعہ ہے جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کیا ایسی تاویل سے ہم پر معمولی واقعات کی عدم واقفیت کا الزام عائد نہیں ہوتا؟

(۹) آنحضرت صلعم کا ضدِ اول کو راست جواب نہ دے کر "اتقاکم ابوبکر اور ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" کہنا آپ کے دامنِ صداقت، حق پسندی اور راست بازی پر بڑا دھبہ لگانا ہے۔

(حاشیہ صفحۂ گزشتہ) واذ قال ابراھیم ربّ ارنی کیف تحی الموتیٰ قال اولم تؤمن قال بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی (القرآن $\frac{۲}{۲۶۰}$)

(۱) فصل (۷) تبصرہ بعنوان "کوئی امام امام نہیں ہو سکتا جب تک ظاہر اور باطن دونوں میں اس کے باپ کی نقلت دنیا سے نہ ہوئی ہو"

(ساٹھ ذراع) پر مشتمل ہیں کون تھے۔ طول جو تین سو ذراع تھا اُس کی تاویل کیوں نظر انداز کی گئی۔ یہ تو ایسا ہی ہوا جیسا کہ ہم نے بارہا کہا ہے کہ تاویل کرنے والے کے ذہن میں جو بات آگئی اس کو انھوں نے سپرد قلم کر دیا اور یہ نہیں سوچا کہ اُس کے اور پہلو رہ گئے ہیں۔

(۵) حضرت ابراہیم کی ختنہ کی جو اہمیت بیان کی گئی ہے وہ کہاں تک معقول ہے۔ کیا آپ کے اوضاع شریعت میں کوئی ایسی وضع نہ تھی جو اس بات پر دلالت کرتی کہ آپ نے (۹۹) داعیوں کی تکمیل کے بعد تاویل ظاہر کی اور نوح کی ظاہری شریعت قطع کی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کو ختنہ جیسی رسم کی طرف جس کے ذکر سے انسان شرماتا ہے، توجہ دلانا پڑی۔ اس پر طرفہ یہ ہے کہ آپ کے فرزندوں اور اتباع کی ختنہ کی تاویل آپ کی ختنہ کی تاویل سے بالکل مختلف ہے مخفی مباد کہ ختنہ کی تاویل کرنے والے سیدنا جعفر بن منصور الیمن ہیں جو ہماری اسماعیلی دعوت کے بہت بڑے رکن ہیں۔ آپ کی تاویل میں کسی رسم کی ایراد امام کے کلام میں ایراد کرنے کے مساوی ہے۔ ختنہ جیسے رسوم کی تاویلوں کو اسرار الٰہیہ اور رموز ربانیہ سے کیا واسطہ۔ ایسی تاویلیں خصوصاً اس زمانے میں کس طرح مقبول ہو سکتی ہیں۔ اور ہم اپنے دعوے میں کہ یہ تاویلیں قائم القیامہ کے زمانے میں علانیہ منبروں پر پڑھی جائیں گی کس طرح کامیاب ہو سکتے ہیں حالانکہ ختنہ کی روایت توراۃ سے ماخوذ ہے جس کی صحت غور طلب ہے: "وکان ابراھیم ابن تسع وتسعین سنۃ حین ختن فی لحم غرلتہ وکان اسماعیل ابنہ ابن ثلث عشرۃ سنۃ حین ختن (توراۃ۔ تکوین ۱۷۔ ۱۸) ہم نے اُسے صحیح سمجھ کر اُس کی تاویل بھی کر ڈالی

(۶) حضرت آدم سے لے کر آنحضرت تک کتنے مستقر اور کتنے مستودع امام گزرے ان کی گنتی ہمیں نہیں معلوم اور نہ ہمارے پاس اُن کا کوئی مستند شجرہ ہے ہم نے اپنے تقریباً ڈھائی سو سال کے ظہور کے زمانے میں جب کہ ہم کو ہر طرح کی سہولت تھی اس امر کی طرف کیوں توجہ نہیں کی تاکہ ہم اس زمانے میں اہل ظاہر سے حجت کرتے اور ان کو اپنے سلسلوں کا قائل کرتے۔ یا کم سے کم ہم کو حضرت ابراہیم کی طرح ایمان کے بعد اطمینان حاصل ہوتا[1] اس سے تو اس امر کا انکشاف ہوتا ہے

(۱) حاشیہ بر صفحہ آئندہ

کا یہ باطنی گناہ ان کے ظاہری گناہ سے بدرجہا بڑھ کر ہے۔ اسی وجہ سے آپ جنت سے نکالے گئے۔ باطنی گناہ دعوت اور اس کے قواعد کی خلاف ورزی کرنے کا نام ہے جس سے دعوت میں فساد برپا ہوتا ہے۔ یہ ظاہری گناہ سے زیادہ اہم ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ انبیاء ہم جیسے بشر تھے ان کے اور ہمارے درمیان ما بہ الامتیاز صرف وحی کی فضیلت تھی جیسا کہ اس آیہ کریمہ میں ہے:۔ "قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم الہ واحد"[1] ان سے گناہوں کا صادر ہونا کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ وہ ہماری طرح مصر نہیں رہتے بلکہ معافی مانگ لیتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت داؤد کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے: "وظن داؤد انما فتناہ فاستغفر ربہ وخر راکعا واناب فغفرنا لہ ذلک"[2] ہم نے اپنی تاویل ثابت کرنے کے لئے ظاہری اور باطنی گناہوں میں فرق کیا تاکہ ہم اہل ظاہر سے ممتاز ہو جائیں ہم کو اس سے کوئی فائدہ نہ ہوا جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں۔ پاک اور بے عیب تو سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ بندہ تو ہر حالت میں بندہ ہے۔ وہ ہر طرح سے معصوم نہیں ہو سکتا۔

---

(۱) القرآن ۱۸/۱۱۰ - (۲) القرآن ۳۸/۲۴ -
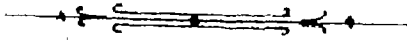
(۱۰) آنحضرت صلعم نے مولانا علی کو جو "ابوتراب" کا لقب دیا اُس کی وجہ ظاہر ہے حضرت آدم کے قصے میں یہ کہنا کہ تراب سے مومنین مراد ہیں کس طرح درست ہو سکتا ہے؟

(۱۱) ہم نے انبیاء کے قصوں کی تاویل اسی وجہ سے کی کہ ان کے ظاہری واقعات خلافِ فطرت یعنی غیر معقول نظر آتے ہیں لیکن اُس کی پابندی ہم نے کبھی نہیں کی۔ تاویل کرنے کے دوران میں ہم کبھی یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ یہ واقعہ ظاہر میں بھی ہوا۔ جیسا کہ سیدنا قاضی نعمان بن محمد نے حضرت موسیٰ اور فرعون کے قصے میں فرمایا ہے "وکذالك اغرقوا فی الظاهر"۔ اس موضوع پر مفصل بحث آئندہ آئے گی(۱)۔

دوسری وجہ تاویل کرنے کی یہ ہے کہ اگر ہم انبیاء کے ظاہری گناہوں کو تسلیم کرلیں تو انبیاء پر فسق کا بڑا جرم عائد ہوتا ہے۔ جیسا کہ سیدنا موید اپنے ارجوزہ میں فرماتے ہیں ؎

والانبیاء عندهم فساق قومٌ بهم تفتتم الاغلاق(۲)

لیکن افسوس کہ دوسرے انبیاء کا ذکر تو ایک طرف ہم نے معاذاللہ خود اپنے نبی کی طرف ایسے گناہ منسوب کئے جو اگر ایک معمولی بشر سے صادر ہوں تو وہ فسق (یعنی نافرمانی) کے الزام سے بری نہیں ہو سکتا۔ ان گناہوں کی تفصیل آئندہ آئے گی(۳)۔

یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ ہم انبیاء کو ظاہری گناہوں سے تو بری کرتے ہیں لیکن باطنی گناہوں کو ان کی طرف منسوب کرنے میں کوئی تامل نہیں کرتے حالانکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ظاہر اور باطن کا ساتھ چولی دامن کا ساتھ ہے جو چیز ظاہر میں بُری ہے وہ باطن میں بھی بُری ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وذروا ظاهر الاثم وباطنه"(۴)۔ مثلاً آدم نے شجرۂ ممنوعہ کو استعمال کیا اس کی تاویل یہ ہے کہ آپ نے قائم القیامۃ کا یا ظالم اول یا ظالم ثانی کا مرتبہ حاصل کرنا چاہا۔ جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے(۵)۔ حضرت آدم

(۱) فصل (۲۴) بعنوان "کیا قرآنِ مجید کی ہر آیت کا ظاہر اور باطن دونوں ضروری ہیں"۔ (۲) دیوان سیدنا موید (ارجوزہ جو اس دیوان کی ابتدا میں ہے) (۳) فصل (۲۱) "انا فتحنا لك فتحاً مبیناً لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر" کی تاویلیں۔ (۴) القرآن ۶: ۱۲۱ (۵) فصل (۱۵) نمبر (۱۹) قصص الانبیاء کی تاویلیں۔

	کا طریقہ اختیار کیا)
(۱۰) الذین طغوا فی البلاد	معاویہ۔ عمرو بن العاص۔ اصحاب جمل وغیرہ۔
(۱۱) سوط عذاب۔	مولانا علی کی تلوار۔
(۱۲) فاما الانسان ...... اکرمن۔	آنحضرت صلعم (اس لئے کہ آپ نے اللہ کی نعمت کا اعتراف کیا)۔
(۱۳) واما الانسان ...... اہانن۔	ظالم اول (کیونکہ جب رسول اللہ صلعم نے اس سے یہ کہا کہ تم علی کی اطاعت کرو تو اس نے کہا رسول اللہ نے میری اہانت کی۔
(۱۴) لا تکرمون۔	اس میں ظالم اول، ظالم ثانی، خالد بن الولید، سالم (مولی حذیفہ) وغیرہ کی طرف خطاب ہے کیونکہ انھوں نے یتیم یعنے امام کا حق چھینا۔
(۱۵) الیتیم	امام اور اس سے مولانا علی مراد ہیں۔ کیونکہ امام کی نظیر نہیں ہوتی۔
(۱۶) المسکین۔	حجت جو صاحب باطن ہیں طعام المسکین سے حجت کا علم مراد ہے۔ حجت کو مسکین اس وجہ سے کہتے ہیں کہ نفوس کو اس کے علم سے سکون حاصل ہوتا ہے یا وہ امام کے علم کا محتاج ہے۔
(۱۷) تاکلون التراث	اس میں خطاب ان ظالموں کی طرف ہے جنھوں نے مولاتنا فاطمہ کی میراث چھین لی اور آپ کے درجہ پر حملہ کیا۔
(۱۸) دکت الارض	جب حجت ظاہر ہوں گے بعد اس کے کہ وہ مقبوض (یعنی مستور) تھے۔
(۱۹) ربک (۲۰) الملائکۃ (۲۱) جھنم۔	(۱۹) قائم الزمان (۲۰) انصار قائم (۲۱) ناطق جو تلوار لیکر ظاہر ہوں گے۔ اور دشمنوں کو اس سے قتل کریں گے۔
(۲۲) الانسان (۲۳)	(۲۲) ظالم اول اور اس کے بعد دوسرے ظالم (۲۳)

فصل (۱۶)

قرآنِ مجید کی بعض سورتوں اور آیتوں کی تاویلیں

(۱) سورہ "والفجر" کی تاویل

ظاھر	تاویل سیدنا جعفر بن منصور الیمن (کتاب الکشف صفحہ ۷۷)
(۱) الفجر (۲) لیال عشر (۳) الشفع (۴) الوتر (۵) اللیل	(۱) آنحضرت (۲) مولانا علی (۳) مولانا حسن (۴) مولانا حسین (۵) مولاتنا فاطمہ۔
(۶) عاد	ظالم اول (کیونکہ وہ جس حالت میں پہلے تھا اسی حالت کی طرف عود کر گیا یعنے لوٹ گیا۔ پھر اس نے جھوٹا دعویٰ کیا)۔
(۷) ارم ذات العماد	مولانا علی (اس لئے کہ آپ عماد الدین ہیں۔ عاد ارم سے وہ شخص مراد ہے جس نے مولانا علی پر تعدی کی)
(۸) وثمود الذین جابوا الصخر بالواد۔	ظالم ثانی (اس نے مولانا علی کی حجتوں کو منقطع کر دیا۔ تاویل میں صخر سے مراد حجت کی ہے۔
(۹) فرعون۔	ظالم ثالث (کیونکہ اس نے فرعون کے سے بادشاہوں

باب الابواب سیدنا جعفر بن منصور الیمن ہیں جو بالکل امام سے متصل رہے ہیں آپ کے بلند رتبہ کی طرف کئی بار اشارہ کیا جا چکا ہے۔ کتاب مذکور کے پڑھنے والے سے سخت معاہدہ لیا گیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ "اگر تو یہ راز فاش کرے گا تو تیرا باپ اور بھائی تیرے لئے حرام (خون اور سور کے گوشت کی طرح حرام) ہو جائیں گے۔" لیکن جو بھی اسے پڑھے گا وہ یہی کہے گا کہ یہ تو ایک طرح کی شاعری ہے اسے علم غیب، علم روحانی، علم لدنی کس طرح کہہ سکتے ہیں۔ اس میں تو اہل ظاہر کے اماموں پر لعنت وملامت کے سوا اور کیا ہے۔ اسے کیا اسی وجہ سے اتنا چھپایا جاتا تھا اور ایسی احتیاط کی گئی ہے کہ کتاب الکشف میں ان کے نام ایک خاص خط میں لکھے گئے ہیں (۱)۔ لیکن کونسا ایسا عربی دان ہوگا جو سیاق عبارت سے سمجھ نہ سکے۔ خاص کر جب کہ عبارت میں مولانا علی اور ظالم اول لکھا ہوا ہے۔ سیدنا موصوف کی یہ کوشش ہوگی کہ اہل ظاہر دعوت کے اسرار سے آگاہ نہ ہوں۔ لیکن کتاب مذکور کے نقل کرنے والوں نے ظالموں کے نام لکھ کر ان کو ظاہر کر دیا ہے۔ ہماری دعوت کی اکثر کتابوں کا یہی حال ہے۔ اگر ہم لعنت وملامت کو نظر انداز کر دیں تو بھی ہماری تاویلوں میں معقولیت اور سنجیدگی نظر نہیں آتی۔

(۲) سورۂ "والتین" کی تاویلیں

ظاہر	تاویل سیدنا جعفر بن منصور الیمن (۲)	تاویل سیدنا مویدؔ (۳)۔ تاویل مولانا معز اور تاویل سیدنا بدر الجمالی کے لئے اس کے بعد کا تبصرہ ملاحظہ فرمائیے۔
(۱) التین	مولانا حسن (تین اولیاء اور حجج کو بھی کہتے ہیں۔ "التین من امثال الحجج لانہ منطوعلی	حضرت آدم (ہر پھل سے پہلے پتے اور کلیاں ہوتی ہیں لیکن انجیر کا پھل بغیر کلی کے شاخ

(۱) جرمن مستشرق "ستروطمان" نے اس مخفی خط کو واضح کر دیا ہے (کتاب الکشف مطبوعۂ دار الفکر العربی بمصر) تاویل کی فصل کے آخر میں ہم نے مطبوعہ نسخہ سے مخفی علامتیں نقل کی ہیں۔

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

النفس المطمئنہ (۲۴) ربك	آنحضرت صلعم کا نفس (۲۴) مولانا قائم۔ ایک شرح میں "ربک" سے مولانا علی مراد ہیں۔

تبصرہ

دس راتوں سے مولانا علی کی کیوں مراد لی گئی۔ اس کی کوئی وجہ نہیں بتائی گئی۔ اسی طرح شفع۔ وتر۔ لیل کی تاویلوں کے وجوہ حذف کر دئیے گئے ہیں

عاد کا اشتقاق عود یا تعدی سے کس طرح صحیح ہو سکتا ہے کیونکہ وہ تو عربوں کی ایک قدیم قوم کا نام ہے جس کا کلام مجید میں اور جگہوں پر بھی ذکر ہے۔

"الذین طغوا فی البلاد" کا مرجع عاد، ثمود اور فرعون ہیں جن کے مثول سیدنا موصوف کی تاویل کے مطابق ظالم اول ظالم ثانی اور ظالم ثالث ہیں سیدنا نے اس کا مرجع معاویہ (ظالم رابع) وغیرہ بنایا ہے جو نحو کے قاعدے سے درست نہیں۔ آپ کا قول اس وقت صحیح ہوتا جب "فرعون" اور "الذین" کے درمیان واؤ عطف ہوتا۔

جہنم سے ناطق کی تمثیل دینا ایک عجیب وغریب بات ہے کیا ایسی تاویل سے ہمارا انشا یہ ہے کہ ظاہری شریعت جسے ناطق وضع کرتا ہے جہنم کی طرح تکلیف دہ ہے۔ اس لئے کہ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مولانا محمد بن اسماعیل کے ذریعے سے ظاہری شریعت معطل کر دی ہے۔ ہماری اکثر کتابوں میں یہی تشبیہ پائی جاتی ہے کیا اس سے ظاہری شریعت کی توہین وتحقیر نہیں ہوتی۔ یہاں تو خدا فرماتا ہے کہ قیامت کے دن جہنم بھی لائی جائے گی تاکہ گنہگار اس میں ڈالے جائیں۔

"ربك" اور "ملائکہ" سے مولانا قائم اور آپ کے مددگار مراد ہیں ہمارے "اہل حلول" ہونے پر اس سے بڑھ کر اور کس دلیل کی ضرورت ہے۔ ہم نے مولانا قائم ہی کو جو قیامت میں ظاہر ہوں گے خدا بنا دیا ہے۔ اس کی تائید میں "لا الٰہ الا اللہ" کی تاویل بیان کی جا چکی ہے۔

یہ تاویل کتاب الکشف سے لی گئی ہے جس کے مصنف مولانا معز کے

		(کیونکہ حضرت نے فرمایا ہے: بعثت انا والساعۃ کھاتین")
(۵) الانسان فی احسن تقویم	ظالم اول (کیونکہ یہ معرفت میں ظالم ثانی سے بہتر تھا۔	
(۶) ثم رددناہ اسفل سافلین	اس کی تاویل نہیں دی گئی۔	
(۷) الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات	محمد بن ابی بکر۔ ہشام بن عتبہ بن ابی وقاص اور دیگر صالحین۔ (ہمارے اثنا عشری بھائیوں نے بھی اسی طرح تاویل کی ہے) (۱)	
( ) وما یکذبک بعد بالدین۔	اے محمد۔ تم سے امیر المومنین کی ولایت کے متعلق کون مقابلہ کر سکتا ہے۔	

(۱) المراد بالانسان هو الاول، ثم رددناہ اسفل سافلین ببغضہ امیر المومنین والمراد بقولہ الا الذین آمنوا هو علی بن ابی طالب (تفسیر صافی للاثنا عشریین۔

	الحب وكذلك الحجة منطو على العلم ويقال ان الرحم كذلك على صور التيان (٢)	میں نکلتا ہے جس طرح حضرت آدم بغیر ولادت کے پیدا ہوئے)
(۲) الزیتون	مولانا حسین الزيتون من امثال الائمة والرسل والزيت علمهم يجري الى الحجة (١)	حضرت نوح اور حضرت ابراہیم (خلاصہ زیتون کا تیل ہے جو اصل مقصد ہے۔ اسی طرح خلاصہ حضرت نوح اور حضرت ابراہیم ہیں جو ان کی ذریت سے ہیں۔ گویا حضرت نوح سے غرض حضرت ابراہیم ہیں۔)
(۳) طور سینین	آنحضرت صلعم۔	حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ (حضرت عیسیٰ وہ درخت ہیں جو طور سیناء سے نکلا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "و شجرة تخرج من طور سيناء" اس میں اشارہ حضرت عیسیٰ کی طرف ہے۔
(۴) البلد الامین	مولانا علی	آنحضرت صلعم۔ قائم القیامہ۔

بقیہ صفحہ گذشتہ (۲) کتاب الکشف صفحہ ۴۴-۴۳-۴۲۔ (۳) المجالس المویدیہ ۱/۱۵-۱۶۔
(۴) سیدنا جعفر بن منصور الیمن (کتاب الرضاع فی الباطن صفحہ ۳۹)۔
(۱) کتاب الرضاع فی الباطن صفحہ (۴۰)

بہت ممکن ہے کہ ہم نے سورۂ مذکور کی تاویل ہمارے بھائی اثنا عشریوں سے لی ہو۔ کیونکہ ہماری کتابیں چوتھی صدی کے اوائل کی ہیں اور ہماری کتابوں سے بہت پہلے ان کی کتابیں شائع ہو چکی تھیں۔ ایسی کئی مثالیں تفسیر "الصافی" میں ملیں گی۔ تاویل مذکور کی ترتیب ہماری تاویل کی ترتیب سے اچھی ہے کیونکہ ہماری ترتیب میں آنحضرت صلعم کا نام بیچ میں آگیا ہے۔ اور ان کی ترتیب میں سلسلہ قائم رہتا ہے۔ آنحضرت صلعم کا تعلق "البلد الامین" سے نہایت مناسب ہے

مولانا معز فرماتے ہیں کہ "تین" باطن پر مشتمل ہے۔ کیونکہ اس کا چھلکا نہیں ہوتا جو اسے چھپائے جیسے جوز، لوز اور انگور وغیرہ۔ بخلاف انار کے کہ وہ ظاہر پر مشتمل ہے۔ کیونکہ اس کا چھلکا ہوتا ہے۔ سیدنا بدر الجمالی کہتے ہیں کہ تین کا چھلکا (ظاہر) اور مغز (باطن) دونوں کھائے جاتے ہیں۔ بخلاف زیتون کے جس کا ظاہر کھایا جاتا ہے۔ اور مغز (باطن) نہیں کھایا جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی قسم کھائی ہے۔ یہ دونوں علوم شریفہ اور حکم لطیفہ پر مشتمل ہیں۔

ان اختلافوں کے بعد ہم یہ نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ کا مقصد کس کی قسم کھانا ہے۔ مولانا حسن کی یا حضرت آدم کی یا کسی علم شریف اور حکمت لطیفہ کی۔

اس مقام پر شیخ محی الدین ابن عربی کی تاویل کا ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا یہ صاحب کہتے ہیں کہ "التین" سے مراد معانی کلیہ ہیں کیونکہ وہ غیر مادی و غیر معقول ہوتے ہیں وہ انجیر کے مانند لذیذ ہوتے ہیں اور نفس کو قوت دیتے ہیں۔ انجیر کی گٹھلی نہیں ہوتی۔ اس میں سب مغز ہی مغز ہوتا ہے۔ اس کے دانے گویا جزئیات ہیں جو کلیات کے ضمن میں ہیں۔ زیتون سے مقصد معانی جزئیہ ہیں کیونکہ وہ مادی ہیں جس طرح زیتون کی گٹھلی مادی ہے۔ طور سینین کا اشارہ دماغ کی طرف ہے کیونکہ وہ زمین کے بدن سے اونچا ہے۔ "بلد الامین" قلب ہے جو معانی کلیہ کا محافظ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی قسم کھائی ہے جن سے انسان کو کمال حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کے بعد "لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم" ہے۔ یہ تاویل مولانا معز کی تاویل سے ملتی جلتی ہے۔ کیونکہ آپ نے بھی مغز اور چھلکے کی مناسبت سے تاویل کی ہے۔ شیخ محی الدین ابن عربی نے تمام کلام مجید

تبصرہ

اوپر کی دو تاویلوں میں بڑا اختلاف ہے۔ سیدنا مؤید نے کہا ہے کہ تین کے ممثول حضرت آدم ہیں اور اس کی وجہ بھی بتائی ہے یہ وجہ مولانا حسن میں کس طرح صحیح ہو سکتی ہے۔ یہی حال زیتون وغیرہ کا ہے۔

سیدنا مؤید نے اپنی تاویل کو مولانا جعفر صادقؑ کی طرف منسوب کر کے یہ کہا ہے کہ آپ نے سائل سے یہ بھی کہا کہ یہ بڑا مشکل مسئلہ ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی بات اس طرح پردوں میں چھپائی ہے کہ بصیرت والے ہی اسے تلاش کر کے حاصل کریں۔ لیکن اہل ظاہر کے بعض مفسروں نے لکھا ہے بلاد شام میں تین اور زیتون دو پہاڑوں کے نام ہیں[1]۔ اب مطلب واضح ہو جاتا ہے۔ اس قدر چھپانے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم اسماعیلیوں کا یہ دستور رہا ہے کہ جب کوئی ہم سے مسئلہ پوچھتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اس میں تاویل ہے۔ یہ راز کی بات ہے۔ استحقاق کے بغیر نہیں بتائی جا سکتی۔ اس سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ سائل کے ذہن میں جواب کی اہمیت پیدا ہو جائے لیکن جواب جس پائے کا ہوتا ہے وہ ظاہر ہے۔ اس کی حیثیت ایک شاعری سے زیادہ نہیں ہوتی۔ جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں اور آئندہ بھی دیکھیں گے۔

ہمارے اثنا عشری بھائیوں کی مطبوعہ کتاب "حیوۃ القلوب" میں بھی سورۂ "تین" کی حسب ذیل تفسیر پائی جاتی ہے جو کتاب الکشف کی تاویل کے مطابق ہے۔ ان کی تفسیر صافی میں بھی اسی طرح ہے[2]۔

(۱) التین۔ مولانا حسنؑ (۲) الزیتون۔ مولانا حسینؑ
(۳) طور سینین۔ مولانا علیؑ (۴) البلد الامین۔ آنحضرت صلعم۔

---

(۱) فنبت التین والزیتون مهاجر ابراهیم ومولد عیسیٰ ومنشؤه والطور المکان الذی نودی منه موسیٰ ومکة مکان البیت ومولد نبینا ومبعثه (الجزء الثالث من تفسیر مدارک التنزیل وحقائق التاویل للنسفی مطبوعہ مصر) (۲) حیوۃ القلوب، تفسیر صافی۔

	سے کیونکہ آپ نے اپنے اتباع کو مشرق کی طرف نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ نہ حضرت موسیٰ کی شریعت سے کیونکہ آپ نے اپنے اتباع کو مغرب کی طرف نماز پڑھنے کا حکم دیا لیکن شریعت اسلام سے	امامت نکل کر مولانا حسین کی نسل میں رہی۔ مولانا علی زین العابدین شرق اور غرب دونوں کے مالک ہوئے دولت شرقیہ سے مراد دولت فرس ہے۔ (ب) ائمہ نہ رتبہ نبوت میں ہیں نہ رتبہ وصایت میں۔
(۸) یکاد زیتها يضيئ ولو لم تمسسه نار۔	(ا) مولا حسین امام ہونے کی حیثیت سے اپنی والدہ کے بطن میں گفتگو کرتے اگر انھیں کوئی امام نہ بناتا۔ (ب) ناطق کا علم اپنے بیان وصحت کی وجہ سے قریب تھا کہ ظاہر ہوجائے اگر کوئی داعی اسے نہ بناتا۔	(ا) مولانا محمد باقر۔ (ب) ائمہ کا کلام اور ان کے فوائد۔
(۹) نور علی نور۔	(ا) مولانا حسین کے نور میں ایک ہادی اور ایک مہتدی ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے نور کی ہدایت دیتا ہے۔	(ا) مولانا جعفر صادق۔
(۱۰) واللہ بکل شیئ علیم۔	(ب) حد پر حد	وکل منهم (ای الائمہ) قائم مقام اللہ ومقام رسولہ وھو بکل شیئ علیم من امور الدین۔

کی اسی اصول پر تاویل کی ہے ۔

(۳) اللہ نور السمٰوات والارض کی تاویلیں ۔

ظاھر	تاویل سیدنا جعفر بن منصور الیمن (ا) کتاب الکشف صفحہ ۲۳ (ب) کتاب الشواہد والبیان صفحہ ۷۰ ۔	(ا) تاویل سیدنا مؤید (المجالس المؤیدیہ ۵/۹۵) (ب) تاویل سیدنا حمید الدین (راحۃ العقل مشرع ۲ ۔ سور نمبر ۴) ۔
(۱) اللہ نور السمٰوات والارض ۔	(ا) نور ائمہ (ب) ہ	(ا) ابداع اول (عقل اول) (ب) اللہ کے کلمہ کا نور ۔
(۲) مشکوٰۃ	(ا) مولاتنا فاطمہ (ب) دعوت	(ا) تالی (عقل ثانی) (ب) ۔
(۳) مصباح	(ا) مولانا حسین (ب) داعی	(ا) آنحضرت صلعم (ب) علوم الالٰہیہ
(۴) فی زجاجۃ	(ا) مولاتنا فاطمہ کے پیٹ میں (ب) حجت (داعی حجت کی طاعت میں)	(ا) مولانا علی (کیونکہ آپ فرماتے تھے کہ اگر میرے جسم کا پردہ اٹھ جائے تو بھی میرا یقین زیادہ نہ ہوگا ۔ (ب) ائمہ ۔
(۵) کانھا کوکب دری	(ا) گویا آپ کوکب درخشاں کے مانند ہیں ۔ (ب) حجت (گویا وہ امام ہیں کیونکہ وہ امام کے قائم مقام ہیں)	(ا) مولانا حسن ۔ (ب) وصی ۔
(۶) شجرۃ	(ا) حضرت ابراہیم (ب) ناطق (آنحضرت صلعم)	(ا) مولانا حسین (ب) نبی
(۷) لاشرقیۃ ولا غربیۃ	(ا) نہ نصرانیہ نہ یہودیہ ۔ (ب) نہ حضرت عیسیٰ کی شریعت	(ا) مولانا علی زین العابدین (مولانا حسن کی نسل سے

ظاہر	تاویل مولف (راقم الحروف)	وجوہ
(۱) اللہ نور السمٰوات والارض	آنحضرت صلعم	کیونکہ آپ کی شان میں یہ قول مشہور ہے۔ لولاک لما خلقت الافلاک
(۲) مشکوٰۃ	مولانا علیؑ	کیونکہ آپ کی ذریت میں امامت ہے جس طرح مشکوٰۃ میں چراغ ہے۔
(۳) مصباح	مولانا حسن	کیونکہ آپ امامت کے پہلے چراغ ہیں۔
(۴) فی زجاجہ	مولانا حسین	کیونکہ آپ کا نفس مطہر آئینہ کے مانند شفاف ہے۔
(۵) کانھا کوکب دری	مولانا علی زین العابدین۔	کیونکہ آپ امامت کے درخشاں کوکب ہیں۔
(۶) شجرہ	مولانا محمد باقر	کیونکہ آپ امامت کے مبارک درخت ہیں۔
(۷) لاشرقیۃ ولاغربیۃ۔	مولانا جعفر صادق	کیونکہ آپ نہ صرف شرقی ہیں اور نہ صرف غربی بلکہ شرقی اور غربی دونوں ہیں یعنی آپ کو اہل ظاہر اور اہل باطن دونوں مانتے ہیں۔ ہماری کتابوں میں شرق اور غرب کی تاویل ظاہر اور باطن سے کی گئی ہے۔
(۸) یکاد زیتہا یضیٔ ولو لم تمسسہ نار	مولانا اسماعیل۔	کیونکہ آپ امام ہونے کی حیثیت سے اپنی والدہ کے بطن میں گفتگو

تبصرہ

ان مختلف تاویلوں سے واضح ہے کہ ہر تاویل کرنے والے نے اپنی طبع آزمائی کی ہے جو قیاس آرائی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ سیدنا جعفر بن منصور الیمن کے بڑے اونچے درجے کی کئی دفعہ صراحت کی گئی ہے۔ آپ نے دو تاویلیں کی ہیں۔ گویا ایک ہی داعی نے ایک ہی آیت کے دو علیحدہ علیحدہ مطلب سمجھائے ہیں۔ ان میں تناسب اور معقولیت کا اندازہ خود ہمارے بھائی کر سکتے ہیں۔

پھر جب ہم سیدنا موید کی تاویل پر نظر ڈالتے ہیں تو ہماری حیرت اور بڑھ جاتی ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ "لاشرقیہ ولا غربیۃ" سے مولانا علی زین العابدین مراد ہیں۔ بخلاف اس کے سیدنا جعفر بن منصور الیمن کا ارشاد ہے کہ اس کی تاویل نہ یہودیہ نہ نصرانیہ ہے۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ یہ تو ہمارے اذہان کی تاویلیں معلوم ہوتی ہیں۔ نہ معلوم اللہ تعالیٰ کو بفحوائے آیۂ کریمہ "لا یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم" ان تاویلوں میں سے کونسی تاویل کا علم ہے علاوہ اس کے یہود کا مغرب کی طرف اور نصاریٰ کا مشرق کی طرف نماز پڑھنا تحقیق طلب ہے۔

سیدنا موید کی تاویل کے مطابق اگر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ان ہی اماموں کی طرف ہے جن کا ذکر آپ نے کیا ہے تو اس نے مولانا اسماعیل کو کیوں چھوڑ دیا۔ حالانکہ ان دونوں اماموں کا ذکر نہایت اہم ہے۔ یہیں سے ایک زبردست اختلاف پیدا ہوا۔ اور ایک بڑی جماعت ہم سے الگ ہو گئی۔ کیا اچھا ہوتا اگر سیدنا موید ذیل کے طریقے پر تاویل کرتے۔ تاکہ ہمارے اثنا عشری بھائیوں کو کسی اعتراض کا موقع نہ ملتا۔ وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر مولانا اسماعیل اور مولانا محمد بن اسماعیل بھی حق کے ائمہ ہوتے تو "اللہ نور السموات والارض" میں ان کی طرف اشارہ ہوتا۔ ذیل کی تاویل میں جو راقم الحروف کے ذہن کی کاوش کا نتیجہ ہے ہمارے دو امام بھی آجاتے ہیں اور تاویل کے وجوہ بھی آسانی سے مل جاتے ہیں:-

فصل (۱۷)

قرآنِ مجید کے حروفِ مقطعات کی تاویل

حروفِ مقطعات ان حروف کو کہتے ہیں جو کلام مجید کی (۲۹) سورتوں کے شروع میں آئے ہیں۔ چونکہ یہ حروف الگ الگ پڑھے جاتے ہیں اس لئے ان کو حروفِ مقطعات کہتے ہیں مثلاً الٓمٓ۔ قٓ۔ حٰمٓ عٓسٓقٓ وغیرہ۔

حروفِ مقطعات کی تاویل کا علم ائمہ سے مخصوص ہے

سیدنا حمید الدین کہتے ہیں کہ مولانا حاکم کا صرف ایک ہی معجزہ نہیں ہے بلکہ آپ کے کئی معجزے ہیں۔ آپ ان واقعات کی خبر دیتے ہیں جو آئندہ ہونے والے ہیں۔ اور آپ علومِ مکنونہ اور حکمِ موضوعہ کو ظاہر کرتے ہیں خواہ ان کا تعلق کتاب سے ہو یا شریعت سے خصوصاً آپ حروفِ مقطعات کے اس علم پر حاوی ہیں جس کے جاننے سے دوسرے انہیں قاصر ہیں۔ یہ لوگ دوسرے علوم ملیات کیسے جان سکتے ہیں صحفِ مکرمہ کو پاک ہی لوگ چھو سکتے ہیں۔ اس بارے میں مولانا حاکم کو امتیاز حاصل ہے۔ حروفِ مقطعات کا جاننا ہی آپ کی صحتِ امامت پر ایک دلیل ہے۔ اس لئے کہ اہلِ ظاہر کے ائمہ ان کی تاویل نہیں جانتے (۱)۔

(۱) کتاب المصابیح (مصباح ۷ مقالہ ۲)

(۹) نور علی نور	مولانا محمد بن اسمٰعیل	کرتے اگر کوئی آپ کو امام نہ بناتا۔ کیونکہ آپ مولانا معز کی دعاؤں کے مطابق سابع الرسل سابع النطقا سابع المتمین اور خاتم الائمہ ہیں۔ آپ ہی مہدی ہیں اس لحاظ سے نور علی نور آپ ہی پر مشتمل ہے
(۱۰) واللہ بکل شیئ علیم		ہر امام اللہ اور اس کے رسول کا قائم مقام ہے اسے دین کی ہر چیز کا علم ہے۔

یہ امر غور کے قابل ہے کہ مجالس مویدیہ مجالس الحکمہ کہلاتی ہیں۔ یعنی ان مجلسوں میں حکمت جو تاویل کی مترادف ہے بیان کی گئی ہے[1]۔ یہ مجلسیں ہم اسماعیلیوں کے لئے ہی مخصوص تھیں۔ ہمارے اصول میں تاویل ان ہی لوگوں کو بتائی جاتی ہے جن سے سخت عہد و پیمان لیا جاتا ہے لیکن ہمیں یہ دیکھ کر مایوسی ہوتی ہے کہ ان چھ سو مجلسوں میں نہ کہیں مولانا اسمٰعیل کا ذکر ہے اور نہ مولانا محمد بن اسمٰعیل کا کوئی حوالہ۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے یا تو ہمارے ائمہ صحت نسب پہ کوئی دلیل قائم نہ کرسکے یا ان کے خود بزرگ ترین حدود مولانا اسمٰعیل کی صحت امامت کے قائل نہ تھے۔ ورنہ ایسی مہتم بالشان اور خاص مجلسوں میں ہمارے جلیل القدر امام کا ذکر نہ ہو تو پھر ان سے کیا فائدہ۔ اس زمانے میں ہم دیکھتے ہیں کہ سیدنا نجم الدین کی نفس کے ثبوت میں رسائل رمضانیہ میں کچھ نہ کچھ مذکور ہوتا ہے۔ ان رسائل میں "ضوء نور الحق المبین" تو خاص اسی موضوع پر لکھا گیا ہے۔ (ملاحظہ فرمایئے رسالہ رمضانیہ ۱۳۳۳ھ) سیدنا موئد کے شعر جو آپ نے امام موسیٰ کاظم کے متعلق کہے ہیں نقل کئے جا چکے ہیں۔

---

(۱) ہماری دعوت کی تمام کتابوں میں "الکتاب" سے مراد ظاہر اور "الحکمۃ" سے مراد باطن یا تاویل ہے۔

		الف ایک خط ہے جو دو نقطوں کے درمیان ہوتا ہے۔ یہ حرف ابتداء میں نہیں آتا۔ یہ انتہا میں آتا ہے مثلاً لا۔ ما الف کی حرکت اوپر سے نیچے کی طرف ہوتی ہے۔ یہ ایک نقطہ سے شروع ہوتا ہے۔ اور ایک ہی نقطہ پر ختم ہوتا ہے اور حروف حدود ہیں۔

(ج) قٓ والقرآن المجید کی تاویلیں۔

ظاہر	تاویل سیدنا مؤید (۱)	تاویل سیدنا مؤید (۲)
(۱) قٓ	سب سے بلند تر حد	ناطق (کیونکہ وہ ایک پہاڑ ہیں۔ کوہ قاف)
(۲) القرآن المجید	–	قائم القیامہ۔

(د) نٓ والقلم کی تاویل۔

ظاہر	تاویل سیدنا مؤید (۳)	
(۱) نٓ	سب سے بلند ترین حد	

(۱) المجالس المؤیدیہ ۵/۸۱ (۲) المجالس المؤیدیہ ۳/۴۸ (۳) المجالس المؤیدیہ ۵/۸۱

اب وہ تاویلیں نقل کی جاتی ہیں جنہیں خود مولانا معزؑ، مولانا حاکم کے باب الابواب سیدنا حمید الدین، مولانا مستنصر کے باب الابواب سیدنا مویدؑ اور مولانا معز کے قاضی سیدنا نعمان بن محمد نے قلمبند کی ہیں۔

(ا) الٓمٓ غلبت الروم .... کی تاویل گزر چکی ہے۔ جو سیدنا حمید الدین نے بیان فرمائی ہے۔[1]

(ب) الٓمٓ ذالک الکتاب لاریب فیہ .... کی تاویلیں

تاویل سیدنا بدر الجمالی[4]	تاویل سیدنا مویدؑ[3]	تاویل مولانا معز[2]
الف سے ''القلم'' مراد ہے کیونکہ وہ حرف معجم کا پہلا حرف ہے لام سے لوح مراد ہے کیونکہ لام لفظ لوح کا پہلا حرف ہے میم سے اس کی مراد ہے جو لوح میں مکتوب ہے کیونکہ اس کے بعد ذالک الکتاب ہے۔ یہ مولانا مستنصر کی لفظاً لفظاً تاویل ہے۔	الف اور لام سے اللہ تعالیٰ کے دو روحانی نام مراد ہیں جو مخلوقات میں سب سے پہلے ہیں میم سے اللہ تعا کا جسمانی نام مراد ہے جس کا مقام اس عالم میں پہلا ہے اللہ تعا ان اسماء کی قسم کھا کر کہتا ہے۔ کہ مولانا علی کی یہ صفت ہے۔	(ا) حدود روحانیہ علویہ میں اول، ثانی اور فلک کیونکہ یہ حروف خود بخود اپنے پر دلالت کرتے ہیں ان پر نہ کوئی نقطہ دلالت کرتا ہے نہ ان کے اوپر کوئی علامت ہے۔ اس لئے یہ روحانیات ہیں۔ (ب) شریعت میں قیام رکوع اور سجود کیونکہ الف قیام کے مانند ہے لام رکوع کی صورت ہے اور میم سجود کی شکل ہے

(۱) فصل (۹) ظہور کے دس امام مولانا حاکم کے متعلق پیشین گوئیاں نمبر (۱۱)
(۲) تاویل الشریعۃ (صفحہ ۱۰۵) (۳) المجالس المویدیہ (۴) المجالس المستنصریہ صفحہ (۱۱۴)

سے مراد "القلم" ہے کیونکہ وہ حرف معجم کا پہلا حرف ہے۔ اِس اُصول سے "اللوح" پر دلالت کرنے والا حرف "با" ہونا چاہیئے اس لئے کہ وہ حروف معجم کا دوسرا حرف ہے۔ لام کس طرح "اللوح" پر دلالت کر سکتا ہے۔ اگر ہر لفظ کا پہلا حرف اس لفظ پر دلالت کرتا ہے تو "القلم" پر دلالت کرنے والا حرف قاف ہوگا نہ کہ الف جیسا کہ مولانا مستنصر فرماتے ہیں۔ ایک ہی اُصول کے تحت اگر تاویل کی جائے تو اس میں معقولیت پیدا ہوگی۔ ایسی تاویل کو کسطرح حکمت اور حقیقت کہا جا سکتا ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ تاویل کرنے والوں نے حقیقی تاویل نہیں بتائی صرف سائل کی ذہنیت کے لحاظ سے اُسے سمجھا دیا جیسا کہ ہمارا دستور ہے کہ ہمیں جیسا موقع ملتا ہے ویسی ہی تاویل کر دیتے ہیں۔ تو یہ جواب سن کر اہل ظاہر کہیں گے کہ تمھارے امام کی تاویل سے تو ہمارے امام عبد اللہ بن عباس کی تاویل بہتر ہے۔ کیونکہ اُس میں کچھ اصول تو پایا جاتا ہے۔ امام مذکور کہتے ہیں کہ "الم" کے ہر حرف سے خدائے تعالیٰ کی ایسی صفت کی طرف اشارہ ہے جو اس حرف سے شروع ہوتی ہے مثلاً الف سے احد، اول، آخر، ازلی اور ابدی۔ لام سے لطیف اور میم سے ملک اور مجید کی طرف اشارہ ہے۔ یا "الم" مختلف ہے انا اللہ اعلم" کا۔[1]

اب مولانا معز کی تاویل دیکھئے۔ آپ کی تاویل میں قیام، رکوع اور سجود کے کیا معنی؟ کیا الف لام کا اشارہ رکوع و سجود سے ان کے ممثولوں یعنی وصی اور نبی کی طرف ہے؟ پھر قیام کی کیا تاویل ہوگی۔ یہ تو تاویل در تاویل ہوئی۔ بہرحال ایسی تاویلیں اطمینان بخش کس طرح ہو سکتی ہیں؟ انھیں اہل ظاہر تو کیا کوئی عقل سلیم رکھنے والا قبول نہ کرے گا۔

یہ تو ہمارے اماموں کی تاویلوں کی حالت ہے۔ سیدنا جعفر بن منصور الیمن اور سیدنا مؤید کی تاویلیں بھی ہمارے اعتقاد کے لحاظ سے اہمیت

---

(۱) التفسیر الکبیر للفخر الرازی $\frac{۱}{۲۳۰}$ -

ظاھر	تاویل سیدنا مؤید[۱]	تاویل سیدنا قاضی نعمان[۲]
(۲) والقلم	-	
(ھ) یٰسٓ کی تاویل۔		
(۱) ی۔	سابق (عقل اول)	آنحضرت صلعم
(۲) س۔	ثانی (عقل ثانی) شریعت کی زبان میں ک۔ ن جو کلمہ "کن" میں ہیں جن سے آسمان وزمین قائم ہیں۔	

تبصرہ

الٓمٓ غلبت الروم۔ کی تاویل اور اس پر تبصرہ گزر چکا ہے[۱] (یہ تاویل سیدنا حمید الدین نے بیان فرمائی ہے)

سیدنا بدر الجمالی مجالس مستنصریہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے جو "الٓمٓ ذالک الکتاب لاریب فیہ" کی تاویل بیان کی ہے اس کا ہر کلمہ مولانا مستنصر کا افادہ ہے[۲] سیدنا حمید الدین کا قول نقل کیا جا چکا ہے کہ ائمہ ہی حروف مقطعات کی تاویل جانتے ہیں لیکن مولانا مستنصر کی تاویل میں جو سیدنا بدر الجمالی کے ذریعے سے ہم تک پہنچی ہے کوئی اصول نہیں پایا جاتا مثلاً آپ فرماتے ہیں کہ الف

(۱) المجالس المؤیدیہ ۵/۸۱ (۲) دعائم الاسلام (۳) فصل (۹) تبصرہ (۴) مقدمہ (عنوان" بھائی صاحب کے اعتراف کے نتائج")

ہم میں اور اہل ظاہر میں کوئی فرق ہی نہیں رہا۔ دونوں نے قیاس آرائی سے کام لیا حالانکہ ہم قیاس کرنے والے کو ابلیس کہتے ہیں۔ اگر ہمارے اماموں نے ہمیں حروف مقطعات کے اسرار نہیں بتائے، اور اپنی ذات تک ہی محدود رکھے تو اہل ظاہر اور ہم دونوں عدم معرفت میں برابر ہو جائیں گے۔ کیونکہ وہ بھی یہ کہتے ہیں کہ "اللہ اعلم باسرار الحروف المقطعۃ" اور ہمارا یہ دعوی کہ ہم تاویل جانتے ہیں باطل ہو جائے گا اور سیدنا ابو یعقوب سجستانی کی تصنیف کتاب الافتخار بے معنی ثابت ہو گی۔ کیونکہ علم تاویل اور علم حقیقت یہی دو علوم ایسے ہیں جن کی وجہ سے ہم اپنے آپ کو ممتاز سمجھتے ہیں۔

اس بحث کی ابتدا میں ہم نے سیدنا حمید الدین کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حروف مقطعات کی تاویل کا علم امام کی صحت امامت پر دلیل ہے۔ جب ہمارے اماموں نے ایسی تاویلیں کی ہیں تو ہم ان کی صحت امامت پر کس طرح دلیل قائم کر سکتے ہیں۔

میں کچھ کم نہیں ہیں۔ کیونکہ ہر ایک اپنے امام کے عہد کا باب الابواب ہے جس کو امام کی قریب ترین حد کہتے ہیں۔ اور جس کے بڑے مرتبے کی کئی مرتبہ صراحت کی جا چکی ہے۔

سیدنا جعفر بن منصور الیمن کہتے ہیں کہ "الم" کے تین حرفوں سے آنحضرت صلعم اور "الکتاب" سے مولانا علی مراد ہیں۔ اور "الصلوٰۃ" کے ممثول مولانا حسین اور وہ ائمہ ہیں جو آپ کی ذریت سے ہیں۔ لیکن زکوٰۃ کا کوئی ممثول نہیں بنایا۔ اس تاویل میں مولانا حسن کا ذکر کیوں نہیں ہے۔

سیدنا مؤید جو سیدنا ادریس کے قول کے مطابق اکثر مولانا مستنصر سے مستفید ہوتے تھے کہتے ہیں کہ "الم" میں الف اور لام سے خدا کے دو روحانی ناموں کی مراد ہے اور میم سے اس کے ایک جسمانی نام کا اشارہ ہے۔ لیکن آپ نے نہ اس کی کوئی وجہ بتائی اور نہ ناموں کی شرح کی۔

یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ہر امام اور ہر داعی کی ایک الگ تاویل کیوں ہے؟ اگر ظہور کے اماموں اور داعیوں کا سلسلہ باقی رہتا تو تاویلوں کی تعداد یقیناً بڑھ جاتی۔ اب ہم کونسی تاویل یاد رکھیں اور کسے صحیح سمجھیں اور اللہ تعالیٰ کا کیا مقصد ہے؟ اگر تاویلوں میں کچھ بھی معقولیت ہوتی تو یاد رکھنے میں سہولت ہوتی۔ اسی وجہ سے خود ہماری دعوت کے طلبہ کی نظروں میں تاویل کی وقعت بہت گھٹ گئی ہے۔ وہ تاویل کی کتابیں زیادہ پڑھنا نہیں چاہتے۔ میں نے ان کو اپنے استادوں سے یہ کہتے سنا ہے کہ ہم کو تاویل کے قاعدے معلوم ہو گئے۔ اس میں نبی، وصی، امام، حجت وغیرہ کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے[1]۔ اس میں اختلاف اتنا ہے کہ یاد رکھنا مشکل ہے ہمیں علم حقیقت کی کتابیں پڑھائیے۔ بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ جس کے ذہن میں جو بات آگئی وہ اس نے کہہ دی۔ مگر خدائے تعالیٰ کے اسرار تو ویسے ہی چھپے کے چھپے رہ گئے

(1) Asas-ut-Tawil remarkable for its monotany and lack of originality (W. Ivanow, A guide to Ismailis Literature, Page 38).

توبھی درود بھیج۔

سیدنا جعفر بن منصور الیمن فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم سے روایت کی گئی ہے کہ آپ کے کئی اصحاب نے پوچھا اے رسول اللہ! ہم جانتے ہیں کہ کس طرح آپ پر سلام بھیجیں۔ اب یہ بتائیے کہ کس طرح ہم آپ پر صلوٰۃ بھیجیں آنحضرت صلعم خاموش ہو گئے۔ آپ جانتے تھے کہ وہ "سلام علیک" کے وہی معنی لیتے ہیں جو "صلوا علیہ وسلموا تسلیما" میں ہیں۔ انھوں نے دوبارہ سوال کیا پھر بھی آپ نے اُن کا جواب دینے سے احتراز کیا۔ تیسری دفعہ انھوں نے پھر وہی پوچھا۔ اس دفعہ بھی آپ نے کچھ جواب نہ دیا کیونکہ وہ جواب کے مستحق نہ تھے۔ آپ نے انھیں جہالت اور نابینی میں چھوڑ دیا۔ صرف اتنا کہا "کہو اللھم صلّ علی محمّد وعلی آل محمّد" آپ نے ہمارے زمانے تک ان کو جہالت اور شبہے میں رکھا۔ ائمہ نے بھی رسول اللہ کی سنت کے مطابق صلوٰۃ کی معرفت کو لوگوں سے پوشیدہ رکھا صرف ان ہی مستجیبوں کو صلوٰۃ کی تعلیم دی جو مستحق تھے اور جن کے یقین پر ان کو بھروسہ تھا۔ صلوٰۃ کے معنی حدود کا رسول اللہ صلعم سے متصل ہونا اور آپ کے حکم کو جو وصی کی ولایت طاعت اور وفاءِ عہد سے متعلق ہے اسے ماننا اور یہ اقرار کرنا کہ آپ کی ذریت میں امامت ایک امام کے بعد دوسرے امام میں باقی رہے گی۔ اگر یہ لوگ کلام اللہ پر غور کرتے تو اللہ تعالیٰ کا مقصد سمجھتے اور کلام اللہ کے معانی کو جانتے(۱)

سیدنا قاضی نعمان بن محمد کہتے ہیں کہ "مُصَلّی" لغت عرب میں اُسے کہتے ہیں جو ایک چیز کو دوسری چیز کے پیچھے رکھتا ہے۔ اسی وجہ سے مصلّی اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو سابق (مجلّی) کے پیچھے ہو۔ اللہ تعالیٰ کا قول "ان اللہ وملائکتہ .... تسلیما" کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ وصی کو نبی کے پیچھے رکھتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی وصی کو نبی کے پیچھے رکھو(۲) (یعنی ان دونوں کے درمیان کسی دوسرے صحابی کو نہ رکھو۔) پھر آپ کہتے ہیں کہ "وسلموا تسلیما" کے

---

(۱) تاویل الزکوٰۃ صفحہ ۶۴-۶۷ (۲) تاویل الدعائم (ذکر الجہاد باب ارتباط الخیل)

فصل (۱۸)

چند آیتوں اور لفظوں کی تاویل عربی لغت کے خلاف

(۱) "ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما"[1]۔ اس آیت میں صلوٰۃ کے معنی یہ ہیں کہ نبی روحانی حدود سے متصل ہیں۔ اور جسمانی حدود آپ سے متصل ہیں۔ اس کی تفسیر یہ ہے کہ اللہ یعنے عقل اول اور اس کے ملائکہ یعنے حدود روحانیہ علویہ نبی سے متصل ہیں یعنے وہ اپنے مواد سے آپ کی تائید کرتے ہیں اور مومنین جسمانی حدود کا اقرار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جسمانی حدود نبی سے متصل ہیں کیونکہ ان کو نبی کے مواد پہنچتے رہتے ہیں۔ یہ معنی ہیں صلوٰۃ کے نہ کہ جو اہل ظاہر کے علماء اور ان کے ائمہ بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ "الصلوٰۃ علی النبی" سے مقصد اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد" کہنا ہے۔ اگر ان کے قول کی تحقیق کی جائے تو وہ درست نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ خدا کو حکم دے رہے ہیں کہ تو نبی پر درود بھیج۔ یہ ایک اعتراض ہوگا۔ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے حکم کی مخالفت لازم آئے گی۔ اس لئے کہ وہ تو مومنین سے کہے کہ تم درود بھیجو اور مومنین اس سے یہ کہیں کہ تو درود بھیج۔ گویا انھوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو نہ مانا بلکہ الٹا اسی سے یہ کہا کہ

---

(۱) القرآن ۳۳/۵۶

سلام بھیجتے رہو۔ اس آیت سے پہلے ازواج مطہرات کا ذکر ہے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مومنو! تم نبی کو ایذا نہ دو۔ سیدنا قاضی نعمان نے عربی لغت کے خلاف جس طرح صلوٰۃ کے معنی قرار دیئے ہیں اسی طرح سلام کا مطلب سمجھنے میں عربی لغت کی مخالفت کی ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ "وسلموا تسلیما" کے یہ معنی ہیں کہ تم قول، فعل اور نیت کی حیثیت سے وصی کا امر رسول اللہ کی طرف سونپ دو۔ یہ مطلب اس وقت درست ہوتا جب "سلموا" کے بعد "الی" کا صلہ ہوتا۔ یہاں تو سلموا کا عطف "صلوا علیہ" پر ہے یعنی صلوا علیہ وسلموا علیہ تسلیما"۔

اس کے علاوہ سیدنا جعفر بن منصور الیمن کا یہ کہنا کہ آنحضرت صلعم اور دیگر اماموں نے ہمارے زمانے تک لوگوں کو صلوٰۃ و تسلیم کے معنی کے متعلق جہالت و تاریکی میں رکھا بڑی حیرت کی بات ہے گویا تقریباً ساڑھے تین سو سال تک چند مستثنیٰ افراد کے سوا کسی کو اس کے معنی معلوم نہ تھے۔ اور اب بھی صرف ہمارے گنے چنے بھائیوں ہی کو بتائے گئے۔ تاویل صرف بالعین ہی کو بتائی جاتی ہے میرے ایک محترم استاد مرحوم فرماتے تھے کہ "صلی" کا اشتقاق و غیرہ کی خاص لغت میں "وصل" سے ہے۔ یہ توجیہ کس طرح درست ہو سکتی ہے "صلی" کا اشتقاق "صلوٰۃ" سے ہے نہ کہ وصل سے۔

ہمارے اثنا عشری بھائیوں کی تفسیر صافی میں "یصلون" کے وہی معنی ہیں جو اہل ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن وسلموا تسلیما" کی تفسیر میں وہ ہمارے مثا ہیں مفسر موصوف کہتے ہیں: "وفی الاحتجاج عن امیر المومنین لهذہ الآیۃ ظاهر و باطن فالظاهر قوله صلوا علیه والباطن قوله وسلموا تسلیما ای سلموا لمن وصاه واستخلفه علیکم وما عهد به الیه تسلیما قال وهذا مما اخبرتک انه لا یعلم تاویله الا من لطف حسه وصفا ذهنه وصح تمییزه۔"[1]

---

(۱) تفسیر صافی (سورۃ الاحزاب)

معنی یہ ہیں کہ تم حیثیت نیت، قول اور فعل و می کا امر رسول اللہ کی طرف سونپ دو۔ سید نا مؤید بھی یہی فرماتے ہیں۔ آپ کے قول کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمیں یہ دُعا مانگنی چاہئے کہ آنحضرت صلعم اور صاحب القیامہ کے درمیان امامت کا سلسلہ متصل رہے اس کے بعد آپ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم حضرت ابراہیم سے بہتر ہیں اور آپ کی آل ابراہیم کی آل سے بہتر ہے۔ پھر فاضل کو مفضول کے درجے سے لاحق کرنے کی کیا وجہ ہے۔ "ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین"[1]۔

تبصرہ

عرب لفظ "صلی" کو ان موقعوں پر استعمال کرتے ہیں:۔

(۱) صلی الفرس = تلا السابق۔ ایک گھوڑا دوسرے گھوڑے کے پیچھے رہا۔

(۲) صلی الحمار اتنہ = طردھا وقحمھا الطریق۔ گدھے نے اپنی گدھیوں کو بھگایا اور اسی راستہ پر لے گیا جس پر وہ گدھا جانا چاہتا تھا۔

(۳) صلی الرجل صلوٰۃ = دعا و اقام الصلوٰۃ۔ آدمی نے نماز پڑھی

(۴) صلی اللہ علی رسولہ = اللہ تعالیٰ نے رسول پر برکت اتاری اور اُن کی اچھی تعریف کی۔

عرب کے ان اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ "صلی" کے ساتھ جب "علی" کا صلہ آتا ہے تو اس کے معنی برکت دینے یا رحمت نازل کرنے یا ثنا کرنے کے ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ کہتے ہیں "الصلوٰۃ من اللہ الرحمۃ و من الملائکۃ الاستغفار و من المومنین الدعا"۔ آیۂ کریمہ کے یہ معنی ہیں کہ اللہ اور اُس کے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے ہیں تو مومنو! تم بھی پیغمبر پر درود اور سلام بھیجتے رہو۔ یعنے اللہ پیغمبر پر اپنی رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے اُس کے لئے استغفار کرتے ہیں اے مومنو! تم بھی اس کے لئے دعا کرتے رہو اور اُس پر

---

(۱) المجالس المویدیہ ۳/۳۵ - ۴/۷۳ - ۱/۶۴ -

ارجلهم اى من غوامض العلوم وعرفوا منازل الحدود العلوية والسفلية -

سیدنا بدر الجمالی فرماتے ہیں کہ" فالقرآن العظیم هو هذا الكتاب الكريم وقرينه فى التاويل الحكيم امير المومنين على بن ابى طالب عليه الصلوة والسلام لانه فى زمانه قرين القرآن وانما سمى الكتاب قرآنا لاقترانه بالعترة الطاهرة بين ذلك قول رسول الله صلعم "انى تارك فيكم الثقلين كتاب الله وعترتى اهل بيتى فانهما لن يفترقا حتى يردا على الحوض"(۱)۔

تبصرہ

عاقبۃ الدار کی بہت واضح تفسیر یہ ہے :-

"عاقبة الدار هو العاقبة المحمودة بقوله اولئك لهم عقبى الدار جنات عدن والمراد بالدار الدنيا وعاقبتها ان يختم العبد بالرحمة والرضوان وتلقى الملائكة بالبشرى والغفران"۔ ایک دوسرے مقام پر "فنعم عقبى الدار" ہے۔ ایک اور جگہ "ولهم سوء الدار" ہے۔ اس میں کسی قسم کا اشکال نہیں لیکن ہم اس سے پہلے کہہ چکے ہیں کہ ہمارا یہ دستور رہا کہ ہم اپنے تابعین کو معمولی معمولی باتوں کے سمجھانے پر بھی رمز خفی اور سر خفی کہہ کر ان کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ ان کے گرویدہ ہو جائیں اور یہ سمجھیں کہ واقعی کوئی بڑی اہم اور پوشیدہ بات ہوگی۔ مذکورہ آیت میں جس بات کے سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے وہ شاید ہی کسی کی سمجھ میں آئی ہو جیسا کہ خود سیدنا داؤد بن قطب شاہ نے اعتراف کیا ہے۔

صلی۔ تراب۔ فاطمہ۔ توراۃ۔ انجیل اور قرآن کے اشتقاقات درست نہیں ہیں یہ عربی لغت اس کے خلاف ہے۔ توراۃ اور انجیل تو عربی الفاظ میں داخل

(۱) المجالس المستنصریۃ صفحہ ۱۵۔

(ب) ربی اعلم بمن جاء بالھدیٰ من عندہ ومن تکون لہ عاقبۃ الدار کی تاویل ۔

(ج) سیدنا قاضی نعمان کہتے ہیں کہ عاقبۃ الدار" کی تفسیر "عاقبۃ دوی الرسل" ہے ۔ "دار" فعل ماضی ہے جب اس پر الف اور لام داخل ہوں تو "الدار" ہو جاتا ہے ۔ اس میں ایک ایسا چھپا ہوا راز ہے جسے اولیاء ہی جانتے ہیں اسی سبب سے یہاں "الدار" پر الف اور لام داخل ہوئے ۔ اس تفسیر میں عاقل کے لئے بیان اور واضح حجت ہے ۔ سیدنا داود بن عجب شاہ اس بیان کے متعلق یہ کہتے ہیں :-
ماعلمنا شیئاً من البیان والحجۃ وما فھمناھما[1]

(د) تیمم کی تاویل میں سیدنا جعفر بن منصور الیمن فرماتے ہیں کہ تراب تربیۃ سے ماخوذ ہے[2] اسی طرح حضرت فاطمہ کا نام "فاطر السموات و الارض" سے مشتق ہے[3]

سیدنا مؤید فرماتے ہیں کہ "التوراۃ تفعلۃ من وری الزند ولما کان سبب نبوۃ موسیٰ النار التی آنسھا من جانب الطور وقعت التسمیۃ لکتاب التوراۃ کنایۃ عن النار التی آنسھا ۔ والانجیل ماخود من النجل وھو الولد والنز ایضاً یقال عین نجلاء ای ینز منھا الماء ولما کان الانجیل اصلہ اربع کلمات علمھا المسیح اربعۃ من تلامیذہ فنجلوا منھا اربعۃ اناجیل سمي کتابہ انجیلا والتوراۃ فی قضیۃ الدعوۃ ھو التنزیل والانجیل ھو علم التاویل وھو المراد بقولہ تعالیٰ " ولو انھم اقاموا التوراۃ والانجیل وما انزل من ربھم ای لو اقاموا الظاھر والباطن لاکلوا من فوقھم ومن تحت

(۱) شرح اساس التاویل لسیدی امین جی بن جلال (۲) والتراب ماخوذ من تربیۃ بالعلم وھو تربیۃ المومن والیہ رجوعہ وبہ سترہ اللہ من الذنوب والجھل فی الدنیا والآخرۃ (تاویل سورۃ النساء ص۵۶) (۳) وفاطر السموات والارض اشتق منھا اسم فاطمہ (کتاب الکشف ص۱۵)

ینسیٰھا قیل ھکذا قال اللہ تعالیٰ فقال لیس فیہا (او ینسہا) الف ولا واؤ نات بخیر منہا مثلہا یقول ما تمت من امام او ننسہ ذکرہ نأت بخلف من صلبہ مثلہ[1]۔

تبصرہ

مولانا معز نے اپنی تاویل میں "صَفْرَآءُ" سے صَفَرَ اور "فاقع" سے فقع اور "لافارض" سے غیر مفروض الطاعۃ کا حکم نکالا ہے جو عربی لغت کے خلاف ہے۔ اگر اسی اصول سے تاویل کی جائے تو صفر سے سیٹی بجانے کے معنی بھی آتے ہیں۔ بہرحال یہ ایک شاعرانہ تخیل ہے جسے علم الٰہی سے کوئی نسبت نہیں مزید برآں ایسا شخص جو خیرات یعنی نیکیوں سے خالی ہو غیر مفروض الطاعۃ ہو اور جو ایک گھاس کے مانند ہو جس کی کوئی حقیقت نہیں کس طرح ہارون کے فرزند کا کفیل ہو سکتا ہے۔ خیر مخفف ہے "الخیر" کا یعنی باخیر منہا او مثلہا۔ خیر اور مثل کس طرح ایک ہو سکتے ہیں۔ بغیر لفظ "او" کے قول کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔ یقیناً یہ روایت موضوع ہے۔ مولانا جعفر صادق نے کبھی ایسی بات کلام مجید کے متعلق نہیں کہی ہو گی۔ جو غیر معقول ہو۔ یہ عجیب بات ہے کہ سیدنا مؤید نے اس آیت کی تفسیر میں مولانا جعفر صادق کا یہ اعتراض نہیں بیان کیا۔ جیسا کہ معلوم ہوا ہوگا۔[2] قرآن کا اشتقاق قَرَأَ سے ہے نہ کہ قَرَنَ سے جیسا کہ کافل قضاۃ المسلمین و ہادی دعاۃ المؤمنین سیدنا بدر الحمالی نے فرمایا ہے۔

---

(۱) تحفۃ القلوب لسیدنا حاتم بن ابراہیم المتوفی ۵۹۶ھ۔
(۲) مقدمہ (عنوان "اختلاف تعلیم کی چار اہم مثالیں"۔ چوتھی مثال)

ہی نہیں۔ تورات عبرانی زبان میں تعلیم و ہدایت کو کہتے ہیں۔ انجیل سے مشتق ہے۔ یہ ایک یونانی لفظ ہے جس کے معنیٰ "خوشخبری" کے ہیں۔ سیدنا جعفر اور سیدنا مؤید دونوں "باب الابواب" کے رتبہ کے حامل ہیں۔ جو خاص امام سے استفادہ کرتے ہیں۔ ان سے ایسے معمولی لفظوں کے اشتقاق میں غلطی کا صادر ہونا نہایت حیرت انگیز بات ہے۔ مجالس مستنصریہ کا ہر کلمہ امام کا افادہ ہے۔[1]

(د) ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ .... وما کادوا یفعلون[2] کی تاویل۔

حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون کو اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا لیکن وہ آپ کی وفات سے پہلے گزر گئے۔ چونکہ ان کے فرزند چھوٹے تھے اس لئے آپ کو اس فرزند کے کفیل (ولی) کی ضرورت ہوئی۔ آپ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم ایک ایسی گائے ذبح کرو جو نہ بوڑھی ہو اور نہ بچھیا۔ جس کا رنگ گہرا پیلا ہو کہ دیکھنے والوں کو بھلی لگے جو نہ تو کمیری ہو کہ زمین جوتتی ہو اور نہ کھیتی کو پانی دیتی ہو۔ صحیح سالم ہو۔ اس میں کسی طرح کا داغ دھبہ نہ ہو۔ یعنے تم ایک کفیل کا انتخاب کرو جو جبرات سے خالی ہو۔ جو ایک گھاس کے مانند ہو جس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی جس کی اطاعت حضرت ہارون اور ان کے فرزند کی اطاعت کی طرح فرض نہ ہو اور جو بالکل نیا شخص ہو۔ کیونکہ اس سے پہلے ہارون گزر چکے تھے۔ بہت حجتوں کے بعد حضرت یوشع بن نون کفیل مقرر کئے گئے۔ تاکہ آپ حضرت ہارون کے فرزند کے بالغ اور عاقل ہونے تک وصایت کے فرائض ادا کریں۔

(ھ) وعن ابی عبد اللہ ع فی قولہ تعالیٰ "ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا"، فقال ع اذا ینسخھا و یاتی فلم

---

(۱) فاعرفوا فضل ما جاد بہ لکم امامکم مما اوردناہ فکل کلمۃ منہ یعجز عنھا کثیر من العلماء المحققین واشکروا فائض النعمۃ واعرفوا برکۃ ایامہ (المجلس السادس والعشرون من المجالس المستنصریۃ) (۲) القرآن ۲: ۶۷-۷۱

(آسمانی) سے حصّہ دیا گیا اور وہ بتوں کا اور شیطان کا دم بھرنے لگے۔
سیدنا مؤیدؒ "الم تر الی الذین اوتوا نصیبا من الکتاب" کی تاویل میں یہ کہتے ہیں کہ ان لوگوں سے نہ یہود مراد ہیں نہ نصاریٰ کیونکہ ان کو تو "کتاب تام" دی گئی۔ اور یہ جبت و طاغوت کو نہیں پہچانتے تھے چہ جائیکہ یہ ان پر ایمان لائیں حالانکہ جبت سے معبود غیر اللہ اور طاغوت سے شیطان مراد ہے۔ اور یہود بچھڑے کو پوجتے تھے اور نصاریٰ تو تثلیث کے قائل تھے۔ بلکہ ان لوگوں سے مراد مسلمان ہیں جن کو کتاب پاک کا ایک حصّہ یعنے "ظاہر" دیا گیا۔ "جبت و طاغوت" سے مراد وہ دو امام ہیں جن کو لوگوں نے قائم کیا۔ یعنے وہ مسلمان جن کو اللہ تعالیٰ نے کتاب کا صرف ظاہر کا ایک حصّہ دیا۔ وہ دو اماموں (خلیفۂ اول اور خلیفۂ ثانی پر ایمان لاتے ہیں[1]۔

تبصرہ

اس آیت کے متعلق یہ واقعہ ہے کہ حی بن اخطب اور کعب بن اشرف دو یہودی سردار مدینے سے مکہ اس لئے گئے کہ کفار مکہ کو آنحضرت صلعم کے مقابلے کے لئے آمادہ کریں۔ انھوں نے کہا تم اہل کتاب ہو اور بہ نسبت ہمارے محمدؐ سے زیادہ قریب ہو۔ ہم تمہارے مکر سے بچ نہیں سکتے تم ہمارے معبودوں کے آگے سجدہ کرو تاکہ تمھاری طرف سے اطمینان ہو۔ سرداروں نے ایسا ہی کیا۔ یعنے انھوں نے بتوں کے سامنے سجدہ کیا اور ابلیس کی اطاعت کی یہ دیکھ کر ابوسفیان نے پوچھا یا ہم زیادہ راستی پر ہیں یا محمدؐ۔ کعب نے کہا ہم۔ آیت کے اوپر اور نیچے یہود کا ذکر ہے۔ پھر بھی نہایت تعجب ہے کہ مولانا مستنصر کے باب الابواب سیدنا مؤید کہتے ہیں کہ ان لوگوں سے مراد

(۱) المجالس المؤیدیہ ۴ ۔ "تفسیر صافی" جو ہمارے اثنا عشری بھائیوں کی تفسیر ہے اس میں بھی جبت اور طاغوت سے فلاں اور فلاں مراد ہیں چونکہ ان کی کتابیں ہماری کتابوں سے پہلے مدون ہو چکی تھیں اس لئے ہم نے ان سے اس قسم کی تفسیر اخذ کی ہوگی۔

فصل (۱۹)

چند آیتوں کی تاویل جن کا تعلق خاص خاص واقعات سے ہے لیکن ہم نے انھیں بالکل الگ سمجھا

( ) الم تر الی الذین اوتوا نصیبًا من الکتاب ...... من الذین هادوا یحرفون الکلم عن مواضعه .... الم تر الی الذین اوتوا نصیبًا من الکتاب یومنون بالجبت والطاغوت[1] کی تاویل۔

ترجمہ:۔ (اے پیغمبر) کیا تم نے ان لوگوں کے حال پر غور نہیں کیا جن کو کتاب (آسمانی) سے حصہ دیا گیا۔ وہ (باوجود اس کے) گمراہی اختیار کرنے لگے .... یہود میں کچھ (لوگ ایسے بھی) ہیں جو الفاظ کو ان کی جگہ (یعنی اصلی معنوں) سے پھیرتے ہیں اور زبان کو توڑ مروڑ کر اور (دین) اسلام میں طعن سے "سمعنا وعصینا" اور "اسمع غیر مسمع" اور "راعنا" کہہ کر تم سے خطاب کرتے ہیں۔ اور اگر وہ "سمعنا واطعنا" اور فقط "اسمع" اور "انظرنا" کہہ کر خطاب کرتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا اور بات بھی ٹھیک ہوتی۔

اے پیغمبر! کیا تم نے ان لوگوں کے حال پر نظر نہیں کی جن کو کتاب

---

(۱) القرآن ۴ / ۵۱ - ۵۴

کی غرض سے آیتوں میں ہیر پھیر کر کے ادھر کی آیت اُدھر اور اُدھر کی آیت اِدھر کر دی ہے۔ لیکن کوئی عربی داں جسے اللہ نے عقلِ سلیم دی ہے اِس حجت کو نہیں مانے گا سیاقِ عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری تاویل درست نہیں ایسی بے ربط تاویلیں اہلِ ظاہر کو اہلِ دعوت کی نظروں میں یہود کی طرح کافر بنا کر بدنام کرنے کی غرض سے اختراع کی گئی ہیں۔ ہماری دعوت کی اکثر کتابوں میں یہود کی اہلِ ظاہر اور نصاریٰ کی اثنا عشریوں سے تعبیر کی گئی ہے۔ اپنی جگہ تو ہمیں اختیار ہے کہ ہم اہلِ ظاہر مسلمانوں کو جو ہمارے باطنی علم کے قائل نہیں ہیں یہود سمجھیں(۱) اور ان کو کسی نہ کسی طرح سے کافر بنانے کی کوشش کریں لیکن اپنے اس دعوے پر ہم مذکورہ آیتوں سے کس طرح دلیل قائم کر سکتے ہیں۔

ایک اور بات غور کے قابل ہے کہ جس طرح قرآن مجید سیدنا مؤید کے قول کے مطابق "کتابِ تام" نہیں ہے اسی طرح کوئی بھی آسمانی کتاب خواہ وہ توریت ہو یا انجیل "کتابِ تام" نہیں کہی جا سکتی۔ اس میں بھی صرف ظاہر ہوتا ہے۔ تاویل نہیں ہوتی۔ اور وہ اہلِ ظاہر کو دی جاتی ہے جس طرح قرآن مجید کے متعلق سیدنا کہتے ہیں۔ باطن کے لئے ہر نبی اپنے وصی کو قائم کرتا ہے جو باطن بتاتا ہے۔ پھر یہ کہنا کس طرح صحیح ہوگا کہ توراۃ و انجیل تو کتب تامہ ہیں اور قرآن مجید کتاب تام نہیں ہے۔

(۲) ا۔ اقترب للناس حسابھم وھم فی غفلۃ معرضون ما یأتیھم من ذکر من ربھم محدث الا استمعوہ وھم یلعبون لاھیۃ قلوبھم واسروا النجوی الذین ظلموا ھل ھذا الا بشر مثلکم........ وما ارسلنا الا رجالا نوحی الیھم فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون وما جعلناھم جسدا لا یاکلون الطعام وما کانوا خالدین(۲)۔ کی تاویل۔

---

(۱) قالت الیھود ید اللہ مغلولۃ فالمراد بالیھود اھل الظاھر (المجالس المویدیہ ۵/۸۶) (۲) القرآن ۲۱/۱ (سورۃ الانبیاء)

مسلمانانِ اہلِ ظاہر ہیں۔ حالانکہ نصیبٌ من الکتاب سے نصیبٌ وافر من الکتاب مراد ہے[1]۔ کلامِ مجید میں ایک اور مقام پر بھی یہود کا ذکر اسی طرح کیا گیا ہے جیسے "الم تر الی الذین اوتوا نصیبًا من الکتاب یدعون الی کتاب اللہ لیحکم بینھم .... ذلک بانھم قالوا لن تمسّنا النار الا ایامًا معدودات"۔ یہاں بھی الذین اوتوا نصیبًا من الکتاب سے یہود مراد ہیں۔ اس آیت کا تعلق بھی ایک قصے سے ہے اور "لن تمسّنا النار الا ایامًا معدودات" یہودی کا دعویٰ تھا نہ کہ مسلمانانِ اہلِ ظاہر کا جس طرح تاریخ میں ہے۔ آیت سے اس واقعہ کا تعلق ہے کہ توراۃ میں بی بی والے مرد اور شوہر والی عورت کی زناکاری کی سزا سنگساری تھی۔ چنانچہ اسلام میں بھی اب تک یہی حکم ہے۔ یہود تو خدا اور خدا کے احکام سے کھیلتے ہی رہتے ہیں۔ غریبوں کو سنگساری کی سزا دیتے اور امیروں کے لئے کوئی نہ کوئی تاویل کر لیا کرتے تھے۔ آنحضرت صلعم کے زمانے میں کسی مالدار یہودی سے زنا کا فعل سرزد ہوا۔ اور یہود کے علماء نے اُسے سنگساری سے بچانا چاہا اور حیلہ یہ کیا کہ چلو نئے پیغمبر کے پاس۔ شاید وہ یہ سمجھتے تھے کہ آنحضرت صلعم سنگسار نہ کریں گے۔ آپ نے انھیں کی کتاب توراۃ سے انھیں قائل کر دیا کہ ایسے جرم کی سزا سنگساری ہی ہے۔ پھر بھی اُن میں کا ایک گروہ حکمِ توراۃ کے ماننے سے منحرف رہا۔ لیکن اس آیت میں بھی سیدنا مؤید نے یہی کہا ہے کہ ان لوگوں سے مسلمانانِ اہلِ ظاہر مراد ہیں۔ اور طاغوت سے مقصد "ضد" ہے۔ ملحوظِ خاطر رہے کہ آپ داعیوں کے اس گروہ سے ہیں جو کلامِ مجید میں کسی لفظی تحریف اور تبدیل کا قائل نہیں۔ جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں[2]۔ ورنہ ہمارے وہ اسماعیلی بھائی جو تحریف اور تبدیلی کے قائل ہیں یہ کہیں گے کہ اہلِ ظاہر نے اپنے عیبوں اور کوتاہیوں کو چھپانے

---

(۱) اوتوا نصیبًا من الکتاب یرید احبار الیھود وانھم حصلوا نصیبًا وافرًا من التوراۃ (الکشاف للزمخشری) (۲) مقدمہ (عنوان "اختلافِ تعلیم کی چار مثالیں" دوسری مثال)

ایسا ہو تو یہود ان کو اپنے دین کی طرف دعوت دیں گے بلکہ خدا کی قسم ہمیں وہ اہل الذکر ہیں جن سے پوچھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔

تبصرہ

"الذکر" سے خدا کی کتاب مراد ہے خواہ وہ آنحضرت صلعم پر اتری ہو جیسا کہ "وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس" میں ہے۔ یا کسی اور نبی پر جیسا کہ "وما ارسلنا قبلک الا رجالا نوحی الیھم فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم تعلمون"[1] میں ہے۔ لیکن اہل الذکر جن سے ایک خاص سوال کا حکم دیا گیا ہے وہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کے علماء ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ اہل مکہ سمجھتے تھے کہ انبیاء بشر نہیں ہو سکتے ان کا ملائکہ ہونا ضروری ہے۔ خدا ان کی غلط خیالی پر تنبیہ کر کے کہتا ہے کہ ہم نے تم سے پہلے بھی .... اہل کتاب سے پوچھ دیکھو۔ یہ خطاب اہل مکہ کے مشرکین کی طرف ہے۔ ان سے کہا گیا ہے کہ اس بارے میں تم یہود و نصاریٰ سے پوچھو جو اہل کتاب ہیں اور جن پر تم بھروسہ کرتے ہو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کے انبیاء بھی بشر تھے نہ کہ فرشتے۔ یہ ایک خاص مسئلہ تھا جس کے متعلق اہل مکہ کو ہدایت دی گئی تھی نہ کہ اللہ تعالیٰ نے اور دوسرے مسائل کے متعلق مسلمانوں کو یہ ہدایت دی ہے کہ تم اہل کتاب سے پوچھو جیسا کہ دعائم الاسلام کی روایت سے ظاہر ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ دوسرے دینی مسائل کے متعلق پہلے آنحضرت کے رشتہ داروں سے پوچھنا چاہئے لیکن "فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم تعلمون" کا ربط "وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیھم" سے ہے اس لئے دعائم الاسلام کی روایت موضوع نظر آتی ہے۔ مولانا جعفر صادق نے کبھی ایسا نہ فرمایا ہوگا۔ دعائم الاسلام آپ کی وفات کے تقریباً دو سو سال بعد تالیف کی گئی ہے۔

کلام مجید میں ایک اور آیت ہے جس میں خود آنحضرت صلعم کو اہل کتاب سے سوال

(۱) القرآن ۱۶/۴۳

ترجمہ:- باوجودیکہ لوگوں کا حساب (اعمال یعنے اس کا وقت) قریب آگیا اس پر بھی وہ غفلت میں پڑے کو مُنہ کئے ہوئے (چلے جارہے) ہیں۔ ان کے پاس ان کے پروردگار کی طرف سے جو نیا حکم آتا ہے بس اسے ایسے (بے پرواہو کر) سنتے ہیں کہ اُسے ہنسی کھیل بنا دیتے ہیں اور ان کے دل (ہیں کہ) مطلق متوجہ نہیں اور یہ ظالم چپکے چپکے سرگوشیاں کرتے ہیں کہ یہ شخص (یعنی محمدؐ) نہیں ہے مگر تم سا ایک آدمی......
.... اے پیغمبر! ہم نے تم سے پہلے بھی یہی (تمھاری ہی طرح کے) آدمی ہی (پیغمبر بنا کر) بھیجے (کہ ہم کو جو کچھ فرمانا منظور ہوتا ہے) انکی طرف وحی کر دیا کرتے تھے۔ تو لوگو! اگر تم کو (یہ بات) معلوم نہ ہو تو اہل کتاب سے پوچھو۔

(ب) وما ارسلنا من قبلك الا رجالاً نوحی الیھم فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ بالبینات والزبر وانزلنا الیك الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم ولعلھم یتفکرون۔[1]

ترجمہ:- اور (اے پیغمبر!) ہم نے تم سے پہلے بھی یہی (تمھاری ہی طرح کے) آدمی (پیغمبر بنا کر) بھیجے تھے۔ اور (بھیجے تھے تو) دلیلوں اور کتابوں کے ساتھ ان کی طرف وحی بھیجا کرتے تھے تو (ان منکروں سے کہو کہ) اگر یہ بات) تم کو معلوم نہیں تو (پچھلی آسمانی کتابوں کے) پڑھنے والوں سے پوچھ دیکھو اور (اسی طرح) ہم نے تم پر بھی یہ قرآن آتارا ہے تاکہ جو احکام لوگوں کی ہدایت کے لئے ان کی طرف بھیجے گئے ہیں تم ان کو اچھی طرح سمجھا دو تاکہ وہ بھی ان باتوں کو سوچیں۔

سیدنا قاضی نعمان کہتے ہیں کہ مولانا جعفر صادق سے کسی نے پوچھا ہم میں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ " فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون " میں اھل الذکر سے یہود و نصاریٰ کے علماء مراد ہیں۔ آپ نے ہنس کر فرمایا کہ اگر

(۱) القرآن ۱۶ / ۴۵-۴۶

پڑھ کر سنائی جاتی ہیں ان کو یاد رکھو .... بے شک
مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں .... ان سب کے لئے
گناہوں کی معافی تیار کر رکھی ہے۔ جب زید (بن حارثہ) اس عورت کو طلاق
دے چکا اور عورت کی عدت پوری ہو گئی تو ہم نے تمھارے ساتھ
اس عورت کا نکاح کر دیا۔"

(ب) "وامراته قائمة فبشرناها باسحٰق ومن وراء اسحٰق
يعقوب .... قالوا اتعجبين من امر الله رحمة الله وبركاته
عليكم اهل البيت انه حميد مجيد[1]"

ترجمہ:۔ اور اس گفتگو کے وقت ابراہیم کی بی بی (سارہ) بھی کھڑی ہوئی تھیں
وہ فرشتوں کے اطمینان دلانے سے خوش ہو گئیں تو ہم نے ان کو اپنے
فرشتوں کے ذریعے سے پہلے اسحٰق (بیٹے) اور اسحٰق کے بعد یعقوب (پوتے
پیدا ہونے) کی خوش خبری دی۔ اور وہ کہنے لگیں ....
تم کو خدا کی قدرت سے یہ امر کچھ عجیب معلوم ہوتا ہے۔ اے اہل بیت
(نبوت) تم پر خدا کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔ بے شک
خدا سزاوار حمد و ثنا ہے۔"

انما یرید الله .... کے متعلق چار حدیثیں یہ ہیں:۔

(۱) مولانا جعفر صادق سے کسی نے پوچھا۔ اے مولا کس لئے امامت
مولانا حسن کے فرزندوں سے نکل کر مولانا حسین کے فرزندوں میں قرار پائی؟ اس کی
کیا دلیل ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا قول "انما یرید الله ....
تطهیرا"، یہ آیت پنجتن کے لئے اتری۔ یہ شہادت دیتی ہے کہ پنجتن بتوں کی
عبادت اور شرک سے پاک ہیں۔ اور یہ علیؑ فاطمہؑ حسنؑ اور حسینؑ دعوت ابراہیم کا
ثمرہ ہیں۔

(۲) ام سلمہ روایت کرتی ہیں کہ جب آیت تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی
تو میں نے رسول اللہ سے پوچھا۔ اے رسول اللہ کیا میں اہل بیت سے نہیں ہوں
آپ نے فرمایا تم نیک ہو۔ تم نبی کی ازواج میں شامل ہو۔ اور میں، علیؑ فاطمہؑ حسنؑ

(۱) القرآن۔

کرنے کا ارشاد صراحتہً پایا جاتا ہے فرماتا ہے اللہ تعالیٰ :- " فان کنت فی شك مما انزلنا الیك فاسئل الذین یقرؤن الکتاب من قبلك لقد جاءك الحق من ربك فلا تکونن من الممترین[1]"۔ یعنے اے پیغمبر جو کچھ کہ ہم نے تمھاری طرف اتارا ہے اگر اس کی نسبت تم کو کسی قسم کا شک ہو تو جو لوگ تم سے پہلے جو کتابیں اتری ہیں پڑھتے ہیں ان سے پوچھو تاکہ تم کو کوئی شک باقی نہ رہے۔ اس قسم کا سوال صرف تصدیق کے لئے ہے نہ کہ جہالت کو دور کرنے کے لئے جس طرح ہم لوگوں نے سمجھا ہے کہ ایسا کرنے سے اہل کتاب ہم سے زیادہ عالم ثابت ہوں گے اور اگر ہم ان سے سوال کریں گے تو وہ ہمیں بجائے ہدایت دینے کے گمراہ کریں گے اور ہم کو اپنے دین کی طرف دعوت دیں گے۔ ورنہ خود رسول کو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا

(۳) ا - یاایھا النبی قل لازواجك ان کنتن تردن الحیوٰۃ الدنیا وزینتھا .... انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔ واذکرن مایتلیٰ فی بیوتکن من آیات اللہ .... فلما قضیٰ زید منھا وطراً زوجناکھا[2]

ترجمہ:- اے پیغمبر! اپنی بی بیوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کے ساز وسامان کی طلبگار ہو تو آؤ میں تمھیں کچھ دے دلا کر خوش اسلوبی سے رخصت کردوں۔ اور اگر تم خدا اور اس کے رسول اور عاقبت کے گھر کی خواہاں ہو تو تم میں سے جو نیکوکار ہیں ان کے لئے خدا نے بڑے بڑے اجر تیار کر رکھے ہیں۔ پیغمبر کی بی بیو! تم اپنے گھروں میں جمی بیٹھی رہو۔ اور اگلے زمانۂ جاہلیت کے سے بناؤ سنگھار دکھاتی نہ پھرو۔ اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو۔ اے پیغمبر کے گھر والو! خدا کو تو بس یہی منظور ہے کہ تم سے ہر طرح کی گندگی کو دور کرے اور تم کو ایسا پاک وصاف بنائے جیسا کہ پاک صاف بنانے کا حق ہے اور تمھارے گھروں میں جو خدا کی آیتیں اور دانائی کی باتیں

(۱) القرآن ۱۰/۹۴ - (۲) القرآن ۳۳/۲۸-۳۵ سورۃ الاحزاب -

ہیں مولانا علیؑ، مولاتنا فاطمہؑ، مولانا حسنؑ اور مولانا حسینؑ بھی شامل ہیں۔ جیسا کہ "کم" کی ضمیر سے جو "علیکم" میں ہے واضح ہے۔ جب مخاطبین میں ذکور و اناث شامل ہوتے ہیں تو عرب "کم" کی ضمیر لاتے ہیں۔ یہی حال "ھم" کی ضمیر کا ہے۔(۱) کوئی یہ کہہ نہیں سکتا کہ یہ آیت اجنبی ہے۔ اہل ظاہر نے "ازواج" کی آیتوں میں اسے عمداً شامل کر دیا ہے۔ یہ آیت دوسرے مقام پر تھی۔ اگر یہ واقعہ ہے تو وہ دوسرا مقام کونسا ہے؟ پھر ایک دوسرے کلام مجید کی ضرورت ہوگی جس میں ہر آیت اپنی جگہ پر ہو۔ اصلیت کے لحاظ سے ہمارے موجودہ قرآن پر بھی وہی اعتراضات ہوں گے جو توراۃ اور انجیل پر ہوئے ہیں۔ پھر ہمارے پاس اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کا اور کونسا ذریعہ باقی رہے گا۔ اور پھر ہم کیوں ایسے قرآن کی تلاوت کریں جس کے مطالب میں آیتوں کے ادھر اُدھر ہونے سے فرق پڑ گیا ہو۔

اس کے علاوہ حدیث نمبر (۳) میں یہ ہے کہ آیۂ تطہیر اُمّ سلمہ کے گھر میں نازل ہوئی۔ بخلاف اس کے حدیث نمبر (۴) سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مباہلہ کے میدان میں اتری۔ اس تناقض اور تضاد سے دونوں حدیثوں کی صحت میں فرق پڑ جاتا ہے۔ کیا مولانا مُعز کو جو اہل بیت کے خاص نمایندے تھے۔ اور جنھوں نے شرح الاخبار کا مطالعہ کیا خبر نہ ہوگی کہ آیۂ تطہیر جیسی اہم آیت کونسے مقام پر اتری۔ اہل ظاہر کی حدیثوں میں اس وجہ سے اختلاف ہوا کہ انھوں نے ائمہ معصومین کو چھوڑ دیا۔ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ہم ائمہ معصومین کے پیرو ہیں اور علوم دعوت انہی سے حاصل کرتے ہیں۔ اگر ہم میں بھی اختلاف ہو تو ہم میں اور

(۱) نقوله تعر ليذهب عنكم الرجس اي يزيل عنكم الذنوب ويطهركم اي يلبسكم خلع الكرامة ثم ان الله ترك خطاب المومنات و خاطب بخطاب المذكرين بقوله ليذهب عنكم الرجس ليدخل فيها نساء اهل بيته ورجالهم واختلف الاقوال في اهل البيت والاولى ان يقال هم اولاده وازواجه والحسن والحسين منهم۔
(بقیہ بر صفحۂ آئندہ)

ہیں باہم ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور تم میں سے جو کوئی بھی
ان کو دوست بنائے گا تو بیشک وہ (بھی) اُن میں کا ایک ہے......
........مسلمانو! تم میں سے کوئی بھی اپنے دین اسلام سے پھر جائے
تو خدا کو اس کی ذرا بھی پروا نہیں۔ وہ ایسے لوگ لے آئے گا جن کو وہ
دوست رکھتا ہوگا اور وہ اس کو دوست رکھتے ہوں گے ....
.......مسلمانو! بس تمھارے تو یہی دوست ہیں۔ اللہ اور اُس کا
رسول۔ اور مسلمان جو نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اور وہ (ہر وقت
خدا کے آگے) جھکے رہتے ہیں۔ اور جو اللہ اور اللہ کے رسول اور مسلمانوں
کا دوست ہو کر رہے گا تو وہ اللہ والا ہے۔ اور اللہ والوں کا بول بالا
ہے۔ مسلمانو! جنھوں نے تمھارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے
(یعنی یہود و نصاریٰ) جن کو پہلے کتاب دی جا چکی ہے ان کو اور مشرکین
کو دوست نہ بناؤ۔ اور اگر تم سچے مسلمان ہو تو خدا سے ڈرتے رہو۔"

سیدنا قاضی نعمان فرماتے ہیں کہ عام لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے قول "انما ولیکم اللہ .... راکعون" کی تفسیر میں یہ روایت بیان کی ہے کہ یہ آیت مولانا علی کی شان میں اتری۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک سائل آپ کے پاس اس وقت آیا جب آپ رکوع میں مصروف تھے۔ آپ نے اس کی طرف اپنی انگوٹھی پھینکی۔ یہ آیت آپ سے اور آپ کی اولاد میں جو ائمہ ہوئے اُن سے متعلق ہے۔[1]

سیدنا حمید الدین یہ بحث پیش کرتے ہیں کہ مولانا علی ہی نے رکوع کی حالت میں زکوٰۃ دی۔ لفظ "ولی" کے لغت میں دو معنی ہیں ایک حاکم یا متصرف جو رعیت کے امور انجام دیتا ہے۔ دوسرا دوست یا ناصر جو کسی سے دوستی کرتا ہے۔ یہاں "ولی" کے معنی دوست یا ناصر کے نہیں ہو سکتے کیونکہ آیت میں حصر ہے کہ امت کا ولی اللہ اور اس کے رسول اور علی کے سوا کوئی نہیں ہے

(۱) دعائم الاسلام (ذکر ولایۃ مولانا علی)

اہلِ ظاہر میں کیا فرق ہے؟

اصل بات یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کی ازواج نے دنیا کی زینت کا مطالبہ کیا۔ یعنی کپڑے وغیرہ میں زندگی کا معیار بلند کرنا چاہا۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت فرماتا ہے کہ وہ ایسا نہ کریں ورنہ نبی انھیں چھوڑ دیں گے ان کو چاہئے کہ وہ اپنے گھروں میں رہیں نہ یہ کہ بناؤ سنگار کر کے جاہلیت کی عورتوں کی طرح باہر نکلیں اور لوگوں سے بے باکانہ بات چیت کریں۔ ایسی ناروا باتوں سے ممکن ہے کہ وہ گناہ کی مرتکب ہو جائیں۔ عربی لغت میں "رجس" کے معنی گندگی کے ہیں جس سے گناہ مراد ہے جس طرح طہارت کے معنی پاکیزگی کے ہیں جس سے مقصد تقویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی کے گھر میں رہنے والو! میں تمھیں گناہوں کی گندگی سے پاک کرنا چاہتا ہوں تم یاد رکھو ان آیتوں کو جو تمھارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں[1]۔

(۴) "یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا الیھود والنصاریٰ اولیاء بعضھم اولیاء بعض ومن یتولھم منکم فانہ منھم .... یا ایھا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ .... انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون۔ ومن یتول اللہ ورسولہ والذین آمنوا فان حزب اللہ ھم الغلبون۔ یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا الذین اتخذوا دینکم ھزوًا ولعبًا من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم والکفار اولیاء واتقوا اللہ ان کنتم مومنین[2]" کی تاویل۔

ترجمہ: مسلمانو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ یہ لوگ تمھاری مخالفت

(بقیہ صفحہ گزشتہ) وعلیؓ منھم لانہ کان من اھل بیتہ بسبب معاشرتہ ببنت النبی صلعم وملازمتہ للنبی (فخر الرازی ج ۶ ص ۸۳) (۱) استعارۃ الرجس للمعصیۃ والترشیح بالتطھیر لمزید التنفیر عنھا (۲) القرآن ۵ ع ۸ –

قاضی نعمان نے "ویوتون الزکوٰۃ" کی تفسیر اس طرح کی ہے یعنی "اقامة ظاهرها للناس وباطنها وهي دعوة الحق ویوتون الزکوٰۃ یعنی قبضهم ایاها من اهلها وایتائهما من اوجب الله تعالیٰ له اخذها وهم راکعون ای مطیعون لله وهم الائمة"[1] یہ ایک نرالی تفسیر ہے جس کی تائید عربی لغت سے نہیں ہو سکتی۔ گویا ائمہ پر زکوٰۃ دینا واجب نہیں ہے۔ وہ صرف زکوٰۃ تقسیم کرتے ہیں۔ امام اور دیگر حدود کے اعمال میں جو فرق ہے اس کی شرح اور مثالیں گزر چکی ہیں[2]۔

بے شک مذکورہ آیت میں حصر ہے جیسا کہ سیدنا حمید الدین نے فرمایا ہے۔ ا، دوسرے "ہی" کا لفظ حصر کے لئے ہے۔ یعنے اللہ، اس کے رسول اور مخلص مومنین ہی تمہارے دوست ہیں۔ نفاق چھوڑ دو۔ یہود و نصاریٰ سے دوستی نہ رکھو سچے اور مخلص مومنوں ہی کو اپنا دوست بناؤ۔

اس آیت سے متصل یعنے اس کے قبل اور بعد جتنی آیتیں ہیں ان میں "ولی" کے معنی صرف دوست ہی کے ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ اس کے قبل "یا ایها الذین آمنوا لا تتخذ والیهود والنصاریٰ اولیاء" ہے اور اس کے بعد "لا تتخذ والذین اتخذ وا دینکم هزواً ولعباً .... اولیاء" ہے۔ بیچ کی آیت "یاتی الله بقوم یحبهم ویحبونه" میں صاف محبت کا ذکر ہے۔ اس لئے "انما ولیکم" میں "ولی" کے معنی دوست کے ہوں گے نہ کہ حاکم یا متصرف کے۔ ورنہ ایک ہی مطلب کی کئی آیتوں کے درمیان ایک اجنبی اور غیر متعلق آیت کا وقوع لازم آئے گا جس سے کلام الٰہی کی شان گھٹ جائے گی۔ اور جس کو کوئی عقلمند قبول نہیں کرے گا۔ اگر اس

(بقیہ صفحۂ گزشتہ) یراد بالرکوع الصلوٰۃ کما یعبر عنها بالسجود وان یکون امر بان تصلی مع المصلین فی الجماعۃ کانه قیل واقیموا الصلوٰۃ وصلوها مع المصلین لا منفردین (الکشاف ۱/۵۵) (۱) تاویل دعائم الاسلام ۱/۲۹۸ (ذکر صفات الصلوٰۃ وسننها) (۲) فصل (۷) عنوان "مولانا محمد بن اسمٰعیل کے عہد کے پہلے بھی لیلی حجتوں سے ظاہری شریعت کے ارتفاع کا ثبوت"۔

اور خدا فرماتا ہے :" والمؤمنون والمؤمنات بعضهم اولیاء بعض[1]"

تبصرہ

آیت مذکورہ کی تفسیر سمجھنے کے لئے اس بات کو پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ مدینہ منورہ میں دو طرح کے مومن تھے۔ ایک تو اہل اخلاص اور دوسرے اہل نفاق جو بظاہر تو اپنے آپ کو مومن کہتے تھے لیکن در پردہ یہود، نصاریٰ اور کافروں سے میل جول رکھتے تھے۔ اور ان کی مدد کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ خطاب کرتا ہے پچھلی قسم کے مومنوں سے کہ اے مومنو! اگر تم سچے مومن ہو جیسا کہ تمہارا دعویٰ ہے تو سچے مومنوں ہی کو دوست رکھو نہ کہ یہود، نصاریٰ اور کفار کو جو تمہارے مخالف ہیں۔ سیدنا کے قول کے مطابق آیت میں " انما " ہے جو حصر کے معنیٰ دیتا ہے۔ یعنی اے ایمان والو! بس تمہارے تو یہی دوست ہیں۔ اللہ اور اس کا رسول اور مومنین جو نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اور وہ (ہمہ وقت خدا کے آگے) جھکے رہتے ہیں۔

نماز میں جھکنے کے علاوہ رکوع کے معنیٰ طاعت کرنے کے بھی ہیں چنانچہ خود سیدنا قاضی نعمان تاویل دعائم الاسلام میں " انما ولیکم .... راکعون " کی تاویل میں " وهم راكعون " کے معنیٰ وهم مطيعون لله کرتے ہیں[1] یعنے نماز پڑھتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہمیشہ خدا کی اطاعت کرتے رہتے ہیں۔ آپ نے اس موقع پر مولانا علی کے زکوٰۃ دینے کا ذکر نہیں کیا کلام مجید میں ایک اور مقام پر بھی اقامت صلوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ کے بعد رکوع کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے :" واقيموا الصلوٰة وآتوا الزكوٰة واركعوا مع الراكعين[2] " یہاں ایک اور بات پر تنبیہ ضروری ہے سیدنا

---

(۱) تاویل دعائم الاسلام $\frac{۱}{۳۹۸}$ (ذکر صفات الصلوٰۃ وسننها) (۲) القرآن $\frac{۲}{۴۳}$ واركعوا مع الراكعين لان اليهود لا ركوع لهم في صلوتهم وقيل الركوع الخضوع والانقياد لما يلزمهم في دين الله ويجوز ان

(بقیہ صفحہ آئندہ)

وصف علیؑ بن ابی طالب

(قال معاویہ لضرار الصدائی)

قال معاویہ لضرار الصدائی، یا ضرار، صف لی علیاً قال: اعفنی یا امیر المومنین. قال: لتصفنه. قال: أما اذ لابد من وصفه فکان والله: بعید المدی شدید القوی. یقول فصلا ویحکم عدلا. یتفجر العلم من جوانبه وتنطق الحکمة من نواحیه یستوحش من الدنیا وزھرتھا، ویستأنس باللیل ووحشته وکان واللہ غزیر العبرة، طویل الفکرة، یقلب کفه، ویخاطب نفسه، یعجبه من اللباس ما قصر، ومن الطعام ما خشن. وکان فینا کاحدنا یجیبنا إذا سألناه وینبئنا إذا استنبأناه ونحن مع تقریبه إیانا، وقربه منا، لانکاد نکلمه لھیبته ولا نبتدئه لعظمته. یعظم اھل الدین، ویحب المساکین لا یطمع القوی فی باطله، ولا ییأس الضعیف من عدله"

ترجمہ: معاویہ نے ضرار صدائی سے کہا "علی کے اوصاف بیان کرو" اس نے کہا مجھے معاف کیجئے اے امیر المومنین" معاویہ نے کہا "تم کو ضرور بیان کرنے پڑیں گے" اس نے کہا "اگر بیان کرنا ضروری ہے تو سن لیجئے" **بخدا** آپ کی ہستی ایسی بلند و بالا تھی جس کی انتہا تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ آپ بہت ہی طاقتور تھے۔ جو کوئی بات کہتے تو وہ بات قطعی ہوتی اور جو کوئی حکم دیتے تو وہ حکم عادلانہ و منصفانہ ہوتا۔ آپ کے اطراف سے علم ابلتا اور حکمت نطق بار ہوتی۔ دنیا اور اس کی زیبائش سے آپ کو وحشت ہوتی اور رات اور اس کا وحشت خیز سناٹا آپ کے لئے انس پذیر ہوتا۔ خدا کی قسم آپ بہت روتے اور بہت غور و فکر کرتے (اکثر) آپ اپنی ہتھیلی کو الٹ پلٹ کرتے اور اپنے نفس سے خطاب

آیت کا تعلق اوپر کی اور نیچے کی آیتوں سے نہیں ہے جو کلام اللہ میں موجود ہیں تو ہمیں ایک ایسی آیت کی نشان دہی کرنا پڑے گی جس سے اس کا تعلق ہے کیونکہ لفظ انما اس بات کا مقتضی ہے۔ اس سے متعلق کچھ تصور ہو جس کو وہ حصر کرے جیسا کہ ہم اردو میں کہتے ہیں "بڑے آدمیوں سے نہ ملو۔ ملنے کے قابل اچھے ہی لوگ ہیں"۔ اس صورت میں ہماری کلام مجید کی تلاوت بے معنی اور بے کار ثابت ہوگی اور ہم کو اس کا کوئی ثواب نہ ملے گا۔ اس لئے کہ ہم اس آیت کو ایسی آیتوں کے ساتھ پڑھتے ہیں جو اجنبی اور غیر متعلق ہیں۔ اوپر کی اور نیچے کی آیتوں کو دیکھ کر ہر عربی داں یہی کہے گا کہ اس آیت کا مقام ان کے درمیان ہی ہونا چاہئے یہ اپنے مناسب محل پر ہے اس میں کسی قسم کی تحریف و تبدیل کا احتمال ہی نہیں

نماز میں مولانا علی کے مستغرق ہونے کی کیفیت سے ہر ایک مسلمان واقف ہے۔ آپ جب عبادت الٰہی میں مشغول ہو جاتے تو آپ کو دنیا و ما فیہا کی خبر نہیں رہتی مشہور ہے کہ ایک تیر کی انی آپ کے پاؤں میں رہ گئی تھی۔ اس کے نکالنے میں آپ کو بہت تکلیف ہوتی تھی۔ لوگوں نے اس کو نماز میں نکال لیا۔ جو شخص نماز میں اس قدر بے خود ہو جاتا ہو اس کا سائل کے سوال کو سننا پھر انگوٹھی نکال کر اس کی طرف پھینکنا یا اپنا ہاتھ دراز کر دینا گو ہم نے اسے کیسا ہی قلیل عمل گردانا ہو اور اسے عبادت میں شامل کیا ہو بڑی حیرت کی بات ہے جو کسی طرح عقل میں نہیں آسکتی۔ مولا علی ایسی حرکتوں سے بری ہیں اور آپ کی نماز کی شان اس سے اعلیٰ اور برتر ہے

مولانا علی کے فضائل کی طرف ہم اس سے پہلے توجہ دلا چکے ہیں(۱)۔ اس مقام پر اصرار صدائی کا بیان دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

---

(۱) فصل (۵) بعنوان "مولانا علی کے فضائل"

فصل (۲۰)

ایسی آیتیں جن کا ظاہر ہمارے قول کے مطابق صحیح یا مستقیم نہیں ہو سکتا اس لئے ان کی تاویل ضروری ہے

(۱) "ویل للمشرکین الذین لا یاتون الزکوٰۃ" کی تاویل:-
زکوٰۃ مسلمانوں پر فرض ہے نہ کہ مشرکوں پر۔ اس لئے مشرکوں سے وہ لوگ مراد ہیں جنھوں نے مولانا علی کی ولایت میں دوسروں کو شریک کیا یعنی ایسے خلفاء کو مانا جنھوں نے آپ کی خلافت چھین لی۔

تبصرہ

اس پر تبصرہ گزر چکا ہے۔ فصل (۲)
(۲) "واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وارکعوا مع الراکعین"[1] کی تاویل۔
نماز کے بعد رکوع کا ذکر بے کار ہے کیونکہ نماز میں رکوع شامل ہے۔[3]

(۳) المجالس المؤیدیہ ۲/۴۷ (۱) القرآن ۲/۴۳ -

فرماتے۔ موٹا اور مختصر آپ کا پسندیدہ لباس تھا اور روکھی سوکھی آپ کی مرغوب غذا تھی۔ جب آپ ہمارے پاس ہوتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ آپ بھی ہم میں سے ایک فرد ہیں۔ جب ہم سوال کرتے تو آپ اس کا جواب دیتے اور جب ہم کوئی خبر پوچھتے تو آپ ہمیں باخبر کر دیتے۔ آپ کے نزدیک ہونے پر بھی آپ کی ہیبت سے ہمیں گفتگو کی مجال نہ ہوتی تھی۔ اور آپ کی عظمت و بزرگی کے رعب سے ہم کسی بات کی ابتدا نہیں کر سکتے تھے۔ آپ دینداروں کی عزت کرتے اور مسکینوں سے محبت فرماتے تھے۔ کوئی قوی آپ کو باطل کی طرف مائل نہیں کر سکتا تھا۔ اور نہ کوئی کمزور آپ کے عدل و انصاف سے مایوس ہوتا تھا۔"

باطنی دعوت ہے جس پر دلالت کرنے کے لئے ظاہری دعوت کے اعمال وضع کئے گئے ہیں۔ اس لئے آپ کا باطنی دعوت پر امین نہ ہونا آپ کی شان اقدس میں بڑا نقص پیدا کر دے گا۔ ایسے مغالطوں کو سمجھنے کے لئے یہ اصول پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ جتنے احکام آنحضرت صلعم پر نازل ہوئے وہ آپ کے ذریعے امت کی ہدایت کے لئے ہیں ورنہ ہر ایک حکم پر ایسا ہی بے بنیاد اعتراض ہوسکتا ہے۔ جب آپ ہمیشہ نماز پڑھا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ کے حکم "واقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ" کے کیا معنی؟۔ ان احکام سے امت کی ہدایت مطلوب ہے۔ ایسے اعتراضات سے شاید ہی کوئی ناقص العقل دھوکا کھائے ان کی نظیریں "مجالس مویدیہ" میں خصوصاً اور تاویل کی کتابوں میں عموماً کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ ان سے تاویل کرنے والوں کا مقصد سامعین کو پریشان کرنے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

(۴) "ولیس البر بان تأتوا البیوت من ظھورھا ولکن البر من اتقیٰ وآتوا البیوت من ابوابھا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون"[1] کی تاویل۔

سیدنا مؤید فرماتے ہیں کہ اس قسم کی تعلیم تو لوگوں میں شائع ہے۔ اس سے کیا فائدہ۔ اس لئے اس کا ذکر کلام مجید میں اگر اس کی تاویل کی طرف اشارہ نہ ہو تو عبث ہے[2]۔

تبصرہ

نہایت حیرت ہے کہ سیدنا موصوف نے ایسا اعتراض کیا۔ یہ اعتراض تو اس شخص کا ہوسکتا ہے جو عرب کی زندگی کے رسوم سے واقف نہ ہو۔ ہمارا اکثر یہی دستور رہا ہے کہ ہم ظاہری شریعت کو عبث سمجھتے تھے۔ اسی وجہ سے ہماری تعلیم کا مریدوں پر ایسا برا اثر پڑا کہ انھوں نے ظاہر کو ترک کر دیا۔

(۱) القرآن ۲/۱۸۹ (۲) المجالس المویدیہ ۲/۸۷۔

اشارہ اس کے ممثول کی طرف ہے جو اساس ہیں۔ رکوع کی تکرار سے طاعت اساس کی تاکید مقصود ہے۔[1]

تبصرہ

یہ حجت اہل ظاہر بھی پیش کرسکتے ہیں جس طرح رکوع کی تکرار سے طاعت اساس کی تاکید مقصود ہے اسی طرح ظاہری رکوع کی تکرار سے ظاہری رکوع کی تاکید مقصود ہے۔ خاص کر جب کہ یہود کی نماز میں رکوع نہیں ہے اس لئے مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ تم نماز میں رکوع کا ضرور خیال رکھو یہود کی طرح رکوع نہ چھوڑ دو۔ مزید تبصرہ کے لئے ملاحظہ ہو گزشتہ فصل (۱۹) نمبر آیت (۴)۔

(۴) ولا تؤتوا السفهاء اموالكم التي جعل الله لكم قياما[2] کی تاویل۔

سید نا مؤید کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم سے ایسا خطاب کیوں کیا۔ حالانکہ آپ نبی ہونے سے پہلے امین کہلاتے تھے۔ یہاں کنایہ دعوی اور ائمہ کی دعوت سے ہے۔ یعنی بے وقوفوں کو مراتب نہ دو۔[3]

تبصرہ

یہ ایک مغالطہ ہے کیونکہ جو اعتراض ظاہری مال پر ہوگا وہی اعتراض باطنی مال پر بھی ہوگا۔ ہماری تاویل کے قاعدے سے ظاہر اور باطن ایک دوسرے پر دلالت کرتے ہیں جس طرح آپ ظاہری مال میں امین تھے اسی طرح باطنی مال یعنی مراتب میں بھی امین تھے۔ بلکہ باطنی مال یعنی مراتب میں آپ کا امین ہونا نہایت ضروری اور اہم ہے۔ کیونکہ اللہ تعم کا اصل مقصد

(۱) المجالس المویدیہ ۲/۶۷ (۲) القرآن ۴/۴ (۳) المجالس المویدیہ ۱/۵۶۔

مبرّا ہیں۔

(۵) "والنجم والشجر یسجدان"(۱) کی تاویل۔

سیدنا مؤید فرماتے ہیں کہ درختوں اور بوٹیوں کا سجدہ کرنا معائنے کے خلاف ہے۔ اس لئے درختوں سے دعوت کے وہ حدود مراد ہیں جن کو وحی اور تائید ہوتی ہے اور بوٹیوں سے دعوت کے ان حدود کی طرف اشارہ ہے جن کو تائید نہیں ہوتی۔

تبصرہ

سیدنا کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھتے کہ درخت سجدہ کر رہے ہیں یعنے سر کے بل گرے ہوئے ہیں۔ یہ اعتراض تو اس شخص کا ہو سکتا ہے جو زبان کے صنائع و بدائع سے واقف نہیں۔ یہاں درختوں اور بوٹیوں کے سجدے سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ سر کے بل گر جاتے ہیں بلکہ اللہ کے حکم کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ جیسا کہ ساجد اس کے حکم کی تعمیل کرتا ہے۔ یعنے اللہ نے انھیں جن مقاصد کے لئے پیدا کیا ہے وہ ان کو پورا کرتے ہیں۔ زمین سے اُگتے ہیں۔ انسان کے کام آتے ہیں۔ یہی معنی شمس و قمر کے سجدہ کرنے کے ہیں نہ کہ وہ سر کے بل جھکے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جیسا کہ سیدنا کا خیال ہے۔ کیا خوب سعدیؒ نے اس مطلب کو ادا کیا ہے:-

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند
تا تو نانے بکف آری و بہ غفلت نخوری

ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار
شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نبری

اب تاویل کی کوئی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ اگر سیدنا ظاہری معنی کو واضح کر کے اس کا باطن بتاتے تو کچھ سمجھ کی بات ہوتی۔ لیکن سرے سے ظاہر کا انکار کر کے باطن ہی کو ثابت کرنا باطن کی بنیاد کو اور کمزور کر دیتا ہے۔ آیت میں استعارہ ہے۔ اطاعت گزاری کے لئے سجدہ سے بہتر کوئی استعارہ نہیں ہو سکتا

---

(۱) القرآن ۵۵/۵ -

اکثر اماموں کے زمانے میں یہی ہوا ہے۔ اس کی کئی مثالیں گزر چکی ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ اسلام سے پہلے عرب لوگ عجیب وہموں میں مبتلا تھے۔ چنانچہ حج کا احرام باندھنے کے بعد گھر آنے کی ضرورت ہوتی تو پچھواڑے سے آتے۔ خدا نے اس حیلہ جوئی پر ملامت کی اور فرمایا کہ سر سے یہ باتیں نیکی میں داخل ہی نہیں ہیں۔ اور جس نیکی کی ضرورت ہے اس کی طرف تم کو توجہ ہی نہیں۔ اس لئے اس نے ہدایت فرمائی ایسے فضول احکام کو ترک کرو اور ایسی حیلہ سازی سے بچو۔ اس ہدایت کی سخت ضرورت تھی۔ اس واقعہ کے علم کے بعد سیدنا موصوف کا یہ کہنا کہ یہ تعلیم تو شائع تھی اس کا ذکر عبث ہے نہایت تعجب کی بات ہے۔ اس سے پہلے جو تبصرہ گزرا ہے اس میں بھی ہم ظاہری احکام کی مصلحت بتا چکے ہیں۔ مجالس مذکورہ میں ایسی بہت سی کمزور حجتیں ہیں جو محض ظاہر سے ہٹا کر باطن کی طرف لے جانے کے لئے کی گئی ہیں چنانچہ سیدنا موصوف روایت کرتے ہیں کہ ایک بار مولانا علی کلام مجید تلاوت فرما رہے تھے جب آپ اس آیت پر پہنچے " هٰذَا كِتَابُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُم بِالْحَقِّ " تو آپ نے مصحف کو اپنے سر پر رکھا اور کہا۔ اے خدا کی کتاب بول تین دفعہ آپ نے اس طرح کہا پھر فرمایا " انا كتاب الله النّاطق "[1] جس بات سے کلام پاک کی تحقیر ہوتی ہو مولانا علی سے بھلا ایسی کوئی بات ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ یہ ہماری من گھڑت روایتیں ہیں جن سے ہمارا مقصد ظاہر کی وقعت کو گھٹانا اور باطن کی اہمیت کو بڑھانا ہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر مولانا علی آیتِ مذکور کی تلاوت کے وقت اس کی تفسیر اور اس کا فلسفہ بیان فرماتے تو سننے والوں کے دلوں میں کلام مجید کی وقعت اور بڑھ جاتی اور بتانے والے کی یعنی آپ کی بھی قدر و منزلت اور بھی دوبالا ہو جاتی " نورٌ علیٰ نور " کا سماں بندھ جاتا حق یہ ہے کہ مولانا علی کلام مجید پر ایسی نکتہ چینی سے جس میں اس کی تحقیر مضمر ہے منزہ اور

(۱) المجالس المویدیہ $\frac{۲}{۲۸}$

مُبرّا ہیں۔

(۵) "والنجم والشجر یسجدان"[1] کی تاویل۔

سیدنا مؤید فرماتے ہیں کہ درختوں اور بوٹیوں کا سجدہ کرنا معائنے کے خلاف ہے۔ اس لئے درختوں سے دعوت کے وہ حدود مراد ہیں جن کو وحی اور تائید ہوتی ہے اور بوٹیوں سے دعوت کے ان حدود کی طرف اشارہ ہے جن کو تائید نہیں ہوتی۔

تبصرہ

سیدنا کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھتے کہ درخت سجدہ کر رہے ہیں یعنے سر کے بل گرے ہوئے ہیں۔ یہ اعتراض تو اس شخص کا ہو سکتا ہے جو زبان کے صنائع و بدائع سے واقف نہیں۔ یہاں درختوں اور بوٹیوں کے سجدے سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ سر کے بل گر جاتے ہیں بلکہ اللہ کے حکم کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ جیسا کہ ساجد اس کے حکم کی تعمیل کرتا ہے۔ یعنے اللہ تعالیٰ نے انھیں جن مقاصد کے لئے پیدا کیا ہے وہ ان کو پورا کرتے ہیں۔ زمین سے اُگتے ہیں۔ انسان کے کام آتے ہیں یہی معنیٰ شمس و قمر کے سجدہ کرنے کے ہیں نہ کہ وہ سر کے بل جھکے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جیسا کہ سیدنا کا خیال ہے۔ کیا خوب سعدیؒ نے اس مطلب کو ادا کیا ہے:۔

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک درکارند تا تو نانے بکف آری و بہ غفلت نخوری

ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نبری

اب تاویل کی کوئی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ اگر سیدنا ظاہری معنیٰ کو واضح کر کے اس کا باطن بتاتے تو کچھ سمجھ کی بات ہوتی۔ لیکن سرے سے ظاہر کا انکار کر کے باطن ہی کو ثابت کرنا باطن کی بنیاد کو اور کم زور کر دیتا ہے۔ آیت میں استعارہ ہے۔ اطاعت گزاری کے لئے سجدہ سے بہتر کوئی استعارہ نہیں ہو سکتا

(۱) القرآن ۵۵/۵۔

اکثر اماموں کے زمانے میں یہی ہوا ہے۔ اس کی کئی مثالیں گزر چکی ہیں۔
واقعہ یہ ہے کہ اسلام سے پہلے عرب لوگ عجیب وہموں میں مبتلا تھے۔ چنانچہ حج کا احرام باندھنے کے بعد گھر آنے کی ضرورت ہوتی تو پچھواڑے سے آتے۔ خدا نے اس حیلہ جوئی پر ملامت کی اور فرمایا کہ سر سے یہ باتیں نیکی میں داخل ہی نہیں ہیں۔ اور جس نیکی کی ضرورت ہے اس کی طرف تم کو توجہ ہی نہیں۔ اس لئے اس نے ہدایت فرمائی ایسے فضول احکام کو ترک کرو اور ایسی حیلہ سازی سے بچو۔ اس ہدایت کی سخت ضرورت تھی۔ اس واقعہ کے علم کے بعد سیدنا موصوف کا یہ کہنا کہ یہ تعلیم تو شائع تھی اس کا ذکر عبث ہے نہایت تعجب کی بات ہے۔ اس سے پہلے جو تبصرہ گزرا ہے اس میں بھی ہم ظاہری احکام کی مصلحت بتا چکے ہیں۔ مجالس مذکورہ میں ایسی بہت سی کمزور حجتیں ہیں جو محض ظاہر سے ہٹا کر باطن کی طرف لے جانے کے لئے کی گئی ہیں چنانچہ سیدنا موصوف روایت کرتے ہیں کہ ایک بار مولانا علی کلام مجید تلاوت فرما رہے تھے جب آپ اس آیت پر پہنچے "ھٰذا کتابنا ینطق علیکم بالحق" تو آپ نے مصحف کو اپنے سر پر رکھا اور کہا۔ اے خدا کی کتاب بول تین دفعہ آپ نے اس طرح کہا پھر فرمایا "انا کتاب اللہ النّاطق"[1] جس بات سے کلام پاک کی تحقیر ہوتی ہو مولانا علی سے بھلا ایسی کوئی بات ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ یہ ہماری من گھڑت روایتیں ہیں جن سے ہمارا مقصد ظاہر کی وقعت کو گھٹانا اور باطن کی اہمیت کو بڑھانا ہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر مولانا علی آیت مذکور کی تلاوت کے وقت اس کی تفسیر اور اس کا فلسفہ بیان فرماتے تو سننے والوں کے دلوں میں کلام مجید کی وقعت اور بڑھ جاتی اور بتانے والے کی یعنی آپ کی بھی قدر و منزلت اور بھی دوبالا ہو جاتی "نور علی نور" کا سماں بندھ جاتا حق یہ ہے کہ مولانا علی کلام مجید پر ایسی نکتہ چینی سے جس میں اس کی تحقیر مضمر ہے منزہ اور

---

(۱) المجالس المویدیہ ۲/۲۸

کے موافق ہوگی۔ اگر اس میں عربی لغت کی مخالفت ہوتی جس کی وجہ سے اس کا ظاہری مطلب غیر صحیح یا غیر مستقیم ثابت ہوتا جیسا کہ ہمارا گمان ہے تو عرب اسے فوراً رد کردیتے اور قبول نہ کرتے۔ یہ جواب ہماری اکثر تاویلوں کی تردید کے لئے کافی ہے۔ تاویل کو ثابت کرنے کے لئے یہی ایک ذریعہ ہے کہ ظاہر کو سقیم کردیا جائے۔ اس سلسلہ میں ذیل کی ایک اور مثال یعنی "تجری من تحتها الانهار" غور کے قابل ہے۔ اس کے علاوہ کوئی ہم سے یہ بھی پوچھ سکتا ہے کہ جب وصی کی دعوت کے لوگوں کو عزت مل گئی تو نبی کی دعوت کے لوگ کیوں محروم رہ گئے۔ ان کا ذکر کلام مجید میں کہاں ہے۔

(۷) "وبشر الصابرین الذین آمنوا وعملوا الصالحات ان لهم جنات تجری من تحتها الانهار" کی تاویل۔

ترجمہ اور (اے پیغمبر) جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل (بھی) کئے ان کو خوش خبری سنا دو کہ ان کے لئے (بہشت کے) باغ ہیں جس کے تلے نہریں (پڑی) بہہ رہی ہوں گی۔"

سیدنا مؤید فرماتے ہیں اس آیت کی تفسیر میں جو تاویل کے منکر ہیں خبط کرتے ہیں اور ان کا دم ناک میں آگیا ہے۔ اگر زمین کے نیچے نہریں بہتی ہیں تو زمین کے لوگوں کو اس سے کیا فائدہ۔ بجائے "تحتها" کے "فیها" زیادہ مناسب تھا بعض تفسیر کرنے والوں نے جنتوں کی تفسیر درختوں سے کی ہے تاکہ معنی مستقیم ہوں لیکن اس صورت میں پانی کا ان کے نیچے بہنا زینت کو بگاڑ دے گا۔ سیدنا نے اس بحث پر ایک صفحہ لکھ کر اس بات کے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس آیت کے ظاہری معنی کبھی درست نہیں ہوسکتے۔ جب تک کہ درختوں اور نہروں کی تاویل نہ کی جائے۔ اس کی تاویل یہ ہے کہ نہروں سے مواد الاہیہ اور درختوں سے حدود مراد ہیں۔ یعنے ہر حد فوق امداد دیتا ہے حد تحت کو نہ کہ حد فوق کو جیسا کہ نبی امداد دیتے ہیں وصی کو۔ اس بیان کے بعد آپ فرماتے ہیں کہ اب آیت مذکورہ کے معنی صحیح ہوئے[1]

(۱) المجالس المؤیدیہ ۲/۲

اس سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ ہم کن کن طریقوں سے ظاہر سے ہٹا کر خود اپنی طرف اپنے مریدوں کی توجہ پھیرتے تھے تاکہ وہ ہمارے حکم کے تابع رہیں۔

(۶) ولقد کرمنا بنی آدم وحملناهم فی البر والبحر ورزقناهم من الطیبات وفضلناهم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا[1]" کی تاویل۔

سیدنا مؤید فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے وصی کی دعوت کے لوگوں کو عزت دی۔ اور انھیں تنزیل و تاویل سکھائی اور انھیں اکثر اہل ظاہر پر فضیلت دی۔ اس کے بعد آپ کہتے ہیں کہ اس آیت کے معنی تاویل کے لحاظ ہی سے صحیح ہو سکتے ہیں۔ ظاہر میں صحیح نہیں ہو سکتے۔ مفسرین نے مجبور ہو کر "ممن" کی تعبیر "مما" سے کی ہے۔ غور کرنے والے کے لئے ظاہر کے اعتبار سے اس میں ایک معنی عجیب اور امر غریب ہے[2]۔

تبصرہ

سیدنا فرماتے ہیں کہ مفسرین نے مجبور ہو کر "ممن" کی تعبیر "مما" سے کی ہے لیکن مشہور معتبر ول زمخشری۔ رازی۔ نسفی وغیرہ کی تفسیروں میں اس کا کوئی حوالہ نہیں ملتا۔ اگر یہ بات مان بھی لی جائے کہ سیدنا کی تفسیر صحیح اور مفسرین کی تفسیر غلط ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ عربوں نے ایسی آیت کو کس طرح مان لیا۔ اس کے سنتے ہی وہ کہہ اٹھتے تھے کہ اے رسول اللہ یہ ہمارے لغت کے خلاف ہے اس لئے کہ آپ کے زمانے میں تاویل جاننے والے اتنے بھی نہ ہوں گے جتنا آٹے میں نمک کیونکہ تاویل اسی مومن کو بتائی جاتی ہے جو وصی کی دعوت میں شامل ہو۔ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد "ستة من المهاجرين وستة من الانصار" یعنی صرف بارہ اصحاب اہل تاویل نکلے۔ اس سے ظاہر ہے کہ آپ کی زندگی میں اس جماعت کے مخلص افراد بہت کم ہوں گے۔

اگر بعض مفسرین نے "ممن" کی تفسیر "مما" سے کی ہو گی تو وہ عربی لغت

(۱) القرآن ۱۷/۷ (۲) المجالس المویدیہ ۲/۱۵۶

فصل (۲۱)

انا فتحنا لك فتحاً مبيناً ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر ويتم نعمته عليك ويهديك صراطاً مستقيماً[1] کی تاویل:-

ترجمہ:- (اے پیغمبر یہ حدیبیہ کی صلح کیا ہوئی) حقیقت میں ہم نے کھلم کھلا فتح کرادی تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارا اگلا گناہ اور پچھلا گناہ معاف کرے اور تم پر اپنے احسانات پورے کرے اور تم کو (دین کے) سیدھے رستے پر لے چلے"

تاویلات

(۱) سیدنا جعفر بن منصور الیمن فرماتے ہیں کہ اسلام کے قبل جو مستقر امام الزمان تھے۔ ان کی دعوت میں آنحضرت صلعم اور خلیفۂ اول دونوں ایک دوسرے کے زوج (ساتھی) تھے خلیفۂ اول آنحضرت صلعم کے تمام محبتوں سے افضل تھے جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو مختار بنایا اور ملکوت زمین و آسمان کے اسرار پر مطلع کیا تو آپ کو یہ حکم دیا کہ خلیفۂ اول کو وہ اسرار جو فضیلت سے متعلق ہیں نہ بتائیں حسد کے باعث خلیفہ نے اپنے آپ کو خیرخواہ ظاہر کیا۔ اس حیلے سے آپ دھوکے میں آگئے اور ان کو بعض اسرار سے آگاہ کر دیا۔ آپ کا یہ بڑا

---

(۱) القرآن ۴۸/۱۔

تبصرہ

"تجری من تحتھا الانہار" سے "تجری من تحت اشجارھا الانہار" مراد ہے۔ کیونکہ جنت اسی باغ کو کہتے ہیں جس میں گھنے درخت ہوں۔ نہروں کے کناروں پر گھنے درختوں کے تصور سے اس آیت کا مطلب واضح ہو جاتا ہے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کونسے مفسرین اس کی تفسیر میں پریشان ہوئے اور ان کا ناک میں دم آیا جیسا کہ سیدنا نے فرمایا ہے۔ تفسیر کشاف، تفسیر کبیر، اور تفسیر بیضاوی وغیرہ میں اس آیت کے متعلق کوئی اشکال نہیں بتایا گیا۔ اگر اس میں کوئی محاورہ عربی لغت کے خلاف ہوتا تو خود عرب اسے نہیں مانتے جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے کے تبصرے میں بتایا ہے۔ ایک دوسری آیت میں بھی انہار کے ساتھ تحت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو یہ ہے:۔ ونادی فرعون فی قومہ قال یاقوم الیس لی ملک مصر وھذہ الانھار تجری من تحتی افلا تبصرون[1]

---

(۱) القرآن ۴۳/۵۱

کرے۔ یعنی جو تاویل تم نے اس سے پہلے بیان کی اور جو اس کے بعد بیان کریں گے تاکہ قائم القیامہ کے ظہور سے اپنی نعمت تم پر پوری کرے اور تمھیں سیدھے راستے کی ہدایت دے۔ یعنی ایسے آدمی کے نصب کرنے کی ہدایت دے جو تمھاری ذریت سے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے قول "۲انا فتحنا............ کے یہ معنی ہیں کہ ہم نے تمھارے لئے ایک اساس قائم کیا جو تمھاری طرف سے مفاتحت کرے۔ (یعنی علم باطن بتائے)۔(۱)

(۴) مولانا معز سے کسی نے "۲ولم یروا انا نأتی الارض ننقصها من اطرافها" کی تفسیر پوچھی۔ آپ نے فرمایا کہ "الارض" سے باطنی دولت (دعوت) مراد ہے اور اس کی تاویل یہ ہے کہ نبی اپنے اساس کے مقرر کرنے سے پہلے تاویل بیان کرتے تھے اور حقیقت کی باتیں لوگوں کو سناتے تھے جب آپ نے امیر المومنین کو نصب کیا اور نص کی تصریح کر دی اور مومنوں کو آپ کے حوالے کر دیا تو آپ تاویل بیان کرنے سے رک گئے۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا اور کہا کہ اے رسول اللہ! کیا بات ہے کہ آپ نے اپنے حسنات ہم سے قطع کر لئے تو اللہ تعالیٰ نے اتارا "۲ولم یروا............" کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے تاویل بیان کرنے کے لئے اساس نصب کیا ہے تاکہ دین کے اطراف کم کر دیں اور ہم خود تاویل بیان کرنے سے رک گئے کیونکہ وہ اساس کے سپرد ہے۔ اب تاویل بیان کرنا ناطق کے لئے جائز نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :- لا الشمس ینبغی لها ان تدرک القمر ولا اللیل سابق النهار" یعنی ناطق

(بقیہ صفحہ گزشتہ) موعدة لو قام بانجازها لكان مفسدة (المجالس المويدية ص۲۰۰) كان ابو بكر جهد امن حدود الدين وممن كانت له حرمة قديمة (المجالس المويدية ص۲۱) ورأى آدم على ساق العرش اسماء الخمسة الاطهار و توسل بهم (المجالس المويدية ص۸۴) (۲) المجالس المويدية ص۴۹-۵۰۰
(حاشیہ صفحہ ہذا) (۱) اساس التاويل (بعض قصة محمد صلعم)

گناہ تھا۔ اس پر آپ کو ندامت ہوئی۔ آپ نے حدود عالیہ کے توسل سے اپنے گناہ کی معافی چاہی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول کی۔ اور یہ آیت اتاری۔ انا فتحنا لک .... یہ آپ کا پہلا گناہ تھا۔ پچھلا گناہ یہ تھا کہ آپ نے اپنی ایک بی بی سے یہ کہہ دیا کہ تمھارے والد ظلم سے میری جگہ حاصل کریں گے جیسا کہ قابیل نے ہابیل کی جگہ حاصل کی۔ یہ ایک بھید تھا جس کے ظاہر کرنے سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو منع کیا تھا[1]۔

(۲) سیدنا مؤید فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم کا استغفار کرنا اپنے باپ کے لئے صرف اسی وجہ سے تھا کہ آپ نے اپنے باپ سے ایسا وعدہ کیا تھا لیکن جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو آپ اس سے بری ہوگئے ایسا ہی آنحضرت صلعم نے بھی انسان (یعنی خلیفۂ اول) سے ایک دفعہ وصایت کا اور دوسری دفعہ امامت کا وعدہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سے وعدہ خلافی کی اور اسے دونوں رتبوں سے محروم کرکے ان کو خود لے لیا[2] اور یہ آیت اتاری:۔ انا فتحنا لک .... اس کے بعد سیدنا مؤید نے "ان الذین آمنوا ثم کفروا ثم آمنوا ثم کفروا" کی یہ تفسیر کی ہے کہ جب ان سے وصایت کا وعدہ کیا گیا تو وہ ایمان لائے لیکن جب ان کو وصایت نہیں دی گئی تو انھوں نے کفر کیا پھر جب ان سے امامت کا وعدہ کیا گیا تو وہ ایمان لائے لیکن جب وہ امامت سے محروم کر دئے گئے تو انھوں نے کفر کیا[3]۔

(۳) سیدنا قاضی نعمان بن محمد فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلعم نے غدیر خم میں علیؑ کو اپنا خلیفہ مقرر کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر آیۂ انا فتحنا ...... اتار کر مزید خوشخبری دی، یعنی ہم نے تمھارے اساس کے قائم کرنے سے تمھاری شریعت میں جو بیان مقفل تھا اسے کھولا تاکہ اللہ تعالیٰ تمھارا اگلا اور پچھلا گناہ معاف

(۱) سرائر النطقاء صفحہ ۶۵-۶۶۔ (۲) کان النبی صلعم وعد اباہ السببی ان یقیمہ وصیا کما کان ابراھیم وعد اباہ فجاءہ النکیر بقولہ لا تعجل بالقرآن .... وان اشرکت .... وعد اباہ من جھۃ السبب (بقیہ بر صفحۂ آئندہ)

رکھا گیا ہے۔ اس کا مالک تو دوسرا ہے۔ اس لئے آپ نے توبہ کی اور خدا کی طرف حدود کا وسیلہ اختیار کیا۔ پھر آپ کو منتظر اور قائم منتظر کی معرفت حاصل ہوئی اور آپ زمین کی طرف گرائے گئے۔ یعنے خدیجہ کی طرف جو صاحب العصر کی حجت تھیں سپرد کئے گئے کہ وہ آپ کو تعلیم دیں یہی آپ کا ہبوط یعنی گرنا ہے۔(۱)

(۶) سیدنا الخطاب بن الحسن متوفی ۵۳۳ھ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کا پہلا گناہ یہ ہے کہ آپ نے اپنے وصی کے امر کو اس کے وقت سے قبل ظاہر کر دیا اور پچھلا گناہ یہ ہے کہ آپ کو جب حکم دیا گیا کہ آپ اپنے وصی پر نص کریں تو آپ نے توقف کیا۔(۲)

تبصرہ

ذیل کے تختے سے آنحضرت صلعم کے پہلے گناہ اور پچھلے گناہ کی وضاحت ہوگی

ظاھر	تاویل یا باطن	تاویل کرنے والے اور ان کی کتاب کے نام
(۱) آنحضرت کا پہلا گناہ	آپ کا اسرار فضیلت کو فاش کرنا۔	سیدنا جعفر بن منصور الیمن سرائر النطقاء صفحہ ۶۵ - ۶۶
(۲) آنحضرت کا پچھلا گناہ	آپ کا اپنی بیوی سے کہنا کہ تمھارے باپ ظلم سے میری جگہ لیں گے۔	
(۱) آنحضرت کا پہلا گناہ	آپ کا خلیفۂ اول سے وصایت کا وعدہ کرنا۔	سیدنا مؤید (المجالس المؤیدیہ ۶/۴۹)

(۱) زہر المعانی صفحہ ۳۹۲۔ (۲) منیرۃ البصائر (الباب الثالث

کے لئے یہ لائق نہیں ہے کہ وہ اساس کی تاویل میں دخل دے اور نہ یہ اساس کو لائق ہے کہ وہ فریضۂ (شریعت) کی تالیف میں دخل دے۔ ہر ایک کی حد الگ ہے[1]۔ مولانا مُعز سے کسی نے اللہ تعالیٰ کے قول "لیغفرلک اللہ ما تقدّم من ذنبک وما تأخّر" کے متعلق پوچھا کہ نبی کا وہ کونسا گناہ تھا جو کچھ پہلے اور کچھ بعد صادر ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اُسے معاف کیا۔ آپ نے فرمایا کہ "وضعنا عنک وزرک"، یعنے ذنبک کے معنیٰ یہ ہیں کہ اَے نبی! تمہارا گناہ یہ ہے کہ تم نے شریعت کے ضمن میں حق اور حقیقت کو چھپا دیا جس کی وجہ سے شکوک پیدا ہوگئے اور حقائق کا علم مخفی ہوگیا۔ اور تمہاری قوم مجبور ہوگئی کہ ان کے لئے "کاشف وفاتح" مقرر کیا جائے جو ان کو راہِ راست پر لائے۔ تمہارا حقیقت کو تمام لوگوں سے چھپانا ایک گناہ تھا جسے ہم نے مُعاف کیا[1]۔

(۵) سیدنا ادریس کا ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلعم سے بحیرا (دورِ عیسوی کے آخری امام) ایک وادی میں ملے اور نبوت کی میراث جو اُن کے پاس تھی وہ آپ کو سپرد کی[2]۔ جس کی وجہ سے آپ نبی ہوئے۔ اس کے بعد آپ اپنی قوت کے کمال کو پہنچے اور وحی آپ پر نازل ہوئی جس کی بدولت آپ رسول ہوئے اب آپ کو یہ گمان پیدا ہوا کہ ابو طالب کے بعد میرے سوا کوئی امام نہیں ہے۔ اس گمان کی وجہ سے اُن موادِ روحانیہ میں جو آپ کو حدودِ علویہ کے ذریعے پہنچتے تھے فتور پڑ گیا اور ان کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ یہ آپ کا پہلا گناہ ہے۔ کیونکہ آپ کے نفس نے ایک ایسا رتبہ حاصل کرنے کی کوشش کی جو آپ کا نہ تھا۔ پھر آپ کو معلوم ہوا کہ اس میں تو اللہ تعالیٰ کا ایک راز ہے اور حقیقی امام دوسرا ہے۔ آپ صرف مستودع ہیں یعنے آپ کے پاس امانت کے طور پر رتبہ

---

(۱) فکان وزرک علیک وذنبک فی سترہ عن الناس کافۃ فکشفنا عنک حیرتک (تاویل الشریعۃ صفحہ ۱۲۶-۱۲۸-) (۲) وکان بحیرا ماذونًا بلین یدیہ فی منزلۃ المکلب (تاویل الزکوٰۃ صفحہ ۱۱۷)

کردئیے۔ گویا دعایت اور امامت کا راستہ اس قدر مشکل اور پیچیدہ ہے کہ معاذاللہ آنحضرت بھی اس میں گمراہ ہوگئے۔ اور آپ کی سمجھ میں نہ آیا کہ آپ کس طرف جائیں۔ حالانکہ آپ دعوت کے قواعد وضوابط سے پوری طرح سے آگاہ تھے۔ آپ سے گناہ صادر ہونے کی تائید میں سیدنا جعفر بن منصور الیمن کا بیان گزر چکا ہے کہ تمام انبیاء مرسلین سے جن میں آنحضرت بھی شامل ہیں گناہ ہوئے۔ بخلاف وصی اور ائمہ کے جن سے کوئی گناہ نہیں ہوا[1]۔ ہماری تاویل کو چھپانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اگر اہلِ ظاہر یہ باتیں معلوم کرلیں تو ہم کو مسلمان نہ کہیں گے۔

اس مقام پر یاد رکھنے کی باتیں توجہ کے قابل ہیں۔ پہلے تو مذکورہ تاویلوں میں اتنا اختلاف ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ آنحضرت صلعم کا اگلا گناہ کونسا تھا۔ اور پچھلا گناہ کونسا جتنے منہ ہیں اتنی ہی باتیں۔ کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ۔ حالانکہ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ہمارے داعیوں نے اماموں سے اماموں نے وصی سے، وصی نے آنحضرت صلعم سے اور آنحضرت نے خدا سے علم حاصل کیا ہے۔ ہماری تعلیمات میں کچھ اختلاف نہیں۔ بخلاف اہلِ ظاہر کے کہ اُن کا فلاں امام کچھ کہتا ہے اور فلاں امام کچھ۔ دوسرے ہماری دعوت کا جیسا کہ اس سے پہلے ہم بیان کرچکے ہیں یہ نظام ہے کہ مولانا ابوطالب منفرد امام تھے اور چاروں مراتب نبوت، رسالت، وصایت اور امامت کے مالک تھے آپ نے آنحضرت کو قائم کرکے یہ کہا کہ آپ کے پاس وصایت اور امامت کا رتبہ امانت رکھا جاتا ہے اس کا اصل وارث میرا لڑکا علی ہے۔ آپ نے نص کرکے یہ امانت اس کے سپرد کردیجئے۔ اس واقعہ کے بعد آنحضرت صلعم کا گمان کرنا کہ ابوطالب کے بعد میں ہی امام ہوں اور میرے سوا کوئی امام نہیں ہے یہ ایسی بات ہے جو کسی طرح سمجھ میں نہیں آسکتی۔ اس بات کا بھی لحاظ رہے کہ یہ گمان اُس وقت پیدا ہوا جب آپ رسول قرار پا چکے تھے اور آپ

---

(۱) فصل (۵) عنوان "آنحضرت اور مولانا علی"

گناہ	بیان	حوالہ
(۲) آنحضرت کا پچھلا گناہ	آپ کا خلیفۂ اول سے امامت کا وعدہ کرنا۔	
(۱) آنحضرت کا پہلا گناہ (۲) آنحضرت کا پچھلا گناہ	آپ کا غدیر خُم کی نص سے پہلے تاویل ظاہر کر دینا آپ کا غدیر خم کی نص کے بعد تاویل ظاہر کرنا۔	سیدنا قاضی نعمان اساس التاویل (البعض وقصۂ محمد)
(۱) آنحضرت کا پہلا گناہ (۲) آنحضرت کا پچھلا گناہ	آپ کی شریعت کی اوضاع (یعنی اعمال) میں حق اور حقیقت کو چھپانا یہاں تک کہ ایک فاتح اور کاشف کی ضرورت پڑی ؟	مولانا جعفر (تاویل الشریعۃ صفحہ ۱۱۵ ج ۱)
(۱) آنحضرت کا پہلا گناہ (۲) آنحضرت کا پچھلا گناہ	آپ کا یہ دعویٰ کرنا کہ مولانا ابوطالب کے بعد میرے سوا کوئی امام نہیں۔ ؟	سیدنا ادریس۔ (زہر المعانی صفحہ ۳۹۲)
(۱) آنحضرت کا پہلا گناہ (۲) آنحضرت کا پچھلا گناہ۔	آپ کا اپنے وصی کے امر کو قبل از وقت ظاہر کرنا۔ آپ کا اللہ کے حکم کے پہنچنے کے بعد وصی پر نص کرنے سے توقف کرنا۔	سیدنا خطاب منیرۃ البصائر (الباب الثالث)

اس نقشے سے ظاہر ہے کہ ہم نے آنحضرت صلعم کو وصایت اور امامت کے متعلق گنہ گار بنانے میں بڑی دلچسپی لی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو ایک اگلے اور ایک پچھلے دو گناہوں کا ذکر کیا۔ لیکن ہم نے آنحضرت کی طرف کئی گناہ منسوب

فصل (۲۲)

ایسی آیتیں جن میں سے اہلِ ظاہر نے کچھ الفاظ نکال دئے یا اُن کو بدل دیا ہے

قرآنِ مجید کی تحریف و تبدیل کے متعلق سیدنا جعفر بن منصور الیمن کا قول گزر چکا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ مولانا علی نے ایک علحدہ قرآن جمع کیا تھا جسے اہلِ ظاہر نے قبول نہیں کیا[1]۔ اس قسم کی تحریف و تبدیل کی چند مثالیں یہ ہیں:-

اہلِ ظاہر کی قرأت	اہلِ بیت کی قرأت
(۱) یا ایہا الرّسول بلغ ما انزل الیك من ربّك فان لم تفعل فما بلّغت رسالته (القرآن ۵)	یا ایہا الرّسول بلّغ ما انزل الیك من ربك فی علي وان لم تفعل فما بلغت رسالته[2]۔

(۱) مقدمہ عنوان (اختلافِ تعلیم کی چار اہم مثالیں) (۲) فتخوف من الناس ومن نفاق حججه من بعده ونفاق صدر رسول الله (بقیہ صفحۂ آئندہ)

وحی نازل ہوتی تھی جیسا کہ سیدنا ادریس کے بیان سے واضح ہے۔ آپ کا ایسی مُہتم بالشان امانت میں جو حضرت آدم کے بقیم مولانا اُدے بلکہ آفرینش کی ابتدا سے چلی آرہی تھی خیانت کا ارادہ بھی آپ کی دیانت کے پاکیزہ دامن پر بددیانتی کا بڑا دھبہ ہے۔ ہمارے تمام عقائد کی بناء اس عقیدے پر ہے کہ سب سے اہم ترین رسالت جو آپ کو دی گئی وہ مولانا علی کی ولایت ہے جس کا خلق اللہ کی طرف پہنچانا آپ کا اولین فریضہ تھا۔ دوسری رسالتیں یعنی نماز روزہ وغیرہ اس کے تابع ہیں۔ گویا ولایت روح ہے اور دوسری تمام رسالتیں جسم ہیں ایسی رسالت کی حفاظت میں اگر آپ کا تذبذب ثابت ہو تو پھر آپ کس طرح رسول امین کہے جا سکتے ہیں۔ کبھی آپ کا اسرار فضیلت کو ظاہر کر دینا کبھی خلیفۂ اول سے وصایت کا اور کبھی امامت کا وعدہ کر لینا کبھی غدیر خُم کے واقعے سے پہلے اور کبھی اس واقعے کے بعد تاویل بیان کر دینا کبھی یہ دعویٰ کر بیٹھنا کہ مولانا ابوطالب کے بعد میرے سوا کوئی امام نہیں کبھی وصی کے امر کو قبل از وقت ظاہر کر دینا۔ اور کبھی اللہ تعالیٰ کے حکم پہنچنے کے بعد بھی وصی پر نص کرنے سے توقف کرنا یہ ایسی باتیں ہیں جن کو آپ کی طرف منسوب کرنے سے آپ کے عظیم الشان عہدۂ رسالت پر کیا اثر پڑتا ہے اس کا اندازہ ہر عقلمند کر سکتا ہے۔ تیسرے مولانا مُعز نے آنحضرتؐ کی شریعت کی وضع کو ایک گناہ قرار دیا ہے۔ کیونکہ آپ نے اس کے ضمن میں حق اور حقیقت کو چھپا دیا۔ اگر آپ کا یہ فعل گناہ ہے تو گویا اللہ تعالیٰ نے آپ کو گناہ کرنے کی ہدایت دی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری اسماعیلی تحریک کا اصل مقصد نبی اور ان کی شریعت کی شان گھٹانا اور وصی اور ان کی تاویل کی قدر بڑھانا ہے یہی وہ تعلیم ہے جس کی وجہ سے ہمارے بعض بھائیوں نے ظاہر کو چھوڑ کر صرف باطن اختیار کیا اور اسلام سے الگ ہو گئے۔ نبی اور وصی کے مقابلے کی تفصیل گزر چکی ہے (۱)

---

(۱) فصل (۵) عنوان "آنحضرت صلعم اور مولانا علی"

(۶) فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین ۵	(۶) فاغسلوا............ وارجلکم الی الکعبین ۔
(۷) انا اعطینٰک الکوثر	(۷) انا اعطینٰک الکوثر وایدناک بحیدر فصل لربک وانحر۔

تبصرہ

(آیۂ کریمہ نمبر (۴) میں سیدنا قاضی نعمان نے "ذوعدل" پر بڑی بحث کی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اس سے امام یا امام کا قائم مقام مراد ہے۔ اگر ذوا عدل تنزیل میں ہو تو اس کے معنی دو منصف ہوں گے۔ ان کے حکم نافذ کرنے میں اختلاف ہو جائے تو کیا کیا جائے۔ اس کا جواب ابو حنیفہ نے دیا ہے کہ ان کے متفق ہونے تک توقف کیا جائے۔

کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ دو منصف ضرور اتفاق کریں گے اسی وجہ سے ان کے ساتھ "عدل" کی قید لگائی گئی ہے۔ اگر بالفرض یہ دونوں متفق نہ ہوں تو دوسرے دو منصف مقرر کئے جائیں گے جو متفق ہوں گے۔ ورنہ پنچ کی رسم دنیا سے اٹھ جائے گی۔ اور کبھی کسی جھگڑے کا فیصلہ نہ ہو سکے گا۔ پنچ قائم کرنے کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری آیت میں بھی دیا ہے جو یہ ہے:-

وان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکماً من اھلہ وحکماً من اھلھا۔ ان یریدا اصلاحاً یوفق اللہ بینھما ان اللہ کان

(بقیہ صفحہ گزشتہ) حقیقۃ مرتبۃ ومیسم الامر سرًا حتی یبلغ الکتاب اجلہ فقال لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ ان علینا جمعہ وقرآنہ وقرآنہ اھل البیت ان علینا جمعہ........ بیانہ۔ ولم یکن المراد بذالک التلاوۃ لانہ صلعم لم یتلقی بہ شیئاً بعد النبی بل کان المراد بذلک وصیہ الذی جمع لہ القرآن فوعاہ وعرفہ وقرأہ (زہر المعانی صفحہ (۲۰۵)) (۱) تحریری حوالہ نہیں ملا۔

(۶) فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین ۰	(۶) فاغسلوا .... وارجلکم الی الکعبین ۔
(۷) انا اعطینٰک الکوثر	(۷) انا اعطینٰک الکوثر وایدنٰک بحیدر فصل لربک وانحر ۔

تبصرہ

(آیۂ کریمہ نمبر (۴) میں سیدنا قاضی نعمان نے "ذو عدل" پر بڑی بحث کی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اس سے امام یا امام کا قائم مقام مراد ہے۔ اگر ذوا عدل تنزیل میں ہو تو اس کے معنی دو منصف ہوں گے۔ ان کے حکم نافذ کرنے میں اختلاف ہو جائے تو کیا کیا جائے۔ اس کا جواب ابو حنیفہ نے دیا ہے کہ ان کے متفق ہونے تک توقف کیا جائے۔

کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ دو منصف ضرور اتفاق کریں گے اسی وجہ سے ان کے ساتھ "عدل" کی قید لگائی گئی ہے۔ اگر بالفرض یہ دونوں متفق نہ ہوں تو دوسرے دو منصف مقرر کئے جائیں گے جو متفق ہوں گے۔ ورنہ پنچ کی رسم دنیا سے اٹھ جائے گی۔ اور کبھی کسی جھگڑے کا فیصلہ نہ ہو سکے گا پنچ قائم کرنے کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری آیت میں بھی دیا ہے جو یہ ہے :-

وان خفتم شقاق بینهما فابعثوا حکما من اهله وحکما من اهلها۔ ان یریدا اصلاحا یوفق الله بینهما ان الله کان

(بقیہ صفحہ گزشتہ) حقیقة مرتبة وصیہم الاسرار حتی یبلغ الکتاب اجله فقال لا تحرک به لسانک لتعجل به ان علینا جمعه وقرأنه وقرأ "اهل البیت" ان علینا جمعه .... بیانه۔ ولم یکن المراد بذلک النفر لانه علم انی به شیئا بعد النبی بل کان المراد بذلک وطیبة الذی جمع له القرآن قوعاه وعرفه وقرأه (زہر المعانی صفحہ (۴۰۵)) (۱) تحریری حوالہ نہیں ملا۔

(۲) فاذا فرغت فانصَب (بفتح الصّاد) (القرآن ۹۴/۷)	(۲) فاذا فرغت فانصِب[1] (بکسر الصّاد)
(۳) سورۃ الانشراح	(۳) ہمارے بعض اثنا عشری بھائی کہتے ہیں کہ سورۃ الانشراح میں "وجعلنا علیًّا صھرك" تھا (تحفۂ اثنا عشریہ۔ از شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی بحوالۂ کتب اثنا عشریہ)
(۴) یاایها الذین آمنوا لاتقتلوا الصید وانتم حرم ومن قتله منکم متعمّدًا فجزاء مثل ماقتل من النعم یحکم به ذوا عدل منکم (القرآن ۵/۹۶)	(۴) یاایها الذین آمنوا...... ذو عدل منکم[2]۔ ترجمہ: مسلمانو! جب تم احرام کی حالت میں ہو شکار نہ مارو اور جو کوئی تم میں سے جان بوجھ کر شکار مارے گا تو جیسے جانور کو مارا ہے اس کے بدلے چار پایوں میں سے اسی سے ملتا ہوا جانور جو تم میں سے کے دو منصف ٹھہرا دیں اس کو دینا پڑے گا۔
(۵) لاتحرّك به لسانك لتعجل انّ علینا جمعه وقرآنه فاذا قرآناه فاتبع قرآنه ثم انا علینا بیانه	(۴) لاتحرّك به لسانك لتعجل به ان علیًّا جمعه وقرابه فاذا قراه فاتبع قراته ثمّ ان علیًّا بیانه[3]۔

(۱) یعنی فاذا فرغت من اقامة الفرائض فانصِب علیًّا للنّاس تفعل صلوة اللّٰه علیه (شرح الاخبار ۶/۷۷) (۲) وهکذا یقروها اهل البیت ذو عدل علی الواحد وهو الامام ومن اقامة الامام (دعائم الاسلام۔ ذکر جزاء الصید یصیبه المحرم) (۳) القرآن ۷۵/۱۶ وکان (ای رسول اللّٰه صلعم) یرجو ان لایکشف (بقیہ صفحۂ آئندہ)

امید نہیں۔ امام کا قائم مقام داعی کالمعصوم ہوگا۔ پورا معصوم تو نہیں ہو سکتا۔ وہ اگر فیصلہ کرتے ہیں غلطی کرے تو اس کا کیا علاج۔ ہم نے دیکھا ہے کہ امام کی موجودگی کے زمانے میں امام کے مقرر کردہ جلیل القدر داعیوں نے دین میں بڑی تحریف و تبدیل کر دی۔ اس کی متعدد مثالیں گزر چکی ہیں مثلاً سندکا داعی، داعی مغیرہ، داعی ابوالخطاب وغیرہ۔ داعی ابوعبید اللہ شیعی بھی لغزش سے بچ نہ سکے۔ حالانکہ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ امام بادشاہوں کے نام، دنیا کی مدت، اور داعیوں کے نام جو قیامت تک آنے والے ہیں جانتا ہے[1] کسی معاملے میں دو منصفوں کے مقرر کرنے میں مصلحت یہ ہے کہ فیصلہ پائدار اور مستحکم ہو اس لیئے ذوا عدل کی قرأت ہی درست ہے۔ اہل بیت کی طرف ذو عدل کی قرأ منسوب کرنا ان کے شایان شان نہیں۔ ان بزرگوں نے کلام مجید میں کبھی اس قسم کی تحریف کرنے کی کوشش نہ کی ہوگی۔

(آیۂ کریمہ نمبر ۵) کی تاویل میں سیدنا ادریس فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ کی یہ خواہش تھی کہ آپ اپنے وصی کے رتبے کو ایک دم نہ ظاہر کریں بلکہ رمزاً اس کا ذکر کرتے جائیں یہاں تک کہ اس کا مقررہ وقت آئے۔ اس لیئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی تم جلدی سے اس کے ظاہر کرنے میں اپنی زبان کو حرکت نہ دو بے شک اسے ہم جمع کریں گے۔ اس کے بعد ہی فوراً آپ فرماتے ہیں کہ اہل بیت کی قرأت یہ ہے:۔ بے شک علی نے اسے (یعنی قرآن کو) جمع کیا۔ ان دو باتوں میں کوئی ربط نہیں پایا جاتا۔ اس کے علاوہ اہل بیت کی قرأت کی رو سے " فاذا قراہ فاتبع قراتہٗ "، کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ جب علی قرآن پڑھیں تو (اے نبی) تم ان کی قرأت کی پیروی کرو۔ یہ ایک الٹی بات ہے۔ اس سے تو آنحضرت صلعم تابع اور مولانا علی متبوع ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ معا برعکس ہے۔ اس بحث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اہل بیت کی طرف جو قرأت منسوب کی گئی ہے وہ درست نہیں ہے۔ اہل بیت ایسی موضوع روایتوں سے منزہ اور مبرا ہیں۔ یہ معنیٰ بھی نہیں ہو سکتے کہ جب علی تاویل پڑھیں تو (اے نبی)

[1] فصل (۱۲) عنوان " (امام کا حوادثِ آئندہ کی خبر دینا۔)"

علیماً حکیماً۔(۱)

ترجمہ:۔ اگر تم کو میاں بی بی میں کھٹ پٹ کا اندیشہ ہو تو ایک پنچ مرد کے کنبہ میں سے مقرر کرو اور ایک پنچ عورت کے کنبے میں سے اگر پنچوں کے ولی کا ارادہ میاں بی بی میں اصلاح کرا دینے کا ہو تو اللہ تعالیٰ اُن کے سمجھانے بجھانے سے دونوں میں موافقت کرا دے گا۔ اللہ تعالیٰ سب کے دلوں سے واقف اور خبردار ہے۔"

سیدنا کی حجت کے مطابق اس آیت پر بھی اعتراض ہوگا کہ اگر دو مقرر کردہ پنچ اختلاف کریں تو میاں بی بی کا جھگڑا کس طرح ختم ہوگا۔ ملحوظ خاطر رہے کہ میاں بی بی کے جھگڑے کا فیصلہ بہ نسبت محرم کے کفارے کے فیصلے سے زیادہ مشکل ہے۔ اس میں کئی پیچیدگیاں ہوتی ہیں خصوصاً نان و نفقہ کا اہم مسئلہ درپیش ہوتا ہے۔ جب اس میں اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق دو پنچ متفق ہو کر فیصلہ کر سکتے ہیں تو محرم کے کفارے میں بدرجہ اولیٰ متفق ہو کر فیصلہ کر سکیں گے۔

مخفی مباد کہ ہم نے عربی تحریر کی نزاکت سے فائدہ اٹھا کر "ذو" کے بعد کا "الف" نکال دیا ہے۔ اور اس سے امام یا امام کے قائم مقام کے وجود کی دلیل نکالی ہے۔ لیکن اس قسم کی تحریف ہم دوسری آیت میں نہیں کر سکتے کیونکہ اس میں صراحتاً دو پنچوں کا ذکر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ کہ ایک پنچ مرد کے کنبے میں سے اور ایک پنچ عورت کے کنبے میں سے مقرر کرو۔ اس مقام پر اس کا بھی خیال رکھنا چاہئے کہ پنچ قائم کرنے کا حکم متعلقہ لوگوں کو دیا گیا ہے نہ کہ امام کو جس طرح ہمارا عقیدہ ہے کہ قاضیوں کا انتخاب اور تعدیل عدول اُمت نہیں کر سکتی(۲)۔

ہماری دلیل اس وجہ سے بھی کم زور ہو جاتی ہے کہ امام تو آٹھ سو سال سے غائب ہیں اور نہ معلوم ابھی کتنے سال غائب رہیں گے۔ ان سے تو فیصلے کی کوئی

(۱) القرآن ۴/۳۵ (۲) فصل (۱۲) عنوان (امت کا امام کو منتخب کرنا باطل ہے)

فصل (۲۳)

(۱) ایسی حدیثیں جن کا ظاہر ہمارے قول کے مطابق صحیح یا مستقیم نہیں ہو سکتا اس لئے ان کی تاویل ضروری ہے

ان کی دو مثالیں

(۱) مسجد میں مجنب ہونے کی تاویل مولانا علیؑ اپنے مناقب کے بیان میں اس طرح فرماتے ہیں :۔ قال رسول اللہ ص " ان اللہ اوحی الی موسیٰ ان یتخذ بیتاً طھراً لا یجنب فیہ الا ھو وھارون یعنی لا یجامع فیہ وان اللہ اوحی الی ان اتخذ ھذا البیت طھراً لا ینکم فیہ الا انا وعلی والحسن والحسین ۔

ترجمہ :۔ رسول خدا نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ آپ ایک پاک گھر بنائیں جس میں آپ ہارون اور ان کے دو بیٹوں

تم ان کی قرأت کی پیروی کرو۔ کیونکہ آنحضرت صلعم ہی نے مولانا علی کو تاویل سکھائی نہ کہ مولانا علی نے آنحضرت صلعم کو تاویل کا درس دیا جیسا کہ خود مولانا علی نے فرمایا ہے " علمنی رسول اللہ الف باب انفتح لی من کل باب الف باب "۔ بہر حال ہماری قرأت اور اس کی تاویل کسی طرح درست نہیں ہو سکتی۔ ہاں اگر آیۂ مذکورہ میں "علینا" سے اللہ تعالیٰ مراد ہو تو مطلب میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔ مخفی مبادا کہ یہاں مخاطب آنحضرت صلعم ہی ہیں۔
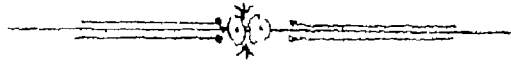
منکر ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ وہ علی کو آپ کے مرتبہ سے گرادیں[1]۔

اس مقام پر یہ بات قابلِ غور ہے کہ حدیثِ مذکورہ کی تاویل جو تھی صدی یعنی تقریباً ساڑھے تین سو سال بعد مدون کی گئی۔ سیدنا جعفر بن منصور الیمن سے پہلے کے لوگ اس کے معنی کیا سمجھتے ہوں گے۔ اور اب بھی جو طالب علم باطن کی حد تک نہیں پہنچتے وہ ظاہری مناکحت ہی سمجھتے ہوں گے۔ آنحضرت صلعم نے کیوں ایسا ارشاد فرمایا جو سیدنا کے قول کے مطابق ظاہر میں قبیح اور باطن میں صحیح ہو؟ قبیح بھی اس درجہ کا جس کے سننے سے کان متنفر ہوتے ہوں۔ کیا آپ لوگوں سے غدیرِ خم کے واقعے کے بعد بھی یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ اب میں نے علی کو اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے۔ اس لئے خدا کی معرفت اور باطن کا علم بغیر علی کے ذریعے کے نہیں ہو سکتا۔ تاویل بتانا میری حد نہیں ہے۔ اب تم کو علی ہی علوم تاویلیہ اور حکم باطنیہ سکھائیں گے اس بات کو سمجھانے کے لئے آپ نے کیوں ایسا طریقہ اختیار کیا جو ظاہر میں قبیح اور باطن میں صحیح ہو۔

کیا ایسی روایتوں سے کتاب "دعائم الاسلام" کی قدر نہیں گھٹ جاتی! اہلِ ظاہر اور مستشرقین انہیں پڑھ کر کیا خیال کریں گے؟ حالانکہ ہم اسماعیلیوں کے ہاں کتاب مذکور کا درجہ بہت بلند ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی معتبر و مستند کتاب فقہ میں نہیں سمجھی جاتی۔ مولانا حاکم کے عصر میں یہ کتاب مستجیبین کو زبانی یاد کرائی جاتی تھی اور یاد کرنے والے کو انعام دیا جاتا تھا۔ تعجب ہے کہ سیدنا نے ایسی روایت کو کیوں برقرار رکھا۔ اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ مولانا معز نے نظرِ ثانی کے وقت کیوں نہیں اسے نکال ڈالا۔ "لا یجنب" کی شرح سیدنا نے "لا یجامع" کی ہے جس کی وجہ سے سیدنا

---

(۱) تاویل الزکوٰۃ صفحہ ۱۷۶۔ اس کے بعد سیدنا جعفر بن منصور الیمن اس طرح فرماتے ہیں:۔
"والابل اذا اخرت غارت خصیتاها والخصیتان هما سبب التناسل وهما علی الاصلین ای ان النطقاء اذا عقد علیهم حد الناطق واطلعوا علی امر الاصلین امتنعوا من کشف التاویل بالبیان واوردوا بالتنزیل وظاهر الشریعة اذ لیس لهم القیام بالتاویل۔

کے سوا کوئی مجنب نہیں ہوسکتا یعنی مجامعت نہیں کرسکتا۔ اور بیشک
اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی کہ میں اس گھر کو پاک کردوں کہ جس
میں میرے، علی، حسن اور حسین کے سوا کوئی نکاح نہیں کرسکتا۔"

تبصرہ

یہ روایت سرتاپا موضوع معلوم ہوتی ہے۔ ایک معمولی مومن بھی خدا کی پاک عبادت گاہ میں ایسے شہوانی فعل کے ارتکاب کی خواہش نہیں کرے گا چہ جائیکہ موسیٰ اور ان کے فرزند یا آنحضرت صلعم اور آپ کے فرزند۔ ایسی لغو باتیں کس طرح فضائل میں شمار کی جاسکتی ہیں۔ مخفی مباد کہ سیدنا قاضی نعمان نے یہ حدیث مولانا علی کے فضائل میں نقل کی ہے۔

جب ہم نے دیکھا کہ فعل مذکور خصوصاً بیت اللہ میں برا ہے تو ہم اس کی تاویل کرنے لگے جیسا کہ سیدنا جعفر بن منصور الیمن فرماتے ہیں:۔

جب مسجد میں نکاح (یعنی مجامعت) کرنا عقل میں قبیح ہے تو رسول اللہ کو یہ بات کیسے سزاوار ہو کہ آپ اپنی امت کو تو ایک فعل قبیح سے روکیں اور خود اسے کریں اور اپنے وصی کو اس کے کرنے کا حکم دیں۔ لوگوں نے (اس روایت سے) اللہ اور اس کے رسول پر تہمت باندھی ہے۔ اس لئے کہ انھوں نے روایت کو ظاہری معنیٰ پر حمل کیا ہے۔ اور انھیں اس کے باطن کا علم نہیں ہے۔ تاویل میں مسجد سے اساس اور ان کے نقباء کی مراد ہے۔ تمام دروازوں کے بند کئے جانے اور مولانا علی کا دروازہ کھلا رکھنے کی تاویل یہ ہے کہ خدا کی معرفت حضرت علی کے ذریعے کے بغیر نہیں ہوسکتی حدیث مذکور سے آنحضرت صلعم کا مقصد یہ ہے کہ میرے اور علی کے سوا کوئی شخص دعوت کی مفاتحت نہیں کرسکتا۔ اور نہ حکمت بیان کرسکتا ہے۔ میں نے شریعت کے فرائض وسنن مقرر کئے اور علی نے ان کی تاویل بیان کی۔ مناکحت سے مراد علوم تاویلیہ اور حکم باطنہ کی مفاتحت ہے۔ رسول کی مناکحت شریعت کا مرتب کرنا اور وصی کی مناکحت تاویل بیان کرنا ہے۔ اب یہ بات ثابت ہوئی کہ مناکحت سے مناکحت باطنی مراد ہے نہ کہ مناکحت ظاہری۔ اہل ظاہر کے علماء جو حدیث مذکور کے باطن کے

ثابت نہیں ہوتی کہ مولانا محمد بن اسماعیل کے عہد سے شریعت معطل ہوگئی ہے جیسا کہ مولانا معز نے اپنی دعاؤں میں فرمایا ہے۔ تعطیل شریعت اور اباحت محلات کا الزام ایسی ہی روایتوں سے قوی ہو جاتا ہے۔

(۲) عائشہ کی طلاق کی تاویل ایسی ایک اور مثال ہم پیش کرتے ہیں جہاں یہ کہا گیا ہے کہ اس کا ظاہر مستقیم نہیں ہو سکتا۔ یہ صرف باطن کی حیثیت سے صحیح ہے۔ ظاہر میں اسے برقرار رکھنا ناممکن ہے:-

قال ابراھیم بن الحسین باسنادہ عن سالم بن ابی جعد قال بعث علیؑ الی عائشۃ بعد ان انقضی امر الجمل وھی بالبصرۃ ارجعی الی بیتك فابت ثم ارسل الیھا ثانیۃ ثم ارسل الیھا ثالثۃ لترجعن او لاتکلمن بکلمۃ یبرأ اللہ بھا منك ورسولہ فقالت ارحلونی ارحلونی فقالت لھا امرأۃ ممن کانت عندھا من النساء ماھذا الذی ذعرك من وعید علیؑ ایاك بہ فقالت ان النبیؐ استخلفہ علی اھلہ وجعل طلاق نسائہ بیدہ -

ترجمہ:- جنگ جمل کے بعد عائشہ بصرہ میں مقیم رہیں۔ مولانا علی نے انھیں کہلا بھیجا کہ وہ اپنے گھر لوٹ جائیں۔ انھوں نے انکار کیا۔ دوسری دفعہ مولانا علی نے کہلا بھیجا پھر بھی انھوں نے نہ مانا۔ تیسری دفعہ آپ نے کہلا بھیجا کہ تم کو ضرور واپس ہو جانا چاہئے ورنہ میں ایک ایسی بات کہہ دوں گا کہ جس کی وجہ سے خدا اور اس کے رسول تم سے بری ہو جائیں گے یہ سن کر عائشہ نے کہا میرا کجاوہ باندھو۔ میرا کجاوہ باندھو۔ ایک عورت نے جو ان کے ساتھ تھی پوچھا کہ علی نے تمھیں کیا دھمکی دی کہ تم اتنا ڈر گئیں۔ عائشہ نے کہا بے شک نبی نے انھیں اپنی بیویوں پر خلیفہ مقرر کیا ہے اور اپنی بیویوں کی طلاق ان کے ہاتھ میں دی ہے۔"

جعفر بن منصور الیمن کو تاویل کرنے کی ضرورت پڑی جیسا کہ ہم اوپر بتا چکے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ "لا یجنب" کی شرح "لا یتنجس" ہے۔ یعنی آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ میرے اور علی کے سوا ناپاکی کی حالت میں مسجد میں سے گزرنا کسی کو جائز نہیں۔ اس کی ضرورت اس وجہ سے ہوئی کہ آپ کا اور مولانا علی کا دروازہ کھلا رکھا گیا تھا اور باقی اصحاب کے دروازے بند کر دیئے گئے تھے۔ اس لئے آپ دونوں کو مسجد میں سے ہو کر گزرنا پڑتا تھا۔ اس خصوص میں اہل ظاہر کے عالم ترمذی کی شرح صحیح ہے جس کی بعینہٖ عبارت یہ ہے :- وقد روی الترمذی .... عن عطیة .... عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله صلعم لعلی کرم الله وجہہ "لا یحل لاحدٍ ان یجنب فی ھذا المسجد غیری وغیرک قال الترمذی معناہ لا یحل لاحد ان یستطرق ھذا المسجد جُنُباً الا انا وانت .... لقولہ صلعم "لا احلّہ الا الطاھر لا حائضٍ ولا جُنُبٌ" وعند الشافعی یباح للجنب العبور فی المسجد وعند ابی حنیفة لا یباح حتی یغتسل للنص ویحمل حدیث علیؑ علی انہ کان مخصوصاً بذلک کما کان رسول الله صلعم مخصوصاً باشیاء وقولہ "ان یجنب" المراد بہ ان یمرّ جُنُباً فیہ وذلک لانہ کان لرسول الله وعلیؑ بابٌ وممرّ فی المسجد"[1]۔

بڑے غضب کی بات یہ ہے کہ "اجنب" کے معنی لغت میں مجامعت کے نہیں ہیں بلکہ اس حالت کے ہیں جو مجامعت کرنے والے پر طاری ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ نجس کہلاتا ہے۔ اور مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا۔ ہماری حدیث میں یجامع اور ینکح ہے۔ کیا کوئی یہ کہہ نہیں سکتا کہ ہم نے اپنے اماموں کو شریعت سے بالاتر کرنے کے لئے یہ الفاظ بڑھا دیئے ہیں[2]۔ کیا اس سے یہ بات

(۱) تذکرۃ خواص الائمہ صفحہ ۲۵۔ (۲) فصل (۷) عنوان "مولانا محمد بن اسماعیل کے پہلے بھی ظاہری شریعت کے ارتفاع کا ثبوت"

(ب) چند ایسے احکام جو آنحضرت صلعم کو دیئے گئے یا ایسی وحی جو آنحضرت صلعم پر اتری لیکن اس کا حوالہ قرآن مجید میں نہیں ہے

(۱) آنحضرت صلعم نے جب سب اصحاب کے دروازے بند کر دئے اور صرف مولانا علی کا دروازہ کھلا رکھا تو حضرت حمزہ اور حضرت عباس نے آپ سے پوچھا "کیا ہمارے دروازے بند کر دئے جائیں اور علی کا دروازہ کھلا چھوڑ دیا جائے" آپ نے فرمایا "خدا کی قسم میں نے ایسا نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کیا"۔ اس حدیث کے بعد ہی ایک اور حدیث حسب ذیل ہے:۔

(۲) اللہ تعالیٰ .... نے میری طرف وحی کی کہ میں اس گھر کو پاک کر دوں جس میں میرے، علی، حسن اور حسین کے سوا کوئی نکاح نہیں کر سکتا اس پر تنقید گزر چکی ہے۔[1]

(۳) مولانا حسین بن علی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد کو اس طرح سے کہتے سُنا ہے کہ بے شک اس وحی میں جو اللہ تعالیٰ نے محمد پر اتاری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب قیامت کبریٰ قائم ہو گی تو اللہ تعالیٰ بنی اُمیّہ کو چیونٹیوں کی صورت میں جمع کرے گا جن کو لوگ روندیں گے یہاں تک کہ وہ حساب سے فارغ ہو گا۔ پھر وہ سب لائے جائیں گے اور اُن کا حساب ہو گا۔ اور وہ جہنم کی طرف بھیجے جائیں گے۔[2]

(۴) مولانا ابو طالب نے .... اللہ تعالیٰ کے امر و وحی سے یہ حکم دیا .... ہیں۔[3]

(۱) فصل (۲۴)۔ (۲) المناقب والمثالب لسیدنا قاضی نعمان بن محمد
(۳) فصل (۴) مولانا عبدالمطلب، مولانا عبداللہ، اور مولانا ابو طالب۔

تبصرہ

عائشہ بیوہ ہوگئی تھیں۔ ان کی طلاق کے کیا معنی۔ شوہر طلاق دے سکتا ہے نہ کوئی دوسرا۔ جب ہم نے دیکھا کہ یہ روایت بظاہر لغو اور مہمل نظر آتی ہے اس لئے ہم نے اس کی تاویل کی۔ کہا کہ آنحضرت صلعم کی حجتوں کو جو عورتوں کے مثل ہیں مولانا علی مقدم و موخر کر سکتے ہیں جیسا کہ داعی عبدان نے "کتاب الرسوم والازدواج" میں لکھا ہے۔ فقد روت عوام الشیعۃ ان رسول اللہ جعل طلاق نسائہ الی امیر المومنین وھذا مثل حد وامعناہ وانما اراد بذالک تفویض حججہ الیہ لیقدم من شاء ویوخر منھم من شاء[1]

لیکن حیرت انگیز یہ بات ہے کہ عائشہ نے طلاق کو ظاہری طلاق سمجھا اور ڈر گئیں کہ کہیں وہ آنحضرت کی عصمت سے نکل نہ جائیں۔ حالانکہ عائشہ آنحضرت کی حجتوں میں شامل نہ تھیں۔ گویا آنحضرت صلعم نے معاذ اللہ عائشہ کو دھوکا دیا۔ اور مولانا علی نے عائشہ کو ایسی دھمکی دی جو نہ دینی چاہئے تھی۔ ان وجوہ کے مدنظر یہ روایت سرے سے موضوع ثابت ہوتی ہے۔ آنحضرت نے کبھی ایسی لغو بات نہ کہی ہوگی اور نہ مولانا علی نے ایسا ناجائز فائدہ اٹھایا ہوگا۔

ماہِ محرم کی مجلسوں میں یہ واقعہ ہمیشہ بیان کیا جاتا ہے۔ ایسی موضوع حدیثوں کے ظاہر میں برقرار رکھنے اور پھر ان کی تاویل کرنے سے کیا اس امر کا پتہ نہیں چلتا کہ ہم اپنے اغراض و مقاصد کے حاصل کرنے کے لئے اپنے ابتدائی درجہ کے بھائیوں کو جو تاویل کی حد کو نہیں پہنچے ان کی عدم واقفیت سے بیجا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ تاویل تو ہر کس و ناکس کو نہیں بتائی جاتی وہ تو بالغین کو بتائی جاتی ہے جو تعداد میں بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔

---

(۱) کتاب الرسوم والازدواج تالیف الداعی ابی محمد عبدان (اس کا ایک مخطوطہ میرے پاس محفوظ ہے)۔ داعی عبدان کا ذکر "الانوار اللطیفہ" میں ہے۔

فصل (۲۴)

(۱) قرآن مجید میں ایسے الفاظ جن سے مولانا علی اور آپ کے اضداد کی طرف اشارہ ہے ۔

(أ) الکتاب والقرآن وغیرہ کی تاویلیں ۔

آیت	تاویل اور اس کے وجوہ
(۱) الٓمٓ ذٰلک الکتاب لا ریب فیہ	ذٰلک الکتاب سے اشارہ مولانا علی کی طرف ہے ۔
(۲) ولئن اجتمعت الانس والجن ان یاتوا بمثل ھٰذا القرآن لن یاتوہ ۔	یہاں قرآن سے مراد مولانا علی اور ائمہ ہیں ۔
(۳) ولقد آتینا موسی الکتاب وقفینا من بعدہ بالرسل	کتاب سے مراد وصی اور رسل سے مراد ائمہ ہیں ۔
(۴) لما جاءھم کتاب من عند اللہ ۔	یعنے وصی جو خدا کے حکم سے قائم کئے گئے[1]

(۱) دعورت کی اکثر کتابیں ۔

تبصرہ

کیا مذکورۂ بالا حدیثیں اس امر پر دلالت نہیں کرتیں کہ ہم اُن کو کلام مجید سے حذف شدہ مانتے ہیں۔ پیش نظر رہے کہ سیدنا قاضی نعمان نے ان کو اپنی مشہور کتاب "المناقب والمثالب وغیرہ" میں نقل کیا ہے۔ آپ کی کتابیں امام موصوف کی نظر سے گزر چکی ہیں جیسا کہ ہم کئی بار بتا چکے ہیں۔ اس بارے میں مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اس تالیف کا "مقدمہ" بعنوان "اختلاف تعلیم کی چار اہم مثالیں۔ مثال دوسری"۔

(۲) كان ابليس من الجن ففسق عن امر ربه	ضد اول اہل باطن سے تھا۔(۱)
(۳) ان الصلوٰة تنهى عن الفحشاء والمنكر۔	اولیاء اللہ کی دعوت ضد اول اور ضد ثانی سے روکتی ہے۔(۲)
(۴) كمثل الشيطان اذ قال للانسان اكفر فلما كفر قال اني بريء منك اني اخاف الله رب العلمين۔	ضد ثانی کے مانند جب کہ اس نے ضد اول سے کہا "کفر کر" جب اس نے کفر کیا تو ضد ثانی نے کہا میں تجھ سے بری ہوں۔ میں امام سے ڈرتا ہوں۔(۳)
(۵) هاروت وماروت۔	ضد اول و ضد ثانی۔(۴)
(۶) جبت وطاغوت	وہ دو امام جن کو لوگوں نے قائم کیا۔(۵)
(۷) ياجوج وماجوج۔	مقام وصی کے منکر ظالم۔(۶)
(۸) يريد الشيطن ان يوقع بينكم العداوة والبغضاء في الخمر والميسر...... ويصدكم عن سبيل الله۔	شیطان سے ظالم ثانی، خمر سے ظالم اول، میسر سے ظالم ثالث اور سبیل اللہ سے مولانا علی مراد ہیں۔(۷)
(۹) لا رفث ولا فسوق ولا جدال في الحج۔	رفث سے ظالم اول، فسوق سے ظالم ثانی اور جدال سے ظالم ثالث مراد ہیں۔(۸)

(۱) سیدنا جعفر بن منصور الیمن (کتاب الکشف صفحہ ۴۲)
(۲) " " " (تاویل الزکوٰۃ صفحہ ۹۵)
(۳) " " " (سرائر النطقاء صفحہ ۴۷)
(۴) " " " (تاویل الزکوٰۃ [illegible])
(۵) (المجالس المؤیدیہ صفحہ [illegible])
(۶) کتاب الشواہد والبیان صفحہ ۸۵، ۸۶ صفحہ ۱۱۱ و کتاب الکشف صفحہ ۳۱
(۷) سیدنا جعفر بن منصور الیمن کتاب الشواہد والبیان
(۸) " " " (کتاب الکشف صفحہ ۸۵، ۱۸۶)

(۵) واذ اخذنا میثاقکم	یہاں میثاق سے مراد میثاق وصایت ہے جو غدیر خم میں لیا گیا۔ (۱)
(۶) واذا الموؤدة سئلت۔	مؤدت سے مراد مولانا علی ہیں کیونکہ آپ حجت ہیں۔ اور تاویل میں عورت حجت پر مشتمل ہے۔ (۲)
(۷) ادع الی سبیل ربک	سبیل رب سے مولانا علی مراد ہیں (یقول ادع الی اساسک) (۳)
(۸) بئر معطلة وقصر مشید	بے کار کنوئیں سے مولانا علی اور پکے محل سے آنحضرت مراد ہیں۔ (۴)
(۹) واذا نودی للصلوٰة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر اللّٰہ	نماز جمعہ سے آنحضرت کی دعوت اور ذکر اللّٰہ سے مولانا علی مراد ہیں۔ (۵)
(۱۰) وسئل ابو عبد اللّٰہ عن قولہ یرید اللّٰہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر،	فقال الیسر علی بن ابی طالب والعسر الضد الثانی والضد الثالث۔ (۶)

(ب) شیطان، خمر، رفث وغیرہ کی تاویلیں۔

آیت	تاویل اور اس کے وجوہ
(۱) کان الشیطن للانسان خذولا۔	ضد ثانی نے ضد اول کی ترک یاری کی۔ (۷)

(۱) المجالس المؤیدیہ $\frac{۲}{۲۱}$ (۲) الشواھد والبیان صفحہ ۶۵ (۳) اساس التاویل (قصہ محمد صلعم) (۴) کتاب الکشف لسیدنا ابن منصور الیمن صفحہ ۴۹ (فکاین من قریة اهلکناها وهی خاویة علی عروشها (القرآن $\frac{۲۲}{۴۵}$) (۵) المجالس المؤیدیہ $\frac{۶}{۸۵}$ (۶) سیدنا حاتم بن ابراہیم المتوفی ۵۹۶ھ (تحفة القلوب) (۷) سیدنا جعفر بن منصور الیمن (کتاب الکشف صفحہ ۴۲)

کی تفسیر "هم الذین سموا انفسهم بالصدیق والفاروق وذا النورین" (علامہ صافی کی مشہور تفسیر مطبوعہ)

(ج) بعض آیتوں میں جو اشیاء کی تعداد کا ذکر ہے انکی تاویلیں

آیت	تاویل مولانا معز	تاویل سیدنا جعفر بن منصور الیمن	تاویل سیدنا بدر الجمالی
(۱) ویحمل عرشک فوقهم یومئذ ثمانیه[۱]	وقوف المؤذن علی الماذنة مثل علی دعائه بالشریعة الاذان مثنی مثنی علی ثمانیه ودلیل علی الدعاة الثمانیه الذین هم حملة العرش ای حملة حکمته (۲)	وقوله "واتممناها بعشر" فهم الحجج من احمد الی محمد ثمانیة وهم حملة العرش واحمد ومحمد تمام العشرة۔ (۳)	
(۲) علیها تسعة عشر۔ (۴)	(۱) ناطق (۲) اساس (۳) متم (۴) لاحق (۵) جناح (۶) ماذون (۷) مستجیب۔ ان میں بارہ حجتیں ملائی جائیں تو ان کا مجموعہ انیس ہوتا ہے۔ (۶)		انیس امام جو مولانا علی سے مولانا مستنصر تک ہوئے۔ (۵)

(۱) القرآن ۶۹/۱۷ (۲) تاویل الشریعة صفحہ (۵) (۳) کتاب الکشف صفحہ (۲۲)۔
(۴) القرآن [illegible] (۵) المجالس المستنصریہ صفحہ ۲۵ (۶) دعاء یوم الجمعة من ادعیة مولانا المعز الیسبعه۔

(۱۰) تبت یدا ابی لھب	ابولھب کے دو ہاتھوں سے اس کے دو ظاہری داعی صخر بن حرب اور اُبی بن خلف اور دو باطنی داعی عبد اللات اور اعرابی اور اس کی بیوی سے ابوجہل مراد ہیں۔[1]

تبصرہ

ایسی تعلیم کا خطرناک نتیجہ یہ نکلا کہ سیدنا قاضی نعمان کے قول کے مطابق بعض جلیل القدر داعی یہ سمجھ کر کہ تاویل میں خمر، میسر، زنا، میتہ وغیرہ سے چند اشخاص مراد ہیں۔ ظاہر میں ان فواحش کے مرتکب ہوئے اور دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے ان کو چاہئے تھا کہ ظاہر اور باطن دونوں پر عمل کرتے۔ انھوں نے ایسی بات سنی جس کی حقیقت وہ سمجھ نہ سکے[2] چونکہ دعائم الاسلام ظاہر کی کتاب ہے۔ اس لئے سیدنا نے تقیہ کے طور پر اس طرح فرمایا تاکہ ہم تعطیل ظاہر شریعت کے الزام سے بچیں ورنہ اصل تعلیم آپ کے مولی سیدنا جعفر بن منصور الیمن اور سیدنا جعفر بن منصور الیمن کے مولی مولانا مُعز کی ہے۔ جن کے ارشادات جو تعطیل ظاہر شریعت سے متعلق ہیں اوپر گزر چکے ہیں۔[3]

دوسری بات یہ ہے کہ تاویلات مذکورہ کی توجیہ معقول نظر نہیں آتی۔ خمر اور فرث سے ضد اول اور شیطان و شنوق سے ضد ثانی میسر اور دجال سے ضد ثالث کس طرح مراد لئے جا سکتے ہیں۔

ہمارے اثنا عشری بھائیوں نے بھی ایسی تاویلیں کی ہیں۔ چنانچہ عیاشی نے مولانا باقر سے روایت کی ہے کہ جبت و طاغوت سے فلاں فلاں مراد ہیں۔ نیز مولانا باقر سے روایت کرتے ہیں کہ "الم تر الی الذین یزکون انفسھم"

---

(۱) سیدنا جعفر بن منصور الیمن (سرائر النطقاء صفحہ ۲۴۶)۔ (۲) ذکر منازل الائمہ۔ دعائم الاسلام (۱)۔ (۳) فصل ۹ عنوان "ہماری تعلیم کے لازمی خطرناک نتائج"۔

	اساس کا ۔ ۱۴ مجموعہ حدود ناطق کا (۱)	اور ۵ جسمانی) (۴) موسیٰ کا موضوع ۱۰ حدود یعنی ۵ روحانی اور ۵ جسمانی جملہ ۱۴ حدود (۲) ۔	
(۵) سبع بقرات سمان یا کلھن سبع عجاف سبع سنبلات خضر و اخر یابسات			نطقاء کی حجتیں جن کا علم ائمہ کی حجتوں کی طرف منتقل ہوتا ہے سات ائمہ جو تائید سے سرسبز ہوئے دوسرے سات ائمہ جن کے منقطع ہونے سے تائید ان سے منقطع ہوگئی ۔

تبصرہ

مذکورۂ بالا تاویلوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جن تاویل کرنے والوں کے ذہن میں جو حدود آگئے انھوں نے بیان کر دئے ۔ یہ تاویلیں نہ کسی اصول پر مبنی ہیں اور نہ اُن میں کوئی معقولیت اور متانت پائی جاتی ہے ۔ کبھی اتماء کی تعداد چھ کبھی سات کبھی آٹھ اور کبھی ستر بتائی جاتی ہے ۔ ایسی بے ربط تاویلیں حکمت الٰہی اور فلسفۂ ربانی سے کوئی تعلق نہیں رکھتیں ان کا یاد رکھنا ناممکن ہے ایسی تاویلوں

(۱) المجالس المؤیدیہ $\frac{۲}{۱۶}$ (۲) اساس التاویل ۔ قصۂ حضرت موسیٰ ۔

آیت	تاویل سیدنا جعفر بن منصور الیمن	تاویل سیدنا مؤید	تاویل سیدنا قاضی نعمان
(۳) ثم فی سلسلة ذرعها سبعون ذراعاً فاسلکوه		ستر اتماء[1]	
(۴) وواعدنا موسیٰ ثلثین لیلة واتممناها بعشر فتم میقات ربه اربعین لیلة[2]	آدم سے نوح تک ۶ اتمائے نوح سے ابراہیم تک ۶ اتمائے ابراہیم سے موسیٰ تک ۶ اتماء۔ موسیٰ سے عیسیٰ تک ۶ اتماء۔ عیسیٰ سے محمدؐ تک ۶ اتماء۔ ——— جملہ ۳۰ اتماء احمد سے محمد (محمد بن اسماعیل) تک ۱۰ حجتیں ——— جملہ ۴۰ حدود[3] ——— ۳۰ مجمع ہے حدود	سیدنا مؤید کہتے ہیں کہ اہل ظاہر جو تفسیر کرتے ہیں وہ معقول نہیں ہے اس لئے اس کی تاویل کی ضرورت ہے جو یہ ہے:۔ (۱) آدم کا موضوع دس حدود پر (۵ روحانیہ اور ۵ جسمانیہ) (۲) نوح کا موضوع ۱۰ حدود پر ۵ روحانی اور ۵ جسمانی۔) (۳) ابراہیم کا موضوع ۱۰ حدود پر (۵) روحانی اور ۵ جسمانی) (۴) موسیٰ کا موضوع ۱۰ حدود پر۔ (۵ روحانی	۱۲ نقباء۔ ۱۲ لواحق۔ ۶ ائمہ (کیونکہ ساتواں ناطق ہوتا ہے۔ ——— جملہ ۳۰ حدود سفلیہ ۱۰ حدود علویہ ——— جملہ ۴۰ حدود[4]

(۱) تاویل الزکوٰۃ صفحہ ۹۶ (۲) القرآن $\frac{۲}{۱۴۲}$ (۳) کتاب الکشف صفحہ ۱۱-۱۲
(۴) تاویل الزکوٰۃ صفحہ ۱۱۹۔

پر پانی کا عام ہونا۔ حضرت نوح کا ہر ایک جانور کا ایک ایک جوڑا سفینے میں محفوظ رکھ لینا۔ اسی بناء پر ہم نے حضرت آدم اور حضرت عیسیٰ کی پیدائش کی تاویل کی ہے کیونکہ یہ خلافِ فطرت ہے۔

بعض وقت ہم نے ایک فعل کو خلافِ تہذیب ٹھیرا کر اس کو تاویل کا ایک سبب بتایا ہے۔ اس کی مثال حضرت موسیٰ اور ہارون کے قصے میں ملتی ہے جب کہ ہارون نے موسیٰ سے کہا: " یا ابنؤم لاتاخذ بلحیتی ولا براسی"[1] بیٹے اے میرے ماں جائے بھائی میرے ڈاڑھی اور سر کے بال نہ پکڑو۔ سیدنا موصوف فرماتے ہیں کہ ایسا فعل حضرت موسیٰ سے کس طرح سرزد ہوسکتا ہے یہاں تاویل ہی مقصود ہے۔ یعنی حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون سے ظاہری اور باطنی دونوں ریاستیں چھین لیں اور لوگوں سے دعوت قطع کرلی اگر قصے میں ڈاڑھی اور سر کے بالوں سے ظاہری ڈاڑھی اور سر کے بال مراد نہیں ہیں تو دوسرے امور جو اس سے متعلق ہیں ان کا ظاہر میں واقع ہونا کس طرح درست ہوسکتا ہے۔ کیا بہتر ہوتا اگر اللہ تعالیٰ یہ فرماتا کہ موسیٰ نے ہارون سے ظاہری اور باطنی دونوں ریاستیں چھین لیں۔ تاکہ قصۂ مذکور کے تمام واقعات ظاہری پر محمول کئے جاسکتے۔ اس سے پہلے چند آیتوں کی مثالیں گزرچکی ہیں جن کے متعلق ہم یہ کہتے ہیں کہ ان کا ظاہر مستقیم نہیں ہوسکتا۔ بہرحال ہم نے قرآن مجید کی تفسیر میں اپنی دعوت اور اس کے حدود کی طرف مائل کرنے کے لئے اپنی رائے کے مطابق جس طرح چاہا تصرف کیا۔ جیسا کہ اساس التاویل اور تاویل کی دوسری کتابوں کے مطالعے سے ظاہر ہے۔ پھر ہمارا تاویل کے ثابت کرنے میں حدیث مذکورۂ بالا کو پیش کرنا کہاں تک حق بجانب ہے۔

سر کی تاویل ظاہری ریاست اور ڈاڑھی کی تاویل باطنی ریاست ہے۔ کرنے کی کوئی معقول وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ حج کے ذکر میں بھی قاضی نعمان فرماتے ہیں کہ سر کے بال مونڈنے اور ڈاڑھی رکھنے کی تاویل یہ ہے کہ ظاہر کشفاً کہا جائے

(۱) القرآن

محمد بن الحسن الیمانی کی تنقید گزر چکی ہے۔ (۱)

کیا قرآن مجید کی ہر آیت کا ظاہر و باطن دونوں ضروری ہیں

گو ہم نے حدیث "ما نزلت علیّ من القرآن آیۃ الا ولھا ظھر و بطن" (۲) آنحضرت کی طرف منسوب کی لیکن ہم اس کو ثابت کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے کبھی تو ہم نے انبیاء کے قصّوں میں ظاہر اور باطن دونوں کو برقرار رکھنے کی کوشش کی اور کبھی ہمیں یہ کہنا پڑا کہ ان کا ظاہر پر محمول کرنا درست نہیں۔ یہ تو صرف امثال ہیں۔ ان سے باطن ہی مقصود ہے۔ اس سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ایک ہی قصّے کے ایک جز کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ اس کا ظاہر اور باطن دونوں برقرار ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ اور فرعون کے قصے میں سیدنا قاضی نعمان فرماتے ہیں :- "یعنی انھم اغرقوا فی لجج ظاھرھم فھلکوا فیہ فی الباطن واغرقوا کذلک فی الظاھر لئلا یفارقوا الدنیا الا وقد قامت علیھم حجۃ اھل الحق (۳) حالانکہ اسی قصے کے دوسرے اجزاء کی تاویل اسی بناء پر کی گئی ہے کہ یہ امثال ہیں جن کا ظاہر خلاف فطرت، خلاف عقل اور ناممکن ہے اسی طرح سیدنا موصوف حضرت نوح کے قصے میں فرماتے ہیں :- وجعل السفینۃ الظاھرۃ دلیلاً ومثلاً لباطنہ .... قلنا احمل فیھا من کل زوجین اثنین ای کذلک افعل فی ظاھر امر السفینۃ لیکون العمل ظاھراً وباطناً۔ (۴) اس سے ظاہر ہے کہ حضرت نوح نے باطنی سفینے کے ساتھ جس سے دعوۃ الحق مراد ہے ظاہری سفینہ بھی بنایا۔ حالانکہ یہ قصہ بھی امثال میں شامل ہے جس کے واقعات ہماری رائے کے مطابق باطن ہی پر محمول کئے جا سکتے ہیں۔ مثلاً تمام روئے زمین

---

(۱) فصل (۱۴) عنوان "تاویل اختلاف اور اس کے اسباب"۔ (۲) اساس التاویل۔ ابتدائے کتاب۔ (۳) ھذا وکل ما مضیٰ من ذکر الباطن غیر الامثال فلہ ظاھر قد کان والامثال دلائل واشارات الیٰ ما وقع علیہ التمثیل (اساس التاویل۔ ذکر قصہ موسیٰ وھارون) (۴) اساس التاویل (ذکر قصہ نوح)

حاکم کو متاثر کر دیتی ہے۔ انسان جب خواب میں دیکھتا ہے کہ وہ وضو کرتا ہے اور اس کا وضو پورا نہیں ہوا تو اس کا کام پورا نہیں ہوتا۔ اور جب وہ دیکھتا ہے کہ اس کا وضو پورا ہوا تو اس کا کام انجام پاتا ہے۔ اس کے بعد آپ فرماتے ہیں کہ یہ نفس مویدۂ قدسیہ کی ہدایت ہے جو مصالح دنیا اور دین سے واقف ہے۔(۱)

(۱) فصل الطہارۃ۔ تنبیہ الہادی والمستہدی۔
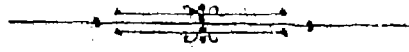
"اور علم عالی" کشف نہ کیا جائے۔ کیونکہ علم عالی صرف داعیوں کا حصہ ہے۔ ان لوگوں کا حصہ نہیں جو اُن سے رتبہ میں نیچے ہیں جیسا کہ ڈاڑھی مردوں ہی کو ہوتی ہے عورتوں کو اور غیر بالغ بچوں کو نہیں ہوتی اسی لئے آنحضرت نے فرمایا۔ "احفوا الشوارب واعفوا اللحیٰ" ای کثروھا۔ یعنے مونچھ خوب کترواؤ اور ڈاڑھی بڑھاؤ یعنے زیادہ ہونے دو۔ مذکورہ بالا دو مقاموں پر ڈاڑھی کی تاویل "علم عالی" سے کی گئی ہے۔ لیکن وضو کے بیان میں آپ یعنی سیدنا موصوف ہی نے فرمایا ہے کہ "تخلیل اللحیۃ" کی تاویل یہ ہے کہ انبیاء اور ائمہ کی اس طرح تصدیق کرنا کہ ان میں سے کوئی چھوٹ نہ جائے۔ ڈاڑھی کی تین تاویلیں ہوئیں۔ (۱) باطنی ریاست (۲) علم عالی (۳) انبیاء اور ائمہ۔ یہ تینوں تاویلیں سیدنا قاضی نعمان کی ہیں۔ گویا ایک ہی داعی نے جیسا موقع پیش آیا ویسی تاویل کر دی۔ کیا یہ وہی اسرار ہیں جن پر آنحضرت صلعم نے خاص طور پر مولانا علی کو مطلع کیا؟ کیا یہ وہی رموز ہیں جو ائمہ سے سینہ بسینہ چلے آتے ہیں؟ کیا یہ وہی روحانی افادات ہیں جن کی تعلیم سے پہلے سخت عہد و پیمان لیا جاتا ہے؟

تاویل کی کتابیں اور معجزے اور توہمات

ہم نے انبیاء کے قصوں کی تاویل اس وجہ سے کی کہ ان کے ظاہری واقعات قواعد فطرت کے خلاف نظر آتے ہیں جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے لیکن بڑی حیرت کی بات ہے کہ ہماری باطنی عالی کتابوں میں مثلاً "الانوار اللطیفہ"، "زہر المعانی" وغیرہ معجزے بیان کئے گئے ہیں۔ "حقائق" کی فصل (۲۶) میں جو آئندہ آئے گی قواعد فطرت کی خلاف ورزی کی مثالیں ملیں گی۔ توہمات کو بھی ہمارے مذہب میں بڑا دخل ہے۔ اس کی تفصیل کے لئے "حقائق" کا وہ باب ملاحظہ فرمائیے جس میں "ارواح خبیثہ" کے افعال بتائے گئے ہیں۔ سیدنا حمید الدین جو معقولات میں ید طولیٰ رکھتے تھے اپنی تصنیف "تنبیہ الھادی والمستھدی" میں فرماتے ہیں کہ انسان جب تک حالت جنابت میں رہتا ہے رنجیدہ اور پریشان رہتا ہے۔ وہ کوئی رائے قائم نہیں کر سکتا حیض والی عورت اگر کسی حاکم کی مجلس میں حاضر ہو تو اس کی نجاست متعدی بن کر

سمجھنے میں آسانی ہو:۔

ہندوؤں کے چند اشارے

مشار	مشار الیہ
(۱) om　3ん	روح الاہی جو ہر چیز میں قائم و دائم ہے
(۲) سیاہی۔	موت، گناہ، جہالت (دیوی جس کا نام "کالی" ہے)
(۳) سفیدی	صفائی (سرسوتی۔ علم کی دیوی)
(۴) رات۔	جہالت، موت۔
(۵) دن۔	علم، خیر۔
(۶) درخت	شجرۂ خاندان (سمسار ورکشا)
(۷) بیل	عورت (بوجہ لطافت، نزاکت و اعتماد برزوج)
(۸) اندرا	گرج اور بارش کا دیوتا۔
(۹) سورج اور چاند	زندگی۔
(۱۰) O (صفر)	کمال
(۱۱) ں ں (صفر کے دو نصف)	زوج۔ زوجہ، پرمیشور، پروتی۔
(۱۲) کواکب	نیک ارواح کے مساکن۔

نصاریٰ کے چند اشارے

مشار	مشار الیہ
(۱) لفظ "فش" (Fish)	حضرت عیسیٰ۔ کیونکہ لفظ "فش" چار ایسے حروف سے مرکب ہے جس کا

فصل (۲۵)

تاویل کے ماخذ

تمثیل، علامت یا اشارہ ہماری تاویل ایک قسم کی تمثیل ہے جسے انگریزی میں Symbolism کہتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی مرئی چیز کے ذریعے کسی ایسی چیز کی طرف اشارہ کیا جائے کہ ذہن کسی علاقے کی وجہ سے جو ان دونوں کے درمیان ہو اس کی طرف منتقل ہو۔ اول الذکر کو مشار اور آخر الذکر کو مشار الیہ کہتے ہیں۔ اور ان دونوں میں جو علاقہ ہے اس کا نام اشارہ ہے۔ ہم ان کو ظاہر و باطن سے تعبیر کرتے ہیں مثلاً سفینہ انجیل میں مذکور ہے جس سے "چرچ" کی طرف اشارہ ہے جس طرح انسان سفینے کے ذریعے دریائے مفہود کو عبور کر کے کنارے پہنچتا ہے۔ اسی طرح مومن "چرچ" کی وجہ سے دریائے دنیا کو پار کر کے آخرت کی بندرگاہ پر اترتا ہے۔ تمثیل کا طریقہ بہت قدیم زمانے سے اکثر قوموں اور مذہبوں میں کم و بیش رائج ہے۔ ہم ذیل میں ہندوؤں، نصرانیوں، صوفیوں اور ہمارے اسماعیلی مذہب کے چند اشارے تختوں کے ذریعے پیش کرتے ہیں تاکہ

(۱۱) اَلست	عشقِ الٰہی

ہم اسماعیلیوں کے چند اشارے

مشار	مشار الیہ
(۱) لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ	حدودِ روحانی و حدودِ جسمانی (فصل ۱۵)
(۲) سفینہ، بیت اللہ، عصٰی	حضرت نوح، حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت موسیٰ کے اساسوں یعنے اوصیاء کی دعوتیں (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فصل ۱۵)
(۳) صلیب (+)	دو اصل اور دو اساس (فصل ۱۵)
(۴) اعمال، عبادت یعنے نماز وغیرہ	دین کے حدود یعنے ارکان (الصلوٰۃ اشارۃ الی حد من حدود الدین المجالس المؤیدیہ ۱/٦۴ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فصل ۱۵)
(۵) دن، رات	ظاہر، باطن (عام تاویلوں کے مطابق) باطن، ظاہر (سیدنا حمید الدین کی تاویل کے مطابق)
(٦) شمس، قمر، کوکب	امام، حجت، داعی۔
(۷) تورات، انجیل	ظاھر، باطن۔
(۸) اونٹ، گائے، بکرا،	امام الزمان۔ اساس (وصی) داعی یا مومن۔
(۹) حضرت آدم اور زوجہ حضرت آدم، ابلیس، کوا۔	آنحضرت صلعم، مولانا علی، ظالم اول محمد بن ابی بکر۔ (فصل ۱۵۔ حضرت کے دور کا مقابلہ آنحضرت کے دور سے)

	ہر حرف چار یونانی لفظوں کا پہلا حرف ہے انگریزی میں ان یونانی لفظوں کے یہ معنی ہیں :- Jesus Christ Son of, God, Saviour
(۲) سفینہ	چرچ
(۳) بھیڑ کا بچہ (Lamb)	حضرت عیسیٰ
(۴) مور	بقائے دوام
(۵) Phoenix (ایک خیالی چڑیا)	قیامت
(۶) اژدہا یا سانپ	شیطان
(۷) بارہ سنگا	نفس جو بپتسمہ کے لئے پیاسا ہو۔

صوفیوں کے چند اشارے

مشار	مشار الیہ
(۱) آفتاب، سرو، گل	معشوق
(۲) بلبل ۔ سگ	عاشق
(۳) شراب، راز پنہاں	عشق
(۴) کاسہ	ذکر محبت الہٰی
(۵) ساقی، مطرب	مرشد
(۶) عنقاء	کنہ ذات
(۷) رند	منکر امور شریعت بحیثیت عقل نہ بحیثیت جہل۔
(۸) شب تاریک	دنیا
(۹) موج۔	حوادث زمانہ
(۱۰) زندان	جسم، دنیا

ہوتا ہے۔ عام طور پر تو الفاظ کی ہر دلالت غیر وضعی مجاز کہلاتی ہے لیکن عام بیانوں میں جب الفاظ اپنے غیر حقیقی معنوں میں استعمال کئے جاتے ہیں تو بعض دفعہ ان غیر حقیقی معنوں میں استعمال کرنے کا کوئی قرینہ ہوا کرتا ہے جس سے یہ سمجھ میں آجاتا ہے کہ متکلم نے ان الفاظ کو وضعی معنوں میں استعمال نہیں کیا۔ علم بیان کی اصطلاح کے موافق ایسی دلالت غیر وضعی کو جس میں قرینہ پایا جاتا ہے مجاز کہتے ہیں۔ مثلاً زید کا ہاتھ کھلا ہوا ہے۔ یعنے زید سخی ہے۔ قرینہ اس میں یہ ہے کہ اگر ہاتھ میں روپیہ ہو اور اس کو خرچ کرنا چاہیں تو مٹھی بند رکھتے ہیں اور دیتے وقت کھول دیتے ہیں۔ پس جس شخص کا ہاتھ ہر وقت کھلا رہتا ہے وہ زیادہ سخی ہے۔

عربی بھی ایک زبان ہے جس میں حقیقت اور مجاز دونوں مستعمل ہیں۔ ان کی تعریفوں کے سمجھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے قول "وقالت الیهود ید الله مغلولة غلت ایدیهم ولعنوا بما قالوا بل یداه مبسوطتان ینفق کیف یشاء"(1) یعنے یہود کہتے ہیں کہ خدا کا ہاتھ تنگ ہے۔ ان کے ہاتھ تنگ ہوجائیں۔ اور ان کے کہنے پر ان کو خدا کی پھٹکار۔ خدا کا ہاتھ تنگ نہیں بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے"۔ کی تفسیر آسان ہوجاتی ہے۔ یہاں یہ جتانا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ بخیل نہیں ہے بلکہ بہت سخی ہے۔ اسی طرح "الرحمن علی العرش استوی" کے معنی بآسانی سمجھ میں آجاتے ہیں یہاں استویٰ سے استولیٰ مراد ہے۔ ہماری حیرت کی انتہا نہیں رہتی جب سیدنا مؤید شیرازی فرماتے ہیں کہ کلام مجید میں مجاز نہیں ہے۔ کیونکہ مجاز تو عین کذب ہے۔ حالانکہ عربی زبان میں اور زبانوں کی طرح حقیقت

(1) القرآن ۵/۶۹ وغل الید وبسطها مجاز عن البخل ومنه قوله تعالیٰ ولا تجعل یدک مغلولة الی عنقک ولا تبسطها کل البسط" ولا یقصد المتکلم به اثبات ید ولا غل ولا بسط ومن لم ینظر فی علم البیان یتحیر فی مثل هذه الآیات (مدارک التنزیل وحقائق التاویل للنسفی)

(۱۰) ذٰلک الکتاب -	مولانا علی -
(۱۱) ھاروت وماروت -	ضد اول اور ضد ثانی (فصل ۲۴)
(۱۲) شیطان	ظالم ثانی (فصل ۲۴)
(۱۳) خمر ومیسر	ظالم اول اور ظالم ثالث (فصل ۲۴)
(۱۴) رفث، فسوق، جدال،	ظالم اول، ظالم ثانی اور ظالم ثالث فصل ۲۴)

تاویل کے لغوی معنیٰ تاویل جیسا کہ ہم فصل (۱۴) میں بتا چکے ہیں ایک عربی لفظ ہے جس کے معنیٰ اول کی طرف رجوع کرنے کے ہیں۔ عرب کہتا ہے " طبخت الشراب حتّٰی آل المثّان منه الٰی من واحد" یعنے میں نے شراب پکائی یہاں تک کہ وہ گھٹ کر ایک من رہ گئی۔ مآل کے معنیٰ مرجع کے ہیں۔ اسی وجہ سے تاویل، تفسیر، تدبیر، تقدیر اور تعبیر کو بھی مآل کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:" لا یعلم تاویلہ الا اللّٰہ والراسخون فی العلم"[1] یعنے اللہ تعالیٰ اور راسخون فی العلم کے سوا ان مبہم آیتوں کا مطلب کوئی نہیں جانتا۔ ایک دوسری آیۂ کریمہ میں یہ ہے:- ھل ینظرون الا تاویلہ یوم یاتی تاویلہ یقول الذین نسوہ من قبل قد جاءت رسل ربنا بالحق"[2] یعنے جو وعدہ یا وعید (اس کتاب میں ہے) کیا یہ لوگ اس کے وقوع ہی کے منتظر ہیں۔ (سو) جس دن اس کا وقوع ہوگا تو جو لوگ اس کو پہلے سے بھولے بیٹھے تھے وہ اقرار کرلیں گے کہ بے شک ہمارے پروردگار کے پیغمبر حق کی بات لے کر آتے تھے۔

حقیقت اور مجاز ہر زبان میں حقیقت اور مجاز دونوں اپنے اپنے موقع کے لحاظ سے استعمال کئے جاتے ہیں۔ ان ہی کے ذریعے سے ہم اپنے مطالب ادا کرتے ہیں بلکہ مجاز کا طریقہ زیادہ موثر اور ذہن نشین

(۱) القرآن ۳/۵ (۲) القرآن ۷/۵ -

ہماری بعض تاویلیں الکتاب المقدس سے ماخوذ نظر آتی ہیں

ہوسکتا ہے کہ ہماری بعض تاویلیں "الکتاب المقدس" سے ماخوذ ہوں حضرت عیسیٰ نے فرمایا "موسیٰ نے تم کو روٹی آسمان سے نہیں دی بلکہ میرا باپ حقیقی روٹی تم کو آسمان سے دیتا ہے اس لئے کہ روٹی وہی ہے جو آسمان سے اترتی ہے اور تمام عالم کو زندہ رکھتی ہے۔ لوگوں نے آپ سے کہا اے سید ہمیشہ یہ روٹی ہم کو دیجئے۔ عیسیٰ نے فرمایا میں ہی زندگی کی روٹی ہوں جو میری طرف توجہ کرے گا کبھی بھوکا اور پیاسا نہیں رہے گا۔"[1] ہم کہتے ہیں کہ "من" تاویل میں اولیاء اللہ اور "سلویٰ" لوح وحجت کا علم ہے جو وہ ان لوگوں کو سکھاتے ہیں جو ان سے کم درجہ رکھتے ہیں[2] الکتاب المقدس میں شجرۂ معرفت خیر وشر مراد ہے[3] ہم کہتے ہیں کہ وہ مولانا قائم یا ناطق اول کے مرتبہ پر نازل ہے۔

تاویل میں ہمارا مبالغہ

بہرحال تاویل ہماری ہی میراث نہیں اہل ظاہر بھی ہماری طرح تاویل کرتے ہیں لیکن ہم نے اس میں انتہائی مبالغہ کیا کہ اعمال عبادت یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کے اوضاع کی بھی تاویل کر ڈالی۔ بلکہ بیت الخلا، ختنہ اور وضو کا لوٹا وغیرہ بھی ہماری تاویل کے دائرے میں داخل ہو گئے۔ جیسا کہ ہم فصل (۴) میں بیان کر چکے ہیں۔ ایسی تاویل کے ثبوت میں ہماری دلیل یہ ہے کہ ہم اہل ظاہر سے پوچھتے ہیں کہ ظہر کی نماز میں چار، مغرب کی نماز میں تین، اور فجر کی نماز میں دو رکعتیں کیوں مقرر کی گئیں۔ اس تخصیص کی کیا وجہ ہے نویں مہینے یعنی ماہ رمضان کے روزے کیوں فرض کئے گئے۔ آٹھویں یا ساتویں مہینے کے روزوں کا کیوں نہیں حکم دیا گیا۔ ضرور اس میں شارع کی کوئی نہ کوئی غرض پنہاں ہوگی۔ جسے ہم باطن، حکمت یا تاویل سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس

(۱) انجیل یوحنا-۶ (۲) اساس التاویل (قصۂ حضرت موسیٰ)
(۳) تکوین ۲- الاصحاح (الثالث)

اور مجاز دونوں مستعمل ہیں جیسا کہ ہم ابھی بتا چکے ہیں۔

ایک حد تک ہم اور اہلِ ظاہر دونوں تاویل کے قائل ہیں

غرض کہ جس جگہ کلام مجید میں ظاہری اور لغوی معنیٰ اختیار کرنے سے کوئی محال لازم آتا ہو وہاں اہلِ ظاہر کہتے ہیں کہ تاویل جائز ہے۔ اور باقی ناجائز۔ مثلاً اوپر کی آیت میں خدا کے لئے "ید" کا لفظ آیا ہے جس کے معنیٰ ہاتھ کے ہیں لیکن اگر خدا کے ہاتھ ہوں تو خدا کا جسم ہونا لازم آتا ہے حالانکہ خدا کا جسم ہونا دلائل عقلیہ سے محال ثابت ہو چکا ہے۔ بعض صوفیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نے آفتاب و ماہتاب کو خدا نہیں کہا تھا کیونکہ خدا کہنا ان کی شان سے بعید ہے بلکہ انھوں نے جواہر فلکیہ نورانیہ دیکھے تھے اور ان کو خدا سمجھا تھا۔ ہم کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نے داعی، حجت اور امام سے علم حاصل کیا۔ اور ان کو خدا سمجھا۔ فخر الدین رازی نے سورہ سبا آیت "ولسلیمان الریح غدوھا شھر و رواحھا شھر" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں جو یہ مذکور ہے کہ ہوا حضرت سلیمان کی مسخر تھی اور جن اور شیاطین اُن کے کام کرتے تھے اس کے یہ معنیٰ ہیں کہ انھوں نے صبا رفتار گھوڑے پالے تھے اور دیو پیکر آدمی ان کے ساتھ کام کرتے تھے۔ ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کو علم و حکمت دی جس کے منافع ہوا کے منافع کی طرح بہت ہیں اور دعوت کے ارکان یعنی حجج اور لواحق ان کے لئے مہیا کئے۔ اس زمانے میں کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت سلیمان نے ہوائی جہاز تیار کئے تھے اور بڑی بڑی مشینیں بنائی تھیں معتزلہ نے کلام مجید کی ایسی آیتوں کی جن میں عرش، کرسی، خدا کی رویت، انسان کا اختیار، انبیا کے قصے وغیرہ مذکور ہیں تاویل کی ہے جس سے اکثر الزامات جن کو سیدنا مؤید شیرازی نے اپنے دیوان کے پہلے اجزے میں اہلِ ظاہر پر کئے ہیں اُٹھ جاتے ہیں۔ محی الدین عربیؒ نے ہر آیت کی تاویل کی ہے۔ اہلِ ظاہر کے امام غزالی نے تاویل کے موضوع پر ایک بسیط مضمون لکھا ہے جس میں ہم اسماعیلیوں کا بھی ذکر ہے۔

(تاویل) جب مومن اہلِ ظاہر کے ساتھ ہو تو تقیہ کے لحاظ سے اُن کے ائمہ کو مقدم کرے۔	(تاویل) جب مومن اہلِ دعوت یعنی اہلِ باطن کے ساتھ ہو تو پہلے اپنے امام کو مقدم کرے۔	کا ممثول قرار دیا ہے اس لحاظ سے دائیں پاؤں کا ممثول امام ہے (ملاحظہ ہو فصل (۱۵) سیدنا قاضی نعمان کی تاویل)
(۲) بیت الخلاء سے نکلتے وقت دایاں پاؤں پہلے رکھے۔	(۲) بیت الخلاء سے نکلتے وقت بایاں پاؤں پہلے رکھے۔	(۲) نمبر (۱) کی تاویل میں بایاں پاؤں اہلِ ظاہر کے امام پر مشتمل ہے۔
(تاویل) اہلِ ظاہر سے نکلنے کے بعد جب دینی بھائیوں سے ملاقات ہو تو اپنے ولی کو مقدم کرے	(تاویل) دعوتوں کو مجلسوں سے نکلنے کے بعد جب اہلِ ظاہر سے ملاقات ہو تو تقیہ کے لحاظ سے ان کے ولی کو مقدم کرے۔	
(۳) بائیں ہاتھ سے نجاست دور کرے۔	(۳) دائیں ہاتھ سے نجاست دور کرے۔	(۳) کلام مجید میں جگہ جگہ نبی کے علم سے استفادہ کرنے کا حکم ہے۔ ذیل کی تاویل نمبر (۴) ملاحظہ فرمائیے۔
(تاویل) حجت اور داعی کے علم سے جہل دور کرے۔	(تاویل) نبی اور امام کے علم سے جہل دور کرے۔	
(۴) طاق عددوں سے استنجاء یعنی تین یا پانچ یا سات ڈھیلوں سے نجاست دور کرے۔	(۴) جفت عددوں سے استنجاء کرے یعنی دو یا چار یا چھ ڈھیلوں سے نجاست دور کرے۔	(۴) اس کی وجہ ظاہر ہے علم کے سیکھنے میں معلموں کی تعداد کا جفت ہونا یا طاق ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔
(تاویل) امام، حجت اور داعی سے علم حاصل کرے	(تاویل) نبی اور وصی یا نبی، وصی، امام اور حجت یا نبی، وصی، امام، حجت، داعی مطلق	

قسم کے سوالات کی تفصیل دعوت کے طریقوں میں گزر چکی ہے۔ لیکن ہم نے ان کی جو تاویلیں بیان کی ہیں ان میں اتنا اختلاف ہے کہ شارع کی اصلی غرض ظاہر نہیں ہوتی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس تاویل کرنے والے کے خیال میں جو بات آ گئی اُسے اس نے قلمبند کر دیا معقولیت اور متانت کا کوئی لحاظ نہ رکھا۔ اسی وجہ سے ہمارے ایک اسماعیلی بھائی نے یہ کہا کہ ہماری تاویل تو ایک قسم کی شاعری ہے حکمت چھپی کی چھپی رہ گئی۔ مثلاً نمازوں کے مثولات کبھی اول، تالی، جد، فتح اور خیال۔ کبھی پانچ اولوالعزم نطقاء حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور آنحضرت صلعم۔ اور کبھی آنحضرت صلعم، مولانا علی، مولاتنا فاطمہ، مولانا حسن، اور مولانا حسین بتائے گئے ہیں۔ اسی طرح ماہِ رمضان سے کبھی مولانا علی، کبھی مولانا محمد بن اسمٰعیل کبھی خاتم الائمہ (یعنے مولانا حاکم) اور کبھی مولانا معز مراد لئے گئے ہیں۔ اگر موجودہ اوضاعِ شریعت کے خلاف دوسرے اوضاع مقرر کئے جائیں تو ہم ان کی تاویل بھی دعوت کے مقررہ اصولوں کے مطابق کر سکتے ہیں چنانچہ تین یا چار یا چھ نمازوں کی تاویلیں بھی ہو سکتی ہیں۔ ایسا کرنے میں دعوت کے اصول و قواعد برابر باقی رہتے ہیں اور اُن میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس قسم کی تاویل کی اجازت سیدنا حمید الدین نے دی ہے[1] ذیل میں راقم الحروف کی طبع زاد تاویلوں کی چند مثالیں ایک تختے کے ذریعے واضح کی جاتی ہیں:۔ **مؤلف کی تاویلیں**

ظاہر شریعت اور اس کی تاویل	خلاف ظاہر شریعت اور اس کی تاویل (راقم الحروف یعنے مؤلف کی طبع زاد تاویل)	وجوہ تاویل مؤلف
(۱) بیت الخلا میں جاتے وقت بایاں پاؤں پہلے رکھے۔	(۱) بیت الخلا میں جاتے وقت دایاں پاؤں پہلے رکھے۔	(۱) یہ تاویل سیدنا قاضی نعمان کی تاویل پر مبنی ہے آپ نے دعوت ہی کو بیت الخلا

(۱) فصل (۱۴) بعنوان "تاویل اختلاف اور اس کے اسباب"۔

نطقاء کا اقرار کرے ۔	(تاویل) چھ اُولوالعزم نطقاء کا اقرار کرے ۔ (ب) سات فرض نمازیں پڑھے ۔ سات نطقاء کا اقرار کرے ۔ (ملاحظہ ہو فصل (۶) عنوان "مولانا علی کے بعد سات امام")	کی تاویل ۔
(۱۰) ظہر کی چار رکعتیں پڑھے (تاویل) آنحضرت صلعم کا اقرار کرے اس لئے کہ آپ کے نام میں چار حرف ہیں ۔ (فصل ۱۵ ۔ نمبر ۱۰	(۱۰) ظہر کی پانچ رکعتیں نماز پڑھے ۔ (تاویل) آنحضرت صلعم کا اقرار کرے ۔	(۱۰) اس لئے کہ آپ کے نام میں حقیقت میں پانچ حرف ہیں ۔ یعنے م ۔ ح ۔ م ۔ م ۔ د ۔
(۱۱) قرأت میں "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پکار کر پڑھے (تاویل) اہل باطن کے سامنے اماموں اور بارہ حجتوں کا ظاہرا اقرار کرے ۔	(۱۱) قرأت میں "بسم اللہ الرحمن الرحیم" مخفی پڑھے ۔ (تاویل) اہل ظاہر کے سامنے اماموں اور بارہ حجتوں کا ظاہرا اقرار نہ کرے ۔	(۱۱) کیونکہ نماز میں قرأت ہی پکار کر پڑھی جاتی ہے ۔ باقی سب دعائیں مخفی طور پر پڑھی جاتی ہیں "لا تقیۃ فی ثلاثۃ فی شرب المسکر والمسح علی الخفین وترک الجہر ببسم اللہ الرحمن الرحیم"

یہ گیارہ مثالیں ہم نے مثال کے طور پر پیش کی ہیں ۔ ایسی سینکڑوں مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں جن کی ظاہر شریعت اور خلاف ظاہر شریعت دونوں کے مطابق تاویلیں کی جا سکتی ہیں ۔ دعوت کے قواعد اور اس کے حدود میں فرق نہیں پڑتا ۔ سیدنا حمید الدین نے اس قسم کی تاویلوں کی اجازت بھی دے دی ۔ جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے[1]

(۱) فصل (۱۴) عنوان "تاویل میں اختلاف اور اس کے اسباب"

	اور داعی محصور سے علم حاصل کرے۔	
(۵) ختنہ کرے۔ (تاویل) مستحق کو ظاہر کشف کرکے باطن بتائے۔	(۵) ختنہ نہ کرے۔ (تاویل) غیر مستحق کو ظاہر کشف کرکے باطن نہ بتائے	(۵) وجہ ظاہر ہے۔
(۶) عضو مخصوص کو ستر کرے۔ (تاویل) اسرار پر واقف ہونے کے بعد ان کو چھپائے	(۶) عضو مخصوص کو ستر نہ کرے (تاویل) اہل باطن سے اسرار کو نہ چھپائے۔	(۶) وجہ ظاہر ہے۔
(۷) وضو میں سر کا مسح کرے (تاویل) آنحضرت صلعم کا اقرار کرے۔	(۷) وضو میں سر کو دھوئے (تاویل) آنحضرت صلعم کی اطاعت کرے۔	(۷ و ۸) وجہ ظاہر ہے۔ اس لئے کہ سیدنا قاضی نعمان کی تاویل کے مطابق مسح سے اقرار اور غسل سے طاعت مراد ہے جس طرح امام اور رجعت کا اقرار ضروری ہے اسی طرح ان کی طاعت بھی ضروری ہے۔ یہ یاد رہے کہ ہم اہل ظاہر کے وضوء کو ناقص سمجھتے ہیں کیونکہ وہ پاؤں کا مسح نہیں کرتے بلکہ اُن کو دھوتے ہیں لیکن وہ ہماری تاویل سے ہم کو قائل کر دیں گے کہ پاؤں کے ساتھ اُن کا غسل بھی ضروری ہے۔
(۸) وضو میں دونوں پاؤں کا مسح کرے۔ (تاویل) امام اور رجعت کا اقرار کرے۔	(۸) وضو میں دونوں پاؤں دھوئے۔ (تاویل) امام اور رجعت کی طاعت کرے۔	
(۹) پانچ فرض نمازیں پڑھے (تاویل) پانچ اولوالعزم	(۹) (۶) چھ فرض نمازیں پڑھے۔	(۹) ملاحظہ ہو فصل (۱۴) نمبر (۲) "محمد رسول اللہ" کی

تک آپ کی دعوت یا طاعت کی طرف کوئی اشارہ نہ تھا اگر تھا تو کیا تھا؟
اسی طرح روزے کا فریضہ بھی مدینہ میں اترا۔ کیا پندرہ سال تک غیر متحقق سے مذہب کے اسرار کو چھپانے کا کوئی اشارہ نہ تھا۔ سیدنا جعفر بن منصور الیمن نے زکوٰۃ اور شریعت کے دیگر احکام کی تاویل میں دو کتابیں "کتاب تاویل الزکوٰۃ اور کتاب تاویل سورۃ النساء"، تو لکھدیں لیکن زکوٰۃ مدینہ میں فرض کی گئی اور شریعت کے اکثر احکام بھی یہیں اترے۔ اس وقت تک ان کی تاویلات کس طرح متعین ہوئی ہوں گی۔ حالانکہ اشارے کے بغیر مشار الیہ کا تعین ناممکن ہے۔ ہمارے اصول کے مطابق خاص کر اعمالِ شریعت میں ظاہر کے بغیر باطن اور باطن کے بغیر ظاہر قائم نہیں ہو سکتا۔ تاویل الدعائم کی ہر مجلس میں اور تاویل کی دیگر کتابوں میں اس ضابطے پر بہت زور دیا گیا ہے۔ ہمارا دعویٰ تو یہ ہے کہ دعوت، اس کے حدود (ارکان) اور اس کے قواعد و ضوابط صاحب جثۂ ابداعیہ سے مسلسل چلے آرہے ہیں یہ ہمیشہ باقی رہیں گے۔ اور کبھی منقطع نہ ہوں گے۔ یہ وہ سنت اللہ ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ سیدنا جعفر بن منصور الیمن فرماتے ہیں "ومثل ذلك في التاويل ان النطقاء في ابتداء امورهم يقومون بالظاهر والباطن من امر الدين فاذا امتد الامر بهم واقاموا الأسس والحجج فوضوا اليهم امر التاويل الباطن وانفردوا بالقيام بظاهر امر الشريعة"۔[1] اس کی تفصیل فصل (۱۱) عنوان "حدود کے قیام اور فرائض کی مزید تفصیل" میں گزر چکی ہے۔

اہل ظاہر چونکہ تاویل کے قائل نہیں ان سے اس قسم کا سوال نہیں ہو سکتا وہ کہتے ہیں کہ شریعت کے احکام بتدریج اترتے رہے جو ایک واقعہ ہے۔

---

(۱) (ا) تاویل الدعائم الجزء الثانی، کوثۃ الاول (ب) تاویل الزکوٰۃ صفحہ ۷۸-۸۲)

اب ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اگر چھ نمازیں فرض کی جاتیں تو ان کی تاویل نہیں ہو سکتی پانچ ممثولات کے لئے پانچ نمازیں ہی ہونی چاہئیں۔ تاویل کے ثابت کرنے میں ہمارا اہل ظاہر کے ساتھ یہ سوال کہ پانچ ہی نمازیں کیوں فرض کی گئیں کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ ہم ان سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ پانچ نمازوں کے فرض کئے جانے میں جو حکمت ہے اُسے ہم ہی جانتے ہیں۔ اگر چھ یا سات نمازوں کی تاویل نہیں ہو سکتی تو ہمارا یہ کہنا بجا ہوتا اور ہم ہی ان کی حکمت جاننے والوں میں شمار کئے جاتے۔ لیکن ہم بتا چکے ہیں کہ چھ اور سات نمازوں کی بھی تاویل ہو سکتی ہے

ان امور پر غور کرنے کے بعد ہماری تاویلوں کو مولانا علی کی طرف منسوب کرنا حقیقت میں آپ کے علم لدنی کی شان گھٹانا ہے۔ آپ نے ایسی غیر معقول اور کم زور تاویلیں ہرگز نہیں کی ہوں گی۔ ایسی تاویلیں علم روحانی اور حکمت ربانی کے معیار پر ہرگز نہیں اتر سکتیں۔ جیسا کہ ہمارا دعویٰ ہے۔ یہ تو ہمارے ایرانی داعیوں میمون اور ان کے بیٹے عبد اللہ وغیرہ کے اذہان کے نتائج ہیں جن کا مقصد ظاہر کی توہین تھی تا کہ وہ آہستہ آہستہ ساقط ہو جائے۔ ہمارے اکثر داعی ایرانی تھے۔

اعمال ظاہر شریعت کی تدریجی وضع سے تاویل یعنی مشار الیہ کس طرح متعین ہو سکتا ہے

ہماری دعوت میں یہ ایک مُسلمہ امر ہے کہ دعوت اُس کے حدود (ارکان) اور اس کے قواعد و ضوابط کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ظاہری شریعت کے اوضاع مقرر کئے گئے جیسا کہ بتایا جا چکا ہے تنزیل اشارہ ہے اور تاویل اس کا مشار الیہ مثلاً آنحضرتؐ کی دعوت یا طاعت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ظہر کی چار رکعتیں فرض کی گئیں۔ اس کی یہ وجہ بتائی گئی ہے کہ آپ کے اسم گرامی محمدؐ میں چار حرف کی طرح ظہر کی نماز میں بھی چار رکعتیں ہیں۔ گو یہ اصول بھی مستحکم نہیں ہے جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے لیکن ابتدائے اسلام سے لے کر آپ کے مدینہ پہنچنے کے دوسرے سال تک یعنی تقریباً پندرہ سال تک ظہر کی صرف دو رکعتیں پڑھی جاتی تھیں۔ ہجرت کے دوسرے سال دو رکعتیں زیادہ کی گئیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا اس طویل پندرہ سال کی مدت

کوئی رمز اور اشارہ چھپا ہوا ہے۔ یہ محض حقائق ہیں کوئی بات مجاز کے پیرائے میں نہیں[1]۔

مستجیبین کے نفوس کا ارتقا اور ان کا "باب" کے ضمن میں اجتماع

ہم کہہ چکے ہیں جب داعی کی دعوت میں کوئی داخل ہوتا ہے اور اُسے عہد دیتا ہے تو اسے ہماری دعوت کی اصطلاح میں مستجیب کہتے ہیں۔ اس وقت سے اس کے نفس سے مقناطیس الٰہی کے ذریعے امام الزمان کی تائید متصل ہونی شروع ہوتی ہے۔ جسے ہم "نقطۂ نور" کہتے ہیں۔ یہ نقطہ اس کے نفس میں مل نہیں جاتا بلکہ اُس کا ہمسایہ بنا رہتا ہے۔ جوں جوں مستجیب اعمالِ خیر کرتا رہتا ہے اور علوم و معارفِ دینیہ حاصل کرتا رہتا ہے یہ نقطہ بڑھتا جاتا ہے اور اس کی روشنی میں چمک زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ مستجیب کی وفات کے وقت یہ نقطہ اس کے نفس کو رنگ دیتا ہے۔ اور یہ اور اس کا نفس دونوں ایک شئے ہو جاتے ہیں۔ اس نفس متجوہرہ کو مقناطیس الٰہی کھینچ کر ایسے مستجیب کی ہمسائگی میں پہنچا دیتا ہے جو اس سے اعلیٰ ہو۔ یہی اس کی جنت ہے۔ نفوس کی ہمسائگی کو ضمن کہتے ہیں۔ نفسِ واردہ اس مستجیب اعلیٰ کے نفس کے ضمن میں اس کے انتقال کے وقت تک رہتا ہے۔ اور اس کے ذریعے علوم و معارف حاصل کرتا رہتا ہے۔ اس کے کان سے سنتا ہے۔ اس کی زبان سے جواب دیتا ہے بہرحال اس کی مدد سے ترقی پاتا رہتا ہے[2]۔ جب یہ مستجیب اعلیٰ وفات پاتا ہے تو نفسِ واردہ

---

(۱) الغرض المقصود هو الكلام على المبادی الشریفة حقیقة محضة لا تأویل فیها ولا رمز ولا اشارة ثم الكلام على كافة الموجودات السابقة علینا فی الوجود (الانوار اللطیفة - سرادق ۱- فصل ۱) (۲) (ا) النفس الناجیة بعد مفارقة جسدها تبقى مجردة من الهیولى وتعلو رتبتها وتشرف على النفوس المجردة شاهدة احوالها وتزداد فرحاً وسروراً (الرسالة السادسة من العلوم الناموسیة والشرعیة رسائل اخوان الصفاء ج ۴ ص ۱۸۲)
(ب) ان النفوس الكاملة اذا فارقت الاجساد تكون مشغولة بتائید

فصل (۲۶)

علم حقیقت یا حقائق

علم حقیقت کی تعریف اور اُس کا درجہ

علم فقہ اور علم تاویل کے بعد علم حقیقت کا درجہ ہے جب تک طالب علم ان دو علموں سے فارغ نہیں ہوتا اُسے علم حقیقت پڑھنے کی اجازت نہیں ملتی۔ اس علم میں روحانی عالم، جسمانی عالم اور جسمانی عالم کے مبدء و معاد کے مسائل بیان کئے جاتے ہیں۔ گذشتہ فصلوں میں ان عوالم کی ابتدا کی کیفیت جسمانی عالم میں موجود اول یعنی صاحب جثۂ ابداعیہ کی دعوت، تین ادوار یعنی دور کشف، دور فترت اور دور ستر کے مستقر اور مستودع اماموں کا قیام، اسماعیلی دعوت کی ابتداء وغیرہ کے مباحث تفصیل سے گذر چکے ہیں۔ اب ہم یہاں چند باقی مسئلوں پر روشنی ڈالتے ہیں جو علم حقیقت سے تعلق رکھتے ہیں۔

علم حقیقت کے پڑھنے والوں کے لئے ایک ضروری تنبیہ۔

علم حقیقت میں جو مسائل بیان کئے گئے ہیں ان میں کسی قسم کی تاویل نہیں ہے۔ نہ ان میں

پھر یہ عطارد اور زہرہ کے ذریعے شمس کی طرف چڑھتا ہے اور جب تک مدبرِ عالم چاہتا ہے وہاں رہتا ہے۔ اس کے بعد یہ مشتری میں بھی جاتا ہے اور وہاں ایک مدت تک رہتا ہے۔ اسی طرح تمام مستجیبوں کے نفوس ریحیہ زمین کے جزیروں سے آکر یہاں جمع ہو جاتے ہیں شمس اور مشتری ان کو پاک اور صاف کرتے ہیں۔ باب کے ضمن میں مستجیبوں کے نفوس کے جمع ہونے تک ان کے نفوس ریحیہ بھی شمس میں جمع ہو جاتے ہیں۔ پھر جب مدبرِ عالم امامی ہیکل کے ظہور کی اجازت دیتا ہے تو آفتاب کی تحریک سے زہرہ اور عطارد کے ذریعے قمر کی شعاعیں ان تمام نفوس ریحیہ کو یا تو کسی پاک پانی یا کسی عمدہ میوے کی طرف پہنچا دیتی ہیں۔ یہ نفوس ریحیہ اس پاک پانی یا عمدہ میوے پر ترشح کی شکل میں رہتے ہیں مدبرِ عالم ان کی حفاظت کرتا ہے۔ کوئی شخص نہ اس پانی کو پی سکتا ہے اور نہ اس میوے کو کھا سکتا ہے۔ امام اور ان کی پاک بیوی ہی اسے استعمال کرتے ہیں۔ جب یہ دونوں اسے استعمال کرتے ہیں تو ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ زوجۂ طاہرہ کے پاس یہ نطفہ جمع ہوتا ہے۔ نفوس ریحیہ کا جو حصہ باقی رہ جاتا ہے وہ غذاؤں کے ذریعے اس نطفہ کو پرورش کرتا اور اسے قوت دیتا ہے۔ اماموں کی بیویاں ماہانہ ایام کی نجاست سے پاک ہوتی ہیں یعنی انھیں کبھی حیض نہیں آتا جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے: "انما یرید الله لیذهب عنكم الرجس ویطهركم تطهيرا"، یہ نطفہ ایسی غذائیں نو مہینے تک حاصل کرتا رہتا ہے۔ پھر ولادت کے ذریعے امام کا جسمِ شریف ظاہر ہوتا ہے۔ کم از کم چالیس روز اور زیادہ سے زیادہ چار سال کے بعد "باپ" وفات پا جاتے ہیں۔ اور ان کا نفس اس ہیکل کو ساتھ لے کر جو ان کے ضمن میں ہوتی ہے۔ امام مولود کے نفس سے متصل ہو جاتا ہے۔ امام مولود کے جسم کافوری کو امام کہتے ہیں۔ جس طرح آپ سے جو ہیکل متصل ہوتی ہے اسے امامت کہتے ہیں۔ جیسا کہ اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے جسمِ کافوری کے دوسرے نام، غلاف، شبح کافوری اور ناسوت ہیں آپ کی ہیکل کو لاہوت اور ہیکل نورانی بھی کہتے ہیں اس کا عامل امام کا نفس ہوتا ہے۔ تاریخ نہیں بتاتی کہ ہر امام کے باپ نے کب وفات پائی اور ان کی ہیکل کس امام سے متصل ہوئی۔ یہ صرف قیاس ہے۔

اور اس کا نفس دونوں ایک شئے بن جاتے ہیں۔ اور اپنے سے اعلیٰ تر مستجیب کے نفس کے ضمن میں مقناطیس الاہی کے ذریعے پہنچ جاتے ہیں۔ اسی طرح نفوس ایک دوسرے کے ضمن میں جاکر ترقی پاتے رہتے ہیں۔ اگر کوئی نفس مرتد ہو جائے تو اس کے ضمن میں جتنے نفوس جمع رہتے ہیں وہ سب اس سے الگ ہو کر اپنے سے اعلیٰ مستجیب کے نفس کے ضمن میں چلے جاتے ہیں۔ تمام نفوس کے مجمع کو ہیکل نورانی کہتے ہیں۔ جو باب کے ضمن میں جمع ہو جاتی ہے۔ اس ہیکل میں ہر نفس اپنے استحقاق کے لحاظ سے اپنے اپنے درجے پر رہتا ہے۔ کوئی سر، کوئی آنکھ، کوئی دل اور کوئی پاؤں کا درجہ رکھتا ہے۔ اس ہیکل کے نفوس باب کے ضمن میں ترقی کرتے رہتے ہیں۔ اس کے انتقال کے وقت اس کا نفس اور یہ نفوس ایک شئے ہو کر امام الزمان کے ضمن میں آجاتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس مجموعے کو امامت کہتے ہیں۔

ایک نفس کے نجات پانے اور عالم صفا کی طرف چڑھنے کے بعد دوسرا نفس اس کا خلیفہ ہوتا ہے۔ یہ نفس منبعثہ اس جسم کا ایک عضو ہے جو صعود کا مستحق ہے عنایتِ الاہیہ اسے اس جسم کا نفس نباتی ہے پھر جب یہ پیدا ہوتا ہے تو مرکز حس سے وہ چیز جو اس سے مناسبت رکھتی ہے اس سے متصل ہو جاتی ہی اس طرح نفوس یکے بعد دیگرے ترقی پاتے رہتے ہیں۔

نفوسِ یحییہ کا ارتقاء اور اُن سے امام کے جسم کا بننا

جس مستجیب کا نفس اس کے جسم سے الگ ہو کر اپنے سے اعلیٰ مستجیب کے نفس کے ضمن میں جاتا ہے اس کے جسم میں نفس نامیہ کے آثار باقی رہ جاتے ہیں۔ اُسے حرارتِ غریزیہ کہتے ہیں۔ یہ حرارت جسم کے اندر رہتی ہے جب جسم کو قبر میں رکھ دیتے ہیں تو تین دن بعد اس سے آثار نکل کر نکلتے ہیں۔ ان کا نام نفس یحییہ رکھا جاتا ہے۔ قمر کی شعاعیں اُسے [illegible] پہنچی ہیں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ :- بتائید النفوس المجسدة لکیما تتمم هذه وتکمل تلک وتتخلص هذه من حال النقص وتبلغ تلک الی حال الکمال وترتقی هذه المؤیدة ایضاً الی حالة هی اکمل واشرف واعلی وان الی ربک المنتهی (رسائل اخوان الصفا جلد ۳ طبع مصر)

تیار ہوتی ہے۔ دورِ ستر کے مستقر اور مستودع اماموں کی تاریخ معلوم ہو چکی ہے۔

مولانا قائم کی خصوصیتیں اور آپ کا زمانہ

عام طور پر ہر امام کے حجت امام کے بعد قائم ہوتے ہیں تاکہ وہ باطنی شریعت کا کام انجام دیں۔ لیکن مولانا قائم کے حجت آپ کے ظاہر ہوتے سے پہلے ہی قائم ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ آپ کے عہد میں باطن ظاہر ہو جاتا ہے اور ظاہر مرتفع ہو جاتا ہے۔ اب باطنی شریعت کے لئے کسی الگ شخص کی ضرورت نہیں۔ بہر حال مولانا قائم کے ظاہر ہونے سے پہلے آپ کے حجت تمام روئے زمین کے مالک ہو جائیں گے اور سب کو جبراً اسماعیلی بنائیں گے۔ اس کے بعد آپ کی طرف سے ایک منادی ندا دے گا کہ جس دین کو جو چاہے اختیار کرے اسے ہر طرح سے امن حاصل ہے۔ یہ سن کر ہر ایک اپنا اپنا اعتقاد ظاہر کرے گا۔ باطل کے ظاہر ہونے سے اہلِ حق پر بڑی سختی گزرے گی۔ اور وہ تنگ آجائیں گے۔ پھر مولانا قائم اچانک ارضِ ماربین ظاہر ہوں گے تمام آفاق سے لوگ آپ کے سامنے حاضر ہوں گے۔ ان کے علاوہ حضرت آدم سے جو لوگ اس وقت تک وفات پا چکے ہوں گے وہ بھی زندہ ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "قل ان الاولین والآخرین لمجموعون الی میقات یوم معلوم"(۱) پھر مولانا قائم ہر امام اور ہر حد کی صورت میں ان کے زمانے کے اضداد کے لئے ظاہر ہوں گے۔ اور انھیں اُن کے اعمال سے واقف کرائیں گے۔ اس کے بعد آپ سب اضداد کو ذبح کرنے کا حکم دیں گے۔ مُردوں کے تعفن کی لوگ شکایت کریں گے۔ اُن کے

(۱) واجتماعهم يكون في خط الاستواء الغربي التي هي ارض ماربلان قيام القائم يكون هنالك ويأتي جميع الخلائق من كافة الجزائر يهرعون اليه (الانوار اللطيفه - سرادق ۳ باب ۵ فصل ۳) اس میں بھی اختلاف ہے سیدنا قاضی نعمان فرماتے ہیں کہ قائم القیامہ کا ظہور "ربوات القدس" یعنی بیت المقدس میں ہوگا۔ "و ایتانه من ربوات القدس ظهور قائم القيامة والشريعة التي هي نا بهميته اظهاره باطن التاويل" (اساس التاویل - ابتداء قصة [illegible] صلعم)

اماموں کا ارتقاء

جب آپ کے والد آپ پر نص کرتے ہیں تو آپ سے وہ روحانی مادہ متصل ہوجاتا ہے جو ابداعی عقول سے ساری و جاری ہے۔ خاص عقل اول آپ کی طرف اور منبعث اول آپ کے باب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اسی طرح دس عقول کی نظیریں دین کے دس حدود کی طرف ہوتی ہیں جو ان کے مقابل ہیں مسند امامت پر آتے ہی آپ اپنے حدود کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تاکہ آپ اپنے ایک فرزند کو اپنی خلافت کے لئے تیار کریں جس طرح آپ کو آپ کے والد نے تیار کیا تھا۔ اس میں کوئی فرق نہیں پڑتا سب ائمہ یہاں سے متصل ہو کر عقل عاشر کے افق میں ٹھہرتے ہیں جب تک کہ قائم القیامہ ظاہر نہ ہوں۔ آپ کی وفات کے بعد آپ سب ائمہ کو ساتھ لے کر عاشر کے خلیفہ ہو جاتے ہیں۔ عاشر اپنے اوپر کی حد یعنی عقل تاسع کی جگہ لیتے ہیں۔ اسی طرح ہر عقل کی ترقی ہوتی ہے عقل ثالث عقل ثانی یعنی منبعث اول کے دائرے میں پہنچتے ہیں۔ یہ عقول کے ارتقاء کی آخری منزل ہے اسی وجہ سے اسے "حظیرۃ القدس" کہتے ہیں۔ یہاں تک پہنچنے میں کئی ادوار بلکہ اکوار لگتے ہیں۔ صاحب جثۂ ابداعیہ کا معاد مولانا قائم القیامہ کی طرح ہے۔ آپ وفات پاتے ہی عقل عاشر بن جاتے ہیں۔ آپ کے بعد جو ائمہ یکے بعد دیگرے وفات پاتے ہیں وہ دوسرے قائم القیامہ کے آنے تک عاشر کے افق میں ٹھہرتے ہیں۔ اسے برزخ محمود بھی کہتے ہیں۔ آپ سے جو دور شروع ہوتا ہے وہ دور کشف کہا جاتا ہے جو پچاس ہزار سال کا ہوتا ہے۔ اس دور میں سات قائم ہوتے ہیں[1]۔ اس کے بعد دین میں فترت آجاتی ہے۔ یہاں سے دور فترت کی ابتدا ہوتی ہے جو تین ہزار سال رہتا ہے۔ اس کے بعد دور ستر شروع ہوتا ہے جس کی مدت سات ہزار سال ہے۔ اس مدت میں ایک لاکھ چوبیس ہزار صورتیں جمع ہوتی ہیں[2]۔ دور فترت اور دور ستر کا ایک ہی قائم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ کہا جاتا ہے کہ ہر دس ہزار سال میں ایک قائم کی صورت

---

(۱) الانوار اللطیفہ۔ سرادق ۲۔ باب ۳۔ فصل ۴۔ (۲) الانوار اللطیفہ سرادق ۲۔ باب ۳۔ فصل ۴۔ اس تصور کا ماخذ ایک مشہور قول ہے کہ دنیا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ہوں گے۔

اسے نفس ظلمانیہ ابلیسیہ شیطانیہ بھی کہتے ہیں۔ کبھی یہ صورت کسی انسان کو آگ کی صورت میں دکھائی دیتی ہے۔ لیکن جب وہ اس کے قریب جاتا ہے تو کچھ بھی نہیں پاتا۔ بعض وقت یہ اپنے قریب کے درختوں اور کپڑوں کو جلا دیتی ہے۔ کبھی اس تصور خبیث کا کچھ حصّہ اس کے جسم خبیث میں رہ جاتا ہے۔ یہ آگ بن کر اس جسم کو جلا دیتا ہے اور اُسے عذاب دیتا ہے۔ دیکھنے والوں کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قبر سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں۔ لیکن جب کوئی اس کے قریب جاتا ہے تو اُسے محسوس نہیں کرتا۔ ایسا عذاب بڑے گنہگار پر واقع ہوتا ہے۔ بہرحال یہ صورت جو شکل چاہتی ہے اختیار کر سکتی ہے۔ باوجود اس کے یہ ہمیشہ عذاب میں گرفتار رہتی ہے۔ ایسی ہی ظلمانی صورتیں جنات مذموم، شیاطین اور سرکش عفریتیں ہیں[1] جو انسانوں کو ستاتی نقصان پہنچاتی اور انھیں پچھاڑتی ہیں۔ یہ رقیہ، عزائم اور قرأت قرآن سے بھگائی جا سکتی ہیں[2]۔ یہ صورتیں جب تک مدبر عالم چاہے وحشت ناک مقاموں پر رہتی ہیں۔ پھر تنینن کی طرف سے جسے "راس اور ذنب" کہتے ہیں چڑھتی ہیں۔ یہ مقام نطاق فلک سے خارج ہے۔ اصل میں یہ وہ ظلمت ہے جو خطا کر کے عالم ابداع سے گری تھی۔ یہ "صورت شیطانیہ خبیثیہ" کا مقناطیس اور مرکز ہے[3]۔ کیونکہ ان دونوں میں مناسبت ہوتی ہے۔ یہ صورتیں یہاں ٹھہرتی ہیں اور ان سے ایسی حرکتیں سرزد ہوتی ہیں جن سے عالم کو نقصان پہنچتا ہے پھر یہ عذاب ادنیٰ اور اس کے بعد عذاب اکبر کے برزخوں میں جاتی ہیں۔ بعض

---

(۱) الرسالۃ الثالثۃ فی النجوم من رسائل اخوان الصفا ۱/۹۶ (۲) اس قسم کی تعلیم کا خطرناک نتیجہ یہ نکلا کہ ہم توہم پرست بن گئے۔ بجائے کسی حکیم یا ڈاکٹر کے پاس رجوع ہونے کے ہم ملّاؤں کے پاس جاتے ہیں جو ہمیں اپنے تعویذوں اور جھاڑ پھونک سے گمراہ کرتے ہیں۔ (۳) الجوہر الظلمانی الفلکی الذی ہو العقدتان لانہما المقناطیس الخبیث (الانوار اللطیفہ۔ سرادق ۲ باب ۴۔ فصل ۱)۔

جلانے کے لئے آسمان سے آگ اترے گی۔[1] پھر وہ عذاب اکبر میں گرفتار ہوں گے یعنی زمین کے صخرہ میں بھیج دئے جائیں گے۔ جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔

مخالفین کی ظلمانی صورتوں کا معاد جو اسماعیلی دعوت کا مخالف اور دشمن ہوتا ہے اس کے برے اعمال کی ایک صورت تیار ہوتی ہے جسے "صورتِ ظلمانیہ" کہتے ہیں یہ صورت موت کے وقت اس سے الگ ہو کر اسے خوب ڈراتی اور دھمکاتی ہے۔[2] اس سے آدمی کو وحشت ہوتی ہے۔ یہ اس کے عذاب کا پہلا درجہ ہے جس طرح کہ مومن کا سرور ایک اچھی صورت اختیار کرتا ہے جو اس کی موت کے وقت چمکتی ہے۔ پھر یہ ظلمانی صورت میت سے جدا ہو کر افق میں گھومتی ہے اور اوپر چڑھنا چاہتی ہے لیکن اس کا کبھی امکان نہیں ہوتا۔[3] اسی کو "معنف اور روحی" بھی کہتے ہیں۔[4] یہ اس وقت تک گھومتی رہتی ہے جب تک کہ اسے کوئی حاملہ عورت یا لڑکا وغیرہ نہ ملے جس میں یہ اترے یعنے سما سکے۔ جب ایسی عورت یا لڑکا مل جاتا ہے تو یہ اس میں داخل ہو کر اسے پچھاڑ دیتی ہے۔ یہ اس کی زبان سے گفتگو کرتی ہے اور اس کے دل میں وسوسہ ڈالتی ہے۔ یہ اسے گناہوں پر آمادہ کرتی ہے کبھی اس مصروع سے الگ ہو جاتی ہے اور کبھی اس کے مرنے تک اس کے ساتھ رہتی ہے اور لوگوں کے خواب میں آکر ان کو برے افعال اور حق کی دشمنی پر آمادہ کرتی ہے۔ یہ کبھی غیب کی بھی خبر دیتی ہے اور کبھی اس کی خبر ناطق دور کی سچی خدمت کی وجہ سے صحیح بھی ہو جاتی ہے

(۱) اس آسمانی آگ کی تاویل کے لئے آنے والا تبصرہ ملاحظہ ہو۔ (۲) وتتبع نفس المخالف فی جسمه و یفارقها ما قد کان تصوره من العلوم الظلمانیه والمهلکه ویقال علی هذه الصورة نفس ظلمانیة (الانوار اللطیفه۔ سرادق ۳ باب فصل ۱۱) (۳) تبقی نفوس الکفار مجردة بل وانها بلا جسد وتکون هائمة فی الجو دون فلك القمر ونظرح بها امواج الطبیعة فی بحر الهیولی الی الحضیض بحر عمیق (رسائل اخوان الصفاء ۱۶۶) (۴) المبدء والمعاد صفحه ۲۰۔

کی سزائیں دی ہیں تو سزا پانے والوں کی صورتیں جو برزخ میں جا کر ٹھہرتی ہیں ان سے وہ شخص پیدا ہوتا ہے جو امام کو زہر دیتا ہے۔ بعض وقت یہ صورتیں ائمہ اور اُن کے حدود کی لعنتوں کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ اس وقت ان کا ظلم اور تشدّد اور بڑھ جاتا ہے۔ ان کی ایک مثال حجاج بن یوسف ہے جو اہلِ عراق پر مُسلّط ہوا تھا۔ یہ شخص مولانا علی کی لعنتوں کا نتیجہ ہے جو برزخ میں جمع ہو کر اہلِ عراق کے لئے ظاہر ہوئیں۔ دوسری مثال ابن مہدی کی ہے جو حدود دین کی لعنتوں سے پیدا ہوا۔ یہ لعنتیں برزخ میں جمع ہوئیں اور ان ملاعین کے "فضلات" پر مسلط کی گئیں۔

اَضداد ائمہ کے اَجسام و نفوس کا معاد

اب ہم ضد یعنی دشمن دعوت کے جسم اور نفس کا معاد بیان کرتے ہیں

ضد سے سوائے تصور اور باقی نسیم یعنے نفس ہوائیہ کے جس سے وہ سانس لیتا ہے کوئی چیز جدا نہیں ہوتی۔ تصور کا معاد ابھی معلوم ہو چکا ہے۔ اس کا نفس اس کے جسم میں شائع ہو جاتا ہے۔ دفن کے بعد جب یہ جسم سڑتا ہے اور گل سڑ کر مٹی میں مل جاتا ہے تو اس کے اجزا دبخار بن کر امہات یعنے چار عنصروں سے مل جاتے ہیں۔ صفرا آگ میں۔ خون ہوا میں، بلغم پانی میں اور سودا مٹی میں مل جاتا ہے۔ مدبر کی قدرت سے یہ سب اجزا محفوظ رہتے ہیں۔ جو اجزا اوپر چڑھتے ہیں وہ جمع ہو کر بارش بنتے اور نیچے گر کر مٹی کے بعض اجزاء میں مل جاتے ہیں۔ ان سے نباتات پیدا ہوتی ہیں جنھیں وہی شخص کھاتا ہے جو ان کا مستحق ہوتا ہے۔ اس طرح ضد کا جسم عذاب کے برزخوں کی مختلف قسموں سے گزرتا ہے۔ ان برزخوں کو آدراک بھی کہتے ہیں۔ پہلی قسم میں زنج، ترک، بربر وغیرہ شامل ہیں۔ جب ان میں کا کوئی مرد اور اس کی عورت یہ دونوں اُسے کھاتے ہیں تو بچہ بھی ماں باپ کی طرح خبیث پیدا ہوتا ہے۔ یہ دنیا میں اس مدت تک زندہ رہتا ہے جس کا یہ مستحق ہے۔ پھر یہ مر جاتا ہے اور اس کا نفس اس کے جسم میں شائع ہو جاتا ہے۔ لیکن عود کے وقت معاملہ برعکس ہوتا ہے اس کا نفس جسم ہو جاتا ہے جو گناہوں کے باعث ظاہر ہو جاتا ہے۔ یہ

صورتیں ایسی ہوتی ہیں جن سے گناہ کم ہوتے ہیں۔ یہ کسی نبی کی دعوت کا جواب دیتی ہیں اور اسلام لاتی ہیں۔ اسی تجرد کی حالت میں یہ مومنین کی مدد کرتی ہیں۔ اور اور ان میں سے جو مصیبت میں واقع ہوتے ہیں انھیں چھڑاتی ہیں۔ جب یہ خدمت پوری کرتی ہیں اور مجازات کی مستحق ہوتی ہیں تو "سحیق" میں مل جاتی ہیں۔ اور ترقی کے محمود برزخوں یعنی معادن، نباتات اور حیوانات طے کرتی ہوئی صورت بشری اختیار کرتی ہیں۔ پھر مستجیب بن کر ترقی پاتی ہیں۔ یہ پورا قول "تصور اضداد" کے متعلق ہے۔

ائمہ کے اضداد

بعض ایسی ظلمانی صورتیں تنین میں شیاطین بن کر ایک مدت تک رہتی ہیں۔ پھر وہاں سے زمین کی طرف اتر کر کسی کھانے پینے والی چیزوں کی شکل اختیار کرتی ہیں۔ اسے وہی لوگ کھاتے اور پیتے ہیں جو ان کا مہر یا کر رگاہ بننے کے قابل ہوں۔ پھر وہ اپنی بیویوں سے ملتے ہیں۔ ان سے ایسے ہی لوگ پیدا ہوتے ہیں جو انبیاء، اوصیا، اور ائمہ کے مخالف ہو کر ان کے رتبے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

انبیاء، اوصیاء اور ائمہ کا قصاص

یہ اکثر انھیں قتل بھی کر دیتے ہیں۔ قابیل، نمرود، خلیفہ اول، خلیفہ ثانی، ابن ملجم اور معاویہ وغیرہ انھیں لوگوں میں شامل ہیں۔ بعض صورتیں نباتات کی طرف اترتی ہیں۔ ان سے وہ زہر بنتا ہے جس سے مولانا حسن اور مولانا مستنصر شہید ہوئے۔ بعض صورتیں معادن پر اترتی ہیں جن سے تلواریں، چھریاں اور برچھی کے پھل بنتے ہیں۔ ان سے ائمہ قتل کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ خبیث صورتیں اپنے جیسے مذموم ملعون معادن اور نباتات ہی پر واقع ہوتی ہیں۔ ان میں سے ہر چیز اس چیز والے کے لئے مخصوص رہتی ہے۔ حافظ ان کا جو زہر ظلمانی ہے۔ اگر امام اپنے زمانے میں صاحب سیف اور قتل ہے تو اضداد مقتولین کی صورتیں جو عقدتین میں جا کر ٹھہرتی ہیں بہت جلد قائمہ الفیہ میں آکر ایسے ملعون شخص کی شکل اختیار کرتی ہیں جو امام سے قصاص لیتا ہے۔ اگر امام اپنے عہد میں صاحب امر و نواہی ہے جس نے کوڑے مار لئے، قید کر لئے، شہر بدر کر لئے وغیرہ

کھاتا ہے جس میں ان کے کھانے کی صلاحیت ہو۔ یہاں سے اُن کا عذاب ادنیٰ شروع ہوتا ہے جس کے سات" ادوار "یعنے درجے ہیں۔ پہلا درجہ زنج بربر، اور ترک وغیرہ کا ہے جو اہلِ حق کی مخاطبت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اور نہ سیدھے راستے پر لایا جا سکتا ہے۔ ہر درجے میں ان کو یکے بعد دیگرے ستر قمیص یعنی قالب لینا پڑتے ہیں۔ پھر مزاج ممتزج کے ذریعے دوسرے درجے میں ڈالے جاتے ہیں۔ جسے "وکس" کہتے ہیں۔ یہ ترکیب بشری کا مماثل ہے جیسے بندر، ریچھ، نسناس وغیرہ اسی طرح درندوں، شکاری پرندوں، سانپوں، بچھوؤں وغیرہ کی قمیصوں کے پہننے کے بعد ان کی حس بالکل جاتی رہتی ہے پھر وہ مذموم نباتات اور خبیث معدنیات کے قالب میں آجاتے ہیں۔ آخر میں وہ قطب شمالی اور قطبِ جنوبی میں بھیج دئے جاتے ہیں۔ جہاں انھیں ہولناک حیوانوں کی شکل میں جو بے حس و حرکت معادن کے مثل ہوتے ہیں عذاب بھگتنا پڑتا ہے۔ پھر وہ مشرق کی جانب بھیجے جاتے ہیں جہاں اتنے اونچے پہاڑ ہیں کہ وہ کرۂ اثیر کے قریب تک پہنچ جاتے ہیں۔ اس کے بعد وہ مغرب کی طرف بھیجے جاتے ہیں۔ جہاں بڑا ہولناک ڈر رہا ہے۔ یہاں بدصورت حیوانوں کی شکل اختیار کر کے ایک دوسرے کو کھاتے ہیں۔ یہ عذاب کے جن جن قالبوں میں لائے جاتے ہیں ان سب میں یہ اپنے گناہوں کا احساس کرتے ہیں مولانا قائم کے قیام تک یہ اسی عذاب میں مبتلا رہتے ہیں۔ آپ کے قائم ہونے کے بعد حساب کے لئے آپ کے سامنے حاضر ہوتے ہیں۔ آپ انھیں اپنے ہاتھ سے ذبح کرتے ہیں۔ پھر اِن پر ایک آگ اترتی ہے جو انھیں جلا دیتی ہے۔ فوراً یہ مستحیل ہو کر بخار کے ذریعے "عقدتان" میں پہنچتے ہیں جب عقدتان زمین کے نیچے جاتے ہیں تو صخرہ جو زمین کے نیچے ہے انھیں جذب کر لیتا ہے۔[1] یہ اس کے ضلعوں اور مساموں میں داخل ہوتے ہیں یہاں تک کہ صخرہ کے وسط میں پہنچتے ہیں پھر مدبرِ عالم کی مشیت سے یہ اشخاص بن جاتے ہیں۔ ہر شخص اس حالت میں نظر آتا

---

(۱) فاذا صاروا فی العقدتین وصارتا تحت الارض اعنی العقدتین جذبت الصخرة التی هی سفال الارض ذلک البخار للمناسبة التی بینها وبینه (الانوار اللطیفہ - سرادق ۳ باب ۵ - فصل ۴)

جس طرح ہم نے اوپر لکھا ہے نباتات کی شکل اختیار کرتا ہے۔ اسے نسناس ریچھ وغیرہ جیسے جانور کھاتے ہیں۔ اس طرح یہ نیچے کے برزخوں میں گرتا چلا جاتا ہے پھر اُسے بندر اور کتے کھاتے ہیں اس قسم کے تمام حیوانوں کے برزخوں کو طے کرنا شروع کرتا ہے۔ نباتات میں کڑوے اور مہلک زہروں کی شکلیں اختیار کرتا ہے۔ نباتات کے برزخوں کو ختم کرنے کے بعد معدنیات کے مذموم برزخوں پھٹکری۔ گندھک۔ لوہا۔ سیسہ وغیرہ میں سے گزرتا ہے حیوان کی صورت میں جو تبدیلی ہوتی ہے وہ استحالہ، غذا اور ولادت کے طریقے سے ہوتی ہے جیسا کہ ہم ابھی بتا چکے ہیں۔ نہ کہ میت کا نفس اس کی موت کے وقت کسی نو مولود بچے میں منتقل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اہل تناسخ کی رائے ہے جو جہالت اور گمراہی پر مبنی ہے۔ اس قسم کا اعتقاد جائز نہیں بلکہ ایسا اعتقاد رکھنے والا ملعون اور ہالک ہے۔ ان برزخوں میں عذاب کو پورا کرنے کے بعد جو عذاب ادنیٰ میں داخل ہے وہ پورا انحلیل ہو کر سحیق اور نباتات بنتا ہے پھر اُسے اس کا سا انسان کھاتا ہے جس کے صلب سے وہ مولانا قائمؑ کے قیام کے قریب پیدا ہوتا ہے۔ آپ اسے اس کے پچھلے گناہوں پر سرزنش کر کے ذبح کرتے ہیں۔ اور اُسے وہ آگ جلاتی ہے جو کرۂ نار سے اترتی ہے۔ اس کے بعد وہ سحیق کے عذاب اکبر میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ جہاں وہ ایک بڑی مدت تک رہتا ہے۔ جو تین لاکھ ساٹھ ہزار سال کو تین لاکھ ساٹھ ہزار سال میں ضرب دینے سے حاصل ہوتی ہے۔ خدا ہمیں اور تمام مومنین کو اس سے محفوظ رکھے۔ یہ عذاب اضداد کبار سے مخصوص ہے جنھوں نے بڑے بڑے گناہ کئے ہیں۔

سیدنا محمد بن طاہر بن محمد بن سیدنا ابراہیم بن الحسین الحامدی کہتے ہیں کہ اضداد کے نفوس ان کے اجسام میں ایسے شائع ہو جاتے ہیں کہ وہ اور اجسام دونوں ایک شئے بن جاتے ہیں۔ پھر وہ مٹی ہو جاتے ہیں اس کے بعد بخار بن کر اوپر چڑھتے ہیں اور بارش کی شکل اختیار کرتے ہیں۔ اس بارش سے ہلاک کرنے والی بجلیاں، برباد کرنے والے سیلاب، اور اذیت دینے والی سردی پیدا ہوتی ہے۔ پھر وہ نباتات اور حیوانات کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ انھیں وہی

ہے۔ اُس کی مثال گرم حمام سے بھی دی گئی ہے جس طرح حمام آگ سے گرم کیا جاتا ہے اسی طرح صخرہ سورج کی گرمی سے جو اُسے نیچے کی طرف سے پہنچتی ہے گرم کیا جاتا ہے۔ غروب کے وقت جب سورج زمین کے نیچے چلا جاتا ہے تو ہر رات صخرہ گرم ہوتا ہے جس طرح کہ ہانڈی کے نیچے کا حصہ آگ سے گرم ہوتا ہے بلکہ اُس سے بھی زیادہ۔ اس صخرہ کے نیچے کے حصے میں کبریت، زرنیخ، کلسی، اور زاجی[1] پتھر بھڑک اُٹھتے ہیں اور ائمہ کے اضداد اُن میں جلتے ہیں۔ پھر زندہ ہوتے ہیں پھر جلتے ہیں۔ بہرحال کور اعظم تک ایسے عذاب میں مبتلا رہتے ہیں[2]۔

ہبج اور رعاع کا عذاب

لیکن دوسرے معمولی گناہ کرنے والے اس قسم کے بڑے عذاب میں گرفتار نہیں ہونگے کیونکہ اللہ تعالیٰ عادل ہے۔ وہ ہر شخص کو اس کے فعل کے مطابق سزا یا جزا دیتا ہے ان لوگوں میں سے جب کوئی مرتا ہے تو اس کا نفس اس کے جسم میں شائع ہو جاتا ہے اور نفس ہوائیہ کے سوا جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے کوئی چیز اس سے الگ نہیں ہوتی۔ دفن کے بعد اس کے جسم کی تحلیل ہوتی ہے۔ پھر وہ مذکورہ برزخوں میں جن کا وہ مستحق ہوتا ہے گزرتا ہے بعض کو کم اور بعض کو زیادہ برزخوں کو طے کرنا پڑتا ہے۔ آخر میں وہ استحالہ، ولادت اور غذاء کے ذریعے بشری صورت اختیار کرتا ہے اور اس پر دعوت پیش کی جاتی ہے۔ اگر وہ مستجیب ہو جائے تو عذاب سے چھوٹ جاتا ہے ورنہ اُسے دوسری دفعہ عذاب کے برزخوں میں رہنا پڑتا ہے۔

مومنین کے اجسام یعنی کثائف کا معاد

مومنین کے نفوس کا معاد اوپر معلوم ہو چکا ہے۔ ان کے اجسام ایک مقام پر بہت محفوظ رہتے ہیں۔ ان کے لطائف یعنے نفوس ریحیہ کے جدا ہونے

---

(۱) کبریت۔ گندھک۔ زرنیخ۔ ہڑتال۔ کلس۔ چاک۔ زاج۔ پھٹکری۔" (۲) وانما وضعت الحکماء بیت الحمام علی مثال الصخرۃ نعوذ باللہ منہا فالوقید من تحتہ کحرارۃ الشمس التی تحمیہا من تحتہا حذواً بحذو (الانوار اللطیفہ۔ سرادق ۳۔ باب ۵۔ فصل ۴)

ہے جس میں وہ اپنی زندگی میں تھا۔ ایک دوسرے پر لعنت بھیجتا ہے۔ اور اُسے قتل کرتا ہے۔ ان میں دشمنی اور لڑائی جاری رہتی ہے۔ جب کوئی شخص قتل کیا جاتا ہے تو پھر وہ فوراً ایک بدصورت شخص بن کر زندہ ہو جاتا ہے۔ کسی کے دو اور کسی کے تین سر ہوتے ہیں۔ کسی کا منہ پیچھے کسی کا سیدھی جانب اور کسی کا بائیں جانب ہوتا ہے کور اعظم تک ان پر یہی عذاب ہوتا رہتا ہے۔

زمین کے چار منافذ جہاں سے اضداد کے مادّے باہر آتے ہیں

پھر یہ صخرہ کے فوقانی حصّے سے نکل کر زمین کی سطح پر چار منفذوں سے باہر آتے ہیں جو اس کے اوپر کے حصّے میں ہوتے ہیں (۱)۔

ایک منفذ حضر موت کی وادی کا کنواں ہے جسے "برھوت" کہتے ہیں۔ دوسرا خراسان میں ایک کنواں ہے۔ تیسرا عرب میں ایک کنواں ہے اور چوتھا دوسرے شہر میں ہے جس کا نام یاد نہیں آتا۔ یہ زمین کے اندر سے اس کی سطح پر اس طرح چڑھتے ہیں جس طرح ابر و بادلوں کے اندر سے پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھتا ہے پھر مزاج و ممتزج کے ذریعے معادن، نباتات اور حیوانات کے برزخوں کو طے کرتے ہیں۔ پھر قامۂ الفیہ میں اشخاص بن کر آتے ہیں۔ اگر (اسماعیلی) دعوت میں داخل ہوں تو نجات پاتے ہیں ورنہ ان کی وہی حالت ہوتی ہے جو پہلے تھی۔

صخرہ کی کیفیت

صخرہ جسے کلام مجید میں اللہ تعالیٰ نے "سجّین" فرمایا ہے۔ کرۂ زمین کے وسط میں واقع ہے۔ اس میں ائمّہ کے اضداد پر عذاب اکبر ہوتا ہے۔ اُس کی مثال ایک پیتل کی ہانڈی سے دی گئی ہے جس کا بیچ کا حصّہ خالی ہوتا ہے۔ اس میں گندک کے پتھر ہوتے ہیں۔ اس کی چھت سخت چٹان کی بنی ہوئی ہوتی ہے۔ اس کے نیچے کے حصّے میں مسام اور منافذ ہوتے ہیں۔ جن سے اس کی طرف اضداد کے اجسام و نفوس کا بخار چڑھتا

---

(۱) ویعودون بخاراً ویصعدون ویخرجون من اعلی الصّخرۃ الی ظاھر الارض من اربعۃ منافذ لھا فی اعلاھا (الانوار اللطیفہ سرادق ۳ - باب ۵ - فصل ۵)

پھر تجیب بن کر اس حد کو پہنچیں گے جس پر یہ پہلے پہنچے تھے۔

اہلِ ظاہر کے صُلحاء کا معاد

اہلِ ظاہر کے صُلحا وہ لوگ ہیں جو (اسماعیلی) دعوت میں داخل نہیں ہوئے لیکن (اسلامی) شریعت کے ارکان کی پابندی کی کذب، ظلم اور خیانت سے بچے۔ دورِ حاضرہ کے ناطق اور آپ کے وصی اور ان کی اولاد کی ولایت سے ملتزم رہے۔ ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے۔ جب ان میں سے کوئی وفات پاتا ہے تو شمس اور زہرہ کی روحانیات کی تحریک سے اس کا نفس اس کے جسم میں شائع ہوتا ہے۔ اس کے نیک اعمال کی صورت یعنی اس کا تصور اس سے الگ ہو کر پہلے چاند کی طرف چڑھتا ہے پھر چاند اسے سورج کے سپرد کرتا ہے۔ سورج اس کی تخمیر و تقصیر کرتا ہے جب تک کہ خدا اس کے واپس ہونے کا حکم نہ دے۔ ادھر اس کا جسم آہستہ آہستہ تحلیل ہوتا جاتا ہے پھر بخار، مزاج، ممتزج اور بارش بن کر اچھی غذا، میٹھا پانی اور عمدہ خوشبو کی صورت اختیار کرتا ہے۔ اسے ایک انسان استعمال کرتا ہے جس کے نطفے سے وہ پیدا ہوتا ہے۔ جب یہ اپنی ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے تو اس کی صورت زہرہ اور قمر کے ذریعے اس سے متصل ہوتی ہے اس وقت وہ پہلے سے بھی زیادہ اچھی حالت میں ہوتی ہے کیونکہ یہ اس کا ایک قسم کا ثواب ہے۔

مومنین دورِ ستر کے اجسام اور فضلاء کے معاد کی ترتیب

مولانا قائم القیامہ کے ظہور سے پہلے سات ہزار سال میں دورِ محمدی کے اجسام اور فضلات مبعوث ہوں گے۔ کیونکہ وہ اس دور سے قریب ہیں۔ اس کے بعد دوسرے سات ہزار سال میں دورِ عیسوی کے اجسام کا بعث ہوگا۔ اسی طرح آخری سات ہزار سال میں حضرت آدمؑ کے دور کے اجسام مبعوث ہوں گے۔

"صورِ خبیثہ" یعنی جنات کے متعلق عجیب و غریب باتیں۔

"الانوار اللطیفہ" علم حقیقت کی بڑی معتبر و مستند کتاب میں سیدنا محمد بن طاہر لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلعم نے

کے بعد یہ اجسام "سحیق" کی طرف لوٹتے ہیں پھر مزاج و ممتزج کے ذریعے بارش بنتے ہیں۔ اس کے بعد بارش بن کر سات سیّاروں کی شعاؤں کی وساطت سے فلک البروج کی طرف آہستہ آہستہ چڑھتے ہیں۔ بروج کے اجزاء زمین پر گرتے ہیں۔ پھر سحیق بن کر قامۂ الفیہ کی شکل اختیار کرتے ہیں اور انسان بنتے ہیں۔ یہ گوشت جلد اور اعصاب وغیرہ کا معاد ہے۔ ہڈیاں اپنی سختی کی وجہ سے ایک بڑی مدت تک زمین میں رہتی ہیں پھر ان کے اجزاء یکے بعد دیگرے تحلیل ہو کر بخار، مزاج و ممتزج اور بارش بن کر دریاؤں میں اور پاک غاروں پر گرتے ہیں۔ ان سے یاقوت، موتی اور جواہرات پیدا ہوتے ہیں جو بادشاہوں کے تاجوں، دولتمندوں کے ہاتھوں، اور کنواری عورتوں کی گردنوں میں جگہ پاتے ہیں۔ یہ سب عنایت الاہیہ سے ہوتا ہے۔ ہر چیز اپنے مقام پر رکھی جاتی ہے۔ اور اس کے معاد تک محفوظ رہتی ہے۔ پھر سحیق کے ذریعے انسانی شکل اختیار کرتی ہے۔ اور مستجیب بن کر دینی مراتب میں ترقی کرتی ہے۔ اُسے اپنے دین میں کبھی شک و شبہہ نہیں ہوتا۔ یہ اسی رتبہ کو پہنچتی ہے جس کو یہ صاحب جثۂ ابداعیہ کے زمانے میں پہنچی تھی۔ باب باب کے درجے کو، حجت حجت کے درجے کو، مومن مومن کے درجے کو پہنچتا ہے۔ ہر شخص گو کتنا ہی علم و معرفت حاصل کرے لیکن وہ اس درجے سے آگے نہیں بڑھ سکتا جس کو اس نے پہلے حاصل کیا تھا۔ ایک نفس کے صاف ہونے اور عالم صفا کی طرف چڑھنے کے بعد اس کے جسم میں دوسرا نفس اس کا خلیفہ بنتا ہے اور ترقی پاتا۔

گنہگار مومنوں کا معاد

ایسے مومنین جو اماموں کی ولایت کے قائل ہیں اور جو علم و معرفت بھی کچھ نہ کچھ رکھتے ہیں لیکن اُن سے کچھ گناہ بھی ہوئے ہیں ان کی ولایت ضائع نہ ہوگی لیکن اُن کے گناہ ان کے نفوس اور اکثر معارف حقیقیہ میں حائل ہوں گے۔ امامی ہیکل میں ان کا درجہ قدم کے نیچے ہوگا۔ ناسوت میں بھی ان کے نفس ریحیّہ کا رتبہ کم ہوگا۔ ان کے جسموں کو وہ درجہ حاصل نہ ہو سکے گا جو بے گناہ مومنوں کے جسموں کو حاصل ہوگا۔ یہ عذاب ادنی کے چند درکات میں مبتلا ہوں گے۔ عذاب کی آگ اُن کو پاک کریگی اس کے بعد سحیق، مزاج و ممتزج، غذا اور نطفے کے ذریعے قامۂ لفیہ اختیار کریں گے۔

ہونا ضروری ہے۔

ثواب اور عذاب کی نوعیت کے متعلق کافور الاخشیدی کے واقعات

کافور الاخشیدی ایک حبشی غلام تھا جو بنو عباس کی طرف سے چوبیس سال تک مصر کا والی رہا مولانا معز نے اسے قاہرہ کے محلات تعمیر کرنے کے احکام بھیجے تھے۔ اس نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ جب آپ مصر تشریف لائے تو وہ وفات پا چکا تھا۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ وہ مصر کا حاکم کیسے بن گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے سیہ فام اور غلام ہونے کی یہ وجہ تھی کہ اس نے دین کے کسی حدِ بزرگ کو جھٹلایا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ویوم القیامۃ تری الذین کذبوا علی اللہ وجوھھم مسودۃ"(۱) یعنی (اے پیغمبر) تم قیامت کے دن دیکھو گے کہ جن لوگوں نے خدا پر جھوٹ باندھا ہے اُن کے منہ کالے ہوں گے۔ اس کے خصّی ہونے کا سبب یہ تھا کہ اس نے کسی حد کی عورت سے زنا کیا تھا۔ اس لئے اُس کا عضوِ تناسل کاٹ ڈالا گیا۔ اُس کے مصر پر چوبیس سال تک حکومت کرنے کی یہ وجہ تھی کہ اُس نے ایک مصیبت زدہ حد کو ایک انگور کا خوشہ کھلایا تھا جس میں چوبیس دانے تھے۔ ہر دانے کے معاوضے میں اُسے ایک سال کی حکومت ملی۔ اللہ تعالیٰ کا عدل اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی ثواب سے محروم رہے اور نہ کسی کی خطا مُعاف کی جائے کیونکہ اس کے عدل کی میزان قائم ہے(۲)

تبصرہ

علمِ حقیقت کی اہم کتابیں

ہم نے علمِ حقیقت کے ایسے ضروری بیانات اوپر نقل کئے ہیں جن سے اس کے اہم مسائل پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ یہ بیانات "المبدأ و المعاد"(۳) اور "الانوار اللطیفہ"(۴)

---

(۱) القرآن ۳۹/۶۰ (۲) الانوار اللطیفہ۔ سرادق ۵۔ باب۔ فصل ۴۔

(۳) تصنیف سیدنا حسین بن علی بن محمد بن الولید متوفی ۶۶۷ھ۔

(۴) تصنیف سیدنا محمد بن طاہر بن ابراہیم متوفی ۵۸۴ھ۔

مولانا علی کو خلفائے ثلثہ کے ساتھ یمن بھیجا اور انھیں حکم دیا کہ تم سب جا کر یکے بعد دیگرے جنات کو خدا کے دین کی دعوت دو۔ آپ نے انھیں جنات کے ناموں سے بھی مطلع کیا۔ پہلے خلیفۂ اوّل نے انھیں بلایا۔ لیکن کسی نے جواب نہ دیا۔ پھر خلیفۂ دوم اور سوم نے بھی انھیں پکارا لیکن وہ بھی ناکام رہے۔ سب سے آخر میں مولانا علی نے بلایا۔ آپ کی دعوت کا انھوں نے جواب دیا۔ مدینے سے چلتے وقت آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ تم میں سے جس کو جن جواب دیں گے وہی میرا وصی اور خلیفہ ہوگا۔

مولانا علی نے ان جنات کو اسلام کی تعلیم دی۔ یہ مسلمان ہوئے اور آنحضرت کی رسالت اور آپ کی ولایت اور وصایت کا اقرار کیا۔ ان میں سے دو جن عبداللہ مددشاہ اور عبداللہ اودشاہ نے انسان کی صورت اختیار کی۔ یہ آپ کے ساتھ مدینہ آئے اور اسلام کی تجدید کے بعد پھر اپنے اصحاب کی طرف لوٹ گئے۔

اس کے بعد سیدنا موصوف نے "ذات العلم" کے کنوئیں کا واقعہ لکھا ہے۔ مولانا اس کنوئیں میں اترے اور جنات سے گفتگو کی۔ ان میں سے چند کو آپ نے قتل کیا اور چند مسلمان ہوئے۔

ایک تیسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ ایک جن جس کا نام "الھام بن الھیم" تھا۔ آنحضرت صلعم کے پاس پہنچا۔ آپ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ آپ پر اس نے سلام بھیجا۔ اس کی آواز سنائی دیتی تھی لیکن وہ خود دکھائی نہ دیتا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا تو کون ہے۔ اس نے کہا میں "الھام بن الھیم بن لاقیس بن ابلیس" ہوں۔ میں تمام انبیاء کا اقرار کرتا رہا اور آپ کا بھی اقرار کرتا ہوں۔ یہ جن حضرت نوح کا اقرار کرنے کے بعد چاند کے ذریعے سورج کے افق کی طرف چڑھ گیا تھا جیسا کہ ہم "صور" کے معاد میں کہہ چکے ہیں۔ پھر حضرت ابراہیم کے عہد میں نیچے اترا۔ اسی طرح ہر نبی کے زمانے میں کرتا رہا۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلعم کے زمانے میں اتر کر مسلمان ہوا اور وفات پائی۔ پھر فوراً افق العلیہ کی طرف لوٹ گیا۔ کیونکہ جو جنات گزشتہ ادوار میں مسلمان ہوئے ہیں اُن کا حضرت کے ہاتھ پر مسلمان

ہی میں بڑی تفصیل سے ملتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ مباحث اخوان الصفا کے رسائل میں منتشر طور پر پائے جاتے ہیں۔

علم حقیقت میں غلطیوں کے اسباب

چونکہ علم حقیقت کا اصل ماخذ اخوان الصفاء کے رسائل ہیں اور ان رسائل کے مسائل یونانی فلسفے سے ماخوذ ہیں جیسا کہ خود اخوان الصفاء نے اعتراف کیا ہے۔ گو بعض مقاموں پر انھوں نے اپنی رائے بھی ظاہر کی ہے[1] اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ہمارے حقیقت کے مسائل میں وہی غلطیاں ہوئی ہیں جو یونانی فلسفے میں ہوئیں۔ ہمارے اساتذہ یہ کہتے ہیں "کان ارسطالیس من اھل الحق" یعنی ارسطو اہل حق سے تھا اس لئے یونانی فلسفہ اہل حق کی میراث ہے۔ اگر ہم اس بات کو مان بھی لیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ یونانی فلسفے کے تمام مسائل درست اور صحیح نہیں نکلے۔ جدید علوم سائنس کی روشنی میں بعض بالکل غلط ثابت ہوئے۔ روحانی عالم کے مباحث علم مابعد الطبیعۃ سے تعلق رکھنے کی وجہ سے بہت پیچیدہ اور مشکل ہیں۔ ان میں نہ معلوم یونانی حکیموں نے کہاں کہاں غلطی کی ہے جسمانی عالم اور جرمانی عالم یعنے افلاک و کواکب وغیرہ کے مسائل جن کا تعلق مادّے اور طبیعت سے ہے غلطیوں سے خالی نہیں چنانچہ ارسطو نے کہا تھا کہ بھاری اوزان بہ نسبت ہلکے اوزان کے زمین پر جلد گرتے ہیں گلیلیو (Galileo 1564-1621) نے اس کی مخالفت کی۔ پادریوں نے اس کو مجرم قرار دیا کیونکہ اس نے ارسطو جیسے بڑے حکیم کے قول کو نہ مانا۔ گلیلیو نے ان کے روبرو دو وزن ایک سو پونڈ کا اور دوسرا ایک پونڈ کا پیسا (Pisa) کے جھکنے والے برج سے گرائے دونوں زمین پر برابر پہنچے جس سے ثابت ہوا کہ گلیلیو حق پر اور ارسطو باطل پر تھا۔[2] بطلیموس کا وہ نظام شمسی جس میں اس نے زمین کو مرکز قرار دیا تھا درہم برہم ہو گیا۔ ہماری تمام حقائق کی کتابوں میں جہاں عالم جرمانی کی ساخت کا ذکر ہے یہی ہے کہ مدبر عالم عقل عاشر

---

(۱) (أ) علة انحصار الافلاك والبروج والكواكب فی عدد مخصوص اخوان الصفا ج ۱ ص ۹۴ (ب) زمین کی گردش کے متعلق جیسا کہ ابھی معلوم ہوگا۔ (ج) وحدة الباری تعالیٰ رأی اخوان الصفا

(۲) Taylor, Wonders of the Universe P. 131

سے ماخوذ ہیں۔ ان کے انتخاب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں حقیقت کے جملہ مسائل مختصر طور پر آگئے ہیں۔ ان کے علاوہ علم حقیقت میں "کنز الولد"[1] "الشموس الزاهرة"[2] اور "الذخیرة"[3] ہیں۔ ان سب میں "کنز الولد" بڑے پائے کی کتاب سمجھی جاتی ہے۔ اس فن میں ایک طویل نظم بھی لکھی گئی ہے جس کا نام "لب اللباب"[4] ہے۔ اس کی ایک شرح ہے جو "صور الکتب فی شرح اللب"[5] کے نام سے مشہور ہے۔ متعدد رسائل بھی لکھے گئے ہیں لیکن اس میں تکرار کے سوا کچھ بھی نہیں۔

علم حقیقت کے ماخذ

علم حقیقت کا ماخذ اخوان الصفاء کے رسائل ہیں۔ سیدنا ابراہیم بن الحسین الحامدی المتوفی ۵۵۷ھ نے اپنی کتاب "کنز الولد" کے بیانوں کی تائید میں اکثر مقاموں پر "قال الشخص الفاضل صاحب الرسائل" کہا ہے جس سے اشارہ مذکورہ رسائل کے مصنف کی طرف ہے جو ہماری رائے کے مطابق مولانا احمد بن مولانا عبداللہ المستور المتوفی ۲۴۲ھ ہیں[6]۔ ان رسائل کے علاوہ سیدنا جعفر بن منصور الیمن، سیدنا حمید الدین کرمانی اور سیدنا مؤید کی تصنیفوں سے بھی چند مسائل لئے گئے ہیں۔

یہ ایک عجیب بات ہے کہ ظہور کے داعیوں کی جن کا ابھی ہم نے ذکر کیا ہے کوئی ایسی کتاب نہیں ملتی جس میں علم حقیقت کے مسائل تفصیل سے بیان کئے گئے ہوں۔ البتہ عالم روحانی کی معلومات تبیرہ رسائل، کتاب الریاض، راحة العقل وغیرہ میں پائی جاتی ہیں۔ اسی وجہ سے ہم لوگ ان کتابوں کو علم توحید میں شمار کرتے ہیں۔ نہ کہ علم حقیقت میں۔ ثواب اور عذاب کے مسائل صرف ستر کے داعیوں کی کتابوں

(۱) تصنیف سیدنا ابراہیم بن الحسین الحامدی متوفی ۵۵۷ھ۔
(۲) تصنیف سیدنا حاتم بن ابراہیم المتوفی ۵۹۶ھ۔
(۳) تصنیف سیدنا علی بن محمد بن الولید متوفی ۶۱۲ھ۔
(۴) تصنیف سیدی عبدعلی عماد الدین متوفی سنہ
(۵) تصنیف سیدی ابراہیم بن جعفر جی معروف بہ "دانوتی" متوفی سنہ
(۶) اخوان الصفاء کے مصنفوں پر تفصیلی بحث کے لئے ملاحظہ ہو (تاریخ فاطمیین مصر فصل ۳۴)۔

ہے کہ خلق اور دین آپس میں ایک دوسرے کی صداقت پر شہادت دیتے ہیں کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ مولانا احمد نے بعض مقامات پر فلاسفہ کے خیالات کی تردید بھی کی ہے۔ چنانچہ جزء ثالث کی ابتداء میں "مبادی الموجودات العقلیہ علی رأی الفیثاغورثیین کی تردید" مبادی الموجودات العقلیہ علی رأی اخوان الصفاء" سے کی ہے۔ اسی طرح اور مقاموں پر" ولیس الامر کما ظنوا وتوھموا" کہہ کر فلسفیوں پر اعتراض کیا ہے۔ لیکن زمین کے وسط ہوا میں ساکن ہونے کے مسئلے میں آپ نے یونانی خیال سے اتفاق کیا کر اور یہ کہا ہے کہ ہماری بھی یہی رائے ہے اور یہی صحیح ترین قول ہے۔ حالانکہ زمین کی گردش کا نظریہ بہت قدیم ہے جو فیثاغورث کے تقریباً ایک صدی بعد سے چلا آ رہا ہے۔ سب سے اوّل جس نے یہ خیال ظاہر کیا فیثاغورث کا ایک شاگرد فلولاؤس تھا[1]۔ گویا مولانا احمد سے کئی صدیوں پہلے یہ نظریہ قائم ہو چکا تھا۔ اگر آپ بھی اس کے قائل ہوتے تو اس کی تائید کرتے بخلاف اس کے آپ نے ایسے فلسفیوں کی تائید کی ہے جو زمین کو ساکن مانتے ہیں[2]۔

ہمارے لٹریچر میں رسائل اخوان الصفاء کا درجہ

دوسری وجہ قول مذکور کے مفید نہ ہونے کی یہ ہے کہ ہماری دعوت کے لٹریچر میں اخوان الصفاء کے رسائل کا درجہ دوسری تمام کتابوں سے بہت اونچا ہے۔ سیدنا عبد علی سیف الدین متوفی ۱۲۳۲ھ نے تو ان کا نام "قرآن الائمہ" رکھا ہے۔ جس طرح کلام اللہ کو "قرآن الامہ" کہا ہے۔ ہمارے اسماعیلی بھائیوں کو ان کے تمام مسائل کی صحت پر ایسا پورا بھروسہ ہے کہ ان کے کسی مسئلے میں شک کرنا کفر سمجھتے ہیں اسی وجہ سے اساتذہ جو دعوت کی کتابیں پڑھاتے ہیں یہ کہتے ہیں جو لوگ زمین

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (فصل ابتہرہ۔ زیر عنوان "راحۃ العقل کی بنا یونانی علوم پر ہے" ذیلی نوٹ)
(۲) " " " " " " " " "

نے زمین کو مرکز بنایا اور اس کے گرد نو افلاک کو گھمایا۔ اب یہ یونانی نظریہ مشاہدے کی بنا پر بالکل غلط ثابت ہو چکا۔ فوکالٹ پنڈولم جس کا تجربہ ہر روز لندن کے سائنس میوزیم واقع ساؤتھ کنسنگٹن میں کیا جاتا ہے ہر شخص دیکھ سکتا ہے۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ عاشر مدبر نے سات ستارے بنائے اب سیاروں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا۔ "اخوان الصفاء" یہ کہتے ہیں کہ صرف چاند تاریک ہے اور باقی تمام ستارے اپنے ذاتی نور سے چمکتے ہیں[1] لیکن دوربین سے اب چاند کی طرح زہرہ وغیرہ بھی تاریک ثابت ہوئے۔ یہ دوربین کی پہلی فتح ہے جس طرح چاند کی ہیئتیں نظر آتی ہیں اسی طرح زہرہ کی ہیئتیں بھی دوربین سے دکھائی دیتی ہیں۔ حکماء افلاک اور کواکب کی طبیعت کو طبیعت خامسہ کہتے ہیں اور اس کی یہ وجہ بتاتے ہیں کہ ان میں کوئی تغیر واستحالہ نہیں ہوتا۔[2] اب خود سورج میں بھی جسے علمائے حقائق تمام و کمال کا نمونہ سمجھتے ہیں[3] دھبے دیکھے جا سکتے ہیں جو گھٹتے اور بڑھتے رہتے ہیں۔

یہ کہنا مفید نہ ہوگا کہ اخوان الصفاء کے مصنف مولانا احمد بن عبداللہ کا مقصد یہ تھا کہ آپ خلیفہ مامون اور اس کی ملحد جماعت کو دین کے سیدھے راستے پر لائیں اور انھیں اس امر کا قائل کریں کہ عالم کا کوئی پیدا کرنے والا ہے جس نے مشہور حدیث: "ان اللہ اسّس دینہ علی مثال خلقہ لیستدل بخلقہ علی دینہ وبدینہ علی توحیدہ" کی رو سے سات افلاک، سات سیارے اور بارہ برجوں کے نمونے پر خدا کے دین میں سات نطقاء، سات ائمہ اور بارہ نقباء قائم کئے ہیں۔ جیسا کہ "الرّسالۃ الجامعہ" سے پتہ چلتا ہے۔ اس مقصد کی تکمیل آپ نے یونانی فلاسفہ کے اقوال سے کی۔ اِن ہی کے خیالات کے مطابق گو وہ غلط اصول پر مبنی تھے انھیں سمجھایا۔ کتاب "راحۃ العقل" میں بھی باب الابواب سیدنا حمید الدین کرمانی اس قسم کی متعدد میزانیں بنام "میزان الدّیانۃ" قائم کی ہیں اور فرمایا

(۱) رسائل اخوان الصفاء ۲/۳ (الرسالۃ الثانیہ من الجسمانیات الطبیعیات فصل فی بیان الظلمتین الموجودتین فی العالم۔ یہ پوری فصل غور کے قابل ہے)

(۲) اخوان الصّفاء ۲/۳۹۔ (۳) یہ خیال یونانی فلاسفہ کا ہے۔

ہیں سات ہی نطقا اور سات ہی ائمہ کا ہونا ضروری ہے جو دین کے افلاک کہے جاتے ہیں اور جن کا سلسلہ جسمانی عالم کی صفائی تک جاری رہے گا جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عالم روحانی میں سات عقول منبعثہ۔ عالم جسمانی میں سات افلاک اور سات کواکب سیارہ۔ عالم زمین میں سات اقلیمیں۔ عالم زمانہ میں سات دن، عالم انسانی میں سات منہ کے منافذ۔ عالم جسد میں سات اعضائے رئیسہ، عالم نباتات میں سات بھٹے[1]۔ عالم شریعت میں کلمۂ طیبہ کے سات مقاطع[2] اور عالم قرآن میں سات مثانی کے مقابلے پر اپنے دین میں سات نطقاء اور سات ائمہ قائم کئے ہیں۔ ان نطقاء اور ائمہ کے ہمیشہ سات سات ہونے میں کبھی فرق نہ آئے گا کیونکہ یہ وہ خدا کی مخلوق ہے جس میں کبھی کوئی فتور نظر نہیں آئے گا جس طرح خدا فرماتا ہے بدء ما تریٰ فی خلق الرحمٰن من فتور" یہ خدا کی وہ سنت ہے جس میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں پائی جائے گی جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:۔ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا" اگر مذکورہ تعداد کو گھٹائیں یا بڑھائیں تو دین میں تغیر لازم آئے گا جو ناممکن اور محال ہے۔ افلاک جسمانی کے وجود پر اب تک ہم کوئی دلیل قائم نہ کر سکے سیاروں کی تعداد میں جوں جوں زمانہ ترقی کر رہا ہے اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اقلیموں کی تعداد بھی جو بتائی گئی ہے وہ اب باقی نہ رہی اور اس کا تعلق چونکہ علوم منقولہ سے ہے اس لئے ان کا ایک ہی تعداد پر باقی رہنا ناممکن ہے سات اعضائے رئیسہ کی تعیین مشکل ہے۔ ان امور پر غور کرنے کے بعد ہماری دعوت کی بنا جو سات نطقاء اور سات ائمہ پر رکھی گئی ہے اس کی استواری اور مضبوطی بھی توجہ طلب ہو جاتی ہے۔

جب مادی عالم کے بعض اہم مسائل صحیح اور درست ثابت نہ ہوئے تو ممکن ہے کہ ثواب اور عذاب کے دقیق اور پیچیدہ مسائل میں بھی کچھ ایسے ہوں گے جو غلط اصول پر مبنی ہوں۔ ان کی صحت پر کس طرح بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ خاص کر جب کہ

(۱) سبع سنبلات خضر واخر یابسات (القرآن ۱۲/۴۳)
(۲) کلمۂ طیبہ کی تاویل کے لئے ملاحظہ ہو (فصل ۱۵)

کی گردش کے قائل ہیں حقیقت میں ان کا دماغ چکرا رہا ہے۔ اگر ہم اس بارے میں کوئی حجت پیش کرتے ہیں تو استاد ڈانٹ کر کہتا ہے کہ تم اور امام کے ارشاد پر یہ اعتراض چھوٹا مُنہ اور بڑی بات۔ خود اخوان الصفا نے اپنے جو بلند روحانی مراتب بتلائے ہیں وہ معلوم ہو چکے ہیں۔

مذکورۂ بالا اغلاط کے معلوم ہونے کے بعد ان کو علم حقیقت میں شامل کرنا اور یہ کہنا کہ یہ علم انبیاء، علم اوصیاء، اور علم ائمۂ معصومین سے ماخوذ ہے جسے سخت عہود اور مواثیق کے بعد ہی "من لسان الی اذن" ظاہر کیا جاتا ہے جس کی طرف آیۂ کریمہ تلك آیات بیّنات فی صدور الذین اوتوا العلم سے اشارہ ہے جس کے پڑھانے سے پہلے بخوبی بطور امتحان لیا جاتا ہے جس میں اولیاء اللہ کے اسرار بھرے ہوئے ہیں جس کی حفاظت کے لئے وہ امانت یعنی خدا کا وہ عہد ومیثاق لیا جاتا ہے جیسے اس نے ملائکہ مقربین، انبیائے مرسلین، اوصیائے طاہرین اور ائمہ معصومین سے لیا ہے[1] جو اس کے نام کی طرح ہیں عالم روحانی، عالم جسمانی اور عالم جسمانی کی حقیقت سے آگاہ کرتا ہے جس کا مطالعہ بغیر امام یا داعی کی اجازت کے جائز نہیں اور جس کے معارف پر اعتماد رکھنے میں نفوس کی نجات مضمر ہے۔ کہاں تک درست اور حق بجانب ہے۔ سیدنا حسین بن علی بن محمد بن الولید متوفی ۶۶۷ھ نے تو جس شخص کو "المبداء والمعاد" بھیجا ہے اس پر یہ شرط عائد کی ہے کہ تم اس کا ایک حرف بھی نقل نہ کرو۔ صرف پڑھ کر واپس کرو۔[2] لیکن اس زمانے میں اس کا ترجمہ گجراتی زبان میں ہو گیا ہے حقیقت کے پڑھنے والوں سے ایسی سخت شرطیں کی جاتی ہیں۔

ہماری دعوت کی بنا سات کے عدد پر رکھنے اور ہمارے فرقہ کو سبعیہ کہنے کے اسباب

اس مقام پر ایک دوسری مصیبت یہ پیش آتی ہے کہ ہماری اسماعیلی دعوت کی بناء سات پر ہے جسے عدد کامل کہتے ہیں اسی وجہ سے ہمارا فرقہ سبعیہ کہلاتا ہے۔ ہمارے اسماعیلی مذہب کے سات ادوار

---

(۱) کنز الولد صفحہ ۱۳-۶۲۔ اور اکثر علم حقیقت کی کتابوں میں۔

(۲) المبداء والمعاد صفحہ ۴۔

ماہ کا روشن النصف، سال کا روشن نصف، چاند اور آفتاب اور بجلی سے ہوتی ہوئی بالآخر برہمہ میں داخل ہوتی ہیں جہاں سے وہ کبھی واپس نہیں ہوتیں"[1]

یہ عبارت "تاریخ ہندی فلسفہ" سے نقل کی گئی ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے کے بعد یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ہماری حقیقت کے اکثر نظریے ہندی فلسفے سے لئے گئے ہیں جو ہماری کتابوں سے کئی ہزار سال پہلے مدوّن ہو چکا تھا۔ ہمارے تین ادوار یعنی دورِ کشف، دورِ فطرت اور دورِ ستر کا مقابلہ ہندی فلسفے کے چار ارکول (۱) کرتیا یوگا (۲) تریتا یوگا (۳) دواپرا یوگا (۴) کالی یوگا سے کیا جا سکتا ہے۔ پہلے یوگا میں خیر ہی خیر ہوتی ہے گھٹتے گھٹتے کالی یوگا میں خیر کا صرف چوتھا حصہ رہ جاتا ہے یعنی شر خیر پر غالب ہو جاتا ہے۔ پھر کرتیا یوگا شروع ہوتا ہے۔ اسی طرح عالم کا نظام جاری رہتا ہے جس طرح تمام روحیں برہمہ میں جمع ہوتی ہیں اسی طرح ہماری دعوت کے تمام حدود منبعث اول کے ضمن میں اکھٹا ہو جاتے ہیں جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔ دس ہزار سال میں دور کا بدلنا ہندو مذہب کے علماء کی رائے ہے۔

حقیقت کے چند اہم مسائل میں اختلاف

تاویل کی طرح حقیقت بھی اختلافات سے خالی نہیں اس کا ثبوت سیدی عبد علی عماد الدین مصنف "لب اللباب" کے جگہ جگہ "قیل قیل" کہنے سے ملتا ہے[2] ایسے اختلافات کی چند مثالیں ہم یہاں پیش کرتے ہیں:-

(۱) عالم مادی کی علت منبعث ثانی کا وہم اور لغزش ہے جو ایک عارضی چیز ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلے معلوم ہو چکا ہے۔ لیکن "ضیاء الحلوم" کے مصنف سیدنا علی بن حنظلہ متوفی ۶۲۶ھ فرماتے ہیں کہ پورا عالم عالم ابداع کا معلول ہے۔ جب تک اس کی علت باقی رہے گی یہ بھی باقی رہے گا[3] یونان

---

(۱) "تاریخ ہندی فلسفہ" تالیف، رائے شیو موہن لال صفحہ ۸۰ مطبوعہ جامعہ عثمانیہ۔
(۲) صوان الکتب فی شرح اللب لسیدی ابراهیم (الوثی)
(۳) صوان الکتب فی شرح اللب صفحہ ۹۲۰-۹۲۱ (بحوالہ الرسالۃ الجامعہ وضیاء الحلوم)

بعض مسائل غیر معقول نظر آتے ہیں۔ چنانچہ یہ کہا جاتا ہے کہ دعوت کے ضد یعنی دشمن کی وفات کے وقت اس کا نفس اس کے جسم میں شائع ہو جاتا ہے۔ صرف اس کا تصور یعنی صورت اس سے الگ ہو کر بھٹکتی پھرتی ہے اور عذاب میں مبتلا رہتی ہے۔ لیکن صورت ایک عرض ہے جو بغیر جوہر کے قائم نہیں رہ سکتی۔ اس اعتراض کو رفع کرنے کے لئے ہمیں مجبوراً یہ کہنا پڑا کہ اس صورت کا حامل نفس کا ایک ٹکڑا ہے جسے شظیہ[1] کہتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا جسم کے تجزیے کی طرح نفس کا بھی تجزیہ ہو سکتا ہے۔

ثواب و عذاب کے مسائل کا ماخذ

اخوان الصفاء کے رسائل کے علاوہ ثواب و عذاب کے اکثر مسائل ہم نے اہل تناسخ سے لئے ہیں۔ اس کے متعلق ہم سیدنا محمد بن طاہر کا قول نقل کر چکے ہیں "حیوان کی صورت میں جو تبدیلی ہوتی ہے وہ استحالہ، غذا اور ولادت کے طریقہ سے ہوتی ہے جیسے تحقیق کہا جاتا ہے نہ کہ میت کا نفس اس کی موت کے وقت کسی نومولود بچے میں منتقل ہو جاتا ہے جیسا کہ اہل تناسخ کی رائے ہے جو جہالت اور گمراہی پر مبنی ہے اس قسم کا اعتقاد جائز نہیں بلکہ ایسا اعتقاد رکھنے والا ملعون اور ہالک ہے۔" لیکن ہندی فلسفے کے دیکھنے کے بعد وہ اور ہم قالبوں کے بدلنے کی کیفیت پر بھی متفق نظر آتے ہیں جیسا کہ ذیل کی عبارت سے واضح ہے:-

جن لوگوں نے خیرات کے کام کئے مثلاً کنواں کھدوایا وغیرہ مرنے کے بعد ان کی روح پہلے دھویں میں داخل ہوتی ہے پھر اندھیری راتوں سے گزرتی ہوئی چاند تک پہنچتی ہے اور جب تک اس کے نیک کام باقی رہتے ہیں وہاں مقیم رہتی ہے پھر اس کے بعد ہوا، دھواں، کہر، بادل، بارش، نباتات، غذا اور تخم سے ہوتی ہوئی انسان کی غذا کی مطابقت سے رحم مادر میں داخل ہوتی ہے اور پھر پیدا ہو جاتی ہے۔ دوسرا راستہ دیوتاؤں کا ہے۔ یہ ان لوگوں کے لئے مخصوص ہے جو اعتقاد اور ریاضت کی تربیت پائے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ روحیں موت کے وقت مختلف مدارج شعلہ، دن

(۱) الشظیہ کل فلقۃ من شیئ کفلقۃ العود والقصبۃ والعظم۔

(۶) زمین کے نیچے کے حصے میں جو مسامات ہیں ان کے ذریعے دعوت کے اضداد یعنی دشمن صخرہ میں داخل ہوں گے اور کورِ اعظم تک عذاب میں رہنے کے بعد چار کنوؤں سے باہر آئیں گے جو زمین کی اوپر کی سطح پر ہیں۔ ایک کنواں حضرموت کی ایک وادی میں ہے جسے "برہوت" کہتے ہیں۔ دوسرا خراسان میں ہے تیسرا "المغرب" میں ہے۔ چوتھے کا نام مجھے یاد نہیں رہا جیسا کہ سیدنا محمد بن طاہر نے "الانوار اللطیفہ" میں لکھا ہے۔ سیدنا علی بن محمد بن الولید اپنی کتاب "الذخیرہ" میں لکھتے ہیں کہ زمین کی چار سمتوں میں چار منفذ ہیں مشرق میں برہوت وشفا، مغرب میں آبرا، شمال میں میدوم (اجرف) اور جنوب میں جبہ (سجیق) ہے۔ ان دو بیانوں میں جو اختلاف ہے وہ ظاہر ہے۔ اس کے علاوہ "الذخیرہ" کے بیان سے ایسا پایا جاتا ہے کہ اضداد کے اجسام کا بخار اور دھواں ان چار منفذوں کے ذریعے جو زمین کے اوپر کی سطح پر ہیں زمین میں اتر کر صخرہ میں داخل ہوتا ہے۔ بخلاف اس کے "الانوار اللطیفہ" میں یہ ہے کہ یہ بخار اور دھواں زمین کے نیچے کی سطح سے مسامات کے ذریعے اوپر چڑھتا ہے۔ پھر سجیق کے درجے سے گزر کر انسان بنتا ہے۔ یہ چار کنویں یا منفذوں کی تحقیق کس طرح ہو سکتی ہے؟ کیا یہ اتنے عمیق ہیں کہ ان کی گہرائی صخرے تک پہنچ گئی ہے۔ اگر ایسا ہے تو ہر کنویں کا عمق چار ہزار میل ہوگا کیونکہ زمین کا قطر تقریباً آٹھ ہزار میل ہے۔

"لب اللباب" کے دیکھنے سے حقائق کے مسائل میں جو اختلاف ہوا ہے وہ روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے۔ جگہ جگہ پر "قیل قیل" کا اعادہ کیا گیا ہے۔ حالانکہ کتاب مذکور کے تمام مسائل ہمارے داعیوں کی کتابوں ہی سے لئے گئے ہیں۔ مولف نے انھیں صرف نظم کر دیا ہے۔ علامہ ابراہیم بن جعفرجی مرحوم والوتی (متوطن سورت) نے ہر مسئلے کا حوالہ اپنی تالیف "صور الکتب فی شرح اللب" میں بتایا ہے۔ اس کے بعد ہمارا یہ کہنا ہے کہ اہل علم یعنے اہل ظاہر کے مقابلے میں ہم اہل وفاق ہیں کہاں تک درست ہے حقائق میں جب اختلاف ہو تو وہ حقائق نہیں رہتے۔ پھر ہم کس طرح فخر کر سکتے ہیں کہ

کے بعض فلسفیوں کا بھی یہی قول ہے جو عالم کو قدیم مانتے ہیں۔

(۲) حرکت اولی کا مبدا وہ وہمی نقطہ ہے جو فلک محیط کا جزء اشرف اور برج حمل کا سر ہے۔ لیکن یہ بھی کہا گیا ہے کہ حرکت اولی کا مبدء شمس ہے[1]

( ) سیدنا محمد بن طاہر کہتے ہیں کہ صاحب جثۂ ابداعیۃ سرندیب والے غار سے نکلے لیکن "المجموع فی الحقائق" کے مؤلف کا یہ قول ہے کہ صاحب جثۂ ابداعیۃ مکہ اور غدیر خم کے غاروں سے نکلے۔ یہ کہنے کے بعد مؤلف مذکور سوال کرنے والے سے کہتے ہیں کہ یہ بھید "اسرار کبار" میں سے ہے جو ہر شخص کو نہیں بتایا جا سکتا۔ لیکن چونکہ تجھ پر مجھے بھروسہ ہے اس لئے میں نے تجھے اس سے آگاہ کیا۔ اس مقام پر غور کرنے کی یہ بات ہے کہ صاحب جثۂ ابداعیۃ کی پیدائش سرندیب میں ہوئی۔ اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ خط استواء کے مقامات پر موسم معتدل رہتا ہے۔ اور شریف ترین انسانوں کے لئے ایسے ہی موسم کی ضرورت ہے لیکن یہ سبب مکہ معظمہ اور غدیر خم میں نہیں پایا جاتا۔ پھر اشخاص فاضلہ کا وجود ان مقاموں پر کس طرح ہوا۔[2] دوسری بات توجہ کے قابل یہ ہے کہ خط استواء کے باشندوں کا معتدل المزاج ہونا حکیم بوعلی سینا کی رائے ہے جس پر اعتراض کیا گیا ہے۔ وہاں تو سخت گرمی پڑتی ہے

(۴) دور کشف میں ہر دس ہزار سال کے بعد ایک قائم ہوگا۔ اس حساب سے قائموں کی تعداد پانچ ہوگی لیکن بعض کتابوں میں یہ ہے کہ ہر سات ہزار سال کے بعد ایک قائم ہوگا۔ اس لحاظ سے دور کشف میں سات قائم ہونگے[3]

(۵) آسمان اور زمین کی پیدائش کے لئے جو مدت لگی اس میں بھی اختلاف ہے۔[4]

---

(۱) صور الکتب فی شرح اللب صفحہ ۲۸۳ - ۲۸۷ (بحوالہ کنز الولد، کتاب الذخیرۃ فی الحقائق) (۲) صور الکتب فی شرح اللب صفحہ ۳۸۱ - ۳۸۳ (بحوالہ تاویل الدعائم، الایضاح والبیان، المجموع الشریف فی الحقائق) (۳) صور الکتب فی شرح اللب صفحہ ۴۲۶ - ۴۲۹ - (بحوالہ کنز الولد، زہر المعانی۔ ضیاء البصائر) (۴) صور الکتب فی شرح اللب صفحہ ۲۸۸ - ۲۸۹ - (بحوالہ اخوان الصفاء، کنز الولد۔ ایضاح المبیان)

مبتلا ہیں حبشیوں کے علاوہ ہمارے شہر میں بہت سے کالے رنگ والے دکھائی دیتے ہیں کیا ان پر بھی یہی حکم لگایا جا سکتا ہے۔ حالانکہ چہرے کا گورا یا کالا ہونا آب و ہوا کا اثر ہے نہ کہ اچھے یا برے کام کرنے کا۔ کلام مجید میں جو آیا ہے کہ نیک لوگوں کے چہرے روشن اور برے لوگوں کے چہرے کالے ہوں گے اس کا مطلب یہ ہے کہ نیک لوگ خوش ہوں گے اور برے لوگ رنج و افسوس کریں گے جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے:۔ واذا بشر احدھم بما ضرب للرحمٰن مثلا ظل وجھہ مسودا وھو کظیم"

کیا ہر خصی کے خصیے نکال دیئے جانے کا وہی سبب ہے جو بتایا گیا ہے؟

اگر جنم کا ثواب اور عذاب دوسرے جنم میں دینا ہی میں مل جاتا جیسا کہ اہل تناسخ کہتے ہیں تو دنیا میں نیکی کرنے کا موقع ہی نہ رہتا۔ ہمدردی، مہربانی اور ایثار سے دنیا ناآشنا ہو جاتی۔ کیونکہ کسی عذاب یافتہ کے ساتھ ہمدردی اور اچھا سلوک کرنا گویا اللہ تعالیٰ کے فعل میں دخل دینا ہوگا۔

حقیقت پڑھنے کے بعد ہمارے بھائیوں کی ذہنیت کچھ ایسی ہو جاتی ہے کہ وہ جب کسی مخلوق کو دیکھتے ہیں تو فوراً اس پر کچھ نہ کچھ حکم لگا دیتے ہیں۔ خدا بخشے میرے ایک محترم عزیز ایک دفعہ میرے ساتھ فیل خانہ کی طرف سے گزرے۔ ہاتھیوں کو دیکھ کر کہنے لگے یہ ہاتھی اگلے جنم میں بڑے متکبر اور مغرور انسان تھے جو کسی کے سامنے سر نہ جھکاتے تھے۔ اس جنم میں اللہ تعالیٰ نے انھیں ایسا ذلیل پیدا کیا ہے کہ وہ اپنی سونڈیں زمین پر رگڑ رہے ہیں۔ ایک دوسرے موقع پر وہی عزیز مجھ سے دواخانے میں ملے جب کہ ایک ڈاکٹر کسی بیمار کے عضو تناسل کا آپریشن کر رہا تھا۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ یہ ڈاکٹر آنے والے جنم میں اندھا پیدا ہوگا کیونکہ یہ اعضائے تناسل دیکھا کرتا ہے۔ اسی اصول پر ہماری حقیقت کی کتابوں میں کہا گیا ہے کہ جو شخص زنا کا مرتکب ہوگا وہ آنے والے جنم میں بندر کا قالب اختیار کرے گا۔ اس لئے کہ بندر اس فعل کے بہت مرتکب ہوتے ہیں۔(۱)

(۱) "ازنی من القرد" عرب کا قول ہے۔

ہم ہی حقائق جانتے ہیں اور اہل ظاہر جنہوں نے ائمہ کو چھوڑ دیا ہے ان سے بے بہرہ ہیں

صخرہ کی عجیب و غریب کیفیت

صخرہ کی تشبیہ ایک پیتل کی ہانڈی سے دی گئی ہے جس کا بیچ کا حصہ خالی ہوتا ہے اس میں گندک کے پتھر ہوتے ہیں اس کی چھت سخت چٹان کی بنی ہوئی ہوتی ہے جب آفتاب زمین کے نیچے جاتا ہے تو یہ ہانڈی گرم ہو جاتی ہے۔ ہم کو شاید اس وجہ سے یہ خیال پیدا ہوا ہوگا کہ جب ہم نے اس فن میں کتابیں لکھیں اس وقت تک امریکہ کا پتہ نہیں چلا تھا۔ ہم نے یہ سمجھا کہ زمین کے نیچے جگہ خالی ہے۔ اسی وجہ سے ہم نے یہ کہا کہ صخرہ کے نیچے کے حصے میں مسام اور منافذ ہوتے ہیں جن سے اضداد کے اجسام کا بخار چڑھتا ہے اور جب آفتاب زمین کے نیچے جاتا ہے تو صخرہ گرم ہو جاتا ہے۔ زمین کے اوپر کے حصے میں چار منافذ بتائے گئے ہیں جن سے اضداد کے اجسام کا بخار قیامت کے روز اوپر آئے گا۔ اس طرح کہنے کی وجہ یہ ہوگی کہ اس زمانے میں ہم یہ سمجھتے تھے کہ زمین کے اوپر ہی بستی ہے۔ نیچے کچھ بھی نہیں۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آفتاب جب زمین کے اوپر رہتا ہے اس وقت صخرہ کیوں گرم نہیں ہوتا۔ حالانکہ زمین کے وسط سے اس کے اوپر کی سطح تک جو فاصلہ ہوگا وہ تقریباً اتنا ہی ہوگا۔ جو اس کے وسط سے اس کے نیچے کی سطح تک ہوگا معذبین کی کیفیت جو بیان کی گئی ہے کہ کسی کے سو کسی کے ہزار سر ہوں گے۔ کسی کے سر اس کے پیٹ میں، کسی کے اس کی پیٹھ میں اور کسی کے سر اس کے دونوں پاؤں میں ہوں گے۔ اور ایک دوسرے کو قتل کرے گا۔ پھر مقتول اپنی پہلی شکل سے بدتر شکل میں زندہ ہو جائے گا۔ اور ایسی جنگ ہمیشہ جاری رہے گی۔ اس سے ہماری حقیقت ایک افسانہ بن جاتی ہے۔ اس کے بعد زمین کی چار جہتوں کی جو کیفیت بیان کی گئی ہے جہاں اضداد پر عذاب ہوگا وہ بھی تحقیق طلب ہے۔

ہمارے بھائیوں پر حقیقت پڑھنے کا خطرناک اثر۔

کافور اخشیدی کے متعلق جو روایت مولانا امام معز سے وارد ہوئی ہے اس کی بنا پر کیا ہر حبشی کے سیاہ فام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے کسی نہ کسی حد کو جھٹلایا ہوگا۔ اگر ایسا ہو تو تمام حبشی ایک عذاب میں

نہ کہ کھٹوں اور دانوں کی تعداد سات سو پر موقوف ہے۔

ایک تیسری مثال اس قسم کی غلطی کی ہے کہ ہم نے "انطلقوا الیٰ ظل ذی ثلاث شعب لا ظلیل ولا یغنی من اللھب انھا ترمی بشرر کالقصر" کی تفسیر یہ کی ہے کہ مدبر عالم یعنے عقل عاشر نے ان صورتوں سے جنھوں نے آپ کا کہنا نہ مانا یہ کہا کہ تم جسم بن جاؤ جس کی تین مقداریں یعنی طول عرض اور عمق ہیں۔ حقیقت میں یہ آیت جہنم کی آگ کے دھوئیں سے متعلق ہے مقصود آگ کی بڑائی ہے۔ کیونکہ جس آگ کے دھوئیں میں کثرت سے شاخیں ہوں گی وہ ضرور بڑی ہو گی تین کے عدد سے مراد کثرت ہے نہ کہ مخصوص عدد۔

ہماری غلطی کی چوتھی مثال "انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا"، کی تفسیر ہے اس کا مطلب ہم نے یہ سمجھا کہ اماموں کی بیویاں ایام سے پاک ہوتی ہیں۔ یعنے انھیں کبھی حیض نہیں آتا

الاہیات کی تشبیہوں اور تمثیلوں کو حقیقت سمجھنا

ہمارے بھائیوں پر اب یہ بات روشن ہو گئی ہو گی کہ ہمارے علم حقیقت کا کچھ حصہ یونانی فلسفے سے اور کچھ حصہ اہل تناسخ کے نظریوں سے تھوڑے سے فرق کے ساتھ لیا گیا ہے فلسفیوں کے خیالات اور اہل تناسخ کے عقیدے ہمارے علم حقیقت سے کئی صدی پہلے پھیل چکے تھے اس لئے اس میں وہی غلطیاں ہوئی ہیں جو اس کے ماخذ میں تھیں۔ جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں جب حقیقت حال یہ ہے تو ہم اپنے علم حقیقت کو کس طرح علوم انبیاء علوم اوصیاء اور علوم ائمہ میں شمار کر سکتے ہیں خاص کر جب اس کے بعض مسائل مشاہدے کے خلاف ہیں۔

روحانی عالم کی پیدائش، آسمان و زمین کی خلقت، جنت و جہنم کی کیفیت، ثواب اور عذاب کی نوعیت وغیرہ یہ سب مسائل الاہیات سے تعلق رکھتے ہیں۔ چونکہ ان کا پورا سمجھنا انسانی عقل کے بس کی بات نہیں اس لئے یہ آسمانی کتابوں میں تمثیلوں اور تشبیہوں کے ذریعے سمجھائے گئے جیسا کہ

قرآن مجید کے سمجھنے میں ہماری غلطیاں

کلام مجید کی آیتوں کے سمجھنے میں اہل ظاہر کے بعض مفسرین کی طرح ہم نے بھی غلطی کی ہے۔ آیہ کریمہ :۔ "ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت فقلنا لھم کونوا قردۃ" میں بعض مفسرین کہتے ہیں کہ وہ لوگ صورت شکل وغیرہ میں سچ مچ بندر بن گئے تھے بعض کہتے ہیں کہ یہ بندر جو درختوں پر چڑھتے اور ایک ٹہنی سے دوسری ٹہنی پر اچھلتے کودتے پھرتے ہیں ان ہی بندروں کی پود میں سے ہیں۔ اسی طرح ہم نے بھی سمجھ لیا کہ ائمہ کے دشمنوں کو اللہ تعالیٰ مسخ کرکے بندر بنا دے گا۔ یہ خیال غلط ہے۔ کوئی عقلمند اسے تسلیم نہیں کرے گا۔ اسی سبب سے بعض مفسرین نے بھی یہود کے سچ مچ بندر بن جانے سے انکار کیا ہے۔ بیضاوی میں لکھا ہے :۔ وقال مجاھد ما مسخت صورتھم ولکن قلوبھم فمثلوا بالقردۃ کما مثلوا بالحمار فی قولہ تعالیٰ کمثل الحمار یحمل اسفارا" یعنے مجاہد کا قول ہے کہ ان کی صورتیں بندر کی سی نہیں ہوگئیں بلکہ ان کے دل بندروں کے سے ہو گئے اور اسی لئے بندروں سے ان کو تشبیہ دی گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جو توریت پڑھتے تو ہیں لیکن اس پر عمل نہیں کرتے گدھے کے ساتھ تشبیہ دی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہیں۔

ایک دوسری مثال ہماری غلطی کی "ثم فی سلسلۃ ذرعھا سبعون ذراعا فاسلکوہ" کی تفسیر ہے۔ ہم نے "سبعون" کے لفظ سے سمجھ لیا کہ عذاب کے ہر درجے میں ستر قالب بدلنے پڑیں گے۔ حالانکہ ایسے موقعوں پر سبعون کا لفظ عربی میں کثرت پر دلالت کرتا ہے نہ کہ مخصوص عدد پر۔ "سبع سمٰوٰت" یعنے سات آسمانوں کے سمجھنے میں بھی ہم نے یہی غلطی کی ہے اور ان کا مقابلہ سات نطقاء اور سات ائمہ سے کیا ہے۔ حقیقت میں کواکب سیارہ کے دائرے سات سے زیادہ ہیں۔ اس کی کئی مثالیں عرب کے کلام میں ملیں گی جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔ "کحبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مأئۃ حبۃ" مطلب یہ ہے کہ ایک دانے سے کئی بھٹے اور دانے نکلتے ہیں

کوئی رمز، اشارہ یا تاویل نہو۔ ورنہ وہ حقیقت نہیں رہے گی۔ پھر اس کی حقیقت بیان کرنے کی ضرورت ہوگی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ من ظلمة الشبهات ویحققها ببراهین صاحب الدور وینتهون عند ذلك الى الدور۔ (زهر المعانی صفحہ ۲۵۸ الدور)

خدائے تعالیٰ فرماتا ہے :۔ وتلک الامثال نضربها للناس وما یعقلها الا العالمون"۔ ایک دوسری آیت میں یہ ارشاد ہے :۔ "لا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین"۔ لیکن ہم نے ان کو حقیقت کا جامہ پہنانے کی کوشش کی ہے جس میں ہمیں کامیابی نہ ہو سکی۔ خاص کر زمین کی چار جانبوں اور "صخرہ" میں دعوت کے دشمنوں پر جو عذاب ہوگا اس کی کیفیت ایک افسانے سے زیادہ نہیں۔ اس کے منفذوں میں جہاں سے دشمن قیامت کے دن باہر آئیں گے جو اختلاف پایا جاتا ہے وہ اس امر کا پورا ثبوت ہے کہ یہ ہماری خیال آرائی اور قیاس آفرینی ہے۔ اگر یہ اختلاف نہ بھی ہوتا تو اس کے کیا معنی کہ یہ چار منافذ یمن، خراسان، اور المغرب ہی میں محدود ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی زمین بہت وسیع ہے۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ ہم دوسرے شہروں سے ناواقف تھے۔ کیا ان منفذوں میں صخرہ تک خلو ہے۔ صخرہ کی ہانڈی کی ابتدا کہاں سے ہوتی ہے۔ یہ کتنی بڑی ہے۔ اور اس کی کیا حد ہے۔

یہاں اس بات کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ ہم نے یہ کہا ہے کہ جو کچھ ہم نے علم حقیقت میں بیان کیا ہے وہ محض حقیقت ہے اس میں کسی قسم کا رمز، اشارہ یا تاویل نہیں ہے[1]۔ لفظ حقیقت ہی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس میں

(۱) الغرض المقصود ھو الکلام علی المبادی الشریفۃ حقیقۃ محضۃ لا تاویل فیھا ولا رمز ولا اشارۃ ثم الکلام علی کافۃ الموجودات السابقۃ علینا فی الوجود (الانوار اللطیفہ۔ سرادق ۱۔ فصل ۱) لیکن سیدنا ادریس نے زھر المعانی میں صرف ایک موقع پر اضداد کے ذبح کئے جانے اور آسمان سے آگ اترنے کی تاویل بھی کی ہے۔ وذبح المخالفین ملحق ھو بالطعن علیھم بمثل ذلک والیق فیخرج ما فی ضمنھم من العلوم التی ھی کالدماء بینۃ والذی یطلبونہ من الالفاق عند ظھور علم العلماء وتنزل علیھم نار من السماء ای ینزل علیھم من نور سلطان النبوۃ ما یحرق تلک الاجزاء المجتمعۃ (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

اور المفضل بن عمر الجعفی دونوں کو نے میں قتل کر دیے گئے (طوسی)

اسماعیلی دعوت کے محرک اور ان کا مقصد

سیدنا ادریس فرماتے ہیں کہ مولانا جعفر صادق نے اپنے فرزند مولانا اسماعیل کی وفات کے بعد جو آپ کی زندگی ہی میں ہوئی سیدنا میمون[1] کو مولانا اسماعیل کا باطنی حجاب اور امام موسی کاظم کو آپ کا ظاہری حجاب مقرر کیا۔[2] ان دونوں نے اس سے بیجا فائدہ اٹھایا اور مولانا جعفر صادق کے حکم کے خلاف مولانا محمد بن اسماعیل کے نام سے اپنی اپنی طرف دعوت کرنے لگے۔ امام موسی کاظم شیعوں کی ایک بڑی تعداد کے بہکانے میں کامیاب ہو گئے اور سیدنا میمون اور ان کے فرزند سیدنا عبد اللہ ایک باطنی دعوت کی تنظیم کے ذریعے جو اسماعیلی دعوت کے نام سے مشہور ہے اپنی منزل مقصود کو پہنچے۔ اس میں زیادہ حصہ سیدنا عبد اللہ کا ہے۔ ہماری دعوت میں ولی یا کفیل کا منحرف ہو جانا اور جس کے لئے وہ کفیل ہے اس کا عہدہ غصب کر لینا کوئی نئی بات نہیں۔ مولانا مہدی کے کفیل نے بھی ایسا ہی کیا۔ استاد برجوان یا حسن بن عمار نے بھی مولانا حاکم کے اختیارات چھین کر آپ کو حکومت سے بے دخل کرنے کی کوشش کی۔ آخر میں آپ نے انھیں قتل کرا دیا۔ بہرحال سیدنا عبد اللہ نے اسماعیلی دعوت قائم کی جس سے آپ کا مقصد ایک مذہبی تحریک پیدا کرنا تھا جو خلافت عباسیہ کا مقابلہ کر سکے جو اس زمانے میں برسر حکومت تھی۔ اس غرض کی تکمیل کے لئے ایک انجمن بنائی جس میں ایسے افراد شریک کئے جو بالطبع معتزلیوں کے خیالات اور فلسفیوں کی رایوں کی طرف مائل تھے۔ اس تحریک کی کامیابی کے لئے اہل بیت کی مدد لینا پڑی تاکہ وہ شیعہ جن کو اہل بیت سے محبت تھی اسے جلد قبول کر لیں۔ تاریخ میں اس قسم کی تحریکوں کی متعدد نظیریں ملیں گی۔ جیسا کہ خود سیدنا قاضی

(١) مولانا محمد بن اسماعیل کی عمر کے متعلق ہمارے داعیوں میں بہت اختلاف ہے جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ (٢) فصل (٨)۔

خاتمہ

اگلے یا قدیم اسماعیلیوں کے عقائد پر ایک مختصر تبصرہ
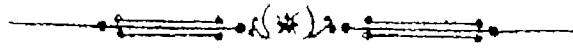
فرقہ اسماعیلیہ کا بانی

گو ہم اپنی قدیم اسماعیلی دعوت کے ہر ایک مسئلے پر تبصرہ لکھ چکے ہیں پھر بھی اس مختصر تبصرے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کی خدمت میں ان کا خلاصہ پیش کریں تاکہ وہ ہمارے مذہب پر ایک اجمالی نظر ڈال سکیں جس سے اس کی حقیقت کا انکشاف ہو جائے۔ اوپر کے تبصروں سے بخوبی معلوم ہو گیا ہو گا کہ ہماری قدیم اسماعیلی دعوت کی تعلیم اسلام کی تعلیم سے مختلف نظر آتی ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس تعلیم کا بانی کون ہے۔ اور کب سے اور کس طرح یہ شروع ہوئی اس کے بانی ایرانی نژاد میمون القداح[1] یا ان کے فرزند سیدنا عبداللہ ہیں۔ یہ ملحوظِ خاطر رہے کہ میمون القداح ابوالخطاب کے شاگرد ہیں جو مولانا جعفر الصادق کے ہم عصر تھے اور جن سے آپ نے براءت کی۔ کہا جاتا ہے کہ ٢٥٤ھ میں یہ

(١) میمون بن غیلان بن بید بن مہران بن سلمان الفارسی (زہر المعانی صفحہ ٤٦ ٥)۔

خبر بھی نہ تھی کہ آپ کہاں ہیں بعض روایتوں میں یہ ہے کہ آپ ہندوستان چلے گئے۔ اسی وجہ سے آپ کا نام "محمد المکتوم" پڑ گیا۔ یہ بھی ایک تاریخی واقعہ ہے کہ سیدنا عبداللہ کے والد سیدنا میمون اس فرقے کے بانی تھے جو "فرقۂ میمونیہ" کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ یعنی سیدنا میمون، داعی ابوالخطاب محمد بن ابی زینب کی پیروی کرتے تھے جو مولانا علیؑ کی الاہیت کا قائل تھا جس کی وجہ سے مولانا جعفر صادق نے اس سے براءت کی۔ ممکن ہے کہ مولانا جعفر صادق یا مولانا محمد بن اسماعیل نے سیدنا میمون یا سیدنا عبداللہ کو دعوتِ اسلام کے لئے بھیجا ہو۔ لیکن ان داعیوں نے اپنی تعلیم میں اتنا غلو کیا کہ بھیجنے والوں کو خدا بنا دیا تاکہ خود نبوت کا دعویٰ کر سکیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن میمون نے خفیہ طور پر مال و دولت حاصل کرنے کے لئے ایک جماعت تیار کی اور ظاہر میں اپنا مکر و فریب چھپانے کے لئے مولانا محمد بن اسماعیل کی طرف دعوت کرتے رہے۔ ان داعیوں کے ایرانی النسل ہونے کے بعد اس امر میں کوئی شبہہ نہیں رہتا کہ انھوں نے اس قسم کے خیالات پھیلائے ہوں کیونکہ ایرانی بالطبع حلول و تناسخ کے قائل تھے یعنے اپنے بادشاہوں کو خدا مانتے تھے۔ ہم شیعوں کے اکثر عقائد یعنی حکومت کا ایک موروثی امر ہونا اور اس کا باپ کے بعد بیٹے میں منتقل ہونا بھی ایرانی خیالات سے تعلق رکھتا ہے۔ عربوں میں انتخاب کی رسم جاری تھی[1]۔ شریعت کے ہر عمل کی تاویل کرنے سے سیدنا میمون اور ان کے فرزند عبداللہ جیسے داعیوں کا اصلی مقصد یہ تھا کہ لوگ باطن سے واقف ہو کر شریعت کو معطل سمجھیں۔ اس قسم کی تعلیم کے خطرناک

(۱) و لیس یھلک منا سید ابداً۔ الا افتلینا غلاماً سیداً فینا (الحماسہ صفحہ ۲۱)

Among the Arabs the chieftancy of a tribe is not hereditary, but elective; the principle of universal sufferage is recognised in its extremest form. (History of the Saracens, p. 21, by Syed Ameer Ali)

نعمان نے شرح الاخبار کے چودھویں جز میں بیان کیا ہے شیعہ جو اس زمانے کی موجودہ حکومتوں یعنی حکومت عباسیہ بغداد اور حکومت اُمویہ اندلس سے ناراض تھے۔ اہل بیت کے کسی نہ کسی فرد کو اپنا حق لینے کے لئے ابھارتے اور اُسے حکومت کی ترغیب دلاکر اپنا امام بناتے اور ہر ا) کی قیادت میں عباسیوں اور امویوں کا مقابلہ کرتے بعض وقت تو صرف اس کے نام سے فائدہ اٹھاتے تھے حالانکہ وہ خود ایسی تحریک کو پسند نہ کرتا تھا چنانچہ مولانا علی کے فرزند مولانا محمد بن الحنفیہ کے نام سے دعوت کی جاتی تھی۔ اور آپ خود اس سے انکار فرماتے رہے۔ اسی طرح سیدنا عبداللہ بن میمون القداح نے ایک ایسی دعوت قائم کی جو مولانا جعفر صادق کے حکم کے خلاف تھی۔ اس واقعے کو ہرگز نہ بھولنا چاہیئے۔ مولانا موصوف کی پاک طینت اور نیک سیرت کا خلاصہ شہرستانی نے بیان کیا ہے جس کا حوالہ مقدمہ میں گزر چکا ہے۔

اس کی تائید سیدنا جعفر بن منصور الیمن کے بیان سے ہوتی ہے آپ فرماتے ہیں کہ مولانا اسماعیل کے بعد آپ کے فرزند محمد بن اسماعیل قائم ہوئے آپ کے تین داعی عبداللہ بن مبارک، عبداللہ بن میمون القداح اور عبداللہ بن حمدان (القرمطی) بلاد یمن اور عرب کی طرف روانہ ہوئے یہاں تک کہ آپ قائم اور صاحب القیامہ کہے گئے۔ اس قول سے ظاہر ہے کہ سیدنا عبداللہ بن میمون نے اپنے علاقہ میں جاکر دعوت شروع کی اور یہ خیال پھیلایا کہ مولانا محمد بن اسماعیل قائم اور صاحب القیامہ ہیں۔ اس خیال کے پھیلانے کا بظاہر یہی سبب معلوم ہوتا ہے کہ مولانا محمد بن اسماعیل چونکہ قائم القیامہ ہیں اس لئے آپ کے عہد سے ظاہری شریعت کا معطل ہونا ضروری ہے جیسا کہ مولانا معز کی دعاؤں میں ہے۔ مولانا جعفر صادق نے ہرگز ایسا ارشاد نہیں فرمایا ہوگا جس سے شریعت کی تعطیل لازم آئے۔ اس کے علاوہ موجودہ شہروں میں مولانا محمد بن اسماعیل کے موجود ہونے کا کوئی حوالہ نہیں ملتا۔ بلکہ آپ کے متعلق تو یہ کہا جاتا ہے کہ دشمنوں کے غلبے کے باعث آپ ایسے چھپ گئے کہ کسی کو آپ کی

تعطیل ظاہر شریعت محمدی پر مبنی تھی[1]۔ خاص خاص مستجیبوں یعنے مریدوں کو یہ راز بتایا جاتا تھا۔ اور عام لوگوں کو موجودہ اسلامی حکومت کے خوف سے شریعت کے باطن کے ساتھ اس کے ظاہر پر بھی عمل کرنے کی ہدایت کی جاتی تھی۔ جیسا کہ تاویل الدعائم

---

(۱) (ا) حتی جاء محمد فاتی بشریعۃ جدیدۃ ونسخ شریعۃ عیسی .... فشریعۃ محمد ناسخۃ لجمیع الشرائع المتقدمۃ وشریعتہ لاتنسخ ولاتغیر ولاتبدل الی یوم القیامۃ (صفحہ ۶۷ کتاب الرسوم والازدواج تالیف ابی محمد عبدان) (ب) امر موسی ان یعملوا ستۃ ایام ویبطلوا العمل فی الیوم السابع وھو السبت ویجعلوہ عیدا لھم دلالۃ منہ علی الستۃ المکونین انھم یقیمون شریعۃ وان السابع ینسخھا ویاتی بامر جدید یکون للمومنین بمنزلۃ العید .... کذلک امر عیسی .... وھو الاحد وکذلک اطلق رسول اللہ .... الاجتماع فی الیوم السابع وھو الجمعۃ .... السابع یکشف نفسہ ویعلی دعوتہ ویکون للمومنین بمنزلۃ العید .... النطقاء الستۃ کانوا دعاۃ الی الناطق السابع"۔ (صفحہ ۳۷ کتاب الرسوم والازدواج تالیف ابی محمد عبدان)۔ داعی عبدان کا حوالہ سیدنا محمد بن طاہر نے اپنی مشہور کتاب "الانوار اللطیفہ" میں دیا ہے۔ یہاں آپ نے داعی موصوف کا قول "ان الجمعۃ علی خدامۃ المولی لعبدہ"، نقل کر کے اس کی تاویل کی ہے (فصل ۲ باب ۲ سرق ۳) اوپر کے دو بیانوں میں جو اختلاف ہے وہ ہماری اسماعیلی دعوت کا خاصہ ہے جس کی طرف ہم بارہا توجہ دلا چکے ہیں۔ پہلا بیان مبتدیوں کے لئے اور دوسرا بیان منتہیوں کے لئے ہے اس کی کئی نظیریں اس تالیف میں گزر چکی ہیں۔ دوسرے بیان (ب) کی تائید جو تعطیل شریعت سے متعلق ہے مولانا معز کی دعاء مبارک سے ہوتی ہے جس پر ہم نے ایک خاص فصل (۶) لکھی ہے آپ چونکہ امام ہیں اس لئے آپ کا ارشاد فیصلہ کن ہے۔ آپ آنحضرت صلعم کے وارث اور قائم مقام ہیں جن کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "فلا وربک لایومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لایجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما (القرآن ۴/۶۵)۔

نتائج بتائے جا چکے ہیں۔ سیدنا قاضی نعمان کی روایت کے مطابق بڑے بڑے داعی گمراہ ہوگئے۔ قرامطہ ہی اصول کے پابند تھے۔ دروزی اب بھی موجود ہیں جو حاکم کو خدا مانتے ہیں۔ خوجے ظاہری اعمالِ شریعت کے پابند نہیں۔ اُن کے ہاں بجائے مسجدوں کے جماعت خانے ہوتے ہیں۔ نماز اور روزہ وغیرہ کے معاوضے میں حاضر امام کی خدمت میں نذرانہ پیش کرنا کافی ہے۔ عہدِ حاضر میں صرف دو فرقے داؤدی اور سلیمانی اعمال کے پابند نظر آتے ہیں۔

جب کہ مولانا جعفر صادق کے چار صاحبزادوں میں سے ہر ایک نے یہ دعویٰ کیا کہ میں سچا امام ہوں۔ اور میرے والد نے مجھ ہی پر نص کی ہے اور ہر فرزند کے ساتھ ایک جماعت ہو گئی حالانکہ نص صرف مولانا اسماعیل پر ہوئی تھی جیسا کہ سیدنا ادریس فرماتے ہیں۔ اور جب کہ امام موسیٰ کاظم نے مولانا جعفر صادق کے حکم کے خلاف امامت غصب کر لی جس کی وجہ سے شیعوں کی ایک کثیر تعداد گمراہ ہو گئی۔ تو داعی سیدنا عبداللہ بن میمون کا اپنی ذاتی اغراض کے لئے مولانا جعفر صادق کے حکم کے خلاف اسلام کی صحیح تعلیم کو بدل کر حلول و تناسخ اور تعطیل شریعت وغیرہ کی تعلیم دینا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اس مقام پر وہ واقعہ جسے ہمارے داعی سیدنا ابو حاتم الرازی (متوفی در اوائل قرنِ چہارم) نے بیان کیا ہے غور کے قابل ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ داعی ابوالخطاب کی پیروی کرنے والوں میں سے ایک فرقہ ایسا نکلا جو مولانا محمد بن اسماعیل کی امامت کا قائل تھا۔[1] دعوتِ خطابیہ کی بنیاد ظاہر شریعت کی تعطیل پر تھی جس کا اعتراف سیدنا قاضی نعمان نے کیا ہے۔ اور جس کی وجہ سے مولانا جعفر صادق نے ابوالخطاب سے برأت کی۔ اب ہم اگر مولانا مُعز کی دعا کی طرف توجہ کریں جس پر ہم نے تفصیل سے اس سے پہلے بحث کی ہے اور جس میں آپ نے صاف لفظوں میں یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد بن اسماعیل کے ذریعے شریعت محمدی کے ظاہر کو معطّل کر دیا ہے تو یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ مولانا محمد بن اسماعیل کے حجاب سیدنا عبداللہ بن میمون کی دعوت اصل میں

(۱) کتاب الزینہ لابی حاتم الرازی۔

کی پیروی نہیں کرتے۔ ہم ایک ہی امام کے تابع رہتے ہیں۔ ہمارا ہر داعی بغیر امام کی اجازت کے کچھ نہیں کر سکتا۔ اگر ظہور کا زمانہ ہوتا ہے تو خود ائمہ اپنے داعیوں کی اصلاح کرتے ہیں۔ چنانچہ سیدنا قاضی نعمان کی کتابیں مولانا معز کی نظر سے گزری ہیں۔ اور آپ نے ان کی اشاعت کی اجازت دی ہے۔ اگر ستر کا وقت ہوتا ہے تو داعی کو خدا اور اس کے ولی یعنی امام الزمان کا الہام ہوتا ہے لیکن ہمارا یہ دعویٰ کہ اہل ظاہر اہل اختلاف ہیں۔ اور ہم اہل اتفاق ہیں کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔ اس قدر اختلاف کے بعد ہم یہ نہیں سمجھ سکتے کہ اب ہمیں کونسا عقیدہ اختیار کرنا چاہئے۔

شہرستانی نے کئی شیعی فرقوں اور ان کے بانیوں کا ذکر کیا ہے[1] لیکن ہم یہاں صرف مشہور داعیوں اور ان کے فرقوں کے نام بیان کرتے ہیں۔

(۱) داعی عبداللہ بن مبارک (بانی فرقۂ مبارکہ۔ کہا جاتا ہے کہ مولانا اسماعیل کے غلام کا نام مبارک تھا[2])

(۲) داعی عبداللہ بن حمدان (القرمطی؟ ممکن ہے کہ یہ قرامطہ کا بانی ہو۔)

(۳) داعی ابوالخطاب محمد بن ابی زینب (بانی فرقۂ خطابیہ جس سے مولانا جعفر صادق نے براءت کی)

(۴) داعی میمون القداح (بانی فرقۂ میمونیہ۔ یہ ابوالخطاب کا شاگرد تھا۔)

(۵) داعی عبداللہ بن میمون القداح (بانی فرقۂ اسماعیلیہ)

} بانیان فرقۂ اسماعیلیہ

توحید

توحید میں ہماری تعلیم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام اوصاف خالق باری، مصور وغیرہ حقیقی طور پر عقل اول پر صادق آتے

---

(۱) الملل والنحل صفحہ ۸۰-۷۴ (۲) اس فرقے کے افراد مولانا محمد بن اسماعیل کی امامت کے قائل تھے۔ (کتاب الزینۃ لسیدنا ابی حاتم الرازی ج ۳)

کی مجلسوں سے ظاہر ہے۔ ہمارے داعیوں کا یہی عام دستور تھا۔ اسی وجہ سے اُن کی تعلیم وقت اور سامع کے رجحان کے مطابق ہوتی تھی۔ ہماری دعوت کا ایک مخفی اور پوشیدہ انجمن ہونا جس کی بنیاد رازداری پر رکھی گئی ہے اس کی تائید کرتا ہے۔

ہماری مذہبی تعلیم میں اختلاف

ہماری مذہبی تعلیم مختلف پہلو لئے ہوئے ہوتی ہے کبھی ہم کچھ کہتے ہیں کبھی کچھ۔ اس کے اصول ہی میں بکثرت اختلاف پائے جاتے ہیں۔ مثلاً مولانا ابوطالب کا رتبہ[1]۔ قرآن مجید کی اصلیت[2]، ناسخ اور منسوخ کا وجود[3]، شریعت محمدی کے ظاہر کی تعطیل[4]، نبی اور وصی کے رتبوں میں فرق[5]، خاتم الائمہ یعنی قائم القیامہ کی تعیین وغیرہ ایسے مسائل ہیں جن سے ہر داعی کا ایک علیحدہ مذہب معلوم ہوتا ہے بلکہ ایک ہی داعی کے دو قول ملتے ہیں جو آپس میں متضاد ہیں جن کی مثالیں گزر چکی ہیں۔ علم تاویل میں تو اتنے اختلافات ہیں کہ ان کا یاد رکھنا ناممکن ہے۔ سیدنا ابوحاتم الرازی اور سیدنا ابویعقوب السجستانی کے درمیان جو اختلاف ہے اس کا ثبوت کتاب الاصلاح اور کتاب الریاض" میں پایا جاتا ہے۔ اختلافات بھی دین کے اہم مسائل میں پیدا ہوئے جس کے باعث سیدنا حمیدالدین الکرمانی کو ایک زمانے کے بعد ان کو رفع کرنا پڑا۔ اس طویل مدت میں مومنین کے نفوس کس طرح نجات پائے ہوں گے؟ کیونکہ ہمارے ہاں نجات کا دارومدار صحتِ عقائد پر ہے۔ علم حقائق میں جو اختلافات پائے جاتے ہیں اُن کا پتہ "لب اللباب" لسیدی عماد الدین" سے چلتا ہے۔ مؤلف نے اکثر مقامات پر "قیل وقال" دہرایا ہے۔ اس کی بعض مثالیں فصل حقائق میں دی جا چکی ہیں۔ ہم نے اس تالیف کے دوران میں ہر مسئلے کو شرح و بسط سے بیان کر کے اس میں جو اختلاف ہے اُسے بھی دکھایا ہے۔ حالانکہ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ ہمارے ہاں اماموں کا سلسلہ صاحب حجۃ ابداً جیسے چلا آ رہا ہے۔ ہماری تعلیم میں اتفاق ہے ہم ہر کس و ناکس

(۱) فصل ۴ (۲) مقدمہ عنوانِ "اختلاف تعلیم کی چار اہم مثالیں" (۳) مقدمہ عنوانِ "اختلاف تعلیم کی چار اہم مثالیں" (۴) فصل ۶ (۵) فصل ۵ -

میں کہتے ہیں کہ یہی قرآن اصلی ہے۔ اگر اس میں کچھ تحریف ہوئی ہے تو معنی میں ہوئی ہے لفظی تحریف کچھ نہیں ہوئی[1]۔ یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ نے واعیان مذکور کے اعتقاد کے خلاف ایسا کیوں کہا۔ اس کے دو ہی جواب ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ کو ہماری دعوت کے بعض اہم اسرار کی خبر نہ ہو کیونکہ آپ ایران سے سیدنا جعفر بن منصور الیمن کی وفات کے تقریباً ایک صدی بعد مصر تشریف لائے۔ ایسی کئی مثالیں اس تالیف میں گزر چکی ہیں۔ چنانچہ قاضی نعمان کو آپ کے مولیٰ جعفر بن منصور الیمن کی تصنیفوں کی خبر نہ تھی جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے[2]۔ دوسرا جواب یہ کہ آپ مجلسیں پڑھا کرتے تھے۔ اگر ظاہر میں ایسا نہ کہتے تو اہل ظاہر سے دعوت کو بہت نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ ہمارے بعض اساتذہ اس زمانے میں بھی یہ کہتے ہیں کہ دشمنوں نے قرآنِ مجید کی بعض آیتوں میں سے جن میں اہل بیت کا ذکر تھا کچھ حذف کر دیا ہے[3]۔ بلکہ کلام مجید کے بعض حصے جو "صحف فاطمہ" کہلاتے ہیں شرح الاخبار کی روایت کے مطابق موجودہ کلام مجید میں شامل نہیں ہیں[4]۔ اس لئے سیدنا مؤید نے تقیہ پر عمل کیا جو از روئے حدیث مولانا جعفر صادق "التقیۃ دینی ودین آبائی" دین سمجھا گیا۔ ایک دوسرے موقع پر سیدنا مؤید نے تقیہ کے لحاظ سے یہ فرمایا ہے:- یا سائلاً تسائلنی عنی۔ اعلم بانی رجل سُنّی"۔ مولانا جعفر صادق سے کسی نے پوچھا کہ خلیفہ اول اور خلیفہ دوم کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔ آپ نے فرمایا:- "کانا امامین عادلین ماتا علی الحق"۔ یعنی "کانا امامین عادلین عن الحق ماتا علی الحق"

---

(۱) مقدمہ (عنوان "اختلاف تعلیم کی چار مثالیں")

(۲) مقدمہ

(۳) فصل (۲۲)

(۴) روی ابو بصیر عن ابی عبد اللہ (الصادق) عن ابیہ صلعم انہ قال فی قولہ اللہ تعالیٰ "سأل سائل بعذاب واقع للکافرین لیس لہ دافع قال نزلت واللہ بمکۃ الکافرین بولایۃ علی وکذلک ھی فی مصحف فاطمہ ع (شرح الاخبار لسیدنا القاضی نعمان ج ۲)

ہیں یہاں تک کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں "اللہ" یا "رب" کا لفظ ہے اس سے مراد عالم روحانی میں عقل اول اور عالم شریعت میں امام ہے "قل ھو اللہ احد" کا سورہ عقل اول کی تعریف میں ہے۔ مولانا علی کی طرف یہ کلام منسوب کیا گیا ہے۔ "انا الاول وانا الآخر............حسب اللہ" پھر اس ڈر سے کہ اہل ظاہر ہم پر کہیں کفر و الحاد کا الزام نہ لگائیں ہم نے ان کی تاویلیں کیں جو کسی طرح معقول نہیں جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں "عالم الغیب والشہادۃ" اور "واللہ بکل شیئ علیم" سے ہم نے مولانا قائم القیامہ کی ذات مراد لی ہے۔ مولانا معز نے اپنے خط میں اپنے آپ کو الٰہی اوصاف سے موصوف کیا ہے۔ ایسی خطرناک تعلیم کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہم اپنے ائمہ کو خدا ماننے لگے۔ جیسا کہ شہرستانی نے لکھا ہے۔ ہم اپنے بچوں کے عبد المستنصر جیسے نام رکھنے لگے خطوط میں من عبد مولانا لکھنے لگے۔ چنانچہ قائد جوہر نے مصر فتح کر کے جو خط مولانا معز کو بھیجا اس میں یہ لکھا ہے:-

"ھذا الکتاب جوھر الکاتب عبد مولانا امیر المومنین المعز لدین اللہ لجماعۃ اھل مصر"

اس زمانے میں بھی ہمارے اکثر بھائی اپنی درخواستوں میں من عبد سیدنا لکھتے ہیں۔ ہم بجائے یا اللہ یا رحمٰن پکارنے کے یا امام الزمان پکارتے ہیں حالانکہ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ہم ہی موحد ہیں اور ہمارے سوا اسلام کے جتنے فرقے ہیں وہ سب مشرک ہیں۔ جیسا کہ مجالس مؤیدیہ کی تمام مجلسوں اور دیگر دعوت کی کتابوں سے ظاہر ہے۔ بلکہ ہماری ہر کتاب میں اس امر کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ ہمارا خیال یہ ہے کہ شرک اگر کوئی کرتا بھی ہے تو حدود دین میں کرتا ہے نہ کہ معبود میں۔ ہمارے ہاں یہ قول بہت مشہور ہے "الشرک فی الحدود لا فی المعبود"

قرآن ہم جو قرآن پڑھتے ہیں وہ اصلی قرآن نہیں ہے۔ یہ تو لوگوں کی تالیف ہے۔ تحریف و تبدیل میں یہ تورات و انجیل کا سا ہے اصلی قرآن مولانا علی کے پاس ہے جسے قائم القیامہ ہی کھولیں گے۔ سیدنا جعفر بن منصور الیمن سیدنا حمید الدین کرمانی اور سیدنا قاضی نعمان بن محمد کا یہی مذہب ہے۔ صرف سیدنا مؤید جو ان داعیوں کے تقریباً سو سال بعد مصر تشریف لائے اپنی مجلسو

کے ظہور کے اسباب مہیا ہو گئے لیکن آپ سے بھی ظہور کا اصل مقصد حاصل نہ ہوا۔ تمام دنیا کو فتح کرنا تو کجا۔ خود ہماری اسماعیلی دعوت کا دائرہ زیادہ وسیع نہ ہو سکا۔ تاویل چھپی کی چھپی رہ گئی سیاست کے مقابلے میں مذہب کو نظر انداز کرنا پڑا۔ باطنی شریعت کی ترقی تو ایک طرف اہل ظاہر کی ظاہری شریعت کی کچھ اصلاح نہ ہو سکی حالانکہ ہمارا یہ دعویٰ تھا کہ اہل ظاہر نے ظاہری شریعت میں جو فساد ڈال دیا ہے اس کو مولانا مہدی ظاہر ہو کر دور کر دیں گے۔ لیکن قائد جوہر کے مصر فتح کرنے کے بعد اہل ظاہر کے لوگ اپنے اپنے مذہبوں پر چھوڑ دئے گئے[1] ہمارے اکثر بھائیوں کا یہ خیال ہے کہ ظہور کے زمانے میں ممالک فاطمیہ کے اکثر باشندے اسماعیلی تھے لیکن یہ خیال درست نہیں ہے۔ ہمارے اسماعیلی بھائیوں کی تعداد بہت کم تھی۔ کیونکہ خود ہماری دعوت ایک مخفی انجمن تھی جس کی کارروائی ظاہر نہیں کی جا سکتی تھی۔ خلافت فاطمیہ کے زوال کے بعد مصر میں گنتی کے اسماعیلی رہ گئے۔ آج کل تو مصر میں وہاں کا کوئی مستقل باشندہ نظر نہیں آتا۔ شام اور فلسطین میں بھی کوئی نہیں ہے۔ حالانکہ ایک مدت تک یہاں ہماری حکومت رہی۔ مولانا معز کے مصر پہنچنے کے بعد اہل ظاہری کا قاضی ابوطاہر جو پہلے سے شہر میں اس عہدے پر مامور تھا برقرار رکھا گیا[2] صرف مشورے کے لئے سیدنا قاضی نعمان بن محمد کا تقرر ہوا۔ مولانا حاکم کے پچھلے زمانے میں رویت ہلال کی صلوٰۃ الضحیٰ اور صلوٰۃ التراویح کی اجازت دے دی گئی تھی۔ نماز میت میں تکبیرو کی تعیین اٹھا دی گئی تھی۔ گو یہ جزئیات میں داخل ہیں لیکن ہم نے ان کو تاویل کی حیثیت سے دین میں ایک بڑا فساد سمجھا ہے۔ غرض کہ ہمارے ظہور سے جو مقاصد وابستہ تھے وہ حاصل نہ ہوئے اس لئے ہمیں اپنے دعوے کو برقرار رکھنے کے لئے مجبوراً یہ کہنا پڑا کہ ابھی آخری زمانہ نہیں آیا۔ ابھی قیامت آنے میں دیر ہے۔ ابھی

(۱) مقدمہ (ہماری اسماعیلی تعلیم میں اختلاف اور اس کے کئی پہلو) (۲) (أ) اس قاضی کا مذہب مالکی تھا (کتاب الولاۃ والقضاۃ للکندی۔ صفحہ ۵۸۱)۔
(ب) 132۔

ہم نے نہیں سوچا کہ اگر ہم اس قسم کی مہمل حدیثیں اور ان کی غیر معقول تاویلیں ایسے امام کی طرف منسوب کریں جو اپنی سچائی کی وجہ سے صادق کہلاتے ہیں تو ان کی کی شان گھٹ جائے گی۔ جسے ہم تقیہ کہتے ہیں، وہ ایک قسم کا جھوٹ ہے جس سے ہمارے اخلاق پر برا اثر پڑتا ہے۔ یقیناً مولانا جعفر صادق نے ایسی لغویات نہیں کہی ہوگی جس سے لوگ بجائے ہدایت پانے کے گمراہ ہو جائیں[1]۔

ظاہری شریعت کی تعطیل اور باطنی شریعت کی ابتدا

سیدنا عبداللہ بن میمون القداح نے اپنے اسماعیلی مذہب کی بنیاد اس اصول پر رکھی کہ آنحضرت صلعم نے ظاہری شریعت کی تبلیغ کی۔ باطنی شریعت کے لئے آپ نے مولانا علی کو قائم کیا۔ مولانا علی اور آپ کے بعد جو چھ امام گزرے، انھوں نے باطنی شریعت کو مکمل کیا۔ جس کی وجہ سے یہ سب "متمین" کہلائے۔ ساتویں امام مولانا محمد بن اسماعیل نے شریعت محمدی کے ظاہر کو معطل کر کے باطنی شریعت جاری کی۔ اسی وجہ سے تاریخ میں ہمارے فرقے کا دوسرا نام "سبعیہ" پڑ گیا۔ آپ سے روحانی دور شروع ہوا۔ آپ ہی وہ مہدی ہیں جن کی بشارت آنحضرت صلعم نے دی تھی۔ یہ شرف آپ کو اس وجہ سے حاصل ہوا کہ آپ ساتویں امام ہونے کے علاوہ ساتویں ناطق اور ساتویں رسول بھی ہیں جیسا کہ مولانا معز نے اپنی دعاؤں میں ارشاد فرمایا ہے۔ گویا آپ کے زمانے سے ظاہری اعمال یعنی نماز وغیرہ کے ادا کرنے اور شرعی محرمات سے بچنے کی ضرورت نہیں رہی ان کی تاویل کی معرفت کافی ہے۔

مولانا محمد بن اسماعیل سے یہ امید تھی کہ آپ تمام دنیا کو فتح کر کے عدل وانصاف پھیلاتے اور تاویل کا علم ظاہر کرتے جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے۔ لیکن آپ کو کوئی ایسا موقع نہ ملا۔ دشمنوں کا اتنا غلبہ تھا کہ آپ اور آپ کے تین جانشین مولانا عبداللہ مولانا احمد اور مولانا حسین کو ستر اختیار کرنا پڑا۔ آپ کے چوتھے خلیفہ مولانا مہدی

---

(۱) مولانا جعفر صادق کی فضیلتوں کے لئے ملاحظہ فرمایئے (مقدمہ بعنوان "ہم اسماعیلیوں پر اہل ظاہر کے الزامات") (۲) فصل (۶)۔

کے اولین مقاصد معلوم ہو جائیں گے اور ہم اہل ظاہر کی عدم واقفیت پر فخر کریں گے جیسا کہ "کتاب الافتخار" کے نام سے واضح ہے۔ اس کے مصنف سیدنا ابو یعقوب سجستانی کہتے ہیں کہ ہمارے علوم اور عقائد اس قدر صحیح اور مضبوط ہیں کہ ہم ان کی وجہ سے اہل ظاہر پر فخر کر سکتے ہیں۔ اسی سبب سے آپ نے اس کتاب کا نام "کتاب الافتخار" رکھا۔

نص ہم نص کے لغوی معنی اور اصطلاحی معنی بیان کر چکے ہیں اور دیکھ چکے ہیں کہ ہمارے اکثر اماموں کی نصوص خاص کر ستر کے زمانے میں نص کے حقیقی معیار پر اتر نہ سکیں ظہور کے زمانے میں بھی اکثر ایسا ہوا ہے کہ خاص خاص حدود ہی اس میں شریک کئے گئے یعنی نص چھپائی گئی۔ عوام کو اس کی اطلاع نہیں دی گئی۔ ایک موقع پر تو سال بھر تک عام طور پر امام کی وفات اور دوسرے امام پر نص کا حال معلوم نہ ہو سکا۔ اس مدت میں جن مومنین نے وفات پائی ہوگی ان کو اپنے زمانے کے زندہ امام کی معرفت حاصل نہ ہوئی ہوگی۔ ان کے نفوس نے کیسے نجات پائی ہوگی اس لئے کہ نجات کے لئے زندہ امام کی معرفت واجب ہے۔ ایک دوسرے موقع پر دھوکے سے بیعت لی گئی۔ ایسی پوشیدہ کارروائیوں کا نتیجہ بُرا نکلا۔ مولانا مستنصر کے دو فرزندوں میں نص کا جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا ہر ایک نے اپنے امام ہونے اور اپنی ہی ذات پر نص واقع ہونے کا دعویٰ کیا۔ یہاں سے ہم اور ہمارے نزاری (خوجے) بھائی الگ ہو گئے شہرستانی کہتا ہے کہ شیعوں کے اس دعوے کے باوجود کہ ہمارے پاس نص ایک ایسا اصول ہے جس میں فرق نہیں پڑ سکتا۔ کثرت سے فرقے پیدا ہو گئے۔ فرقے بھی اس کثرت سے ہوئے کہ ان کی تعداد دوسرے مذہبوں کے فرقوں سے زیادہ ہو گئی کم و بیش ہر امام کے بعد ایک نیا فرقہ نکلا جیسا کہ خود سیدنا ابو حاتم الرازی کی تصنیف "کتاب الزینۃ" سے واضح ہے۔ نص کا سلسلہ مولانا طیب تک پہنچا آپ ۵۲۴ھ میں چھپا دئے گئے۔ اس کے بعد داعیوں کی نص کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس دوران میں بھی نص کے کئی جھگڑے پڑ گئے جس کی وجہ سے متعدد فرقے

دور الکشف کو کئی سال باقی ہیں۔ ابھی اور امام پیدا ہوں گے۔ جو مولانا مہدی کے خلفاء ہوں گے آخر میں مولانا قائم القیامہ آئیں گے جو تمام دنیا کو فتح کر کے سب کو اسماعیلی مذہب پر لائیں گے۔ اور دور کشف شروع کریں گے۔ حالانکہ مولانا مہدی کے متعلق جتنی حدیثیں شرح الاخبار میں ہیں ان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مولانا مہدی آخری زمانے میں مبعوث ہوں گے۔ لیکن مولانا مہدی مبعوث بھی ہو گئے اور آپ کے بعد تقریباً ایک ہزار سال بھی گزر گئے مگر اب تک کچھ نتیجہ نہیں نکلا۔ اس مقام پر یہ بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ اخوان الصفاء (یعنی مولانا احمد متوفی سنہ ۲۱۰ھ اور آپ کے حدود) نے یہ کہا تھا کہ ہم بہت سو چکے۔ ہماری نیند لانبی ہو چکی۔ اب ہم قریب میں اپنی نیند سے اٹھ کر دور کشف شروع کریں گے۔ لیکن اس دعوے کو بھی ایک ہزار سال سے زیادہ زمانہ گزر گیا۔ اور دور کشف جس میں تاویل علانیہ منبروں پر پڑھی جائے گی، جس میں اہل خیر یعنی ہمارے اسماعیلی بھائیوں کا دور دورہ ہوگا، جس میں اہل ظاہر اور دوسرے مذہبوں کے لوگ مغلوب ہو جائیں گے اور جس میں صرف مولانا قائم کی حکومت دنیا پر قائم رہے گی ابھی تک شروع نہیں ہوا۔ اس سلسلے میں لوگوں کو مغالطے میں ڈالنے کے لئے کل منا مہدی و کل منا قائم جیسی حدیثیں وضع کی گئیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ صرف ہماری خیال آرائی اور قیاس آفرینی ہے۔ اسلامی تعلیمات کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔

تاویل مزید براں ہمارے ائمہ یعنی مولانا مہدی اور آپ کے خلفاء جس اہم مقصد کے لئے ظاہر ہوئے تھے وہ علم باطن یعنی علم تاویل کی تعلیم تھی جیسا کہ سیدنا قاضی نعمان بن محمد فرماتے ہیں لیکن جو تاویل ہمارے اماموں یا ان کے داعیوں نے بتائی ہے اس سے ہمیں بڑی مایوسی ہوتی ہے۔ کیا ہمارے ائمہ کا یہ روحانی اور موروثی علم جو انھیں آنحضرت صلعم سے وراثت میں ملا ہے اور جو ظاہری شریعت کا فلسفہ ہے اس قدر غیر معقول ہے۔ عدم معقولیت کے علاوہ اس میں اس کثرت سے اختلافات ہیں جن کا یاد رکھنا ناممکن ہے۔ ان اختلافات کی وجہ سے شارع کی اصلی غرض اور تاریک ہو جاتی ہے جس سے تاویل کا فائدہ مفقود ہو جاتا ہی ورنہ خود تاویل کے لغوی معنی سے یہی امید تھی ہم کو اس کے ذریعے اوضاعِ شریعت

"الرسالة الواعظة" میں جسے آپ نے اجدع فرغانی کے جواب میں جو مولانا حاکم کو خدا مانتا تھا اٹھارھویں، اکیسویں، پچیسویں، اٹھائیسویں، بتیسویں، بیتیسویں اور انسٹھویں اور سویں اماموں کی اہمیت بیان کی تھی کہ یہ لوگ آنحضرت صلعم کے دور میں کارہائے نمایاں کریں گے۔ لیکن ہمارے اکیسویں امام چھپا دئے گئے آپ کے بعد ائمۂ مذکورین نے کیا کارہائے نمایاں کئے اس کا کوئی پتہ نہیں چلتا بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے فرغانی کو خاموش کرنے اور مومنین کو امید میں رکھنے کے لئے ایسا لکھا ہو۔

سیدنا جعفر بن منصور الیمن نے مولانا معز کو قائم سمجھا سیدنا قاضی نعمان بن محمد نے پیشین گوئی کی تھی کہ آپ کے عہد کے امام مولانا معز کے پوتے مولانا حاکم قائم القیامہ ہوں گے۔ آپ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا دین تمام دینوں پر غالب آئے گا لیکن یہ پیشین گوئی بھی سچی نہ نکلی[1] سیدنا بدر الجمالی نے جو مولانا مستنصر کے عہد میں ثقة الامام تھے یہ امید ظاہر کی تھی کہ مولانا مستنصر قائم ہوں گے۔ کیونکہ آپ انیسویں امام ہیں جو ایک بڑا اہم عدد ہے اس عدد کی اہمیت جتانے کے لئے "المجالس المستنصریہ" کے نام سے آپ نے کئی خطبے لکھے۔ ان میں ارکانِ عبادت کی تفصیل کا مقصد یہ ہے کہ عبادت کے ہر رکن میں انیس چیزیں ثابت کی جائیں۔ مثلاً یہ کہا گیا ہے کہ وضو میں سات فرض اور بارہ سنتیں ہیں۔ اس لحاظ سے جملہ اعمال انیس ہوئے۔ اسی طرح صلوٰۃ اور صوم وغیرہ میں بھی انیس انیس اعمال بتائے گئے ہیں جس میں کوئی معقولیت نہیں پائی جاتی نتیجہ یہ نکالا ہے کہ چونکہ مولانا مستنصر بھی

---

(۱) سیدنا قاضی نعمان نے مولانا معز کو بھی خاتم الائمہ صاحب القیامہ بتایا تھا (شهر رمضان یکون ایضاً مثلاً لخاتم الائمة صاحب القيامة...... سابع الائمة...... وقد تقدم القول انکم فی عصر ذلك وقيل ان ثالث السابع وهو ثانی ثانیه الذی يتلوه من بعده هو یکون الخاتم وهو تاسع کما یکون وضع الحمل كذلك (ذکر وجوب صوم شهر رمضان من تاویل الدعائم) ان ثالث السابع المراد به مولانا الحاکم الیس بعد مولانا الحاکم آخر الائمة الیس بعد مولانا الحاکم مولانا الظاهر وغيره من الائمة قال کان ملك مولانا الحاکم نهایته (التعلیق علی تاویل الدعائم للسیدی حسن بن جعفر بن جلال)

پیدا ہو گئے۔ ۵۵۶ھ میں یعنی سیدنا محمد بدرالدین کی وفات کے بعد ایک بڑا انقلاب ظہور میں آیا جو دو جماعتوں کے وجود کا باعث ہوا۔ ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ سیدنا محمد بدرالدین کا کسی قابل جانشین نہ ملنے کی وجہ سے بغیر نص کے انتقال ہو گیا یعنی آپ نے کسی پر نص نہ کی اور نہ کسی کو اپنا جانشین بنایا۔ دوسری جماعت کی یہ رائے ہے کہ سیدنا نجم الدین پر نص ہوئی اور آپ داعی مطلق قرار دئے گئے۔

مہدی اور قائم اور ان کے ظہور کے اسباب

ہماری تاریخ میں یہ بات بہت نمایاں ہے کہ جب کبھی ہمارے اماموں کی دعوت میں خلل پڑ جاتا تھا اور ان کی حکومت میں کمزوری محسوس ہوتی تھی تو ہم اپنے مستجیبوں کو تسلی دینے کے لئے ان سے یہ کہا کرتے تھے کہ اب دین میں "فترت" واقع ہو گئی ہے اور حکومت میں ضعف پیدا ہو گیا ہے۔ اس فترت اور ضعف کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے دین کو تقویت دیگا اور اہل دین کی مدد کرے گا۔ امام حاضر اپنے دشمنوں کو مغلوب کریں گے اور تمام دنیا میں ہمارے اسماعیلی مذہب کا بول بالا ہوگا۔ گویا امام حاضر قائم القیامہ ثابت ہوں گے۔ چنانچہ مولانا حاکم کے عہد میں دعوت کا شیرازہ بکھر گیا تھا۔ بیت الحکمۃ بند ہو گیا تھا۔ "اعلیٰ اسفل اور اسفل اعلیٰ" ہو گئے تھے۔ مومنین امتحان کی مصیبت میں مبتلا ہو گئے تھے۔ ان کی تعداد کم ہو گئی تھی۔ نفاق کا بازار گرم ہو گیا تھا۔ حکومت کی بنیاد ہل گئی تھی جیسا کہ خود سیدنا حمید الدین نے بیان کیا ہے۔

مولانا مہدی اور مولانا قائم سے متعلق بشارتوں کا غلط ثابت ہونا

جب سیدنا موصوف نے دعوت اور حکومت کی یہ حالت دیکھی تو آپ نے ایک رسالہ شائع کیا۔ اس میں آپ نے مومنین کو تسلی دینے کے لئے جو بشارتیں دی تھیں ان میں سے ایک بھی صحیح نہ نکلی۔ آپ نے اپنے دعوے کو قوی بنانے کے لئے کلام مجید کی آیتوں اور دوسری کتب الاہیہ کے اقتباسوں کے ذریعے خوش خبریاں دیں کہ عنقریب میں مولانا حاکم کی ڈاڑھی سفید ہوگی آپ چالیس سال کی عمر کو پہنچیں گے۔ اور تمام دنیا کو فتح کر کے خدا کے دین کو پھیلائیں گے لیکن ان میں سے کوئی خوش خبری بھی سچ نہ نکلی۔ سیدنا نے ایک دوسرے رسالے

کے ساتھ "القائم" کا لفظ ملا کر المہدی القائم کہتے ہیں اس لحاظ سے مہدی اور قائم دونوں سے ایک ہی شخص کی مراد ہوتی ہے لیکن جب مہدی سے جو امیدیں وابستہ تھیں پوری نہ ہوئیں تو ہم کو مجبوراً یہ کہنا پڑا کہ ابھی قائم کا ظہور باقی ہے جو گنتی میں سویں امام ہوں گے۔

رسائل اخوان الصفاء میں مہدی یا قائم کے ظہور کے اسباب

صاحب رسائل اخوان الصفاء شریعتوں کے اختتام اور نسخ کی بحث میں فرماتے ہیں کہ ہر نبی ایک نئی شریعت وضع کرتا ہے۔ اس میں اُسے کامیابی ہوتی ہے اور سب لوگ اس کے پیرو ہو جاتے ہیں ایک مدت تک یہ شریعت جاری رہتی ہے اور لوگ اس پر عمل کرتے ہیں۔ پھر فلک کی شکل بدل جاتی ہے۔ اور نیا قران شروع ہوتا ہے جو تغیر اور استحالہ کا موجب ہوتا ہے لوگوں میں سستی، تھکن، نفاق، ریا، فساد، عناد اور مخالفت پیدا ہوتی ہے۔ ان اسباب سے فتنے اور لڑائیاں اُٹھ کھڑی ہوتی ہیں مسجدیں اور عبادت گاہیں جن میں خدا کا نام لیا جاتا ہے گرا دی جاتی ہیں۔ بانیانِ شریعت قتل کر دئے جاتے ہیں اس کے بعد فلک کی شکل بدلتی ہے اور اللہ تعالیٰ ایک دوسرے کو بھیجتا ہے تاکہ وہ بندوں کو راہِ راست پر لائے اور ان کی برائیوں کو دور کرے۔ اس زمانے میں لوگوں پر واجب ہے کہ وہ اگلے نبی کی شریعت کو چھوڑ کر نبی موجود کی شریعت کی پیروی کریں اگر یہ لوگ ایسا نہ کریں گے تو گنہگار ہوں گے۔ کیونکہ حکم ثانی سے حکم اول کا ارتفاع لازم آتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی وہ سنت ہے جس میں کوئی تبدیلی کبھی نہ ہو گی۔

متعدد رسالوں میں اخوان الصفاء نے یہ کہا ہے کہ لوگ دین سے پھر گئے ہیں شریعت کو انھوں نے چھوڑ دیا ہے۔ اہلِ حق نہیں رہے۔ اور اہل باطن کا غلبہ ہو گیا ہے۔ فتنے جاگ اُٹھے ہیں اور فسادات پھیل گئے ہیں۔ خاص کر "رسالۃ الحیوانات" کی تاویل میں یہ بیان کیا ہے کہ مومنین پر ظلم ہو رہا ہے۔ یہ بیچارے اس طرح اپنے دشمنوں کے قبضے میں ہیں جس طرح حیوانات فی الحال انسان کے ہاتھ میں مقید ہیں۔ مستقبل قریب میں اللہ تعالیٰ ان کی تکلیف دور کر دے گا۔ ان کی دعا سنے گا اور ان کی مدد کرے گا۔ اخوان الصفاء کی نیند طویل ہو چکی اب ان کا سونے والا ہشیار

انیسویں امام ہیں اس لئے آپ قائم ہوں گے لیکن خود یہ قول درست نہیں ہے۔ کیونکہ مولانا مستنصر اٹھارھویں امام ہیں نہ کہ انیسویں۔ ہماری تمام کتابوں میں امامت کا سلسلہ مولانا حسن سے شروع ہوتا ہے نہ کہ مولانا علی سے۔ آپ تو اساس ہیں۔ مولانا محمد بن اسماعیل سابع المتمین اسی وقت ہو سکتے ہیں جب مولانا حسن سے ائمہ کی گنتی کی جائے۔ اسی حساب سے مولانا طیب اکیسویں امام کہے جاتے ہیں۔ یہ ایک نظیر ہے ہمارے داعیوں کی تاویلات کی جو کسی امام کو کبھی چوتھا اور کبھی ساتواں بنا دیتے ہیں خواہ ایسا کرنے میں کوئی معقولیت پائی جائے یا نہ پائی جائے۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ نہ مولانا مُعز خاتم الائمہ ہوئے نہ مولانا مستنصر قائم القیامہ ہوئے کیونکہ قائم اسی کو کہتے ہیں جو دنیا کے آخری زمانے میں آئے اور جس سے دورِ آخرت یعنی دورِ کشف شروع ہو۔ اِن پیشین گوئیوں اور امیدوں کا وقوع میں نہ آنا اس امر پہ دلالت کرتا ہے کہ یہ صرف مومنین کی تسلّی کے لئے کی گئی تھیں تاکہ وہ مذہب کے ضعف اور فترت سے گھبرا کر دعوت سے خارج نہ ہو جائیں۔ بہت ممکن ہے کہ ہمارے داعیوں کا مقصد اپنے اماموں کو خوش کرنا بھی ہو۔ ورنہ وہ ان کی تردید کرتے۔ ان داعیوں کو اپنے اماموں سے بہت اِتّصال تھا۔ اور یہ اکثر حضرتِ امامیہ میں جاتے آتے تھے۔ اِن میں سے ہر ایک بڑا رتبہ رکھتا تھا۔ انہی کی کتابیں اکثر پڑھائی جاتی ہیں۔ ایسے ہی تسلّی بخش اقوال کی تائید میں ہم کو یہ کہنا پڑا "کُلّ منّا مهدي وكُلّ منّا قائم" یہ ایک مغالطہ ہے کیونکہ ہر امام مہدی یعنی ہدایت کیا گیا ہے۔ یا علمِ باطن سکھایا گیا ہے[1]۔ اور ہر امام قائم یعنی دین کے امور کو انجام دینے والا۔ یا اپنا حق لینے کے لئے تلوار لے کر کھڑا ہونے والا ہے لیکن جب کوئی مہدی کہے گا تو عرفِ عام کے لحاظ سے اسی امام کا تصور ذہن میں آئے گا جو آخر زمانے میں آئے اور تمام دنیا کو فتح کرے اور اسماعیلی دعوت کو فروغ دے۔ قائم سے بھی مراد اسی امام کی ہوگی جو قیامت کے دن آئے ہم "المهدي"

(۱) وسألتُ اباعبد الله صلعم عن المهدي لم سمّي المهدي قال لانه هدي الى الامر الخفي (كتاب الكشف لسيدنا جعفر بن منصور اليمن صفحہ ۴۵)

خلفاء نے ائمۂ معصومین کا حق غصب کرلیا۔ اور انھیں خدا کے بندوں کی ہدایت کا موقع نہیں دیا گویا۔ دین کا کام قریب قریب بند ہوگیا۔ آنحضرت صلعم کی تبلیغ ناکام رہی جس بڑے مقصد کے لیے آپ بھیجے گئے تھے وہ پوری طرح حاصل نہ ہوا۔ تقریباً تین سو سال تک دنیائے اسلام کی یہ افسوس ناک حالت باقی رہی۔

ظہور کے مقاصد حاصل ہوئے یا نہیں

ان وجوہ سے مولانا مہدی کا ظہور واجب ہوا۔ آپ سنہ ۲۹۶ھ میں موضع رقادہ میں ظاہر ہوئے۔ آہستہ آہستہ آپ نے مغرب کے اکثر شہر فتح کیے۔ آپ کے جانشینوں نے مصر، شام اور فلسطین کے بعض شہروں پر بھی قبضہ کرکے کچھ مدت تک حکومت کی لیکن جو ملک ہمارے قبضے میں آخر تک باقی رہا وہ مصر تھا۔ تقریباً ڈھائی سو سال تک ہمارے اماموں کے ظہور کا دور باقی رہا۔ لیکن دنیا میں اسماعیلی مذہب کا عام ہونا، باطنی دعوت کا فروغ پانا اور باطل کا مغلوب ہونا۔ ظہور کے ان مقصدوں میں سے کوئی بھی حاصل نہ ہوا۔ پھر ستر ہوگیا۔ ستر بھی ایسا کہ داعیوں تک کو اماموں کا پتہ نہیں۔ حالانکہ صاحب رسائل اخوان الصفاء کہتے ہیں کہ ستر کے زمانے میں امام کے خاص اولیاء امام کا پتہ جانتے ہیں ورنہ خدا کی حجت کا ارتفاع لازم آئے گا۔ اور یہ ناممکن ہے۔(1) اس(2) سے پہلے ہم سیدنا حمید الدین کی حجت پر توجہ دلا چکے ہیں کہ داعی سے کوئی کام نہیں چلتا ہر زمانے میں اہل بیت میں سے ایک ایسے امام کی ضرورت ہے جو بجز نبوت کے علم، معرفت، عصمت اور تقویٰ میں آنحضرت صلعم کا سا ہو۔ تاکہ وہ تبلیغ کرسکے کلام مجید کی تفسیر کرسکے۔ دین و دنیا کے امور انجام دے سکے۔ حدود قائم کرسکے۔ مولانا

---

(۱) فصل (۳) عنوان "دور کشف، دور فترت اور دور ستر کا ذیلی نوٹ" (۲) اس سے پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ سیدنا نجم الدین متوفی ۱۲۵۶ھ / ۱۸۴۰ء کے عہد سے ایک ایسی جماعت نکلی جو داعیوں کے سلسلے کو منقطع مانتی ہے (فصل ۱۰ عنوان "سیدنا بدر الدین کی وفات کے بعد ہماری دعوت میں ایک بڑا انقلاب")۔ گلزار داؤدی کے انگریزی حوالے کے لئے دوسرا صفحہ ملاحظہ فرمائیے۔

ہوگا۔ اور زمین کو عدل و انصاف سے معمور کرے گا جیسا کہ وہ جور و ظلم سے بھر گئی ہے اور مومنین کو عبودیت اور ذلت کی قید سے چھڑائے گا حق کا کلمہ بلند ہوگا اور اخوان الصفاء کی دعوت ظاہر ہوگی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ زمین کو جاہلیت کی نجاست سے پاک کرے گا۔ اور ان چیر پھاڑ کھانے والے درندوں کو ہلاک کریگا جو ایسے بہائم پر مسلط ہو گئے ہیں جن کے پاس نہ دانت ہیں نہ چنگل۔ اور ایک رسالے میں یہ ہے کہ افلاک کی گردش بدل گئی ہے۔ اہل شر کی مدت ختم کے قریب ہے۔ اہل خیر کا دور شروع ہونے والا ہے۔ ایک اور مقام پر تو اپنی پیشین گوئی کی تائید میں یہ کہا ہے کہ ہم اپنے ظہور کا سال بلکہ مہینہ بھی بتا سکتے ہیں ہم ہمارے بھائیوں کو خوش خبری دو کہ اہل خیر کا زمانہ قریب ہے۔ دور کشف قریب میں شروع ہونے والا ہے ہم اس کی خوش خبری دیتے ہیں۔

رسالہ جامعہ کے اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ خواہ مولانا مہدی ہوں یا مولانا قائم آپ کے ظہور کے اسباب اہل باطل کا غلبہ، اہل حق پر ظلم، اور ان کے حقوق کی پامالی، دین میں ضعف، شریعت میں اضمحلال، بھلائیوں کا فقدان اور برائیوں کا ظہور ہے۔ ہماری اسماعیلی دعوت کے اصول سے آنحضرت نے جو رسالتیں پہنچائی ہیں اُن میں سب سے بڑی اور اہم رسالت امامت ہے۔ آپ خاص اسی رسالت کی تبلیغ کے لئے بھیجے گئے تھے۔ جیسا کہ متعدد دفعہ ہم اس تالیف میں بیان کر چکے ہیں۔ یہ رسالت دوسری تمام رسالتوں مثلاً نماز، روزہ وغیرہ کی اصل روح ہے۔ اگر یہ نہیں تو دوسرے تمام اعمال بیکار ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "یا ایھا الرسول، بلغ ما انزل الیک فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ" ہمارے اماموں اور داعیوں نے اس پر بہت زور دیا ہے اور ہماری تمام کتابیں اس بحث سے بھری ہوئی ہیں۔ المجالس المویدیہ کی چھ سو مجلسوں کی ہر مجلس کا موضوع قریب قریب یہی ہے۔

آنحضرت نے یہ رسالت پہنچائی لیکن آپ کی وفات کے بعد لوگ اس سے پھر گئے انھوں نے ائمۂ معصومین کو چھوڑ کر ایسے اماموں کی پیروی کی جو منصوص نہ تھے۔ آئے دن دشمنوں کی مخالفت بڑھتی گئی خلفائے ثلثہ کے بعد اموی اور عباسی

یہ ہماری دوسری عید کہلائے گی۔

یہ ایک عجیب بات ہے کہ اخوان الصفاء نے تقریباً تین سو سال کی نیند کو طویل سمجھا تھا اور یہ کہا تھا کہ ہم بہت سو چکے۔ اب ہم مستقبل قریب میں بیدار ہو کر دورِ کشف شروع کریں گے۔ اس حساب سے تقریباً ایک ہزار آٹھ سو سال کی نیند بہت طویل سمجھی جائے گی۔ کیونکہ مولانا طیب کے بعد آٹھ سو سال بغیر امام کے گزر ہی چکے ہیں۔

ہمارا دوسرا علم یعنے علم حقیقت جس کی تعلیم ظہور کا ایک اہم مقصد ہے اور جس پر فخر کرتے ہیں وہ بھی علم غیب اور علم انبیاء اور ائمہ کے معیار پر نہیں اترتا۔ اس کے بعض مسائل جدید سائنس کی روشنی میں غلط ثابت ہوئے۔ اور بعض ابھی تحقیق طلب ہیں جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے۔

ہمارے اسماعیلی مذہب کے اصول کا خلاصہ اور ان کا اسلام سے تعلق

میں نے اس تالیف کی ابتداء میں اس بات پر توجہ دلائی تھی کہ ہمارے اسماعیلی مذہب میں اجنبی غیر اسلامی عناصر داخل ہو گئے ہیں۔ اب آخر میں اپنے مذہب کے متعلق چند حسب مندرجہ ذیل سوالات پیش کر کے اپنے بھائیوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ان پر ایک غائر نظر ڈالیں۔ اگر میرے اقتباسوں سے ان کو تشفی نہ ہو تو وہ خود دعوت کی کتابوں کا گہرا مطالعہ کریں۔ علم تاویل اور علم حقیقت (یا حقائق) کو سمجھنے کی پوری کوشش کریں۔ میرا کام صرف ان کو توجہ دلانا اور ان کے دلوں میں ایک تحریک پیدا کرنا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ہم تعصب کو چھوڑ کر انصاف سے کام لیں تو ضرور اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ ہم نے اپنے مذہب کے جو اصول قرار دئیے ہیں ہم خود ان پر کاربند نہ ہو سکے۔ واقعات ان کے مطابق پیش نہیں آئے جس کی وجہ سے ہمیں اپنی رائے بدلنا پڑی۔ اس کا ثبوت تاویلات اور حقائق کے اختلافات کی کثرت سے دیا جا چکا ہے۔ ہم نے اپنے عقائد کو مستند بنانے کے لئے اکثر حدیثوں کو اہل بیت طاہرین سے خاص کر مولانا جعفر صادقؑ کی طرف منسوب کر دیا۔ حالانکہ ان مقدس حضرات نے کبھی ایسا نہ فرمایا ہوگا جو اسلام کے خلاف ہو۔ یہ ایک بڑی حقیقت ہے جس کا یاد رکھنا ہماری اس تالیف کے پڑھنے والوں

طیب کے ستر کے بعد کوئی ایسی ہستی باقی نہ رہی۔

ہمارا علم باطن یعنے تاویل بھی اس پائے کا نہیں کہ ہم اُسے علم روحانی، علم غیب، علم انبیاء و ائمہ کہہ سکیں۔ بلکہ اس پر سرسری نظر ڈالنے والا بھی یہ کہہ سکتا ہے کہ اس میں معقولیت بہت کم ہے۔ مزید براں اس تاویل میں جن حدود یعنے ارکان دعوت کی طاعت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ان میں سے ایک بھی ہمیں نظر نہیں آتا۔ اب ہم کس کی اطاعت کریں۔ مولانا قائم کے ظاہر ہونے کو سو اماموں کی گنتی کے لحاظ سے ابھی تقریباً ایک ہزار سال باقی ہیں۔ اس طویل مدت میں بدقسمتی سے نہ کوئی قرآن مجید کی تفسیر سمجھانے والا، نہ شریعت کے حدود قائم کرنے والا، نہ جمعہ اور عیدین کے خطبے پڑھنے والا اور نہ کوئی رسالت پہنچانے والا پیدا ہوگا کیونکہ ہمارے ہاں بغیر امام کے دوسرا یہ فرائض ادا نہیں کرسکتا۔ مولانا قائم کا انتظار کرنا پڑے گا۔ ہماری کتابوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا طیب اور مولانا قائم کے درمیان کوئی امام ظاہر نہ ہوگا۔ صاحب رسائل اخوان الصفاء فرماتے ہیں کہ اسلامی شریعت میں خوشی کی صرف دو عیدیں ہیں ایک عید الفطر جو پہلے قائم یعنے مولانا مہدی پر اور دوسری عید الاضحیٰ جو دوسرے قائم القیامہ پر مثل ہے مولانا مہدی تو ظاہر ہو چکے جنہوں نے حق کی دولت کی بنیاد ڈالی۔ اب مولانا قائم کا انتظار ہے جن کے عہد میں حق کو پورا عروج ہوگا اور باطل زائل ہو جائیگا

(بقیہ انگریزی صفحہ گزشتہ)

On the death of Syedna Badruddin a society of leading Mashaikhs headed by Sh. Imaduddin took an oath of allegiance to Syd. Najmuddin who was proclaimed as Dai. For the first time at this stage the superstitious and firm belief in the Supernational and Divine character of the Dwat was slackened (Mosami Bahar, Vol: III), Gulzari - Dawoodi, p. 50.

سے آنحضرت صلعم اور دوسرے کلمہ "اشہد ان محمداً رسول اللہ" سے ساتویں امام مولانا محمد بن اسمٰعیل کی رسالت کی طرف اشارہ ہو[1]۔ جس میں قرآن مجید، توراۃ اور انجیل کی طرح ایک تحریف شدہ کتاب سمجھی گئی ہو[2]۔ جس میں شریعت محمدی کے ظاہر کی توہین ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ۵۵۹ھ کے بعد سے اسے معطل کر دیا ہو[3]۔ جس کی بنیاد باطنیت اور رازداری پر ہو[4]۔ جس میں باوجود اس دعوے کے کہ ہم اہل اتفاق ہیں کیونکہ ایک ہی امام معصوم سے ہمارے علوم ماخوذ ہیں ہم نے اپنی سیاست و حکومت برقرار رکھنے کے لئے تقیہ اختیار کیا ہو اور مختلف مواقع پر مختلف تعلیمیں دی ہوں۔ جس کی تاویل کے اصول ہمارے اذہان کی اختراع ہو جس کو ائمہ طاہرین کے علم لدنی سے کوئی تعلق نہ ہو[5]۔ جس کی "حقیقت" کے چند مسائل جو جدید افلاطونی، ایرانی اور ہندی نظریات سے لئے گئے ہوں غلط ثابت ہوئے ہوں[6]۔ جس کے دس حدود یعنے ارکان دعوت میں "رومن کیتھولک چرچ" کے نظام کی تقلید کی گئی ہو[7]۔ جس میں حدود علویہ یعنے دس عقول اور حدود سفلیہ یعنے دس دعوت کے ارکان کے واسطے کے بغیر خدا تک پہنچنا یا نجات حاصل کرنا ناممکن ہو[8]۔ جس میں امام محرمات اور فواحش کے مرتکب ہونے پر بھی امام باقی رہتا ہو[9]۔ جس میں امام کی تعظیم و تکریم میں سجدہ غیر منکر سمجھا گیا ہو[10]۔ جس میں ہم اپنے آپ کو بجائے عبداللہ لکھنے کے "عبد المستنصر یا عبد سیدنا و مولانا" لکھتے ہوں[11]۔ اور جس میں باوجود اس دعوے کے کہ ہر زمانے میں تبلیغ رسالت، ہدایت خلق، تقسیم زکوٰۃ، اقامت حدود وغیرہ کے لئے ایک رسول کا سا معصوم امام ہونا ضروری ہے۔ امام کو غائب ہو کر تقریباً آٹھ سو سال ہو چکے ہوں اور اب دوسرے امام یعنے مولانا قائم القیامہ کے ظاہر ہونے کے لئے تقریباً ایک ہزار سال باقی ہوں[12] مخفی مبادکہ امام الزمان کی غیبت

---

(۱) فصل (۶) (۲) مقدمہ (۳) فصل (۶) (۴) فصل ۱۴-۱۵ (۵) فصل (۱۴) سے ۲۷ تک) (۶) فصل (۲۶) (۷) فصل (۱۱) (۸) فصل (۱۱) (۹) فصل (۱۲) (۱۰) فصل (۱۲) اس زمانے میں بھی ہم اپنے عرائض میں "سجدات اور تحیات" لکھتے ہیں۔ (۱۱) السیرۃ المویدیہ صفحہ (۱۰۰) (۱۲) مولانا حسن سے عہد حاضرہ تک جو ائمہ گزرے ان کی تعداد غالباً پچاس اور ساٹھ کے درمیان

(بقیہ بصفحہ آمدہ)

کے لئے ضروری ہے۔

کیا ہم اپنے ایسے مذہب کو اسلام کے موافق کہہ سکتے ہیں جس کی توحید میں کلمۂ شہادت "لا الٰہ الا اللہ" کی تفسیر "لا امام الا امام الزمان" ہو(۱) جس میں "لو کان فیہما آلہۃ الا اللہ لفسدتا" میں اللہ سے اشارہ امام کی طرف ہو(۲) جس میں "ھو الخالق البارئ المصور" سے عقل اول یا امام الزمان مراد ہوں(۳) جس میں "عالم الغیب والشہادۃ" سے مقصود مولانا قائم ہوں جو قیامت کے دن ظاہر ہوں گے(۴) جس میں سورۂ اخلاص یعنی قل ھو اللہ احد میں عقل اول یا آنحضرت اور آپ کے اہل بیت طاہرین کے اوصاف بیان کئے گئے ہوں(۵) جس میں شرک کی تعریف خدا کے ساتھ کسی کو شریک کرنا نہ ہو بلکہ ایک حد (رکن) دعوت کے ساتھ دوسرے حد (رکن) کو شریک کرنا ہو(۶) جس میں رتبۂ وصایت و امامت کی حیثیت سے آنحضرت مستودع اور مولانا علی مستقر سمجھے گئے ہوں(۷) جس میں آنحضرت صلعم کے بعد ایک اور ساتواں رسول پیدا ہو گیا ہو(۸) جس میں انبیاء جن میں آنحضرت بھی شامل ہیں گنہگار اور صرف ائمہ جو آپ کی نسل سے ہوں معصوم سمجھے گئے ہوں(۹) جس میں مولانا علی رسول اللہ کی زندگی تک آپ کی رسالت میں شریک ہوں(۱۰) جس میں مولانا علی اور ائمہ رسول اللہ سے چار درجے افضل مانے گئے ہوں(۱۱) جس میں مولانا علی نفس اللہ، معبود الملائکہ اور غافر خطیئۃ الرسول سمجھے گئے ہوں(۱۲) جس میں آنحضرت کی اذان کے پہلے کلمے "اشہد ان محمداً رسول اللہ" سے مولانا محمد بن اسمٰعیل کی اور دوسرے کلمے "اشہد ان محمداً رسول اللہ" سے ظہور کے دوسرے امام مولانا محمد القائم بن مولانا عبد اللہ المہدی کی رسالت کی شہادت مراد ہو۔ جس میں مومنین کی اذان کے پہلے کلمے "اشہد ان محمداً رسول اللہ"

---

(۱) فصل (۱۵) (۲) فصل (۱۵) (۳) فصل (۱) (۴) فصل (۱) عنوان "عالم الغیب والشہادۃ سے مراد مولانا قائم ہیں" (۵) فصل (۱) (۶) فصل (۲) (۷) فصل (۴ - ۵) (۸) فصل (۶) (۹) فصل (۵ - ۲) (۱۰) فصل (۵) (۱۱) فصل (۵) (۱۲) فصل (۵) ۔

اعمالِ صالحہ کا درجہ ہے۔ اسی وجہ سے کلام مجید میں جگہ جگہ ایمان کے ساتھ اعمالِ صالحہ کا ذکر ہے لیکن افسوس کہ ہم خدا کو بھول کر "اولیاء پرستی" پر لگ گئے اور ہم کو اعمالِ صالحہ کا تصوّر بھی کبھی نہیں آتا جس کی وجہ سے ہماری تمام قوتیں مفلوج اور سب صلاحیتیں معدوم ہو گئی ہیں۔

ہم مسلمانوں کے اندرونی اختلافات رفع کرنے کی ضرورت

ایک ہمارا اسماعیلی فرقہ ہی نہیں جس کے عقائد میں اجنبی عناصر داخل ہو گئے ہیں۔ بلکہ اسلام کے اکثر فرقے کم و بیش خارجی اثرات سے متاثر نظر آتے ہیں۔ ان میں ایسے شدید اختلافات پیدا ہو گئے ہیں کہ ایک دوسرے کو ملحد اور کافر سمجھتا ہے اور ہر فرقہ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد پر فخر کرتا ہے جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے:-

وتفرقوا فرقاً فکل مدینۃ　　فیھا امیر المومنین ومنبر

حالانکہ اسلام نے مساوات اور برادری کا ایسا سبق دیا ہے جو کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتا۔ ایک خدا، ایک رسول، ایک کتاب اور ایک قبلہ کے ماننے کے بعد بھی اگر ہم میں اختلافات پائے جائیں تو بڑی حیرت کی بات ہے۔

کیا ہی اچھا ہو اگر ہم اپنے ذاتی اور سیاسی اغراض کو چھوڑ کر اسلام کے صحیح مرکز پر جمع ہوں اور اُس کے زرین اصول پر کاربند ہوں تاکہ ہم میں وہ الفت و اتحاد پیدا ہو جائے جو اس آیۂ کریمہ میں مذکور ہے:- "واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخواناً" اگر ہم میں ایسے ہی اختلافات باقی رہیں تو ہماری بقیہ قوت بھی منتشر ہو جائے گی اور دوسری قومیں ہم پر غالب آ جائیں گی اور ہم نیست و نابود ہو جائیں گے۔

دُعا بجناب باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم سب کو اسلام کی ہدایت فرمائے۔ اور اپنے رسول، اپنی کتاب، اور آخرت پر ایمان لانے اور اعمال صالحہ کرنے کی توفیق دے۔ یہی اسلام کی اصل روح ہے۔ ہم کو شرک کے بڑے گناہ سے بچائے تاکہ ہم اُس کے سوا کسی اور کے سامنے اپنا سر نہ جھکائیں۔ وہی پاک اور بے عیب ہے اور وہی اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے

کے زمانے میں نہ ہم حدود قائم کر سکتے ہیں نہ جمعہ اور عیدین منا سکتے ہیں۔ دعاۃ مطلقین کی قائم مقامی پر مفصل بحث گزر چکی ہے اگر ٹھنڈے دل سے ہمارے بھائی اسلام کی روشنی میں ان عقائد پر غور فرمائیں گے تو حقیقت حال ان پر منکشف ہو جائے گی۔

ہم موجودہ اسماعیلیوں کی ظاہری شریعت کی پابندی

میں اپنے "مقدمہ" (ب) کی ابتداء میں" ایک ضروری اور اہم توضیح کے عنوان کے تحت اس امر کی طرف توجہ دلا چکا ہوں کہ ہم یعنے زمانہ حال کے موجودہ اسماعیلی جن میں داؤدی اور سلیمانی دونوں حضرات شامل ہیں ظاہری شریعت کو معطل نہیں سمجھتے" خاتمہ میں بھی دوبارہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ ہم سب ظاہری شریعت کے پابند ہیں۔ اگرچہ کہ ہم مولانا معز کو جو زمانہ ظہور کے چوتھے امام ہیں امام برحق مانتے ہیں۔ اور ان کی دعاء مبارک کو جس میں ظاہری شریعت کی تعطیل واضح طور پر بیان کی گئی ہے معتبر اور مستند سمجھتے ہیں لیکن بقول ابو اخزم الطائی شنشنۃ اعرفہا من اخزم اپنی قدیم عادت کے مطابق اس کی تاویل کرتے ہیں جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

اسلام کی حقیقت

اسلام ایک سیدھا سادا عملی مذہب ہے۔ اس میں نہ یونانی فلاسفہ کی فلسفہ آرائی ہے نہ نصرانی پادریوں کی رازداری اور مذہبی درجہ بندی نہ یہودیوں کی نسلی برگزیدگی ہے نہ ایرانی بادشاہوں کی خاندانی حکومت اور ان کا آسمانی حق، نہ ہندیوں کا حلول وتناسخ ہے۔ نہ صوفیوں کی کشف وکرامات، نہ "اولیاء" کی وساطت کی ضرورت ہے نہ مرشدوں کی بیعت کا لزوم۔ اسلام ان تمام اجنبی عناصر اور پیچیدگیوں سے پاک اور صاف ہے۔ اسلام کی اصلی اور بنیادی تعلیم توحید اور عمل صالح ہے۔ اس کی بڑی ہدایت یہ ہے کہ عبد اور معبود ہر ایک کی حدیں الگ الگ رہیں۔ ہر ایک اپنی حد میں رکھا جائے۔ یہی عین توحید ہے۔ ایک کو دوسرے کی حد میں داخل کرنا شرک ہے جس کی تعبیر "ظلم عظیم" سے کی گئی ہے۔ توحید کے بعد

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ہوئی ہوگی۔ مولانا قائم سویں امام ہوں گے۔ اس حساب سے آپ کے ظاہر ہونے کو ابھی تقریباً ایک ہزار سال باقی ہوں گے (فصل ۹ عنوان" مولانا حاکم کے بعد چند اماموں کا ذکر")

HAQAIQ

Finally comes the material which forms the main contents of Ismaili literature, namely the esoteric speculations, haqaiq. Here, in the mystic twilight, facts and things of the world lose their ordinary features and outlines, laws of logic and commonsense often disappear, and we enter the enchanted realm of dreams, mirages, visions, symbols and the most unceremonious twisting and falisfication of history.

There is another point to be made clear, it is generally believed that information preserved in esoteric works is more reliable than that in the Zahir wotks, because esoteric works are intended for the 'chosen few", not for the "duped, fooled, and fleeced" masses This would be perfectly logical, but in fact it is entirely erroneous, in so far as it refers to historical matters, not to religious. However surprising this may appear, the real case is the reverse of this.

Where we have an opportunity to compare the versions of one and the same event as found in the Zahir and in the Haqaiq works, we find very often that these versions differ considerably not only as to the details, but as to the substance and that the esoteric version for the most part is a favourite folk-lore motive, or simply a superstitious fiction, based on the

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین
والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ
خاتم النبیین سیدنا
محمد وآلہ الطیبین
الطاھرین ہ

ہماری تاریخ اور باطنی کتابوں پر مستشرق "ایوانو" کا تبصرہ۔

History and Esoteric Works of the Ismailis

ZAHIR AND BATIN

It would be proper to say that genuine Ismaili literature, being entirely religious in its interest, completely ignored history. Its authors and readers most probably relied on the general historical works. As shown further on, there is for the earlier period, strictly speaking, only one historical work, Qadi Nu'man's Iftitahu-d-dawa. The next group of works, which to some extent may yield historical information, is hagiological tradition. This group also contains very few works. The next, also very limited group, is that of works on controversy,--just a few that contain allusions to historical facts.

masses: when Mawla-na al-Mustansir died his sons came together, and started to dispute as to their rights to succeed him. No decision could be reached. Then Dhul-fiqar or Dhul-faqar, sacred sword of 'Ali' was produced. All princes in turn tried their utmost to unsheath the sacred sword, but in vain. At last al-Musta 'li made and an attempt. And lo! the sword came out smoothly and easily. Thus it was clear to every one present that al-Musta'li had the right to succeed. (Cf. also the introduction to al-Hidayatu'l-Amiriyya, ed. by A. A. A. Fyzee, pp. 14-15).

This popular motive of many fairy tales of different nations should according to the ideas mentioned above, be taken in preference to the Zahir versions. And there are many similar cases. Many valuable information can be gathered from esoteric works it can only be derived from careful analysis of different contradicrory statements, lapses, passing references "Out of the focus of attention", etc. It must be made an elementary general rule never to trust esoteric and mystic authors, unless their statements are supported from other sources. The zahir version should always be preferred, where there is a conflict between the two.

Mystics, and believers in esoteric matters, live in a different world, of different values. Their logic and judgement are completely dominated by religious motions, and if

mystical meaning of numbers, association of individual letters, etc. The best illustrations can be derived from two well-known works of one and the same highly authoritative author, Sayyidna Idris,—his zahir work 'Uyunulakhbar, and his esoteric treatise Zahrul-ma ani. In the Chapter XVII of the latter there is given what may be called the "Secret" and esoteric version, of the history of the Imams, accounts of their real position, importance, etc. One typical example will suffice.

Every student of Ismailism knows the histrorical accounts of that fateful night when the aged al-Mustansir unexpectedly died after a short and apparently not very serious illness, and the princes and other dependents were urgently summoned to the palace only to find that the all-powerful commander in chief had already placed his son-in-law the youngest prince Mustali, upon the throne, and required them to take the oath of allegiance to him. There are different versions of what had really happened,—quite naturally, indeed. But it is quite clear that the eldest prince, the original heir apparent, Nizar, under one pretext or other, escaped, and took refuge in Alexandria, claiming his rights. The events happened in the full tight of history, and there is very little doubt as to their real trend.

But this is what we find in the esoteric version, reserved for the 'trusted few" only, and withheld from the

sentences. Still later, in the provincial surroundings of the Yaman and the stagnant atmosphere of the middle ages, crude superstition spreads very widely. From the earliest simple and clear works one passes by degrees to ponderous volumes which claim to be the most secret revelations of extraordinary mysteries. A good example is the Shumusu'z-Zahira by Sayyidna Hatim b Ibrahim (d 596/1199), of Guide, no. 205. Here, side by side with the most abstruse speculations on the system of emanations, and on the mysteries of the creation of the universe, one meets the most learned and ponderous discussions of such important questions as why, according to the words of Ja'far as-Sadiq, the Jinn do not like the proximity of a bath-house (hammam), and flee from the place in which one is built?

In esoteric speculations connected with the subject of our research several matters should be noted. The most important is what may be called symbolical parallelism of events. Whatever the true history of the Imams their genealogy, succession, etc, these had to be nothing but a complete parallel and repetition of the events connected with the precursors of the Imams and Prophets. Generations of learned Ismailis, including a man as really clever as Qadi Nu'man, wasted their time and energy with amazing persistence in tracing such parallelism in the legends of the great prophets of ancient times.

these clash with facts, the facts have to give way to the sentiment. Going through what may be called the esoteric interpretation of history, in general and individual cases one finds in esoteric works falsification and twisting of facts to be a rule, to which there are but few exceptions Facts are made to fit spurious prophecies mystical theories about the symbolism of numbers, astrological predictions, religious ideas, and popular superstitions. The idea of conveying unvarnished truth to the chosen few, for whom such works are intended, is perfectly alien to the mystic mind; and there are no limits to the most unscrupulous falsification.

To pass from works on religious tradition to esoteric works is like passing from a religious school to the temple itself. In tradition there may be something new, some acquistion of fresh information In esoteric and dogmatic works one has to deal with things eternal revealed by God unchangeable and not to be criticised. The purpose of the authors of the different works is not to convey new knowledge, but to explain and present in a more attractive, convincing and clearer form those eternal truths, which are already well known to the adherents of the sect. In Ismaili esoteric literature it is only in the earliest period that one finds erudite works as those of Abu Hatim Razi and Hamidu'd-din Kirmani, full of real philosophic effort. Later on the spirit evaporates, and the speculations degenerate into manipulation of ready made ideas and

الکتابة السریّة (1)

جدول العلامات

حرف	الکتابة الأولی	الکتابة الثانیة	حرف	الکتابة الأولی	الکتابة الثانیة
ا	٢	[	ض	- (ع)	-
ب	ھ	T	ط	٧	-[T و 7]
ت	س	b	ظ	- (7)	-
ث	س (س)	ھ	ع	7	٧ [و U]
ج	ص	- [ح]	غ	7 و (لا)	-
ح	ط	[6]	ف	ع و (ے)	٥
خ	ے و (ے)	- (لا)	ق	ھ	- [S]
د	۴ و ۴ و (۴)	٢	ك	٣ ٤	ح و G
ذ	- (6 و لم)	-	ل	لم	L
ر	X	ع	م	٣	I
ز	9 و 6	- [س]	ن	ع	۴ع
س	- (8)	- [H]	ہ	٩	X
ش	د و [ ]	[ھ]	و	⊗	U و P و H و R و H
ص	٨ و ص (٣)	ص	ی	٨	۴ و ۴

(۱) ماخوذ از کتاب الکشف لسیدنا جعفر بن منصور الیمن (نسخہ مطبوعہ جرمن مستشرق) یہ مخفی تحریر اس لئے استعمال کی جاتی تھی کہ اہل ظاہر ہمارے اسرار پر مطلع نہ ہوں اس میں ہماری بعض اصطلاحوں یعنی ناطق وغیرہ کی طرف اشارہ ہے اور بعض تحت اہل ظاہر کی مذمت کی گئی ہے۔

The second important point is the superstitious belief in the mystical implications of numbers. The force of these superstitious ideas was immense, and historical facts were bent and twisted mercilessly to fit them. Astrological speculations, to some extent also connected with such numerical periodism, also contributed very much to the falsification of hitory, as de Gocje has already carefully elucidated it in his 'Memoirre" (pp. 69-73). I am giving an extract from the late esoteric work, Zahru'l-ma'ani, by Sayyid-na Idris, which is a typical example of this mentality. There was another form of the same numerical mysticism in the speculations regarding the number of values of different names found in the system of the Druzes. In the Ismaili system it seems that they were not so popular:

Apparently the earliest esoteric work which contains some information useful for our purposes is a mystic work of Sayyid-na Ja'far b. mansuri'l-Yaman, the famous author of highly valued esoteric writings, a contemporary of Qadi Numan- the Asraru'n-nutaqa (cf Guide, no. 43). This work is closely connected with his other work, the Sarairu'n-nutaqa. (**The Rise of the Fatimids** from page 2 to 18).

ISMAILI TRADITION
Concerning the
RISE OF THE FATIMIDS.
by
W. Ivanow.

شجرہ (۲)

عالم الکون والفساد — ہیولیٰ وصورۃ

پہلے انسان جو مختلف جزیروں میں زمین کے گڑھوں سے نکلے ان کی تعداد نہیں بتائی گئی

صاحب جثہ ابداعیہ — اور ان کے ستائیس ساتھی۔

دور کشف — جس کی مدت پچاس ہزار سال ہے۔

دور فترت — جس کی مدت تین ہزار سال ہے۔

دور ستر — جس کی مدت سات ہزار سال ہے۔

ائمہ مستودعین (انبیاء مرسلین یا نطقاء)

(۱) آدمؑ
(۲) نوحؑ
(۳) ابراہیمؑ
(۴) موسیٰؑ
(۵) عیسیٰؑ
(۶) آنحضرت صلعم ولد مولانا عبداللہ

ائمہ مستقرین جنھوں نے انبیاء مرسلین کو قائم کیا

(۱) ہنید
(۲) ہود
(۳) صالح
(۴) آد
(۵) خزیمہ
(۶) مولانا ابو طالب ولد مولانا عبدالمطلب (مولانا عبدالمطلب بھی ائمہ مستقرین میں شمار کئے گئے ہیں)
مولانا علی

(سلسلے کے لئے شجرۂ نمبر (۳) ملاحظہ فرمائیے)

شجرہ نمبر (۱) روحانی اور جسمانی عوالم کا شجرہ
شجرہ نمبر (۱) کنز الولد سے منقول ہے۔
بے شمار صورتیں جو اللہ تعالیٰ نے ابتدا میں پیدا کیں اور جو حیات علم اور قدرت میں برابر تھیں۔
عقل اول مبدع اول
عقل عاشر منبعث ثانی
فلک محیط
فلک بروج
فلک زحل
فلک مشتری
فلک مریخ
فلک شمس
فلک زہرہ
فلک عطارد
فلک قمر
عالم الکون والفساد
عقل ثانی منبعث اول
عقل ثالث
عقل رابع
عقل خامس
عقل سادس
عقل سابع
عقل ثامن
عقل تاسع
عقل عاشر
(سلسلے کے لیے شجرہ نمبر (۲) ملاحظہ فرمائیے)

شجرہ (۴)

ظہور کے ائمہ

مولانا عبداللہ المہدی (وفات ۳۲۲ھ) ظہور کے پہلے امام

مولانا محمد القائم (وفات ۳۳۴ھ)

مولانا اسمٰعیل المنصور (وفات ۳۴۱ھ)

مولانا معد المعز (وفات ۳۶۵ھ) فاتح مصر و بانی جامع ازہر

مولانا نزار العزیز (وفات ۳۸۶ھ)

مولانا منصور الحاکم (وفات ۴۱۱ھ) مولانا حاکم کے داعی اسمٰعیل (بانی فرقہ دروزیہ)

مولانا علی الظاہر (وفات ۴۲۷ھ)

مولانا معد المستنصر (وفات ۴۸۷ھ)

مولانا احمد المستعلی (وفات ۴۹۵ھ) بانی فرقۂ مستعلویہ

(۱) مولانا نزار (بانی فرقۂ نزاریہ خوجہ)

مولانا المنصور الآمر (وفات ۵۲۴ھ)

مولانا آمر کے داعی حمید اور داعی برکات بانیان فرقۂ بدلیعیہ

(۴۸) مولانا ہز ہائینس آغا خاں (حاضر امام)

مولانا ابو القاسم الطیب (مولانا آمر کی شہادت کے بعد داعیوں نے آپ کو چھپا دیا)

مولانا قائم جو قیامت کے دن ظاہر ہوں گے

دعاۃ مطلقین

الحافظ (مولانا آمر کے چچا زاد بھائی) (وفات ۵۴۴ھ)

الظافر (وفات ۵۴۹ھ)

الفائز (وفات ۵۵۵ھ)

العاضد (وفات ۵۶۷ھ)

(اس نائب کے دولت فاطمیہ کا خاتمہ ہوا)

[illegible]

(سلسلے کے لئے شجرہ نمبر (۵) ملاحظہ فرمائیے)

شجرہ (۳)
مولانا علی (وفات ۴۰ھ)
مولاتنا فاطمہ (۱) زوجہ
حنفیہ (۲) زوجہ
محمد (بانی فرقۂ کیسانیہ)
مولانا حسن (وفات ۵۰ھ)
مولانا حسین (وفات ۶۱ھ)
حسن مثنیٰ
عبداللہ
ادریس
بنی ادریس یا ادارسہ (امراء مغرب اقصیٰ) جن کی حکومت ۱۶۹ھ میں قائم ہوئی اور جن کا خاتمہ ۳۱۹ھ میں ہوا۔
مولانا علی زین العابدین (وفات ۹۴ھ)
مولانا زید (وفات ۱۲۲ھ) بانی فرقۂ زیدیہ
موالینا ائمۂ زیدیہ (یمن)
مولانا محمد باقر (وفات ۱۱۴ھ)
مولانا جعفر صادق (وفات ۱۴۸ھ)
مولانا اسماعیل بانی فرقۂ اسماعیلیہ (وفات ۱۳۳ھ)
۱۳۸ھ (اتعاظ الحنفاء)
مولانا موسیٰ کاظم (وفات ۱۸۳ھ)
بانی فرقۂ موسویہ یا اثنا عشریہ
مولانا علی رضا (وفات ۲۰۳ھ)
مولانا محمد (وفات ۱۹۳ھ) ولادت ۱۲۸ھ
(پی - ایچ - ماسور)
مولانا محمد جواد (وفات ۲۲۰ھ)
مولانا علی ہادی (وفات ۲۵۴ھ)
مولانا حسن عسکری (وفات ۲۶۰ھ)
مولانا محمد منتظر (۲۶۰ھ میں مستور ہو گئے) ولادت ۲۵۵ھ عمر بوقت غیبت ۶ یا ۷ یا ۹ سال
مولانا عبداللہ (وفات ۲۱۰ھ)
مولانا احمد (وفات ۲۴۰ھ)
مولانا حسین (وفات ۲۶۸ھ)
ائمۂ مستورین
(مولانا احمد کے عہد میں فرقۂ قرامطہ نکلا)
مولانا مہدی باللہ (وفات ۳۲۲ھ) جن کا ظہور رقادہ (مغرب) ۲۹۶ھ میں ہوا۔ اور جو ائمۂ فاطمیین کے ظہور کے پہلے امام ہیں۔
(سلسلے کے لئے شجرہ نمبر (۴) ملاحظہ فرمائیے)

ہمارے اسماعیلی مذہب کی حقیقت اور اس کا نظام کے مآخذ باعتبار سنین وفاتِ مصنفین

(۱) ہم اسماعیلیوں کی خاص تصنیفیں جو اب تک شائع نہیں ہوئیں اور جن کے مخطوطے مولف کے پاس محفوظ ہیں

(نوٹ) ان میں سے بعض اہم کتابیں "دار الفکر العربی مصر" میں زیر طبع ہیں جو عنقریب شائع ہونے والی ہیں (ملاحظہ ہو "المجالس المستنصریہ" سلسلۃ المخطوطات الفاطمیہ الدکتور محمد کامل حسین (دار الفکر العربی مصر)

نمبر	نام مصنف	نام کتاب	سنہ وفات مصنف	کیفیت (سنۂ کتابت یا طباعت یا نام ناشر و مطبع اور کیفیت کتاب وغیرہ)
۱	مولانا الامام المعز	ادعیۃ الایام السبعۃ	۳۶۵	اسماعیلی مذہب کی بنیاد اور اس کی حقیقت (سنۂ کتابت ۱۲۸۱ھ)
۲	"	تاویل الشریعۃ (من کلام الامام المعز)	"	ظاہری شریعت کی تاویلیں (اس کتاب کا حوالہ کتاب الریاض اور راحۃ العقل میں ہے)
۳	اخوان الصفاء (مولانا احمد بن مولانا عبد اللہ)	الرسالۃ الجامعۃ (دو جزو)	۲۴۱	رسائل اخوان الصفاء کا خلاصہ اور اسماعیلی تعلیم کے چند

شجرہ (۵)

دعاۃ مطلقین

یعنی امام الزمان کے نائب۔ یہ عہدہ ظہور کے زمانہ میں بھی تھا

مولاتنا الحرۃ الملکہ (حجت مولانا طیب وفات ۵۳۱ھ)

سیدنا خطاب (داعی البلاغ وفات ۵۳۳ھ) مددگار غیر منفرد (فرقۂ سلیمانیہ)

سیدنا الملک (داعی البلاغ (وفات ۵۱۰ھ)

سیدنا یحییٰ (داعی البلاغ۔ (وفات ۵۲۰ھ)

(۱) سیدنا ذوئب (پہلے داعی مطلق (وفات ۵۴۶ھ)

(۲۷) سیدنا داؤد (بانی فرقۂ داؤدیہ) (وفات ۱۰۲۱ھ)

(۵۱) سیدنا ڈاکٹر طاہر سیف الدین چانسلر مسلم یونیورسٹی۔ علی گڑھ۔ (آپ زمانہ حال کے اکاون ویں داعی مطلق ہیں جو ہمارے داؤدی بھائیوں کے صدر ہیں آپ بمبئی میں تشریف رکھتے ہیں)

(۲۷) سیدنا سلیمان (بانی فرقہ سلیمانیہ وفات ۱۰۰۵ھ) مدت انفراد (۸) سال (۴) ماہ

سیدنا علی شرفی (آپ ہمارے سلیمانی بھائیوں کے صدر ہیں جو یمن میں تشریف رکھتے ہیں) ہند اور سندھ کے داعی منصوب مطلق کہے جاتے ہیں۔

نوٹ: بعض داعیوں کے عہد میں چھوٹے چھوٹے فرقے نکلے جن کے حالات فصل نمبر (۱۰) میں گزر چکے ہیں۔

نمبر	مصنف	کتاب	سنہ	کیفیت
۱۱	سیدنا جعفر بن منصور الیمن (مولانا معز کے باب الابواب)	اسرار النطقاء	۳۶۵ھ کے بعد	انبیاء کے قصوں کی تاویل اور مولانا محمد بن اسماعیل کا ذکر۔
۱۲	"	کتاب الکشف	"	کلام مجید کی چند آیتوں کی تاویلیں۔ یہ کتاب اسلامک ریسرچ اسوسیے شن کے اہتمام سے چھپ گئی ہے اس میں جرمن مستشرق شٹروطمان کا مقدمہ ہے جس نے کتابۃ سریہ کو کشف کر دیا ہے
۱۳	"	الفرائض وحدود الدین	"	پہلے حصہ میں ائمہ مستورین کے اسماء میں اختلاف کے اسباب لائیڈن (جرمنی) میں اس کا ایک مخطوطہ ہے۔
۱۴	"	تاویل الزکوٰۃ	"	زکوٰۃ کی تاویل اور ائمۂ معصومین کے منازل۔
۱۵	"	تاویل سورۃ النساء	"	" سورۃ النساء کی تاویل۔
۱۶	"	کتاب الشواہد والبیان	"	سات ناطقوں کی تفصیل
۱۷	"	الفترات والقرانات	"	پیشین گوئیاں۔ نجوم کے اثرات { نطقاء اور ائمہ طاہرین کے کچھ حالات۔
۱۸	سیدنا ابو یعقوب احمد السجستانی	کتاب الافتخار	۳۳۱	اس میں علم تاویل پر فخر کیا گیا ہے۔
۱۹	الدعاۃ الدروزیہ (عہد مولانا الحاکم)	رسائل الحاکم	چوتھی صدی کی ابتدا	المکتبۃ الملکیۃ بالقاہرہ نمبر (۲۰) مذہب الشیعۃ۔ یہ رسائل یورپ کے کتب خانوں میں بھی موجود ہیں۔ دروزیوں کے عقیدے اور ان کی تاویلیں۔

				مقاصد (اس کتاب کا ایک نسخہ پیارس کے کتب خانہ میں بھی موجود ہے۔ یہ کتاب بغداد میں چھپ گئی ہے) ص۳۶
۴	مولانا الامام المنصور؛	جامعۃ الجامعۃ	۳۳۴	مولانا الامام المنصور کی طرف منسوب ہے (فہرست ایوانوف)
۵	سیدنا (ابو محمد عبدان (داعی)	کتاب المرسوم والازدواج (اس کتاب کا حوالہ "الانوار اللطیفہ" میں ہے)	۲۸۶	ترتیب خلقت میں اشیاء مزدوجہ جیسے مکتومین۔ ساتویں ناطق عائشہ کے طلاق کی تاویل۔
۶	سیدنا ابو حاتم الرازی (عبد الرحمن)	کتاب الزینۃ فی لغۃ القرآن	۳۲۲ کے بعد	یہ کتاب لغت میں ہے۔ لیکن اس میں شیعوں کے مختلف فرقوں کی تفصیل بھی ہے۔ یہ کتاب مولانا قائم کو بطور ہدیہ پیش کی گئی۔ (۳۲۲-۳۳۴)
۷	" "	اعلام النبوۃ	"	نبوت کی ضرورت اور انبیاء مرسلین کے حالات۔
۸	" "	کتاب الاصلاح	"	ضمن انبیاء کے اوضاع کی تاویلیں تقریباً پانسو صفحے۔ کتاب الریاض میں اس کا حوالہ ہے۔
۹	سیدنا جعفر بن منصور الیمن (مولانا معز کے باب الابواب)	کتاب الرضاع فی الباطن	۳۶۵ کے کچھ بعد	اس میں تاویل کے اصول بیان کئے گئے ہیں۔
۱۰	" "	سرائر النطقاء	" ۳	انبیاء کے قصوں کی تاویل اور ناطق سابع کا ذکر جو مبدل شریعت ہے۔

نمبر	مصنف	کتاب	سنہ	مضامین
۳۲	سیدنا احمد حمید الدین کرمانی	تنبیہ الہادی والمستہدی	۴۴۱ (?) کے بعد	اوضاع شریعت کی خوبیاں - امامت کے مباحث - قیاس کی مذمت اخلاق حسنہ -
۳۳	" "	مصابیح الہدیٰ	"	تنقید جاحظ - مولانا علی کے اقوال (اس کتاب کا کچھ حصہ محفوظ -
۳۴	" "	ثلاث عشرۃ رسالۃ (یہ کتاب تیرہ رسائل سے مشہور ہے)	"	تیرہ متفرق رسالے مولانا حاکم کی امامت کے ثبوت میں ایک رسالہ - رویت ہلال کا ایک رسالہ وغیرہ -
۳۵	" "	کتاب الریاض	"	داعی ابو حاتم الرازی اور داعی ابو یعقوب السجستانی کے مباحث کا فیصلہ
۳۶	" "	راحۃ العقل	"	باری، عقل، نفس، ہیولیٰ وصورت، بعث، قیامت وغیرہ کے مسائل ہماری معقولات میں یہ انتہائی کتاب سمجھی جاتی ہے جس کے پڑھنے کی اجازت بہت کم ملتی ہے -
۳۷	احمد بن ابراہیم (یا محمد) النیساپوری	استتار الامام	۴۲۰ تقریباً	مولانا عبد اللہ کا پتہ - مولانا مہدی کا ظہور - سیرت جعفر بن الحاجب -
۳۸	"	اثبات الامامۃ		امامت کا ثبوت - مولانا حاکم کا مختصر ذکر -
۳۹	سیدنا مؤید شیرازی	السیرۃ المؤیدیہ	۴۷۰	یہ سیرت خود سیدنا نے اپنے قلم سے لکھی ہے - دولت فاطمیہ کے زوال کے اسباب (یہ سیرت محمد کامل حسین کے مقدمے کے ساتھ "دار الکاتب المصری میں چھپ گئی ہے ۱۹۴۹ء)
۴۰	سیدنا مؤید شیرازی	اساس التاویل (فارسی ترجمہ)	"	سیدنا مؤید نے "اساس التاویل" کا فارسی میں ترجمہ کیا ہے - اصل

۲۰	سیدنا القاضی نعمان بن محمد	افتتاح الدعوة	۶۳،	مولانا مہدی کے ظہور اور ابتدائی فتوحات فاطمیہ کی کیفیت۔
۲۱	" "	شرح الاخبار فی فضائل الائمۃ الاطہار	"	اس کتاب کے آخری حصے میں ظہور مہدی کے متعلق حدیثیں۔
۲۲	" "	اختلاف اصول المذاہب	"	اسماعیلی مذہب کے اصول کا مقابلہ دوسرے مذاہب کے اصول سے
۲۳	" "	المجالس والمسایرات	"	مولانا مہدی، مولانا قائم مولانا منصور کے زمانوں کے کچھ واقعات۔
۲۴	" "	کتاب الہمۃ فی آداب اتباع الائمۃ	"	ائمہ کے متبعین کے آداب (یہ کتاب دارالفکر العربی بمصر میں چھپ گئی ہے)
۲۵	" "	الارجوزة المختارة	"	نظم میں تاریخی واقعات۔
۲۶	" "	دعائم الاسلام (دو جزء)	"	فقہ کے احکام۔ "باب الولایۃ" میں امامت پر بحث۔ اس کتاب کا پہلا جزء علامہ محقق فیضی کے اہتمام سے چھپ گیا ہے۔
۲۷	" "	اساس التاویل (عربی)		تاویل کے اصول۔ انبیاء کے قصوں کی تاویل (مخطوطہ لندن کے کتب خانے میں موجود ہے۔ سیدنا مؤید نے فارسی میں اس کتاب کا ترجمہ کیا ہے۔
۲۸	" "	تاویل دعائم الاسلام (دو جزء)		فقہ کے احکام کی تاویلیں جن میں تربیت مومنین کے مدارج اور اسماعیلی دعوت کا نظم و نسق بتایا گیا ہے۔
۲۹	الامیر تمیم بن الامام مولانا المعز	دیوان	۳۰۱	فاطمی تمدن کے کچھ حالات۔
۳۰	سیدنا احمد حمید الدین کرمانی	الرسالۃ الوضیۃ فی معالم الدین	۴۱۱ھ کے بعد	عبادت علمی و عبادت عملی کی کیفیت۔
۳۱	" "	المصابیح فی اثبات الامامۃ	"	الالٰہیت، نبوت، وصایت اور امامت کے مباحث۔

نمبر	مصنف	کتاب	سنہ	کیفیت
۵۰	سیدنا حاتم بن ابراہیم (تیسرے داعی مطلق)	جامع الحقائق	۵۹۶	مجالس مؤید کے مباحث کا خلاصہ۔
۵۱	" "	تحفۃ القلوب	"	یمنی دعوت کے قیام کی کیفیت
۵۲	" "	مجالس سیدنا حاتم		ایک سو سترھویں مجلس۔ اماموں کی پیشین گوئیوں کی اہمیت۔
۵۳	" "	الشموس الزاہرۃ		حقائق میں اہم کتاب۔
۵۴	سیدنا علی بن محمد بن الولید (پانچویں داعی مطلق)	الذخیرہ	۶۱۲	حقائق میں مستند اور معتبر کتاب۔
۵۵	" "	دامغ الباطل وحتف المناضل	"	یہ کتاب غزالی کی تصنیف "المستظہری" کے جواب میں لکھی گئی جو خلیفۂ عباسی المستظہر باللہ (۴۸۷ھ - ۵۱۲) کے لئے تیار کی گئی۔
۵۶	" "	تاج العقائد	"	ترجمہ بزبان انگریزی۔ باہتمام مستشرق "ایوانو" مطبوعہ بمبئی۔
۵۷	سیدنا علی بن حنظلہ	المبدء والمعاد	۶۲۶	عالم روحانی اور عالم جسمانی کی ابتداء کی کیفیت اور اسماعیلی دعوت کا نظام۔
۵۸	" "	سمط الحقائق		علم حقائق کے مسائل نظم میں۔
۵۹	" "	ضیاء العلوم		علم حقائق میں ایک چھوٹا رسالہ۔
۶۰	سیدنا حسین بن علی (آٹھویں داعی مطلق)	عقیدۃ الموحدین	۶۶۷	علم حقائق کے چند مسائل اور کلام مجید کی آیتوں کی تاویل۔

نمبر	مصنف	کتاب	سن	کیفیت
				کتاب سیدنا قاضی نعمان محمد کی ہے جس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔
۴۱	سیدنا مؤید شیرازی	المجالس المؤیدیہ	۴۷۰	چھ سو مجلسیں کلام مجید کی آیتوں کی تاویل ہیں (دار الفکر العربی میں زیر طبع ہیں)
۴۲	〃 〃	دیوان	〃	یہ دیوان مصر میں چھپ گیا ہے۔
۴۳	سیدنا ابو المعالی ثقۃ الاسلام کافل قضاۃ المسلمین ہادی دعاۃ المسلمین	المجالس المستنصریہ	۴۸۸	اس میں مولانا مستنصر کو انیسواں امام قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ ہمارے عقیدے کے لحاظ سے آپ اٹھارویں امام ہیں۔
۴۴	العقیلی (ابو الحسن علی بن الحسین بن حیدرہ)	دیوان	عہد مولانا المستنصر	فاطمی تمدن کے کچھ حالات۔
۴۵	سیدنا خطاب بن الحسن (داعی البلاغ)	غایۃ المو الید	۵۳۳	مولانا طیب کی نص کا ثبوت سعید الخیر ملقب بہ مہدی کا اہم بیان جو قابل غور ہے۔
۴۶	〃 〃	نیرۃ البصائر	〃	توحید۔ دعایت۔ امامت اور معاد کے مسائل۔
۴۷	سیدنا ابراہیم بن الحسین	کنز الولد	۵۵۷	حقائق میں نہایت اہم کتاب۔
۴۸	سیدنا محمد بن طاہر (ماذون)	الانوار اللطیفہ	۵۸۴	علم حقائق میں اہم کتاب۔
۴۹	〃 〃	مجموع التربیۃ	〃	تاویلات۔ مولانا طیب کی ولادت کے متعلق مولانا آمر کا خط جو یمن کو بھیجا گیا تھا۔

نمبر	مصنف	کتاب	سنہ	کیفیت
۷۰	سیدی حسن بن علی خان بن تاج	الرسالۃ المزینۃ الموشاۃ فی سیرۃ سیدنا داؤد بن قطب شاہ متوفی سنہ ۱۰۲۱ھ	عہد سیدنا موصوف	تاویلات وغیرہ۔ سیدنا سلیمان کی نص کی تردید۔
۷۱	سیدی امین جی بن جلال	شرح یا تعلیقات علی اساس التاویل و تاویل الدعائم وغیرہ۔	۱۰۱۰	آپ نے سیدنا قطب شاہ سے ہمعاصر کے دوران میں جو سوالات کئے ہیں اُن کے جوابات۔
۷۲	سیدی شیخ عبد علی عماد الدین	لُبّ الالباب		علم حقائق کے مسائل نظم میں بہت تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔
۷۳	سیدی مُلّا ابراہیم	صور الکتب فی شرح اللب		لب الالباب کی شرح اور اس کے ماخذ نہایت تفصیل سے بتائے گئے ہیں۔ اس شرح کو علم حقائق میں جامعیت کا رتبہ حاصل ہے۔ اس میں تقریباً ستر کتابوں اور رسالوں کا حوالہ ہے۔
۷۴	علامہ اسمٰعیل بن عبد الرسول	فہرست المجدوع	۱۱۸۳	اسمٰعیلی مذہبی کتابوں کی نہایت مفید فہرست۔ اسی کی مدد سے مستشرق "ایوانو" نے اپنی فہرست تیار کی ہے۔
(ب) خاص اسمٰعیلیوں کی تصنیفیں جو چھپ گئی ہیں۔				
۷۵	اخوان الصفا (مولانا احمد بن مولانا عبد اللہ)	رسائل اخوان الصفا	۲۲۱ھ	مطبوعہ مصر و بمبئی۔ علم حقیقت کے مسائل کا بہت معتبر اور مستند ماخذ

۶۱	سیدنا حسین بن علی (آٹھویں داعی مطلق)	الوحیدۃ فی اثبات ارکان العقیدہ		استتار و تغلب باطل۔ توحید و مبدء، مسائل معاد و ثواب۔
۶۲	" "	الایضاح والبیان فی الکشف عن مسائل الامتحان	۶۶۷	تاویل و حقائق کے متعدد سوالات و جوابات۔
۶۳	سیدنا علی بن الحسین (نویں داعی مطلق)	الرسالۃ الکاملۃ فی صلوٰۃ اللیالی الفاضلۃ	۶۸۲	لیالی فاضلہ اور ان کی نمازوں کی تاویلیں
۶۴	سیدنا ادریس (انیسویں داعی مطلق)	زہر المعانی	۸۷۲	الاہیت، نبوت، وصایت اور امامت کے مباحث اور ہمارے ائمہ کی مختصر تاریخ۔
۶۵	" "	عیون الاخبار (۷ - اجزاء)	"	آنحضرت سے لے کر مولانا امام طیب کی تاریخ۔ حال ہی میں کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد نے اس کا ایک نسخہ حاصل کیا ہے۔
۶۶	" "	نزہۃ الافکار (۲ جزء)	"	یمن کے داعیوں کی تاریخ۔
۶۷	" "	عاصمۃ نفوس المہتدین وقاصمۃ ظہور المعتدین (دو جزء)	"	یہ کتاب ایک زیدی معترض کے رسالے کا جواب ہے۔
۶۸	" "	رسالۃ البیان لما وجب من معرفۃ الصلوٰۃ فی نصف شہر رجب۔	"	صلوٰۃ زوال کے نماز کی تاویل (۲ رکعتیں)
۶۹	حسین بن نوح الہندی البھروچی	کتاب الازہار	۹۲۹	متعدد کتابوں کے اقتباسات۔ اماموں اور داعیوں کے مختصر حالات

۸۸	سیدنا علی بن محمد بن الولید (پانچویں داعی مطلق)	تاج العقائد	۶۱۲	باہتمام مستشرق شتروطمان) ملاحظہ ہو فہرست گذشتہ۔
۸۹	سیدنا ڈاکٹر طاہر سیف الدین (اکاونویں داعی مطلق)	ضوء نور الحق المبین	-	سیدنا نجم الدین متوفی ۱۳۰۲ھ کی نص کے ثبوت میں (الرسالۃ الرمضانیہ ۱۳۳۲ھ)۔
۹۰	" "	زبدۃ برہان الصدق الواضح	-	فرقہ حجوبیہ کا بیان (الرسالۃ الرمضانیہ ۱۳۴۴ھ)
۹۱	" "	فلسفۃ نور عظیم		الداعی کا المعصوم سیدی لقمان بن سیدی حبیب اللہ کا حوالہ (الرسالۃ الرمضانیہ ۱۳۶۸ھ)
۹۲	منسوب (نصیر الدین طوسی)	خلاصہ (روضۃ التسلیم)	۶۶۲	مستشرق "ایوانو" (J.R.A.S. 1931)
۹۳	" "	مطلوب المومنین	"	مطبوعہ اسلامک ریسرچ اسوسیشن سلسلہ نمبر (۲) بمبئی۔
۹۴	سیدنا ناصر	کلام پیر یا ہفت باب	-	علم تاویل میں۔ مطبوعہ اسلامک ریسرچ اسوسیشن بمبئی۔
۹۵	خاکی خراسانی	دیوان	-	" " "
۹۶	شیخ شرف علی	عیون المعارف	-	مطبوعہ مطبع محمدی بمبئی۔
۹۷	"	ریاض الجنان	-	مطبوعہ بمبئی۔
۹۸	سیدنا ماسٹر میاں بھائی ملا عبدالحسین بی۔اے (برہان پوری)	گلزار داؤدی		تاریخ تالیف کتاب ۱۹۲۰ء۔ اسماعیلیوں کی مختصر تاریخ اور دعوت کی آمدنی کے ذرائع انگریزی زبان میں۔ مطبوعہ احمد آباد۔

نمبر	مصنف	کتاب	صفحہ	کیفیت
۷۶	اخوان الصفاء (مولانا احمد بن مولانا عبد اللہ)	الرسالۃ الجامعہ		جو باوجود حقائق پر مشتمل ہونے کے دو دفعہ چھپ چکا ہے۔ ملاحظہ ہو فہرست گزشتہ۔
۷۷	سیدنا قاضی نعمان بن محمد	دعائم الاسلام (جزء اول)	۳۶۳	" "
۷۸	" "	کتاب الہمۃ فی آداب اتباع الائمہ	"	" "
۷۹	سیدنا جعفر بن منصور الیمن	کتاب الکشف	۳۶۵ کے بعد	" "
۸۰	سیدنا مؤید شیرازی	السیرۃ المؤیدیہ	۴۷۰	" "
۸۱	سیدنا بدر الجمالی	المجالس المستنصریہ	۴۸۸	" "
۸۲	جابر بن حیان	مختار رسائل جابر بن حیان	—	پی کراؤس (مطبعۃ الخانجی مصر ۱۳۵۴)
۸۳	خالد بن زید الجعفی	دو مخطوط رسالے۔	—	ان رسالوں کا ترجمہ اڈورڈ سالبری نے انگریزی میں کیا ہے۔
۸۴	ناصر خسرو (معروف حکیم و سیاح)	وجہ دین	۴۸۱	احکام شریعت کی تاویلیں۔ یہ کتاب گویا تاویل الدعائم کا فارسی ترجمہ ہے (مطبوعہ کاویانی پریس۔ برلن)
۸۵	" "	زاد المسافرین	"	باری۔ عقل۔ نفس۔ ہیولیٰ وغیرہ کے مباحث (مطبوعہ کاویانی پریس برلن)
۸۶	" "	سفر نامہ بالتمام روشنائی نامہ وسعادت نامہ	"	مصر کے سفر کے حالات (مطبوعہ کاویانی پریس برلن)
۸۷	سیدنا علی بن محمد بن الولید (پانچویں داعی مطلق)	اربعۃ کتب اسماعیلیہ (رسالۃ الایضاح والتبیین و رسالۃ تحفۃ المرتاد)	۶۱۲	اس مجموعے میں دو کتابیں "رسائل مجموعۃ من الحقائق العالیۃ الدقائق والاسرار السامیۃ" اور رسالۃ الاعظم بھی ہیں (مطبوعہ گوٹنجن جرمنی

				مفصل حالات - اس کتاب کا زیادہ حصہ ضائع ہوگیا ہے۔
١٠٦	پروفیسر ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن	الفاطمیون فی مصر واعمالہم السیاستہ والدینیۃ بوجہ خاص۔		مطبوعہ امیریہ مصر ١٩٣٢ء
١٠٧	محمد بن عبداللہ بن عنان	الحاکم بامر اللہ واسرار الدعوۃ الفاطمیہ		دار النشر الحدیث - القاہرہ -
١٠٨	الصحفی القدیم الاستاذ (ح)	الخلیفۃ المعز لدین اللہ		مصر ١٩٠٣ء - اس رسالے میں "تعیینہ" مولانا الامام المعز کی تردید کی گئی ہے
١٠٩		الخلیفۃ المعز لدین اللہ		
١١٠	استاذ سلیم افندی	حل الرموز فی عقائد الدروز		المقتبس (دمشق ١٩١٢ء)
١١١	پروفیسر ولی الرحمن (معتضد) ایم۔ اے۔	ناصر خسرو کی سائیکالوجی		J. osma. uni. college (1933)
١١٢	عبد الحلیم شرر	حسن بن صباح (اردو)		لکھنؤ ١٩٢٢ء
١١٣	خواجہ حسن نظامی	فاطمی دعوتِ اسلام (اردو)		دہلی ١٣٣٠ھ
١١٤	فاضل محمد نجم الغنی	عقود الجواہر فی تاریخ الجواہر (اردو)		مطبع العلوم - مراد آباد ١٣٢٢ھ
١١٥	"	مذاہب الاسلام (اردو)		گویہ اسلام کے فرقوں کی تاریخ ہے لیکن اس میں اسماعیلیوں کی رسوم و رواج تفصیل سے درج ہیں - نیز اس میں زمانۂ حال کے واقعات مثلاً آغا کیس اور مقدمہ بھوپال پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

نمبر	مصنف	کتاب	صفحات	کیفیت
۹۹	شیخ محمد علی بن جیوا بھائی (عامل مدراس)۔	موسم بہار (۳ جزء)		اسماعیلیوں کی تاریخ گجراتی زبان میں۔ مطبع صفدری بمبئی (اس تاریخ کا تیسرا جزء بہت اہم ہے۔ اس میں زمانۂ حال کی کیفیت مفصل طور پر بیان کی گئی ہے)
۱۰۰	حسب ایمائے مولانا غلام حسین (سلیمانی)	صحیفۂ سلیمانیہ	۔	مطبع مصطفوی بمبئی (اس میں تین ائمہ مستورین کا اہم ذکر ہے جن کے محتجبین تین دوسرے ائمہ تھے)
۱۰۱	ڈاکٹر اے۔ ایف حسین ہمدانی	خلاصہ زہر المعانی (ترجمہ در زبان انگریزی)		تاریخ تالیف ۱۹۳۳ء۔ یہ خلاصہ ابھی طبع نہیں ہوا۔ اس کا ایک ٹائپ کیا ہوا نسخہ جامعہ عثمانیہ میں ہے۔
۱۰۲	فاضل علی محمد جان محمد چنارا	نور مبین (حبل اللہ المتین)		مطبوعہ بمبئی (یہ خاص خوجوں کی مفصل تاریخ ہے۔ اس میں الغاء شریعت کا اہم ذکر ہے)
۱۰۳	علامہ آصف فیضی	سیدنا قاضی نعمان بن محمد کی سوانح عمری	۔	J. R. A. S.
۱۰۴	ڈاکٹر زاہد علی	تاریخ فاطمیین مصر		سلسلہ تعلیم جامعہ عثمانیہ نشان ۱۷۱ مطبوعہ دار الطبع جامعہ عثمانیہ سرکار عالی حیدر آباد دکن ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۸ء۔
	(ج) اہل ظاہر یعنی غیر اسماعیلیوں کی کتابیں جو خاص اسماعیلیوں پر لکھی گئی ہیں			
۱۰۵	المقریزی (تقی الدین احمد بن علی)	اتعاظ الحنفا باخبار الفاطمین الخلفاء	۴۵ ۸	مطبوعہ بیت المقدس خلفائے فاطمیین کی مختصر تاریخ لیکن قرامطہ کے

(9) London-1922	Secret Sects of Syria and the Lebanon Druses	Springett Bernard
(10) New York	Origin of the Druze People	Hirti, P.
(11) Luzac, London-1934	Polemics on the Origin of the Fatimid Caliphs	P. H. Mamour
(12)	The Shiite Religion	Donaldson
(13) Bombay-1905	History of the Khojas	Jafar Rahmatullah
(14) Gazetteer (Bombay)	The best modern account of the Khojas	....
(15) Delivered on 12th Nov. 1866	Judgement in the Khoja Case	Sir Joseph Arnold
(16) Cases illustrative of Oaiental life	Sarjun Meer Ali's case	Sir Erskine
GERMAN & FRENCH		
(17) Gottingen-1881	Geschicete der Fatimiden Chalifen	F. Wustenfeld
(18) Paris-1877	Fragments relatifs a'la doctrine des Ismailis	S Guyard
(19) La Caire-1920	La Doctrine Secrete des Fatimides	Casanova, P.
(20) London-1886	Memoire Sur les Caramathes du Bahrayn	M. J. de Goeje

۱۱۶	جرجی زیدان	فتاة القیروان (ناول) عربی	مطبعة الہلال ـ مصر ۱۹۳۲ء
۱۱۷	پنجہ عالمگیر (لاہور)	ناول "فتاة القیروان" کا اردو ترجمہ	لاہور ـ
۱۱۸	ابراہیم رمزی	روایة الحاکم بامر اللہ (ناول)	مکتبة العرب ـ شارع الخلیج مصر ۱۹۱۵ء

(د) عام اسلامی تاریخوں کی فہرست کے لئے جن میں ضمناً اسماعیلیوں کا ذکر ہے میری پہلی تالیف "تاریخ فاطمین مصر" مطبوعہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن ملاحظہ فرمائیے

(ہ) مستشرقین کی تصنیفیں

ENGLISH

(1) Based on Fihrist-al-Majdu, London.	A guide to Ismaili Literature	W. Ivanow
(2) B. S. O. S. Vol. II - 1933	Notes on Ismaili Mss.	A. S. Tritton
(3) R. A. Society Vol. 12-1935	Materials for an Ism. Bibl.	Asaf A. A. Fyzee
(4) R. A Society Vol. 12-1936	Addl. Notes-Ismaili Bibl.	Asaf A. A. Fyzee
(5) Oxford Univ. Press-1942	The Rise of the Fatimids	W. Ivanow
(6) London-1923	A short history of the Fatimid Caliphate	De Lacy O'Leary
(7) Bristol-1840	Estb. of the Fat. Dyn.	John Nicholson
(8 Cambridge	The Origin of the Ismailism	Bernard Lewis